فرشتوں کے حالات و واقعات پر امام سیوطی کی مستند اور جامع تصنیف

الحبائک فی اخبار الملائک

کا سلیس اُردو ترجمہ، شرح کے ساتھ

فرشتوں کے حالات و واقعات

هذا مقام سیدی العارف بالله جلال الدین السیوطی

تصنیف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم و شارح

مفتی محمد فیاض چشتی

شاکر پبلی کیشنز لاہور
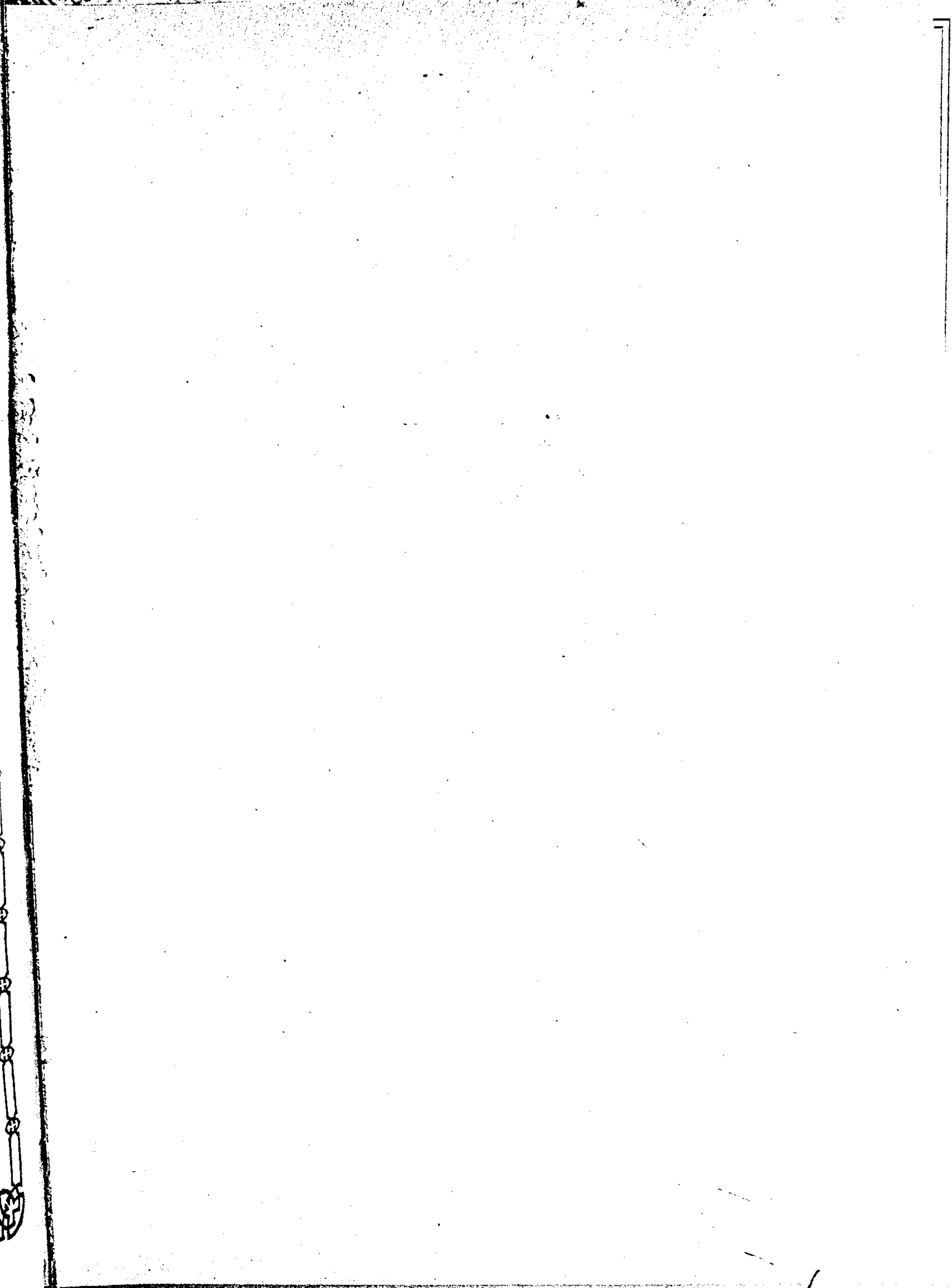
امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی فرشتوں کے حالات وواقعات پر مستند اور جامع تصنیف الحبائک فی اخبار الملائک کا سلیس اُردو ترجمہ اور شرح کے ساتھ فرشتوں کے حالات وواقعات پر مشتمل کتاب

الحبائک فی اخبار الملائک

فرشتوں کے حالات وواقعات

تصنیف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح

مفتی محمد فیاض چشتی

شاکر پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور
فون: 042-37240084

فرشتوں کے حالات وواقعات

تصنیف: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ　　مترجم وشارح: مفتی محمد فیاض چشتی

باہتمام ——— ملک محمد شاکر
سن اشاعت ——— 2018ء
طابع ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
قیمت ——— -/1000 روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور
042-3724600

نظامیہ کتاب گھر
زبیدہ سنٹر۔۴۰ اردو بازار لاہور
0301-4377868

اشرف بُک ایجنسی
راولپنڈی

مکتبہ قادریہ
داتا دربار مارکیٹ لاہور
042-37226293

مکتبہ البلال
چوک اعظم
0302-8769118

معراج کتب خانہ
اندرون بوہڑ گیٹ ملتان
0323-7210125

مکتبہ بابا فرید
چوک چٹی قبر
پاک پتن شریف

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔　ادارہ

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے والدین اور
حضور سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت
میں پیش کرتا ہوں

فہرست

حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ پیدائش: 2 اکتوبر 1445ء وفات: 17 اکتوبر 1505ء

اصل نام عبدالرحمان، کنیت ابوالفضل، لقب جلال الدین، اور عرف ابن کتب تھا۔ آپ ایک مفسر، محدث، فقیہ اور مورخ تھے۔ آپ کی کثیر تصانیف ہیں، آپ کی کتب کی تعداد 500 سے زائد ہے۔ تفسیر جلالین اور تفسیر در منثور کے علاوہ قرآنیات پر الاتقان فی علوم القرآن، علماء میں کافی مقبول ہے اس کے علاوہ تاریخ اسلام پر تاریخ الخلفاء مشہور ہے۔

ولادت اور نسب

قرون وسطیٰ کے مسلمان علماء میں علامہ جلال الدین سیوطی اپنی علمی خدمات کی وجہ سے بے انتہا مشہور و مقبول ہیں۔ علامہ سیوطی کی ولادت ہفتہ یکم رجب 849ھ بمطابق 2 اکتوبر 1445ء کو مصر کے قدیم قصبے اَسْیُوط میں ہوئی۔ اسی نسبت سے آپ کو سُیُوطیؒ کہا جاتا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے "عبدالرحمٰن بن کمال الدین ابی بکر بن محمد بن سابق الدین بن فخر الدین بن اصلاح ایوب بن ناصر الدین محمد بن ہمام الخضیر ی الاسیوطی الشافعی"۔ آپ کے والد کمال الدین ابی بکر نے عباسی خلیفہ المستکفی باللہ کے انتقال کے صرف چالیس روز بعد محرم 855ھ میں خلیفہ قائم بامر اللہ کے عہد میں وفات پائی۔

تعلیمی سفر

8 سال کی عمر میں شیخ کمال الدین ابن الہمام حنفی کی خدمت میں رہ کر قرآن حفظ کیا۔ اس کے بعد شیخ شمس سیرامی اور شمس فرومانی حنفی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے اور ان دونوں حضرات سے بہت سی کتب پڑھیں۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ شہاب الدین الشار مسامی اور شیخ الاسلام عالم الدین بلقینی، علامہ شرف الدین النادی اور علامہ محی الدین کافیجی قابل ذکر ہیں۔

علامہ سیوطی کا یہ اشتغال علمی 864ھ سے شروع ہوتا ہے، فقہ اور نحو کی کتب ایک جماعت شیوخ سے پڑھیں۔ علم فرائض شیخ شہاب الدین الشار مسامی سے پڑھا۔ 866ھ کے آغاز میں ہی آپ کو عربی تدریس کی اجازت مل گئی اور اسی سال آپ نے سب سے پہلے شرح استعاذہ، اور شرح بسم اللہ تصنیف کی اور ان دونوں کتب پر آپ کے استاد خاص شیخ عالم الدین بلقینی نے تقریظ لکھی تھی۔ مختلف شیوخ سے علوم و فنون کی تکمیل کے بعد 871ھ میں افتاء کا کام شروع کیا۔ 872ھ میں آپ کو دورہ حدیث کا شرف بھی حاصل ہو گیا۔

علمی تبحر

حسن المحاضرہ میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ: حق تعالیٰ نے مجھے سات علوم یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی بیان، اور بدیع میں تبحر عطا فرمایا ہے۔ آپ نے کہا: حج کے موقع پر میں نے آبِ زمزم پیا اور اُس وقت یہ دعا مانگی کہ علم فقہ میں مجھے علامہ بلقینی اور حدیث میں علامہ ابن حجر عسقلانی کا رتبہ مل جائے۔ چنانچہ آپ کی تصانیف اور آپ کا علمی تبحر اس کا شاہد ہے کہ آپ کی یہ دعا بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوگئی۔ آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے، آپ نے خود فرمایا کہ: ''مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اور اگر مجھے اس سے زیادہ ملتیں تو ان کو بھی یاد کرتا شاید اس وقت اس سے زیادہ نہ مل سکیں''۔ شیخ شاذلی سے منقول ہے کہ آپ سے جب دریافت کیا گیا کہ آپ سرور ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار بحالتِ بیداری سے کتنی بار مشرف ہوئے تو آپ نے فرمایا: ستر (۷۰) بار سے زائد۔

طبیعت

دنیوی مال ودولت کی طرف سے آپ کی طبیعت میں اس قدر استغناء تھا کہ امراء واغنیاء آپ کی زیارت کو آتے تھے اور تحائف، ہدایہ واموال پیش کرتے مگر آپ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرتے تھے۔

وفات

علامہ سیوطی نے 61 سال 10 مہینے 18 دن اس عالم ناپائیدار میں گزار کر ایک معمولی سے مرض، ہاتھ کے ورم میں شب جمعہ 19 جمادی الاول 911ھ بمطابق 17 اکتوبر 1505ء میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ اس وقت مصر میں عباسی خلیفہ المستمسک باللہ کا عہد خلافت تھا۔ تاریخ الخلفاء کے اختتام پر خود فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ سے میں دعا کرتا ہوں کہ وہ نویں صدی ہجری کا فتنہ نہ دکھائے اور اُس سے پہلے اپنے حبیب لبیب ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنے جوارِ رحمت میں بلالے''

تصانیف

علامہ سیوطی کثیر التالیف علماء میں سے تھے، اپنی نادر روزگار 500 سے زائد تصنیفات کا گراں قدر مجموعہ اپنے پیچھے چھوڑا جن کی فہرستیں مختلف لوگوں نے ترتیب دی ہیں۔

(1) مولوی عبدالحلیم چشتی نے فوائد جامعہ بر عجالہ نافعۃ، میں 506 کتب کی فہرست ترتیب دی۔

(2) اسماعیل پاشا بغدادی نے ایک فہرست ترتیب دی ہے۔

(3) حسن المحاضرہ میں سیوطی نے خود 300 تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

جبکہ آپ کے ہم عصر علماء میں سے کسی ایک کی بھی تصانیف کی تعداد اس قدر نہیں ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قابل قدر تصانیف

إسعاف المبطأ برجال الموطأ — الآیة الکبری فی شرح قصة الاسراء
الأشباہ والنظائر — الإتقان فی علوم القرآن
الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر الجامع الکبیر
الحاوی للفتاوی — إحیاء المیت بفضائل اهل البیت
الحبائك فی أخبار الملائك — الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور
الدرر المنتثرة فی الأحادیث المشتهرة — الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج
الروض الأنیق فی فضل الصدیق — العرف الوردی فی أخبار المهدی
الغرر فی فضائل عمر
الفیة السیوطی (الفیة الحدیث): (علم الحدیث کے بارے میں)
الکاوی علی تاریخ السخاوی (سخاوی سے عداوت میں لکھی تھی)
اللآلئ المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة
المُدْرَج إلی المُدْرَج — المزهر فی علوم اللغة وأنواعها
المهذب فیما وقع فی القرآن من المعرب
أسباب ورود الحدیث — أسرار ترتیب القرآن
أنموذج اللبیب فی خصائص الحبیب
إرشاد المهتدین إلی نصرة المجتهدین
إعراب القرآن — إلقام الحجر لمن زکی ساب أبی بکر وعمر
تاریخ الخلفاء — تحذیر الخواص من أحادیث القصاص
تحفة الأبرار بنکت الأذکار النوویة
تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی
تزیین الممالك بمناقب الإمام مالك
تمهید الفرش فی الخصال الموجبة لظل العرش
تنویر الحوالك شرح موطأ مالك
تنبیه الغبی فی تبرئة ابن عربی

حسن المحاضرة فی أخبار مصر والقاھرة

در السحابة فیمن دخل مصر من الصحابة

ذم المکس | شرح السیوطی علی سنن النسائی

صفة صاحب الذوق السلیم | طبقات الحفاظ

طبقات المفسرین | عقود الجمان فی علم المعانی والبیان

عقود الزبرجد علی مسند الإمام أحمد فی إعراب الحدیث

عین الإصابة فی معرفة الصحابة | کشف المغطی فی شرح الموطأ

لب اللباب فی تحریر الأنساب | لباب الحدیث

لباب النقول فی أسباب النزول

ما رواہ الأساطین فی عدم المجیء إلی السلاطین

مشتھی العقول فی منتھی النقول | مطلع البدرین فیمن یؤتی أجرہ مرتین

مفتاح الجنة فی الاعتصام بالسنة | مفحمات الأقران فی مبھمات القرآن

نظم العقیان فی أعیان الأعیان | ھمع الھوامع شرح جمع الجوامع

الفارق بین المصنف والسارق:

(یہ کتاب حقوق تالیف کے بارے سب سے پہلی تحریر ہے۔)

قطر الدرر | شمائل کبریٰ (جلد 1 جلد 2)

تاریخ الخلفاء پر ایک نظر

آپ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین مورخ بھی تھے۔ خلفائے ملت اسلامیہ پر آپ کی تصنیف تاریخ الخلفاء ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے لے کر بغداد کے آخری خلیفہ المستعصم باللہ کے عہد خلافت تک تاریخ وار لکھی گئی ہے۔ جبکہ بعد ازاں خلفائے عباسیہ کے مصر میں منتقل ہونے پر دوبارہ خلفاء کا تقرر ہونے لگا جس پر آپ نے خلیفہ المستمسک باللہ العباسی کی ولی عہدی تک حالات کو بیان فرمایا ہے۔ کتاب کے آخر میں دولت اُمویہ جو ہسپانیہ میں قائم ہوئی۔ دولت عبیدیہ، حکومت بنی طباطبا العلویہ الحسینیہ، دولت طبرستان کے متعلق مختصر تاریخ بیان کی ہے۔ مزید یہ کہ ہر خلیفہ کے عہد میں وفات پانے والے علماء کا بھی ذکر اور اُس خلیفہ سے روایت کی گئیں احادیث کو بھی بیان کیا ہے۔ مجموعی طور پر یہ 892 قمری سالوں (11ھ سے 903ھ تک) خلفاء کے عہد خلافت پر ایک نایاب تصنیف ہے۔

تاریخ الخلفاء کے مآخذ کے متعلق خود علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

''میں نے کتاب کی تصنیف میں حوادثات کے متعلق تاریخ الذہبی سے مواد لیا ہے جس میں 700ھ تک کے حالات مندرج ہیں، پھر تاریخ ابن کثیر سے جس میں 738ھ تک کے واقعات قلمبند ہیں، پھر مسالک سے جس میں 773ھ تک کے حالات موجود ہیں، پھر ابناء العمر (تصنیف ابن حجر) سے لیے گئے ہیں۔ جس میں 850ھ تک کے واقعات لکھے ہیں۔ حوادث کے علاوہ اور باتوں میں حسبِ ذیل تواریخ سے اقتباس کیا گیا ہے، تاریخ بغداد (تصنیف خطیب) 10 جلدیں، تاریخ دمشق (تصنیف ابن عساکر) 57 جلدیں، اوراق (تصنیف صولی) 7 جلدیں، طیورات 3 جلدیں، حلیۃ الاولیاء ابو نعیم 7 جلدیں، مجالس (تصنیف دینوری)، کامل (تصنیف مبرد) 2 جلدیں، امالی ثعلب 1 جلد، ودیگر کتب تواریخ وغیرہ۔''

تاریخ الخلفاء حوادثِ زمانہ کے سبب سے بہت مشہور ہے۔ اِس کتاب میں علامہ سیوطی نے کئی ایسے حوادث بیان کیے ہیں جو نہایت ہی عجیب واقع ہوئے، اقتباسات دیکھئے:

''اُس کے (والیٔ مصر الظاہر عبیدی کے زمانہ میں مصر میں قحط کی صورتحال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے) دوران سلطنت میں مصر کے اندر ایسا قحط پڑا جس کی نظیر سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کے اور کسی زمانہ میں نہیں ملتی، یہ قحط سات سال تک رہا، بعض آدمیوں نے دوسرے آدمیوں کو کاٹ کاٹ کر کھالیا۔ ایک ایک روٹی پچاس پچاس دینار میں فروخت ہونے لگی''۔

''330ھ میں بغداد میں اِس قدر قحط ہوا کہ ایک بوری گیہوں کی قیمت 316 دینار کی ہوگئی، اتنا سخت قحط ہوگیا کہ لوگوں نے مردار چیزیں تک کھالیں۔ اِس سے پہلے بغداد میں اِتنا سخت قحط کبھی نہیں پڑا تھا۔''

''اِس سال (465ھ) مصر میں بدستور قحط قائم رہا حتیٰ کہ ایک عورت نے ایک خمیری روٹی ہزار دینار کی خرید کر کھائی۔''

''اِسی سال (323ھ) جمادی الاول کے مہینے میں آندھی آئی، دنیا سیاہ ہوگئی، عصر سے مغرب تک سخت اندھیرا رہا۔ ذوالقعدہ میں تمام رات بڑے بڑے ستارے ٹوٹتے رہے جو اِس سے پہلے کبھی نہیں ٹوٹے تھے۔''

''328ھ میں دجلہ میں اِتنا پانی چڑھا کہ 19 ہاتھ چڑھ آیا، جس کی وجہ سے بغداد غرق ہوگیا، آدمی اور چوپائے ڈوب گئے، مکانات منہدم ہوگئے۔''

''344ھ میں مصر میں ایک سخت زلزلہ آیا جس کی وجہ سے بہت سے مکانات منہدم ہوگئے۔''

''478ھ میں بغداد میں کالی آندھی آئی۔ بجلی اور کڑک بے اِنتہاء تھی، ریت مٹی آسمان سے بارش کی طرح برس گئی۔ کئی جگہ بجلی گری، لوگوں نے خیال کرلیا کہ قیامت آگئی مگر تین ساعت کے بعد عصر کے پیچھے یہ حالت جاتی رہی۔''

انگریزی ترجمہ

تاریخ الخلفاء پہلی بار انگریزی میں "History of the Caliphs" کے نام سے 1881ء میں کلکتہ سے اور دوسری بار انگریزی میں اورینٹل پریس سے 1970ء میں شائع ہوئی تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ جاعل الملا کۃ رسلاً اولی اجنحۃ مثنی وثلاث ورباع والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد والآل والصحب ولاتباع۔ فھٰذہ تالیف لطیف جمعته فی اخبار الملائکۃ الابرار، استوعبت فیه ما وردت به الاحادیث والآثار وختمته بفوائد یبتھج بھا اولو الابصار وسمیته (الحبائك فی اخبار الملائك) واللہ المستعان وعلیه التکلان۔

سب تعریفیں اس خلاق عالم کے لئے ہیں جس نے دو، دو، تین تین اور چار چار پروں والے فرشتوں کو رسول بنایا اور درود لامحدود ہوں ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل واصحاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں پر۔ یہ عمدہ تالیف جس میں، میں نے ملائکہ مقربین کے احوال کو جمع کیا ہے اور اس میں وہ آحادیث وآثار ذکر کئے ہیں جو ملائکہ مقربین کے متعلق وارد ہوئے ہیں۔ اور اس کا اختتام ایسے فائدہ سے کیا جس سے اہل بصیرت سبق حاصل کریں گے اور میں نے اس کا نام ''الحبائك فی اخبار الملائك'' رکھا اور اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلب گار ہوں اور اسی پر بھروسہ ہے۔

فرشتوں پر ایمان لانا واجب ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟[1]

ایمان لایا یہ رسول (کریم) اس (کتاب) پر جو اتاری گئی اس کی طرف اس کے رب کی طرف سے اور ایمان لائے مومن، یہ سب دل سے مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو (نیز کہتے ہیں) ہم فرق نہیں کرتے کسی میں اس کے رسولوں سے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فرشتوں پر ایمان لانا کئی معانی کو مشتمل ہے۔

۱۔ ان کے وجود کی تصدیق کرنا۔

۲۔ ان کو ان کے مرتبہ اور شان کے مطابق ماننا اور یہ کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اللہ نے ان کو انسان اور جنات کی

---

[1] البقرہ: ۲۸۵

طرح پیدا فرمایا ہے۔ یہ اللہ کے احکام کے پابند ہیں۔ ان کو کسی چیز پر قدرت نہیں سوائے اس کے کہ جس پر اللہ نے ان کو قدرت عطاء فرمائی ہو ان پر موت کا واقع ہونا جائز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ہی لمبی عمر عطا فرمائی ہے اس لئے ان کو وفات نہیں دی حتیٰ کہ یہ اس مدت کو جا پہنچیں ان کو ایسی کسی صفت سے متصف نہیں کیا جا سکتا جو ان کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والی ہو اور نہ ہی انہیں خدا مانا جا سکتا ہے جس طرح کہ پہلی قوموں نے انہیں خدا مانا ہے۔

۳۔ اس بات کا اعتراف کرنا کہ ان میں رسول بھی ہیں جن کو اللہ نے جس آدمی کی طرف چاہا رسول بنا کر بھیجا۔ یہ بھی درست ہے کہ بعض فرشتوں کو ان کے بعض کی طرف رسول بنایا گیا ہے۔ اس اعتراف کے بعد یہ اعتراف بھی لازمی ہے کہ ان میں سے کچھ فرشتے عرش خداوندی کو اٹھانے والے ہیں اور کچھ صف باندھے اللہ کے سامنے حاضر ہیں۔ کچھ جنت میں انتظام کرتے ہیں تو کچھ دوزخ کے داروغے ہیں، کچھ اعمالنامے لکھنے والے ہیں تو کچھ بادلوں کو چلانے والے ہیں ان سب کا یا اکثر کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

ایمان باللہ، بالملائکہ وبالرسل

وروينا عن ابن عمر عن عمر عن النبی ﷺ حين سئل عن الايمان فقال "ان تؤمن بالله و ملائكته و كتبه ورسله"۔[1]

اور ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ہم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے"

[1] ۔الترغیب والترہیب ۲ / ۱۶۵ وعزاہ المنذری لاحد باسنادہ صحیح عن عمرو بن عبسۃ ورواتہ محتج بہم فی الصحیح والطبرانی وغیرہ ورواہ البیہقی عن ابی قلابۃ عن رجل من اہل الشام عن ابیہ۔ وانظر اتحاف السادۃ المتقین ۲ / ۲۶۳، ۱۰ / ۹۴، الجامع الکبیر ۱ / ۱۰۸۴ و ۱۲۱۰ وذکرہ السیوطی فی حدیث عمر بن الخطاب وعزاہ لمسلم، وابوداؤد، والترمذی والنسائی وابن ماجہ واحمد۔

مبدأ خلق الملائكة والدلالة على أنهم أجسام خلافا للفلاسفة

فرشتوں کی تخلیق کی ابتداء اور اس پر دلیل کہ فرشتے اجسام ہیں برخلاف فلاسفہ کے

أخرج مسلم عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ "خلقت الملائكة من نور وخلق الجان من مارج من نار وخلق آدم بما وصف لكم۔[1]

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنات کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا اور آدم علیہ السلام کو اس شئے سے پیدا کیا گیا جس کی صفت اللہ تعالیٰ نے تمہیں بیان فرمائی ہے (یعنی خاک سے)۔

راویہ حدیث حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا۔ آپ کی پیدائش: 614ء میں ہوئی جب کہ وفات: 13 جولائی 678ء میں ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں۔ آپ کو اُم المومنین کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد عہد خلفائے راشدین میں آپ کی شخصیت بہت نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد 47 سال بقید حیات رہیں اور یہ تمام وہ عرصہ ہے جس میں ابتدائی مسلم فتوحات ہوئیں، مختلف ممالک مملکت اسلامیہ میں داخل ہوئے۔

علم الحدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کے بعد سب سے زیادہ روایاتِ حدیث کا ذخیرہ آپ سے ہی روایت کیا گیا ہے۔

آپ عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ خلفائے راشدین کی عینی شاہد بھی تھیں اور مزید برآں آپ نے خلافت امویہ کے ابتدائی 17 سال بھی ملاحظہ فرمائے۔

سنہ 678ء میں آپ کا اِنتقال مدینہ منورہ میں ہوا۔ آپ کے مناقب وفضائل کثیر ہیں جن سے آپ کی عظمت و شان جلالت مسلم خواتین پر نمایاں ہے۔

---

[1] مسلم، کتاب الزہد ۱/ ۱۰ رقم ۶۰ ورواہ بلفظہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ وانظر مسند احمد ۲/ ۱۵۳ ورواہ بلفظہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ مجمع الزوائد ۸/ ۱۳۴، الدار المنثور ۶/ ۱۴۳، البیہقی ۹/ ۳، تفسیر القرطبی ۱۰/ ۲۴، تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۳۸۸ و ۱۲۳۵ و ۷/ ۴۶۷

آپ کا نام عائشہ ہے۔ خطاب اُم المومنین ہے۔ القاب صدیقہ، حبیبۃ الرسول، المبرٔ ۃ، المُوفقہ، طیبہ، حبیبۃ المصطفیٰ اور حمیراء ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنت الصدیق سے بھی آپ کو خطاب فرمایا ہے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یا عائشُ کے نام سے بھی خطاب فرمایا ہے۔[2]

آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت اُم عبد اللہ ہے۔ عرب میں کنیت اشراف کی شرافت کا نشان ہے اور چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہ تھی، اِس لیے کنیت بھی نہ تھی۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ازراہِ حسرت عرض کرنے لگیں کہ اور خواتین نے تو اپنی سابقہ اولادوں کے نام پر اپنی اپنی کنیت رکھ لیں، میں اپنی کنیت کس کے نام پر رکھوں؟۔ فرمایا: اپنے بھانجے عبد اللہ کے نام پر۔[3]

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا والد کی طرف سے قریشیہ تیمیہ ہیں اور والدہ کی طرف سے کنانیہ ہیں۔ والد کی طرف سے قبیلہ قریش کی شاخ بنوتمیم سے تعلق ہے اور والدہ کی طرف سے قبیلہ قریش کی شاخ کنانہ سے تعلق ہے۔

والد کی طرف سے نسب یوں ہے:

حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک۔[4]

والدہ کی طرف سے نسب یوں ہے:

حضرت عائشہ بنت اُم رومان زینب بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن وہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔[5]

والد کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مرہ بن کعب پر آٹھویں پشت پر ملتا ہے اور والدہ کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مالک بن کنانہ پر گیارہویں پشت پر ملتا ہے۔[6]

---

[1] ۔امام ابوداود: سنن ابوداود، کتاب الادب، امام احمد بن حنبل: مسند احمد، مسند عائشہ، جلد 6 صفحہ 93 اور 107۔

[2] ۔امام مسلم: صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب 59: باب فی فضل عائشہ رضی اللہ عنہا،

[3] ۔امام احمد بن حنبل: مسند احمد، مسند عائشہ، جلد 9 الرقم الحدیث 4726، حدیث مرفوع۔ طبقات ابن سعد

[4] ۔طبقات ابن سعد

[5] ۔طبقات ابن سعد

[6] ۔دائرۃ المعارف الاسلامیہ: جلد 12 صفحہ 707۔

رسول اللہ ﷺ کا نسب یوں ہے:
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن کنانہ۔

حلیہ وہیئت مبارکہ اور لباس

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خوش رو اور صاحب جمال تھیں۔ رنگ سفید تھا جس میں سرخی غالب تھی، اِسی لیے لقب حمیراء سے مشہور ہیں۔[1]
نو یا دس سال کی عمر تک آپ بالغ ہو چکی تھیں۔[2]
آپ رضی اللہ عنہا لڑکپن میں دبلی پتلی تھیں۔[3]
مگر بعد ازاں فربہی غالب آگئی تو بدن کسی قدر بھاری ہو گیا تھا۔[4]
زہد وقناعت کی وجہ صرف ایک جوڑا لباس کا اپنے پاس رکھتی تھیں اور اُسی کو دھو دھو کر پہن لیا کرتی تھیں۔[5]
ایک کرتا جس کی قیمت پانچ درہم تھی اور یہ اُس زمانہ کے لحاظ سے اِس قدر بیش قیمت تھا کہ تقاریب میں دُلہن کے واسطے عاریتاً مانگ لیا جاتا۔[6]
زعفران میں رنگ کر کپڑے پہن لیا کرتی تھیں۔[7]
بعض اوقات سرخ رنگ کا کرتا زیب تن فرماتیں۔[8]
اکثر سیاہ رنگ کا دوپٹہ استعمال فرماتیں۔[9]
کبھی کبھی زیور بھی پہن لیا کرتیں، گلے میں یمن کا بنا ہوا خاص قسم کا سیاہ وسفید مہروں کا ہار ہوا کرتا۔[10]

---

[1] ۔امام احمد بن حنبل: مسند احمد، جلد 6 صفحہ 138، بابت ذکر لقب حمیراء۔
[2] ۔امام بخاری: صحیح بخاری، کتاب تزویج عائشہ رضی اللہ عنہا۔
[3] ۔امام بخاری: صحیح بخاری، واقعہ افک، امام ابوداود: سنن ابوداود، باب السبق۔
[4] ۔امام ابوداود: سنن ابوداود، باب السبق
[5] ۔امام بخاری: صحیح بخاری، باب ہل تصلی المراۃ فی ثوب حاضت فیہ
[6] ۔امام بخاری: صحیح بخاری، باب الاستعار للعروس۔
[7] ۔طبقات ابن سعد، امام بخاری: صحیح بخاری، باب مایلبس المحرم من الثیاب۔
[8] ۔طبقات ابن سعد
[9] ۔طبقات ابن سعد
[10] ۔امام بخاری: صحیح بخاری، باب التیمم والافک۔

انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں بھی پہنا کرتی تھیں۔[1]

طوافِ کعبہ کے دوران میں چہرہ اقدس پر ایک پردہ نقاب جیسا اوڑھ لیا کرتیں تا کہ لوگوں سے پردے میں رہیں۔[2]

ایک ریشمی چادر آپ کے پاس تھی، بعد ازاں وہ چادر آپ نے اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دے دی۔[3]

یہ ریشمی چادر آپ اوڑھا کرتی تھیں۔[4]

آپ فرماتی ہیں: ہم عہد رسالت میں سیراء کے کپڑے پہنا کرتے تھے، سیرا میں کچھ ریشم ہوتا ہے۔[5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی مہندی استعمال فرماتی رہیں اور زعفران میں رنگے ہوئے لباس میں حج ادا کر لیا کرتیں۔[6]

حالتِ احرام میں سرخ لباس زیب تن بھی فرماتیں۔[7]

تابعی عطاء بن ابی الرباح کہتے ہیں کہ میں اور عبید بن عمیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے جبکہ آپ کوہِ ثبیر پر ٹھہری ہوئی تھیں (یعنی موسم حج میں) ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: اُس دِن آپ کا پردہ کیا تھا؟ فرمایا: آپ اُس وقت اپنے ترکی خیمہ میں تھیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان میں خیمہ کی قناتیں حائل تھیں لیکن میں نے دیکھا کہ آپ زعفران میں رنگا ہوا کرتا پہنے ہوئے ہیں، اُس وقت میں بچہ تھا۔[8]

سر اقدس پر اکثر خوشبو لگا لیا کرتیں۔ خود فرماتی ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم مقام قاحہ میں پہنچے تو میرے سر سے زردی بہہ کر چہرے پر آئی کیونکہ میں نے روانہ ہونے سے قبل سر پر خوشبو لگائی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تمہارا رنگ بڑا پیارا ہے۔[9]

تابعی اسحٰق اعمیٰ جو نابینا تھے، کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، آپ نے مجھ سے پردہ کیا، میں بولا: آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کو دیکھ نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے نہیں دیکھتے تو میں تو تمہیں دیکھتی

---

[1] ۔طبقات ابن سعد، امام بخاری: صحیح بخاری، باب الخاتم النساء۔

[2] ۔طبقات ابن سعد،

[3] ۔طبقات ابن سعد، امام مالک: موطاء امام مالک، کتاب اللباس، باب 3: ماجاء فی لُبس الخز، صفحہ 976،

[4] ۔طبقات ابن سعد

[5] ۔طبقات ابن سعد

[6] ۔طبقات ابن سعد

[7] ۔طبقات ابن سعد

[8] ۔طبقات ابن سعد

[9] ۔طبقات ابن سعد

ہوں۔[1]

والدین

آپ کے والد حضرت ابوبکر صدیق ابن ابی قحافہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے اور اُن کا اِنتقال بروز پیر 22 جمادی الثانی 13ھ مطابق 22 اگست 634ء کو 63 سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں ہوا، تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک قریباً 22 سال تھی۔

آپ کی والدہ حضرت ام رومان زینب بنت عامر ہیں جن کا سنہ وفات اختلافی ہے۔ بعض مورخین کے مطابق حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کی وفات حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی۔ بعض مورخین نے اُن کا سال وفات 5ھ اور 6ھ بھی لکھا ہے، معتبر احادیث کی روشنی میں یہ صریحاً غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ 6ھ میں پیش آنے والے واقعہ اِفک میں اُن کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے اور اِس سلسلے میں تمام روایات میں اِن کا نام آیا ہے۔ 9ھ میں پیش آنے والے واقعہ تخییر کے وقت بھی وہ زِندہ تھیں۔ صحیح بخاری میں تو مسروق تابعی کی روایت حضرت ام رومان سے متصلاً مروی ہے۔ امام بخاری نے تاریخ الصغیر میں اِن کا نام اُن لوگوں میں لکھا ہے جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی اور پہلی روایت یعنی 5ھ اور 6ھ پر اعتراض کیا ہے۔ یہ بھی مصدقہ ہے کہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کی وفات بعہد نبوی میں نہیں ہوئی، ایسا کسی روایت میں نہیں ملتا۔ الحافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں اِس پر محققانہ نقد لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ امام بخاری کا بیان بالکل صحیح ہے۔[2]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کی وفات غالباً ماہِ ربیع الاول 11ھ مطابق جون 632ء سے ماہِ جمادی الثانی 13ھ مطابق اگست 634ء کے وسطی زمانہ میں ہوئی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت ہے۔

ولادت

آپ کی ولادت بعثت کے پانچویں سال ماہِ شوال المکرم مطابق ماہِ جولائی 614ء بمقام مکہ مکرمہ، حجاز مقدس میں ہوئی۔[3]
ابن سعد نے طبقات میں آپ کی ولادت نبوت کے چوتھے سال کے آغاز میں لکھی ہے۔[4]

مگر پہلی روایت پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ آپ بحالتِ مسلمانی پیدا ہوئیں ہیں کیونکہ آپ کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی ولادت سے قریباً پانچ سال قبل اسلام لے آئے تھے۔ آپ کا بچپن مکہ مکرمہ میں ہی گزرا۔ اور قریباً 9

---

[1] ۔طبقات ابن سعد

[2] ۔سید سلیمان ندوی: سیرت عائشہ، صفحہ 21، مطبوعہ لاہور 2010ء۔

[3] ۔دائرۃ المعارف الاسلامیہ: جلد 12 صفحہ 707، مطبوعہ لاہور 1964ء۔

[4] ۔طبقات ابن سعد

سال کی عمر میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ لائی گئیں۔

بچپن

غیر معمولی اشخاص اپنے بچپن میں ہی اپنی حرکات وسکنات اور نشوونما میں ممتاز ہوتے ہیں، اُن کے ایک ایک خط وخال میں کشش ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بچپن بھی روشن اور سعادت مندی سے بھرپور گزرا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لڑکپن میں کھیل کود کا شوق تو تھا مگر دو شوق مرغوب تھے: گڑیاؤں سے کھیلنا اور جھولا جھولنا۔[1]

گڑیائیں تو مدت مدید تک آپ کے پاس رہیں۔ سنن ابوداؤد کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ خیبر یا غزوۂ تبوک سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پاس گڑیائیں دیکھیں تھیں جو ایک طاق میں رکھی ہوئی تھیں اور اُن کھلونوں میں ایک پروں والا گھوڑا بھی تھا۔[2]

اگر یہ روایت غزوۂ خیبر (محرم 7ھ) سے متعلق ہے تو غالباً اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا 14 برس کی تھیں اور اگر یہ روایت غزوۂ تبوک (رجب 9ھ) سے متعلق ہے تو اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ساڑھے 16 برس کی تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خود بیان ہے کہ: میں گڑیاؤں سے کھیلتی تھی۔[3]

آپ فرماتی ہیں کہ:

"میں گڑیاؤں سے کھیلا کرتی تھی، بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آتے اور میرے پاس چھوٹی چھوٹی بچیاں بیٹھی ہوتی تھیں، جب آپ داخل ہوتے تو وہ بچیاں باہر نکل جاتیں اور جب آپ تشریف لے جاتے تو وہ داخل ہوجاتیں (یعنی میرے پاس واپس آجاتیں)۔"[4]

رخصتی کے بعد بھی آپ گڑیاؤں سے کھیلا کرتی تھیں، خود بیان فرماتی ہیں کہ: رخصتی کے بعد بھی میں بچیوں کے ساتھ گڑیاؤں سے کھیلا کرتی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو آپ سے میری سہیلیاں چھپ جاتیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے ہٹ کر انہیں بھیج دیا کرتے تھے (یعنی جب میرے پاس سے چلے جاتے تو میری سہیلیوں کو واپس میرے پاس بھیج دیتے)۔[5]

بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے کہہ دیا کرتے: اپنی اپنی جگہ پر رہو۔[6]

---

[1]۔ امام ابوداؤد: سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی اللعب فی البنات، جلد 3، صفحہ 508، الرقم الحدیث 4283، مطبوعہ لاہور

[2]۔ مام ابوداؤد: سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی اللعب فی البنات، جلد 3، صفحہ 508، الرقم الحدیث 4284، مطبوعہ لاہور۔

[3]۔ امام ابوداؤد: سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی اللعب فی البنات، جلد 3، صفحہ 508، الرقم الحدیث 4283، مطبوعہ لاہور۔

[4]۔ امام ابوداؤد: سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی اللعب فی البنات، جلد 3، صفحہ 508، الرقم الحدیث 4283، مطبوعہ لاہور۔

[5]۔ طبقات ابن سعد

[6]۔ طبقات ابن سعد

عروہ بن زبیر تابعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں عہد رسالت میں گڑیاؤں سے کھیلا کرتی تھی۔[1]

آپ فرماتی ہیں کہ: میری گڑیائیں تھیں، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے تو میں ان پر کپڑا ڈال دیا کرتی تھی۔[2]

جھولا جھولنے سے متعلق کئی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو جھولا جھولنا مرغوب تھا۔ سنن ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح سے تھوڑی دیر قبل تک آپ جھولا جھول رہی تھیں۔ اور جھولا جھولنے میں اکثر آپ کی سانس پھول جایا کرتی۔[3]

عموماً ہر زمانہ کے بچوں کا وہی حال ہوتا ہے جو آج کل کے بچوں کا ہے کہ سات یا آٹھ سال کی عمر تک تو انہیں کسی بات کا مطلق بھی ہوش نہیں رہتا اور نہ ہی وہ کسی بات کی تہ تک ہی پہنچ سکتے ہیں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لڑکپن میں بھی ایک ایک بات یاد رکھتی تھیں، اُن باتوں کی روایت بھی کر دیا کرتی تھیں اور اُن سے اکثر احکام بھی اِستنباط فرمالیا کرتیں۔ لڑکپن کے جزئی جزئی واقعات کی مصلحتوں کو بیان فرمایا کرتیں۔ اِسی زمانہ میں اگر کھیل کود کے دوران میں کوئی سن لیتیں تو اُس کو یاد رکھتی تھیں۔

خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: مکہ مکرمہ میں جب یہ آیت بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ نازل ہوئی تو میں (اُس وقت) بچی تھی اور کھیل رہی تھی۔[4]

یہ سورۃ القمر کی آیت 46 ہے اِس کا ترجمہ یہ ہے: ''اصل میں اُن کے وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بہت تلخ ہوگی۔''

ہجرت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سن محض 8 سال کا تھا مگر اِس کم سنی اور کم عمری میں ہوش مندی اور قوتِ حافظہ کا یہ حال تھا کہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام واقعات بلکہ جزئیات بھی یاد تھیں، آپ سے بڑھ کر کسی صحابی نے ہجرت کے واقعات کا تمام مسلسل بیان محفوظ نہیں رکھا۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب الہجرۃ کے تحت اِن تمام روایات کو نقل کر دیا ہے۔

نکاح

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

---

[1] ۔طبقات ابن سعد

[2] ۔طبقات ابن سعد

[3] ۔امام ابوداؤد: سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی اللعب فی البنات، جلد 3، صفحہ 509، الرقم الحدیث 4284، مطبوعہ لاہور۔

[4] ۔امام بخاری: صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ، جلد 2 صفحہ 856، الرقم 4525، مطبوعہ لاہور

"میرا نکاح بھی شوال میں ہوا۔رخصتی بھی شوال میں ہوئی۔حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں میں کونسی مجھ سے زیادہ نصیب ور اور حضورؐ کی محبوبہ تھی۔"[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں تو اُس وقت اُن کا سن 40 سال کا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک 25 سال کا تھا۔اور حضرت خدیجہ بنت خویلد مزید 25 سال تک شرفِ زوجیت میں رہیں۔ ماہِ رمضان 10 نبوی مطابق اپریل 619ء میں حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے 65 سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سن 50 سال تھا۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین رہنے لگے۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ہمراہ ہر موقع پر ساتھ دیتی رہیں، آپ کے ساتھ ہمدردی کرتی رہیں، مصائب میں آپ کا ہاتھ بٹاتی رہیں، سب سے پہلے آپ کے رسول و نبی ہونے کا اقرار کیا، ایسی غمگسار اور رفیق زوجہ کی جدائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ملول رہا کرتے، بلکہ تنہائی کے غم میں زندگی میں دشواری آنے لگی۔

جانثاران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت فکر لاحق ہوئی، مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعون (متوفی 2ھ/ 624ء) کی زوجہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ دوسرا نکاح کرلیں۔آپ نے فرمایا: کس سے؟ خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: بیوہ اور کنواری دونوں طرح کی لڑکیاں موجود ہیں، جس کو آپ پسند فرمائیں اُسی کے متعلق گفتگو کی جائے۔فرمایا: وہ کون ہیں؟ خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بیوہ تو سودہ بنت زمعہ ہیں اور کنواری ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا۔ارشاد ہوا: بہتر ہے تم اِن کی نسبت گفتگو کرو۔حضرت خولہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں اور اُن سے تذکرہ کیا۔دورِ جاہلیت میں دستور تھا کہ جس طرح سگے بھائیوں کی اولاد سے نکاح جائز نہیں، اِسی طرح عرب اپنے منہ بولے بھائی کی اولاد سے بھی شادی نہیں کیا کرتے تھے۔اِس بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: خولہ! عائشہ رضی اللہ عنہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے، آپ سے اُس کا کیونکر نکاح ہوسکتا ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اِستفسار کیا تو آپ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے، دینی بھائی ہیں اور اِس قسم کے بھائیوں سے نکاح جائز ہے۔[2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اُنہوں نے قبول کرلیا۔

لیکن اِس سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جبیر بن مطعم کے بیٹے سے ہوچکی تھی، اِس لیے اُن سے پوچھنا بھی ضروری تھا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جبیر سے جا کر پوچھا کہ تم نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی نسبت اپنے بیٹے

---

[1] ۔فضائلِ اعمال، دسواں باب: باب: عورتوں کا دینی جذبہ، عنوان: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات، صفحہ 141۔مطبوعہ مکتبہ مدینہ، لاہور

[2] ۔امام بخاری: باب تزویج الصغار من الکبار۔

سے کی تھی، اب کیا کہتے ہو؟ جبیر نے اپنی بیوی سے پوچھا۔ جبیر بن مطعم کا خاندان ابھی اسلام سے آشنا نہیں ہوا تھا، اُس کی بیوی نے کہا: اگر یہ لڑکی (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) ہمارے گھر آ گئی تو ہمارا بچہ بے دِین ہو جائے گا (یعنی بت پرستی چھوڑ دے گا)، ہم کو یہ بات منظور نہیں۔[1]

نکاح کے وقت عمر 6 سال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا تو تب آپ کی عمر 6 سال تھی۔ یہ نکاح ماہِ شوال 10 نبوی مئی 619ء میں ہوا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سن 49 سال 7 ماہ تھا۔ یہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سال قبل کا واقعہ ہے۔ آپ کا مہر 500 درہم تھا۔[2]

آپ کی رخصتی ہجرت کے پہلے سال ماہِ شوال 1ھ/ اپریل 623ء میں عمل میں آئی۔ اُس وقت آپ کی عمر مکمل 9 سال تھی۔ تابعی عروہ بن زبیر (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں) نے آپ سے نکاح کے متعلق پوچھا تو بیان فرمایا کہ: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا تو میں بچیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی، مجھے معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کر لیا ہے حتیٰ کہ مجھے میری والدہ پکڑ کر گھر میں لے گئیں اور گھر ہی مجھے روک دیا، اب مجھے خیال آیا کہ میرا نکاح ہو گیا ہے۔ میں نے اِس بارے میں اپنی والدہ سے نہیں پوچھا، ہاں اُنہوں نے خود ہی مجھے بتا دیا کہ تمہارا نکاح ہو گیا ہے۔[3]

تابعیہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی ہیں) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، آپ فرماتی تھیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شوال 10 نبوی میں ہجرت سے تین سال قبل نکاح کیا، اُس وقت میں 6 سال کی تھی۔[4]

پھر آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پیر کے دن 12 ربیع الاول کو آئے اور ہجرت سے آٹھویں ماہ میں آپ نے مجھ سے بیاہ کیا (یعنی رخصتی) اور خلوت کے وقت میں 9 سال کی تھی۔[5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ماہ ربیع الاول 1ھ کو پہنچے اور ربیع الاول سے آٹھواں مہینہ شوال ہوتا ہے۔ جس کے مطابق یہ رخصتی ماہِ شوال 1ھ/ اپریل 623ء میں عمل میں آئی اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 53 سال 10 ماہ تھی۔ اِس لحاظ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں 9 سال 6 ماہ رہیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد، امام احمد بن حنبل: مسند احمد، جلد 6 صفحہ 211، سید سلیمان ندوی: سیرت عائشہ، صفحہ 25، مطبوعہ لاہور۔

[2] امام احمد بن حنبل: مسند احمد، مسند عائشہ، صفحہ 94۔

[3] طبقات ابن سعد

[4] امام ابن العمرانی: الانباء فی تاریخ الخلفاء، صفحہ 46۔ دار الآفاق العربیہ، قاہرہ، مصر۔ 1419ھ۔

[5] طبقات ابن سعد، امام ابن العمرانی: الانباء فی تاریخ الخلفاء، صفحہ 46۔ دار الآفاق العربیہ، قاہرہ، مصر۔ 1419ھ۔

بکثرت احادیث میں آیا ہے کہ نکاح سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر آپ کے سامنے کوئی چیز پیش کر رہا ہے، پوچھا: کیا ہے؟ جواب دیا کہ آپ کی زوجہ ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کھول کر دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میں تم کو دو بار خواب میں دیکھ چکا ہوں، میں نے دیکھا کہ ایک شخص ریشمی کپڑے میں تم کو میرے پاس لایا ہے اور کہہ رہا ہے: یہ آپ کی اہلیہ ہیں، اِن کا پردہ اُٹھا کر دیکھیے، میں نے پردہ اُٹھا کر دیکھا تو تم تھیں۔ میں نے کہا: اگر یہ اللہ کے پاس سے ہے تو اللہ اِسے ضرور نافذ فرمادے گا۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ریشم کے سبز کپڑے میں (لپٹی ہوئی) اُن کی تصویر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ دنیا و آخرت میں آپ کی اہلیہ ہیں۔[2]

آپ فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ: میں نے خواب میں تمہیں دو بار دیکھا، میں نے فرمایا کہ تم ریشمی کپڑوں میں لپٹی ہوئی ہو اور مجھے کہا گیا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ سو پردہ ہٹا کر دیکھیے، جب میں نے دیکھا تو تم ہی تھی۔ تو میں نے کہا: اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ ایسا کر کے ہی رہے گا۔[3]

کم سنی کی شادی کے حوالے سے سید سلیمان ندوی کہتے ہیں:

کم سنی کی اِس شادی کا اصل منشا نبوت اور خلافت کے درمیان میں تعلقات کی مضبوطی تھی۔ ایک تو عرب کی گرم آب و ہوا میں خواتین کی غیر معمولی نشو و نما کی طبعی صلاحیت موجود ہے، دوسرے عام طور پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جس طرح ممتاز اشخاص کے دماغی اور ذہنی قویٰ میں ترقی کی غیر معمولی استعداد ہوا کرتی ہے، اِسی طرح قد و قامت میں بھی بالیدگی کی خاص قابلیت ہوتی ہے، انگریزی میں اِسے Precocious بھی کہتے ہیں۔ بہر حال اِس کمسنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں قبول کرنا اِس بات کی صریح دلیل ہے کہ لڑکپن سے اُن میں نشو و نما، ذکاوت، جودتِ ذہن اور نکتہ رسی کے آثار نمایاں تھے۔[4]

---

[1] ۔طبقات ابن سعد

[2] ۔امام بخاری: صحیح بخاری، کتاب المناقب الانصار، باب 44: باب تزویج النبی عائشۃ، وقدومھا المدینۃ وبناۂ بھا، الرقم الحدیث 3895، صفحہ 954۔ مطبوعہ دار ابن کثیر، دمشق، شام، 1423ھ۔

[3] ۔امام بخاری: صحیح بخاری، کتاب المناقب الانصار، باب 44: باب تزویج النبی عائشۃ، وقدومھا المدینۃ وبناۂ بھا، الرقم الحدیث 3895، صفحہ 954۔ مطبوعہ دار ابن کثیر، دمشق، شام، 1423ھ

[4] ۔سید سلیمان ندوی: سیرت عائشہ، صفحہ 26، مطبوعہ لاہور۔

نکاح لڑکپن میں

بہت سے مسلمان مصنفین نے حضرت عائشہ کی عمر کا حساب اُن کی بہن حضرت اسماء کی عمر کی معلومات سے بھی نکالا ہے۔ جس کے مطابق شادی کے وقت اُن کی عمر 13، 17 یا 19 سال کے درمیان تھی۔[1]

محمد نکنام عرب شاہی، جو ایرانی اسلامی محقق اور تاریخ دان ہیں، نے 6 مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے کہ منگنی کے وقت حضرت عائشہ کی عمر 17 یا 19 سال اور رخصتی کے وقت 20 یا 22 سال تھی۔[2]

تعلیم وتربیت

حضرت عائشہ کی تعلیم وتربیت ان کے والد ماجد ابوبکر صدیق نے کی۔ ابوبکر صدیق علم وفضل اور حکمت ودانائی کے مجموعہ تھے۔ انہوں نے بی بی عائشہ کو زیادہ تر تاریخ وادب کے علوم پڑھائے۔ مگر ان کی اصلی تعلیم وتربیت کے دور کا آغاز رخصتی کے بعد شروع ہوا۔ انہوں نے شادی کے بعد ہی قرآن پاک کا ناظرہ پڑھا۔

ہجرت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد تین سال تک میکہ میں مقیم رہیں۔ 2 سال 3 ماہ مکہ مکرمہ میں اور 7 یا 8 مہینے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مقیم رہیں۔ مسلمانوں نے اپنے وطن سے دو بار ہجرت کی۔ پہلے ملکہ حبشہ میں اور اُس کے بعد مدینہ منورہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کرنا چاہی تھی اور برک الغماد نامی مقام (جو مکہ مکرمہ سے پانچ روز کی مسافت پر ہے) پہنچ چکے تھے کہ اتفاق سے ابن الدغنہ نامی ایک شخص کہیں سے آ رہا تھا، اُس نے یہ دیکھ کر کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اب وطن چھوڑ رہے ہیں، قریش کی بدقسمتی پر اُس کو افسوس ہوا اور نہایت اِصرار سے اپنی پناہ میں اُن کو مکہ مکرمہ لے آیا۔[3]

ممکن ہے کہ اِس سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُن کا خاندان بھی ہمراہ ہو۔

دوسری بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب کی۔ اِس ہجرت کا تمام واقعہ تفصیلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، اِس تفصیل کو امام بخاری نے صحیح بخاری باب الہجرۃ جلد اول میں نقل کر دیا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے اور مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے اور

---

[1] صفحہ-University of Texas Press- Unreading Patriarchal Interpretations of the Qur'an: in Islam"Believing Women"-((2012 Asma Barlas-
about whom more is ,'Ayesha's age based on details of her sister Asma's age Muslims who calculate, however,On the other hand"-126
maintain that she was over thirteen and ※((the Prophet's migration from Mecca to Madina as well as on details of the Hijra,known
Such views cohere with those Ahadith that claim that at her marriage .perhaps between seventeen and nineteen when she got married
":"pronounced the fundamental rules of Arabic Islamic ethics and""good knowledge of Ancient Arabic poetry and genealogyAyesha had

[2] ۔تاریخ صحیح اسلام

[3] ۔امام بخاری: صحیح بخاری، باب الہجرۃ۔

اطمینان ہوا تو آپ نے اہل وعیال کو لانے کے واسطے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور اپنے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا آدمی ساتھ بھیج دیا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اپنی والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا اور دونوں بہنوں یعنی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مکہ مکرمہ سے لے کر روانہ ہوئے۔ بیض منیٰ کے مقام پر جب آپ اپنی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا کے ہودج میں اُن کے ساتھ سوار تھیں، اِتفاق سے وہ اونٹ بھاگ نکلا اور اِس زور سے دوڑا کہ اب یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اب پالان گرا کہ اب گرا، خواتین کا یہ قاعدہ ہے کہ ماں کو اپنی پروانہ تھی بلکہ لختِ جگر کے واسطے رونے لگیں، آخر میلوں پر جا کر جب اونٹ پکڑا گیا تو اُن کو تشفی ہوئی۔ یہ مختصر سا قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت مسجد نبوی کے آس پاس میں مکانات تعمیر کروا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیاں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اِن نئے گھروں میں فروکش ہوئیں۔ (ابن سعد نے طبقات میں اِس واقعہ کی مکمل تفصیل بیان کر دی ہے مگر ہم نے یہاں مختصراً خلاصہ پیش کیا ہے)۔[1]

یہ واقعہ ماہِ شوال 1ھ/ اپریل 623ء کا ہے۔

رخصتی

ہجرت مدینہ منورہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے عزیزوں کے ساتھ بنو حارث بن خزرج کے محلہ میں اُتریں۔[2]
اور 7 یا 8 مہینوں تک اپنی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہیں۔ اکثر مہاجرین کو مدینہ منورہ کی آب وہوا موافق نہ آئی اور متعدد اشخاص بیمار پڑ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی سخت بیمار ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کی تیمارداری میں مصروف رہیں۔ بعد ازاں آپ بھی بخار میں مبتلا ہوگئیں، مرض کی شدت کا یہ حال تھا کہ آپ کے سر کے تمام بال گر گئے۔[3]

کچھ مدت بعد آپ صحت مند ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! آپ اپنی اہلیہ کو رخصت کیوں نہیں کرا لیتے؟ اِس میں کیا رکاوٹ ہے؟ (مراد یہ تھا کہ آپ اپنی زوجہ اپنے گھر کیوں نہیں بلوا لیتے؟)۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اِس وقت میرے پاس مہر اداء کرنے کے لیے رقم موجود نہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو ساڑھے بارہ اوقیہ یعنی 500 درہم دیے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام رقم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھجوا دی اور اِس طرح آپ کی رخصتی عمل میں آئی (یہ واقعہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ

---

[1] ۔طبقات ابن سعد

[2] ۔امام ابوداؤد: سنن ابوداؤد، کتاب الادب۔

[3] ۔امام بخاری: صحیح بخاری، باب الہجرۃ

عنہا سے مروی ہے جسے ابن سعد نے طبقات میں نقل کر دیا ہے)۔[1]

حضرت عائشہ ماہِ شوال میں خواتین کی رخصتی کو محبوب خیال فرماتی تھیں، تابعی عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شوال میں نکاح کیا اور شوال میں ہی بیاہ کیا (یعنی رخصتی)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی بیوی آپ کی نگاہ میں مجھ سے زیادہ نصیبا والی تھی؟

دراصل دورِ جاہلیت میں مدینہ منورہ میں طاعون پھوٹ پڑا تھا جس کے سبب اہلیانِ مدینہ منورہ ماہِ شوال میں رخصتی یا نکاح کو نیک خیال نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات اقدس کے سبب یہ جاہلانہ رسم ختم ہوگئی۔[2]

ازدواجی زندگی

سیدنا عائشہ کا زُہد وقناعت

حضرت سیدنا سہل بن سعد سے مروی ہے کہ:

" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات دینار اُم المومنین عائشہ صدیقہ کے پاس رکھے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض لاحق ہوا تو فرمایا: اے عائشہ! یہ دینار حضرت علی کے پاس لے جاؤ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غشی طاری ہوگئی اور اسی حالت نے حضرت عائشہ کو مشغول کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں یہی حکم فرماتے اور ہر بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غشی طاری ہوجاتی اور یہ حالت سیدنا عائشہ کو مشغول کر دیتی حتیٰ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ دینار حضرت علی کی طرف بھیج دیئے، حضرت علی نے دینار صدقہ کر دیئے۔ پیر کی رات حضور اکرم نے موت کی سختی میں گزاری اور ام المومنین سیدنا عائشہ نے اپنے آس پاس کی عورتوں میں کسی عورت کی طرف چراغ دے کر بھیجا کہ اپنے گھی کے برتن میں تھوڑا سا گھی ہدیۃً ہمارے چراغ میں ڈال دیجئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم نزع میں ہیں۔"[3]

حضرت سیدنا عروہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں کہ عائشہ صدیقہ نے ان سے فرمایا:

"اے بھانجے! ہم دو ماہ میں تین چاند دیکھتے اور حضور سراپا نور، شاہ غیور کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔"

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی:

---

[1]۔ طبقات ابن سعد

[2]۔ طبقات ابن سعد

[3]۔ المعجم الکبیر، سہل بن سعد، یعقوب بن عبدالرحمٰن الزہری، ۵۳۵ / ۳۰، الحدیث: ۵۸۵۷

"آپ کی گزر اوقات کیسے ہوتی تھی؟"

انہوں نے فرمایا:

"دوسیاہ چیزیں یعنی کھجور اور پانی پر ہوتی تھی۔ سوائے اس کے کچھ انصار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوسی تھے۔ اُن کی کچھ دودھ والی اونٹنیاں تھیں اور وہ ان کا دودھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھجوایا کرتے تھے۔ اور اپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ دودھ ہمیں پلا دیا کرتے تھے۔"[1]

امام مالک بن انس تک ام المومنین سیدنا عائشہ صدیقہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ:

"ایک مسکین نے ان سے کچھ مانگا اس وقت وہ روزہ دار تھیں۔ ان کے حجرہ مقدس میں صرف ایک روٹی تھی انہوں نے اپنی لونڈی سے فرمایا: "یہ روٹی اس مسکین کو دے دو"۔ اس لونڈی نے عرض کی: "ام المومنین اپ روزہ کس سے افطار کریں گی؟"۔ عائشہ صدیقہ نے فرمایا: "یہ روٹی اس مسکین کو دے دو"۔ لونڈی نے کہا: وہ روٹی میں نے مسکین کو دے دی جب شام ہوئی تو ہمیں کسی گھر والوں یا کسی نے ہدیہ بھیجا جو ہمیں بکری یا روٹی بھیجا کرتا تھا۔ ام المومنین نے مجھے بلایا اور فرمایا: "اس میں سے کھاؤ، یہ تمہاری روٹی (ٹکیہ) میں سے بہتر ہے"۔[2]

غزوہ مُریسیع

ماہ شعبان 5ھ/ جنوری 627ء میں غزوہ المریسیع پیش آیا۔ مریسیع قدید کے اطراف میں ساحل کے قریب ایک چشمہ ہے۔[3]

جس کے گرد بنو مصطلق آباد تھے جو بنو خزاعہ کی ایک شاخ ہیں اور یہ بنی مدلج کے حلفاء میں سے تھے۔ بنو مصطلق اپنے اِس کنویں یعنی مریسیع پر اُترا کرتے تھے۔ اِس کنویں اور الضرع کے مقام کے درمیان میں ایک دن کی مسافت تھی، الضرع اور مدینہ منورہ میں 8 برد یعنی 96 میل کا فاصلہ تھا۔

مریسیع میں بنو مصطلق کا سردار الحارث بن ابی ضرار تھا جو لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے پر آمادہ کر رہا تھا۔ یہ خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے بریدہ بن حصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ اِس خبر کا علم لائیں۔ اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو مصطلق کے حال کی خبر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا اور جمع کیا اور لوگ بوقت روانگی گھوڑوں کی باگ ڈور پکڑ کر روانہ ہوئے، یہ تعداد میں 30 تھے، 10 مہاجرین کے اور 20 انصار کے افراد شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ منافقین کے بھی بہت سے آدمی روانہ ہوئے جو اِس سے قبل کسی

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم ..... الخ، ص۔ ۱۵۸۹، الحدیث: ٦٤٥٩

[2] موطا امام مالک، کتاب الصدقۃ، باب لترغیب فی الصدق، ص۔ ٥٢٤، الحدیث: ١٩٦٩

[3] دکتور شوقی ابو خلیل: اطلس سیرت نبوی، صفحہ 276، اُردو مترجم، مطبوعہ لاہور 1425ھ۔

غزوہ میں روانہ نہیں ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام بنایا۔[1]
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے 2 شعبان 5ھ/ 26 دسمبر 626ء کو روانہ ہوئے، الحارث بن ابی ضرار اور اُس کے ساتھیوں کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر ملی اور اِس امر کی بھی خبر ملی کہ اُن کا جاسوس قتل کر دیا گیا جو اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر لانے کے لیے روانہ کیا تھا، تو الحارث بن ابی ضرار کے وہ ساتھی سخت ناگواری کا اظہار کر کے اُس سے جدا ہو گئے اور اِسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مریسیع پہنچ گئے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔ اِس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو ازواج حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ہمراہ تھیں۔ بنو مصطلق سے جنگ کی تیاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو صف بستہ کیا، مہاجرین کا علَم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اَنصار کا علَم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیا۔ تھوڑی دیر اُنہوں نے مخالفین سے تیراندازی کی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو حکم دیا تو اُنہوں نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ مشرکین میں کوئی شخص نہ بچا، 10 آدمی قتل ہوئے اور باقی گرفتار کر لیے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں، عورتوں اور بچوں اور اونٹ اور بکریاں قید کر لیے۔ مسلمانوں میں ایک شخص شہید ہوا۔ اِسی غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا جو بنو مصطلق کے سردار الحارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔[2]
مسلمانوں کی مدینہ منورہ آمد سے اُنہیں جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا، اُن میں منافقین سرفہرست تھے۔ منافقین کا یہ گروہ مسلمانوں اور اسلام مخالف سازشوں میں مصروف رہتا تھا۔ منافقین کی سازشوں کی بروقت سرکوبی کردی جاتی تاکہ وہ کامیاب نہ ہوسکیں مگر وہ مسلمانوں کی عزت وآبرو سے متعلق طرح طرح کی سازشیں تیار کر لیتے تاکہ مسلمان قبیلوں میں پھوٹ پڑوا سکیں۔ کئی غزوات میں منافقین بڑی تعداد میں جمع ہوجاتے تاکہ خونریزی پھیلانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ ایسا ہی موقع غزوہ بنو مصطلق یا غزوہ بنو مریسیع (وقوعہ ماہِ شعبان 5ھ/ جنوری 627ء) پیش آیا جو تاریخ میں اِفک کے نام سے مشہور ہے اور یہ منافقین کی سب سے بڑی ذلیل حرکت تھی کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذات مبارکہ پر بھی اُنگلی اُٹھائی اور اِس تہمت کا بنیادی مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِیذاء پہنچانا تھا، نعوذ باللہ۔ چونکہ منافقین کو یہ معلوم تھا کہ یہاں (یعنی مریسیع کے مقام پر) کوئی خونریز جنگ نہ ہوگی اِس لیے منافقین کی ایک بہت بڑی تعداد فوج میں شریک ہوگئی تھی۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ منافقین کے بھی بہت سے آدمی روانہ ہوئے جو اِس سے قبل کسی غزوہ میں روانہ نہیں ہوئے تھے۔"[3]
منافقین ہر چند اِس غزوہ میں اپنی شریر حرکات سے باز نہ آئے، ایک دفعہ قریب تھا کہ مہاجرین اور انصار تلوار کھینچ کر باہم

---

[1] ۔ابن سعد: طبقات ابن سعد، جلد 1، جزء 1، صفحہ 295، تذکرہ غزوہ مریسیع، مطبوعہ لاہور۔
[2] ۔ابن سعد: طبقات ابن سعد، جلد 1، جزء 1، صفحہ 295، تذکرہ غزوہ مریسیع، مطبوعہ لاہور۔
[3] ۔ابن سعد: طبقات ابن سعد، جلد 1، جزء 1، صفحہ 295، تذکرہ غزوہ مریسیع، مطبوعہ لاہور۔

لڑتے، آخر مشکل سے معاملہ رفع دفع کیا گیا۔ اِن شریروں نے انصار کو کہا کہ وہ مسلمانوں یعنی مہاجرین کی مالی خدمت کرنا چھوڑ دیں، عبداللہ بن اُبی جو منافقین کا سردار تھا، اُس نے تو برملا کہا کہ: ہم عزت والے اِن ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکال دیں گے (نعوذ باللہ)۔ اللہ تعالیٰ نے اِسی کے قول کو سورہ منافقون میں دہرا دیا ہے کہ

هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّوا ۗ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ۝ يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝۔[1]

یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں نہ خرچ کرو ان (درویشوں) پر جو اللہ کے رسول کے پاس ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ بھوک سے تنگ آ کر تتر بتر ہو جائیں، اور اللہ کے لئے ہی ہیں خزانے آسمانوں اور زمین کے لیکن منافقین (اس حقیقت کو) سمجھتے ہی نہیں۔ منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر گئے مدینہ میں تو نکال دیں گے عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو حالانکہ ساری عزت تو صرف اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے۔ مگر منافقوں کو (اس بات کا) علم نہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اُبی کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا۔ آپ نے لشکر کے کوچ کا حکم دیا اور اُسی وقت مریسیع سے روانہ ہوئے۔[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصارِ مدینہ کو جمع کر کے اِس واقعہ کی اطلاع دی گو کہ وہ اِس جرم میں شریک نہ تھے مگر اُن کو ندامت ہوئی اور عبداللہ بن اُبی کی نسبت اُن میں نفرت سی پیدا ہو گئی۔ خود اُس کے بیٹے نے جب یہ سنا تو اُس نے باپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا: میں اُس وقت تک تجھے نہ چھوڑوں گا جب تک تو یہ اقرار نہ کرلے کہ تو ہی ذلیل ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عزت والے ہیں۔[3]

آیات تیمّم کے نزول کا سبب

تحریم، ایلا اور تخییر

تحریم

تحریم کا سورہ تحریم کی ابتدائی آیتوں کی طرف اشارہ ہے جس میں اپنی بیوی خوش رکھنے کے لیے ایک حلال کام کو حرام کرنے پر اللہ تعالیٰ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذمت کرتے ہیں اور آیتوں کے نزول کی حقیقت تفسیر نمونہ کے مطابق کچھ یوں بیان

---

[1]۔ المنافقون: ۷، ۸

[2]۔ ابن سعد: طبقات ابن سعد، جلد 1، جزء 1، صفحہ 297، تذکرہ غزوہ مریسیع، مطبوعہ لاہور۔

[3]۔ ابن سعد: طبقات ابن سعد، جلد 1، جزء 1، صفحہ 297، تذکرہ غزوہ مریسیع، مطبوعہ لاہور۔ سید سلیمان ندوی: سیرت عائشہ، صفحہ 72/73، مطبوعہ لاہور۔

ہوئی ہے:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی اپنی بیوی زینب بنت جحش کے پاس تشریف لے جاتے تھے زینب آپ کو روکتی تھی اور آپ کے لیے شہد لے آتی تھی جو آپ کے لیے اس نے رکھا تھا۔ اور اس بارے میں عائشہ کو خبر ملتی ہے اور اس کو یہ کام پسند نہیں آتا ہے اور عائشہ کہتی ہے: کہ میں اور حفصہ بنت عمر نے یہ طے کیا کہ جب بھی پیغمبر اکرم ہمارے پاس تشریف لے آئے تو فوراً آپ سے کہینگے کہ: کیا آپ نے گندہ بیروزہ (مغافیر) تناول فرمایا ہے؟"

مغافیر اس رس کو کہا جاتا ہے جو عرفط (حجاز کا ایک کانٹا دار درخت) سے نکلتا ہے جسے گندہ بیروزہ کہا جاتا ہے اور بدبودار ہے۔ جبکہ حضور اکرم ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ آپ کے دھان مبارک یا کپڑوں سے بدبو نہ آئے

"ایک دن آپ حفصہ بنت عمر کے پاس آئے اور اس نے یہ بات کی تو آپ نے فرمایا: میں نے مغافیر نہیں بلکہ زینب بنت جحش کے ہاں شہد کھایا ہے اور قسم کھاتا ہوں کہ آئندہ کبھی نہیں کھاوں گا لیکن تم اس بات کے کسی کے پاس مت بتانا کیونکہ اگر یہ بات لوگوں تک پہنچ جائے تو وہ یہ نہ کہیں کہ کیوں پیغمبر نے حلال چیز کو اپنے پر حرام کیا ہے؟ یا کہیں لوگ بھی اس کام میں پیغمبر اکرم کی پیروی نہ کریں، یا اگر یہ بات زینب کے کان تک پہنچ جائے تو اس کی دل آزاری نہ ہو جائے۔"[1]

یہ روایت مختلف تحریروں میں تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔

اور امام بخاری نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔[2]

اس واقعے میں اللہ کے رسول ان دونوں سے ناراض ہوتے ہیں اور امام قرطبی نے ناراض گی کی مدت کو ایک مہینہ ذکر کیا ہے۔[3]

امام قرطبی اور ابن قیم اس یہاں تک کہتے ہیں کہ سورہ تحریم کی دسویں آیت (: ضَرَبَ اللهُ مَثَلاً لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَةَ نُوحٍ وَامْرَأَةَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللهِ شَيْئاً وَقِيلَ ادْخُلاَ النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ڈرانے کے لیے ہی نازل ہوئی ہے۔[4]

زمانہ بیوگی

بروز پیر 12 ربیع الاول 11ھ مطابق 8 جون 632ء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں واقع مسجد نبوی سے ملحقہ حجرہ عائشہ میں وفات پائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اُس وقت 18 سال تھی۔ آپ 9 سال رسول اللہ

---

[1] تفسیر نمونہ، ج5، ص222

[2] صحیح البخاری، ج5، ص4964، ح4966، کتاب الطّلاقِ، بَاب لِمَ تُحَرِّمُ ما أَحَلَّ اللهُ لك،
صحیح البخاری، ج4، ص1868، ح4630، کتاب التفسیر، بَاب وَإِذْ أَسَرَّ النبی إلی بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا

[3] الجامع لأحکام القرآن، ج5، ص172، دار الشعب القاہرۃ۔

[4] الجامع لأحکام القرآن، ج18، ص202

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تب آپ کی عمر 18 سال تھی۔[1]
اور قریباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد 47 سال 6 ماہ 5 یوم (قمری) اور 46 سال 1 ماہ 5 یوم (شمسی) تک بقید حیات رہیں۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے 9 سال، خلافت راشدہ کے مکمل 30 سال اور امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے 17 سالوں کی وہ عینی شاہد تھیں۔ اِس تمام عرصہ میں آپ کی شخصیت نمایاں نظر آتی ہے، کبھی آپ لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دیتی نظر آتی ہیں اور کبھی آپ عبادات وایمانیات کے متعلق تعلیم دیتی ہیں، کبھی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس کے روشن پہلو بیان فرماتی ہیں اور کبھی امت میں اصلاح کے واسطے مہمل وکجاوے میں مسند نشیں نظر آتی ہیں۔ گویا اِس تمام مدت میں آپ کی شخصیت محور ومرکز بنی ہوئی تھی اور تمام مملکت اسلامیہ میں آپ بحیثیت مرکز ومحور تسلیم کی جاتی تھیں، خلافت راشدہ کے اختتام پر اور اُموی خلافت کے زمانہ میں یہ شانِ جلالت اوجِ کمال پر رہی۔ حرم نبوت کی یہ شمع اپنی آب وتاب سے ملت اسلامیہ کو ہر وقت روشن کرتی رہی، اس بات کا اندازہ اِس سے کیا جاسکتا ہے کہ جس روز آپ کا اِنتقال ہوا تو مدینہ منورہ میں کثرت اژدھام کی وجہ سے عید کا گماں ہونے لگا تھا

صحابہ میں ممتاز حیثیت

حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں" میں نے کسی ایک کو بھی معانی قرآن، احکام حلال وحرام، اشعار عرب اور علم الانساب میں حضرت عائشہ سے بڑھ کر نہیں پایا"۔ حضرت عائشہ کی خصوصیت تھی کہ جب کوئی نہایت مشکل وپیچیدہ مسئلہ صحابہ میں آن پڑتا تھا تو وہ آپ ہی کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے اور آپ کے پاس اس سے متعلق علم ضرور موجود ہوتا تھا۔
حضرت عائشہ کو علمی حیثیت سے عورتوں میں سب سے زیادہ فقیہہ اور صاحب علم ہونے کی بنا پر چند صحابہ کرام پر بھی فوقیت حاصل تھی۔ فتوے دیا کرتی تھیں اور بے شمار احادیث ان سے مروی ہیں۔ خوش تقریر بھی تھیں۔
مسروق تابعی سے پوچھا گیا: کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرائض میں ماہر تھیں؟ فرمایا: ہاں! اُس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نے مشائخ واکابر صحابہ کرام کو دیکھا کہ آپ سے فرائض کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔[2]
حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جب کبھی کوئی حدیث مشکل ہوجاتی (یعنی کوئی مسئلہ درپیش آجاتا) تو ہم اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اِس کے بارے میں پوچھتے تو اُن کے ہاں اِس حدیث کا صحیح علم پالیتے۔[3]
تابعی حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے لوگوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر قرآن، فرائض، حلال و

---

[1]۔ طبقات ابن سعد، امام ابن حبان: کتاب الثقات، جلد 3، صفحہ 323۔ مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، ہند۔ 1393ھ۔
[2]۔ طبقات ابن سعد۔
[3]۔ امام ترمذی: السنن الترمذی، کتاب المناقب، باب 63: باب من فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 3 صفحہ 575/576، الرقم الحدیث 3883۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف، الریاض، سعودی عرب، 1420ھ۔

حرام، شعر، عربوں کی باتیں اور نسب کا عالم نہیں دیکھا۔[1]

تابعی حضرت عطاء بن ابی الرباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں سے بڑھ کر فقیہ اور تمام لوگوں سے بڑھ کر جاننے والیں اور تمام لوگوں سے بڑھ کر عام معاملات میں اچھی رائے رکھنے والی تھیں۔[2]

تابعی حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر شعر، فرائض اور فقہ کا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔[3]

تابعی حضرت امام زہری (متوفی 124ھ) بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اِس اُمت کی تمام عورتوں کے جن میں اُمہات المومنین بھی شامل ہوں، علم کو جمع کر لیا جائے تو عائشہ کا علم اُن سب کے علم سے زیادہ ہے۔[4] [10]

امام ہیثمی نے کہا ہے کہ اِس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔[5]

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کسی بھی خطیب کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر بلاغت وفطانت (ذہانت) والا نہیں دیکھا۔[6]

تلامذہ

آپ سے احادیث کو روایت کرنے والے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں مشہور حضرات یہ ہیں:

ابراہیم بن یزید النخعی (مرسلاً)، ابراہیم بن یزید التیمی، اسحاق بن طلحہ، اسحاق بن عمر، الاسود بن یزید، ایمن المکی، ثمامہ بن حزن، جُبیر بن نُفیر، جُمیع بن عمیر، الحارث بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ المخزومی، الحارث بن نوفل، حسن ابن علی، حمزہ بن عبد اللہ

---

[1]۔ امام ابو نُعیم الاصبہانی: حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، جلد 2 صفحہ 49/50، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1400ھ۔ امام ابن الجوزی: صفۃ الصفوۃ، جلد 2 صفحہ 32، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1409ھ۔

[2]۔ امام الحاکم: مستدرک علی الصحیحین، جلد 4 صفحہ 15، الرقم الحدیث 6748۔ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، سعودی عرب، 1400ھ۔ امام الحافظ الذہبی: سیر اعلام النبلا، جلد 2 صفحہ 185۔ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1413ھ، امام یوسف المزی: تہذیب الکمال، جلد 35 صفحہ 234۔ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1400ھ۔ امام ابن عبد البر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جلد 4 صفحہ 1883۔ مطبوعہ دار الجیل، بیروت، لبنان، 1412ھ۔ امام ابن حجر عسقلانی: تہذیب التہذیب، جلد 12 صفحہ 463۔ مطبوعہ دار الفکر، بیروت، لبنان، 1404ھ۔ امام ابن حجر عسقلانی: الاصابہ فی تمیز الصحابہ، جلد 8 صفحہ 18۔ مطبوعہ دار الجیل، بیروت، لبنان، 1412ھ۔

[3]۔ امام ابن ابی شیبہ: المصنف، جلد 5 صفحہ 286، الرقم 26044۔ مطبوعہ مکتبۃ الرشد، الریاض، سعودی عرب، 1409ھ۔

[4]۔ امام طبرانی: المعجم الکبیر، جلد 23 صفحہ 184، الرقم الحدیث 299۔ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء الحدیثہ، موصل، عراق، 1380ھ۔ امام ابن الجوزی: صفۃ الصفوۃ، جلد 2 صفحہ 33، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1409ھ۔ امام ہیثمی: مجمع الزوائد، جلد 9 صفحہ 243۔ مطبوعہ دار الریان للتراث، قاہرہ، مصر، 1407ھ۔ مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1407ھ۔

[5]۔ امام ہیثمی: مجمع الزوائد، جلد 9 صفحہ 243۔ مطبوعہ دار الریان للتراث، قاہرہ، مصر، 1407ھ۔ مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1407ھ۔

[6]۔ امام ابن ابی عاصم: الآحاد والمثانی، جلد 5 صفحہ 398، الرقم 3027۔ مطبوعہ بیروت، لبنان، 1400ھ۔

بن عمر، خالد بن سعید، خالد بن معدان، خباب، خبیب بن عبداللہ بن الزبیر، خلاس الہجری، خیار بن سلمہ، خیثمہ بن عبد الرحمن، ذکوان السمان، مولیٰ ذکوان، ربیع ہ الجرشی، زاذان ابوعمر الکندی، زُرارہ بن اوفی، زِر بن حُبَیش، زید بن اسلم، سالم بن ابی الجعد، زید بن خالد الجُہنی، سالم بن عبداللہ، سالم سبلان، سائب بن یزید، سعد بن ہشام، سعید المقبری، سعید بن العاص، سعید بن مسیب، سلیمان بن یسار، سلیمان بن بریدہ، شریح بن ارطاہ، شریح بن ھانی، شریق الہوزنی، شقیق ابووائل، شہر بن حوشب، صالح بن ربیع ہ بن الہدیر، صعصہ، طاوؤس، طلحہ بن عبداللہ التیمی، عابس بن ربیعہ، عاصم بن حمید السکونی، عامر بن سعد، الشعبی، عباد بن عبداللہ بن الزبیر، عبادہ بن الولید، عبداللہ بن بریدہ، ابوالولید عبداللہ بن الحارث البصری، عبد اللہ ابن الزبیر، عروہ ابن الزبیر، عبداللہ بن شداد اللیثی، عبداللہ بن شقیق، عبداللہ بن شہاب الخولانی، عبداللہ بن عامر بن ربیعہ، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ بن فروخ، عبداللہ بن ابی مُلَیکہ، عبداللہ بن عبید ابن عمیر، ابن عمیر، عبداللہ بن حکیم، عبداللہ بن ابی قیس، عبداللہ و القاسم، ابنا محمد، عبداللہ بن ابی عتیق محمد، عبدالرحمن بن ابی عتیق، عبداللہ بن واقد العمری، عبداللہ بن یزید، عبداللہ البہی، عبدالرحمن بن الاسود، عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام، عبدالرحمن بن سعید بن وہب الہمدانی، عبدالرحمن بن شُماسہ، عبدالرحمن بن عبداللہ بن سابط الجُمحی، عبدالعزیز، والد ابن جُریج، عبید اللہ بن عبداللہ، عبید اللہ بن عیاض، عروہ المزنی، عطاء بن ابی رباح، عطاء ابن یسار، عکرمہ، علقمہ، علقمہ بن وقاص، علی بن الحسینؑ بن علی بن ابی طالب، عمرو بن سعید الاشدق، عمرو بن شرحبیل، عمرو بن غالب، عمرو ابن میمون، عمران بن حطان، عوف بن الحارث، عیاض ابن عروہ، عیسیٰ بن طلحہ، غُضیف بن الحارث، فروہ بن نوفل، القعقاع بن حکیم، قیس بن ابی حازم، کثیر بن عبید الکوفی، کُریب، مالک بن ابی عامر، مجاہد، محمد بن ابراہیم التیمی، محمد بن الاشعث، محمد بن زیاد الجُمحی، ابن سیرین، محمد بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام، ابوجعفر محمد الباقر، محمد بن قیس بن مخرمہ، محمد بن المنتشر، محمد ابن المنکدر، مروان العقیلی ابولبابہ، مسروق، مصدع ابو یحیی، مُطرف بن الشخیر، مِقسَم، مولیٰ ابن عباس، المطلب بن عبداللہ بن حنطب، مکحول شامی، موسیٰ بن طلحہ، میمون بن ابی شبیب، میمون بن مہران، نافع بن جُبیر، نافع ابن عطاء، نافع العمری، نعمان بن بشیر، ہمام بن الحارث، ہلال ابن یساف، یحیی بن الجزار، یحیی بن عبدالرحمن بن حاطب، یحیی بن یعمر، یزید بن بابنوس، یزید بن الشخیر، یعلیٰ بن عقبہ، یوسف بن ماھک، ابواُمامہ بن سہل، ابوبردہ بن ابی موسیٰ، ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث، ابوالجوزاء الربعی، ابوحذیفہ الارجبی، ابو حفصہ، ابوالزبیر المکی، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، ابوالشعثاء المحاربی، ابوالصدیق الناجی، ابوظبیان الجنبی، ابوالعالیہ رُفیع الریاحی، ابوعبداللہ الجدلی، ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، ابوعثمان النہدی، ابوعطیہ الوادعی، ابوقلابہ الجرمی، ابوالملیح الہذلی، ابوموسیٰ الاشعری، ابوہریرہ، ابونوفل بن ابی عقرب، ابویونس مولیٰ عائشہ، بُھَیَّہ، مولاہ الصدیق، جسرہ بنت دُجاجہ، ذِفرہ بنت غالب، زینب بن ابی سلمہ، زینب بنت نصر، زینب السہمیہ، سمیہ البصریہ، شُمیسہ العتکیہ، صفیہ بن شیبہ، صفیہ بنت ابی عبید،

عائشہ بنت طلحہ، عمرہ بنت عبدالرحمن، مرجانہ، والدہ علقمہ بن ابی علقمہ، معاذہ العدویہ، ام کلثوم بنت ابی بکر (بہن)، اُم محمد۔[1]

جودوسخاء

ایک صحابی کا بیان ہے کہ آپ نے ایک روز میں 70 ہزار درہم اللہ کی راہ میں صرف کیے اور خود پیوند لگے کپڑے پہنا کرتی تھیں۔ طیبہ صدیقی اثر ترقی اسلام پر ہے جو تفقہ آپ نے دین میں حاصل کیا اور جو تبلیغ آپ نے امت کو فرمائی اور علم نبوت کی اشاعت میں جو مساعی انہوں نے کیں اور جو علمی فوائد انہوں نے فرزندان امت کو پہنچائے وہ ایک درجہ ہے جو کسی اور زوجہ محترمہ کو حاصل نہیں۔

آپ کے بھانجے حضرت عروہ تابعی کہتے ہیں کہ میں نے صدیقہ (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کو دیکھا کہ آپ نے 70 ہزار درہم خیرات کیے اور اپنے کرتے کا دامن جھاڑ کر کھڑی ہو گئیں۔[2]

ایک بار حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس دو تھیلے بھر کر ایک لاکھ کی رقم بھیجی، آپ نے ایک طباق منگوایا، اُس دن آپ کا روزہ تھا۔ آپ وہ رقم لوگوں میں بانٹنے لگیں۔ جب شام ہوگئی تو کنیز کو افطاری لانے کا حکم دیا، اُم ذرہ بولیں: اُم المومنین! آپ اِن درہموں میں سے ایک درہم کا گوشت منگو لیتیں جس سے آپ روزہ کھول لیتیں۔ فرمایا: مجھے مت کہو، اگر تم مجھے یاد دلا دیتی تو میں گوشت منگوا لیتی۔[3]

واضح رہے کہ آپ کی خدمت میں ایسے نذرانے حضرت امیر معاویہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی جانب سے پیش کیے جاتے تھے کہ اس زمانہ میں افواج اسلامی کثرت سے فتوحات حاصل کر رہی تھیں۔

امام ابونُعَیم الاصبہانی نے اِس روایت کو تفصیلاً بیان کیا ہے کہ:

اُم ذرہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ (کنیز) تھیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دو تھیلوں میں آپ کو 80 ہزار یا ایک لاکھ کی مالیت کا مال بھیجا، آپ نے (مال رکھنے کے لیے) ایک تھال منگوایا اور آپ اُس دن روزے سے تھیں۔ آپ وہ مال لوگوں میں تقسیم کرنے کے لیے بیٹھ گئیں۔ پس شام تک اُس مال سے آپ کے پاس ایک درہم بھی نہ بچا، جب شام ہوگئی تو آپ نے فرمایا: اے لڑکی! (دراصل جاریہ کنیز کو عربی زبان میں کہتے ہیں، ہم نے یہاں جاریہ کا معنی کنیز نہیں بلکہ لڑکی سے کیا ہے) میرے افطار کے لیے کچھ لاؤ، وہ لڑکی ایک روٹی اور تھوڑا سا گھی لے کر حاضر ہوئی۔ پس اُم ذرہ نے عرض کیا: کیا آپ نے جو مال آج تقسیم کیا ہے، اُس میں سے ہمارے لیے ایک درہم کا گوشت نہیں خرید سکتی تھیں؟ جس سے آج ہم افطار کرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اب میرے ساتھ

---

[1] ۔الحافظ الذہبی: سیر اعلام النبلاء، جلد 2، صفحہ 136 تا 139۔ مطبوعہ بیروت لبنان۔

[2] ۔طبقات ابن سعد

[3] ۔طبقات ابن سعد

اِس لہجے میں بات نہ کرو، اگر اُس وقت (جب میں مال تقسیم کر رہی تھی) تو نے مجھے یاد کرایا ہوتا تو شاید میں ایسا کر لیتی۔[1]

تابعی حضرت عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سونے کا ایک ہار بھیجا جس میں ایک ایسا جوہر لگا ہوا تھا جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی، پس آپ نے وہ قیمتی ہار تمام امہات المومنین میں تقسیم فرما دیا۔[2]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر سخاوت کرنے والی عورت نہیں دیکھی اور دونوں کی سخاوت میں فرق ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھوڑی تھوڑی اشیاء جمع فرماتی رہتی تھیں اور جب کافی ساری اشیاء آپ کے پاس جمع ہو جاتیں تو آپ اُنہیں (غرباء اور محتاجوں میں) تقسیم فرما دیتیں، جبکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے پاس کل کے لیے بھی کوئی چیز نہیں بچا رکھتی تھیں۔[3]

فضائل ومناقب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورتوں پر عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کو فضیلت حاصل ہے۔[9] ثرید اُس کھانے کو کہتے ہیں جس کے شوربے میں روٹی بھگو دی جائے اور بعد میں تناول کی جائے۔ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ثرید تمام کھانوں میں ممتاز سمجھا جاتا تھا۔

تابعی قاسم بن محمد بن ابی بکر (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں) بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے ازواج المطہرات پر دس وجوہات سے فضیلت حاصل ہے۔ پوچھا گیا: اُم المومنین وہ دس وجوہات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا۔[4]

میرے سوا کسی ایسی خاتون سے نکاح نہیں کیا جس کے والدین مہاجر ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے میری براءت نازل فرمائی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل امین علیہ السلام ایک ریشمی کپڑے میں میری تصویر لائے اور فرمایا: اِن سے نکاح

---

[1]۔ امام ابونعیم الاصبہانی: حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، جلد 2 صفحہ 47، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1400ھ۔ امام ہناد بن سری الکوفی (متوفی 243ھ): کتاب الزھد، جلد 1 صفحہ 337۔ مطبوعہ دار الخلفاء للکتاب الاسلامی، کویت، 1406ھ۔ الحافظ الذھبی: سیر اعلام النبلا، جلد 2 صفحہ 187، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1413ھ۔

[2]۔ امام ہناد بن سری الکوفی (متوفی 243ھ): کتاب الزھد، جلد 1 صفحہ 337، الرقم 618، مطبوعہ دار الخلفاء للکتاب الاسلامی، کویت، 1406ھ۔ امام ابن الجوزی: صفۃ الصفوۃ، جلد 2 صفحہ 29، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1409ھ۔

[3]۔ امام بخاری: الادب المفرد، صفحہ 106، الرقم 286، مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، لبنان، 1409ھ۔ امام ابن الجوزی: صفۃ الصفوۃ، جلد 2 صفحہ 58/59، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1409ھ۔

[4]۔ امام ابن العمرانی: الانباء فی تاریخ الخلفاء، صفحہ 46۔ دار الآفاق العربیہ، قاہرہ، مصر۔ 1419ھ۔

کر لیجئے، یہ آپ کی اہلیہ ہیں۔
میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے نہایا کرتے تھے۔[1]
میر... سواء اِس طرح آپ اپنی کسی اور بیوی کے ساتھ غسل نہیں کیا کرتے تھے۔
آپ میرے پاس ہوتے تو وحی آجایا کرتی تھی اور اگر کسی اور بیوی کے پاس ہوتے تو وحی نہیں آیا کرتی تھی۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گلے اور سینہ کے درمیان میں ہوئی (جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا سر اقدس صدیقہ رضی اللہ عنہ کی رانِ مبارک اور زانوئے مبارک کے درمیان میں تھا)۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری باری کے دن فوت ہوئے (یعنی جب میرے یہاں مقیم تھے)۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں مدفون ہوئے۔[2]
دوسری روایت میں ہے کہ تابعی عمیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، آپ فرماتی ہیں کہ: مجھے چند چیزیں حاصل ہیں جو کسی عورت کو حاصل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت میری عمر سات سال تھی، آپ کے پاس فرشتہ اپنے ہاتھ میں میری تصویر لے کر آیا اور آپ نے میری تصویر دیکھی، رخصتی کے وقت میں نو سال کی تھی، میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا، اُنہیں میرے سواء کسی عورت نے نہیں دیکھا، میں آپ کی سب سے زیادہ چہیتی تھی، میرے والد آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں مرض الموت کے ایام گزارے اور میں نے آپ کی تیمارداری کی پھر جب آپ نے وفات پائی تو آپ کے پاس صرف میں اور فرشتے تھے، کوئی اور نہ تھا۔ [124]
بکثرت احادیث و روایات سے یہ مسلمہ ہے کہ بوقت نکاح آپ کی عمر 6 سال تھی، یہاں سات سال سے مراد یہ ہے کہ بوقت نکاح 6 سال مکمل ہو کر ساتویں سال کا آغاز ہوا چاہتا تھا۔
ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! جنت میں آپ کی بیویاں کون ہیں؟ فرمایا: اُن میں سے ایک تم بھی ہو۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جنت میں عائشہ دکھائی گئیں تاکہ مجھ پر موت آسان ہو جائے، گویا میں اُن کے دونوں ہاتھ دیکھ رہا ہوں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ جنت میں بھی میری بیوی ہوں گی۔[3]
تابعی عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ مجھے اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بھانجے! مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ناراضی اور رضا مجھ سے چھپی نہیں رہتی۔ میں بولی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ

---

[1]۔ امام احمد بن حنبل: مسند احمد، مسند عائشہ، جلد 11 صفحہ 4، الرقم 24515۔ مطبوعہ لاہور۔
[2]۔ ابن سعد: طبقات ابن سعد، جلد 4 ج 8، صفحہ 59، مطبوعہ لاہور۔
[3]۔ ابن سعد: طبقات ابن سعد

کس طرح پہچان جاتے ہیں؟ فرمایا: رضا کے وقت جب تم قسم کھاتی ہو تو محمد کے رب کی قسم کہتی ہو اور ناراضی کے وقت ابراہیم کے رب کی قسم کہتی ہو۔ میں بولی: یارسول اللہ! آپ سچ فرماتے ہیں۔[1]

تابعی مسروق جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد ہیں، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے: مجھ سے یہ حدیث صدیقہ بنت صدیق نے اور اللہ کے محبوب کی معصومہ محبوبہ نے بیان فرمائی۔

یہ اُن کی اُم المومنین سے والہانہ عقیدت کا اظہار ہے۔

حضرت ابی حازم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کو سب سے زیادہ کون پیارے ہیں؟ فرمایا: عائشہ، بولے: میں مردوں میں سے پوچھ رہا ہوں۔ فرمایا: اُن کے والد۔

حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرتے تو فرماتے: اللہ کی قسم! عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی بھی جھوٹ نہیں باندھ سکتیں۔[2]

زیارت حضرت جبرائیل علیہ السلام

آپ فرماتی ہیں کہ: میں انے اپنے اِس حجرے کے دروازے پر حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے، پھر جب آپ اندر تشریف لائے تو میں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کون تھے جن سے آپ چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے؟ فرمایا: کیا تم نے اُنہیں دیکھا تھا؟ میں بولی: جی۔ فرمایا: تم نے اُنہیں کس کے مشابہ پایا؟ میں بولی: دحیہ کلبی کے۔ فرمایا: تم نے فراوانی کے ساتھ خیر دیکھی، وہ جبرئیل علیہ السلام تھے، تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا: عائشہ یہ جبرئیل ہیں، تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔ میں بولی: وعلیہ السلام، اللہ تعالیٰ اِس آنے والے کو بہتر صلہ عطاء فرمائے۔ [9] دوسری روایت میں ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ: میں نے اُن کو (یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام) کو نہیں دیکھا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ دیکھتے تھے جو میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔[3]

امام بخاری نے ابوسلمہ سے روایت کیا ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرائیل (علیہ السلام) ہیں اور تمہیں سلام کہتے ہیں۔ میں نے جواب دیا: اُن پر بھی

---

[1] امام بخاری: صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب 108: باب غیرۃ النساء ووَجْدِھن، صفحہ 1332، الرقم الحدیث 5228۔ مطبوعہ دار ابن کثیر، دمشق، شام، 1423ھ۔ امام احمد بن حنبل: مسند احمد، مسند عائشہ، جلد 11 صفحہ 4، الرقم 24513۔ مطبوعہ لاہور۔ امام ابن حبان: صحیح ابن حبان، جلد 16 صفحہ 49، الرقم الحدیث 7112۔ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1414ھ۔

[2] طبقات ابن سعد۔

[3] طبقات ابن سعد، مسند احمد: امام احمد بن حنبل، مسند عائشہ اُم المومنین، جلد 9، الرقم الحدیث 4436 من مسند عائشہ، الرقم الحدیث 23366۔ مطبوعہ لاہور۔

سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکات ہوں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ دیکھ سکتے ہیں، وہ میں نہیں دیکھ سکتی۔[1]

روایت کردہ احادیث کی تعداد

آپ سے 2210 احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہیں جبکہ اِن میں سے 174 متفق علیہ ہیں، یعنی اِن کو امام بخاری نے صحیح بخاری اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں سنداً روایت کیا ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے متفق روایات 174 لی ہیں جن میں امام بخاری 54 میں منفرد ہیں اور امام مسلم 69 احادیث میں منفرد ہیں۔[2]

2210 احادیث والی تعداد کو سید سلیمان ندوی نے سیرت عائشہ میں لکھا ہے مگر یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ صرف مسند احمد بن حنبل میں ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات کی تعداد 2524 ہے۔

اگر صحاح ستہ میں مکرر روایات حذف نہ کی جائیں تو روایات عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعداد یوں ہے:

صحیح بخاری: 960 احادیث۔

صحیح مسلم: 761 احادیث۔

سنن ابوداود: 485 احادیث۔

سنن نسائی: 690 احادیث۔

جامع سنن ترمذی: 535 احادیث۔

سنن ابن ماجہ: 411 احادیث۔

موطاء امام مالک: 141 احادیث۔

مشکوٰۃ المصابیح: 553 (روایاتِ احادیث کا یہ مجموعہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے اخذ کیا گیا ہے۔ اِس لیے اِنہیں شمار نہیں کیا گیا)۔

سنن الدارمی: 200 احادیث۔

مسند امام احمد بن حنبل: 2524 احادیث۔

موطاء امام محمد: 80 احادیث۔

صحاح ستہ کے ساتھ موطاء امام مالک کی روایات کو جمع کر لیا جائے تو تعدادِ روایات 3983 ہوتی ہے۔

---

[1] امام بخاری: صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب 30: باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، صفحہ 924، الرقم الحدیث 3768۔ مطبوعہ دار ابن کثیر، دمشق، شام 1423ھ۔ امام مسلم: صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب 59: باب فی فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، صفحہ 1214، الرقم الحدیث 6195 مکرر 2447۔

[2] الحافظ الذہبی: سیر اعلام النبلا، جلد 2، صفحہ 139۔ مطبوعہ بیروت لبنان۔

علالت وفات وتدفین

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد 47 سال بقیدِ حیات رہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اواخر سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ کے اواخر سال ہیں۔ سنہ 58ھ مطابق 678ء میں جب آپ کی عمر مبارک 67 سال کے قریب قریب تھی کہ ماہِ رمضان 58ھ/ جولائی 678ء میں علیل ہوگئیں اور چند روز تک علیل رہیں۔ کوئی حال پوچھتا تو فرماتیں: اچھی ہوں۔[1]

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمانے لگیں: کاش میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی، کاش میں ایک درخت ہوتی کہ اللہ کی پاکی میں رطب اللسان رہتی اور پوری طرح سے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجاتی، کاش میں مٹی کا ایک ڈھیلا ہوتی، کاش اللہ تعالیٰ مجھے پیدا نہ فرماتا، کاش میں زمین کی بوٹیوں میں سے کوئی بوٹی ہوتی اور قابل ذکر شے نہ ہوتی۔
عیسیٰ بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر سے پوچھا کہ اِن تمناؤں سے کیا مراد تھا؟ کہنے لگے: اُم المومنین اِن تمناؤں سے دعا میں توبہ کا وسیلہ اختیار فرمارہی تھیں۔[2]
(یہ تمام تمنائیں آپ کسرنفسی میں فرمارہی تھیں حالانکہ آپ ازل سے اُم المومنین کے خطاب سے سرفراز ہوئی ہیں)۔
اسماعیل بن قیس کہتے ہیں کہ بوقت وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئی باتیں اختیار کرلی تھیں، لہٰذا مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج المطہرات کے پاس دفن کرنا (یہ آپ نے کسرنفسی میں فرمایا تھا)۔[3]

ذکوان جو آپ کے غلام تھے، کہتے ہیں کہ جب آپ علیل ہوئیں تو میں اجازت حاصل کرکے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، آپ کے سرہانے آپ کے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمٰن تھے۔ میں نے کہا: آپ کے پاس عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آنا چاہتے ہیں، اُس وقت آپ دنیا سدھارنے والی تھیں، بولیں: ابن عباس کو نہ آنے دو، اِس وقت مجھے اُن کی اور اُن کی تعریفوں کی ضرورت نہیں۔ ذکوان نے کہا: اُم المومنین! ابن عباس آپ کے ایک نیک وصالح فرزند ہیں۔ آپ کو سلام کرنے اور رخصت کرنے آئے ہیں۔ بولیں: اچھا تو اگر تم چاہو تو اُنہیں بلالو، آخرکار میں نے اُنہیں بلالیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آتے ہی آپ کو سلام کیا اور بیٹھ گئے اور بولے: بشارت ہو۔ بولیں: کس چیز کی؟ کہنے لگے: اُس کی جو آپ کے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دیگر احباب کی ملاقات کے درمیان میں ہے، بس جسم سے روح نکلنے کی دیر ہے آپ اُن سب سے جاکر ملاقات کریں گی۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی لاڈلی بیوی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ چیز سے ہی محبت کیا کرتے تھے اور دیکھیے ابواء کے دن آپ کا ہار کھوگیا تھا، اُسے

---

[1] ۔طبقات ابن سعد

[2] ۔طبقات ابن سعد

[3] ۔طبقات ابن سعد

ڈھونڈنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منزل میں صبح تک ٹھہرے رہے، لوگوں کے پاس پانی نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ مسلمانوں کو یہ سہولت آپ کی بدولت نصیب ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی براءت ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اُتاری جسے روح الامین لے کر آئے، اب ایسی کوئی مسجد نہیں جس میں آپ کی براءت کی آیتیں صبح و شام نہ پڑھی جاتی ہوں۔ آپ فرمانے لگیں: ابن عباس! تعریفیں چھوڑو، اُس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میری تو یہ تمناء ہے کہ میں بھولی بسری ہوئی جاتی۔[1]

تابعی ابن ابی عتیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے جب کہ وہ علیل تھیں، بولے: اُم المومنین کسی طبیعت ہے؟ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، فرمانے لگیں: اللہ کی قسم یہ موت ہے۔

عبید بن عمیر تابعی کہتے ہیں کہ آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کے پیچھے آگ لے کر نہ جانا اور میری میت پر سرخ مخملی چادر نہ بچھانا۔ اپنے غلام ذکوان کو آزاد کرنے کی وصیت کی تھی۔[2]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منگل 17 رمضان 58ھ مطابق 13 جولائی 678ء کی شب کو اِس دارِ فانی سے عالم بقاء کو لبیک کہا۔[3]

آپ کی وفات کی خبر اچانک ہی تمام مدینہ منورہ میں پھیل گئی اور انصارِ مدینہ منورہ اپنے گھروں سے نکل آئے۔ جنازہ میں ہجوم اِتنا تھا کہ لوگوں کا بیان ہے کہ رات کے وقت اِتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا، بعض عورتوں کا اژدھام دیکھ کر روزِ عید کے ہجوم کا گماں گزرتا تھا۔ آپ کی مدتِ حیات شمسی سال کے اعتبار سے 64 سال اور قمری سال کے اعتبار سے 66 سال 11 ماہ تھی۔ نمازِ جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کی تجہیز و تکفین شب میں ہی عمل میں آئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اُن دِنوں مدینہ منورہ کے قائم مقام امیر تھے کیونکہ مروان بن حکم مدینہ منورہ میں موجود نہ تھا، وہ عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ گیا ہوا تھا اور مدینہ منورہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب اور قائم مقام امیر بنا کر گیا تھا۔[9]
بوقت تدفین آپ کی قبر اطہر کے چاروں اطراف ایک کپڑے سے پردہ کر دیا گیا تھا تاکہ آپ کے احترام میں کوئی کمی واقع نہ ہو۔[4]

آپ کو قبر اطہر میں آپ کے بھانجوں، بھتیجوں یعنی جناب قاسم بن محمد بن ابی بکر، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، عروہ

---

[1]۔ طبقات ابن سعد

[2]۔ طبقات ابن سعد

[3]۔ امام محمد بن عبداللہ بن زبر الربعی متوفی 379ھ: تاریخ مولد العلماء و وفیاتہم، صفحہ 66، ذکر تحت سنۃ الہجریہ 58ھ۔ مطبوعہ منشورات مرکز المخطوطات والتراث و الوثائق، الکویت، 1410ھ۔ امام ابن حجر عسقلانی: تہذیب التہذیب، جلد 4 صفحہ 681، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1416ھ۔

[4]۔ طبقات ابن سعد

بن زبیر، عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے قبر اطہر میں اُتارا۔[9] شب بدھ میں تہجد کے وقت تدفین عمل میں آئی۔

اُم المومنین حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا لوگوں کی آہ وفغاں سن کر بولیں: عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے لیے جنت واجب ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیوی تھیں۔[1]

امام ابوداؤد طیالسی نے اُم المومنین حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب اُنہیں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی وفات کی خبر معلوم ہوئی تو بولیں: اللہ اُن پر رحمت بھیجے کہ اپنے باپ کے سواء وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔[2]

عبید بن عمیر تابعی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے والد سے پوچھا: لوگوں نے اُم المومنین کا غم کیا کیا؟ بولے: آپ کی وفات پر ہر وہ غمگین تھا جس جس کی آپ ماں تھیں۔[3]

واقعات وتعینِ عمر مبارکہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت بعثت نبوی کے چوتھے سال ماہِ شوال مطابق جولائی 614ء میں ہوئی اور آپ کی وفات بروز منگل 17 رمضان 58ھ مطابق 13 جولائی 678ء کو ہوئی۔ شمسی سال کے اعتبار سے مدت حیات مکمل 64 سال ہوتی ہے اور قمری سال کے اعتبار سے 66 سال 11 ماہ ہوتی ہے یعنی ماہِ شوال 4 نبوی سے ماہِ رمضان 58ھ تک۔ اِس کو با آسانی یوں شمار کیا جاسکتا ہے کہ 4 نبوی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 44 سال تھی یعنی 44 سال میلادی۔ 11ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو وہ 64 سال میلادی تھا۔ ہجرت کا سال میلادی 53 تھا۔ اگر 58ھ میں سال میلادی 53 جوڑ دیے جائیں تو 111 سال ہوتے ہیں۔ اِن 111 سالوں میں 44 سال نفی کر دیں (جو ولادت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سال ہے اور اُس میں سال میلادی 44 تھا) تو باقی رہے 67 سال۔ یعنی 4 نبوی سے 58ھ تک 67 سال قمری ہوتے ہیں جو قریب قریب آپ کی مدت حیات 66 سال 11 ماہ کے ہے۔

عبادت اور خشیتِ الٰہی

نماز چاشت پابندی سے اداء فرماتیں۔[4]

چاشت کی 8 رکعت ادائیگی آپ کا معمول تھا۔ اکثر فرمایا کرتیں: اگر میرے والدین کو بھی زندہ کر دیا جائے، میں پھر بھی یہ

---

[1]۔ سید سلیمان ندوی: سیرت عائشہ، صفحہ 126، مطبوعہ لاہور۔

[2]۔ سید سلیمان ندوی: سیرت عائشہ، صفحہ 126، مطبوعہ لاہور۔ امام ابوداؤد طیالسی: مسند طیالسی: من مسند اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا، صفحہ 224۔

[3]۔ طبقات ابن سعد

[4]۔ امام مالک: موطاء امام مالک، کتاب قصر الصلوٰۃ، باب 11: باب صلاۃ الضحیٰ، الرقم الحدیث 391، جلد 2، صفحہ 30۔ مطبوعہ مکتبۃ الفرقان، دوبئی، 1424ھ۔ امام احمد بن حنبل: مسند احمد، مسند عائشہ، جلد 9، الرقم الحدیث 5386۔ مطبوعہ لاہور۔

رکعتیں ترک نہ کروں گی۔[1]

(مراد اِس سے یہ تھا کہ اگر میرے والدین زندہ ہوکر آئیں اور مجھے اِس نماز سے روکیں تو میں اِس نماز کی ادائیگی نہیں چھوڑوں گی)۔

نمازِ چاشت کی ادائیگی میں اکثر طویل وقت صرف ہوجاتا، عبداللہ بن ابی موسیٰ تابعی کہتے ہیں کہ ایک بار مجھے ابن مدرک نے کچھ سوالات کے جوابات کی خاطر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا کہ جوابات دریافت کرکے لاؤ، جب میں حجرہ کے قریب پہنچا تو آپ چاشت کی نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے سوچا کہ اُن کے فارغ ہونے تک بیٹھ کر انتظار کرلیتا ہوں لیکن لوگوں نے مجھے بتایا کہ اُنہیں بہت دیر لگے گی، میں نے اُسی اطلاع دینے والے سے پوچھا کہ میں اُن سے کس طرح اجازت طلب کروں؟ اُس نے کہا کہ یوں کہو: السَّلَامُ عَلَيكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه، السَّلَامُ عَلَينَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ السَّلَامُ عَلَى اُمَهَاتِ المُومِنِينَ، میں اِس طرح سلام کرکے اندر داخل ہوا اور آپ سے سوالات کے جوابات دریافت کرنے لگا۔[2]

تابعی حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسلسل روزے سے ہوتی تھیں۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسلسل روزہ سے ہوتی تھیں اور صرف عیدالاضحیٰ اور عید الفطر کو افطار فرماتی تھیں (یومِ عیدین کو روزہ نہیں رکھا جاسکتا اِس لیے اِس روایت میں افطار سے مراد یہی ہے)۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر بیان کرتے ہیں کہ میں صبح کو جب گھر سے روانہ ہوتا تو سب سے پہلے سلام کرنے کی غرض سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتا، پس ایک صبح میں آپ کے گھر گیا تو آپ حالت قیام میں تسبیح فرمارہی تھیں اور یہ آیت مبارکہ پڑھ رہی تھیں: فَمَنَّ اللهُ عَلَيْنَا وَ وَقَانَا عَذَابَ السَّمُوْمِ اور دعا کرتی اور روتی جارہی تھیں اور اِس آیت کو بار بار دہرارہی تھیں، پس میں (انتظار کی خاطر) کھڑا ہوگیا، یہاں تک کہ میں کھڑا ہوہوکر اُکتا گیا اور اپنے کام کی غرض سے بازار چلا گیا، پھر میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ اِسی حالت میں کھڑی نماز اداء کررہی ہیں اور مسلسل روئے جارہی ہیں۔[3]

جب آپ یہ آیت وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ پڑھتیں تو آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہوجاتا۔[4]

---

[1]۔ امام مالک: موطاء امام مالک، کتاب قصر الصلوٰۃ، باب 11: باب صلاۃ الضحیٰ، الرقم الحدیث 391، جلد 2، صفحہ 31۔ مطبوعہ مکتبۃ الفرقان، دوبئ، 1424ھ۔

[2]۔ امام احمد بن حنبل: مسند احمد، مسند عائشہ، جلد 9، الرقم الحدیث 4911۔ مطبوعہ لاہور۔

[3]۔ امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی: المصنف، جلد 2 صفحہ 451، الرقم الحدیث 4048۔ مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، 1403ھ۔ الاسلامی، بیروت، لبنان، 1403ھ۔ امام بیہقی: شعب الایمان، جلد 2 صفحہ 375۔ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1410ھ۔ امام ابن ابی عاصم: کتاب الزہد، جلد 1 صفحہ 164۔ مطبوعہ دارالریان للتراث، قاہرہ، مصر، 1408ھ۔ امام ابن الجوزی: صفۃ الصفوۃ، جلد 2 صفحہ 31، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1409ھ۔

[4]۔ طبقات ابن سعد

(یہ سورۃ الاحزاب کی آیت 33 ہے اِس آیت کا ترجمہ یہ ہے: "اپنے گھروں میں ٹھہری رہو")۔
آپ شدت سے ادائیگی حج کی پابند تھیں۔ آپ نے حجۃ الوداع کے بعد (سنہ 11ھ سے 57ھ/ 632ء تا 677ء تک) مزید 47 حج اداء فرمائے۔
اور ابوالشیخ کتاب العظمۃ میں نقل کرتے ہیں:

عن ابن عمرو قال خلق الله الملائكة من نور

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا فرمایا۔

راوی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کی ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کی ایسی زندہ تصویر اور ایسا جامع مرقع تھی جو سینکڑوں درس اور ہزاروں تلقینات سے زیادہ کارآمد تھی۔ (ولی کی نظر یا ولی پہ نظر پڑنے سے زندگی بدل جاتی ہے) جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ عہد نبوی کی حالت اور کیفیت کا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی پابند نہیں رہا۔ حضرت نافع رحمہ اللہ جو آپ رضی اللہ عنہما کے شاگرد اور خادم خاص تھے جنہوں نے 30 برس آپ کی خدمت کی وہ اپنے شاگردوں سے کہتے کہ اگر اس زمانے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہوتے تو ان کو آثار نبوی کی شدت سے اتباع کرتے ہوئے دیکھ کر تم یہی کہتے کہ یہ دیوانہ ہے۔
(مستدرک حاکم ج3 ص 561، ابن سعد تذکرہ ابن عمر)
آپ کی ذات دوسروں کے لیے نمونہ تھی لوگ دعا کرتے تھے کہ خدایا ہماری زندگی میں عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کو زندہ رکھ کہ ان کی اقتداء سے فیض یاب ہوتے رہیں ان سے زیادہ عہد رسالت کا کوئی واقف کار نہیں۔ (ابن سعد جزء 4 قسم اول ص 106)

صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ان کا سرمایہ حیات اور جان حزین کی تسکین کا باعث تھی۔ آپ کی وفات کے بعد ایسے دل شکستہ ہوئے کہ اس کے بعد نہ کوئی مکان بنایا اور نہ باغ لگایا (ازالۃ الخفاء ص 189) سفر سے جب واپس آتے تو روضہ نبوی پر حاضر ہو کر سلام کہتے (ابن سعد تذکرۃ ابن عمر)
حَبر الامۃ ابن عمر کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہما کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت، آپ کی بارگاہ کی دائمی حاضر باشی، سفر حضر کی ہم رکابی سیدنا عمر فاروق کی تعلیم وتربیت اور خسد ان کی تلاش وجستجو نے مذہبی علوم کا دریا بنا دیا تھا قرآن تفسیر حدیث فقہ وغیرہ تمام مذہبی علوم کا بحر بیکراں تھے آپ کا شمار علمائے مدینہ کے اس زمرہ میں تھا جو علم وعمل کے مجمع البحرین سمجھے جاتے تھے۔
(تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج1 ص 35 طبع حیدرآباد)

حبر الامۃ اور تلاوت وفہم قران:

1: آپ کو تلاوت قرآن سے بڑا شغف تھا ایک رات میں پورا قرآن ختم کر لیتے تھے۔
(سیر الصحابہ مہاجرین حصہ دوم ج 1 ص 25)

2: آپ کو تلاوت قرآن کے غیر معمول شغف کے ساتھ ساتھ اس کی سور وآیات پر فکر وتدبر میں عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ صرف کیا اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف سورہ بقرہ کے سیکھنے پر 8 برس صرف کر دیئے۔ (تفسیر قرطبی ص 80)
اس غیر معمولی شغف نے آپ میں قرآن کی تفسیر وتاویل کا ملکہ پیدا کر دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہما قرآن کا ملکہ جوانی میں ہی پیدا ہو گیا تھا ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صحابہ کا مجمع تھا جس میں ابن عمر بھی موجود تھے تو آپ نے شجرہ طیبہ کے متعلق صحابہ سے سوال کیا کہ اس سے کیا مراد ہے تو اس کے جواب میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خود فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا جواب آتا تھا لیکن میں اکابر صحابہ کی موجودگی اور خاموشی کی وجہ سے چپ رہا جواب نہیں دیا۔[1]

طلب حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو حدیث نبوی کا اتنا شوق اور اس کی اس قدر تلاش تھی کہ اپنی غیر حاضری کے اقوال اور افعال نبوی ان لوگوں سے جو آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے پوچھ لیا کرتے تھے۔ اور ان کو یاد رکھتے تھے۔[2]

اگر کوئی ایسی حدیث یا مسئلہ سنتے جو ان کے علم میں نہ ہوتا تو فوراً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا راوی حدیث کے پاس جا کر اس کی تصدیق کرتے۔ ایک مرتبہ کسی نے ایک مسئلہ بیان کیا جو ان کے علم میں نہ تھا فوراً خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اس کی تصدیق کی۔[3]

اسی طرح ایک مرتبہ لیثی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ آپ نے سونا چاندی کی بیع صرف اس میں جائز رکھی ہے کہ برابر ہو۔ ان کو اس کا علم نہ تھا اس لیے ابوسعید خدری کے پاس جا کر اس کی تصدیق کی۔ (صحیح مسلم باب الرباء)

اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہما کا شمار اساطین حفاظ حدیث میں ہے اگر ان کی مرویات کی تعداد حدیث کی کتابوں سے علیحدہ کر لی جائے تو ان کے بہت سے اوراق سادہ رہ جائیں۔

اشاعت وتعلیم حدیث: اس تلاش نے آپ رضی اللہ عنہما کو حدیث کا دریا بنا دیا تھا جس میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مسلمانوں نے اپنی علمی پیاس بجھائی آپ کے ذریعے سے حدیث کا وافر حصہ اشاعت پزیر ہوا۔ آپ رسول اکرم صلی اللہ

---

[1] ۔ بخاری فتح الباری کتاب التفسیر سورہ ابراہیم وکتاب العلم باب الفہم

[2] ۔ اصابہ ج 2 ص 1097

[3] ۔ صحیح مسلم کتاب صلوۃ المسافر وقصرہا

علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد 60 سال سے زیادہ حیات رہے اس عرصہ میں آپ کا مشغلہ صرف علم کی اشاعت تھا (الاستیعاب ص 381) مدینہ منورہ میں آپ کا مستقل حلقہ درس تھا اس کے علاوہ اشاعت کے لیئے سب سے بہترین موقع حج کا تھا جس میں تمام اسلامی ممالک کے مسلمان جمع ہوتے تھے چنانچہ آپ اس موقع پر فتوی دیتے تھے اس سے بہت جلد مشرق سے مغرب تک احادیث اور علم دین وشریعت پھیل جاتی۔[1]

احتیاط فی الحدیث: آپ رضی اللہ عنہما اس وسعت علم اور دقت نظر کے باوجود حدیث بیان کرنے میں حد درجہ محتاط تھے۔ محمد بن علی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کی جماعت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ حدیث بیان کرنے میں کوئی محتاط نہ تھا وہ حدیث میں کمی وبیشی سے بہت ڈرتے تھے۔[2]

ابوجعفر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں کمی وزیادتی سے بہت زیادہ خائف رہتے تھے۔[3]

حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ حدیث نبوی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ محتاط میری نظر سے کوئی نہیں گزرا۔[4]

اس احتیاط کی بناء پر اکابر علماء آپ کی مرویات کو اتنی قابل اعتماد سمجھتے تھے کہ پھر کسی مزید توثیق کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

امام شعبی فرماتے تھے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بہت درست ہوتی تھی۔[5]

امام ابن شہاب زہری ان کی رائے کے بعد پھر کسی دوسرے کی رائے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔

حبر الامۃ اور فقہ: فقہ تشریع اسلامی کا دارومدار ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو تفقہ فی الدین میں درجہ کمال حاصل تھا۔ آپ کی ساری عمر علم افتاء میں کٹی، مدینہ کے مشہور صاحب فتاوی صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جن کے فتاوی کی تعداد زیادہ ہے۔ ان میں ایک ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے (اعلام الموقعین ج 1 ص 13) اور فقہ مالکی کا دارومدار ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فتاوی پر ہے۔

تعداد مرویات: آپ کی مرویات کی تعداد کے متعلق علامہ ذہبی اپنی مشہور کتاب سیر اعلام النبلاء کی ج 4 ص 124 پر لکھتے ہیں:

آپ کی روایات کی کل تعداد 2630، ان میں سے 168 پر بخاری ومسلم متفق ہیں یعنی ان احادیث کو امام بخاری وامام

1۔ اسد الغابہ ج 3 ص 133

2۔ تذکرۃ الحفاظ ج 1 ص 34

3۔ مستدرک حاکم ج 3 ص 560

4۔ اصابہ ص 1096

5۔ اسد الغابہ ج 3 ص 133

مسلم دونوں نے اپنی اپنی صحیح میں درج کیا ہے اور 81 صرف صحیح بخاری میں ہیں اور 31 صرف صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

چند مرویات: ترک قراۃ خلف الامام اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے امام کے پیچھے قراءۃ کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا آپ نے فتویٰ دیا کہ جو آدمی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا قراءۃ کرنا مقتدی کے لیے کافی ہے۔ اور جب اکیلا پڑھے تو قراءت کرلے اور خود اپنا عمل کان عبداللہ بن عمر لایقرء خلف الامام، امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ترک رفع یدین کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب انہوں نے نماز شروع کی، تو آپ نے رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کیا۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرد اور عورت کی نماز کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکا لے اس طرح کہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ میں نے اس کو بخش دیا ہے۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میت کی تدفین کے بعد سر اور پاؤں کی جانب قرآن مجید پڑھنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ میت کے سر کے پاس سورۃ فاتحہ اور میت کے پاؤں کے پاس سورۃ البقرہ کا آخری حصہ پڑھتے۔[4]

ضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تین طلاق کے بعد رجوع نہ کرنے اور جدائی ہو جانے کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا سوال اور آپ کا جواب بیان کرتے ہیں گویا کہ آپ نے فرمایا کہ ایک طلاق کے بعد تو رجوع ہو سکتا ہے لیکن تین طلاق کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا بلکہ عورت جدا ہو جاتی ہے اگر کوئی آدمی تین طلاق دینے کے بعد بھی بیوی کو اپنے گھر میں رکھتا ہے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے۔[5]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مکہ المکرمہ 74ھ، عمر عزیز کی 84 بہاریں گزار کر اس دار فانی کو خیر باد کہہ گئے۔[6]

---

[1] ۔موطا مالک ص69
[2] ۔مسند الحمیدی ج2 ص277 رقم614
[3] ۔الکامل لابن عدی ج2 ص501
[4] ۔معجم الکبیر طبرانی ج6 ص255 رقم13438
[5] ۔سنن الکبریٰ بیہقی ج7 ص334
[6] ۔سیر اعلام النبلاء ج4 ص121، اسد الغابہ ج3 ص135، الاصابہ ج2 ص1098

حَبرالامۃ کی نماز جنازہ اور تدفین: آپ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ حجاج بن یوسف نے پڑھائی اور تدفین ذی طوی مقام یا فخ مقبرہ المہاجرین ہوئی۔[1]

اور ابوالشیخ نقل کرتے ہیں:

عن عكرمة قال خلقت الملائكة من نور العزة

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: فرشتوں کو ''نورِ عزت'' سے پیدا کیا گیا۔[2]

راوی حدیث حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عکرمہ تابعی ہیں، حضرت ابن عباس کے کاتب اور آزاد کردہ غلام، فقہاء مکہ معظمہ سے ہیں، اسی سال عمر پائی، ۱۰۷ھ ایک سو سات میں وفات پائی۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں: حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوقتادہ، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے شاگرد خاص ہیں۔ ستر مشاہیر آئمہ اور تابعین آپ کے شاگردوں میں داخل ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے حدیث پاک کی تعلیم حاصل کی۔

اور حضرت ابوالشیخ نقل کرتے ہیں:

عن يزيد بن رومان: أنه بلغه أن الملائكة خلقت من روح الله

حضرت یزید بن رومان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان کو اس کی اطلاع ملی ہے کہ فرشتے اللہ کے حکم سے پیدا کئے گئے ہیں۔[3]

راوی حدیث حضرت یزید بن رومان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت یزید بن رومان مدنی ابوروح القاری آل زبیر بن عوام کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عیاش بن ربیعہ سے قرآن پڑھا اور انہوں نے حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت صالح بن خوات رضی اللہ عنہم سے سماع کیا اور کہا گیا ہے کہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حدیث سنائی حالانکہ ایسا نہیں ہے اور آپ مضبوط ثقہ ہیں اور آپ کی روایت کردہ احادیث صحاح ستہ میں ہیں آپ قرأۃ میں حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں سے ایک ہیں، ابن معین نے آپ کو ثقہ کہا ہے اور آپ فقیہ، قاری اور محدث تھے۔ ابن سعد نے کہا آپ عالم ثقہ اور کثیر الروایت ہیں۔ آپ سے حضرت ابو حازم الاعرب نے حدیث بیان کی ہے اور عبیداللہ بن عمر، محمد بن اسحاق، جریر بن حازم اور مالک بن انس اور محدثین کی ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔

---

[1] اسد الغابہ ج3 ص135، سیر اعلام النبلاء ج4 ص121

[2] ابوالشیخ، کتاب العظمۃ حدیث نمبر ۳۱۱، السنہ عبداللہ بن احمد ص ۱۵۱۔ ۷/ ۴۲۷

[3] ابوالشیخ کتاب العظمۃ حدیث ۳۱۰

حضرت وہب بن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم سے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ فرماتے ہیں میں نے حضرت محمد بن سیرین اور حضرت یزید بن رومان کو نماز میں قیام کرتے دیکھا ہے۔

حضرت مطرف رضی اللہ عنہ حضرت مالک سے وہ حضرت یزید بن رومان سے روایت کرتے ہیں کہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں لوگ نماز تراویح کی بیس رکعت پڑھتے تھے۔[1]

درس احادیث :۔ اس باب میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے چار احادیث ذکر کی ہیں۔ پہلی حدیث جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جب کہ دوسری حدیث حضرت ابن عمرے سے اور تیسری حدیث مشہور تابعی حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور چوتھی حدیث حضرت یزید بن رومان رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے پہلی اور دوسری احادیث میں واضح ہے کہ فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے جب دوسری حدیث میں بیان ہے کہ فرشتوں کو نور عزت سے پیدا کیا گیا ہے اور چوتھی حدیث میں مذکور ہے کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا کیا گیا ہے۔ بظاہر ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے نور سے پیدا گیا ہے یا نور عزت سے ایک ہی چیز ہے رہا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ملائکہ کو نور سے پیدا فرمایا ہے۔

جنات کی تخلیق

حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں مذکور ہے کہ جنات کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل ''جنات کے عجیب وغریب واقعات'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق

حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں مذکور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس چیز سے پیدا کیا جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی یعنی خاک سے پیدا کیا گیا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی نہ ماں ہیں نہ باپ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مٹی سے بنایا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ جب خداوند قدوس عزوجل نے آپ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ زمین سے ایک مٹھی مٹی لائیں۔ حکمِ خداوندی عزوجل کے مطابق حضرت عزرائیل علیہ السلام نے آسمان سے اتر کر زمین سے ایک مٹھی مٹی اٹھائی تو پوری روئے زمین کی اوپری پرت چھلکے کے مانند اتر کر آپ کی مٹھی میں آگئی۔ جس میں ساٹھ رنگوں اور مختلف کیفیتوں والی مٹیاں تھیں یعنی سفید وسیاہ اور سرخ وزرد رنگوں والی اور نرم وسخت، شیریں وتلخ، نمکین وپھیکی وغیرہ کیفیتوں والی مٹیاں شامل تھی۔[2]

---

[1] ۔کتاب المغازی، طبقات ابن سعد

[2] ۔تذکرۃ الانبیاء، ص ۴۸

پھر اس مٹی کو مختلف پانیوں سے گوندھنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ایک مدت کے بعد یہ چپکنے والی بن گئی۔ پھر ایک مدت تک یہ گوندھی گئی تو کیچڑ کی طرح بودار گارا بن گئی۔ پھر یہ خشک ہو کر کھنکھناتی اور بجتی ہوئی مٹی بن گئی۔ پھر اس مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلا بنا کر جنت کے دروازے پر رکھ دیا گیا جس کو دیکھ دیکھ کر فرشتوں کی جماعت تعجب کرتی تھی۔ کیونکہ فرشتوں نے ایسی شکل وصورت کی کوئی مخلوق کبھی دیکھی ہی نہیں تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پتلے میں روح کو داخل ہونے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ روح داخل ہو کر جب آپ کے نتھنوں میں پہنچی تو آپ کو چھینک آئی اور جب رُوح زبان تک پہنچ گئی، تو آپ نے "الحمدللہ" پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یرحمک اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے۔ اے ابومحمد (آدم) میں نے تم کو اپنی حمد ہی کے لئے بنایا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ پورے بدن میں روح پہنچ گئی اور آپ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ (تفسیر خازن، ج۱، ص ۴۳، پ۱، البقرة: ۳۰)

ترمذی اور ابوداؤد میں یہ حدیث ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا جس مٹی سے بنایا گیا چونکہ وہ مختلف رنگوں اور مختلف کیفیتوں کی مٹیوں کا مجموعہ تھی اسی لئے آپ کی اولاد یعنی انسانوں میں مختلف رنگوں اور قسم قسم کے مزاجوں والے لوگ ہو گئے۔[1]

حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابومحمد یا ابوالبشر اور آپ کا لقب "خلیفۃ اللہ" ہے اور آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ آپ نے نوسو ساٹھ برس کی عمر پائی اور بوقت وفات آپ کی اولاد کی تعداد ایک لاکھ ہو چکی تھی۔ جنہوں نے طرح طرح کی صنعتوں اور عمارتوں سے زمین کو آباد کیا۔[2]

قرآن مجید میں بار بار اس مضمون کا بیان کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی۔ چنانچہ سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا کہ:۔

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ[3]

عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

دوسری آیت میں اس طرح فرمایا کہ:۔

اِنَّا خَلَقۡنٰہُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ لَّازِبٍ[4]

بیشک ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے بنایا۔

کہیں یہ فرمایا کہ:۔

---

[1] ۔تفسیر صاوی، ج۱، ص۴۹، پ۱، البقرة: ۳۰

[2] ۔تفسیر صاوی، ج۱، ص۴۸، پ۱، البقرة: ۳۰

[3] ۔آل عمران: 59

[4] ۔الصافات: 11

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ [1]

اور بیشک ہم نے آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو اصل میں ایک سیاہ بودار گارا تھی۔

حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا:۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو خداوندِ قدوس نے بہشت میں رہنے کا حکم دیا تو آپ جنت میں تنہائی کی وجہ سے کچھ ملول ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نیند کا غلبہ فرمایا اور آپ گہری نیند سو گئے تو نیند ہی کی حالت میں آپ کی بائیں پسلی سے اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیدا فرما دیا۔

جب آپ نیند سے بیدار ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک نہایت ہی خوبصورت اور حسین وجمیل عورت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم کون ہو؟ اور کس لئے یہاں آئی ہو؟ تو حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ میں آپ کی بیوی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے پیدا فرمایا ہے تا کہ آپ کو مجھ سے اُنس اور سکون قلب حاصل ہو۔ اور مجھے آپ سے اُنسیت اور تسکین ملے اور ہم دونوں ایک دوسرے سے مل کر خوش رہیں اور پیار ومحبت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور خداوندِ قدوس عزوجل کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہیں۔ [2]

قرآن مجید میں چند مقامات پر اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء کے بارے میں ارشاد فرمایا، مثلاً!

وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً [3]

اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد وعورت پھیلا دیئے۔

حضرت آدم وحواء علیہما السلام کی تخلیق کا واقعہ مضامین قرآن مجید کے ان عجائبات میں سے ہے جس کے دامن میں بڑی بڑی عبرتوں اور نصیحتوں کے گوہر آبدار کے انبار پوشیدہ ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا اور حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا۔ قرآن کے اس فرمان سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ خلاق عالم جل جلالہ نے انسانوں کو چار طریقوں سے پیدا فرمایا ہے:

(۱) یہ کہ مرد وعورت دونوں کے ملاپ سے، جیسا کہ عام طور پر انسانوں کی پیدائش ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں صاف صاف اعلان ہے کہ

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (الدھر:2)

بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے

(۲) یہ کہ تنہا مرد سے ایک انسان پیدا ہو۔ اور وہ حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو

---

[1] الحجر:26

[2] تفسیر روح المعانی، ج ۱، ص ۳۱۶، پ ۱، البقرۃ:۳۵

[3] النساء:1

حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا فرما دیا۔

(۳) یہ کہ تنہا ایک عورت سے ایک انسان پیدا ہو۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو کہ پاک دامن کنواری بی بی مریم علیہا السلام کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

(۴) یہ کہ بغیر مرد و عورت کے بھی ایک انسان کو خداوندِ قدوس عزوجل نے پیدا فرما دیا اور وہ انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مٹی سے بنا دیا۔

ان واقعات سے مندرجہ ذیل اسباق کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔

(۱) خداوندِ قدوس ایسا قادر و قیوم اور خلاق ہے کہ انسانوں کو کسی خاص ایک ہی طریقے سے پیدا فرمانے کا پابند نہیں ہے، بلکہ وہ ایسی عظیم قدرت والا ہے کہ وہ جس طرح چاہے انسانوں کو پیدا فرما دے۔ چنانچہ مذکورہ بالا چار طریقوں سے اس نے انسانوں کو پیدا فرما دیا۔ جو اس کی قدرت و حکمت اور اس کی عظیم الشان خلاقیت کا نشانِ اعظم ہے۔

سبحان اللہ! خداوندِ قدوس کی شانِ خالقیت کی عظمت کا کیا کہنا؟ جس خلاقِ عالم نے کرسی و عرش اور لوح و قلم اور زمین و آسمان کو "کن" فرما کر موجود فرما دیا اس کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کے حضور خلقتِ انسانی کی بھلا حقیقت و حیثیت ہی کیا ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ تخلیق انسان اس قادر مطلق کا وہ تخلیقی شاہکار ہے کہ کائنات عالم میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ کیونکہ وجود انسان عالم خلق کی تمام مخلوقات کے نمونوں کا ایک جامع مرقع ہے۔ اللہ اکبر! کیا خوب ارشاد فرمایا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ۔

اَتَحْسِبُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيْرٌ وَفِيْكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ

اے انسان! کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے؟ حالانکہ تیری عظمت کا یہ حال ہے کہ تیرے اندر عالم اکبر سمٹا ہوا ہے۔

(۲) ممکن تھا کہ کوئی مرد یہ خیال کرتا کہ اگر ہم مردوں کی جماعت نہ ہوتی تو تنہا عورتوں سے کوئی انسان پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی طرح ممکن تھا کہ عورتوں کو یہ گمان ہوتا کہ اگر ہم عورتیں نہ ہوتیں تو تنہا مردوں سے کوئی انسان پیدا نہ ہوتا۔ اسی طرح ممکن تھا کہ عورت و مرد دونوں مل کر یہ ناز کرتے کہ اگر ہم مردوں اور عورتوں کا وجود نہ ہوتا تو کوئی انسان پیدا نہیں ہو سکتا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے چاروں طریقوں سے انسانوں کو پیدا فرما کر عورتوں اور مردوں دونوں کا منہ بند کر دیا کہ دیکھ لو، ہم ایسے قادر و قیوم ہیں کہ حضرت حواء علیہا السلام کو تنہا مرد یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرما دیا۔ لہٰذا اے عورتو! تم یہ گمان مت رکھو کہ اگر عورتیں نہ ہوتیں تو کوئی انسان پیدا نہ ہوتا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تنہا عورت کے شکم سے بغیر مرد کے پیدا فرما کر مردوں کو تنبیہ فرما دی کہ اے مردو! تم یہ ناز نہ کرو کہ اگر تم نہ ہوتے تو انسانوں کی پیدائش نہیں ہو سکتی تھی۔ دیکھ لو! ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تنہا عورت کے شکم سے بغیر مرد کے پیدا فرما دیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر مرد و عورت کے مٹی سے

پیدا فرما کر عورتوں اور مردوں کا منہ بند فرما دیا کہ اے عورتو! اور مردو! تم کبھی بھی اپنے دل میں خیال نہ لانا کہ اگر ہم دونوں نہ ہوتے تو انسانوں کی جماعت پیدا نہیں ہوسکتی تھی۔ دیکھ لو! حضرت آدم علیہ السلام کے نہ باپ ہیں نہ ماں، بلکہ ہم نے ان کو مٹی سے پیدا فرما دیا۔ سبحان اللہ! سچ فرمایا اللہ جل جلالہ نے کہ

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ [1]

اللہ ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے

وہ جس کو چاہے اور جیسے چاہے اور جب چاہے پیدا فرما دیتا ہے۔ اس کے افعال اور اس کی قدرت کسی اسباب وعلل، اور کسی خاص طور طریقوں کی بندشوں کے محتاج نہیں ہیں۔ وہ ''فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ'' ہے۔

یعنی وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (البروج:۱۶)۔

اس کی شان ''یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یُرِیْدُ'' ہے۔ یعنی جس چیز اور جس کام کا وہ ارادہ فرماتا ہے اسکو کرڈالتا ہے۔ نہ کوئی اسکی مشیت وارادہ میں دخل انداز ہوسکتا ہے، نہ کسی کو اسکے کسی کام میں چون وچرا کی مجال ہوسکتی ہے۔

جس طرح عالمِ آفاق کے جلوے عالمِ اَنفس میں اِجمالاً کارفرما ہیں اُسی طرح پوری آب وتاب کے ساتھ نظامِ ربوبیت کے آفاقی مظاہر حیاتِ انسانی کے اندر جلوہ فرما ہیں۔ اِنسان کے ''اَحسن تقویم'' کی شان کے ساتھ منصۂ خلق پر جلوہ گر ہونے سے پہلے اُس کی زندگی ایک اِرتقائی دَور سے گزری ہے۔ یہی اُس کے کیمیائی اِرتقاء کا دَور ہے۔ جس میں باری تعالیٰ کے نظامِ ربوبیت کا مطالعہ بجائے خود ایک دِلچسپ اور نہایت اہم موضوع ہے۔

قرآنِ مجید کے تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ اِنسانی زندگی کا کیمیائی اِرتقاء کم وبیش سات مرحلوں سے گزر کر تکمیل پذیر ہوا جو درج ذیل ہیں:

(۱) تراب (۲) ماء (۳) طین (۴) طین لازب (۵) صلصال من حماء مسنون (۶) صلصال کالفخار (۷) سلالہ من طین

کرۂ ارض پر تخلیقِ انسانی کے آغاز کے لئے خمیر بشریت اپنے کیمیائی اِرتقاء کے کن کن مراحل سے گزرا، اپنی صفائی اور لطافت کی آخری منزل کو پانے کے لئے کن کن تغیرات سے نبرد آزما ہوا اور بالآخر کس طرح اِس لائق ہوا کہ اُس سے حضرتِ اِنسان کا بشری پیکر تخلیق کیا جائے اور اُسے خلافت ونیابتِ الٰہیہ کے عالیشان منصب سے سرفراز کیا جائے! اُس کا کچھ نہ کچھ اندازہ تو مذکورہ بالا مراحل کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔ یہاں یہ امر پیشِ نظر رہے کہ اِن اِرتقائی مراحل کی جس ترتیب اور تفصیل کا ہم نے ذِکر کیا ہے اُسے حتمی نہ سمجھا جائے۔ کوئی بھی صاحبِ علم اِن جزئیات وتفصیلات کے بیان میں اِختلاف کرسکتا ہے۔ جو کچھ مطالعۂ قرآن سے ہم پر منکشف ہوا ہم نے

---

[1] الرعد:16

بلاتامل عرض کر دیا ہے۔ البتہ اِس قدر حقیقت سے کوئی اِنکار نہیں کر سکتا کہ آیاتِ قرآنی میں مختلف اَلفاظ و اِصطلاحات کے اِستعمال سے کیمیائی اِرتقاء کے تصوّر کی واضح نشاندہی ہوتی ہے۔

جب ارضی خمیرِ بشریت مختلف مراحل سے گزر کر پاک صاف ہو چکا اور اپنی جوہری حالت کو پہنچا تو اُس سے باری تعالیٰ نے پہلے اِنسان کی تخلیق ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کی صورت میں فرمائی اور فرشتوں سے اِرشاد فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ پیدا فرمانے والا ہوں جس کا پیکرِ بشریت اِس طرح تشکیل دُوں گا۔

اس کا تذکرہ قرآنِ مجید میں سورۃُ البقرہ، سورۃُ الحجر، سورۃُ الاعراف، اور دِیگر مقامات پر بیان کی گئی ہیں۔

فرشتوں کا اِس خیال کو ظاہر کرنا کہ یہ پیکرِ بشریت زمین میں خونریزی اور فساد انگیزی کرے گا، اِسی طرح اِبلیس کا اِنکارِ سجدہ کے جواز کے طور پر حضرت آدم علیہ السلام کی بشریت اور صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْن کا ذِکر کرنا وغیرہ، یہ سب اُمور اِس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اُن کی نظر اِنسان کی بشری تشکیل کے اِبتدائی اور دورانی مراحل پر تھی اور ایسا خیال وہ اُن اَجزائے ترکیبی کے خواص کے باعث کر رہے تھے جن کا اِستعمال کسی نہ کسی شکل میں اُس پیکرِ خاکی کی تخلیق میں ہوا تھا۔ وہ مٹی کی کثافت اور آگ کی حرارت جیسی اَشیاء کی طرف دھیان کئے ہوئے تھے، اُن کی نظر مٹی کی اُس جوہری حالت پر نہ تھی جو مصفّٰی اور مزکّٰی ہو کر سراسر کندن بن چکی تھی، جسے باری تعالیٰ 'سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ' سے تعبیر فرما رہا ہے۔ مٹی کی یہ جوہری حالت (سُلٰلَہ) کیمیائی تغیرات سے تزکیہ وتصفیہ کے ذریعے اب یقیناً اِس قابل ہو چکی تھی کہ اُس میں روحِ اِلٰہیہ پھونکی جاتی اور نفخِ رُوح کے ذریعے اُس کے پیکر کو فیوضاتِ اِلٰہیہ کے اَخذ وقبول اور اَنوار وتجلیاتِ ربانی کے اِنجذاب کے قابل بنا دیا جاتا۔ اِس لئے اِرشاد فرمایا گیا:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ O[1]

پھر جب میں اُس کی (ظاہری) تشکیل کو کامل طور پر درُست حالت میں لاچکوں اور اُس پیکرِ (بشری کے باطن) میں اپنی (نورانی) رُوح پھونک دُوں تو تم اُس کے لئے سجدے میں گر پڑنا

چنانچہ بشریتِ اِنسانی کی اسی جوہری حالت کو سنوارا گیا اور اُسے نفخِ رُوح کے ذریعے عَلَّمَ آدَمَ الاَسْمَاءَ كُلَّهَا (اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیئے) کا مصداق بنایا گیا اور تب ہی حضرتِ اِنسان مسجودِ ملائک ہوا، اور ابلیس سجدہ نہ کر کے راندہ درگاہ ہوا۔

---

[1] الحجر:۲۹

كثرة الملائكة جدا
فرشتوں کی کثرت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما يعلم جنود ربك الا هو(المدثر)

اور کوئی نہیں جانتا آپ کے رب کے لشکروں کو سوائے اس کے۔

اور امام بزار، ابوالشیخ اور ابن مندہ نے کتاب ''الرد علی الجہمیۃ'' میں نقل کیا ہے۔

عَنْ ابن عمرو قال خلق الله الملائكة من نور وينفخ فى ذالك ثم يقول ليكن منكم الف الفان فان من الملائكة لخلقا اصغر من الذباب وليس شيء اكثر من الملائكة

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا فرمایا اور اس میں روح ڈالی پھر فرمایا اب تم بیس لاکھ ہو جاؤ۔ پس فرشتے پیدائش کے اعتبار سے مکھی سے بھی چھوٹے ہیں اور ان کی تعداد سے زیادہ تعداد بھی کسی کی نہیں۔[1]

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے:

عَنْ ابن مسعود قال ما فى السموات شيء منها موضع الا وعليه جبهة ملك او قدماه ثم قرأ "وانا لنحن الصافون".[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: آسمانوں میں کہیں بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پر کسی فرشتہ کی پیشانی یا اس کے قدم نہ ہوں پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''اور ہم پرے باندھے (مقام نیاز میں) کھڑے ہیں''۔

راوی حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

ذہین وفطین اور صاحب الرائے انسان جن کے چہرے پر عیاں آثارِ فطانت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں اس وقت پڑیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ کے نواح میں ان کے پاس سے گزرے اس

---

[1] مسند بزار، کتاب العظمۃ (ابوالشیخ، کتاب الرد علی الجہمیہ امام ابن مندر)

[2] شعب الایمان امام بیہقی

وقت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ عقبہ بن ابی معیط کے مویشی چرا رہے تھے آغاز شباب تھا دونوں حضرات نے ان سے کہا: او لڑکے! تمہارے پاس ہمیں پلانے کے لئے دودھ ہے؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میرے یہ مویشی کسی کی امانت ہے اس لیے میں آپ حضرات کونہیں پلاسکتا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی ایسی اونٹنی ہے جس سے سانڈ نے ابھی تک جفتی نہ کی ہو؟ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اثبات میں جواب دیا، دونوں حضرات اونٹنی کے پاس چلے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاؤں باندھ کر تھن پر دست مبارک پھیرا اور اللہ سے دعا کی؛ چنانچہ اونٹنی کا تھن دودھ سے لبریز ہوگیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک پیالہ نما پتھر لے آئے اس میں اونٹنی کا دودھ نکالا گیا اور دونوں حضرات نے اسے نوش فرمایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھن کو سکڑ جانے کے لئے کہا چنانچہ تھن سکڑ گیا اور اپنی اصلی حالت پر عود کر آیا۔

اس کرشمۂ قدرت اور معجزۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دل پر بے حد اثر کیا، آگے بڑھے اور عرض کیا: مجھے بھی یہ "قول سکھا دیجئے" ان کی مراد وہ دعا تھی جو حضور صلی اللہ نے مانگی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: ''إِنَّكَ غُلَامٌ مُعَلَّمٌ'' یعنی تم نے تو بہت کچھ سیکھ رکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی آنکھیں خیرہ کردی اور آپ جلد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں شامل ہوگئے، جس میں آپ کا چھٹا نمبر تھا۔[1]

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اول درجے کے فقیہ تھے اس بات کی گواہی اہل علم اور اہل فضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے دی ہے اور باوجود اس حقیقت کے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ستارہ مدینہ منورہ میں اسقدر نہیں چمکا جس قدر عراق میں چمکا تھا کچھ تو اسلئے کہ مدینہ منورہ میں فتویٰ دینے والے بڑے بڑے اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہ کی کثیر تعداد موجود تھی اور کچھ اس لئے کہ مدنی معاشرہ کی اس حالت میں کوئی بڑا تغیر نہیں آیا تھا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے چھوڑ گئے تھے مگر اس کے باوجود مدینہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حیثیت ایک ایسے عالم کی تھی جنکی طرف لوگوں کی نظریں اٹھتی تھیں۔

جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے عراق منتقل ہوگئے تاکہ وہاں کے تہذیبی طوفان کا مقابلہ کریں اور نئے نئے مسائل جو وہاں پیدا ہوں انہیں حل کرسکیں، تو آپ کی حیثیت سب سے بڑے اور سربرآوردہ عالم کی ہوگئی اور لوگ آپ کے چشمۂ علم سے فیضیاب ہونے کے لئے آپ کے گرد جمع ہوگئے اہل عراق کے بڑوں دانائی اور سربرآوردہ لوگوں نے آپ کو اپنی ذات کے لئے منتخب کرلیا آپ کو ان سے الفت ہوگئی اور انہیں آپ سے اور ان میں آپ کو اپنی ذات اور اپنی شخصیت کا پھیلاؤ نظر آنے لگا، اور آپ نے انہیں اپنی محبت سے نوازا ان کے متعلق آپ کہا کرتے تھے" تم

---

[1] اسد الغابہ: ۳/ ۳۹۴، ۹۵۔ صفوۃ الصفوۃ: ۱/ ۳۹۵

میرے دل کی جلا ہو۔[1]

آپ ان میں علم بانٹنے میں کبھی بخل نہ کرتے جسکے نتیجے میں آپ کے ہاتھوں فقہاء کی ایک پوری جماعت تیار ہوگئی، جن میں نمایا ترین آپ کے وہ مشہور فقہا ہیں جن کے نام یہ ہیں، حضرت علقمہ بن قیس نخعی، حضرت اسود بن یزید نخعی، حضرت عبیدہ سلمانی، حضرت مسروق بن الاجدع، حضرت عمر بن شرحبیل ہمدانی اور حضرت حارث بن قیس جعفی رحمہم اللہ۔[2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے والے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے فوقیت لے گئے تھے؛ حتی کہ شعبی کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کے اتنے شاگرد نہیں تھے جتنے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تھے۔[3]

ان شاگردوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتوں اور ان کے علم کو نہ صرف اپنے سینوں میں محفوظ کرلیا بلکہ انہیں تحریری شکل بھی دے دی اور ان کے مقاصد اور جہات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا، ابن جریر طبری کا کہنا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سوا ایسا کوئی شخص نہیں گزرا جسکے حلقے درس میں اس قدر مشہور لوگ ہوں اور جنہوں نے استاذ کے فتوں اور فقہی مسلک کو تحریری شکل دے دیا۔[4]

ان شاگردوں میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہ کے سب سے بڑے حافظ اور سب سے بڑے پیرکار علقمہ بن قیس نخعی رحمہ اللہ تھے، اس لئے کہ وہی اپنے استاذ کے پاس سب سے زیادہ وقت گزارا کرتے تھے، یہاں تک کہ رات بھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گزارتے، ان کی خدمت کرتے اور ان دین کا علم حاصل کرتے پھر علقمہ کے ہاں اولاد کا نہ ہونا بھی اس عمل کے لئے بڑی سازگار رہی کیونکہ ان پر کوئی ذمہ داری نہیں تھیں۔

ایک طرف تو ان کی قوتِ اجتہاد وجلالتِ شان کا یہ حال تھا لیکن دوسری طرف حزم واحتیاط کا یہ عالم تھا کہ نا معلوم مسائل میں کبھی رائے زنی سے کام نہ لیتے اور اپنے شاگردوں کو ہمیشہ ہدایت فرمایا کرتے کہ جس چیز کو تم نہ جانتے ہو اس کی نسبت یہ نہ کہا کرو کہ میری رائے یہ ہے یا میرا خیال یہ ہے بلکہ صاف کہدیا کرو کہ میں نہیں جانتا۔[5]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ جوان کے خاص تلامذہ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اکثر حسرت وافسوس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جبکہ علماء باقی نہ رہیں گے اور لوگ ایسے جاہلوں کو

---

[1] صفوۃ الصفوۃ: ۱/ ۴۱۳

[2] ابن ابی شیبہ: ۲/ ۱۶۵

[3] مصنف عبد الرزاق: ۱۰/ ۲۶۹

[4] اعلام الموقعین: ۱/ ۲۰

[5] اعلام الموقعین: ۱/ ۶۴

سردار بنالیں گے جو تمام امور کو محض اپنی عقل ورائے سے قیاس کریں گے۔[1]

ایک مرتبہ ان کے پاس یہ استفتاء آیا کہ ایک عورت کا نکاح ہوا لیکن اس میں مہر کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا یہاں تک کہ اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا اس کے لئے کیا حکم ہے وہ مہر و وراثت کی مستحق ہے یا نہیں؟ چونکہ ان کو اس کے متعلق واقفیت نہ تھی اس لئے لوگوں کے ضد اور اصرار کے باوجود تقریباً ایک مہینہ تک خاموش رہے اور اس مسئلے پر غور کرتے رہے لیکن جب زیادہ مجبور کئے گئے تو بولے میرا فیصلہ یہ ہے کہ وہ مہر مثل اور وراثت کی مستحق ہے اور اس کو عدت میں بیٹھنا چاہئے، پھر فرمایا: اگر یہ صحیح ہے تو خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے خدا اور اس کا رسول ﷺ اس سے بری ہے اس وقت حاضرین میں صحابی حضرت جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسنان رضی اللہ عنہ موجود تھے انہوں نے اٹھ کر کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول ﷺ نے بروع بنت واشق کے حق میں بھی یہی فیصلہ فرمایا تھا اس توافق سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو غیر معمولی مسرت حاصل ہوئی، راوی کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جس قدر خوش ہوئے اتنا خوش میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔[2]

اس روایت میں جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس عورت کے مہر کے بارے میں پوچھا گیا جس کا مہر مقرر نہیں ہوا اور اس کا شوہر دخول سے پہلے مر گیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس بارے میں قیاس واجتہاد کر کے جواب دوں گا، پھر قیاس کر کے جواب دیا کہ اس عورت کا مہر بلا کم وبیش اس کا مہر مثل ہے اگر قیاس حجت نہ ہوتا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ قیاس کر کے مسئلہ کا حکم نہ بیان فرماتے۔

اگر کبھی حضرت ابن مسعود فتوی دیتے اور بعد میں اس کے خلاف ثابت ہو جاتا تو فوراً اس سے رجوع کر لیتے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے تھی کہ صرف عقد نکاح سے بیوی کی ماں شوہر کے لئے حرام نہیں ہو جاتی جب تک ہم بستری نہ ہو جائے؛ لیکن آپ نے جلد ہی اس رائے سے رجوع کر لیا اور پھر آپ کا مسلک یہ ہو گیا کہ صرف عقد سے ہی حرمت پیدا ہو جاتی ہے، اس میں دخول یا ہمبستری کی کوئی شرط نہیں ہے، آپ کی رائے میں تبدیلی کے پس منظر میں ایک مشہور واقعہ ہے، ایک شخص بنوشمخ بن فزارہ کی ایک عورت سے نکاح کر لیا پھر اس کی نظر اس عورت کی ماں پر پڑ گئی جو اس کا دل لبھا گئی، اس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا کہ میں فلاں عورت سے نکاح کیا تھا اور ابھی ہم بستری بھی نہیں ہوئی تھی کہ میری نظر اس کی ماں پر پڑ گئی جو مجھے بہت اچھی لگی، آیا میں اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس سے نکاح کر سکتا ہوں؟ آپ نے اثبات میں" جواب دیا" چنانچہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دیکر اس کی ماں سے نکاح کر لیا پھر آپ

---

[1] اعلام الموقعین: ۱/ ۶۴

[2] ابوداؤد: کتاب النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم صداقھا۔ ترمذی: کتاب النکاح۔ نسائی: کتاب النکاح۔ سنن بیہقی: ۶/ ۱۴۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/ ۱۳۹، ۲۲۳

مدینہ منورہ گئے اور وہاں دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا سب نے یہی کہا ایسا کرنا درست نہیں ہے؛ پھر آپ کوفہ واپس گئے اور بنوشمخ میں جا کر اس شخص کو تلاش کیا اور اسے اپنی بیوی سے علیحدگی کا حکم دیا لوگوں نے عرض کیا اب تو یہ بہت مشکل ہے؛ چونکہ اس کے کئی بچے پیدا ہو چکے ہیں، آپ نے فرمایا چاہے جو کچھ بھی ہو وہ ہر صورت اس مرد سے علیحدگی اختیار کرے اس لئے کہ یہ اللہ کی طرف سے حرام ہے۔[1]

غرض آپ رضی اللہ عنہ نے حق کے سامنے آتے ہی قبولیت حق کے سلسلے میں بے نفسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حق کے آگے سپردگی کر دی۔

الغرض حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان فاضل صحابہ میں ہیں جو فقہ کے مؤسس اور بانی سمجھے جاتے ہیں خصوصاً فقہ حنفی کی عمارت تمام تر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کے سنگ اساس پر تعمیر ہوئی، کیونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مخصوص تلامذہ میں سے علقمہ رضی اللہ عنہ اور اسود نے فقہ میں خاص شہرت حاصل کی، پھر ان کے بعد ابراہیم نخعی نے کوفہ کی فقہ کو بہت کچھ وسعت دی یہاں تک کہ ان کو فقیہ العراق کا لقب ملا، ابراہیم نخعی کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ کا نہایت کافی ذخیرہ تھا جو ان کو تمام تر زبانی یاد تھا، ان سے حماد نے حاصل کیا اور حماد سے منتقل ہو کر وہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حصہ میں آیا، جنہوں نے اپنے علم واجتہاد سے اس کو اس قدر وسعت دی کہ آج اکثر دنیاء اسلام ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہے۔

اور ابوالشیخ نے نقل کیا ہے:

عَنْ سعید بن جبیر قال ما فی السماء موضع الا علیہ ملك اما ساجد واما قائم حتی تقوم الساعة

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: آسمان میں کوئی جگہ نہیں ہے مگر اس پر کوئی فرشتہ سجدہ میں گرا ہوا ہے یا قیام میں موجود ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔[2]

راوی حدیث حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سعید بن جبیر تابعین کے ائمہ کبار میں تھے۔

سعید نام، ابوعبداللہ کنیت، بنی والبہ بن حارث اسدی کے غلام تھے، اس نسبت سے وہ والبی کہلاتے تھے، ان کا شمار ان تابعین میں ہے، جو علم وعمل کے مجمع البحرین تھے۔ فضل وکمال سعید کا آغاز اگرچہ غلامی سے ہوا، لیکن آگے چل کر وہ اقلیم علم کے تاجدار بنے، حافظ ذہبی انہیں علمائے اعلام میں لکھتے ہیں۔[3]

---

[1] مصنف عبدالرزاق: ۶/ ۲۷۳۔ مصنف ابن شیبہ: ۱/ ۲۰۲۔ تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۷۰

[2] ابوالشیخ، درمنثور ۵/ ۲۹۲، تفسیر الماوردی ۳/ ۲۳، ابوالشیخ، ۵۰۶

[3] تذکرہ الحفاظ: حافظ ذہبی 1/ 65

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ سعید تفسیر، حدیث، فقہ، عبادت اور زہد وورع جملہ کمالات میں وہ کبار ائمہ اور سرکردہ تابعین میں تھے۔[1]

حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے گو اس زمانہ میں ہوش سنبھالا، جب اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد اس دار فانی سے جا چکی تھی، پھر بھی باقیات صالحات میں عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، ابوسعید خدری، ابوہریرہ، عائشہ صدیقہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہ علمائے صحابہ موجود تھے، حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ان کے فیضان علم سے پورے طور سے مستفید ہوئے۔[2]

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی ذات جملہ علوم وفنون کی جامع تھی، جو کمالات دوسرے علما میں فرداً فرداً تھے، وہ ان کی ذات میں تنہا مجتمع تھے، خصیف کا بیان ہے کہ مسائل طلاق کے سب سے بڑے عالم حضرت سعید بن مسیب تھے، حج کے عطاء تھے، حلال وحرام کے طاؤس تھے اور تفسیر کے مجاہد تھے اور ان سب کی جامع سعید بن جبیر کی ذات تھی۔[3]

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ علم کا ایسا سرچشمہ تھے جس کی اس عہد کے تمام علما کو احتیاج تھی، میمون بن مہران کا بیان ہے کہ حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے وقت میں انتقال کیا کہ روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہ تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ رہا ہو۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے علم وفن کا یہ ذخیرہ اپنی ذات تک محدود نہ رکھا؛ بلکہ جہاں تک ہو سکا اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچایا، آپ کے بعض کوتاہ نظر اصحاب آپ کو حدیث بیان کرنے پر ملامت کرتے تھے، آپ انہیں جواب دیتے، مجھے تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے حدیث بیان کرنا زیادہ پسند ہے، بہ نسبت اس کے کہ میں اسے اپنی قبر میں ساتھ لے جاؤں۔[4]

حضرت سعید جبیر رحمۃ اللہ علیہ بڑے تابعین میں سے ہیں، ان کو حجاج بن یوسف نے گرفتار کرا لیا، اس کو آپ سے مخالفت تھی، اس لیے وہ چاہتا تھا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ اس نے آپ کو اپنے سامنے بلایا اور پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: سعید بن جبیرؒ اس نے کہا: مجھے تم شقی بن کسیر لگتے ہو۔ سعید کے بالمقابل شقی جس کا معنی ہے ''بدبخت'' اور اور جبیر کہتے ہیں ''اصلاح کی ہوئی چیز'' اور کسیر کسر سے ہے جس کا معنی ہے ٹوٹی ہوئی چیز۔ انہوں نے جواب دیا جس ماں نے میرا نام رکھا ہے وہ مجھے تم سے بہتر جانتی تھی۔ حجاج نے کہا تو بھی بدبخت، تیری ماں بھی بدبخت۔ انہوں نے آگے سے جواب دیا: غائب کا علم اللہ کے پاس ہے۔ اس نے غصے میں آ کر کہا: میں ابھی تجھے جہنم رسید کرتا ہوں۔ تو جواب میں فرمانے لگے: اگر میں تجھے اتنے اختیار والا سمجھتا کہ تو مجھے جہنم میں بھیجنے کے قابل ہے تو میں تجھے سجدہ کرنا شروع کر دیتا۔ اس جواب پر وہ بڑا زچ ہوا، حالانکہ موت کے وقت تو بندے کا گلا ہی خشک ہو جاتا ہے، آواز ہی نہیں نکلتی اور ان کی دیکھیں کہ شیر کی طرح آگے سے گرج کر جواب دے رہے ہیں۔ حجاج کہنے لگا: اچھا تو تم کیسے قتل ہونا پسند کرو گے؟ جواب

---

[1] تہذیب الاسماء، جلد 1 ول، ق 1، ص 216

[2] تہذیب التہذیب: 4/ 11

[3] ابن خلکان: 1/ 305

[4] ابن سعد: 7/ 186

میں فرمایا: جیسا آپ خود قتل ہونا پسند کریں، میں بھی ویسے ہی پسند کروں گا۔ حجاج بڑا پریشان ہوا، کہنے لگا: اچھا میں جلاد کو بلاتا ہوں، اس نے جلاد کو بلایا اور کہا کہ اس کو قتل کر دو! تو جیسے انہوں نے سنا تو تیار ہونے لگے۔ حجاج نے پوچھا: تمہاری کوئی آخری خواہش اور تمنا؟ فرمایا: ہاں! دو رکعت نفل پڑھنا چاہتا ہوں۔ کہنے لگا: ٹھیک ہے پڑھ لو۔ انہوں نے دو رکعت تو پڑھیں مگر بڑی خفیف اور ہلکی، جلدی جلدی مکمل کر لیں۔ اس پر حجاج بڑا حیران ہوا اور کہا: مشہور تو ہے تم بڑی لمبی نماز پڑھتے ہو اور آج تو دو رکعت تم نے بڑی ہلکی پڑھیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب میں فرمایا: میں آج نماز ہلکی اس لیے پڑھی کہ تمہارے دل میں گمان نہ ہو کہ موت کے ڈر کی وجہ سے یہ اپنی نماز لمبی کر رہا ہے، اس لیے مختصر نماز پڑھی۔ اس نے کہا اچھا اس کو لٹاؤ! جب انہوں نے آپ کو لٹایا تو انہوں نے فوراً! اپنا چہرہ قبلے کی طرف کیا اور پڑھا: ترجمہ: ''سب سے یکسو ہو کر میں اپنے منہ کو اسی کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائی'' اس پر اس کو غصہ آیا اور کہا اس کا چہرہ قبلے کی طرف سے پھیر دو، تو لوگوں نے ان کا چہرہ قبلے کی طرف سے پھیر کر رخ بدل دیا تو وہ پڑھنے لگے، ترجمہ ''پس تم جس طرف بھی رخ کرو ادھر ہی اللہ کا رخ ہے'' اس نے کہا اس کا چہرہ زمین کی طرف کر کے اوندھا لٹا دو، جب ان کو اوندھا لٹایا تو زمین پر لیٹ کر پڑھنے لگے۔ ترجمہ ''اس زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اس میں لوٹائیں گے اور دوبارہ اسی سے نکالیں گے''۔ جب انہیں شہید کیا تو اتنا خون نکلا اتنا خون نکلا کہ جگہ ہی ساری خون سے بھر گئی، لوگ بھی حیران اور حجاج بن یوسف بھی حیران تھا، اس نے اطبا سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ؟ بڑے لوگوں کو قتل کیا گیا مگر بس تھوڑا سا خون نکلتا تھا، لیکن آج تو اتنا خون نکلا کہ حیران ہیں، اطبا نے جواب دیا کہ علم طب کی رو سے محسوس ہوتا ہے کہ پہلے لوگوں کو جو قتل کیا جاتا تھا، ان کے دل میں موت کا خوف سوار ہوتا تھا، اس خوف کی وجہ سے ان کا خون خشک ہو جاتا تھا، تو قتل کرنے کے باوجود تھوڑا نکلتا تھا، اس بندے کو جو قتل کیا گیا تو لگتا ہے کہ موت کا خوف تھا ہی نہیں، لہٰذا جتنا خون تھا اصل حال میں باقی رہا اور ان کی شہادت کے بعد سارا خون جسم سے باہر نکلا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ موت کا خوف ان کے دلوں میں تھا ہی نہیں، کیسے لوگ تھے![1]

عَنْ أبی ذر قَالَ قَالَ رسول الله اطت السماء و حق لها ان تنط ما منها موضع اربع اصابع الا و علیه ملك واضع جبهته۔[2]

---

[1] حلیۃ الاولیاء ۴/ ۲۹۰۔ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۳۳۰۔ سری السلف ۳۷۸

[2] الترمذی الزهد ب۹ رواه الترمذی بلفظة وزاد علیه (والله لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا وما تلذذتم بالنساء علی الفرش ولخرجتم الی الصعدات تجارون الی الله لوددت انی کنت شجرة تعضد) قال ابو عیسیٰ: وفی الباب عن ابی هریرة وعائشة وابن عباس وانس رضی الله عنهم. قال هذا حدیث حسن غریب. ویروی من غیر هذا الوجه ان اباذر قال: لوددت انی شجرة تعضد. انظر ابن ماجه الزهد باب ۱۹ حدیث رقم ۱۹۰ وروی الحدیث عن ابی ذر مع اختلاف فی الفاظ الحدیث. وله زیادة طویلة. وانظر مسند احمد ۵/۱۷۳، الحاکم ۲/ ۵۱۰، ۴/ ۵۷۹. وانظر البیهقی ۷/ ۵۲. وروی الحدیث عن ابی ذر مع اختلاف فی الالفاظ وله زیادة طویلة. اتحاف السادة المتقین ۱۰/ ۲۱۷. الدر المنثور ۵/ ۲۹۲

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔فرماتے ہیں: جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان چرچراتا ہے اور اسے حق ہے کہ چرچرائے اس میں چار انگل کی جگہ بھی ایسی نہیں مگر اس پر کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے موجود ہے (یعنی سجدہ میں ہے)

راوی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں علم ہوا تو انہوں نے اپنے بھائی انیس سے کہا: دیکھو، مکہ جاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں خبر لے کر آؤ جو خود کو نبی بتاتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے۔تم جا کر ان کی باتیں خود سننا اور واپس لوٹ کر مجھے بتانا۔چنانچہ انیس وہاں سے روانہ ہوئے اور مکہ پہنچ کر از خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سنیں۔واپس لوٹے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ میں نے ان کی باتیں خود سنی ہیں۔وہ لوگوں کو اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں اور میں نے ان سے جو کلام سنا ہے وہ شعر نہیں ہے۔اس پر ابوذر نے کہا: جس مقصد کے لئے میں تم کو مکہ بھیجا تھا، مجھے پوری طرح سے تشفی نہیں ہوئی۔انہوں نے خود توشہ باندھا۔پانی سے بھرا ہوا ایک پرانا مشکیزہ اپنے ساتھ لیا اور مکہ پہنچے۔مسجد حرام میں حاضری دی اور یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا۔ابوذر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے آپ کے بارے میں پوچھنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔کچھ رات گزری تو وہ لیٹ گئے۔علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر بھانپ لیا کہ آپ مسافر ہیں۔علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ چلیں میرے گھر پر آرام کریں۔ابوذر رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔دونوں میں سے کسی نے ایک دوسرے سے بات نہیں کی۔جب صبح ہوئی تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا مشکیزہ اور توشہ اٹھایا اور مسجد حرام میں پہنچ گئے۔یہ دن بھی یونہی گزر گیا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھ سکے۔رات ہوئی تو سونے کی تیاری کرنے لگے کہ ایک بار پھر ان کے پاس سے علی رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اس جگہ دیکھ کر سمجھ لیا کہ ابھی تک انہیں اپنا ٹھکانہ نہیں ملا ہے۔وہ پھر ابوذر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے آئے لیکن آج بھی کسی نے ایک دوسرے سے بات نہیں کی۔تیسرے دن بھی یونہی معاملہ پیش آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ آپ یہاں کس کام سے تشریف لائے ہیں؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ضرور، اگر آپ میری رہنمائی کرنے کا وعدہ کریں تو میں آپ کو سب کچھ بتادوں گا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب وعدہ کر لیا تو انہوں نے اپنے خیالات کی خبر دی۔علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یقینی طور پر وہ حق پر ہیں اور وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کل صبح آپ میرے ساتھ پیچھے پیچھے چلنا۔اگر میں راستے میں کوئی ایسی بات دیکھوں گا جس سے آپ کے بارے میں خطرہ ہوگا تو میں کھڑا ہو جاؤں گا (کسی دیوار کے قریب) گویا میں پیشاب کر رہا ہوں۔اس وقت آپ میرا انتظار نہ کرنا۔پھر جب میں چلنے لگوں تو آپ میرے پیچھے چل پڑنا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔اس کے بعد

میں جس گھر میں داخل ہوں گا، آپ بھی اس میں داخل ہو جانا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا حتی کہ علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ آپ کی باتیں سنیں اور فورا حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: تم اپنی قوم بنوغفار میں واپس جاؤ اور انہیں میرے بارے میں بتاؤ۔ جب تمہیں ہمارے غلبہ کا علم ہو جائے تو تم ہمارے پاس آجانا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں ان قریشیوں کے مجمع میں کلمہ توحید کا اعلان کروں گا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکل کر مسجد حرام میں پہنچے اور باآواز بلند کلمہ شہادت کی گواہی دی۔ یہ سنتے ہی سارا مجمع ان پر ٹوٹ پڑا اور انہیں اتنا مارا کہ انہیں زمین پر لٹا دیا۔ اتنے میں عباس رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے اور ابوذر کے اوپر اپنے آپ کو ڈال کر کہا: افسوس! کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ یہ شخص قبیلہ بنوغفار کا ایک فرد ہے اور شام جانے والا تاجروں کا راستہ ان کے قبیلہ سے ہی ہو کر گزرتا ہے۔ اس طرح سے عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں کفار ومشرکین کے شروفساد سے بچایا۔ دوسرے روز بھی ابوذر رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام میں پہنچ کر اسی انداز میں اسلام کا اظہار کیا تو اس بار بھی کفار کے مظالم کو اسی طرح سے سہنا پڑا اور ایک بار پھر عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں بچالیا۔

آپ رضی اللہ عنہ چند دنوں تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کے بعد اپنے قبیلہ میں واپس چلے گئے اور تقریبا تیرہ سال بعد خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔

آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لگ گئے اور آپ کی اہلیہ محترمہ امہات المومنین کی خدمت میں لگ گئیں۔

ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ اونٹ آئے۔ آپ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے پوچھا: ان اونٹوں کو کون چرائے گا؟ یہ سن کر ابوذر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور آپ سے عرض کیا: میرا بیٹا ذر۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذر کو صدقات کے اونٹوں کو چرانے پر مکلف کیا تو وہ اپنی اہلیہ لیلیٰ کے ہمراہ مدینہ کی چراگاہ غابہ میں پہنچ گئے اور وہاں صدقات کے اونٹوں کو چرانا شروع کر دیا۔ ادھر عبداللہ بن حسن بن حذیفہ بن بدر کو معلوم ہوا کہ مدینہ کی چراگاہ میں بہت سارے اونٹ چرتے ہیں اور ان پر صرف ایک ہی نگہبان ہے۔ وہ بنوغطفان کے کچھ لوگوں کے ہمراہ چراگاہ پر حملہ آور ہوا اور چرواہے (ذر) کو قتل کر دیا اور ان کی بیوی کو اٹھا لیا اور اونٹ ہانک کر لے جانے لگا، اس دوران سلمہ بن اکوع کی نظر اس پر پڑی جنہوں نے بہت کم وقت میں پورے واقعہ کو تاڑ لیا۔ سلمہ رضی اللہ عنہ کی آواز انتہائی بلند تھی۔ وہ ایک چوٹی پر چڑھ گئے اور باآواز بلند چلائے کہ جلدی کرو، غطفانی حملہ آور ہوئے ہیں اور اونٹوں کو ہانک کر لے جا رہے ہیں۔

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے ان غطفانیوں کے تعاقب میں صحابہ کرام کو بھیجا جنہوں نے اونٹوں کو چھڑا لیا اور لیلیٰ کو بھی واپس لے آئے۔ لیلیٰ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو عرض کیا: اللہ کے رسول! میں گرفتاری اور قید کے دوران آپ کی چہیتی اونٹنی عضباء پر سوار رہی، اس دوران میں نے

یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نجات دے گا تو میں اسے ضرور ذبح کروں گی۔ یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گویا ہوئے کہ تم نے تو عضباء کو بہت بہتر بدلہ دیا۔ اس نے تمہاری جان بچائی اور تم نے اس کو ذبح کرنے کی نذر مان لی اور یہ بھی تو دیکھو کہ عضباء میری اونٹنی ہے، تمہاری نہیں۔ آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو، اس کی نذر ماننا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال کے بعد ابوذر رضی اللہ عنہ کی کیفیت: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوذر رضی اللہ عنہ کو اتنی الفت تھی کہ آپ کی وفات ہوگئی تو ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہوگئی۔ حالت یہ تھی کہ جب آپ مدینہ کی گلیوں میں گزرتے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ چیزوں کو دیکھ کر اس قدر زاروقطار سے رویا کرتے تھے کہ آپ کی حالت انتہائی خراب ہوجایا کرتی تھی۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر ام ذر رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کرام نے مدینہ چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ آپ شام پہنچے اور وہاں سکونت اختیار فرمائی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کچھ دنوں تک شام میں قیام پذیر رہے، ایک آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے آپ سے پہلے سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ ان دنوں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تھی اور انہوں نے ترکہ میں جو مال چھوڑا تھا۔ اس کے بارے میں ہر جگہ چرچا تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے پوچھا: عبدالرحمن بن عوف نے جو مال اپنے پیچھے چھوڑا ہے، اس کے بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتے رہے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ موقف چونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے موقف کے مخالف تھا، اس وجہ سے وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اپنی عصا لے کر بڑھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ انسان کی ضروریات سے جو چیز بھی زائد ہو، وہ کنز ہے۔ کسی بھی انسان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے پاس اپنی ضرورت سے زیادہ مال سنبھال کر رکھے۔ بہرحال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیچ بچاؤ سے معاملہ نرم ہوا، اس موقع پر امیر معاویہ گویا ہوئے کہ ابوذر! آپ نے ابھی جو کیا ہے، وہ اچھا نہیں تھا، نیز آپ نے جو موقف اختیار کر رکھا ہے وہ بھی درست نہیں ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ آپ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اتفاق کریں اور پھر یہ بھی سوچیں کہ اگر پوری دولت ہی دینا درست ہو تو زکوٰۃ اور نصاب زکوٰۃ بے سود ہوں گے۔ اس مسئلہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی شدید اختلاف ہوگیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر کہا: اللہ کی قسم! جب تک تم شام میں ہو، میں شام میں نہیں رہ سکتا۔

ادھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پورے واقعہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر آگاہ کیا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ دیکھو، تم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہرگز نہ الجھنا۔ وہ انتہائی موقر اور بزرگ انسان ہیں۔ چونکہ وہ قسم کھا چکے ہیں لہٰذا انہیں میری خدمت میں بھیج دو۔ اس طرح حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک بار پھر مدینہ پہنچے۔ وہاں پہنچنے کے بعد بھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے موقف کی تبلیغ کرتے رہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو

اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو کہا: آپ کی شخصیت یقینی طور پر انتہائی قابل احترام ہے۔ آپ نے جو موقف اختیار کر رکھا ہے، میری نظر میں آپ اس کا حق رکھتے ہیں لیکن بہرصورت آپ کو اس کی تبلیغ و ترویج کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔

امیر المومنین کا نظریہ سمجھ کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ آپ مجھے مدینہ کے علاوہ کسی دوسرے ایسے شہر میں رہنے کی اجازت دے دیں جہاں عوام نہ پہنچ سکے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ربذہ کے مقام پر چلے جائیں۔ اس طرح سے ابوذر رضی اللہ عنہ مقام ربذہ پہنچے اور وہیں اپنی پوری زندگی گزاردی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ان چنندہ اور خوش نصیب صحابہ کرام میں سے ایک ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق بخشی۔ آپ کا شمار جلیل القدر صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی قوم میں دعوت و تبلیغ کے مقصد سے بھیج دیا۔ وہ ایک مدت تک اپنی قوم اصلاح کا فریضہ انجام دیتے رہے لیکن جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہوں نے بھی ہجرت کیا اور آپ سے آملے اور پوری زندگی آپ کے ہمراہ رہے اور آپ کے ہمراہ سبھی غزوات میں شرکت فرمائی۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے لمبی مدت تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فرمائی اور آپ سے اصول دین وشریعت سیکھا۔ آپ زہد و ورع کے پیکر تھے اور آپ کے اندر تقوی وخشیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، صدق وصفا میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ علم و فضل سے نوازا تھا، احکام الٰہی پر عمل آوری آپ کا شیوہ تھا، حق بات کہنے میں ادنی تامل نہیں کرتے تھے اور نہ اس تعلق سے کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ ہی فرماتے تھے۔[2]

ابونعیم نے کہا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہمہ وقت خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر رہا کرتے تھے۔ آپ سے مسائل کے بارے میں سوالات کرتے اور اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لئے حریص رہا کرتے تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اصول وفروع، ایمان واحسان، رویت باری تعالیٰ، رب کے نزدیک محبوب ترین کلام، لیلۃ القدر کی فضیلت اور اس طرح کی بہت سارے مسائل کے بارے میں سوالات کئے حتی کہ نماز میں کنکر کو ہٹانے کے بارے میں استفسار کیا۔[3]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت: مدینہ تشریف آوری کے بعد ابوذر رضی اللہ عنہ کسی غزوے سے پیچھے نہیں رہے، سوائے ان غزوات کے جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سر کوئی خصوصی ذمہ داری سونپ دی، جیسا کہ

---

[1] سیر اعلام النبلاء 46/2

[2] سیر اعلام النبلاء 46/2

[3] حلیۃ الاولیاء 169/1

مؤرخین نے لکھا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ غزوہ ذات الرقاع اور غزوہ بنوالمصطلق میں شریک نہیں ہو سکے، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مدینہ کا امیر متعین کر دیا تھا۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ خندق میں اس وجہ سے شریک نہ ہو سکے تھے کہ ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم میں دعوت وتبلیغ کے مقصد سے بھیج دیا۔ جب یہ غزوات وقوع پذیر ہوئے تو ابوذر رضی اللہ عنہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اپنی قوم ہی میں تھے۔ جب انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی خبر ملی تو انہوں نے بھی مدینہ کی ہجرت کی۔[2]

غزوہ حنین میں قبیلہ غفار کا علم آپ کے ہاتھوں میں تھا۔[3]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک میں شرکت فرمائی تھی۔ ابن اسحق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کے لئے نکلے تو بہت سے لوگ آپ سے پیچھے رہ گئے۔ اس دوران لوگ آ آ کر آپ کو بتانے لگے کہ فلاں شخص پیچھے رہ گیا۔ لوگوں کی باتوں کو سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دیتے: ''جانے دو، اگر اس میں ذرہ برابر بھی بھلائی ہوگی تو وہ ضرور تم سے آملے گا۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہوگا تو گویا اللہ نے تمہیں اس سے آرام دیا''۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی خبر دی گئی کہ ابوذر رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے۔ درحقیقت واقعہ یہ تھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا اونٹ اڑ گیا تھا اور وہ چلنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ جب یہ حالت دیکھی تو انہوں نے اپنا پورا سامان اپنی پشت پر لاد لیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ اس دوران کسی صاحب کی نظر پڑی تو وہ گویا ہوا: شاید کوئی آرہا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: شاید یہ ابوذر ہوگا۔ لوگوں نے غور سے دیکھا تو کہا کہ اللہ کی قسم! یہ تو ابوذر ہی ہیں۔ اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم وکرم کا معاملہ فرمائے۔ یہ اکیلے چلتا ہے، اکیلے ہی وفات پائے گا اور اکیلے ہی مبعوث کیا جائے گا''۔[4]

اس غزوہ کے بارے میں ابوذر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں اپنے اونٹ کی کمزوری کی وجہ سے اس غزوہ میں پیچھے رہ گیا تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا کمال زہد: زہد اور دنیا سے بے رغبتی کی بات ہو اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہ ہو، ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے کمال زہد کا تذکرہ پڑھ کر عقلیں ششدر رہ جاتی ہیں کہ انہوں نے کس بے نیازی کے عالم میں زندگی گزاری، دنیا کے دھن دولت کو ٹھوکر مار دیا اور ایک چھوٹی سی کٹیا میں رہنے کو ترجیح دیا، بادشاہان اور حکمرانوں

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام 2/285، 401

[2] الطبقات الکبری لابن سعد 2/226

[3] سیر اعلام النبلاء 2/57

[4] تاریخ طبری 3/145، دلائل النبوۃ للبیہقی 5/221-222، مستدرک حاکم ۳/۵۰-۵۱، سیر اعلام النبلاء 2/56

کی رفاقت چھوڑ کر بادیہ نشینی کو ترجیح دی لیکن اپنے اصولوں سے سمجھوتہ نہیں کیا۔ دراصل حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خصوصی نگہداشت میں پرورش پائی تھی اور آپ کے ایک ایک جملہ کو اپنی زندگی میں نافذ کرنے کی کوشش فرمائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اعلانیہ کہا کرتے تھے کہ قیامت کے روز رسول اکرم ﷺ کے سب سے قریب میں ہی ہوں گا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری سنائی ہے کہ قیامت کے روز وہ شخص مجھ سے سب سے قریب ہوگا جو کہ دنیا سے اسی صورت میں سدھار جائے جس صورت میں اسے میں نے چھوڑا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں اسی حالت پر باقی ہوں۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے کمال زہد کا اندازہ لگانا ہو تو مندرجہ ذیل آثار کو ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس بندہ خدا نے کس طرح سے تقوی وخشیت کو اپنی کامیابی کا ضامن سمجھا۔ زہد وورع کو ترجیح دی اور دنیا کو ٹھکرا دیا۔

حضرت ابواسماء کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے جبکہ وہ مقام ربذہ میں تھے، ان کے پاس ان کی سیاہ فام صحت مند بیوی بھی تھی، لیکن اس پر بناؤ سنگھار یا خوشبو کے کوئی اثرات نہ تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا: اس حبشن کو دیکھو، یہ مجھے کیا کہتی ہے؟ یہ کہتی ہے کہ میں عراق چلا جاؤں تو وہاں کے لوگ اپنی دنیا کے ساتھ میرے پاس آئیں گے اور میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ جہنم کے پل پر ایک راستہ ہوگا جو لڑکھڑانے اور پھسلن والا ہوگا۔ اس لئے جب ہم اس پل پر پہنچیں تو ہمارے سامان میں کوئی وزنی چیز نہ ہونا اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ ہم وہاں سامان کے بوجھ تلے دبے ہوئے پہنچیں۔[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا گزر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا۔ انہوں نے ایک گھر تعمیر کی تھی۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ آپ اس چیز کو تعمیر کر رہے ہیں جسے ویران کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ بہتر ہوتا کہ ابھی جس حالت میں آپ ہیں اس کے مقابلے کسی گندگی میں لوٹ پوٹ کرتے ہوئے آپ کو دیکھتا۔[3]

حضرت عبداللہ بن خراش کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو مقام ربذہ میں دیکھا۔ آپ کے ہمراہ آپ کی کالی کلوٹی اہلیہ بھی تھیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ بہتر ہوتا کہ آپ اس سے بہتر خاتون سے شادی کر لیتے۔ یہ سن کر ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کسی ایسی خاتون کو اپنی بیوی بناؤں جو میرے لئے رفعت شانی کا ذریعہ بنے زیادہ بہتر ہے کہ کسی ایسی خاتون سے شادی کروں جو گناہ اور پستی کے دلدل میں ڈھکیلے۔[4]

حضرت عطا بن مروان نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ایک اونی چادر کا ازار بنائے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔ پوچھا: ابوذر! کیا

---

[1] مسند احمد 165/5

[2] مسند احمد/21746

[3] سیر اعلام النبلاء 74/2

[4] مصنف ابن ابی شیبہ 124/7

آپ کے پاس اس چار کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہے؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر کوئی دوسرا کپڑا ہوتا تو اسے میرے اوپر پاتے۔ عطا نے کہا: میں نے چند دنوں پہلے آپ کو دو کپڑے زیب تن کئے ہوئے دیکھا تھا۔ اس پر ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے بھتیجے! وہ کپڑا میں نے اسے دے دیا جو مجھ سے زیادہ اس کا حاجت مند تھا۔ عطا نے کہا: آپ ان دونوں کے زیادہ ضرورت مند ہیں۔ ابوذر نے جواباً عرض کیا: اللہ ہماری بخشش فرما۔ تم دنیا کو اہمیت دے رہے ہو۔ کیا تم مجھ پر یہ چادر نہیں دیکھ رہے ہو، میرے پاس مسجد کے لئے ایک دوسرا کپڑا ابھی ہے۔ ہمارے پاس بکریاں ہیں جن سے ہم دودھ پیتے ہیں، گدھے ہیں جن پر اپنے سامان ڈھوتے ہیں، خدام ہیں جو ہماری خدمت کرتے ہیں۔ ہم جن نعمتوں میں جی رہے ہیں، بھلا ان سے بہتر کیا نعمت ہوسکتی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا عالم یہ تھا کہ ایک وقت کھاتے تو دوسرے وقت بھوکے سوجایا کرتے تھے حتی کہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ خشک روٹیوں کو کھایا کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ جو کھاتے اپنے غلاموں کو وہی کھلاتے تھے اور جو پہنتے وہی پہناتے تھے۔ زہد کی مثال پڑھنی ہو تو ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پڑھیں کہ انہوں نے ترکہ میں دو خچر، ایک گدھا اور چند سواریاں چھوڑی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا کمال علم: علم وفقہ کے معاملہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہم پلہ تھے، جیسا کہ امام آجری نے ابوداود کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔[1]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے علم وفقہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: انہوں نے ایسے علوم بھی سیکھے جنہیں وہ برت نہیں سکے۔ وہ علم کے انتہائی حریص اور دین کے معاملہ میں متحمس تھے۔ وہ بے انتہا سوالات کیا کرتے تھے کبھی انہیں سوالوں کے جواب ملتے تو کبھی نہیں مل پاتے۔ حتی کہ انہیں وافر مقدار میں علم عطا کیا گیا۔[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے 281 حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں بارہ متفق علیہ ہیں۔ دو حدیثیں صحیح بخاری میں موجود ہیں اور نو صحیح مسلم میں۔[3]

وصال: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات 32ھ میں مقام ربذہ میں ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ جب ابوذر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ کے پاس موجود آپ کی اہلیہ محترمہ اور آپ کے خادم کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ کفن دفن کا بندوبست کیسے ہوگا۔ چنانچہ آپ نے کہا کہ جب میری موت ہوجائے تو میری جنازہ کو راستے پر رکھ دینا، مسلمانوں کا ایک قافلہ آئے تو انہیں کہنا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ جنازہ پڑا ہے، اسے دفن کرتے

---

[1] تہذیب التہذیب 90/12

[2] الطبقات الکبریٰ 232/2

[3] سیر اعلام النبلاء 5/2

جاؤ۔آپ کی وفات ہوگئی تو آپ کی بیوی اور غلام نے مل کر آپ کو غسل دیا اور کفن دے کر جنازے کو راستے پر لار کھا۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عراقیوں کے ہمراہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے تشریف لا رہے تھے۔انہوں نے ایک خاتون کو راستے پر کھڑا دیکھا تو پوچھا کہ کون ہیں؟ جواب دیا: ام ذر۔عبداللہ بن مسعود نے پوچھا: ابوذر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ ان کا جنازہ پڑا ہے۔انہیں دفن کرتے جاؤ۔یہ سن کر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ زاروقطار روئے اور ان کو دفن کیا اور پھر اپنے ساتھیوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشین گوئی سنائی کہ ابوذر تو اللہ کی راہ میں اکیلا ہی سفر کرتا ہے، اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی چند پر حکمت باتیں: قیامت کے روز دو درہم کے مالک انسان کا حساب وکتاب زیادہ سخت ہوگا ایک درہم کے مالک انسان کے مقابلے۔[1]

اللہ کی قسم! اگر تم لوگوں کو وہ سبھی باتیں معلوم ہوجائیں جو مجھے معلوم ہیں تو تم لوگ اپنی بیویوں سے ہم بستری کرنا اور بستروں پر جانا چھوڑ دو گے۔اللہ کی قسم! بہتر ہوتا کہ اللہ نے مجھے ایک درخت بنایا ہوتا ہے جس کے پھل کو توڑ کر لوگ کھالیتے ہیں۔[2]

نیکیوں کے ساتھ اتنی دعا کافی ہوگی جتنی نمک کھانے کے لئے کافی ہوا کرتی ہے۔[3]

لوگ مرنے کے لئے ہی اس دنیا میں پیدا ہوتے ہیں اور ویرانی کے لئے گھر تعمیر کرتے ہیں۔وہ فنا ہونے والی چیزوں کی خواہش رکھتے ہیں اور باقی رہنے والی چیزوں کو فراموش کر بیٹھتے ہیں۔خبردار! دو ناپسند کی جانے والی چیزیں کیا ہی بہتر ہیں ایک موت اور دوسری فقیری۔[4]

بہتر دوست تنہائی سے بہتر ہے۔تنہائی برے ساتھی سے اچھی ہے۔بھلی باتیں کرنے والا خاموش انسان سے بہتر ہے اور شر وفساد کی باتیں کرنے والے انسان سے خاموش انسان عمدہ ہے......"۔[5]

ان پر حکمت اقوال سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زندگی کن اصولوں اور بنیادوں پر استوار تھی اور انہوں نے اپنی پوری زندگی انہی اصولوں اور بنیادوں پر گزار دی۔ابوذر رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی دنیا کو اپنے قریب نہیں پھڑکنے دیا بلکہ "کنز" کے تعلق سے آپ کا ایک الگ ہی موقف تھا۔کہا کرتے تھے کہ اگر کسی انسان کے پاس ایک وقت کے کھانے پینے سے زیادہ کی روزی ہے گویا وہ کنز ہے، جس کے بارے میں کتاب وسنت کے ذخیرے میں وعیدیں آئی

---

[1]۔کتاب الزھد لاحمد ص / 204

[2]۔حلیۃ الأولیاء 1 / 194

[3]۔کتاب الزھد / 2013

[4]۔کتاب الزھد / 215

[5]۔المصنف لابن ابی شیبۃ 7 / 124

ہیں۔ بہرحال ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ انفرادی رائے تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی رائے کے رکھنے اور اس کی تبلیغ کرنے کی وجہ سے انہیں ربذہ مقام میں بھیج دیا تھا جہاں انہوں نے سکونت اختیار کی اور اسی جگہ وفات بھی پائی۔

حدیث نمبر۹:۔ عَنْ عائشة قالت قال رسول اللهﷺ (ما فی السماء موضع قدم الا علیه ملك ساجد اوقائم فذلك قوله: (وما الا له مقام معلوم وانالنحن الصافون)۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان (دنیا) میں قدم برابر بھی جگہ نہیں ہے مگر اس پر کوئی فرشتہ سجدہ میں ہے یا قیام مین ہے اور یہ تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی کہ ہم میں سے ہر ایک کا معین درجہ ہے اور ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔

نوٹ: راوی یہ حدیث حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

وأخرج ابن أبي حاتم، والطبر انی، والضیاء فی المختارۃ، وأبوالشیخ

اور امام ابن ابی حاتم، امام طبرانی نے نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر۱۰:۔ عَنْ حکیم بن حزام قال بینا رسول اللهﷺ مع اصحابه فقال لهم هل تسمعون ما اسمع قالوا ما نسمع من شیء قال انی لا سمع اطیط السماء وما تلام ان تنط ما فیها موضع قدم الا علیها ملك ساجد او قائم۔[2]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے صحابہ کی معیت میں بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا کیا تم وہ سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا ہم تو کچھ نہیں سن رہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو آسمان کی چرچراہٹ سن رہا ہوں اور اسے حق ہے کہ وہ چرچرائے (کیونکہ) اس میں ایک قدم جگہ نہیں مگر اس کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ میں ہے یا قیام میں ہے۔

راوی حدیث حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ہر ہر پھول کی خوش بو اور صفات ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں، ہر ہر صحابی اپنی مخصوص صفت کی وجہ سے اپنا ایک مخصوص امتیاز اور پہچان رکھتے تھے، اسی گل دستے کے ایک پھول کا نام

[1]-تفسیر ابن کثیر ۸/۲۹۶، وذکرہ ابن کثیر عن عائشة بلفظ (وما فی السماء الدنیا موضع قدم الا علیه ملك ساجد او قائم وذالك قول الملائکة وذکر الآیة، وقد ذکرہ ایضا بلفظ نحوا من هذا اللفظ وباسناد غیر اسناد حدیثنا وعن العلاء بن سعد (وقد شهد فتح مکه) وقال هذا اسنادہ غریب جدا۔ وانظر تفسیر القرطبی ۱۵/ ۳۱۶، الدر المنثور ۵/ ۲۹۲، ۲۹۳۔ وعزاہ لمحمد بن نصر فی کتاب الصلاۃ وابن جریر وابن حاتم وابو الشیخ وابن مردویه عن عائشه رضی الله عنها۔

[2]- کنز العمال رقم الحدیث ۲۹۸۶۵، و ۲۹۸۶۶ وذکر السیوطی نحوہ وعزاہ للحسن بن سفیان وابو نعیم۔ وانظر الجامع الکبیر ۲/ ۳۷۶ و ۲/ ۳۷۶، تفسیر ابن کثیر ۳/ ۱۳۶، ۵/ ۲۲۹۔ الدر المنثور ۵/ ۲۹۳، وعزاہ السیوطی لابن مردویه عن حکیم بن حزام رضی الله عنه۔ مشکل الآثار ۲/ ۴۳۔ ابن ابی حاتم، طبرانی، ضیاء فی المختار، ابو الشیخ (منه)

"حکیم بن حزام" بھی ہے، ان صاحب کی ایک پہچان اور خصوصیت ایسی ہے، جس سے کوئی اور متصف نہیں ہے؛ اور وہ ہے "ان کا بیت اللہ کے اندر پیدا ہونا"۔

کعبہ میں پیدائش کا قصہ

یہ واقعہ فیل سے تیرہ سال قبل کا دور تھا، ان کی والدہ حاملہ تھیں، وقتِ ولادت قریب تھا، زیارتِ کعبہ کے لیے تشریف لے گئیں تو حصولِ برکت کی نیت سے اندر داخل ہوگئیں، وہاں دردِ زہ شروع ہوگیا اور اندر ہی ایک چمڑے پر حضرت حکیم پیدا ہوگئے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے اپنی نذر و منّت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد "عبداللہ" کو قربان کرنا چاہا تو اس وقت میں سمجھ بوجھ رکھنے والا بچہ تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کا دعوی کرنے سے پہلے ہی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے اور دعویٰ نبوت کے بعد بھی انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی سابقہ دوستی اور محبت میں کوئی کمی نہیں آنے دی، بعثت کے دعویٰ کے بعد جب قریش مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے خاندان (بنو ہاشم اور بنو مطلب) سے بائیکاٹ کیا اور ان کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا اور ان سے ہر طرح کے لین دین کی مقاطعت کر لی؛ تو اس وقت بھی حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ملکِ شام کی طرف سے آنے والے تجارتی قافلوں سے خاموشی کے ساتھ سامان خرید کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی پھوپی حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے اکرام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پورے قبیلے والوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے ہی خریدا ہوا تھا، آپ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خریدا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دے دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا زمانہ

لیکن انہوں نے اسلام بہت تاخیر سے قبول کیا، حتی کہ فتحِ مکہ کے موقعہ پر اسلام میں داخل ہوئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے نکلے تو یہ اور ابو سفیان سردارانِ مکہ کی طرف سے بطورِ جاسوس مسلمانوں کے لشکر کی طرف نکلے تھے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سفیان کے لیے امان حاصل کر لی، اسی سبب سے حضرت سفیان رضی اللہ عنہ مسلمان بھی ہوگئے۔ پھر دوسرے دن صبح کے وقت حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بھی خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوے۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تالیفِ قلب میں یہ اعلان کروایا کہ جو شخص بھی "حکیم بن حزام" کے گھر داخل ہوگیا، اسے بھی امان ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں شرکت

آپ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہو کر غزوۂ حنین میں حصہ لیا۔ جب کہ اسلام لانے سے قبل یہ کفار کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے، اس غزوہ میں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہونے سے بمشکل بچ پائے تھے، مسلمان ہو جانے کے بعد اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جب بھی قسم کھاتے تو اس طرح کہتے: "اس ذات کی قسم! جس نے مجھے بدر کے دن قتل ہونے سے بچا لیا تھا"۔

آپ رضی اللہ عنہ کا استغناء نفس

غزوۂ حنین میں جب مالِ غنیمت تقسیم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں تالیفِ قلب کے لیے ایک سو اونٹ عطا فرمائے، انہوں نے مزید کا مطالبہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور عطا فرما دیے، انہوں نے مزید اور کا بھی مطالبہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حکیم! یہ مال بظاہر شیریں چیز ہے؛ لیکن جس نے اسے دل کی بے نیازی کے ساتھ لیا، اس شخص کو اس مال میں برکت دی جائے گی اور جس نے اسے نفسانی خواہش کے ساتھ لیا تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہو گی اور وہ شخص اس طرح ہو گا کہ اسے استعمال کرے گا؛ لیکن وہ سیر نہیں ہو گا"۔ اس پر انہوں نے قسم کھا لی کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، میں آپ کے بعد کسی کا بھی احسان قبول نہیں کروں گا؛ چناں چہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی کسی کا احسان قبول نہیں کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور گذرے، وہ حضرات فتوحات کے مواقع پر آپ کو کوئی پیش کش کرتے تو آپ انکار فرما دیا کرتے تھے؛ لیکن اس کے باوجود آپ بڑے مال دار تھے، جس دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور انہوں نے اپنے بیٹے کو اپنے قرضوں کی ادائیگی کی وصیت کی تو ایک لاکھ درہم کا قرضہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا نکلا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی مالی ثروت اور عزت وجاہ

"دار الندوہ" (قریش کے لیے یہ گھر قائم مقام عدالت کے تھا، یہاں سردارانِ قریش کی مجالس ومحافل جما کرتی تھیں، اس جگہ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس مکان میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہو سکتا تھا، جس کی عمر چالیس سال سے کم ہو، سوائے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے کہ ان کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی، وہ اس گھر میں کفار ومشرکین کی مجالس میں شریک ہوا کرتے تھے،) انھیں کی ملکیت تھا، جو آپ علیہ الصلاۃ والسلام اور خلفائے راشدین کے زمانے میں آپ کے پاس ہی رہا، بعد ازاں! انہوں نے وہ "دار الندوہ" ایک لاکھ دراہم (اور ایک روایت کے مطابق چالیس ہزار دراہم) کے بدلے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیا، اس موقع پر حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا کہ آپ نے تو قریش کی عزت (والی جگہ) فروخت کر دی، انہوں نے جواب میں فرمایا: بھتیجے! تقوی کے سوا تمام کے تمام کام ختم ہو گئے اور ہو جائیں گے، صرف تقوی ہی باقی رہے گا، اے بھتیجے! میں نے یہ مکان شراب کے ایک مشکیزے کے بدلے خریدا

تھا، اب میں اس کے بدلے جنت میں گھر خریدوں گا، اے بھتیجے! تم گواہ رہو، میں نے اس گھر کے بدل میں ملنے والی رقم کو اللہ کی راہ میں دے دیا۔

آپ کی سخاوت

آپ سخاوت میں بھی کسی سے پیچھے نہیں تھے، حضرت زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ ایک سال حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے حج کیا، ان کے ساتھ سو اونٹ اور سو بکریاں اور سو خدمت گزار تھے، جن کی گردنوں میں چاندی کے ہار تھے، جن پر لکھا ہوا تھا کہ یہ حکیم بن حزام کی طرف سے اللہ کی راہ میں آزاد کردہ غلام ہیں، پس آپ نے انھیں آزاد کر دیا اور تمام جانور انھیں ہدیہ دے دیے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نام ونسب

آپ کا پورا نام ونسب: "حکیم بن حزام بن خولید بن اسد" ہے، آپ کے بیٹے کا نام "خالد" ہونے کی وجہ سے آپ کی کنیت "ابو خالد مکی" تھی۔ خاندانِ نبوی کے ساتھ بھی ان کا ایک رشتہ ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ان کی پھوپی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اور وفات

آپ نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی اور عجیب بات یہ کہ آپ کی زندگی کے ساٹھ سال کفر کی حالت میں گذرے اور ساٹھ سال اسلام کی حالت میں۔ آپ کی وفات کس سال میں ہوئی؟ اس بارے میں چار اقوال ملتے ہیں، ۵۰ ہجری، ۵۴ ہجری، ۵۸ ہجری اور ۶۰ ہجری۔[1]

بیت اللہ میں کس کس شخص کی پیدائش ہوئی؟

صحابی رسول حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر ہوا کہ ان کی پیدائش بیت اللہ کے اندر ہوئی تھی، تو اسی طرح کوئی اور بھی شخص بیت اللہ کے اندر پیدا ہوا یا نہیں؟ اس بارے میں تتبع کتب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راجح قول کے مطابق بیت اللہ کے اندر ان کے علاوہ کسی اور شخص کی ولادت نہیں ہوئی۔

"المستدرک علی الصحیحین" میں مذکور ایک روایت کے راوی "حضرت مصعب بن عبداللہ رحمہ اللہ" حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے بیت اللہ کے اندر پیدا ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "ولم يُولَد قبلَه ولا بعدَه في الكعبة أحد" کہ ان سے پہلے اور نہ ہی ان کے بعد کوئی بھی کعبہ میں پیدا نہیں ہوا۔[2]

---

[1] البدایۃ والنھایۃ، سنۃ أربع وخمسین، حکیم بن حزام: ۸/ ۶۸، دار الفکر۔ الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ذکر من اسمہ حکیم: ۲/ ۱۱۲، دار الجیل، بیروت

[2] المستدرک علی الصحیحین: ذکر مناقب حکیم بن حزام القرشی رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۶۰۴۴، ۳/ ۵۵۰، دار الکتب العلمیہ

اس کے علاوہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے بیت اللہ کے اندر پیدا ہونے کا ذکر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے "صحیح مسلم" رقم الحدیث: ۱۵۳۲، کتاب البیوع، باب: الصدق فی البیع والبیان۔ میں۔ علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے "فیض القدیر" (رقم: ۱۲۶۰، ۲/۳۷) میں۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "سیر اعلام النبلاء" (رقم الترجمۃ: ۱۲، حکیم بن حزام: ۳/۴۶) میں۔ علامہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے "الثقات" (رقم الترجمہ: ۲۲۵، ۳/۷۱) میں کیا ہے۔

نیز! کتب الرجال میں جہاں بھی حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا عنوان موجود ہے، وہاں ان کے بارے میں یہ بات موجود ہے کہ وہ بیت اللہ کے اندر پیدا ہوئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیت اللہ میں ولادت کی تحقیق

خلیفہ رابع، امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ ان کی پیدائش بھی بیت اللہ کے اندر ہوئی تھی:

"امام حاکم رحمہ اللہ نے المستدرک میں ایک روایت ذکر کی ہے، جس میں راوی حدیث مصعب بن عبد اللہ رحمہ اللہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے بیت اللہ کے اندر پیدا ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "ولم یولد قبله ولا بعده فی الکعبة أحد" کہ نہ ان سے پہلے اور نہ ہی انکے بعد کوئی بھی کعبہ میں پیدا ہوا۔ لیکن اس پر امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَهِمَ مصعبٌ فی الحرف الأخیر، فقد تواترت الأخبار أن فاطمة بنت أسد ولدت أمیر المومنین علی بن أبی طالب کرم الله وجهه فی جوف الکعبة" کہ اس آخری بات میں "مصعب" کو وہم ہو گیا ہے، اس لیے کہ یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بیت اللہ کے اندر جنم دیا ہے۔[1]

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے:

عن جابر بن عبدالله رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ مافی السموت السبع موضع قدم ولا شبر ولا کف الا وفیه ملك قائم او ملك ساجد فاذا کان یوم القیامة قالوا جمیعا سبحانك ما عبدناك حق عبادتك الا انالم نشرك بك شیئا۔[2]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ساتویں آسمانوں میں ایک قدم برابر بھی جگہ نہیں ہے اور نہ ایک بالشت برابر جگہ ہے اور نہ ایک ہتھیلی کے برابر جگہ ہے مگر اس میں کوئی فرشتہ قیام میں ہے یا سجدہ میں ہے پس جب قیامت کا دن ہوگا تو سب سب مل کر عرض کریں گے (اے اللہ) آپ کی ذات پاک ہے ہم نے آپ کی عبادت اس طرح سے نہیں کی جس طرح کہ آپ کی عبادت کرنے کا حق ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم نے آپ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔

---

[1] المستدرک علی الصحیحین، ذکر مناقب حکیم بن حزام القرشی رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۶۰۴۴، ۳/۵۵۰، دار الکتب العلمیہ

[2] تفسیر ابن کثیر ۸/۲۹۵، وذکرہ بلفظ الا انہ زاد فیہ (او ملك راکع)

راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما معروف صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام الانصاری رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہیں۔ آپ کے والد حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ سے تقریباً پندرہ سال پہلے مدینہ منورہ، جو اس وقت یثرب کہلاتا تھا، میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔

آپ کم عمری میں اسلام لائے اور بے شمار غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ چناں چہ غزوہ خندق کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے خود حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوۂ خندق میں خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت قسم کی چٹان سامنے آگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے یہ چٹان نہیں ٹوٹی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال عرض کر دی گئی۔ تمام بات سماعت فرمانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اترتا ہوں، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے (تو ہم نے دیکھا کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکمِ مبارک پر (بھوک کی شدت کی وجہ سے) پتھر بندھا ہوا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خود ہماری یہ کیفیت تھی کہ ہم نے بھی تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال کو ہاتھ میں لے کر اس چٹان پر مارا تو وہ چٹان ریت کا ڈھیر ہو گئی۔

اس جاں نثار صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھوک نہ دیکھی گئی، اپنا فاقہ بھول گئے اور بے تاب و بے قرار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

یا رسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیجیے، چناں چہ گھر آکر اہلیہ سے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ صبر نہ ہو سکا، تمھارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ اہلیہ نے کہا: اور تو کچھ نہیں، البتہ میرے پاس کچھ جو ہیں اور بکری کا ایک بچہ ہے، چناں چہ انھوں نے بکری کا وہ بچہ ذبح کیا اور ان کی اہلیہ محترمہ نے جو پیسے، گوشت کو پکنے کے لیے ہانڈی میں رکھنے کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خدمت اقدس میں عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! مختصر سا کھانا ہے، آپ تشریف لے چلیں یا ایک دو آدمی آپ کے ساتھ ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کتنا کھانا ہے؟

جب انھوں نے تفصیل بتلائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا خاصا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جب تک میں نہ آجاؤں، اہلیہ سے کہہ دو کہ نہ ہانڈی چولہے سے اتارے اور نہ ہی روٹیاں تنور میں لگائے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اعلان فرما دیا کہ جابر کی دعوت ہے، سب چلیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھاگے بھاگے گھر پہنچے اور اطلاع دی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں تشریف لا رہے۔ بل کہ تمام مہاجرین و انصار کو بھی اپنے ساتھ لا رہے

ہیں۔وہ بھی صحابیہ تھیں،بجائے پریشان ہونے کے انھوں نے حضرت جابر سے پوچھا: حضور ﷺ نے تم سے کھانے کے متعلق پوچھ لیا تھا؟انھوں نے کہا کہ ہاں! پوچھ تو لیا تھا۔یہ سن کر کمال اطمینان سے کہنے لگیں ، پھر پریشانی کس بات کی؟ آپ ﷺ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے اعتماد پر تمام لوگوں کو لے کر تشریف لا رہے ہیں۔اتنے میں بیت جابر نبی اقدس ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تشریف آوری سے بقعہ نور بن چکا تھا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو ترتیب سے بیٹھنے کا حکم فرما کر حضورانور ﷺ ہنڈیا کی جانب تشریف لے گئے ، چناں چہ آپ ﷺ اپنے دست اقدس سے روٹیاں توڑنے اوران پر بوٹیاں رکھنے لگے،اور ہانڈی سے گوشت اور تنور سے روٹی لے کر ان کو ڈھانک دیتے تھے اِسی طرح برابر آپ ﷺ روٹی کے ٹکڑے کرکر کے دیتے رہے اور ہانڈی میں سے چمچ بھر بھر کر لیتے رہے ، یہاں تک کہ سب نے خوب پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور کھانا کچھ بچ بھی گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کی اہلیہ سے فرمایا: یہ تم خود بھی کھاؤ اور محلے پڑوس میں بھی ہدیہ بھیجو۔(صحیح بخاری)

یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے عشق رسالت اوران کی اہلیہ محترمہ کے ذات نبی وکلام نبی پر غیر متزلزل اعتماد ہی کا کرشمہ تھا کہ وہ کھانا تمام اہل محلہ نے بھی کھایا اور پھر بھی کھانا ویسے کا ویسا موجود تھا۔نبی اکرم ﷺ کی برکت سے معجزانہ طور پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ ،جو بہ ظاہر مالی تنگ دستی کا شکار تھے،مگر دلی طور پر رب وہاب نے انھیں فیاضی سے خوب خوب نواز رکھا تھا، کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا۔سچ ہے رحمت پروردگار "بہا" یعنی معاوضہ نہیں "بہانہ" ڈھونڈتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سات بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے اورغزوہ احد میں والدگرامی کی شہادت کے بعدان کی کفالت کی تمام تر ذمے داری اور والد محترم کے ذمے واجب الادا قرضوں کی ادائی کا بوجھ ان کے ناتواں کندھوں پر آ گیا تھا۔بہنوں کی کفالت کی غرض سے انھوں نے اپنے سے عمر میں کافی بڑی ایک خاتون سے شادی کر لی ،تا کہ وہ ان کی بہنوں کا خیال رکھ کر والدین کی کمی کا احساس نہ ہونے دے۔ان کے والد کے ذمے واجب الادا قرضوں کی ادائی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاونت فرمائی اور یہ بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ کھجوروں کے ایک ہی ڈھیر میں اللہ تعالیٰ نے وہ برکت عطا فرمائی کی،تمام قرض خواہوں کا قرضہ ادا ہو گیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے 1500 کے قریب احادیث روایت کی گئی ہیں،یوں ان کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جن سے کثیر تعداد میں احادیث مروی ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ کی طویل العمری کی بشارت کے بہ موجب تقریباً چورانوے سال کی عمر پائی اور 78ھ میں وفات پائی۔کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات کسی بدخواہ کے زہر دینے سے ہوئی،مستند تاریخ سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

انھیں ابتدا میں بغداد کے قریب مدائن شہر میں دریائے دجلہ کے قریب دفن کیا گیا تھا، بعدازاں شاہ فیصل شاہ عراق کے حکم

پران کے جسدِ خاکی کو سلمان پارک منتقل کیا گیا، اس کی وجہ کیا ہوئی؟ یہ بھی ایک ایمان افروز واقعہ ہے، ملاحظہ فرمائیے!
یہ 1932ء کی بات ہے کہ عراق کے اس وقت کے بادشاہ شاہ فیصل کو خواب میں صحابیِ رسول ﷺ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی، جو رازدانِ رسول ﷺ کہلاتے تھے۔ انھوں نے بادشاہ سے کہا:
"اے بادشاہ! میری اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی قبر میں دجلہ کا پانی داخل ہو گیا ہے، لہٰذا ہماری قبر کشائی کر کے ہمیں کسی اور جگہ منتقل کر دو۔"

خواب سے بیدار ہو کر صبح ہی بادشاہ نے اس حکم پر عمل کیا اور ان دونوں اصحابِ رسول ﷺ کی قبریں سیکڑوں لوگوں کی موجودگی میں کھولی گئیں، حاضرین میں مفتیِ اعظم فلسطین، مصر کے بادشاہ شاہ فاروق اور دیگر اہم افراد بھی شامل تھے۔ یہ دیکھ کر تمام عوام وخواص حیرت سے بت بنے رہ گئے کہ اتنا طویل ترین عرصہ بیت جانے کے باوجود ان دونوں اصحاب □ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اجسام حیرت انگیز طور پر تروتازہ تھے اور یوں لگ رہا تھا کہ جیسے ابھی ابھی دفنائے گئے ہوں۔ ان کے کفن تک سلامت تھے اور یوں لگتا تھا جیسے وہ خود بھی زندہ اور گہری نیند میں ہوں۔ ان دونوں اصحاب □ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں بھی کھلی ہوئی تھیں اور ان سے ایک عجیب سی روشنی خارج ہو رہی تھی، جسے دیکھنے والوں کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ ہزاروں لوگوں نے ان بزرگوں کی زیارت کی اور دنیا پر ایک بار پھر یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ والوں کی نرالی شان ہوتی ہے۔ بادشاہ نے ان اصحابِ رسول ﷺ کے مبارک اجسام کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے بالکل قریب سلمان پارک نامی جگہ پر دوبارہ دفنا دیا۔
امام دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''المجالسۃ'' میں نقل کیا ہے:

عن عبدالرحمن بن زید بن اسلم قال لیس من خلق اللہ اکثر من الملائکۃ لیس من بنی آدم احد الا ومعہ ملکان سائق یسوقہ وشاھد یشھد علیہ فھذا ضعف بن آدم ثم بعد ذالک السموات والارض مکبوسات ومن فوق السموات بعد الذی حول العرش اکثر مما فی السموات

حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں فرشتوں سے زیادہ کوئی مخلوق نہیں۔ اولادِ آدم میں کوئی فرد ایسا نہیں لیکن اس کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں ایک اس کے ساتھ چلتا ہے اور دوسرا اس کی حفاظت کرتا ہے پس یہ تو انسانوں کے دوگنے ہوئے پھر اس کے بعد کئی آسمان اور زمینیں ہیں جو فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں اور پھر آسمانوں سے اوپر بھی بہت سے فرشتے ہیں اور عرش کے اردگرد تو آسمانوں کے فرشتوں سے بھی بہت زیادہ فرشتے ہیں۔

-الدینوری فی المجالسۃ

راوی حدیث حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت زید بن اسلم، عمر ابن الخطاب کے غلام تھے، جو قرآن پاک، حدیث اور فقہ کے بلند پایہ عالم تھے۔ مسجد نبوی میں درس حدیث دیا کرتے تھے۔ آپ کی شخصیت بڑی بارعب تھی۔ درس حدیث کے دوران کسی کو بولنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ 136ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

اور ابوالشیخ نے نقل کیا ہے:

عن ابی سعید عن رسول الله ﷺ قال (ان فی الجنة لنهر مایدں خله جبریل من دخلة فیخرج فینتفض الا خلق الله من کل قطرة تقطر منه ملکا)۔[1]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک نہر ہے حضرت جبریل علیہ السلام جس مرتبہ بھی اس میں سے داخل ہو کر نکلتے ہیں اور اپنے بدن کو جھاڑتے ہیں تو اس کے ہر گرنے والے قطرہ سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا فرماتے ہیں۔

راوی حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ کا شمار ان اہلِ علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جو اپنے زمانے کے جبال علم سمجھے جاتے تھے اور انہی کے چشمہ فیض سے متلاشیانِ علوم نبوت نے اپنی پیاس بجھائی۔

زمانہ طالبعلمی اور غربت: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ابتداء مالی اعتبار سے کمزور اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی صف میں شامل تھے، کیونکہ آپ کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے تو پیچھے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی، جس کی وجہ سے آپ پر فاقہ اور پیٹ پر پتھر باندھنے کی نوبت آپڑی لیکن تھوڑے دنوں بعد اللہ تعالیٰ نے علومِ دین کے ساتھ ساتھ مال و دولت سے بھی نواز دیا۔

اپنے زمانہ طالبعلمی کی حالت بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی کلاس تھی، قاری صاحب قراءت کر رہے تھے۔ اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ ہم مالی اعتبار سے کمزور تھے--- کپڑے نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی آڑ میں چھپ چھپ کر بیٹھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ لوگ حلقہ کی شکل میں بیٹھیں چنانچہ سب حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے۔[2]

حلقہ درس: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ علومِ نبوی کے بحر بیکراں تھے۔ آپ نے زیادہ تر اپنی زندگی علم حدیث اور فقہ کی

---

[1] ابوالشیخ (منہ) کنز العمال ۳۹۲۳۶، اتحاف السادۃ ۱۰ / ۵۳۳، تفسیر ابن کثیر ۴ /۲۳۹، بحوالہ تفسیر ابن ابی حاتم، ابوالشیخ حدیث ۳۱۷، جمع الجوامع ۱ /۲۴۹، بحوالہ ابن عساکر۔ فیض القدیر ۲ / ۴۷۰، بحوالہ حاکم، ضعفاء عقیلی ۱ / ۲۴،

[2] مسند احمد ج3 ص63

اشاعت کے لیے وقف کر دی تھی، جس کی وجہ سے آپ کے حلقہ درس میں ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ اگر کسی کو کوئی خاص مسئلہ پوچھنا ہوتا تو دیر بعد موقع ملتا۔[1]

درس کے مخصوص اوقات کے علاوہ اگر کوئی سائل کچھ پوچھنا چاہتا تو جواب سے نواز دیتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے علی اور غلام عکرمہ کو بھیجا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدیث مبارک سن کر آؤ۔ اس وقت آپ باغ میں تھے۔ ان حضرات کو دیکھ کر ان کے پاس آکر بیٹھے اور حدیث بھی بیان فرمائی۔[2]

حدیث میں احتیاط: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ علوم نبوی کی اشاعت کے حلقے لگاتے، لیکن ایک بات کا خاص خیال رکھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات آپ کے الفاظ میں ہی بیان کیے جائیں۔ اگر کسی حدیث کے الفاظ پر اعتماد نہ ہوتا تو اس کے بیان کرنے میں احتیاط کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حدیث بیان کی لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک نہیں لیا تو ایک آدمی نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: میں بھی جانتا ہوں۔[3]

سماع حدیث کے متعلق سوال وجواب: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی آدمی سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حدیث سنی تو ان کو آپ کے دربار میں لائے اور پوچھا: اس نے فلاں حدیث آپ سے سنی ہے اور کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی؟ تو آپ نے فرمایا: میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا۔[4]

حضرت قزعہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک حدیث بہت پسند آئی انہوں بڑھ کر پوچھا: کیا آپ نے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو سنا تھا؟ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو ان کے اس سوال پر غصہ آگیا، فرمایا: "تو کیا میں بے سنے بیان کر رہا ہوں؟! ہاں میں نے سنا تھا۔"

حق گوئی آپ کا شعار تھی: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق گوئی کی تاکید کرتے سنا تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی فرمان کو سامنے رکھ کر حق گوئی کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ جب کبھی حق بات کہنے کا موقع ملتا تو اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر کہہ دیتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مروان بن حکم نے عید کے دن منبر نکلوایا اور نماز سے پہلے خطبہ پڑھا، ایک شخص نے اٹھ کر ٹوکا اور منع کیا کہ یہ دونوں باتیں خلاف سنت ہیں۔ مروان نے جواب دیا: پہلا طریقہ متروک ہو چکا ہے۔ اس پر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چاہے کچھ بھی ہو مگر اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔[5]

---

[1] ۔ مسند احمد ج3 ص35

[2] ۔ مسند احمد ج3 ص90، 91

[3] ۔ مسند احمد ج3 ص29

[4] ۔ مسند احمد ج10 ص13 رقم10948

[5] ۔ مسند احمد: رقم11015

اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے فضیلتِ صحابہ کی حدیث سنائی تو مروان بولا: کیا بکتے ہو؟ اسی مجلس میں حضرت زید بن ثابت اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان سے پوچھ لو۔ کچھ اور باتیں بھی ہوئیں تو مروان نے مارنے کے لیے درہ اٹھایا تو حضرت زید اور رافع رضی اللہ عنہما نے ان کی بات کی تصدیق کی۔[1]

تواضع وانکساری: آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت بہت ہی متواضع تھی۔ حضرت ابوسلمہ رحمہ اللہ جو آپ کے شاگرد رشید اور تابعی تھے، ان سے آپ کا دوستانہ تعلق تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے آواز دی تو آپ چادر اوڑھے نکل آئے۔ ابوسلمہ نے کہا: ذرا باغ تک چلیے، آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ چنانچہ آپ ان کے ساتھ چلے گئے۔[2]

تعداد مرویات: امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آپ کا شمار ان علماء میں ہوتا ہے جن کو کثرت سے احادیث یاد تھیں۔[3]

علامہ ذہبی نے آپ کی مرویات کی تعداد 1170 بتائی ہے۔[4]

چند مرویات: موسم گرما میں نماز ظہر کا مسنون وقت: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں: ''کہ نماز ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس لینے کی وجہ سے ہے۔''[5]

نماز کے اوقات ممنوعہ: ان کے متعلق جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک سورج بلند ہوجائے اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہوجائے۔''[6]

مرد وعورت کی نماز میں فرق: آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم فرماتے تھے کہ سجدے میں (اپنی رانوں کو پیٹ سے) جدا رکھیں اور عورتوں کو حکم فرماتے تھے کہ خوب سمٹ کر (یعنی رانوں کو پیٹ سے ملا کر) سجدہ کریں۔ نیز مردوں کو یہ بھی حکم فرماتے تھے کہ تشہد میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھیں اور دایاں پاؤں کھڑا رکھیں اور عورتوں کو حکم فرماتے تھے کہ چہار زانوں بیٹھیں۔[7]

---

[1] ۔مسند احمد ج3 ص33

[2] ۔مسند احمد ج3 ص18

[3] ۔الاستیعاب کے ص804

[4] ۔السیر: ج4 ص88

[5] ۔صحیح بخاری ج1 ص77

[6] ۔صحیح بخاری ج1 ص82،83

[7] ۔السنن الکبریٰ بیہقی ج2 ص222،223

قرآن مجید سے جھاڑ پھونک اور دم کرنے کی اجرت لینے کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تبسم اور تائید: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ایک آدمی کو 30 بکریاں بطور اجرت لے کر سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ بکریاں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ سنایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورا قصہ سن کر مسکرائے اور فرمایا: تم نے ٹھیک کیا، اس کو تقسیم کرلو اور میرا حصہ بھی نکالنا۔[1]

سن وفات اور مدفن: علم وعمل کے پیکر سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بقول علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی عمر عزیز کی 86 بہاریں اس دار الفناء میں گزار کر 74ھ میں جمعۃ المبارک کے دن دار البقاء کی طرف کوچ کر کے جنت البقیع میں نم کنومۃ العروس کا مصداق بن گئے۔[2]

حضرت ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا:

عن وهب بن منبه: ان الله نهرا فى الهواء سعة الارضين كلها سبع مرات ينزل على ذالك النهر ملك من السماء فيملوه ويسد ما بين اطرافه ثم يغتسل منه فاذا خرج قطر منه قطرات من نور فيخرج من كل قطرة منها ملك يسبح الله بجميع تسبيح الخلائق كلهم۔[3]

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فضاء میں ایک نہر ہے جس کا پھیلاؤ تمام زمینوں کا سات گنا ہے اس نہر میں ایک فرشتہ آسمان سے اترتا ہے جو اس پُر کر دیتا ہے اور اس کے اطراف کو بھی بھر دیتا ہے پھر اس میں غسل کرتا ہے جب اس سے غسل کر کے باہر نکلتا ہے تو اس سے نور کے قطرات گرتے ہیں پس اس کے ہر قطرہ سے ایک فرشتہ ظاہر ہوتا ہے جو تمام مخلوقات کی تسبیحات کے برابر تسبیح پڑھتا ہے۔

راوی حدیث حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ

وہب بن منبہ ایک مؤرخ اور قدیم کتابوں کے اکثر قصے ان سے مروی ہیں اور صاحب الاخبار وقصص مشہور ہیں۔

وہب بن منبہ خلافت عثمان میں 34ھ مطابق 654ء میں پیدا ہوئے بڑے زاہد متقی تابعین میں سے تھے صحاح ستہ کے راویوں میں شمار ہوتا ہے۔

پورا نام وہب بن منبہ بن کامل بن سیج کنیت ابوعبداللہ الابناوی الذماری الصنعانی الیمانی ہے ہمام بن منبہ کے چھوٹے بھائی تھے۔

---

[1] ۔صحیح بخاری کتاب الاجارہ۔

[2] ۔مسند احمد ج3 ص86

[3] ۔ابوالشیخ (منه) حدیث ۳۱۸

عمر بن عبدالعزیز نے انہیں گورنر بنایا اور صنعا کے عہدۂ قضاء پر مامور تھے۔[1]
ذمار ایک قصبہ ہے جو صنعاء سے 16 فرسخ کے فاصلے پر ہے 40 سال تک عشاء کی نماز سے صبح کی نماز پڑھتے رہے۔
وہب نے ہشام بن عبدالملک کے عہد میں 114ھ 732ء صنعاء میں وفات ہوئی۔[2]
تصانیف: قصص الانبیاء، قصص الاخیار۔[3]
ذکر الملوک فن تاریخ میں ایک مفید کتاب تھی، یہ اس وقت ناپید ہے؛ لیکن ساتویں صدی تک موجود تھی، علامہ ابن خلکان نے اس کتاب کو دیکھا تھا؛ انھوں نے لکھا ہے کہ اس میں یمن کے متعلق بہت مفید معلومات ہیں اور اس میں ملوک حمیر کے اخبار وانساب اوران کے مقابر واشعار کا تذکرہ تفصیل سے موجود ہے۔[4]

قُربِ الٰہی پانے کا طریقہ:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ عزوجل نے اپنے ایک نبی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ جب تم حظیرہ قدس (یعنی جنت) میں رہنا چاہو تو دنیا سے کنارہ کش ہو جاؤ اور اس طرح غمگین اور تنہا ہو جاؤ جیسے تنہا رہ جانے والا پرندہ چٹیل زمین میں سایہ پانے والی جگہ پر ہوتا ہے، وہ چشموں کے پانی پر آتا اور درختوں سے پھل کھاتا ہے اور جب رات ہو جاتی ہے تو دیگر پرندوں سے ڈرتا ہوا تنہا چھپ جاتا ہے اور اپنے رب عزوجل سے اُنس حاصل کرتا ہے۔''
امام ابوالشیخ نے نقل فرمایا ہے:

عن الاوزاعی قال قال موسیٰ علیہ السلام یا رب من معک فی السماء قال ملائکتی قال و کم ھم یارب قال اثنا عشر سبطا قال و کم عدد کل سبط قال عدد التراب۔[5]

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار! آپ کے ساتھ آسمان میں کون ہے؟ فرمایا میرے فرشتے ہیں۔ عرض کیا۔ اے میرے پروردگار ان کی تعداد کتنی ہے؟ فرمایا بارہ قبیلے ہیں۔ عرض کیا ہر قبیلے کے کتنے افراد ہیں فرمایا زمین کے ذرات کے برابر۔

راوی حدیث امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

دنیائے اسلام اور اہل شام کے یکتائے روزگار عالم دین ابوعمرو عبدالرحمن بن محمد اوزاعی جن کی ولادت 88ھ میں ہوئی اور دمشق کے محلہ اوزاع میں سکونت پذیر رہنے کے بعد بیروت کو مستقل جائے قرار بنایا اور وہیں دار فانی

---

[1]۔ تذکرۃ الحفاظ: 1/85
[2]۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال مؤلف: شمس الدین ذہبی ناشر: دار المعرفہ للطباعہ والنشر، بیروت۔ لبنان
[3]۔ کشف الظنون
[4]۔ ابن خلکان: 2/180
[5]۔ ابوالشیخ (منه) حدیث ۳۲۳، قرطبی ۱۹/۸۳

سے کوچ کر گئے اور بیروت میں آج بھی ایک بستی امام اوزاعی کے نام سے منسوب ہے۔

یتیمی کی حالت میں صرف ماں کے سایہ شفقت میں پرورش پائی اور نوجوانی کی عمر سے ہی حصول علم کی طلب میں مشغول ہوگئے۔ عباس بن ولید نے ان کے بارے میں کہا ہے حکماء وقت اپنی اور اپنی اولاد کی تہذیب سے عاجز نظر آئے جبکہ اوزاعی نے اپنی ذات کو شائستگی سے ہمکنار کیا۔ ابواسحق فرازی کہتے ہیں: میں نے اوزاعی اور ثوری جیسے بے مثال آدمی نہیں دیکھے، اوزاعی بظاہر عام سی شخصیت کے مالک ہیں لیکن اگر مجھے اس اُمت کی قیادت وسیادت کے لئے انتخابِ خلیفہ کا اختیار دیا جائے تو میری نظر انتخاب اوزاعی پر جا کر ٹھہر جائے۔ خریبی نے کہا: اوزاعی اپنے زمانے کی افضل ترین شخصیت تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: تفقہ فی الحدیث میں اوزاعی کا ہم پلہ میں نے کسی کو نہ پایا۔ امام ذہبی نے کہا: اوزاعی بڑے مقام ومرتبہ کے مالک تھے۔ ولید بن مزید کا کہنا تھا: اوزاعی عبادت کی اس انتہا کا نام ہے جن کے مقابلے میں کسی اور کی قوت عبادت کے بارے میں ہم نے نہیں سنا۔ وہ دن چڑھے مصلّی پر نظر آتے تھے۔ بشر بن منذر نے کہا: ایک دن اوزاعی سے نماز میں خشوع وخضوع کے حوالے سے سوال کیا گیا۔ انھوں نے کہا: نماز نگاہوں کے جھکانے عجز وانکساری کی تصویر بننے اور تعطف قلبی سے تعبیر ہے اور تعطف قلبی حزن وملال اور خوف کا نام ہے۔ انھوں نے کہا: جو قیام اللیل کو طوالت دے گا اللہ تعالیٰ وقوف قیامت کو اس پر آسان کر دے گا۔ اور وہ کہا کرتے تھے: لوگوں اور ان کی آراء کو چھوڑ کر اسلاف کے نقش قدم کی پیروی کرو اگرچہ لوگوں کی باتیں ملمع سازی کے پھول ہوں۔ اور اگر تم خود سیدھی راہ پر ہو تو معاملہ تم پر خود منکشف ہو جائے گا۔ بقیۃ بن ولید کہتے ہیں: مجھ سے اوزاعی نے کہا: اے بقیۃ اپنے نبی ﷺ کے کسی بھی صحابی کا ذکر احترام کیساتھ کرنا۔ اے بقیۃ! علم دراصل وہی ہے جو اصحاب محمد ﷺ سے ملے اور جس علم کی نسبت اصحاب محمد ﷺ سے نہ ہو، وہ علم نہیں ہوسکتا۔

158ھ میں اوزاعی اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ ان کی وفات کی خبر چار سو پھیل گئی اور ان کے جنازے میں شریک ہونے والی خلقت کا شمار ممکن نہیں تھا۔ محمد بن عبید طنافسی نے کہا: میں سفیان ثوری کے پاس تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا سمت مغرب سے ایک خوشبو اوپر کی طرف اٹھی ہے۔ سفیان ثوری کہنے لگے: اگر تمہارا خواب سچا ہے تو اوزاعی اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ حاضرین مجلس نے اس تاریخ کو لکھ لیا۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا وہی دن ان کی وفات کا تھا۔

اور ساحل سمندر پر انکی قبر کے پاس امیرِ وقت یہ کہتے ہوئے سنے گئے: اے ابو عمرو! اللہ تم پر رحم کرے، جن لوگوں نے مجھے خلیفہ منتخب کیا ہے میں ان کی نسبت تمہاری باز پرس سے زیادہ ڈرتا رہتا تھا۔

امام اوزاعی کی بے باک گفتگو

جب عبداللہ بن علی شام آیا (یہ عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس ہاشمی عباسی ابو جعفر منصور کے چچا ہیں اس نے

شام کو بنی امیہ کے ہاتھوں سے چھینا اور اس کا حاکم بن گیا اور بنی امیہ کا کشت وخون کیا۔ اس کی ہلاکت 148ھ میں ہوئی) ایک دن اپنی مسند حکومت پر جلوہ افروز تھا اور اس کی شاہی فوج چار مختلف قسموں کے اسلحوں سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ فوج کا ایک دستہ بے نیام تلواروں سے مسلح تھا۔ دوسرے قسم کے دستہ کے پاس بڑے بڑے خنجر تھے اور تیسرے دستہ کے پاس لوہے کی سلاخیں تھیں جبکہ چوتھے دستے کے پاس (ہتھوڑے) تھے۔ عبداللہ نے ان کو اوزاعی رحمہ اللہ کی طرف بھیجا۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں: جب میں دروازے کے پاس پہنچا: یہ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور ان میں سے دو نے مجھے بازوؤں سے پکڑا اور صفوں سے گزارتے ہوئے ایسی جگہ کھڑا کر دیا جہاں سے عبداللہ میری بات سن سکے۔

میں نے عبداللہ کو سلام کیا جس کا کوئی جواب اس نے مجھے نہ دیا۔ اس نے اپنا کوڑا زمین پر مارا اور کہنے لگا:

کیا تم عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی ہو؟

میں نے کہا جی ہاں! اللہ تعالیٰ امیر کی اصلاح فرمائے۔

کہنے لگا: اے اوزاعی کیا ہمارے یہاں قیام اور دشمن کی طرف مسلسل پیش قدمی کی کوئی قدر و منزلت ہے؟

میں نے کہا: نبی اکرم ﷺ سے مرفوع روایات آئیں ہیں جن میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف ہجرت کرنے کے ارادے سے نکلے تو بلاشبہ اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لئے ہے۔

اس نے اپنا کوڑا ایک مرتبہ پھر زمین پر مارا جو کہ پہلی مرتبہ سے زیادہ شدید تھا۔ اور اس کے مصاحبین غیض و غضب اور حیرت استعجاب کی تصویر بنے اس سارے منظر کو دیکھ رہے تھے۔

اس نے اپنا سر اٹھایا اور بنی امیہ کے خون کے بارے میں میری رائے معلوم کی۔ یعنی انہیں قتل کرنا جائز ہے؟

میں نے جواب میں کہا: تمہارے اور ان کے درمیان تو عہد و میثاق کا ایک مضبوط بندھن تھا۔

وہ کہنے لگا: اوزاعی افسوس ہے تم پر مجھے اور ان کو ایک ہی صف میں کھڑا کر رہے ہو؟ جان لو ہمارے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں تھا۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے دل میں خوف کی لہر اٹھی مگر دوسری طرف عبداللہ بن علی کے ہاتھوں بنو امیہ کے قتل وخون کو بھی میں ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اسی دوران اللہ کے سامنے کھڑے ہونے اور جواب دہی کا منظر آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ میں نے ڈر وخوف کو جھٹک کر کہا: ان کا خون تمہارے لئے حرام تھا۔

عبداللہ بن علی غصہ میں آ گیا اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور گردن کی رگیں پھولنے لگیں۔

اس نے مجھ سے کہا: اوزاعی تم پر افسوس ہے میرے لئے ان کا خون کیونکر حرام ہو سکتا ہے؟

میں نے جواب دیا: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

مسلمان کا خون بہانا صرف تین صورتوں میں جائز ہے۔ (1) شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری کرے۔ (2) کسی جان کو ناحق قتل کرے۔ (3) دین سے مرتد ہو جائے۔

اس نے ایک مرتبہ پھر سخت انداز میں کوڑا زمین پر مارا۔ اور کچھ دیر سر جھکائے سوچتا رہا اور پھر سر اٹھا کر کہنے لگا: اے اوزاعی! بنی امیہ کے مال کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

میں نے جواب میں کہا: اگر وہ مال ان کے لئے حرام تھا تو تمہارے لئے بھی اس کی حرمت برقرار ہے۔ اور اگر وہ مال ان کے لئے حلال تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس مال کو تمہارے لئے بھی حق کے ساتھ حلال کیا ہے۔

اس نے ایک مرتبہ پھر سخت انداز میں کوڑا زمین پر مارا۔ وہ کچھ دیر سر جھکائے خیالات میں کھویا رہا پھر سر اٹھا کر کہنے لگا: اے اوزاعی تمہارا کیا خیال ہے یہ لوگ انصاف پسند تھے؟

میں نے کہا: اے امیرِ وقت یہ میرا حتمی فیصلہ ہے اسلاف اور ان تمام لوگوں کے بارے میں جو آپ کے گھرانے میں سے گذر گئے، میرے نزدیک وہ تمام لوگ میرے حق سے واقف تھے۔ اگر امیرِ وقت اپنے آباء واجداد کے شروع کئے ہوئے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں تو آپ کو اس کے مواقع حاصل ہیں۔

عبداللہ بن علی کہنے لگا: گویا کہ آپ جانے کی اجازت چاہ رہے ہیں؟

میں نے کہا: جن لوگوں کو میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں انہیں بھی حفاظت درکار ہے میرے ذمہ ان کا دفاع بھی ہے۔

عبداللہ بن علی نے کہا: تمہاری مرضی؟

امام اوزاعی کہتے ہیں: میں دربار سے نکل کر سواری پر سوار ہوا اور اپنی راہ چل پڑا۔ میرے بیروت پہنچتے ہی عثمان سفیر کی حیثیت سے پہنچ گیا۔ میں نے کہا: امیر کو پھر میری ضرورت پڑ گئی ہے؟

عثمان نے کہا: حاکم شام اس وقت آپ کے انعام واکرام سے غفلت برت گئے۔ اب انہوں نے آپ کے لئے دو سو درہم بھیجے ہیں۔

امام اوزاعی نے اسی وقت وہ مال یتیموں بیواؤں اور غرباء میں تقسیم کر دیا۔

امام ذھبی رحمہ اللہ امام اوزاعی رحمہ اللہ کے اس جرأتمندانہ اقدام کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

عبداللہ بن علی ایک ظالم سفاک اور سخت گیر حاکم تھا۔ اس کے باوجود امام اوزاعی نے حق کے اظہار میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس طرح کا کردار ان علماء سوء سے کبھی ادا نہ ہو سکے گا جو حکمرانوں کے ظلم وزیادتی پر خاموش رہ کر اپنی رضامندی کا اظہار کر کے اس کی تحسین کرتے اور ان کے غلط اعمال کو بھی صحیح ثابت کرتے ہیں اور اظہارِ حق کی قدرت رکھنے کے باوجود لبوں پر چپ کی مہر لگا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے علماء سوء کے فتنوں سے محفوظ فرمائے۔

عبداللہ بن علی نے امام اوزاعی رحمہ اللہ سے اس شخص کی طرح سوال کیا تھا جو دوسرے شخص کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن امام اوزاعی رحمہ اللہ نے حق گوئی و رضائے الٰہی کو مدنظر رکھا اور اس کے غصے کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اس حق گوئی کا نتیجہ اس طرح برآمد ہوا کہ عبداللہ نے خود منصب قضاۃ ان کے حوالے کرنا چاہا اور انہیں انعام واکرام سے نوازا۔ (جسے امام اوزاعی رحمہ اللہ نے مستحقین میں تقسیم کر دیا)

امام ابوالشیخ نے نقل کیا ہے:

عن کعب قال لا تقطر عین ملك منهم الا کانت ملکا یطیر من خشیة الله. (ابو الشیخ (منه)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کسی فرشتہ کی آنکھ کوئی آنسونہیں بہاتی مگر اس سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے جو اللہ کے خوف سے اڑنے لگ جاتا ہے۔

راوی حدیث حضرت کعب رضی اللہ عنہ

کعب احبار (عربی: کعب الأحبار) جن کا اصل نام ابواسحاق کعب بن ماتع الحمیری تھا جبکہ احبار ان کو ربی ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کعب الاحبار یمن کے ممتاز ربی تھے جنھوں نے یہودیت کو ترک کر کے اسلام قبول کرلیا تھا۔[1]

ان کا شمار تابعین میں کیا جاتا ہے اور انہوں نے متعدد اسرائیلی روایتوں کو بیان کیا۔[2]

وہ خلیفہ عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان کے دورِ خلافت میں ایک با اثر شخصیت تھے۔ اہل سنت کے مطابق کعب نے کم حدیثیں روایت کیں، لوگ ان سے بنی اسرائیل کی معلومات حاصل کرتے تھے، کیونکہ ان کو یہودی تاریخ پہ کمال حاصل تھا۔ کعب احبار تابعین کے طبقہ اولیٰ میں سے ہیں، انہیں کعب حبر بھی کہا جاتا ہے۔

کعب نام، ابواسحاق کنیت، نسباً یمن کے مشہور حمیری خاندان کی شاخ آل ذی رعین سے تھے، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن مانع بن ہینوع بن قیس بن معن بن جشم ابن وائل بن عوف بن جمہر بن عوف بن زہیر بن ایمن بن حمیر بن سبا بن حمیری۔

کعب احبار ابن مانع حمیری ہیں۔ یہود کے سرکردہ اہل علم میں سے تھے اور کتب یہود کے بارے میں سب سے وسیع اطلاع رکھتے تھے۔ مخضر مین میں سے تھے جنھوں نے زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں پائے۔ یمن میں پیدا ہوئے اور وہیں رہائش پزیر رہے، تا آنکہ وہاں سے ہجرت فرمائی دور صدیق اکبر میں اسلام لائے اور سن 12ھ عمر فاروق دور میں مدینہ میں آئے۔ ابن سعد نے اہل شام کے تابعین میں آپ کو طبقۂ اولیٰ میں ذکر کیا ہے اور مزید کہتے ہیں کہ: ''آپ دین یہود پر تھے، پھر اسلام لائے اور مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، شام کی طرف روانہ ہوگئے اور تاحیات حمص ہی میں رہے۔''[3]

ابن سعد نے ابن مسیب کی روایت نقل کی ہے کہ ابن عباس نے کعب سے فرمایا: آپ کو عہد نبوی، میں اسلام لانے سے کیا چیز مانع تھی کہ آپ عہد فاروقی میں اسلام لائے؟ تو کعب نے جواب میں کہا: میرے والد نے میرے لیے تورات کے منتخبات سے ایک کتاب تیار کی تھی اور کہا تھا کہ: ''بس! اس پر عمل کرو'' اور باقی تمام کتب کو مہر بند کر دیا تھا، اور مجھ سے باپ بیٹے کا عہد لیا تھا کہ میں ان کتب سے مہر کو نہ توڑوں، جب میں نے اسلام کے غلبے کو دیکھا تو میں نے سوچا کہ شاید میرے والد نے مجھ سے ان کتب میں کوئی علم چھپا کر رکھا ہے، چنانچہ میں نے اس مہر کو کھولا تو اس میں آپ

[1] ۔اسلامی دائرۃ المعارف۔ اخذ کردہ بتاریخ 19 جولائی 2017

[2] ۔علوم القرآن

[3] ۔الاعلام خیر الدین زرکلی

ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کا تذکرہ موجود تھا، چنانچہ میں مسلمان ہو کر آ گیا۔
عثمان غنی کے عہد خلافت سنہ 32ھ میں شام میں وفات پائی۔ وفات کے وقت 104 سال کے تھے۔[1]
امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

العلاء ھارون قال: لجبریل فی کل یوم اغتماسة فی الکوثر ثم ینتفض فکل قطرة یخلق منھا الملك۔[2]

حضرت العلاء بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر دن نہر کوثر میں ایک غوطہ لگاتے ہیں پھر کانپتے ہیں جس کے ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔

حوض کوثر کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے گھر اور منبر کا درمیان بہشت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور میرا منبر (قیامت کے دن) میرے حوض پر ہوگا۔[3]

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں حوض پر تمہارا میزبان ہوں گا جو اس حوض پر آئے گا وہ پئے گا اور جو ایک بار پی لے وہ کبھی پیاسا نہیں رہے گا اور میرے حوض پر کچھ ایسے لوگ میرے پاس آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھ پہچانتے ہوں گے پھر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ حائل کر دی جائے گی۔ آپ ﷺ فرمائیں گے یہ میرے پیروکار ہیں تو کہا جائے گا آپ ﷺ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے بعد کیا کیا ہے میں کہوں گا جن لوگوں نے میرے بعد دین میں تبدیلی کی ان سے دوری ہو دوری ہو۔[4]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے شہدائے احد پر نماز جنازہ پڑھی پھر آپ ﷺ نے منبر پر آ کر فرمایا میں حوض کوثر پر تمہارا منتظر ہوں گا اور حوض کوثر کی چوڑائی اتنی ہے جتنا کہ ایلہ کے مقام سے جحفہ کے مقام تک فاصلہ ہے۔ مجھے تم سے اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک بن جاؤ گے لیکن مجھے تم سے اس بات کا ڈر ہے کہ تم لوگ دنیا کے لالچ میں آپس میں حسد کرنے لگ جاؤ گے اور آپس میں خون ریزی کرنے لگ جاؤ گے جس کے نتیجہ میں تم ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے۔[5]

1۔ ابن سعد: 7/156
2۔ در منثور/۹۳، ابو الشیخ ۲۲، لآلی منصوعہ ۱/۹۲
3۔ بخاری، جلد اول کتاب التہجد حدیث نمبر: 1122
4۔ مسلم، کتاب الفضائل
5۔ مسلم، کتاب الفضائل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلکی سی نیند آئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے سر مبارک اٹھایا، تو یا تو آپ نے انہیں (صحابہ) بتایا یا پھر انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں مسکرائے؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر ابھی ابھی ایک سورۃ نازل ہوئی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھوالابتر۔

(ہم نے آپ کو کوثر عطا کی۔ پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی دیں بے شک آپ کے دشمن ہی بے نام ہونگے) جب آپ نے اس سورت کی تلاوت فرمائی تو پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ کوثر کیا چیز ہے؟ انہوں نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا وہ ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے جنت میں دینے کا وعدہ کیا ہے اس پر بہت زیادہ بہتری ہے اس پر ایک حوض ہے قیامت کے روز میری امت وہاں آئے گی اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں کے برابر ہے۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے دوران جنت کی سیر کرائی گئی تو آپ کو ایک نہر پیش کی گئی جس کے کنارے خولدار یاقوت کے تھے آپ کے ساتھ جو فرشتہ تھا اس نے اپنا ہاتھ اس نہر میں مارا تو (وہاں سے) کستوری نکالی (جو اس کا گارا تھا) تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ والے فرشتے سے فرمایا یہ کیا ہے اس نے کہا یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حوض کوثر کے بارے میں پوچھا گیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جنت کی ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے (اس کا پانی) دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا بلاشبہ وہ پرندے تو بہت زیادہ عمدہ ہونگے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو کھانے والے ان سے بھی زیادہ عمدہ ہوں گے۔[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں چلنے کے دوران میرا گزر ایک نہر پر ہوا، اس کے دونوں جانب کھوکھلے موتیوں سے تیار کئے ہوئے گنبد بنے ہوئے تھے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ نہر کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی مٹی (جو اس کی تہہ میں تھی وہ) نہایت مہکنے والی مشک تھی۔[4]

---

[1] سنن ابی داؤد، جلد سوئم کتاب السنۃ: 4747

[2] سنن ابی داؤد، جلد سوئم کتاب السنۃ: 4747

[3] ترمذی

[4] بخاری

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الکوثر جنت میں ایک نہر ہے، اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں، اس کے پانی کا گزر موتیوں اور یاقوت پر ہوتا ہے، اس کی مٹی مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہے اور اس کا پانی شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہے اور برف سے بھی زیادہ سفید ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[1]

حضرت جبریل علیہ السلام

ایک جلیل القدر فرشتے کا نام، جو اسلامی عقیدے کے مطابق فرشتوں کے سردار ہیں۔ جو انبیا کرام کی طرف وحی لایا کرتا تھے۔ روایت ہے کہ شب معراج میں حضرت جبریل براق لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور مقام سدرۃ المنتہیٰ تک ہمرکاب رہے تھے۔

آپ کے مختلف القاب میں ناموس اعظم، روح اعظم، روح القدس اور روح الامین وغیرہ شامل ہیں۔ جبرائیل (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے سب سے مقرب فرشتے ہیں۔ تمام انبیا (علیہم السلام) پر وحی حضرت جبرائیل (علیہ السلام) کے توسط سے ہی آتی رہی ہے۔[2]

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ سرورِ کونین احمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

"اے جبرائیل! ذرا یہ تو بتاؤ تمہاری عمر کتنی ہے؟"

جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیا:

"یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! مجھے اپنی عمر کا صحیح علم نہیں ہے، لیکن اتنا یاد ہے کہ ساری کائنات کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حجاباتِ عظمت میں سے چوتھے پردے میں ایک ستارہ چمکا کرتا تھا اور وہ ستارہ ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ چمکتا تھا۔ اور میں نے اپنی زندگی میں وہ ستارہ بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے!"

تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل سے کہا:

"اے جبرائیل! مجھے اپنے اللہ کی عزت کی قسم، وہ ستارہ میں ہی ہوں۔"[3]

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے حوالے سے نقل کیا ہے:

عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال لیس من خلق اللہ اکثر من الملائکۃ ما من شئی ینبت الا

---

[1] ۔جامع ترمذی 3361

[2] ۔تفسیر عزیزی پارہ 1 ص 359

[3] ۔مصنف: علی بن برہان الدین الحلبی، کتاب: سیرت حلبیہ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 30

وملك مؤكل به۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی مخلوق میں فرشتوں سے زیادہ کوئی مخلوق نہیں، کوئی چیز بھی (زمین سے) نہیں اگتی مگر اس کے ساتھ ایک مؤکل فرشتہ ہوتا ہے۔

راوی حدیث حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

عبداللہ بن عباس (3 قبل ہجرت تا 68ھ مطابق 618ء تا 687ء) ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ انہوں نے اپنی کم سنی اور نوعمری کے باوجود حصولِ علم کے ہر طریقے کو اختیار کیا اور اس راہ میں انتہائی جاں فشانی اور ان تھک محنت سے کام لیا۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چشمہ صافی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر سیراب ہوتے رہے۔ آپ کے وصال کے بعد وہ باقی ماندہ علما صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے بھرپور استفادہ فرمایا۔ وہ اپنے شوقِ علم کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ" جب کسی صحابی کے متعلق مجھے معلوم ہوتا کہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث ہے تو میں قیلولہ کے وقت دوپہر میں ان کے دروازے پر پہنچ جاتا اور اپنی چادر کو سرہانے رکھ کر ان کے گھر کی چوکھٹ پر لیٹ جاتا۔ اس وقت دوپہر کی تیز اور گرم ہوائیں بہت سا گردوغبار اڑا کر میرے اوپر ڈال دیتیں۔ حالانکہ اگر میں ان کے گھر داخل ہونے کی اجازت مانگتا تو مجھے اجازت مل جاتی۔ لیکن میں ایسا اس لیے کرتا تھا کہ ان کی طبیعت مجھ سے خوش ہو جائے، جب وہ صحابی گھر سے نکلتے اور مجھے اس حال میں دیکھتے تو کہتے: ابن عمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے کیوں یہ زحمت گوارا کی، آپ نے میرے یہاں اطلاع بھجوا دی ہوتی، میں خود حاضر ہو جاتا لیکن میں جواب دیتا، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا زیادہ حقدار ہوں کیونکہ حصول علم کے لیے صاحب علم کے پاس جایا جاتا ہے۔ صاحب علم خود طالب علم کے پاس نہیں جایا کرتے۔ پھر میں ان سے حدیث پوچھتا۔"[2]

آپ کا نام عبداللہ، ابوالعباس کنیت تھی۔ آپ کے والد کا نام عباس بن عبدالمطلب اور والدہ کا نام ام الفضل لبابہ تھا۔ آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔

آپ کے والد عباس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے چچا تھے۔ اس طرح آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابنِ عم تھے۔ آپ اُم المومنین میمونہ بنت حارث کے خواہر زادہ تھے کیونکہ آپ کی والدہ اُم الفضل اور میمونہ بنت حارث حقیقی بہنیں تھیں۔

عبداللہ ابن عباس کی پیدائش ہجرت سے 3 برس قبل شعب ابی طالب میں محصوریت کے دوران میں ہوئی تھی۔ آپ کی پیدائش کے بعد عبداللہ ابن عباس آپ کے بارگاہِ رسالت میں لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے منہ

---

[1] ۔ مجمع الزوائد ۸/ ۱۳۵ وذکرہ الھیثمی بلفظ "لیس من خلق اللہ اکثر من الملائکۃ یخلقھم مثل الذباب" ثم یقول تبارک وتعالیٰ "کونوا الف الفین" رواہ البزار، ورجالہ رجال الصحیح والحدیث عن عبداللہ بن عمر، وصدق علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

[2] ۔ زندگیاں صحابہ کی: ڈاکٹر عبدالرحمن رافت پاشا

میں اپنا لعابِ دہن ڈال کر آپ کے حق میں دعا فرمائی۔
آپ کے والد عباس نے اگرچہ فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا، لیکن آپ کی والدہ اُم الفضل نے ابتدا میں ہی داعی توحید کو لبیک کہا تھا۔ اس لیے آپ کی پرورش توحید کے سائے میں ہوئی۔
عبداللہ بن عباس 8 ہجری میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً 11 سال تھی۔ آپ اپنے والد کے حکم سے بیشتر اوقات بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتے تھے۔
آپ کی مصاحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو زمانہ پایا، دراصل وہ آپ کے لڑکپن کا زمانہ تھا۔ تاہم آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں اکثر رہتے۔ ام المومنین میمونہ آپ کی خالہ تھیں اور آپ سے بہت شفقت رکھتیں تھیں اس لیے آپ اکثر انے خدمت میں حاضر رہتے تھے اور کئی دفع رات میں ان کے گھر پر ہی سو جاتے تھے۔ اس طرح انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے مستفیض ہونے کا بہترین موقع میسر تھا۔ آپ ایسے ہی ایک رات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔
"ایک مرتبہ میں اپنی خالہ کے پاس سو رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور چار رکعت پڑھ کر استراحت فرما ہوئے، پھر کچھ رات باقی تھی کے آپ بیدار ہوئے اور مشکیزہ کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنے لگے میں بھی اٹھ کر بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میرا سر پکڑ کر مجھے داہنی طوف کھڑا کر لیا۔[1]
ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے بیدار ہوئے تو عبداللہ بن العباس نے وضو کے لیے پانی لا کر رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو سے فراغت کے بعد پوچھا کے پانی کون لایا تھا۔ سیدہ میمونہ نے عبداللہ بن عباس کا نام لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو کر یہ دعا دی:
"اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ"
یعنی اے اللہ اس کو مذہب کا فقیہ بنا اور تاویل کا طریقہ سکھا۔[2]
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو گورنری سے دور رکھنا مسعودی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ عمر نے مجھے بلایا اور کہا: حمص کا گورنر فوت ہو گیا ہے وہ نیکوکار تھا اور نیکوکار کم ہیں اور مجھے امید ہے کہ تو ان میں سے ہو لیکن میرا تیرے بارے میں میرے دل میں ایک خدشہ ہے، تمہارا کیا خیال ہے؟ ابن عباس: میں ہرگز گورنری قبول نہیں کروں گا جب تک مجھے اپنے خدشے کے بارے میں نہ بتاو۔ عمر: تجھے اس سے کیا غرض ہے؟ ابن عباس: میں اس کو جاننا چاہتا ہوں، اگر وہ خطرناک ہو تو مجھے بھی اس کے خطرے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے جیسے آپ میرے بارے میں فکر مند ہوئے ہیں اور آکر میں اس سے بری ہوں اور مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ مجھ میں وہ برائی نہیں تو اس کام کو قبول کروں گا، میں نے آپ کو کم دیکھا کہ جس چیز کے بارے میں فکر مند ہوں اس کی کوئی وجہ ہوتی ہے۔ عمر: اے ابن عباس! میں اس چیز سے خوف زدہ ہوں کہ

---

[1] بخاری شریف
[2] البخاری (143)، ومسلم (2477)، ال امام أحمد في "المسند" (4/225)

تیری گورنری میں کوئی حادثہ پیش آئے کہ تمہاری حکومت میں اس کو ہونا ہے کہ تو لوگوں سے کہنے لگے: ہماری طرف آؤ، اور تم اپنے بنی ہاشم کے سوا کسی کو قبول نہیں کرو گے، لیکن میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ تمہیں دور رکھا اور دوسروں کو کام پہ لگایا۔ ابن عباس: تجھے خدا کی قسم! اگر ایسا ہے تو گورنری کیوں دیتے ہو؟ عمر: خدا کی قسم! معلوم نہیں کیا تم گورنری کے لیے مناسب تھے اور تم سے حسد و بدبینی کی وجہ سے تمہیں دور رکھا یا وہ ڈر گئے کہ تمہاری بیعت کریں تو معاملہ مشکل ہو جائے کہ ایسا ہی ہوا، بہر حال تمہاری رائے کیا ہے؟ ابن عباس: میرا خیال ہے کہ میں تمہارے لیے کام نہ کروں؟ عمر: کیوں؟ ابن عباس: اگر میں اس حالت میں تمہارے لیے کام کروں کہ تم میرے بارے میں مطمئن نہیں ہو تو ہمیشہ میں تمہاری آنکھوں کا کانٹا بنا رہوں گا۔ عمر: پس اس معاملے میں کوئی مشورہ دو۔ ابن عباس: کسی ایسے شخص کو کام پر لگاؤ جو تمہاری نظر میں اور تمہارے لیے زیادہ صالح ہو۔

ابن عبد ربہ اس کو ابو بکر بن ابی شیبہ م 235ھ سے دوسری طرح نقل کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ خلیفہ ثانی کے ابن عباس کو گورنر نہ بنانے کی وجہ یہ بتائے کہ ابن عباس سہم ذوی القربی کے بارے میں بے جا تاویلیں کی ہوئی تھیں اور اس کے لیے امام علی کی طرف منسوب خط کو تائید کے لیے پیش کرتا ہے ابو بکر بن ابی شیبہ نے یہ نقل کیا: ابن عباس عمر کے ہاں سب سے زیادہ محبوب تھے اور عمر انہیں دیگر اصحاب نبوی سے مقدم کرتے تھے لیکن ان کو ہرگز گورنری نہیں دی ان سے ایک دن کہا: شاید میں تجھے گورنر بنا دیتا لیکن مجھے ڈر ہے کہ تو تاویل کر کے مال فیئ کو حلال سمجھ لے پس جب امام علی کا دور آیا[1] آپ نے ابن عباس کو بصرہ کا والی بنایا تو ابن عباس نے آیت خمس کی تاویل کر کے فیئ کو حلال کر لیا۔

ابن ابی شیبہ کی تصریح کے مطابق نبی اکرم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر عمر کی خلافت کے آخری سال تک سہم ذوی القربی کے متولی امام علی بن ابی طالب تھے، بات ابن عباس جیسے دانشمند افراد سے پوشیدہ نہیں تھی پس وہ کس طرح امام علیؑ کی رائے کے بغیر سہم ذوی القربی میں تصرف کر سکتے تھے ثانیاً اگر ابن عباس کے بارے میں تاویل کا خوف انہیں گورنر بنانے سے روکتا تھا تو معاویہ کو شام کی حکومت کے لیے کیوں انتخاب کیا کہ ان کے مالیات میں تاویلیں کرنے کے باوجود باقی رکھا؟ ثالثاً ابن عبد ربہ نے جس خط کو تائید کے لیے پیش کیا وہ جعلی ہے اس سے ہرگز استدلال نہیں کیا جا سکتا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فضل و کمال کے اعتبار سے اپنے زمانے کے صف اول کے علماء میں سے تھے جن کی ذات گرامی ایسا صحیفہ تھی جس میں تمام علوم و معارف جمع تھے۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شعر و شاعری، فرائض اور مغازی وغیرہ۔ کوئی ایسا علم نہ تھا جس میں سے اللہ تعالیٰ نے ان کو حظِ وافر عطاء نہ فرمایا ہو، بالخصوص کلام اللہ کی تفسیر و تاویل میں جو مہارت اور آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول اور ناسخ و منسوخ کے علم میں جو وسعت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی شاید کسی کے حصہ میں آئی ہو۔

---

[1] ۔العقد الفرید، ابن عبد ربہ، 4ص 354-359۔

فہم قرآن اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حلقۂ مجلس میں بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب پوچھا:

"أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ" (البقرة:٢٦٦)

تو لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بے معنیٰ جواب پر غصہ آ گیا، بولے: اگر معلوم نہیں تو صاف کہہ دو کہ ہمیں علم نہیں۔ اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جھجکتے ہوئے بولے: میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: تم اپنے آپ کو چھوٹا نہ سمجھو، جو دل میں ہو بیان کرو۔ فرمایا کہ اس میں عمل کی مثال دی گئی ہے۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فہم قرآن کا اعتراف:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نعم ترجمان القرآن ابن عباس۔[2]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کے بہت اچھے ترجمان ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آیت

"كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا" (الانبیاء:٣٠)

کا مطلب پوچھا۔ انہوں نے (امتحان کی غرض سے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دیا کہ ان سے پوچھو، پھر مجھے بھی بتانا۔ اس نے جا کر پوچھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آسمان کا "فتق" یہ ہے کہ پانی نہ برسائے اور زمین کا "فتق" یہ ہے کہ نباتات نہ اگائے۔ سائل نے واپس آ کر یہ جواب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بتایا تو انہوں نے کہا: "لقد أوتی بن عباس علما صدقا هكذا لقد كنت أقول ما يعجبني جراة بن عباس على تفسير القرآن فالآن قد علمت أنه قد أوتی علما"۔[3]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سچا علم عطا ہوا ہے۔ مجھ کو تفسیر قرآن میں ان کی دلیری پر حیرت ہوتی تھی، لیکن اب معلوم ہوا کہ درحقیقت علم ان ہی کا حصہ ہے۔

عمیر بن بشر الخثعمی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "سل ابن عباس فإنه أعلم من بقي بما أنزل الله على محمد"۔[4]

---

[1] صحیح البخاری: کتاب التفسیر باب قولہ أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ

[2] الاصابہ: ج2 ص1070، المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث 11108

[3] الاصابہ: ج2 ص1077

[4] الاصابہ: ج2 ص1077

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھو، اس لیے کہ قرآن کے جاننے والے جتنے لوگ باقی رہ گئے ہیں، ان میں سب سے زیادہ معلومات وہی رکھتے ہیں۔

علم حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا شمار ان مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جو علمِ حدیث کے سلاطین سمجھے جاتے ہیں۔ اگر حدیث کی کتابوں سے ان کی روایات الگ کرلی جائیں تو ان کے بہت سے اوراق سادہ رہ جائیں گے۔

کثرتِ روایات کا سبب: روایات کی کثرت ان کی محنت، جستجو اور ذوقِ علم کا نتیجہ ہے۔ بہت سی روایات براہِ راست خود زبان نبوت سے سنی ہیں۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دار الفنا سے دار البقا کی طرف انتقال فرمایا اس وقت آپ کی عمر 13 برس تھی۔[1]

آپ خود فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں نے ایک انصاری نوجوان کو بلایا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر تعداد ابھی موجود ہے ہم ان سے علم حاصل کرلیں۔ انصاری نوجوان نے کہا: مجھے آپ پر حیرت ہوتی ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ علم میں آپ کے محتاج ہیں، پھر آپ دوسروں کے پاس جاتے ہیں۔ یہ جواب سن کر میں نے اس کو چھوڑ دیا اور جہاں کہیں پتہ چلتا کہ فلاں شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہے تو تنہا اس کے دولت خانے پر جاتا، اگر وہ اس وقت قیلولہ کررہا ہوتا تو اپنی چادر کو اس کے دروازے پر بچھاتا، ہوا مجھ پر مٹی ڈالتی رہتی تھی۔ جب وہ باہر تشریف لاتے اور مجھے دیکھتے تو کہتے: اے حضور کے چچا زاد بھائی! آپ نے کیوں مشقت اٹھائی، کسی اور کو بھیج دیا ہوتا۔ تو میں کہتا: نہیں، یہ میرا فرض تھا۔ میں اس سے حدیث کے بارے میں پوچھتا (اس طریقہ سے عرب کے گوشہ گوشہ سے ایک ایک دانہ چن کر علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا، جب ان کے فضل وکمال کا چرچا زیادہ ہوا) تو اس وقت وہ انصاری نوجوان حیات تھا۔ اس وقت اس نے مجھ کو دیکھا کہ لوگ میرے اردگرد جمع ہیں اور مجھ سے سوال کررہے ہیں اور علم حاصل کررہے ہیں تو اس وقت اس نے (مارے ندامت کے) کہا: ''ھذا الفتی کان اعقل منی''۔[2]

کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مجھ سے زیادہ عقل مند تھے۔

حضرت ابوسلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ جس شخص کے متعلق مجھے پتہ چلتا کہ اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے تو میں خود اس کے مکان پر جاکر حاصل کرتا۔[3]

آپ رضی اللہ عنہما کی اسی تلاش اور جستجو نے آپ رضی اللہ عنہما کو اقوال وافعال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا حافظ بنادیا۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم جو عمر اور مرتبہ میں آپ سے بڑے تھے، آپ کے علمی مقام کے معترف تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

---

[1] الاصابہ: ج2 ص1074

[2] جامع السنن والمسانید لابن کثیر: ج10 ص30

[3] تذکرۃ الحفاظ ج1 ص5

یہ فتویٰ دیتے تھے حائضہ عورت طواف رخصت کیے بغیر لوٹ جائے۔ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں۔ انہوں نے ہاں میں جواب دیا تو حضرت زید نے فرمایا: یہ فتویٰ نہ دیا کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں یہی فتویٰ دوں گا، اگر آپ کو شک ہے تو فلاں انصاریہ سے پوچھ لو۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ صحیح نکلا۔ ہنستے ہوئے واپس آئے اور فرمایا کہ آپ نے سچ کہا تھا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مُحرم کے سر دھونے کے بارے میں اختلاف ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما قائل تھے اور حضرت مسور بن مخرمہ قائل نہ تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ کی تحقیق کرائی۔ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید کرتے ہوئے عملاً نقشہ کھینچ کر بتادیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ احرام میں اس طرح سر مبارک دھویا کرتے تھے۔[2]

احتیاط فی الحدیث: زیادہ احادیث بیان کرنے والے راویوں کے متعلق یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ روایت کرنے میں احتیاط نہیں کرتے، بلکہ ہر طرح کی روایت لے لیتے ہیں، لیکن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ذات گرامی اس طرح کے شکوک وشبہات سے منزہ تھی۔ آپ حدیث نبوی بیان کرتے وقت بہت احتیاط کرتے تھے کہ کہیں غلط بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہوجائے۔ اگر کسی موقع پر کوئی خفیف سا بھی شبہ اور خطرہ ہوتا تو اس بات کو بیان نہ کرتے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے جب تک جھوٹ کا خطرہ نہ تھا، لیکن جب سے لوگوں ہر قسم کی روایات بیان کرنا شروع کیں تو اس وقت سے ہم نے روایت کرنا ہی چھوڑ دیا۔[3]

حلقہ درس: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا، سینکڑوں طلبگار روزانہ ان کے چشمۂ علم وعمل سے سیراب ہوتے تھے، گویا کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی کو دوحصوں میں تقسیم کررکھی تھی، ایک حصہ تحصیلِ علم اور دوسرا حصہ درس وتدریس اور اشاعتِ دینِ متین کے لیے وقف کررکھا تھا۔ کبھی کوئی سائل ان کے چشمۂ فیض سے ناکام واپس نہ ہوا۔ اس عام فیض کے علاوہ بعض مجلسیں خصوصیت کے ساتھ درس وتدریس اور علمی مذاکروں کے لیے مخصوص تھیں اور ان میں باقاعدہ ہر علم وفن کی جدا جدا تعلیم ہوا کرتی تھی۔

اس علم وعمل کے پیکر کا فیض حضر میں نہیں بلکہ سفر وحضر میں دونوں میں یکساں جاری رہتا تھا۔ چنانچہ جب چند دنوں کے لیے حج کی غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے تھے اس وقت بھی ان کی قیام گاہ متلاشیانِ علم کی درسگاہ بن جاتی۔[4]

---

[1] مسند احمد ج1 ص226

[2] سنن ابی داؤد: کتاب المناسک

[3] مسند الدارمی: باب فی الحدیث عن الثقات

[4] الاستیعاب ج1 ص353

آپ کا فقہ میں مقام: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ترجمان القرآن اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم فقیہ بھی تھے۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں فقہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کی فقہ دانی کا سرسری اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ابوبکر محمد بن موسیٰ جو اپنے زمانے کے امام تھے، انہوں نے آپ کے فتاویٰ جات 20 جلدوں میں جمع کیے تھے۔[1]

علم الفرائض میں منفرد مقام: آپ رضی اللہ عنہما علم الفرائض میں اگرچہ حضرت معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ہم پلہ نہ تھے لیکن عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ اس فن میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔[2]

قوتِ مناظرہ: آپ رضی اللہ عنہما بلند پایہ مناظر بھی تھے۔ چنانچہ جب خارجیوں نے فتنہ کھڑا کیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جدا ہونے کے بعد آپ پر طرح طرح کے الزام لگا رہے تھے تو آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کے ساتھ مباحثہ ومناظرہ کے لیے منتخب فرمایا۔ اس قوت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے مباحثہ ومناظرہ کرتے ہوئے ان کے الزامات اور شبہات کے ایسے مدلل جوابات دیئے کہ ان کی عقلیں دنگ رہ گئیں۔ اسی دوران بیس ہزار خارجیوں نے توبہ کی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حمایت کا اعلان کیا۔

تعداد مرویات: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی کل مرویات کی تعداد سولہ سو ساٹھ (1660) ہیں جن میں سے پچھتر (75) بخاری ومسلم دونوں میں ہیں۔ جو روایات صرف بخاری میں ہیں ان کی تعداد ایک سو بیس (120) اور جو صرف مسلم میں ہیں ان کی تعداد نو (9) ہے۔[3]

تدفین اور نماز جنازہ: آخر کار علم وعمل کا یہ پیکر، حبر الامۃ، ابن عم رسول سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما 68 ھجری دار فانی سے دارِ باقی کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے بعد فرمایا: "الیوم مات ربانی ھذہ الامۃ"۔[4]

امام ابوالشیخ نے نقل فرمایا:

عن الحکم قال بلغنی انہ ینزل مع المطر من الملائکۃ اکثر من ولد آدم وولد ابلیس یحصون کل قطرۃ واین تقع ومن یرزق من ذالك النبات۔[5]

حضرت حکم رضی اللہ عنہ (بن عتیبہ) سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ بارش کے کے ساتھ اولاد آدم علیہ السلام اور اولاد ابلیس سے زیادہ فرشتے اترتے ہیں جو ہر قطرہ کو شمار کرتے ہیں اور یہ کہ وہ کہاں پڑتا ہے اور اس پھل سے کسے رزق

[1] اعلام الموقعین ج1 ص12
[2] اسد الغابہ: ج3 ص97
[3] سیر اعلام النبلاء ج:4 ص:180
[4] سیر اعلام النبلاء ج:4 ص:180
[5] ابوالشیخ (منہ) (۳۹۳) تفسیر طبری، ۱۴/۱۹ مطولا، درمنثور ۳/۹۵ مطولا بحوالہ ابن جریر، ابن منذر ابن ابی حاتم

دیا جائیگا۔

راوی حدیث حکم رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام حکم بن عتیبہ کندی کوفی ہے۔آپ کی کنیت ابو محمد ہے ۔آپ حضرت امام زین العابدین کے ساتھیوں میں شمار ہوتے ہیں۔

فرشتوں کی ذمہ داریاں

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح نور سے پیدا ہوئی مخلوق یعنی فرشتوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقریباً ۸۸ مرتبہ فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ احادیث نبویہ میں بھی فرشتوں کا بارہا ذکر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ آیت ۲۸۵ میں فرمایا: یہ سب (رسول اور تمام مسلمان) اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ مسلمانوں کی طرح یہود ونصاریٰ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کیا ہے۔ یعنی دیگر آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں بھی فرشتوں کا ذکر ملتا ہے۔ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ، جن کو ہم نے بنا دیکھے خالق کائنات تسلیم کیا ہے، اور انس وجن جنہیں اچھے کام کرنے اور برے کام سے رکنے کا مکلف بنایا گیا ہے، کے درمیان اللہ تعالیٰ کی ایک معصوم مخلوق موجود ہو جو اللہ کے پیغام کو بندوں تک اور بندوں کے اعمال کو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے اور جزا کے دن کے لیے پوری زندگی کے ایک ایک لحہ کے اعمال کو ریکارڈ کرنے اور دنیا کے نظام کو چلانے میں اللہ کے حکم کے مطابق اپنی ذمہ داریاں بحسن خوبی انجام دے۔ حالانکہ ہمارا یہ ایمان وعقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز سے پوری طرح واقف ہے، اُسے فرشتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ دنیا کے ہر مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں فرشتوں کا تصور موجود ہے۔ صرف لا مذہب لوگ ہی فرشتوں کے وجود کے منکر ہیں۔ جن کے پاس سوائے اس کے کوئی دلیل نہیں ہے کہ ہم ان کو نہیں دیکھتے ہیں۔ لیکن یہ ان کا کہنا غلط ہے، جس کے رد کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دنیا میں بے شمار چیزیں نہ دیکھنے کے باوجود دنیا اُن کو تسلیم کرتی ہے۔ مثلاً عقل دنیا میں کسی بھی شکل میں موجود نہیں ہے لیکن ساری دنیا تسلیم کرتی ہے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی اصل شکل کے علاوہ کسی دوسری شکل میں بھی ظاہر ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کبھی کبھی کسی انسانی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام آپ کو پہنچا دیتے۔ ایسے مواقع پر عموماً حضرت جبرئیل علیہ السلام مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تین مرتبہ اپنی اصل صورت میں تشریف لائے تھے۔ ایک نبوت کے بالکل ابتدائی دور میں، دوسری بار خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ان کی اصل صورت میں دیکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی اور تیسری مرتبہ معراج کے موقع پر۔ حضرت ابراہیم، حضرت مریم اور حضرت لوط علیہم السلام کے قصوں میں بھی قرآن کریم میں مذکور

ہے کہ فرشتے انسانی شکل میں اُن کے پاس آئے تھے۔ نیز بخاری ومسلم ودیگر کتب حدیث میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی کی شکل میں تشریف لائے تھے جب کہ آپ ﷺ صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرماتے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے لوگوں کی تعلیم وتربیت کے لیے ایمان، اسلام اور احسان کے متعلق سوالات کیے تھے۔

فرشتوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تمہارے پروردگار کے لشکر کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے''۔[1]

چند فرشتوں کے نام کا تذکرہ قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ قرآن کریم میں تین جگہ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کا تذکرہ صراحت کے ساتھ آیا ہے۔ بعض آیات (مثلاً سورۃ التکویر ۲۰ اور سورۃ النجم ۵ و ۶) میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا تذکرہ اُن کے نام کے بغیر وارد ہوا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۹۸ میں حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام دونوں کا تذکرہ موجود ہے۔ حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہما السلام کے نام کا تذکرہ تو قرآن کریم میں موجود نہیں ہے، لیکن اُن کی ذمہ داری کو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔ نیز احادیث اور تاریخی کتابوں میں کثرت سے اِن دونوں فرشتوں کا ذکر موجود ہے۔ جہنم کے داروغہ حضرت مالک کا ذکر سورۃ الزخرف آیت ۷۷ میں ہے: اور وہ (دوزخ کے فرشتہ سے) پکار کر کہیں گے کہ اے مالک! تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کردے۔ وہ کہے گا کہ تمہیں اسی حال میں رہنا ہے۔ جنت کے خازن کا تذکرہ متعدد احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔ بعض احادیث میں ان کا نام رضوان بھی مذکور ہے۔ قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کو منکر نکیر کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو سیاہ رنگ کی نیلی آنکھوں والے فرشتے جنہیں منکر نکیر کہا جاتا ہے آتے ہیں اور اُس سے پوچھتے ہیں۔[2]

حضرت ہاروت اور حضرت ماروت علیہما السلام کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے: (یہ بنی اسرائیل) اُس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شہر بابل میں ہاروت اور ماروت نامی دو فرشتوں پر نازل کی گئی تھی۔[3]

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف ذمہ داریاں دے رکھی ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے احکام انبیاء کرام کے پاس لے کر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے بھی اپنا پیغام پہنچانے والا منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ (سورۃ الحج ۷۵) حضرت جبرئیل علیہ السلام کو تمام فرشتوں کا سردار بھی کہا جاتا ہے۔

---

[1] سورۃ المدثر ۳۱

[2] ترمذی، باب عذاب القبر

[3] سورۃ البقرہ ۱۰۲

حضرت میکائیل علیہ السلام بارش برسانے اور لوگوں کی روزی وروٹی کے انتظام پر مامور ہیں۔[1]

حضرت میکائیل علیہ السلام کی ماتحتی میں بے شمار فرشتے اس ذمہ داری کو انجام دیتے ہیں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔ (مسند احمد) اور حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے پر مامور ہیں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام کی ماتحتی میں بے شمار فرشتے لوگوں کی جان نکالنے پر مامور ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے: ''کہہ دو کہ تمہیں موت کا وہ فرشتہ (ملک الموت) پورا پورا وصول کرلے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تمہیں واپس تمہارے پروردگار کے پاس لے جایا جائے گا۔''[2]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کی دربانی پر بے شمار فرشتے متعین فرمائے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ جنتی لوگ جب جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو جنت کے محافظ اُن کا استقبال کرتے ہوئے فرمائیں گے ''سلام ہو آپ پر، آپ لوگ بہت اچھے رہے، اب اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لیے آجایئے۔'' (سورۃ الزمر ۷۳) اسی طرح فرمانِ الٰہی ہے: ''یہ دوزخ کے کارندے کوئی اور نہیں، فرشتے مقرر کیے ہیں۔''[3]

اللہ تعالیٰ کے حکم فرشتے بارش کے ہر قطرہ کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جو ہر ہر قطرے کو شمار کرتے ہیں کہ وہ کہاں کہاں گرتا ہے اور اس سے کیا کیا چیز اگتی ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی حفاظت پر بھی فرشتوں کو متعین کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''ہر شخص کے آگے اور پیچھے وہ نگراں (فرشتے) مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے باری باری اس کی حفاظت کرتے ہیں۔'' (سورۃ الرعد ۱۱) صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت دن کے وقت انسانوں کی حفاظت پر مامور ہے، اور دوسری جماعت رات کے وقت اُن کی حفاظت کرتی ہے۔ ابوداؤد کی ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ فرشتے مختلف حادثات سے انسانوں کی حفاظت کرتے ہیں، البتہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہی یہ ہو کہ کسی شخص کو کسی تکلیف میں مبتلا کیا جائے تو یہ فرشتے وہاں سے ہٹ جاتے ہیں۔

بعض فرشتے انسان کے اچھے اور برے اعمال لکھتے رہتے ہیں جن کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ اِن فرشتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''حالانکہ تم پر کچھ نگراں (فرشتے) مقرر ہیں۔ وہ معزز لکھنے والے۔ جو تمہارے سارے کاموں کو جانتے ہیں۔''[4]

نیز فرمانِ الٰہی ہے: ''اُس وقت بھی جب (اعمال کو) لکھنے والے دو فرشتے لکھ رہے ہوتے ہیں، ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب بیٹھا ہوتا ہے۔ انسان کوئی لفظ زبان سے نکال نہیں پاتا، مگر اُس پر ایک نگران متعین ہوتا ہے،

---

[1] شعب الایمان

[2] سورۃ السجدہ ۱۱

[3] سورۃ المدثر ۳۱

[4] سورۃ الانفطار ۱۰۔۱۲

ہر وقت لکھنے کے لیے تیار۔"[1]

کچھ فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں، اور جو اُس کے گرد موجود ہیں، وہ سب اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ (سورۃ المؤمن ۷) اسی طرح فرمانِ الٰہی ہے: فرشتے اُس کے کنارے پر ہوں گے۔ اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اُس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (سورۃ الحاقہ ۱۷) فرشتوں کی ایک جماعت درود وسلام کو نبی اکرم ﷺ تک پہنچانے پر مقرر ہے۔[2]

کچھ فرشتے دنیا میں گھومتے رہتے ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہو، وعظ ونصیحت ہوتی ہو، قرآن کریم یا دینی علوم پڑھے یا پڑھائے جاتے ہوں ایسی مجلسوں میں وہ حاضر ہوتے ہیں تا کہ جتنے لوگ اس مجلس میں اور اس نیک کام میں شریک ہیں اُن کی شرکت کی اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہی دیں۔ دنیا میں جو فرشتے کام کرتے ہیں اُن کی صبح وشام میں تبدیلی بھی ہوتی ہے۔ نماز فجر کے وقت رات والے فرشتے آسمانوں پر چلے جاتے ہیں اور دن میں کام کرنے والے آجاتے ہیں۔ اور عصر کی نماز کے بعد دن والے فرشتے چلے جاتے ہیں، رات میں کام کرنے والے فرشتے آجاتے ہیں۔ فرشتوں کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس میں بھی مشغول رہتی ہے۔ جس طرح دنیا میں بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے، اسی طرح آسمانوں پر اللہ کا گھر ہے جس کو بیت المعمور کہا جاتا ہے، اُس کا فرشتوں کی ایک جماعت ہر وقت طواف کرتی رہتی ہے۔ کتب حدیث میں وضاحت موجود ہے۔

الغرض: فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، جو آسمانوں اور زمین میں بے شمار کاموں پر مقرر ہیں، یعنی آسمان اور زمین کے انتظامات اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذمہ کر رکھے ہیں اور فرشتے تمام انتظامات اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انجام دیتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے احکام کو انبیاء کرام تک پہنچانا، اللہ کے حکم سے لوگوں کی روزی روٹی اور بارش کا انتظام کرنا، لوگوں کی حفاظت کرنا، انسانوں کے ایک ایک لحہ کے احوال لکھنا اور آخری وقت آنے پر روح قبض کرنا، قبر میں حساب کتاب کے لیے حاضر ہونا۔ اللہ کے حکم پر صور پھونکنا، جس کے بعد قیامت برپا ہوجائے گی۔ غرضیکہ ہر فرشتہ اپنی ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دے رہا ہے۔ بعض فرشتے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔ فرشتے نہ مرد ہیں اور نہ عورت۔ کھانا پینا اور جنسی کام کرنا اُن کی فطرت میں نہیں ہے۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کیا ہے۔ تمام آسمانی کتابوں میں فرشتوں کا ذکر موجود ہے۔

امام ابوالشیخ نقل فرماتے ہیں:

---

[1] سورۃ ق ۱۷ و ۱۸

[2] نسائی وابوداود

عن وهب قال ان السموات السبع محشوة من الملائكة لو قيست شعرة ما انقاست منهم الراكد والراكع والساجد ترعد فرائصهم وتضطرب اجنحتهم خوفا من الله ولم يعصوه طرفة عين وان حملة العرش ما بين كعب احدهم الى مخه ميسرة مائة عام.[1]

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ساتوں آسمان فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں اگر ایک بال برابر خالی جگہ تلاش کی جائے تو وہ بھی نہ ملے ان میں سے کوئی بے حرکت ہے، کوئی رکوع میں ہے اور کوئی سجدہ میں ہے ان کے گوشت کے لوتھڑے اللہ کے خوف سے اچھلتے اور پر حرکت میں رہتے ہیں جبکہ انہوں نے پل بھر بھی اس کی نافرمانی نہیں کی اور عرش کو اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک ٹخنے سے لے کر اس کے گودے تک پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت وہب کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

درس حدیث: گوشت کے لوتھڑے کی حرکت اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتی ہے اگرچہ گوشت کے اس لوتھڑے نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی ہوتی۔

عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کی جسامت اتنی ہے کہ ان کے ٹخنے سے گودے تک پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن عبدالله بن عمرو يرفعه قال "الملائكة عشرة اجزاء تسعة اجزاء الكروبيون الذين يسبحون الليل والنهار لا يفترون و جزء قد وكلو بخزانه كل شئی و ما من السماء موضع الا فيه ملك ساجد او ملك راكع وان الحرم بحيال العرش وان البيت المعمور لبحيال الكعبة لو سقط لسقط عليها يصلي فيه كل يوم سبعون الف ملك ثم لا يعودون اليه.[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں کے دس حصے ہیں نو حصے کروبیون ہیں جو رات دن تسبیح کہتے ہیں کسی وقت وقفہ نہیں کرتے اور ایک حصہ وہ ہیں جو ہر چیز کے خزانہ کے نگران ہیں، آسمان میں کوئی جگہ نہیں مگر وہاں کوئی فرشتہ سجدہ میں ہے یا کوئی میں ہے اور حرم مکہ عرش معلیٰ کے بالمقابل ہے اور بیت المعمور کعبہ کے بالمقابل ہے اگر یہ (بیت المعمور) گرے تو سیدھا کعبہ پر آ رہے اس (بیت المعمور) میں ہر روز ستر ہزار (70000) فرشتے نماز ادا کرتے ہیں ان کی باری دوبارہ نہیں آتی۔

درس حدیث: خانہ کعبہ بیت المعمور کے بالکل نیچے ہیں۔ اور مکہ مکرم کا حرم عرش معلیٰ کے بالمقابل ہے۔ بیت

---

[1] ابو الشیخ (منہ) حدیث نمبر ۴۸۸

[2] ابن المنذر فی تفسیرہ (منہ)

المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے عبادت کرتے ہیں اور جو ایک بار بیت المعمور میں عبادت کر لے قیامت تک اس کی دوبارہ باری نہیں آتی۔ آسمان میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام، رکوع یا سجدہ نہ کر رہا ہو۔ فرشتوں کے دس حصوں میں سے نو حصے کروبین کے جو دن رات تسبیح میں مشغول رہتے ہیں اور اس میں کوئی وقفہ نہیں ہوتا۔ جب کہ فرشتوں کا ایک حصہ ہر چیز کے خزانہ پر نگران ہے۔

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ابوعبدالرحمان رضی اللہ عنہما کا شمار صحابہ کرام کی اس جماعت میں ہوتا ہے جو علم وفضل اور عبادت وریاضت کے لحاظ سے خاص امتیاز رکھتے تھے۔

علمی ذوق: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو علم کی تلاش اور جستجو بہت زیادہ تھی جس کی وجہ سے آپ نے اپنی مادری زبان کے علاوہ عبرانی زبان میں بھی اچھی خاصی مہارت حاصل کر لی تھی۔ دربار نبوی میں اکثر حاضر رہتے، جو کچھ زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے اس کو زیب قرطاس کر لیتے تھے۔ اسی ذوق اور جستجو کی بناء پر جس قدر احادیث نبوی کا ذخیرہ آپ کے پاس تھا اس کا اندازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمان سے لگایا جا سکتا ہے، فرماتے ہیں: اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما واحد شخص ہیں جن کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث کا ذخیرہ موجود تھا، وجہ یہ تھی کہ عبداللہ بن عمرو احادیث لکھتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جو کچھ زبان نبوت سے سنتے اس کو لکھ لیتے ایک مرتبہ قریش کے چند بزرگوں نے ان کو اس سے منع کیا، تو آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ کے ارشادات اور ملفوظات کا ایک مجموعہ جمع کیا جس کا نام صادقہ رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہما اس مجموعہ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔

چنانچہ حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور تکیے کے نیچے سے ایک کتاب نکال کر دیکھنے لگا تو انہوں نے منع کیا۔ تو میں نے کہا آپ تو مجھ کو اپنی کسی کتاب اور کسی اور چیز سے منع نہ فرماتے تھے تو انہوں نے فرمایا: "یہ وہ صحیفہ حق ہے جس کو میں نے تنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر جمع کیا تھا۔"[2]

حلقۂ درس حدیث: عالم ربانی کے درس حدیث کا حلقہ بہت وسیع تھا چنانچہ طالبان علوم نبوی دور دراز ممالک سے سفر کر کے حصول حدیث کے لیے ان کے دربار میں حاضر ہوتے اور آپ جہاں جاتے وہیں یہ متلاشیان علم کا ایک جم غفیر آپ کے اردگرد جمع ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک نخعی بزرگ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ایلیاء کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص میرے پہلو میں آ کر کھڑا ہوا۔ نماز کے بعد لوگ ہر طرف سے اس کے پاس سمٹ آئے دریافت سے

---

[1] سیر اعلام النبلاء ج4 ص46

[2] سیر اعلام النبلاء ج4 ص46، اسد الغابہ ج3 ص234، مسند احمد ج4 ص192، سنن ابی داود، باب کتابۃ العلم

معلوم ہوا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ہیں۔[1]

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں احتیاط: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے جب کوئی بات پوچھی جاتی اگر آپ کو یاد ہوتی تو بتا دیتے اگر زبانی کچھ یاد نہ ہوتا تو دیکھ کر جواب دیتے تھے۔

چنانچہ حضرت ابوقبیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مین نے سوال کیا کہ قسطنطنیہ پہلے فتح کیا جائے گا یا رومیہ؟ ان کو زبانی یاد نہ تھا انہوں نے صندوق منگا کر ایک کتاب نکالی اور اس کو ایک نظر دیکھ کر فرمایا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے لکھ رہے تھے کہ کسی نے یہی سوال کیا تھا۔[2]

طالب علموں کے ساتھ حسن سلوک: آپ رضی اللہ عنہما اپنے شاگردوں کے ساتھ نہایت محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان کے گرد بہت بڑا مجمع تھا ایک شخص اس کو چیرتا ہوا آگے بڑھا لوگوں نے روکا تو آپ نے فرمایا اس کو آنے دو تو وہ آپ کے پاس آ کر بیٹھا اور سوال کیا کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان یاد ہو تو بیان فرمائیے تو آپ نے فرمایا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلم وہ ہے کہ مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔[3]

اہل علم کی قدر شناسی: عالم ربانی سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بہت بڑے عالم اور صاحب علم وعمل ہونے کے باوجود اپنے معاصرین علماء اور اہل علم کی قدر کیا کرتے تھے۔

آپ کے سامنے فقیہ الامت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا گیا تو فرمانے لگے، لوگوں نے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا جس کو میں اس دن سے بہت دوست رکھتا ہوں جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن چار آدمیوں سے حاصل کرو اور سب سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔[4]

تعداد مرویات: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے پاس احادیث نبوی کا بہت بڑا ذخیرہ تھا جیسا کہ حافظ الحدیث ابوہریرہ رضی اللہ کا فرمان ہے۔ لیکن آپ کی مرویات کی تعداد کتب احادیث میں سات سو (700) ملتی ہیں جن میں سے 7 احادیث صحیح بخاری و مسلم دونوں میں ہیں۔ جب کہ 8 احادیث صرف صحیح بخاری اور 20 احادیث صرف صحیح مسلم میں ہیں۔[5]

وصال: آخر کار علوم نبوی کے بحر بیکراں، علم وعمل کے پیکر امام العابدین عالم ربانی سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ

---

[1] ۔مسند احمد ج 4 ص 198

[2] ۔مسند احمد ج 2 ص 176

[3] ۔مسند احمد ج 4 ص 192

[4] ۔صحیح مسلم باب مناقب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

[5] ۔سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 43، تہذیب ج 7 ص 208

عنہما بھی 65ھ کو دارالفناء کو چھوڑ کر دارالبقاء کو کوچ کر گئے۔[1]

حدیث نمبر ۲۲:۔ عن عمرو البکالی قال ان اللہ تعالیٰ جزا الملائکة عشرة اجزاء تسعة اجزاء منهم الکروبیون وهم الملائکة الذین یحملون العرش وهم ایضا الذین یسبحون باللیل والنهار لا یفترون قال ومن بقی من الملائکة لامر اللہ ورسالات اللہ۔(ابن المنذر (منہ)

حضرت عمرو نوف البکالی سے مروی ہے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دس حصوں میں تقسیم فرمایا ان میں سے نو حصے تو ''کروبیون'' ہیں اور یہ وہ فرشتے ہیں جو عرش کو اٹھانے والے ہیں اور وہ بھی ہیں جو رات دن بلا وقفہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور جو باقی فرشتے بچتے ہیں وہ امور خداوندی اور اللہ (کے احکام) کی پیغام رسانی کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۳:۔واخرج ابن ابی حاتم من طریق خبیب بن عبدالرحمن بن سلمان ابی الاعیس عن ابیه قال: الانس والجن عشرة اجزاء فالانس من ذالك جزء تسعة اجزاء والجن والملائکة عشرة اجزاء فالجن جزء والملائکة تسعة والملائکة والروح عشرة اجزاء فالجن جزء والملائکة تسعة والملائکة والروح عشرة اجزاء فالملائکة جزء والروح تسعة والروح والکروبیون عشرة اجزاء فالروح من ذالك جزء والکروبیون تسعة اجزاء۔[2]

اور ابن ابی حاتم نے خبیب بن عبدالرحمن بن سلمان کی سند سے روایت کی وہ اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں انسانوں اور جنات کے دس حصے ہیں پھر انسان جنات کا دسواں حصہ ہیں اور جنات نو حصہ (زیادہ) ہیں۔ پھر جنات اور ملائکہ (فرشتے) دس حصہ ہیں پس جنات ایک حصہ ہیں اور فرشتے نو حصے (زیادہ) ہیں اور ملائکہ اور روح دس حصے ہیں پس ملائکہ ایک حصہ ہیں اور روح نو حصے (زیادہ) ہیں پھر روح اور کروبیون دس حصے ہیں پس روح ایک حصہ ہے اور کروبیون نو حصے (زیادہ) ہیں۔

درس حدیث: فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، جو آسمانوں اور زمین میں بے شمار کاموں پر مقرر ہیں، یعنی آسمان اور زمین کے انتظامات اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذمہ کر رکھے ہیں اور فرشتے تمام انتظامات اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انجام دیتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے احکام کو انبیائے کرامؑ تک پہنچانا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کی روزی روٹی اور بارش کا انتظام کرنا، لوگوں کی حفاظت کرنا، انسانوں کے ایک ایک لمحہ کے احوال لکھنا اور آخری وقت آنے پر روح قبض کرنا، قبر میں حساب کتاب کے لیے حاضر ہونا۔ اللہ کے حکم پر صور پھونکنا، جس کے بعد قیامت برپا ہو جائیگی۔

غرضیکہ ہر فرشتہ اپنی ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دے رہا ہے۔ بعض فرشتے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے ہوئے

---

[1] ۔سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 48

[2] ۔ابن ابی حاتم (منہ)

ہیں۔ فرشتے نہ مرد ہیں اور نہ عورت۔ کھانا پینا اور جنسی کام کرنا اُن کی فطرت میں نہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کیا ہے۔

الغرض: جنات انسانوں سے زیادہ ہیں اور فرشتے جنات سے زیادہ ہیں۔ اور فرشتوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

واخرج ابو الشیخ والبیھقی فی شعب الایمان والخطیب وابن عساکر من طریق عباد بن منصور عن عدی بن ارطاۃ عن رجل من الصحبۃ سماہ۔ قال عباد فنسیت اسمہ عن رسول اللہ ﷺ قال ان للہ ملائکۃ ترعد فرائصھم من مخافتہ ما منھم ملك تقطر من عینیہ دمعۃ الا وقعت ملکا قائما یسبح وملائکۃ سجودا منذ خلق اللہ السموات والارض لم یرفعو نھا الی یوم القیامۃ وملائکۃ رکوعا لم یرفعوا روسھم ولا یر فعونھا الی یوم القیامۃ وصفوفا لم ینصرفوا عن مصافھم ولا ینصرفون عنھا الی یوم القیامۃ فاذا کان یوم القیامۃ تجلی لھم ربھم عزوجل والیہ وقالوا سبحانك ما عبدناك کما ینبغی لك۔[1]

اور ابو الشیخ نے روایت کیا اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور خطیب اور ابن عساکر نے عباد بن منصور کی سند سے حضرت عدی بن ارطات رحمۃ اللہ علیہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں فرمایا عباد نے اس کا نام بتایا اور میں اس کا نام بھول گیا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کے کندھے کے گوشت خوف کے مارے کانپتے ہیں ان میں سے کوئی فرشتہ ایسا نہیں کہ اس کی آنکھوں سے کوئی آنسو نہ نکلے مگر وہ حالت قیام میں تسبیح پڑھنے والے فرشتے پر جا گرتا ہے اور کچھ فرشتے ایسے ہیں جب سے اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تب سے سجدہ میں ہیں انہوں نے کبھی سر نہیں اٹھایا اور نہ قیامت تک سر اٹھائیں گے اور کچھ فرشتے رکوع میں ہیں انہوں نے کبھی سر نہیں اٹھایا اور نہ کبھی قیامت تک سر اٹھائیں گے اور کچھ فرشتے صف بستہ ہیں جو اپنی صفوں سے کبھی نہیں ہٹے اور نہ قیامت تک ہٹیں گے جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عزوجل ان کے سامنے تجلی فرمائیں گے تو یہ اللہ کی زیارت کریں گے اور عرض کریں گے آپ کی ذات پاک ہے جس طرح لائق تھا ہم نے اس طرح سے آپ کی عبادت نہیں کی۔

درس حدیث: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو کئی ذمہ داریاں سونپ رکھی ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ فرشتے نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرمو انحراف نہین کرسکتے۔ کچھ فرشتے جب سے

---

[1] جمع الجوامع رقم ۶۹۳۵ وذکرہ السیوطی بلفظہ وعزاہ لابی الشیخ فی العظمۃ والبیھقی فی شعب الایمان والخطیب وابن عساکر عن رجل من الصحابۃ، وانظر تفسیر ابن کثیر ۸/۲۹۷، /تاریخ بغداد ۱۲/۳۵۰، اتحاف السادۃ المتقین ۹/۱۲۶،۱۰/۲۱۷، الحاوی للفتاوی ۱/۳۵۰، کنز العمال رقم ۲۹۸۳۶، وعزاہ السیوطی للبیھقی وابو الشیخ فی العظمۃ، والبیھقی فی الشعب والخطیب وابن عساکر، عن رجل من الصحابۃ

پیدا ہوئے ہیں حالت سجدہ میں ہیں۔ کچھ فرشتوں صفیں بنائیں ہوئے ہیں۔الغرض فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں مصروف ہیں جو قیامت تک اسی طرح رہیں گے۔

حدیث نمبر ۲۵:۔ عن عبدالرحمن بن العلاء من بنی ساعدة عن ابیه العلاء بن سعد و کان ممن یابع یوم الفتح ان النبی ﷺ قال یوم لجلسائه هل تسمعون ما اسمع قالو وما تسمع یارسول اللهﷺ قال اطت السماء وحق لها ان تئط لیس منها موضع قدم الا وعلیه ملك قائم او راکع او ساجد ثم قرأ (وانا لنحن المسبحون)[1]

حضرت عبدالرحمن بن علاء سے روایت ہے اور آپ بنی ساعدہ سے تھے انہوں نے اپنے والد علاء بن سعد سے روایت کی اور وہ ان میں سے تھے جنہوں نے فتح کے دن نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی فرمایا ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں لوگوں نے عرض کی: آپ ﷺ کیا سن رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تو آسمان کی چرچراہٹ سن رہا ہوں اور اسے حق ہے کہ وہ چرچرائے (کیونکہ) اس میں ایک قدم جگہ نہیں مگر اس کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام میں ہے یا رکوع میں ہے یا سجدہ میں ہے پھر آپ ﷺ نے تلاوت فرمایا ''وانا لنحن المسبحون''۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں تشریف فرما تھے، اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم سن رہے ہو جو کچھ میں سن رہا ہوں؟'' انہوں نے کہا: ہم تو کوئی چیز نہیں سن رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ میں تو آسمان کے چرچرانے کی آواز سن رہا ہوں اور اسے چرچرانے پر ملامت بھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ وہاں تو ایک بالشت کے بقدر بھی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ یا قیام نہ کر رہا ہو۔''[2]

عن الربیع بن انس فی قوله "وعلم آدم الاسماء کلها" قال اسماء الملائکة۔ حضرت ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے آیت'' وعلم آدم الاسماء کلها'' کی تفسیر کے متعلق مروی ہے فرماتے ہیں کہ آپ (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) کو فرشتوں کے نام سکھلائے گئے تھے۔

درس حدیث: حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کتنے اور کس قدر علوم عطا فرمائے اور کن کن چیزوں کے علوم و معارف کو عالم الغیب والشہادۃ نے ایک لمحہ کے اندر ان کے سینہ اقدس میں بذریعہ الہام جمع فرمادیا، جن کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام علوم و معارف کی اتنی بلند ترین منزل پر فائز ہو گئے کہ فرشتوں کی مقدس جماعت آپ کے علمی وقار و عرفانی عظمت واقتدار کے روبرو سر بسجود ہوگئی، ان علوم کی ایک فہرست آپ قطب زمانہ حضرت علامہ شیخ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ کی

---

[1] ابن منده فی المعرفة وابن عساکر

[2] المبتدا والانبیاء وعجائب المخلوقات

شہرہ آفاق تفسیر روح البیان شریف میں پڑھیئے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے، وہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کا نام، تمام زبانوں میں سکھا دیا اور ان کو تمام ملائکہ کے نام اور تمام اولادِ آدم کے نام، اور تمام حیوانات ونباتات وجمادات کے نام، اور تمام چیز کی صنعتوں کے نام اور تمام شہروں اور تمام بستیوں کے نام اور تمام پرندوں اور درختوں کے نام اور جو آئندہ عالم وجود میں آنے والے ہیں سب کے نام اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام جانداروں کے نام اور تمام کھانے پینے کی چیزوں کے نام اور جنت کی تمام نعمتوں کے نام اور تمام چیزوں اور سامانوں کے نام، یہاں تک کہ پیالہ اور پیالی کے نام۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات لاکھ زبانیں سکھائی ہیں۔"[1]

ان علوم مذکورہ بالا کی فہرست کو قرآن مجید نے اپنے معجزانہ جوامع الکلم کے انداز بیان میں صرف ایک جملہ کے اندر بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔[2]

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے خزائن علم کی یہ عظیم فہرست دیکھ کر سوچئے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے علوم ومعارف کی یہ منزل ہے تو پھر حضور سید آدم وسرور اولادِ آدم، خلیفۃ اللہ الاعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے علوم عالیہ کی کثرت و وسعت اور ان کی رفعت وعظمت کا کیا عالم ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ واللہ حضرت آدم علیہ السلام کے علوم کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم سے اتنی بھی نسبت نہیں ہو سکتی جتنی کہ ایک قطرہ کو سمندر سے اور ایک ذرہ کو تمام روئے زمین سے نسبت ہے۔ اللہ اکبر! کہاں علوم آدم اور کہاں علوم سید عالم! ؎

فرش تا عرش سب آئینہ، ضمائر حاضر
بس قسم کھایئے اُمّی! تیری دانائی کی

---

[1] تفسیر روح البیان، ج ۱، ص ۱۰۰، پ ۱، البقرۃ: ۳۱

[2] البقرۃ: ۳۱

رؤس الملائكة الاربعة الذين يدبرون امر الدنيا
فرشتوں کے سردار چار فرشتے جو دنیا کے امور پر مدبر ہیں

امام ابن ابی شیبہ، امام ابن ابی حاتم نے اور امام ابوالشیخ نے العظمۃ میں اور امام بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے:

عَنِ ابن سابط قال يدبر امر الدنيا اربعة جبريل وميكائيل وملك الموت واسرافيل فاما جبريل فموكل بالرياح والجنود واما ميكائيل فموكل بالقطر والنبات واما ملك الموت فموكل بقبض الارواح واما اسرافيل فهو ينزل بالامر عليهم[1]

حضرت ابن سابط (تابعی) فرماتے ہیں کہ معاملات دنیا کا انتظام کرنے والے چار فرشتے ہیں (۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام (۲) حضرت میکائیل علیہ السلام (۳) حضرت ملک الموت علیہ السلام (۴) حضرت اسرافیل علیہ السلام، پس جبرائیل علیہ السلام ہواؤں اور لشکروں کے سرکردہ ہیں اور میکائیل علیہ السلام بارش اور نباتات کے سرکردہ ہیں۔ اور ملک الموت علیہ السلام ارواح قبض کرنے پر مقرر ہیں اور اسرافیل علیہ السلام مذکورہ (تینوں فرشتوں) کو ان کے امور اور انتظامات کی اطلاع فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۸:- عن ابن سابط قال فی ام الكتاب كل شيء هو كائن الى يوم القيامة ووكل ثلاثة من الملائكة ان يحفظوه فوكل جبريل بالكتاب ان ينزل به الى الرسل ووكل جبريل ايضا بالهلكات اذا اراد الله ان يهلك قوما ووكله بالنصر عند القتال ووكل ميكائيل بالحفظ والقطر ونبات الارض ووكل ملك الموت بقبض الانفس فاذا ذهبت الدنيا جمع من حفظهم وقابل ام الكتاب فيجدونه سواء۔ رواه ابن ابی شیبہ۔[2]

حضرت ابن سابط رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب ''ام الکتاب'' میں موجود ہے، تین فرشتوں کو مقرر کیا گیا کہ وہ اس کی نگرانی کریں پس خدا کے عذاب کے معاملات بھی سپرد کئے گئے

---

[1] ابن ابی حاتم کتاب العظمۃ، ابوالشیخ، شعب الایمان امام بیہقی (منہ)، ابوالشیخ ۳/۸۰۸، شعب الایمان ۱/۱/۴۸، درمنثور ۶/۳۱۱ بحوالہ عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم

[2] ابوالشیخ کتاب العظمۃ: ح ۴۹۲، ابن ابی شیبہ (منہ) درمنثور ۶/۱۳ بحوالہ حمید، ابن منذر، زاد المسیر ۹، ۱۷

ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی ہلاکت کا ارادہ کرتے ہیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو (اپنے دشمنوں کے خلاف) جنگ میں مدد پر مقرر کردیتے ہیں اور حفاظت، بارش اور زمین کے نباتات حضرت میکائیل علیہ السلام کے سپرد ہیں۔ ملک الموت علیہ السلام کے سپرد ارواح قبض کرنا ہے پس جب دنیا ختم ہو جائیگی تو لوگوں کے اعمال ناموں کو جمع کیا جائیگا اور ''ام الکتاب'' کے ساتھ تقابل کیا جائیگا تو یہ مدبرین دنیا ان اعمال ناموں کو ام الکتاب کے موافق پائیں گے۔

راوی حدیث ابن سابط رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عبدالرحمن ہے اور کہا گیا ہے، عبدالرحمن بن عبداللہ بن سابط اور ایک قول کے مطابق عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن سابط بن ابی حمیضہ بن عمرو بن اہیب بن حذافہ بن جمح قرشی جمحی مکی تابعی۔

امام واقدی، امام ہیثم بن عدی اور یحیٰ بن بکیر رحمھم اللہ نے کہا انہوں نے ایک سو اٹھارہ ہجری میں وفات پائی۔ اور محمد بن سعد نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ آپ نے ایک سو اٹھارہ ہجری میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ اور آپ ثقہ کثیر الروایت ہیں۔ امام نسائی نے الیوم واللیۃ اور خصائص میں آپ سے روایت کی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر محدثین نے آپ سے روایت کی ہے۔

قیامت کی مختصر نشانیاں

اسلامی عقیدہ کے مطابق جس دن اللہ تعالیٰ تمام مردوں کو زندہ کرے گا اور پھر ان سے ان کے تمام نیک و بد اعمال کا حساب لے گا، اس دن کا نام یوم قیامت یا یومِ آخرت ہے۔

علاماتِ قیامت سے مراد قیامت کی وہ نشانیاں ہیں، جن کا ظہور قیامت سے قبل ہوگا۔ متعدد احادیث میں قیامت کی بہت سی علامات ملتی ہیں۔ اور قیامت سے پہلے کے بہت سے حالات احادیث میں بیان کیے گئے ہیں۔ جیسے دنیا کا ظلم و جور سے پر ہونا، منجی عالم بشریت امام مہدی کا ظہور ہونا، وغیرہ

حدیث پاک کے مطابق علامات قیامت یہ ہیں: حذیفہ بن اسید غفاری بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے ہم اس وقت مذاکرہ کر رہے تھے' آپ نے پوچھا تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ صحابہ نے کہا ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم دس علامتیں نہ دیکھ لو پھر آپ نے دخان (دھوئیں) دجال' دابۃ الارض' سورج کا مغرب سے طلوع' عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نزول' یاجوج ماجوج' تین بار زمین کا دھنسنا (مشرق میں دھنسنا' مغرب میں دھنسنا' جزیرۃ العرب میں دھنسنا) اور اس کی آخری علامت آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی۔[1]

[1] صحیح مسلم رقم الحدیث: 2901' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 4311' سنن ترمذی رقم الحدیث: 2190' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 4041' مسند احمد ج 5' رقم الحدیث: 1644' مسند الطیالسی' رقم الحدیث: 1067' مسند الحمیدی رقم الحدیث: 827' شرح السنۃ رقم الحدیث: 4250'

دخان (دھواں)، دجال، دابۃ الارض، طلوع از مغرب، نزول عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا۔ یاجوج ماجوج کا نکلنا، مشرق میں زمین کا دھنسنا، مغرب میں زمین کا دھنسنا، جزیرۃ العرب میں زمین کا دھنسنا، آگ کا ظاہر ہونا وغیرہ۔
جب قیامت کی تمام نشانیاں ظاہر ہوں گی تب حکم الٰہی سے حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے، جس سے سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تب دوبارہ صور پھونکا جائے گا، جس سے تمام مردے زندہ ہو جائیں گے۔ پھر سب جن وانس کا حساب وکتاب لیا جائے گا، نیک اعمال انجام دینے والوں کو جنت میں اور برے اعمال انجام دینے والوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔

تین فرشتوں کی ذمہ داریاں

حضرت جبریل علیہ السلام کی ذمہ داریاں: حضرت جبریل علیہ السلام کی دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ عذاب کی ذمہ داری بھی سونپی گئی ہے جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب مسلط فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کے دشمنوں کی مدد کے جبریل علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے۔

حضرت میکائیل علیہ السلام کی ذمہ دایاں: حضرت میکائیل علیہ السلام کی دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ کسی کی حفاظت، بارش اور نباتات کی ذمہ داری بھی سونپی گئی ہے۔

ملک الموت کی ذمہ داریاں:۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام کی ذمہ داری ارواح کو قبض کرنا ہے۔

اعمال نامے ام الکتاب کے موافق ہوں گے: جب دنیا ختم ہو جائے گی لوگوں کے اعمال نامے بند ہو جائیں گے تو لوگوں کے اعمال ناموں کو ام الکتاب (قرآن کریم) جس میں قیامت تک آنے والے تمام واقعات کا علم ہے سے تقابل کیا جائے گا تو لوگوں کے اعمال نامے قرآن کریم کے موافق ہوں گے۔

حدیث نمبر ۲۹:۔عن ابن عباس قال بینا رسول الله ومعه جبریل یناجیه اذ انشق افق السماء فاقبل جبریل یتضاء ل ویدخل بعضه فی بعض ویدنو من الارض فاذا ملك قد مثل بین یدی رسول الله ﷺ فقال یا محمد ان ربك یقرئك السلام ویخیرك بین ان تکون نبیا ملکا اونبیا عبدا قال رسول الله ﷺ فاشار جبریل الی بیده ان تواضع فعرفت انه لی ناصح فقلت نبیا عبدا فعرج ذالك الملك الی السماء فقلت یا جبریل قد کنت اردت ان اسئلك عن هذا فرأیت من حالك ما شغلنی عن المسئلة فمن هذا یاجبریل قال هذا اسرافیل خلقه الله یوم خلقه بین یدیه صافا قدمیه لا یرفع طرفه بینه وبین الرب سبعون نورا ما منها نور یدنو منه الا احترق، بین یدیه اللوح المحفوظ فاذا اذن الله بشیء فی السماء او فی الارض ارتفع ذالك اللوح فضرب جبهته فینظر فیه فان کان من عمل امرنی به وان کان من عمل میکائیل امره به وان کان من عمل ملك

الموت امره به قلت یا جبریل علی ای شیء انت قال علی الریاح والجنود قلت علی ای شیء میکائیل قال علی النبات والقطر قلت علی ای شیء ملك الموت قال علی قبض الانفس وما ظننت انه هبط الا بقیام الساعة وما ذاك الذی رأیت منی الا خوفا من قیام الساعة۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام سرگوشی فرمارہے تھے کہ اچانک آسمان کا افق پھٹا تو جبرائیل علیہ السلام سکڑ گئے اور ان کا بعض (جسم) بعض میں داخل ہونے لگ گیا اور وہ زمین کے ساتھ مل گئے پس اچانک ایک فرشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنمودار ہوا اور عرض اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے اور اختیار دیتا ہے کہ آپ صاحب حکومت نبی بنیں یا عبادت گزار بندہ بنیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اشارہ کیا کہ پستی اختیار کی جائے پس میں نے پہچانا کہ یہ مجھے نصیحت کررہے ہیں پس میں نے کہا: ''عبادت گزار نبی بننا چاہتا ہوں'' پس وہ فرشتہ آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ پھر میں نے کہا اے جبرائیل! میں تم سے اس کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا مگر جب میں نے تیرا حال دیکھا تو رک گیا۔ اے جبرائیل! یہ کون تھا؟ عرض کیا یہ اسرافیل علیہ السلام تھے جس دن سے اللہ تعالیٰ ان کو پیدا فرمایا تب سے یہ خدا کے حضور صف بستہ کھڑے ہیں اور خدا تعالیٰ کے سامنے کبھی نظر نہیں اٹھائی (اسکے) اور رب تعالیٰ کے درمیان نور کے ستر حجاب ہیں کوئی نور بھی ایسا نہیں مگر جب (یہ) اس کے قریب ہو جائے تو جل جائے۔ لوح محفوظ اس کے سامنے ہے جب اللہ تعالیٰ آسمان میں یا زمین میں کسی شئے کا حکم دیتے ہیں تو لوح محفوظ بلند ہو جاتی ہے پس یہ اپنی پیشانی کو حرکت دیتا ہے اور اس میں نظر کرتا ہے اگر تو وہ حکم میرے متعلق ہو تو یہ مجھے حکم دیتا ہے اور میکائیل کے متعلق ہو تو اسے حکم دیتا ہے اور اگر ملک الموت کے متعلق ہو تو اسے حکم دیتا ہے۔ میں نے کہا میکائیل کس کام پر مامور ہے؟ عرض کیا نباتات اور بارش پر، میں نے کہا ملک الموت کس کام پر مقرر ہے؟ عرض کیا روحوں کے قبض کرنے پر اور نہیں گمان کیا میں نے اس (اسرافیل) کے اترنے کے متعلق مگر قیامت کے قائم ہونے کا۔ اور آپ نے جو میرا حال دیکھا ہے یہ قیامت کے قائم ہونے کے خوف سے تھا کہ شاید حضرت اسرافیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیامت قائم ہونے کی اطلاع دینے کیلئے نازل ہوئے ہیں۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

---

[1] بیہقی، طبرانی، ابوالشیخ (منہ) شعب الایمان ۱/۷/۴، کتاب العرش ابوجعفر ابن ابی شیبہ (ق) ۱۱۶/۱، ۱۱۷/۱)، طبرانی کبیر ۱۱/۷۹، ۳، ابوالشیخ حدیث ۲۹۱

حضرت اسرافیل علیہ السلام

حضرت اسرافیل علیہ السلام بھی مقرب فرشتوں میں سے ایک برگزیدہ فرشتے ہیں۔ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے پر مامور کیا ہے۔ قرب قیامت کے وقت یہ خدا کے حکم سے صور پھونکیں گے تو تمام لوگ ہلاک ہوجائیں گے۔ دوبارہ پھونکیں گے تو مرے ہوئے لوگ زندہ ہوکر میدان حشر کی طرف دوڑیں گے۔ جہاں ان کے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ قرآن مجید میں نفخ صور کا ذکر ہے۔ البتہ اسرافیل کا نام کہیں نہیں آیا۔ البتہ حدیث کی متعدد کتب میں حضرت اسرافیل علیہ السلام کا نام آیا ہے۔ آئمہ طبری، کسائی اور غزالی رحمہ اللہ وغیرہ نے قیامت کے ضمن میں اسرافیل علیہ السلام کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔

یہودیوں کی روایات میں بھی ایک فرشتے کا نام کہیں سرافیم کہیں سرافیل اور کہیں سرافین بتایا گیا ہے۔ لیکن یہودی نفخ صور کے قائل نہیں۔ نفخ صور کا عقیدہ مسلمانوں کے علاوہ عیسائیوں میں بھی پایا جاتا ہے

حضرت اسرافیل علیہ السلام نے روکے رکھا: ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عصر پڑھائی تو پہلا رکوع اتنا طویل فرمایا کہ گمان ہوا کہ شاید رکوع سے سر نہ اٹھائیں گے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھالیا۔ نماز ادا فرمالینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا رُخِ انور محراب سے ایک جانب پھیر کر فرمایا کہ میرا بھائی اور چچا زاد علی بن ابو طالب کہاں ہے؟ حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری صفوں سے عرض کیا لبیک! میں حاضر ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ---! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوالحسن! میرے قریب آجاؤ چنانچہ حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوالحسن! کیا تم نے اگلی صف کے وہ فضائل نہیں سنے جو اللہ عزوجل نے مجھے بیان فرمائے ہیں؟ عرض کیا: کیوں نہیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ---۔ ارشاد فرمایا پھر کس چیز نے تمہیں پہلی صف اور تکبیر اولیٰ سے دور کر دیا، کیا حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی محبت نے تمہیں مشغول کر دیا تھا؟ عرض کیا ان کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت میں کیسے رکاوٹ ڈال سکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر کس چیز نے تمہیں روکے رکھا؟ عرض کیا کہ جب حضرتِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی تھی میں اس وقت مسجد ہی میں تھا اور دو رکعتیں ادا کی تھیں پھر جب حضرتِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقامت کہی تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تکبیرِ اُولیٰ میں شامل ہوا۔ پھر مجھے وضو میں شبہ ہوا تو میں مسجد سے نکل کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر چلا گیا اور جا کر حسن و حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو پکارا مگر کسی نے میری پکار کا جواب نہ دیا تو میری حالت اس عورت کی طرح ہوگئی جس کا بچہ گم ہوجاتا ہے یا ہانڈی میں ابلنے والے دانے جیسی ہوگئی۔ میں پانی تلاش کر رہا تھا کہ مجھے اپنے دائیں جانب ایک آواز سنائی دی اور سبز رومال سے ڈھکا ہوا سونے کا پیالہ میرے سامنے آگیا۔ میں نے رومال ہٹایا تو اس میں دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مکھن سے زیادہ نرم پانی موجود تھا۔ میں نے نماز کے لئے وضو کیا پھر رومال سے تری صاف کی اور پیالے کو ڈھانپ دیا۔ پھر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو

مجھے کوئی نظر نہ آیا نہ ہی مجھے یہ معلوم ہوسکا کہ پیالہ کس نے رکھا اور کس نے اٹھایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دیتے ہوئے مسکرا کر ارشاد فرمایا: مرحبا! مرحبا! اے ابوالحسن! کیا تم جانتے ہو تمہیں پانی کا پیالہ اور رومال کس نے دیا تھا؟ عرض کی اللہ اور اس کے رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں ارشاد فرمایا: پیالہ تمہارے پاس جبرئیلِ امین علیہ السلام لے کر آئے اور اس میں حظیرۃ القدس کا پانی تھا اور رومال تمہیں حضرتِ میکائیل علیہ السلام نے دیا تھا، حضرتِ اسرافیل علیہ السلام نے مجھے رکوع سے سر اٹھانے سے روکے رکھا یہاں تک کہ تم اس رکعت میں آکر مل گئے، اے ابوالحسن! جو تم سے محبت کریگا اللہ عزوجل اس سے محبت کریگا اور جو تم سے بغض رکھے گا اللہ عزوجل اسے ہلاک کردے گا۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بلاشبہ حضرت اسرافیل جب سے صور پھونکنے پر مقرر ہوئے ہیں تب سے تیار ہیں۔ عرش کے اردگرد اس خوف سے نظر کر رہے ہیں کہ انہیں نظر جھپکنے سے قبل حکم نہ دے دیا جائے، اس کی دونوں آنکھیں گویا کہ چمکدار ستارے ہیں۔"[2]

عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اقرب الخلق من اللہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل وانھم من اللہ لمیسرۃ خمسین الف سنۃ جبرائیل عن یمینہ و میکائیل عن الاخری واسرافیل بینھما۔[3]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مخلوق میں اللہ کے سب سے زیادہ قریب جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ سے پچاس ہزار سال کے فاصلہ پر ہیں، جبرائیل اللہ کی دائیں طرف میکائیل بائیں طرف اور اسرافیل ان دونوں کے درمیان ہیں۔

مقرب فرشتے

مُقَرَّب فرشتہ وہ فرشتہ جسے خدا کا قرب حاصل ہو۔ بائبل میں یہ لقب صرف میکائیل فرشتے کو دیا گیا ہے۔[4] جبرائیل کے متعلق لکھا ہے کہ وہ خدا کے حضور کھڑا رہتا ہے۔[5] اسی لیے وہ بھی مقرب فرشتہ ہے۔ اسلام میں چار مقرب فرشتے کے نام

---

[1]۔ آنسوؤں کا دریا، ص: 220

[2]۔ حاکم، المستدرک، 4:603، کتاب الاھوال، رقم: 8676

[3]۔ ابوالشیخ فی العظمۃ (منہ) درمنثور ۱/ ۹۴، ابوالشیخ ۲۵۷، اللآلی المصنوعہ ۱/ ۱۰، العلوم للعلی الغفار امام ذہبی، ص ۴۲

[4]۔ یہوداہ باب 1 آیت 9

[5]۔ لوقا باب 1 آیت 19

جبرائیل۔[1] میکائیل،[2] اسرافیل[3] اور عزرائیل[4] ہیں۔

حدیث مذکورہ میں تین مقرب فرشتوں کا ذکر ہے جس میں حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب اور میکائیل بائیں جانب جب کہ اسرافیل ان کے درمیان ہے۔ بظاہر ان احادیث میں تعارض نظر آتا ہے کہ ایک روایت میں ہے جبریل اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا رہتا ہے اور دوسری روایت میں دائیں جانب۔ لیکن ان میں تعارض نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جہت سے پاک ہے دائیں جانب سے سامنے کھڑا ہونا مراد لینے سے ہر دو احادیث میں تطبیق ہو جائے گی۔ نیز اس مقام پر تین کا مقرب ہونا زیادہ کے مقرب ہونے کو مانع نہیں ہے۔

ان فرشتوں کا اللہ تعالیٰ کے قرب خاص میں ہونا بھی پچاس ہزار سال کی مسافت پر ہیں۔

عن وهب قال هوءلا الاربعة املاك جبريل وميكائيل واسرافيل وملك الموت اول من خلقهم الله من الخلق وآخر من يميتهم واول من يحييهم هم المدبرات امرا والمقسمات امرا۔[5]

حضرت وہب (بن منبہ) فرماتے ہیں کہ چار فرشتے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل اور ملک الموت وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کے بعد موت دے گا اور انکو سب سے پہلے زندہ فرمائے گا یہ وہ فرشتے ہیں جو معاملات کے مدبر اور ان کی تقسیم کرنے والے ہیں۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت وہب کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

درس حدیث: قرآن کریم سورت صافات :۱ میں ''وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا'' کے متعلق اکثر مفسرین نے کہا کہ اس سے مراد فرشتے ہیں: اس سورت میں یہ پانچ اوصاف ان فرشتوں کے ہیں جن کی مختلف ذمہ داریاں ہیں۔ آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے چار اوصاف کے بعد پانچویں وصف یعنی تدبیر امور کی نوبت آتی ہے۔ لہٰذا پہلے چار اوصاف تدبیر امور کائنات کے تمہیدی امور معلوم ہوتے ہیں۔ تدبیر امور کے سلسلے میں فرشتے اللہ کی طرف سے وحی نازل کرنے میں واسطہ ہوتے ہیں۔ امتوں پر بلا نازل کرنے کے لیے واسطہ ہوتے ہیں۔ قبر میں حساب لینے، قیامت کے دن ثواب و عقاب دینے کے لیے، جہنم کے داروغہ کے طور پر کام کرنے کے لیے ذرائع ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے امور فرشتوں کے ذریعے انجام پاتے ہیں، جن میں حقیقی مدبر تو خود اللہ تعالیٰ ہے، لیکن فرشتے کاتب کے ہاتھ میں قلم کی طرح ہوتے ہیں۔

---

[1] ۔ سورۃ البقرہ، آیت 98 اور 99، سورۃ التحریم، آیت 4

[2] ۔ سورۃ 2 آیت 98

[3] ۔ سورۃ 69 آیت 13

[4] ۔ سورۃ سجدہ، آیت 11

[5] ۔ ابوالشیخ (منہ)

عن خالد بن ابی عمران قال: جبریل امین الله الی رسله ومیکائیل یتلقی الکتب التی ترفع من اعمال الناس واسرافیل بمنزلة الحاجب۔[1]

حضرت خالد بن ابوعمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت جرائیل خدا کے رسولوں کی طرف خدا کے امین ہیں۔ حضرت میکائیل ان کے اعمالناموں کو وصول کرتے ہیں جو لوگوں کے اعمال سے (آسمان کی طرف) بلند ہوتے ہیں اور حضرت اسرافیل (اللہ تعالیٰ کے سامنے) بطور دربان کے ہیں۔

فرشتوں کی مذید ذمہ داریاں

حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ کہ حضرت جبریل علیہ السلام کی دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا بھی ہے اور حضرت میکائیل علیہ السلام لوگوں کے اعمال نامے جو آسمانوں کی طرف بلند ہوتے ہیں کو وصول کرنے کی ذمہ داری بھی سرانجام دیتے ہیں جب کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام بطور دربان بارگاہِ خداوندی میں حاضر رہتے ہیں۔

عن عکرمه بن خالدان رجلا قال یارسول الله ای الملائکة اکرم علی الله قال لاادری فجاء ہ جبریل فقال یاجبریل ای الخلق اکرم علی الله قال لا ادری فعرج جبریل ثم هبط فقال: جبریل ومیکائیل واسرافیل وملك الموت فاما جبریل فصاحب الحرب وصاحب المرسلین واما میکائیل فصاحب کل قطرة تسقط وکل ورقة تنبت وکل ورقة تسقط واما ملك الموت فهو موکل بقبض روح کل عبد ابی بر او بحر واما اسرافیل فامین الله بینه وبینهم۔[2]

حضرت عکرمہ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کے نزدیک سب سے معزز کون سے فرشتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے علم نہیں ہیں۔ پس آپ سب کے پاس حضرت جرائیل حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جرائیل! کون سی مخلوق اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہے؟ انہوں نے عرض کیا مجھے بھی علم نہیں ہے۔ پھر حضرت جرائیل آسمان کی طرف چڑھ گئے پھر اتر آئے اور کہا جرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام اور ملک الموت علیہ السلام (زیادہ عظمت والے) ہیں۔ پس جرائیل علیہ السلام جنگوں اور رسولوں کے وزیر ہیں، میکائیل ہر گرنے والے بارش کے قطرہ اور اگنے اور گرنے والے پتے کے نگران ہیں، ملک الموت دریاؤں اور خشکی میں رہنے والے ہر بندے کی روح کو قبض کرنے کے نگران ہیں اور اسرافیل اللہ تعالیٰ اور ان (تینوں مذکورہ فرشتوں) کے مابین اللہ کے "امین" ہیں۔

1۔ (ابوالشیخ (منہ) (حدیث ۲۹۲۔۲۷۹) درمنثور ۱/ ۹۴ حاوی للفتاوی ۲/ ۱۶۴)

2۔ ابوالشیخ، (منہ) حدیث نمبر ۳۸۰، درمنثور ۱/ ۹۳، حاوی ۲/ ۱۶۴

ملائکۃ المقربین

حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ ملائکہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مقرب چار فرشتے (۱) جبریل علیہ السلام (۲) میکائیل علیہ السلام (۳) اسرافیل علیہ السلام (۴) عزرائیل علیہ السلام۔ حضرت جبریل علیہ السلام جنگوں پر مامور ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے وزیر ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام بارش پر مامور ہیں وہ بارش کے ہر قطرے اور ان قطروں سے اگنے والی نباتات اور گرنے والے پتوں پر نگران ہیں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام ارواح کو قبض کرنے کی ذمہ داری سرانجام دیتے ہیں جب کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ اور ان تینوں ملائکہ کے درمیان امین ہیں۔

عن ابی الملیح عن ابیه انه صلی مع النبی ﷺ رکعتی الفجر فصلی قریبا منه فصلی النبی ﷺ رکعتین خفیفتین فسمعته یقول "اللهم رب جبریل ومیکائیل واسرافیل ومحمد اعوذبك من النار" ثلاث مرات۔[1]

حضرت ابوالملیح رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ وعلیہ وسلم کے ساتھ صبح کی دو رکعت نماز پڑھی، اور نماز بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پڑھی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں ہلکی ہلکی پڑھیں۔ میں نے آپ کو تین مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا۔ ''اے جبرائیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ اور محمد کے پروردگار! میں آپ کے ساتھ دوزخ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ آپ نے یہ دعائیں تین مرتبہ فرمائی''۔[1]

نوٹ: ابوملیح نامی تین راوی ہیں۔ حضرت ابوملیح بن عروبہ بن مسعود ثقفی، حضرت ابوملیح ھدادی۔ اور ابوملیح ھذلی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

جہنم سے پناہ مانگنے کی قرآنی دعا

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (الفرقان:۶۵)

اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب دور کر دے بے شک اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔

جہنم سے پناہ مانگنے کی ایک مستند دعا

عن الحارث بن مسلم أنه أخبره عن أبیه مسلم بن الحارث التمیمی: عن رسول الله صلی الله علیه وسلم أنه أسر إلیه فقال إذا انصرفت من صلاة المغرب فقل اللهم أجرنی من النار سبع مرات فإنك إذا قلت ذلك ثم مت فی لیلتك کتب لك جوار منها وإذا صلیت الصبح فقل کذلك فإنك

[1] مجمع الزوائد ۲/ ۲۱۹،۱۰/ ۱۰۴ و ۱۱۰۔ وذکر الھیثمی وقال رواہ النسائی بنحوہ من غیر تقیید برکعتی الفجر وکذا ابویعلی عن شیخہ سفیان بن وکیع وھو ضعیف۔

إن مت في يومك كتب لك جوار منها ۔[1]

حضرت حارث بن مسلم سے مروی ہے کہ انہیں ان کے والد گرامی مسلم بن حارث تمیمی نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب تم مغرب کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللھم اجرنی من النار سات مرتبہ پڑھ لو ، اگر اس رات تمھارا انتقال ہو گیا تو تمھارے حق میں جہنم سے پناہ لکھ دی جائے گی اور اگر صبح یہی عمل کر لو تو اگر اس دن تمھارا انتقال ہو گیا تو تمھارے حق میں جہنم سے پناہ لکھ دی جائے گی۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ فتنوں کے ظاہر ہونے سے پہلے جلد جلد نیک اعمال کر لو جو اندھیری رات کی طرح چھا جائیں گے صبح آدمی ایمان والا ہوگا اور شام کو کافر، یا شام کو ایمان والا ہوگا اور صبح کافر، اور دنیوی نفع کی خاطر اپنا دین بیچ ڈالے گا۔ (صحیح مسلم)

اسی طرح ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ، قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ ایک شخص کسی قبر کے پاس سے گزرے اور کہے گا کہ کاش میں اس جگہ ہوتا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

ایک اور جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو۔[2]

فتنوں سے پناہ مانگنے کی دعائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں یہ دعا مانگتے تھے "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا، وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ" اے اللہ! عذاب قبر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، مسیح دجال اور زندگی اور موت کے فتنے سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں گناہوں اور قرض سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، ایک مرتبہ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ اتنی کثرت سے قرض سے پناہ کیوں مانگتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انسان جب مقروض ہوتا ہے تو بات کرتے ہوئے جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔[3]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان پانچ کلمات کی تاکید فرماتے تھے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے بیان کرتے تھے "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ" اے اللہ! میں بخل اور کنجوسی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، میں بزدلی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، میں گھٹیا عمر کی طرف لوٹائے جانے سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، دنیا کی آزمائش سے آپ

---

[1] سنن أبي داود، کتاب الادب، باب مايقول اذا اصبح، 2/ 741، الرقم: 5079

[2] بخاری

[3] صحیح بخاری و مسلم

کی پناہ میں آتا ہوں اور عذاب قبر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر مرتبہ یہ دعا مانگتے تھے ''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَفِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَشَرِّ فِتْنَۃِ الْغِنٰی، وَشَرِّ فِتْنَۃِ الْفَقْرِ'' یا اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیری دوزخ کے فتنہ سے اور دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے فتنہ سے اور عذاب قبر سے اور دجال کے فساد سے اور تنگ دستی کے فتنہ اور مال داری کے فتنہ سے۔[2]

عن عائشة رضی الله عنها ان النبی ﷺ اغمی علیه ورأسه فی حجرها فجعلت تمسح وجهه وتدعوله بالشفاء فلما افاق قال لا بل اسالی الله الرفیق الاعلیٰ من جبریل ومیکائیل واسرافیل علیهم السلام۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوئی اور آپ ﷺ کا سر مبارک انکی گود میں تھا پس یہ آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ہاتھ پھیرنے لگیں اور شفاء کے لئے دعا کرتی رہیں۔ جب آپ ﷺ کو افاقہ ہوا تو فرمایا نہیں (یہ دعا نہ کر) بلکہ اللہ تعالیٰ سے جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اور اسرافیل علیہم السلام کے ساتھ بہترین رفاقت کی دعا کر۔

عمدہ رفاقت

وَ مَن یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُولَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِینَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِم مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیقِینَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِینَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیقًا ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیمًا۔ (النسآء)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ کافی ہے جاننے والا،

سابقہ آیات میں (بشر نامی) ایک منافق کا ذکر تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے گئے فیصلے کو قبول کرنے کی بجائے اپنا مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پیش کیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے مدعی یہودی اور مدعی علیہ منافق (بظاہر مسلمان) سے ان کے بیانات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے ہوئے فیصلہ کا احوال سنا اور گھر تشریف لے گئے جہاں سے تلوار اٹھالائے اور آتے ہی منافق کا کام تمام کردیا۔ اس پر منافق کے رشتہ داروں نے قتل ناحق کا شور بلند کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو نہ ماننے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ''فلا وربک لا

---

[1] ۔ بخاری، ترمذی والنسائی

[2] ۔ بخاری، ترمذی والنسائی

[3] ۔ کتاب الزہد اما احمد رحمۃ اللہ علیہ

یؤمنون حتیٰ یحکموک فی ماشجر بینھم۔" ترجمہ۔ پس آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنالیں۔ ساتھ ہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق، جان و وطن قربان کرنے والوں کے لیے خیر، استقامت، اجر عظیم اور صراط مستقیم کا وعدہ فرمایا اور اس کے بعد ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک عاشق رسول صحابی رضی اللہ عنہ کا (نام لیے بغیر) واقعہ بیان فرمایا، لیکن ایک قاعدہ کلیہ کے انداز میں کہ جو لوگ دل و جان سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام کو مانیں گے تو ان کو جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء کرام اور اولیاء اللہ کی رفاقت مرحمت ہوگی، بلاشبہ یہ حضرات بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دل میں آپ کی محبت اپنی جان، بیوی اور اولاد سے بھی زیادہ ہے، جب بھی گھر میں بے چین ہو جاتا ہوں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت کر لیتا ہوں تو سکون آجاتا ہے، اب مجھے فکر یہ دامن گیر ہے کہ جب آپ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور مجھے بھی موت آجائے گی تو مجھے یقین ہے کہ آپ جنت کے اعلیٰ درجات میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوں گے اور میں نہ معلوم جنت میں پہنچوں گا یا نہیں۔ اگر جنت میں پہنچا بھی تو میرا درجہ آپ سے بہت نیچے ہوگا اور میں وہاں آپ کی زیارت نہ کرسکوں گا تو مجھے کیسے صبر آئے گا۔ (قربان جائیں صحابہ کرام کے عشق رسول پر کہ وہ جنت کے نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے طالب ہیں)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کلام سن کر کوئی جواب نہ فرمایا یہاں تک کہ آیت مذکورہ ومن یطع اللہ۔۔۔۔۔الخ نازل ہوئی اور آپ نے اسی وقت انہیں بشارت سنادی کہ اطاعت کرنے والوں کو جنت میں بھی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت وملاقات کا شرف حاصل ہوگا۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں اس صحابی رضی اللہ عنہ کا نام مذکور نہیں لیکن امام بغوی نے لکھا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا رہنے کی ان میں ہمت نہ تھی۔ ایک مرتبہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشان حال دیکھ کر اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے مذکورہ بالا احوال (جو سیدہ کی روایت میں مذکور ہوا) عرض کیا۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں کسی فرد یا علاقہ یا رنگ، ونسل کی تخصیص کیے بغیر عام اعلان فرمایا گیا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا اسے جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین (نبیوں کے بعد سب سے مقرب ترین ہستیاں صدیقین ہیں)، شہداء (جو راہ خدا میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں) اور صالحین (امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اولیاء اللہ اور علماء ربانیین) رضی اللہ عنہم کی رفاقت و زیارت حاصل ہوگی۔

امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک حبشی سیاہ فام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ادب سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ شکل وصورت میں بھی ممتاز ہیں اور نبوت و رسالت میں بھی، اب اگر میں بھی اس چیز پر ایمان لے آؤں جس پر آپ ایمان لائے اور اعمال بھی وہ کروں جو آپ کرتے ہیں تو کیا میں بھی جنت میں آپ کے ساتھ ہوسکتا ہوں۔ اس کے جواب میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ضرور قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ جنت میں کالے رنگ (سیاہ فام حبشی)، سفید رنگ حسین وجمیل ہوجائیں گے۔ (تفصیلی حدیث کے آخر میں ہے)۔ اس حبشی نے حیرت سے سوال کیا یا رسول اللہ میری آنکھیں بھی ان نعمتوں کو دیکھیں گی جن کو آپ کی مبارک آنکھیں دیکھیں گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ضرور۔ یہ سن کر نومسلم حبشی رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کیا یہاں تک کہ روتے روتے ان کی روح پرواز کرگئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اسکی تجہیز وتکفین کا انتظام فرمایا۔[1]

نکل جائے دم انکے قدموں کے آگے   یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

قران مجید کی بہت سی آیات مبارکہ میں مخصوص اعمال صالحہ کے نتیجہ میں جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے لیکن یہاں پر کسی مخصوص عمل کا ذکر کئے بغیر مطلق اطاعۃ کا ذکر کرنے اس کے صلہ میں چار قسم کے مقربان الٰہی کی معیت و رفاقت کا اعلان کیا گیا (جو کہ یقینا جنت اور اسکی نعمتوں سے بدرجہا بلند ہے)۔ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ اس قرب ومعیت کے حقدار صرف وہی ہوسکتے ہیں جو زندگی کے ہر موڑ پر اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کرتے ہیں اور اپنی عملی زندگی میں خواہ وہ عبادات ہوں یا معاملات، مأمورات ہوں یا منہیات کسی بھی مقام پر وہ امر الٰہی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہیں کرتے۔ لہٰذا وہ جنت کے بھی کسی مخصوص طبقہ کے مستحق نہیں ٹھہرتے بلکہ وہ مراتب ومدارج میں تفاوت کے باوجود بترتیب انبیاء علیہم السلام، صدیقین (جو بلاتردد اور جھجک کے فوری طور پر دعوت اسلام قبول کرکے جان ومال نچھاور کرتے ہیں)، شہداء (جو رضائے الٰہی کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں) اور صالحین (بقیہ اولیاء اللہ علماء ربانیین) کے ساتھ ہونگے۔

صحیح بخاری شریف میں خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص (ذوالخویصرۃ) رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا متی الساعۃ (یارسول اللہ قیامت کب قائم ہوگی)۔ جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وما اعددت لھا (تونے اسکے لیے کیا تیار کر رکھا ہے)۔ (جواب میں) عرض کیا: لاشئ الا انی احب اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی اور تو کچھ نہیں مگر یہ کہ میں بلاشک وتردد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ (اس کا یہ عاشقانہ جواب سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

---

[1] معارف القرآن

فرمایا انت مع احببت (جسے تو محبوب رکھتا ہے (کل قیامت کے دن) اسی کے ساتھ ہوگا)۔ راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فما فرحنا بشئ فرحنا بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انت مع من احببت، قال انس فانا احب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابابکر وعمر و ارجوان اکون معھم بحبی ایاھم وان لم اعمل بمثل اعمالھم۔[1] ہمیں کسی بھی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی خوشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد انت مع من احببت (یعنی جسے تو دوست رکھتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا) سے حاصل ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تینوں سے محبت رکھتا ہوں، اس لیے مجھے امید ہے کہ (جنت میں بھی) ان کے ساتھ ہونگا محض ان کی محبت کے صدقہ میں اگرچہ میں نے ان کے اعمال جیسے اعمال نہیں کیے۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کی الفت ومحبت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حصول جنت کا اہم ذریعہ سمجھتے تھے۔

سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ تم سے پہلے کسی امت میں ایک آدمی تھا جس نے اللہ کے ننانوے بندے قتل کیے تھے (ایک وقت اس کے دل میں ندامت اور اپنے انجام اور آخرت کی فکر پیدا ہوئی) تو اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ اس علاقہ میں سب سے بڑا عالم کون ہے (تاکہ اس سے جاکر پوچھے کہ میری بخشش کی کیا صورت ہوسکتی ہے) لوگوں نے اس کو ایک راہب (کسی بزرگ درویش) کے بارے میں بتایا۔ چنانچہ وہ ان کے پاس گیا اور ان سے عرض کیا کہ میں (ایسا بدبخت ہوں) جس نے 99 خون کئے ہیں، تو کیا ایسے آدمی کی بھی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ (اور وہ بخشا جاسکتا ہے؟) اس راہب بزرگ نے کہا بالکل نہیں، تو 99 آدمیوں کے اس قاتل نے اس بزرگ راہب کو بھی قتل کرڈالا اور سو کی گنتی پوری کردی (لیکن پھر اس کے دل میں وہی خلش اور فکر پیدا ہوئی) اور پھر اس نے کچھ لوگوں سے کسی بہت بڑے عالم کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے اس کو کسی بزرگ عالم کا پتہ بتادیا، وہ ان کے پاس بھی پہنچا اور کہا کہ میں نے سو خون کیے ہیں تو کیا ایسے مجرم کی توبہ بھی قبول ہوسکتی ہے۔ (اور وہ بخشا جاسکتا ہے؟) انہوں نے کہا ہاں ہاں! (ایسے کی توبہ بھی قبول ہوتی ہے) اور کون ہے جو اس کے اور توبہ کے درمیان حائل ہوسکے (یعنی کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کی توبہ کو قبول ہونے سے روک دے۔ پھر انہوں نے کہا کہ تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ) تو فلاں بستی میں چلا جا، وہاں اللہ کے عبادت گزار کچھ بندے رہتے ہیں تو بھی (وہیں جا پڑ اور) ان کے ساتھ عبادت میں لگ جا (اس بستی پر خدا کی رحمت برستی ہے) اور پھر وہاں سے کبھی اپنی بستی تک نہ آ، وہ بڑی خراب بستی ہے۔ چنانچہ وہ اس دوسری بستی کی طرف چل پڑا۔ یہاں تک کہ جب آدھا راستہ اس نے طے کرلیا تو اچانک اس کو موت آگئی۔ اب اس کے بارے

---

[1] صحیح بخاری شریف صفحہ 521 جلد ثانی

میں رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں نزاع ہوا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ توبہ کر کے آیا ہے اور اس نے صدق دل سے اپنا رخ اللہ کی طرف کرلیا ہے (اس لئے یہ رحمت کا مستحق ہو چکا ہے) اور عذاب کے فرشتوں نے کہا کہ اس نے کبھی بھی کوئی نیک عمل نہیں کیا ہے۔ (اور یہ سوخون کر کے آیا ہے اس لئے یہ سخت عذاب کا مستحق ہے) اس وقت ایک فرشتہ (اللہ کے حکم سے) آدمی کی شکل میں آیا، فرشتوں کے دونوں گروہوں نے اس کو حکم مان لیا۔ اس نے فیصلہ دیا کہ دونوں بستیوں تک کے فاصلہ کی پیمائش کرلی جائے (یعنی شر وفساد اور خدا کے عذاب والی وہ بستی جس سے وہ چلا تھا اور اللہ کے عبادت گزار بندوں والی وہ قابل رحمت بستی جس کی طرف وہ جارہا تھا) پھر جس بستی سے وہ نسبتاً قریب ہو اس کو اسی کا مان لیا جائے، چنانچہ پیمائش کی گئی تو وہ نسبتاً قریب ہو اس کو اسی کا مان لیا جائے، چنانچہ پیمائش کی گئی تو وہ نسبتاً اس بستی سے قریب پایا گیا جس کے ارادہ سے وہ چلا تھا تو رحمت کے فرشتوں نے اس کو اپنے حساب میں لے لیا۔[1]

صالحین کی صحبت

ماحول میں اچھی اور بری صحبت کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے انسانی زندگی کو جیسی صحبت میسر ہوگی ویسا ہی اس کی زندگی میں نکھار یا فساد پیدا ہوگا، جو لوگ اکٹھے اٹھتے بیٹھتے ہیں ان کے اخلاق اور مذاق بھی یکساں ہو جایا کرتے ہیں کیونکہ کشش اور محبت، نفرت اور حقارت کی نظر نہ آنے والی لہریں دو ہم نشینوں کے درمیان جاری رہتی ہیں، اور ان کے تعلق کی ٹھیک ٹھیک رپورٹ پیش کرتی ہیں، چنانچہ رب کریم کا فرمان ہے:

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین (التوبہ:۱۱۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کی صحبت اختیار کرو۔

علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: سچوں کی صحبت اتنی اختیار کرو کہ ان کی طرح بن جاؤ، کیونکہ ساتھی اپنے ساتھی کی اتباع کرتا ہے۔

جس طرح خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے اس طرح آدمی کا رنگ ہم نشین پر چڑھتا ہے۔

جمال ہم نشیں درمن اثر کرد　　　وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس تم میں سے ہر ایک دیکھے کہ وہ کس سے ملتا ہے۔“

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: امام غزالی فرماتے ہیں کہ حریص بندے کی صحبت اور اس میل ملاپ حرص پیدا کرتا ہے اور زاہد کی صحبت اور اس سے میل جول دنیا سے زہد پیدا کرتا ہے اس لیے کہ طبیعتیں مشابہت کو نقل کرلیتی ہیں، بلکہ ایک طبیعت دوسری طبیعت سے اتنی خاموشی سے اس کی عادت کو چوری کرلیتی ہے کہ پتہ ہی

---

[1] صحیح بخاری و صحیح مسلم

نہیں چلتا یہی وجہ ہے کہ دریا کے کنارے میں بیٹھنے والے کی طبیعت میں ٹھنڈک آجاتی ہے آگ کے قریب بیٹھنے والے کی طبیعت میں گرمی وحرارت آجاتی ہے، اونٹوں کو چرانے والے کی طبیعت میں ہٹ دھرمی آجاتی ہے، گھوڑوں کی خدمت کرنے والے کی طبیعت میں شجاعت آجاتی ہے، بکریاں چرانے والے کی طبیعت میں عاجزی اور تواضع آجاتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اللہ رب العزت نے انسان کی طبیعت کو بنایا ہی ایسا ہے کہ جس کے ساتھ رہتا ہے ایسی جیسا بننا چاہتا ہے یا اس کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہے۔

بری صحبت کے اثرات بد سے انسان کے اخلاق و اعمال تو متاثر ہوتے ہی ہیں اس کے ساتھ عقائد بھی تباہ ہوجاتے ہیں انسان کی جہاں دنیا برباد ہوتی ہے وہاں پر بری صحبت آخرت میں بھی ذلت کا باعث بن جاتی ہے بری صحبت زہر سے زیادہ مہلک ہوتا ہے جس کا انجام ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

نیک صحبت تریاق کا کام کرتی ہے، جو سینکڑوں برائیوں سے حفاظت کا ذریعہ بنتی ہے عقل مند انسان کو جیسے نیکی کی تلاش ہوتی ہے ویسے ہی نیک لوگوں کی تلاش ہوتی ہے نیک مجالس اور نیک صحبت کو پسند کرتا ہے۔ بری صحبت اور بری ہم نشینی سے بچتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے عام انسان ہی کو نہیں بلکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ وہ نیک، صالح اور متقی پرہیز گار لوگوں کی صحبت اختیار کریں اور ان لوگوں کی صحبت سے دور رہیں جو نفسانی خواہشات کی تکمیل میں لگے رہتے ہیں اور ذکر سے غافل ہیں، فرمان باری تعالیٰ ہے:

واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه ولا تعد عينك عنهم۔ (الکھف: ۲۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود کو ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کی پابندی کرلیں جو صبح وشام اپنے رب کو اس کی رضا جوئی کے لیے پکارتے ہیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

فاعرض عن من تولیٰ عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوٰۃ الدنیا۔ (النجم: ۲۹)

اے میرے محبوب آپ ان سے الگ ہوجایئے جنہوں نے میری یاد سے منہ پھیر لیا ہے اور اس کا مقصود دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اسی وجہ سے اسلام بری صحبت سے روکتا ہے کیونکہ اس سے انسان راہ ہدایت سے بھٹک جاتا ہے اور ہمیشہ جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔

رب کریم نے قرآن کریم میں بری صحبت اختیار کرنے والے لوگوں کا تذکرہ کیا ہے، جو قیامت کے دن اپنے برے دوستوں اور ہم نشینوں کو یاد کرکے اللہ رب العزت سے مطالبہ کریں گے، کہ وہ پل بھر کے لیے ان کو وہ لوگ دکھا دے جن کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے نے ان کو راہ حق سے بھٹکا دیا تھا تاکہ وہ ان کو اپنے قدموں سے روند ڈالیں جہنمی خود کو کوسیں

گے اور کہیں گے کاش ہم فلاں سے دوستی نہ لگاتے اور انبیاء کرام کی اتباع کرتے دنیا کے دوست وہاں پر ایک دوسرے سے دشمنی کرنے لگیں گے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وقال الذین کفروا ربنا ارنا الذین اضلنا من الجن والانس نجعلھما تحت اقدامنا لیکونا من الاسفلین۔ (حم السجدہ:۲۹)

کافر کہیں گے اے ہمارے رب آپ ہمیں جنوں اور انسانوں کے وہ دونوں فریق دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تاکہ ہم انہیں اپنے قدموں کے نیچے روند ڈالیں تاکہ وہ دوزخ میں سب سے نیچے ہو جائیں۔

اگر وہ نیکوں کی صحبت رکھتا ہے تو اس کے نیک ہو جانے کے امکانات ہیں، اور اگر بروں کی مجلس اختیار کی ہے تو اگرچہ خود نیک ہو لیکن بد ہے کیونکہ وہ اپنے ہم نشینوں کے افعال پر راضی ہے اور جب وہ بد کے افعال قبیحہ پر راضی ہوا تو وہ خود بھی بد ہی ہوگا۔

امام الاولیاء حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں: ''ایک آدمی کعبہ کے گرد طواف کرتے ہوئے کہتا تھا اے میرے پروردگار میرے بھائیوں کو نیک کر، اس سے پوچھا گیا کہ ایسے متبرک مقام میں پہنچ کر تو اپنے لیے کیوں نہیں کرتا؟ اس نے کہا جب میں اپنے بھائیوں میں واپس لوٹوں گا تو اگر میں نے ان کو نیک پایا تو میں بھی نیک رہوں گا اور اگر وہ گمراہ اور بدکردار رہے تو میں بھی ان کی وجہ سے بد ہو جاؤں گا اس وجہ سے کہ نفس دوستوں کی عادات سے تسکین پاتا ہے اور انہیں جلدی قبول کرتا ہے، انسان جس ماحول میں پرورش پاتا ہے اس کے تاثرات پوری قوت سے اس پر غلبہ اثر پیدا کرتے رہتے ہیں اور اس گروہ کی عادات وخصائل وہ آدمی اختیار کرتا جاتا ہے۔''

خلاصہ کلام یہی ہے کہ کسی کہنے والے شیخ نے کہا کہ کتاب اور دوست روح کی غذا ہے اس میں شک نہیں کہ یہ بات بالکل صحیح ہے اس سے بھلا کس کو انکار ہو سکتا ہے، لیکن اس غذا کے انتخاب کے سلسلے میں بڑی ہوشیاری اور ذہانت کی ضرورت ہے۔

جس طرح جسمانی صحت کے لیے خراب اور غلط غذا مضر ہے اور نقصان دہ ثابت ہوتی ہے اسی طرح روح کی غذا کے منتخب کرنے میں بھی یہ بات پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ ہم نے جو غذا اپنے لیے منتخب کی ہے اس میں صحت مند اجزاء بھی پائے جاتے ہیں یا وہ اپنے دامن میں خراب اور زہریلے اثرات رکھتی ہے؟

یہ انتخاب کوئی معمولی چیز نہیں ہے روحانی غذا کے صحیح انتخاب پر ہی مستقبل کی تعمیر و ترقی کا انحصار ہے، روح کی غذا کا غلط انتخاب انسانی ذہن کو بالکل اسی طرح غلط راہ پر ڈال دیتا ہے جس طرح جسم کے لیے غلط اور خراب غذا کا استعمال بیماری اور امراض و دعوت دیتا ہے۔

اس لیے اپنی روح کی صحت مند غذا حاصل کرنے میں بڑی دوراندیشی، سمجھ بوجھ اور ہوشیاری کی ضرورت ہے

فرق صرف یہ ہے کہ ایک کا غلط انتخاب انسان کے جسم کو بیمار بناتا ہے اور دوسرے کا غلط روح وضمیر کی بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔

اس لیے ہمیں اس بارے میں محتاط رہنا چاہیے کہ ہم اور ہماری اولاد کہیں بری صحبت تو اختیار کیے ہوئے نہیں ہے۔آج معاشرے میں 99 فیصد بلکہ 100 فیصد بگاڑ ہی بری سوسائٹی اور بری صحبت سے آیا ہوا ہے۔اس لیے کسی نے کہا ہے:

صحبت صالح ترا صالح کند　　　صحبت طالح ترا طالح کند

ما جاء فی جبریل علیہ السلام

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے حالات

حضرت جبرائیل کا نام

حدیث نمبر ۳٦:۔ عن علی بن حسین قال اسم جبریل عبداللہ واسم میکائیل عبیداللہ واسرافیل عبدالرحمن وکل شیء رجع الی ایل فھو معبداللہ عزوجل۔[1]

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کا نام عبداللہ ہے، میکائیل علیہ السلام کا نام عبیداللہ ہے اور اسرافیل علیہ السلام کا نام عبدالرحمن ہے۔ ہر شے جو ''ایل'' کے ساتھ منسلک ہو وہ اللہ عزوجل کی عبادت کرنے والا ہے۔

ملائکہ ثلاثہ کے اسمائے گرامی:

حضرت جبریل علیہ السلام کا نام عبداللہ۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کا نام عبیداللہ اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کا نام عبدالرحمن ہے۔

جبریل، میکائیل، اسرافیل یہ تمام کے تمام عبرانی زبان کے نام ہیں ۔ جبر۔ میکا اور اسراء یہ تینوں ''ایل'' کی طرف منسوب ہیں جس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا۔ سوان تمام اسمائے گرامی کا معنی ہے ''اللہ تعالیٰ کی بندگی وعبادت کرنے والا''

راوی حدیث حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما

اہل بیت کے ائمہ باصفا میں سے ایک شخصیت جو زین العابدین اور سید سجاد سے معروف ہیں۔

زین العابدین کے لقب سے معروف کی نسبت خاندان نبوت کی طرف ہے، یہ علی بن ابی طالب کے صاحبزادے سیدنا حسین کے بیٹے ہیں، علی بن حسین ان کا نام ہے، قرشی اور ہاشمی ہیں، ابوالحسن ان کی کنیت ہے، ابوالحسن، ابومحمد اور ابوعبداللہ بھی کہا جاتا ہے۔[2]

---

[1] ابن جریر، ابوالشیخ (منہ) حدیث نمبر ۳۸۲، ابن جریر ۱/ ۴۳۷، تفسیر ابن ابی حاتم قلمی ۱/ ٦۵، فتح الباری ۸/ ۱٦۵

[2] تہذیب الکمال فی أسماء الرجال: جلد 20 صفحہ 382، الناشر: موسسہ الرسالہ بیروت، سیر اعلام النبلا : جلد 4 صفحہ 386 الناشر: موسسہ الرسالہ بیروت، حلیۃ الاولیا: 133/ 3، تذکرۃ الحفاظ: 74/ 1، تہذیب التہذیب: 304/ 7، الثقات: 159/ 5، الجرح والتعدیل: 229/ 6، التاریخ الکبیر: 266/ 6، تاریخ الاسلام: 180/ 3، الکاشف: 37/ 2)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے والدِ ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اظہارِ عقیدت کے لیے اپنے بچوں کے نام علی رکھتے تھے۔ اسی مناسبت سے زین العابدین کا نام بھی علی ہے اور کنیت ابو محمد، ابوالحسن، ابوالقاسم اور ابوبکر ہے، جبکہ کثرتِ عبادت کے سبب آپ کا لقب سجاد، زین العابدین، سید العابدین اور امین ہے۔[1]

علی ابن حسین کی ولادت علامہ ذہبی نے یعقوب بن سفیان فسوی سے نقل کیا ہے کہ علی بن حسین 33 ہجری میں پیدا ہوئے۔[2]

لیکن علامہ موصوف نے یہ لکھا ہے کہ (شاید) ان کی پیدائش 38 ہجری میں ہوئی ہے۔[3]

علامہ ابوالحجاج جمال الدین یوسف مزّی نے بھی یعقوب بن سفیان سے سن ولادت 33 ہجری نقل کیا ہے اور یہی راجح ہے۔[4]

والدہ کا نام

علی بن حسین کی والدہ کا نام سلامہ یا سلافہ ہے، جو اس وقت کے شاہ فارس یزدجرد کی بیٹی تھیں، حضرت عمر فاروق کے زمانۂ خلافت میں ایران فتح ہوا تو یہ لونڈی بنالی گئی تھی۔[5]

ابن سعد نے اس کا نام "غزالہ" نقل کیا ہے۔[6]

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان کی والدہ خلیفہ یزید بن ولید بن عبدالملک کی پھوپی تھی۔[7]

آپ کی والدہ کا نام شہر بانو تھا جو ایران کے بادشاہ یزدگرد سوم کی بیٹی تھیں جو نوشیروان عادل کا پوتا تھا۔

علی اوسط کا نام

ان کو علی اوسط کہا جاتا ہے، ان کے دوسرے بھائی جوان سے عمر میں بڑے تھے، ان کو علی اکبر کہا جاتا تھا، جو معرکہ کربلا میں اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہل کوفہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے تھے۔[8]

علی اوسط یعنی علی بن حسین المعروف زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے والد گرامی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شریک تھے۔

---

[1] شرح شجرہ قادریہ رضویہ عطاریہ ناشر مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی صفحہ 52
[2] تاریخ اسلام، 3/181
[3] سیر أعلام النبلا، 4/386
[4] تہذیب الکمال، 20/402
[5] سیر أعلام النبلا: 4/386، تہذیب الکمال: 20/383
[6] طبقات، 5/211
[7] سیر اعلام النبلا: 4/399
[8] تاریخ الاسلام: 3/181، الطبقات الکبری: 5/211

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

ابو حازم کہتے ہیں کہ علی بن حسین سے کسی نے پوچھا کہ حضرت ابوبکر وعمر کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا مرتبہ تھا؟ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: جو تقرب ان کو آج اس روضہ میں حاصل ہے ایسا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی تھا۔[1]

محمد بن علی بن حسین نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ ان کے پاس عراق سے کچھ لوگ آئے اور انھوں نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ سب وشتم کے ساتھ کیا اور حضرت عثمان کی شان میں گستاخی کرنے لگے، (والعیاذ باللہ) حضرت علی بن حسین نے ان عراقیوں سے کہا: کیا تم ان مہاجرین اولین میں سے ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: "لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ"[2]

اہل عراق نے کہا: ہم ان لوگوں میں سے نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت علی بن حسین نے پھر کہا: کیا تم لوگ ان لوگوں میں سے ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔[3]

اہل عراق نے کہا، ہم ان لوگوں میں سے بھی نہیں جن کے بارے میں اللہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت زین العابدین نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے خود اقرار کیا کہ تم آیات میں مذکور دونوں فریقوں میں سے نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں جن کے بارے میں اللہ نے یہ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔[4]

پھر فرمایا: تم لوگ میرے پاس سے اٹھ جاؤ، اللہ تمھارا گھر قریب نہ کرے، تم اپنے آپ کو اسلام کے لبادے میں چھپاتے ہو جب کہ تم اہل اسلام میں سے نہیں ہو۔[5]

---

[1] تہذیب الکمال: 393/20، سیر اعلام النبلا: 395/4

[2] الحشر: 8

[3] الحشر: 9

[4] الحشر: 10

[5] حلیۃ الاولیاء: 136,137/3، تہذیب الکمال: 394,395/20، سیر اعلام النبلا: 395/4

جعفر بن محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والد سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے والد کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بتائیں۔ انھوں نے فرمایا: صدیق کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ اس آدمی نے کہا آپ انہیں "صدیق" کہہ رہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: تیری ماں تجھے گم کر دے! مجھ سے بہتر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او رمہاجرین وانصار نے ان کو "صدیق" کہا ہے، پس جو ان کو صدیق نہ کہے، اللہ اس کی بات کو سچا نہ کرے، جاؤ! حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرو اور انھیں عزیز رکھو، اس کی تمام ذمہ داری میری گردن پر ہے۔[1]

یحیٰی بن سعید کہتے ہیں علی بن حسین المعروف زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! حضرت عثمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناحق شہید کیا گیا ہے۔[2]

تحصیل علم اور علمی مقام

زین العابدین نے کبار صحابہ کرام وتابعین عظام سے کسب فیض کیا، آپ نے امہات المومنین میں سے حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت صفیہ، اپنے والد حضرت حسین، اپنے چچا حضرت حسن، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس اور ابو رافع، مسور بن مخرمہ، زینب بنت ابی سلمہ، سعید بن مسیب، سعید بن مرجانہ، مروان بن حکم، ذکوان، عمرو بن عثمان بن عفان اور عبید اللہ بن ابی رافع وغیرہ سے حدیث شریف کا علم حاصل کیا اور اپنے جدامجد حضرت علی سے بھی مرسل روایت کرتے ہیں۔[3]

ابن عساکر میں ہے کہ نافع بن جبیر نے علی بن حسین سے کہا: آپ ہمارے علاوہ دوسرے لوگوں کے پاس (تحصیل علم کی خاطر) بیٹھتے ہیں؟ علی بن حسین نے جواباً فرمایا: میں ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھتا ہوں جن سے مجھے دینی فائدہ پہنچے۔[4]

ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ ہشام بن عروہ سے نقل کیا ہے کہ علی بن حسین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم کی مجلس میں (تحصیل علم کے لیے) بیٹھا کرتے تھے، ان سے کہا گیا کہ آپ قریش کو چھوڑ بنی عدی کے ایک غلام کے پاس بیٹھتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: آدمی کو جہاں فائدہ پہنچے وہاں بیٹھتا ہے۔[5]

ابونعیم نے حلیہ میں عبدالرحمن بن ازدک سے نقل کیا ہے کہ علی بن حسین مسجد میں آتے، لوگوں کے درمیان میں سے ہوتے ہوئے زید بن اسلم کے حلقے میں تشریف لے جاتے، نافع بن جبیر نے ان سے کہا: اللہ آپ کی مغفرت کرے! آپ لوگوں کے سردار ہیں، لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر اس غلام کے حلقے میں بیٹھتے ہیں؟ علی بن حسین نے فرمایا: علم کو طلب کیا جاتا

---

[1] تہذیب الکمال: 20/393,394، سیر اعلام النبلا: 4/395
[2] الطبقات: 5/216، سیر اعلام النبلا: 4/397
[3] تہذیب الکمال: 20/383، سیر اعلام النبلا: 4/387، تہذیب التہذیب: 7/304، المراسیل: 139
[4] تاریخ ابن عساکر، 17/12ب
[5] طبقات، 5/216,217

ہے اور اس کے لیے آیا جاتا ہے اور اسے حاصل کیا جاتا ہے جہاں وہ ہو۔[1]
ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ یزید بن حازم سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن حسین اور سلیمان بن یاسر کو منبر اور روضہ شریف کے درمیان میں چاشت کے وقت تک علمی مذاکرہ کرتے ہوئے دیکھا، جب اٹھنے کا ارادہ ہوتا تو عبد اللہ بن ابی سلمہ قرآن پاک کی کوئی سورت تلاوت کرتے، اس کے بعد یہ حضرات دعا مانگتے تھے۔[2]
علی بن حسین سے بہت سارے تابعین عظام نے فیض حاصل کیا ہے، آپ سے حدیث شریف کی روایت کرنے والوں میں ان کے چار بیٹے ابوجعفر محمد، عمر بن علی بن حسین، زید بن علی بن حسین، عبد اللہ بن علی بن حسین، ان کے علاوہ ابن شہاب زہری، عمرو بن دینار، حکم بن عیینہ، زید بن اسلم، یحییٰ بن سعید، ہشام بن عروہ، ابوحازم، محمد بن فرات تیمی، عاصم بن عبید اللہ بن عامر بن عمر بن خطاب اور یحییٰ بن سعید انصاری رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔[3]
آپ سفید رنگ کا عمامہ پہنا کرتے تھے اور اس کا شملہ پشت یعنی کمر کی جانب لٹکا دیتے تھے۔[4]

زہد وتقویٰ

علی بن حسین بڑے عابد وزاہد اور شب بیدار تھے، وہ بنی ہاشم کے فقہا وعابدین میں سے تھے اس زمانے میں ان کو مدینہ منورہ میں "سید العابدین" یعنی عابدوں کا سردار کہا جاتا تھا، ان کی اسی عبادت گزاری کی کثرت کی وجہ سے ان کو "زین العابدین" عبادت گزاروں کی زینت بھی کہا جاتا تھا۔[5]
امام مالک نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ علی بن حسین کا موت تک روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے کا معمول تھا اور ان کو کثرت عبادت کی وجہ سے "زین العابدین" کہا جاتا تھا۔[6]
امام زہری علی بن حسین کا تذکرہ کرتے ہوئے روتے تھے اور انھیں زین العابدین کے نام سے یاد کرتے تھے۔[7]
ابونعیم نے "حلیہ" میں ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ عبادت گزاروں کی زینت، قانتین کی علامت، عبادت کا حق ادا کرنے والے اور انتہائی سخی ومشفق تھے۔[8]
ابن عیینہ نے زہری سے نقل کیا ہے کہ میں اکثر علی بن حسین کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا، میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں

---

[1] حلیۃ الاولیاء، 3/137,138
[2] طبقات، 5/216,217
[3] تہذیب الکمال: 20/383,384، سیر أعلام النبلا: 4/387، تہذیب التہذیب: 7/304
[4] الطبقات: 5/218
[5] الثقات: 5/159,160
[6] تہذیب الکمال: 20/390، سیر اعلام النبلا: 4/392، تہذیب التہذیب: 7/306
[7] حلیۃ الاولیاء: 3/135
[8] حلیۃ الاولیاء: 3/133

پایا؛ لیکن وہ بہت کم گو تھے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اہل بیت میں ان جیسا کوئی نہیں؛ حالانکہ وہ ایک باندی کے بیٹے تھے۔[1]
زین العابدین جب نماز کے لیے وضو کرتے تھے تو ان کا رنگ پیلا پڑ جاتا اور وضو واقامت کے درمیان میں ان کے بدن پر ایک کپکپی کی کیفیت طاری ہوتی تھی، کسی نے اس کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: تمھیں معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے جارہا ہوں اور کس سے مناجات کرنے لگا ہوں (یعنی اللہ تعالیٰ سے)۔[2]
کسی نے سعید بن مسیب سے کہا کہ آپ نے فلاں سے بڑھ کر کسی کو پرہیزگار پایا؟ انھوں نے فرمایا کیا تم نے علی بن حسین کو دیکھا ہے؟ تو سائل کہا کہ نہیں، تو فرمایا کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو بھی پرہیزگار نہیں پایا۔[3]
طاؤس کہتے ہیں میں نے علی بن حسین کو سجدے کی حالت میں یہ دعا مانگتے ہوئے سنا، وہ فرمارہے تھے: "عَبِيْدُكَ بِفِنَائِكَ، وَمِسْكِيْنُكَ بِفِنَائِكَ، سَائِلُكَ بِفِنَائِكَ، فَقِيْرُكَ بِفِنَائِكَ" طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جب بھی کسی مشکل میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے میری مشکل کو آسان فرمادیا۔[4]
ابونوح انصاری کہتے ہیں کہ علی بن حسین کسی گھر میں نماز پڑھ رہے تھے اور وہ سجدے کی حالت میں تھے کہ وہاں آگ لگ گئی، تو لوگوں نے کہنا شروع کیا: اے رسول اللہ کے فرزند، آگ آگ۔ انھوں نے اس وقت تک سجدے سے سر نہیں اٹھایا جب تک آگ بجھ نہ پائی، ان سے کسی نے کہا کہ کس چیز نے آپ کو آگ سے بے خبر رکھا تھا؟ انھوں نے فرمایا: مجھے آخرت کی فکر نے اس آگ سے بے خبر کر دیا تھا۔[5]
جعفر صادق کہتے ہیں کہ میرے والد ایک رات ایک دن میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، ان کی موت کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، میں نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ میں نے آپ کی طرح کسی کو اللہ کا طالب نہیں دیکھا اور یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ میرے والد ہیں، انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ملک مقرب ہو یا نبی مرسل، ہر ایک اللہ کی مشیت وارادے کے تحت ہوگا جس کو چاہیں عذاب دیں گے اور جس کو چاہیں معاف فرمادیں گے۔[6]
آپ کا زہد وتقویٰ مشہور تھا۔ وضو کے وقت آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ پوچھا گیا تو فرمایا کہ میرا تصور کامل اپنے خالق و معبود کی طرف ہوتا ہے اور اس کے جلالت ورعب سے میری یہ حالت ہو جاتی ہے۔[7]

---

[1] تہذیب الکمال: 20/386، سیر أعلام النبلا: 4/389
[2] الطبقات: 5/216، تہذیب الکمال: 20/390، سیر أعلام النبلا: 4/392
[3] حلیۃ الاولیاء: 3/141، تہذیب الکمال: 20/389
[4] تہذیب الکمال: 20/391، سیر أعلام النبلا: 4/393
[5] تاریخ ابن عساکر: 12/19ب، تہذیب الکمال: 20/389,390، سیر اعلام النبلا: 4/391,392
[6] تاریخ ابن عساکر: 12/20، سیر أعلام النبلا: 4/392، تہذیب الکمال: 20/391
[7] مطالب السؤل از علامہ محمد ابن طلحہ شافعی صفحہ 262

نماز کی حالت یہ تھی کہ پاؤں کھڑے رہنے سے سوج جاتے اور پیشانی پر گٹھے پڑے ہوئے تھے اور رات جاگنے کی وجہ سے رنگ زرد رہتا تھا۔[1]

علامہ ابن طلحہ شافعی کے مطابق نماز کے وقت آپ کا جسم لرزہ براندام ہوتا تھا۔[2]

انفاق فی سبیل اللہ

امام زین العابدین بدنی عبادات کے ساتھ ساتھ مالی عبادات کا بھی غیر معمولی اہتمام کیا کرتے تھے، وہ انتہائی درجے کے سخی اور خیر کے کاموں میں خرچ کرنے والے تھے، حجاج بن ارطاۃ نے جعفر صادق سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے دو مرتبہ اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا تھا۔[3]

ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ علی بن حسین رات کے اندھیرے میں پشت پر روٹی لادے مساکین کو تلاش کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ رات کے اندھیرے میں چھپا کر صدقہ کرنا اللہ کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے۔[4]

شیبہ بن نعامہ کہتے ہیں کہ علی بن حسین کو لوگ ان کی زندگی میں بخیل تصور کرتے تھے، لیکن جب ان کا انتقال ہوا تو پتہ چلا کہ وہ مدینہ منورہ کے سو گھرانوں کی کفالت کرتے تھے۔[5]

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ ان کو معلوم نہیں تھا کہ ان کے معاش کا انتظام کون کرتا ہے؟ لیکن جب علی بن حسین کا انتقال ہوا تو وہ اس ذریعہ معاش سے محروم ہو گئے، جو رات کو ان کے لیے سبب بنتا تھا۔[6]

جریر بن عبدالحمید نے عمرو بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ جب علی بن حسین کا انتقال ہوا تو لوگوں نے ان کی کمر پر کچھ نشان پائے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو بتایا گیا کہ یہ اس بوجھ کی وجہ سے ہے جو رات کے اندھیرے میں یتیموں کے لیے لے جایا کرتے تھے۔[7]

علی بن حسین فرمایا کرتے تھے کہ جب میں کسی مسلمان بھائی کو دیکھتا ہوں تو میں اس کے لیے اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں تو دنیا میں اس کے ساتھ بخل کا معاملہ کیسے کروں؟! جب کل کا دن ہوگا تو مجھ سے کہا جائے گا: اگر جنت تیرے ہاتھ میں ہوتی تو تو اس کے ساتھ اس سے زیادہ بخل کا معاملہ کرتا۔[8]

---

[1] اعلام الوریٰ صفحہ 153

[2] مطالب السؤل از علامہ محمد ابن طلحہ شافعی

[3] حلیۃ الاولیاء: 140/3، الطبقات: 219/5، تہذیب التہذیب: 306/7

[4] حلیۃ الاولیاء: 135,136/3، تہذیب الکمال: 396/20، سیر اعلام النبلا: 393/4

[5] الطبقات: 222/5، حلیۃ الاولیاء: 136/3، تہذیب الکمال: 392/20

[6] تاریخ ابن عساکر: 21/12 أ، حلیۃ الاولیاء: 136/3، تہذیب الکمال: 392/20، سیر اعلام النبلا: 393/4

[7] تاریخ ابن عساکر: 21/12، حلیۃ الاولیاء: 136/3، سیر اعلام النبلا: 393/4، تہذیب الکمال: 392/20

[8] تاریخ ابن عساکر: 12/21ب، تہذیب الکمال: 393/20، سیر اعلام النبلا: 394/4

شادی اور اولاد

آپ کی شادی 57ھ میں آپ کے چچا حضرت امام حسن بن علی بن ابو طالب کی بیٹی حضرت فاطمہ سے ہوئی۔ آپ کے گیارہ لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جن میں سے حضرت امام محمد باقر اور حضرت زید شہید مشہور ہیں۔

جلالت شان

زین العابدین اپنے زمانے کے بہت ہی جلیل القدر اور عالی مرتبت بزرگوں میں سے تھے، لوگ ان کی بہت زیادہ عزت وتکریم کیا کرتے تھے، مشہور واقعہ ہے، کہ ہشام بن عبدالملک اپنے زمانہ خلافت سے قبل ایک دفعہ حج کے لیے گئے، بیت اللہ شریف کے طواف کے دوران میں حجر اسود کا استیلام کرنے کا ارادہ کیا، لیکن اژدھام کی وجہ سے نہیں کر پائے۔ اتنے میں حضرت علی بن حسین تشریف لائے، ایک چادر اور تہہ بند باندھے ہوئے، انتہائی خوب صورت چہرے والے، بہترین خوش بو والے، ان کی آنکھوں کے درمیان میں (پیشانی پر) سجدے کا نشان تھا، طواف شروع کیا اور جب حجر اسود کے قریب پہنچے تو لوگ ان کی ہیبت اور جلالت شان کی وجہ سے پیچھے ہٹے اور آپ نے اطمینان کے ساتھ استیلام کیا، ہشام کو یہ بات اچھی نہیں لگی، اہل شام میں سے کسی نے کہا یہ کون ہے کہ جس کی ہیبت اور جلال نے لوگوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا؟ ہشام نے یہ سوچ کر کہ کہیں اہل شام ان کی طرف مائل نہ ہو جائیں، کہا میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں؟ مشہور شاعر فرزدق قریب ہی کھڑا تھا، اس نے کہا میں انھیں جانتا ہوں۔ اس پر اس شامی نے کہا اے ابو فراس! یہ کون ہیں؟ اس وقت فرزدق نے زین العابدین کی تعریف میں بہت سارے اشعار کہے، ان میں سے چند یہ ہیں۔ هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْأَتَهُ وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ هَذَا ابْنُ فَاطِمَةٍ إِنْ كُنْتَ جَاهِلَهُ بِجَدِّهِ أَنْبِيَاءُ اللهِ قَدْ خُتِمُوا'' یہ وہ شخص ہے جس کے چلنے کو بطحاء، بیت اللہ، حل اور حرم بھی جانتے ہیں، یہ حضرت فاطمہ کے فرزند ہیں، اگرچہ تم تجاہل سے کام لے رہے ہو، انھیں کے دادا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ انبیا کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔ ہشام بن عبدالملک کو غصہ آیا اس نے فرزدق کو قید کرنے کا حکم دیا، ان کو مکہ و مدینہ کے درمیان میں ''عسفان'' نامی جگہ میں مقید کر دیا گیا، حضرت علی بن حسین کو پتہ چلا تو انھوں نے فرزدق کے پاس 12 ہزار دینار بھیجے اور کہا ابو فراس! اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتے تو ہم وہ بھی بھجوا دیتے، فرزدق نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! میں نے جو کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر کہا ہے اور میں اس پر کچھ کمانا نہیں چاہتا، حضرت زین العابدین نے یہ کہہ کر واپس بھجوا دیا کہ تمہارے اوپر جو میرا حق ہے، اس کا واسطہ ہے کہ تم انھیں قبول کرلو، بے شک اللہ تیرے دل کے حال اور نیت کو جانتے ہیں۔ تو انھوں نے قبول کر لیا۔[1]

---

[1] سیر أعلام النبلاء: 399/4، تہذیب الکمال: 402/20

اقوال وخطبات زین العابدین کے چند بیش بہا اقوال:

جسم اگر بیمار نہ ہو تو وہ مست وگمن ہو جاتا ہے اور کوئی خیر نہیں ایسے جسم میں جو مست وگمن ہو۔[1]

دوستوں کا نہ ہونا پردیسی (اجنبیت) ہے۔[2]

جو اللہ کے دیے ہوئے پر قناعت اختیار کر لے وہ لوگوں میں سب سے غنی آدمی ہوگا۔[3]

جو باتیں معروف نہیں وہ علم میں سے نہیں، علم تو وہ ہے جو معروف ہو اور اہل علم کا اس پر اتفاق ہو۔ لوگوں میں سب سے زیادہ خطرے میں وہ شخص ہے جو دنیا کو اپنے لیے خطرے والی نہ سمجھے۔[4]

کوئی کسی کی ایسی اچھائی بیان نہ کرے جو اسے معلوم نہ ہو، قریب ہے کہ وہ اس کی وہ برائی بیان کر بیٹھے جو اس کے علم میں نہیں۔ جن دو شخصوں کا ملاپ اللہ کی اطاعت کے علاوہ ہوا ہو تو قریب ہے کہ ان کی جدائی بھی اسی پر ہو۔[5]

اے بیٹے! مصائب پر صبر کرو اور حقوق سے تعرض نہ کرو اور اپنے بھائی کو اس معاملے کے لیے پسند نہ کرو جس کا نقصان تمہارے لیے زیادہ ہو اس بھائی کو ہونے والے فائدے سے۔[6]

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے گناہ گار مومن سے محبت فرماتے ہیں۔[7]

آپ کے بعض خطبات بہت مشہور ہیں۔ واقعہ کربلا کے بعد کوفہ میں آپ نے پہلے خدا کی حمد وثنا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر و درود کے بعد کہا کہ اے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں علی ابن الحسین ابن علی ابن ابی طالب ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کی بے حرمتی کی گئی جس کا سامان لوٹ لیا گیا۔ جس کے اہل وعیال قید کر دیے گئے۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے ساحلِ فرات پر ذبح کر دیا گیا اور بغیر کفن و دفن کے چھوڑ دیا گیا۔ اور شہادتِ حسین ہمارے فخر کے لیے کافی ہے۔۔۔۔

دمشق میں یزید کے دربار میں آپ نے جو مشہور خطبہ دیا اس کا ایک حصہ یوں ہے: ''میں پسرِ زمزم وصفا ہوں، میں فرزندِ فاطمہ الزہرا ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جسے پسِ گردن ذبح کیا گیا۔۔۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا سر نوکِ نیزہ پر بلند کیا گیا۔۔۔ ہمارے دوست روزِ قیامت سیر وسیراب ہوں گے اور ہمارے دشمن روزِ قیامت بدبختی میں ہوں گے۔[8]

---

[1] ۔حلیۃ الاولیاء:134/3، سیر اعلام النبلا:396/4

[2] ۔حلیۃ الاولیاء:134/3

[3] ۔حلیۃ الاولیاء:135/3

[4] ۔ہذیب الکمال:398/20، سیر اعلام النبلا:391/4

[5] ۔تہذیب الکمال:398/20

[6] ۔تہذیب الکمال:399/20، حلیۃ الاولیاء:138/3

[7] ۔حلیۃ الاولیاء:140/3، الطبقات:219/5، تہذیب الکمال:391/20

[8] ۔مقتل ابی مخنف صفحہ 135-136، بحار الانوار جلد 10، ریاض القدس جلد 2 صفحہ 328، روضۃ الاحباب

یہ خطبہ سن کر لوگوں نے رونا اور شور مچانا شروع کیا تو یزید گھبرا گیا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے چنانچہ اس نے مؤذن کو کہا کہ اذان دے کہ امام خاموش ہو جائیں۔ اذان شروع ہوئی تو حضرت علی ابن الحسین خاموش ہو گئے۔ جب مؤذن نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی تو حضرت علی ابن الحسین رو پڑے اور کہا کہ اے یزید تو بتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے نانا تھے یا میرے؟ یزید نے کہا کہ آپ کے تو حضرت علی ابن الحسین نے فرمایا کہ پھر کیوں تو نے ان کے اہل بیت کو شہید کیا۔ یہ سن کر یزید یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ مجھے نماز سے کوئی واسطہ نہیں۔[1]

اسی طرح آپ کا ایک اور خطبہ بھی مشہور ہے جو آپ نے مدینہ واپس آنے کے بعد دیا۔

وصال

خانوادۂ نبوت کے اس چشم و چراغ نے ساری زندگی سنتِ نبوی اور حضرات صحابہ کرام کے نقش قدم پر چل کر بالآخر داعی اجل کو لبیک کہا، ان کے سنہ وفات کے بارے میں اختلاف ہے،،92,93,94,95,99 اور 100 ہجری کے مختلف اقوال منقول ہیں، مگر صحیح قول کے مطابق زین العابدین بروز منگل 14 ربیع الاول 94 ہجری میں دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے، جنت البقیع میں جنازہ پڑھا گیا اور وہیں پر مدفون ہوئے۔[2]

حدیث نمبر ۳۷:۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: جبریل عبداللہ ومیکائیل عبیداللہ وکل اسم فیہ "ایل" فھو معبداللہ۔[3]

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جبرائیل (کا نام) عبداللہ ہے اور میکائیل (کا نام) عبداللہ ہے۔ ہر وہ اسم جس میں ''ایل'' ہو وہ اللہ عبادت گزار ہے۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ گزر چکا ہے نیز اس حدیث کی مزید شرح کے لئے گزشتہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

ملائکہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام

عن عبدالعزیز بن عمیر قال اسم جبریل فی الملائکۃ خادم ربہ عزوجل۔[4]

حضرت عبدالعزیز بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ملائکہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام ''اللہ تعالیٰ

---

[1] مقتل ابی مخنف صفحہ 135-136

[2] تہذیب الکمال: 20/403,404، سیر اعلام النبلاء: 4/400، الثقات: 5/160، تہذیب التہذیب: 7/307، تاریخ الاسلام: 3/184، الطبقات: 5/221، الکاشف: 2/37

[3] ابن جریر (منہ)

[4] ابن ابی حاتم، ابوالشیخ (منہ) حدیث نمبر ۳۵۱، تفسیر ابن ابی حاتم قلمی ۱/۶۶، در منثور ۱/۹۲، حاوی للفتاوی ۲/۱۶۴

عزوجل کا خادم" ہے۔[1]

راوی حدیث حضرت عبدالعزیز بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
نماز تمہیں آدھے راستے تک پہنچاتی ہے
روزہ بادشاہِ حقیقی کے دَروازے تک
پہنچاتا ہے جبکہ صَدقہ اس کے دَربار میں
داخل کردیتا ہے۔[2]

جبرائیل علیہ السلام آسمان والوں کے امام ہیں

عن موسیٰ بن ابی عائشة قال بلغنی ان جبریل امام اهل السماء۔[3]

حضرت موسیٰ بن ابی عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر ملی ہے کہ جبرائیل اہل آسمان کے پیشوا ہیں۔

راوی حدیث حضرت موسیٰ بن ابی عائشہ رضی اللہ عنہ

حضرت موسیٰ بن ابی عائشہ رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے۔

جبرائیل امین علیہ السلام سب فرشتوں سے افضل ہیں

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم الا اخبركم بافضل الملائكة جبريل۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں آپ کو نہ بتلاؤں کہ سب فرشتوں سے افضل حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل امین علیہ السلام کو سبز لباس میں دیکھا

---

[1]۔ "خادم رب عزوجل" کا ترجمہ ہے "اپنے پروردگار عزوجل کے احکام کی بجا آوری کرنے والا" چونکہ یہ امور واحکام خداوندی کے خادم ہیں اس لئے ان کا یہ لقب فرشتوں میں مشہور ہے۔

[2]۔ المستطرف، ج1، ص19

[3]۔ ابوالشیخ (منہ) حدیث نمبر ۳۵۹، درمنثور ۱/ ۹۲

[4]۔ مجمع الزوائد ۳/ ۱۴۰، ۸/ ۱۹۸، وذکرہ الھیثمی بلفظة ولو زیادة فی الحدیث وعزاہ للطبرانی وفیہ نافع بن ھرمز وھو متروک، والدر المنثور ۱/ ۹۲، کنز العمال رقم ۳۴۳۵۳ وذکرہ السیوطی وعزاہ للطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ولہ زیادة

عن ابن مسعود قال رأى رسول الله ﷺ جبريل فی حلة خضراء قد ملأ ما بين السماء والارض۔[1]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے جرائیل کو سبز لباس میں دیکھا کہ انہوں نے آسمان اور زمین کے درمیان (کے حصہ) کو پر کر رکھا تھا۔

حدیث نمبر ۳۴۲:۔عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال رايت جبريل منهبطا قد ملا باما بين الخافقين عليه ثياب سندس معلق بها اللئولئو و الياقوت۔[2]

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جرائیل کو نازل ہوتے ہوئے دیکھا ہے اس نے آسمان کے دونوں کناروں کو بھرا ہوا تھا اس پر نہایت نفیس اور باریک کپڑے تھے جس کے ساتھ لولو اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ لجبريل وددت لو رأيتك فی صورتك قال وتحب ذلك قال نعم قال موعدك كذا و كذا من الليل بقيع الغرقد فلقيه موعده فنشر جناحا من اجنحته فسد افق السماء حتى ما يرى من السماء شيء۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جرائیل کو فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تمہیں تمہاری اصل صورت میں دیکھوں۔ انہوں نے عرض کیا آپ اس کو پسند فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، تو انہوں نے عرض کیا فلاں تاریخ رات کے وقت (مقام) بقیع غرقد میں (مجھ سے ملاقات فرمائیں) پس آپؐ ان کو حسب وعدہ ملنے گئے۔ تو انہوں نے اپنے پروں میں سے ایک پر کو پھیلایا تو اس نے آسمان کا افق بھر دیا یہاں تک کہ آسمان کی کوئی شے نظر آتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۴۴:عن ابن مسعود فی قوله: (ولقد رآه نزلة أُخرىٰ)قال رأى رسول الله ﷺ جبريل معلقا رجليه عليها الدر كانه قطر المطر على البقل۔[4]

فرمان باری تعالی کی تفسیر میں حضرت ابن مسعود فرماتے یں کہ رسول اللہ ﷺ نے جرائیلؑ کو پاؤں لٹکائے ہوئے دیکھا ان پر ایک بڑا موتی تھا جیسے سبزے پر باش کا قطرہ ہوتا ہے۔

---

[1] مسلم (منہ)، تفسیر ابن جریر زیر آیت ما کذب الفوائد ما رای

[2] ابوالشیخ (منہ) احمد ۶/ ۱۲۰، کنز العمال ۱۵۱۶۷، ۱۵۱۶۸، درمنثور ۱/ ۱۲۵، مجمع الزوائد ۸/ ۲۵۷، ابوالشیخ ۳۴۳، طبقات المحدثین باصفہان ۱۰۰، ۱۰۱

[3] ابوالشیخ (منہ)

[4] ابوالشیخ (منہ) حدیث نمبر ۳۴۸، اخبار اصبہان ابونعیم ۱/ ۹۸، درمنثور ۶/ ۱۲۵ بحوالہ ابن مردویہ۔

عن ابن عباس، عن ورقه الانصاری قال قلت یا محمد کیف یاتیك الذی یاتیك یعنی جبریل قال یاتینی من السماء جناحاه لوءلوء وباطن قدمیه اخضر۔ (طبرانی(منه)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ورقہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اے محمد! جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (جبرائیل علیہ السلام وحی لیکر) آتا ہے (وہ کس صورت میں) آتا ہے؟ فرمایا وہ میرے پاس آسمان سے آتا ہے اس کے دونوں پر موتی کے ہیں اس کے پاؤں کے تلوے سبز ہیں۔

حضرت جبرائیل اور خدا کے درمیان ستر پردے

حدیث نمبر ۴۵:۔عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ لجبریل هل تری ربك قال ان بینی وبینه لسبعین حجابا من نار ونور لو رأیت ادناها لاحترقت۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے ارشاد فرمایا: کیا آپ نے اپنے پروردگار کی زیارت کی ہے؟ عرض کیا کہ میرے اور اس کے درمیان آگ اور نور کے ستر پردے ہیں اگر میں ان (پردے میں) سے اپنے نزدیک والے پردے کو بھی دیکھوں تو جل جاؤں۔

راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید محدث مفتی ابوحمزہ انصاری ،خزاعی، مدنی ،خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو اس وقت میں دس سال کا تھا۔سعید بن مسیب رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو اس وقت میری عمر 8 برس تھی تو میری ماں (ام سلیم رضی اللہ عنہ) مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں اور عرض کی: یارسول اللہ! انصار کے مردوں اور عورتوں نے آپ کو تحائف پیش کیے اور میرے پاس میرے اس بچے کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی جو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور تحفہ کے پیش کرتی میرے اس بچے کو قبول فرمالیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت۔کیا کرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''یعنی 10 برس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اس پورے

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین ۵ / ۷ ۱۳، واشار الزبیدی الی الحدیث، وانظر الدر المنثور ۱ / ۹۳، وذکر حدیثا یشار حدیثنا وفیہ ان رجلا من الیہود سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل احتجب اللہ بشی عن خلقہ غیر السموات، قال نعم وبینہ وبین الملائکۃ ۔۔۔۔ وذکر نحوا منہ، وانظر اللآلیء المصنوعۃ ۱ / ۹

[2] اسد الغابۃ ج1 ص 177 ،الاستیعاب ص 90، سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 202

عرصے میں کبھی بھی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مارا نہ گالی دی اور نہ اپنے چہرے میں شکم لے آئے (تیوری چڑھائی)''۔[1]

حضرت سیدنا انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا مجھے میری ماں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کا چھوٹا سا خادم ہے اس۔ کے لیے دعا کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: (اللهم اکثر ماله وولده وادخله الجنة) اے اللہ! انس کے مال میں اور اولاد میں برکت دیں اور اس کو جنت میں داخل کرنا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کثرت مال اور اولاد کی دعا تو پوری ہوگئی۔ کہ میرا باغ سال میں دومرتبہ پھل لاتا ہے اور میری اولاد۔

(وان ولدی لصلبی مأة وستة وفی رواية ثمانون ولدا منهم ثمانية وسبعون ذكرا وابنتان)

106 اور دوسری روایت میں 78 بیٹے اور 2 بیٹیاں اور تیسری دعا کے پورا ہونے کی امید کرتا ہوں۔[2]

ایک اور روایت میں ''واطل حیاته'' کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے اللہ اس کی عمر بھی لمبی اور دراز فرما تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر میں برکت دی کہ 103 برس۔ میں وفات ہوئی۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے زیادہ مشابہ نماز پڑھنے والا ام سلیم کے بیٹے انس کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا۔''[4]

حضرت مثنیٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: ''مامن ليلة الا وانا اری فيها، حبيبی رسول الله صلی الله عليه وسلم ثم يبكی''۔[5]

کوئی ایسی رات نہیں گزری جس میں میں نے اپنے محبوب مدنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہو۔ پھر رونے لگے۔ تعجب ہے ان لوگوں پر جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کا انکار کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں تک لکھ مارا کہ یہ عقیدہ تو آیات قرآنی کا صریح کفر کرتا ہے۔

حضرت حمید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان فرمائی تو ایک آدمی نے سوال کیا کہ کیا آپ نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! ہم تو تمہیں وہ باتیں بیان کرتے ہیں جن کو ہم نے نبی کریم صلی اللہ

---

[1] سیر اعلام النبلاء ج4 ص204، تہذیب الکمال للمزی ج1 ص579

[2] البدایہ ج5 ص109، الاستیعاب ص91

[3] سیر اعلام النبلاء ج4 ص204، اسد الغابۃ ج1 ص179

[4] تہذیب الکمال للمزی ج1 ص578

[5] البدایہ ج5 ص109، سیر اعلام النبلاء ج4 ص206

علیہ وسلم سے سنا۔[1]

تعداد روایات: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث بھی تھے ان کا شمار کثیر الروایات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام ابن الاثیر جزری رحمہ اللہ نے آپ کے کثیر الروایات ہونے کی طرف اشارہ اپنی کتاب اسد الغابہ میں ان الفاظ (وھو من المکثرین فی الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔) میں کیا ہے۔[2]

اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب سیر اعلام النبلاء میں آپ کے متعلق کثیر الروایات ہونے کی تصریح ان۔ الفاظ (الفان ومائتان وستۃ وثمانون)

سے کی ہے۔ یعنی 2286 روایات حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ ان میں سے 180 احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم رحمہا اللہ کا اتفاق۔ ہے یعنی دونوں نے ان کو اپنی اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور 80 احادیث ان کے علاوہ امام بخاری اپنی کتاب صحیح بخاری اور 90 احادیث امام مسلم رحمہ اللہ اپنی کتاب صحیح مسلم میں لائے ہیں۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی چند احادیث

حیات انبیاء علیہم السلام فی القبر کے متعلق۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں۔

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔[4]

کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی وذھب اصحابہ حتی انہ یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان۔[5]

کہ بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے چلے جاتے ہیں ابھی وہ ان جانے والوں کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ۔ ہی سن رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

---

[1]۔ تہذیب الکمال للمزی ج1 ص579

[2]۔ اسد الغابۃ ج1 ص178

[3]۔ سیر اعلام النبلاء ج4 ص207

[4]۔ مسند ابی یعلی موصلی ص658 رقم 3425

[5]۔ الحدیث صحیح بخاری ج1 ص178

ثلاث من اخلاق النبوة تعجيل الافطار وتاخير السحور ووضع اليد اليمنیٰ علی اليسریٰ فی الصلوة تحت السرة۔[1]

کہ تین چیزیں نبوۃ کے اخلاق میں سے ہیں۔(1)روزہ جلدی افطار کرنا(2)سحری دیر سے کھانا(3)نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ۔امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل فرماتے ہیں:

صلی رسول الله صلی الله علیه و سلم ثم أقبل بوجهه فقال أتقرؤن والإمام يقرء أفسكتوا فسألهم ثلاثا فقالوا إنا لنفعل قال فلا تفعلوا۔[2]

کہ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم قراءت کرتے ہو اور امام بھی قراءت کرتا ہے؟ پس وہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) خاموش رہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تین مرتبہ پوچھا انھوں نے کہا کہ ہم قراءت کرتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (امام کے پیچھے قراءت) نہ کیا کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نماز وتر کی تین رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرنے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں:

اوتر بثلاث يسلم فی آخرهن۔[3]

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر کے آخر میں سلام پھیرتے۔

سن اور مقام وصال: خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ چراغ علم ہیں جن سے دنیا والے 93 برس اپنے علم کی شمع جلاتے اور تاریکیوں کو روشنی سے بدلتے رہے ان کے۔دنیائے فانی کو خیر باد کہنے کے سن کے متعلق 3 قول ہیں۔(ا)91ھ(2)92ھ(3)93ھ آخری قول مشہور ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اس حساب سے آپ کی کل عمر 103 برس بنتی ہے۔

آپ۔کی وفات پر امام مورق رحمہ اللہ۔نے فرمایا: ''کہ آج آدھا علم رخصت ہو گیا''۔[4]

آپ رضی اللہ عنہ کی نماز حضرت قطن بن مدرک الکلابی رحمہ اللہ نے پڑھائی۔[5]

حدیث نمبر ۴۶:۔عن شريح بن عبدالله ان النبی ﷺ لما صعد الی السماء رأی جبريل فی خلقته

---

[1] الجوہر النقی ج2 ص32

[2] سنن الطحاوی ج1 ص159

[3] کنز العمال ج8 ص67 رقم الحدیث 21902

[4] تہذیب الکمال للمزی ج1 ص582، البدایہ ج5 ص112

[5] اسد الغابہ ج1 ص129، الاستیعاب ص91

منظوم اجنحته بالزبرجد واللؤلؤ والياقات قال فخيل لى ان ما بين عينيه قد سد الافق و كنت اراه قبل ذالك على صور مختلفة و اكثر ما كنت اراه على صورة دحية الكلبى و كنت احيانا اراه كما يرى الرجل صاحبه من وراء الغربال.[1]

حضرت شریح بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف (معراج کے موقع پر) تشریف لے گئے تو حضرت جبرائیل کو اپنی اصل صورت میں دیکھا جس کے پر زبرجد، بڑے موتی اور یاقوت (کے قیمتی موتیوں) سے جڑے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ اسکی آنکھوں کے درمیانی حصہ نے افق آسمان کو پر کر رکھا ہے۔ اور اس سے قبل میں نے اسے مختلف صورتوں میں دیکھا تھا۔ جبکہ میں نے اسے اکثر طور پر دحیہ کلبی (مشہور صحابی) کی شکل میں دیکھا تھا۔ اور کبھی کبھی میں نے اسے اس طرح دیکھا ہے جس طرح کوئی آدمی اپنے دوست کو چھلنی کے پیچھے دیکھتا ہے۔

عن ابن مسعود ان رسول الله ﷺ لم یر جبریل فی صورته الا مرتين اما واحدة فانه ساله ان يريه نفسه فاراه نفسه فسد الافق واما الاخرى فليلة الاسراء عند السدرة.[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اسکی اصل صورت میں دو دفعہ کے علاوہ کبھی نہیں دیکھا پہلی مرتبہ تو اس وقت دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خود کو دکھلانے کی خواہش ظاہر کی تو اس نے اپنے آپ کو دکھلایا کہ افق کو پر کئے ہوئے تھا اور دوسری دفعہ سدرۃ المنتہٰی کے پاس معراج کی رات میں دیکھا۔

جبرائیل کے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا سفر

عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی ﷺ قال مابين منكبى جبريل مسيرة خمسمائة عام للطائر السريع الطيران.[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل کے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار پرندہ کے پانچ سو سال کے سفر کے برابر ہے۔

---

[1] ابوالشیخ (منہ) حدیث ۳۵۶، دلائل النبوۃ ابونعیم ۱/۱۷۷، درمنثور ۶/۱۲۴

[2] احمد، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ (منہ) حدیث نمبر ۳۲۴، مسند ۱/۴۰۷، ابن کثیر ۴/۲۴۷، طبرانی کبیر ۱۰/۳۷۷، درمنثور ۶/۱۲۲، فتح القدیر شوکانی ۵/۱۱۰

[3] الدرالمنثور ۱۱/۹۲، ابوالشیخ حدیث ۳۷۵

چھ سو پروں کے مالک

عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال جبریل له ستمائة جناح من لؤلؤ قد نشرها مثل ریش الطواویس۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرائیل کے لولو (موتی) کے چھ سو پر ہیں جن کو اس نے پھیلایا تھا جیسے مور اپنے پروں کو پھیلاتے ہیں۔

جبریل امین علیہ السلام شکل وصورت

عن حذیفة وابن جریج وقتادة دخل حدیث بعضهم فی بعض: لجبریل جناحان وعلیه وشاح من در منظوم وهو براق الثنایا اجلی الجبین ورأسه حبك حبك مثل المرجان وهو اللؤلؤ کانه الثلج وقدماه الی الخضرة. (ابن جریر (منه)

حضرت حذیفہ، حضرت ابن جریج اور حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام دو (بڑے بڑے) پر ہیں اور اس پر موتیوں سے پروئی ہوئی ایک پٹی ہے اگلے دانت چمکدار ہیں، پیشانی منور ہے، سر کے بال گھنگریالے ہیں اور سر مرجان کی طرح ہے اور مرجان برف کی طرح سفید موتی ہے اور اس کے دونوں قدم سبزی مائل ہیں۔

راویان حدیث حضرت حذیفہ، حضرت ابن جریج اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم

حضرت حذیفہ بن الیمان کی کنیت عبد اللہ ہے، آپ کی والد کا نام جبل ہے، لقب یمان آپ نے 35 میں مدائن میں وفات پائی۔ حضرت عثمان کی شہادت کے چالیس دن بعد۔[2]

بار بار حضرت عمر پوچھا کرتے تھے، اے حذیفہ! تم مجھ کو تو منافقوں میں سے نہیں پاتے ہو؟ میرے اندر کوئی نفاق تو نہیں؟ فرمایا ہرگز نہیں، مگر تمہارے دسترخوان پر چند کھانے ہوتے ہیں۔ تحقیق کی تو ایک انڈے کی زردی سفیدی الگ الگ پکائی گئی تھی۔[3]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے اختیار: "تم چاہو تو مہاجرین میں شامل ہو جاؤ اور اگر چاہو تو انصار میں شمولیت اختیار کر لو، تمہیں اختیار ہے دونوں میں سے جو بھی پسند ہو، اپنا لو"۔

یہ ہیں وہ الفاظ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمائے تھے جب وہ پہلے پہل دربار رسالت مآب میں حاضر ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت یمان رضی اللہ عنہ مکی تھے اور قبیلہ بنی عبس سے

---

[1] ابوالشیخ (منہ) حدیث ۳۷۴

[2] مرقات

[3] مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح مفتی احمد یار خان نعیمی جلد 8 صفحہ 448 نعیمی کتب خانہ گجرات

تعلق رکھتے تھے، جب آفتاب اسلام جزیرہ نمائے عرب پر ضوفگن ہوا تو حضرت یمان رضی اللہ عنہ بنو عبس کے دس افراد پر مشتمل اس وفد کے ایک رُکن تھے، جس نے بارگاہِ نبوت میں باریاب ہو کر اپنے اسلام کا اظہار کیا تھا، یہ واقعہ ہجرت نبوی سے پہلے کا ہے، اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنی اصل کے اعتبار سے مکی اور پیدائش و پرورش کے لحاظ سے مدنی تھے، ان کی پرورش ایک مسلم گھرانے میں ایسے والدین کی آغوش میں ہوئی تھی جو ابتدا ہی میں اسلام کے ٹھنڈے اور خوش گوار سائے میں آگئے تھے اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہونے سے قبل ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کے بے حد مشتاق تھے۔ اسلام لانے کے بعد سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات وواقعات اور اوصاف کے متعلق لوگوں سے برابر پوچھتے رہے اور ان کے دل میں آتش شوقِ دید اور زیارت ہمیشہ بھڑکی رہتی تھی، آخر کار سمند رشوق پر سوار وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کے لیے مدینہ جا پہنچے اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے ہی دریافت کیا۔" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں مہاجر ہوں یا انصاری!" تم چاہو تو مہاجرین میں شامل ہو جاؤ اور اگر چاہو تو انصار میں شامل ہو جاؤ، تمہیں اختیار ہے دونوں میں سے جو بھی پسند ہو اپنا لو" آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی:" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں انصاری ہوں"۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اختیار کر لی، وہ سائے کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لگے رہتے تھے، جنگ اُحد میں حضرت حذیفہ اور ان کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ دونوں شریک تھے، تاہم اختتام جنگ میں حضرت یمان رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش فرما گئے، وقت تیزی سے گزر رہا تھا، حضرت حذیفہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی رہنے لگے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی صلاحیتوں کو بھانپ کر ان کے اندر پوشیدہ اور مخفی صلاحیتوں سے ان کے حسب استعداد کام لیا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس پہلو سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو جانچا تو ان کے اندر تین اعلیٰ ترین اور غیر معمولی خوبیوں کا انکشاف ہوا، ایک تو غیر معمولی ذہانت، جس سے کام لے کر وہ مشکل سے مشکل مسائل کو بہ آسانی حل کر لیا کرتے۔ دوسری زود فہمی اور حاضر دماغی جس کے ذریعے وہ بہت جلد معاملے کی تہ تک پہنچ جاتے اور تیسری چیز تھی راز داری، جس پر وہ سختی سے کاربند تھے۔

مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے سامنے سب سے مشکل اور ان کے لیے سب سے زیادہ پریشان کن مسئلہ یہ تھا کہ یہودیوں اور ان کے ہم خیال وہم مشرب مشرکین میں منافقین کا ایک گروہ موجود تھا، جو اپنی گھناؤنی سازشوں اور مکروہ ریشہ دوانیوں کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کی راہ میں طرح طرح کی مشکلات کھڑی کرتا رہتا تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان تمام منافقوں کے ناموں سے آگاہ کر دیا تھا اور یہ ایک راز تھا جس سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی دوسرے کو مطلع نہیں کیا گیا تھا اور یہ خدمت ان

کے سپرد کی تھی کہ وہ ان منافقین کی سرگرمیوں اوران کی حرکات وسکنات پر برابر نظر رکھیں اوران کی طرف سے پیش آنے والے خطرات کا سدباب اور تدارک کریں۔ اسی وجہ سے حضرت حذیفہ "رازدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

یوں تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف مواقع پر بہت سی اہم اور نازک ذمہ داریوں کی ادائیگی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا تعاون حاصل کرتے رہتے تھے، لیکن سب سے مشکل اور خطرناک ذمہ داری، جس میں ان کی ذہانت، زود فہمی اور رازداری کا زبردست امتحان تھا، اس وقت ان کے حوالے کی گئی تھی جب غزوہ خندق کے موقع پر دشمن نے ہر طرف سے مسلمانوں کا محاصرہ کر رکھا تھا اور محاصرے کے طول پکڑ جانے کی وجہ سے مسلمانوں کی پریشانیاں اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھیں، یہاں تک کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے، مسلمانوں کی تو یہ حالت تھی۔ لیکن قریش اوران کے حلیف مشرک قبائل کی حالت بھی اس سخت گھڑی میں مسلمانوں سے بہتر نہیں تھی، ان کے قدم ڈگمگا گئے، خدائے تعالیٰ نے ان کے اوپر تیز آندھی کا عذاب مسلط کر دیا تھا، جس سے ان کے خیمے اُلٹ گئے، دیگیں اُوندھی ہو گئیں اوران کے چولہے بجھ گئے، ہوا کے تیز جھکڑوں نے ان کے چہروں پر کنکریوں کی بوچھاڑ کر دی اوران کی آنکھوں اور ناک کو گرد وغبار سے بھر دیا۔

جنگ کے ان نازک اور فیصلہ کن لمحات میں جو فریق گھبرا کر صبر وثبات کا دامن ہاتھوں سے چھوڑ دیتا ہے، وہ خائب وخاسر اور ناکام ونامراد رہتا ہے اور وہ فریق جو ضبط وتحمل سے کام لیتا ہے اور فریق مخالف کے راہ فرار اختیار کرنے کے بعد تک محاذ پر ڈٹا رہتا ہے، فتح مند اور کامران ہوتا ہے اور ایسے لمحات میں جو جنگ کے انجام پر تو فیصلہ کن طور پر اثر انداز ہوتے ہیں، برتری اسی فریق کو حاصل ہوتی ہے جو فریق ثانی کے حالات سے مکمل طور پر آگاہی حاصل کر کے اپنے مؤقف کا تعین کرتا اور جنگ کو ترتیب دیتا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی صلاحیتوں اوران کے تجربات سے کام لینے کی ضرورت محسوس ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طے کیا کہ کوئی آخری اور فیصلہ کن قدم اٹھانے سے پہلے ان کو رات کی تاریکی میں دشمن کے کیمپ میں بھیج کر دشمن کے حالات نوٹ کیے جائیں تاکہ حالات سے آگاہی ہو جائے۔ تن تنہا دشمن کے کیمپ جانا موت کے منہ میں جانے کے مترادف تھا، لیکن جذبہ اطاعت وفرماں برداری کی رہ نمائی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مہم کو کس طرح سرانجام دیا اس کو انہوں نے خود اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا: "اس رات ہم لوگ صفیں باندھے محاذ پر ڈٹے ہوئے تھے، ابوسفیان (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) اوران کے ساتھی مشرکین ہم سے بالائی جانب صف آرا تھے اور بنو قریظہ کے یہودی ہم سے نشیب کی طرف تھے۔ وہ رات، ظلمت، ٹھنڈک اور ہواؤں کی شدت کے لحاظ سے محاصرے کی شدید ترین رات تھی، ہوائیں اس طرح گرج رہی تھیں جیسے وہ کانوں کے پردے پھاڑ ڈالیں گی اور تاریکی کا یہ عالم تھا کہ ہمیں اپنے ہاتھ نہیں دکھائی دیتے تھے، ایسی سخت گھڑی میں منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے گھر لوٹ جانے کی اجازت مانگنے لگے۔ وہ کہتے کہ "ہمارے مکانات دشمن کے سامنے کھلے پڑے ہیں"۔ حالاں کہ دراصل وہ کھلے ہوئے نہ تھے۔ تو منافقین میں سے جو بھی آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے جانے کی اجازت مانگتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اجازت مرحمت فرما دیتے، یہاں تک کہ محاذ پر صرف تقریباً تین سو آدمی رہ گئے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ایک ایک کر کے ہم میں سے ہر شخص کے پاس تشریف لائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف بھی آئے، اس وقت ٹھنڈک سے بچاؤ کے لیے میرے پاس اپنی اہلیہ کی ایک ہلکی سی چادر تھی، جو میرے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچتی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے قریب آئے، میں زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "کون ہے؟" "حذیفہ" میں نے جواب دیا۔

"حذیفہ؟" میں فاقے اور سردی کی شدت کے مارے زمین کی طرف سمٹ گیا اور بولا "ہاں اے اللہ کے رسول! میں حذیفہ رضی اللہ عنہ ہوں، حذیفہ بن یمان"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے اور قریب آ گئے اور سرگوشی کے انداز میں فرمایا: "تم چپکے سے دشمن کے کیمپ میں جاؤ اور اس کے حالات معلوم کر کے مجھے آگاہ کرو۔" حکم سن کر انتہائی خوف اور سخت ٹھنڈک کے باوجود میں نے موت کی وادی کی طرف قدم اُٹھا دیے اور آپ کی زبان مبارک سے میرے لیے دعا کے الفاظ نکلے۔ "اللھم احفظه من بین یدیه، ومن خلفه، وعن یمینه، وعن شماله، وعن فوقه وتحته" "خدایا اس کی حفاظت فرما، اس کے سامنے سے، اس کے پیچھے سے، اس کے دائیں سے، اس کے بائیں سے، اس کے اوپر سے اور اس کے نیچے سے۔" رسول اللہ صلی اللہ وآلہ علیہ وسلم کی دعا کے یہ الفاظ ابھی ختم بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے خوف اور میرے جسم سے ٹھنڈک کے اثرات کو زائل کر دیا، جب میں جانے کے لیے مڑا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے پکارا اور فرمایا "حذیفہ! دیکھو ان کے کیمپ میں پہنچ کر کوئی اقدام مت کرنا۔" میں نے کہا بہت اچھا اور خاموشی کے ساتھ تاریکی کے پردے میں چلتا ہوا مشرکین کے لشکر میں پہنچ گیا اور ان کے درمیان اس طرح مکمل مل گیا گویا انہی کا میں ایک فرد ہوں، میرے پہنچنے کے کچھ ہی دیر بعد ابوسفیان ان کے درمیان تقریر کرنے کے لیے کھڑا ہوا۔ اس نے کہا "قریش کے لوگو! میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں، مگر مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہ پہنچ جائے۔ اس لیے تم میں سے ہر شخص اپنے بغل والے کو اچھی طرح سے دیکھ لے۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے آدمی کا ہاتھ پکڑا اور اس سے پوچھا کہ "تم کون ہو؟" اس نے کہا فلاں بن فلاں اور پھر ابوسفیان نے تقریر کا سلسلہ آگے بڑھایا۔ "قریش کے لوگو! اب تمہارے لیے مزید یہاں ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی، تم دیکھ ہی رہے ہو کہ ہمارے جانور ہلاک ہو رہے ہیں، بنو قریظہ کے یہودی ہم سے کنارہ کش ہو چکے ہیں اور تند و تیز ہواؤں کے ہاتھوں جن پریشانیوں اور مصیبتوں کا سامنا ہمیں کرنا پڑ رہا ہے، ان کا بھی مشاہدہ تم کر رہے ہو۔ اس لیے اب بہتر یہی ہے کہ سب یہاں سے کُوچ کر چلو۔ میں خود بھی واپس جا رہا ہوں"۔ یہ کہہ کر وہ اپنے اُونٹ کے پاس آیا، اس کے گھٹنے سے بندھی ہوئی رسی کھولی اور اس پر سوار ہو گیا پھر اسے ایک کوڑا رسید کر دیا، اُونٹ اُچھل کر کھڑا ہو گیا اور اپنے سوار کو لے کر روانہ ہو گیا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپسی سے پہلے مجھے کسی اقدام سے روک نہ دیا ہوتا تو اس وقت تیر مار کر ابوسفیان کو قتل کر ڈالنا میرے لیے بہت آسان تھا۔ اس کے بعد جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات میں سے کسی کی چادر اوڑھے نماز میں مشغول تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو اپنے قریب بلایا، میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں بیٹھ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر کا ایک کنارہ مجھ پر ڈال دیا، میں نے دشمن کے کیمپ کی پوری رپورٹ خدمت اقدس میں پیش کر دی، جسے سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے، اس پر اللہ کی تعریف کی اور اس کا شکر ادا کیا۔"

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ زندگی بھر منافقین سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رازوں کے امین رہے۔ خلفائے راشدین منافقوں کے متعلق ہمیشہ ان کی طرف رجوع کرتے رہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تو یہ حال تھا کہ جب بھی کسی مسلمان کا انتقال ہوتا تو وہ لوگوں سے دریافت فرماتے کہ حذیفہ اس کی نماز جنازہ میں شریک ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہوتا تو وہ بھی شریک جنازہ ہو جاتے، بصورت دیگر انہیں اس کے مومن مخلص ہونے میں شک ہو جاتا اور نماز جنازہ نہ پڑھتے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ آرمینیا کے محاذ پر جہاد میں مصروف تھے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگوں میں قرآن کریم کی قراءتوں میں اختلاف ہو رہا ہے۔ چنانچہ مدینہ طیبہ واپس آتے ہی انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ وہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور خدمت میں حاضر ہو کر پوری صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے خلیفہ سے کہا کہ قبل اس کے کہ یہ امت کتاب اللہ کے بارے میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کا شکار ہو جائے آپ اس اختلاف کا علاج فرمالیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ میں آرمینیا کے محاذ پر جہاد میں مصروف تھا کہ میں نے دیکھا کہ شام کے رہنے والے لوگ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت میں پڑھتے ہیں جو اہل عراق نے نہیں سنی تھی۔ اس بنا پر وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔

اس سلسلے میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: إن حذیفة قدم من غزوة فلم يدخل في بيته حتى أتى عثمان رضي الله عنه فقال يا أمير المؤمنين أدرك الناس قال وما ذاك قال غزوت أرمينية فإذا أهل الشام يقرءون بقراءة أبي ابن كعب رضي الله عنه فيأتون بمالم يسمع أهل العراق وإذا أهل العراق يقرءون بقراءة عبد الله ابن مسعود فيأتون بمالم يسمعه أهل الشان فيكفر بعضهم بعضاً حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک غزوہ سے واپسی ہوئی تو واپسی پر وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوئے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے امیر المؤمنین! لوگوں کی خبر لیجئے۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا میں لڑائی کے سلسلے میں آرمینیا گیا ہوا تھا وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اہل شام ابی بن کعب کی قرات میں پڑھتے ہیں جسے اہل عراق نے نہیں سنا ہوا تھا اور اہل عراق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرات میں پڑھتے

ہیں جسے اہل شام نے نہیں سنا اس اختلاف کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ بخاری شریف میں ہے ''حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آذر بائیجان کے معرکے کے بعد حاضر ہوئے اور انہیں قرآت قرآن میں باہمی اختلاف نے بہت پریشان کیا تھا۔ حذیفہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! اُمت کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ وہ اپنی کتاب میں یہود ونصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگیں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس قرآن مجید کے نوشتے اور صحیفے بھیج دیں، ہم انہیں نقل کر لیں گے اور ایک مصحف کی شکل میں جمع کر لیں گے پھر انہیں آپ کی طرف لوٹا دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت سعد بن العاص اور حضرت عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو متعین فرمایا کہ وہ ان صحائف کو ایک مصحف میں نقل کریں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جماعت قریش کے تینوں کاتبوں کو فرمایا کہ جب تم اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ میں قرآن کریم کی کسی آیت کے لکھنے میں اختلاف ہو تو پھر اسے لغت قریش میں لکھنا کیونکہ قرآن مجید لغت قریش میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ ان حضرات نے اسی پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ جب یہ حضرات ان صحائف کو نقل کر چکے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان اصل صحائف کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس لوٹا دیا اور ہر علاقے میں ایک ایک نقل شدہ مصحف ارسال کر دیا اور یہ حکم صادر فرمایا کہ ان کے علاوہ جو مجموعے اور صحیفے لوگوں کے پاس لکھے ہوئے موجود ہوں ان کو تلف دیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شاید خود اس خطرے سے آگاہ تھے۔ انہیں اس بات کی اطلاع ملی تھی کہ خود مدینہ طیبہ کے اندر ایسے واقعات پیش آئے کہ جب مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد اکٹھے ہوئے تو اختلاف کی سی ایک کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی قسم کی اطلاع دی تو آپ نے فوراً اقدام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان سے اس سلسلے میں مشورہ کیا اور فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ میری قرات تمہاری قرات سے بہتر ہے اور یہ بات کفر تک پہنچ سکی ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہی پوچھا کہ آپ نے کیا سوچا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے رائے یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ایک یقینی مصحف پر جمع کر دیں تاکہ کوئی اختلاف اور افتراق باقی نہ رہے۔ صحابہ نے اس رائے کو پسند کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید کی چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی وقت لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا: ''أنتم عندی تختلفون فیه و تلحنون، فمن ذاتی عن من أهل الأمصار أشد فیه اختلافاً وأشد لحنا، اجتمعوا بأصحاب محمد صلی الله علیه وآله وسلم فاکتبوا الناس إماماً'' تم لوگ مدینہ میں میرے قریب رہتے ہوئے قرآن کریم کی قراتوں کے بارے میں ایک دوسرے کی تکذیب اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ تو اور زیادہ تکذیب اور اختلاف کرتے ہوں گے۔ لہٰذا تم لوگ مل کر ایک نسخہ ایسا تیار کرو جو سب کے لیے واجب الاقتداء ہو۔

حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ

حضرت ابن جریج۔ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج آپ کی کنیت ابوالید ہے۔ آپ محدث، فقیہ، حافظ قرآن، قاری اور مفسر تھے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ

قتادہ بن نعمان آپ بدری صحابی ہیں۔ انہیں ذوالعینین کا لقب بھی حاصل ہے۔[1]

آپ کا قتادہ نام، ابوعمر کنیت، قبیلہ اوس کے خاندان ظفر سے ہیں۔

نسب نامہ یہ ہے قتادہ بن نعمان بن زید بن عامر بن سواد بن ظفر (کعب) بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس ماں کا نام انیسہ بنت قیس تھا، جو قبیلۂ نجار سے تھیں اور ابوسعید خدری کی والدہ ہوتی تھیں، اس بنا پر قتادہ اور ابوسعید اخیافی بھائی تھے۔

قبولِ اسلام: عقبہ ثانیہ میں بیعت کی۔

غزوات: بدر میں شریک تھے غزوۂ احد میں حیرت انگیز صبر واستقلال کا اظہار کیا، میدان میں دادِ شجاعت دے رہے تھے کہ کسی مشرک نے آنکھ پر حملہ کیا، آنکھ باہر نکل کر رخسار پر لٹک آئی، لوگوں نے کہا اس کا کاٹ دینا بہتر ہے، بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرلو، آپ نے فرمایا نہیں اور خود دست مبارک سے آنکھ کو اسی جگہ پر لگادیا اور دعا کی اللھم اکسھا جمالا! خدا کی شان! کہ یہ آنکھ نہایت خوبصورت اور تیز تھی۔[2]

غزوہ حنین میں ثابت قدم رہے تھے۔ 11ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی ماتحتی میں ایک لشکر روانہ کیا تھا، تمام اکابر مہاجرین اور انصار اس میں شریک تھے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بھی اس میں شامل تھے۔[3]

وصال: 23ھ میں انتقال کیا، عمر فاروق اس وقت مسندِ خلافت پر متمکن تھے، انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عمر، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم قبر میں اترے، وفات کے وقت 65 سال کا سن تھا۔

اخلاق: بیاض اخلاق میں زہد کا عنوان نہایت جلی ہے۔ ایک مرتبہ قل ہواللہ پڑھنے میں تمام رات ختم کردی۔[4]

ایک روز آسمان پر ابر محیط تھا اور رات نہایت تیرہ وتاریک تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز عشا کے لیے تشریف لائے، قتادہ بھی آئے بجلی چمکی تو فرمایا: ''قتادہ! کیا ہے؟ عرض کی کہ آج لوگ کم آئیں گے، اس لیے قصد کر کے حاضر ہوا ہوں آپ

---

[1] نزہۃ الالباب فی الالقاب مؤلف: ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی ناشر: مکتبۃ الرشد الریاض سعودی عرب
[2] اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 814 حصہ ہفتم مؤلف: ابوالحسن عزالدین ابن الاثیر، ناشر: المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور
[3] طبقات ابن سعد: 136
[4] مسند ابوسعید خدری: 3/15

افضل صحابہ میں سے ہیں"۔[1]

دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ

عن وھب بن منبہ انہ سئل عن خلق جبریل فذکر ان مابین منکبیہ من ذی الی ذی خفق الطیر سبعمائۃ عام۔[2]

حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کی صورت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے ذکر کیا کہ انکے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار پرندے کے سات سو سال کے سفر کے برابر ہے۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ گذر چکا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جبرائیل علیہ السلام کی زیارت کی

عمار بن ابی عمار ان حمزہ بن عبدالمطلب قال یارسول اللہ ارنی جبریل فی صورتہ قال انک لا تستطیع ان تراہ قال بل فارنیہ قال فاقعد فقعد جبریل علی خشبۃ کانت فی الکعبۃ فقال النبی ﷺ ارفع طرفک فانظر فرفع طرفہ فرأی قدمیہ مثل الزبرجد الاخضر فخر مغشیا علیہ۔[3]

حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے جبرائیل کی اصلی صورت میں زیارت کرادیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے اندر اس کی طاقت نہیں ہے کہ تو اسے دیکھ سکے۔ عرض کیا ہاں۔ آپ مجھے اس کی زیارت کرا ہی دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ پس (جب) جبرائیل کعبہ میں موجود ایک لکڑی پر بیٹھ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نظر اٹھاؤ اور دیکھو پس انہوں نے نظر اٹھائی اور اس کے قدموں کو دیکھا جو گہرے سبز زبرجد کی مانند تھے اور اسکو دیکھ کو بے ہوش ہوکر گر گئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

نسب نامہ: حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی القرشی الہاشمی۔

القاب وخطابات: (۱) سیدالشہداء۔ (۲) اسداللہ۔ (۳) اسدالرسول۔ (۴) افضل الشہداء۔ کنیت: "ابوعمارہ" ہے۔

تاریخ پیدائش: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال پہلے پیدا ہوئے اور ایک قول یہ ہے کہ "چار سال" پہلے پیدا ہوئے۔

---

[1] ۔ مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح مفتی احمد یار خان نعیمی جلد 7 صفحہ 93 نعیمی کتب خانہ گجرات

[2] ۔ ابوالشیخ (منہ) حدیث نمبر ۳۷۳، درمنثور ۱/۹۲

[3] ۔ ابن سعد، البیہقی فی دلائل النبوۃ

قبول اسلام: ایک دن حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم صفا کی پہاڑی پر تشریف فرماتھے کہ ابو جہل کا اُدھر سے گذر ہوا ،جب اس نے حضور کو دیکھا تو اس کے سینے میں بغض وعناد کا جو لاوا سلگتا رہتا تھا وہ پھٹ پڑا،اور آپ کو گالیاں دینا شروع کیا،مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیہودہ گوئی کا کوئی جواب نہ دیا۔اوراس کی طرف بالکل ہی توجہ نہ دی اس پر وہ اورزیادہ غصے میں آ گیا،اس کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا،اس نے اس سے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر خون سے لہولہان ہو گیا،مگر آپ صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رہےاور اسے کوئی جواب نہ دیا۔دل کا غبار نکال کر ابوجہل اِتراتا ہوا اپنے مداحوں کی اُس محفل میں جا بیٹھا جو صحن حرم میں اس کے قبیلے کے لوگوں نے منعقد کی تھی۔اس کے چلے جانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموشی کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے گئے۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ حضور کے چچا تھے اور آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے،مگر ابھی تک وہ شرک پر قائم تھے،ان کا معمول تھا کہ وہ صبح کو تیر وکمان لے کر جنگل کی طرف نکل جاتے اور دن بھر شکار کرتے اور شکار کی تلاش میں مصروف رہتے ،شام کو جب شکار کر کے واپس آتے تو سب سے پہلے حرم شریف میں جاتے ،خانہ کعبہ کا طواف کرتے،پھر صحن حرم میں قریش کے سرداروں کی محفلوں میں جاتے ،سب سے علیک سلیک کرتے ،مزاج پُرسی کرتے پھر اپنے گھر جاتے۔ اس دن بھی آپ اپنے معمول کے مطابق شام کو شکار کر کے واپس لوٹ رہے تھے کہ عبداللہ بن جدعان کی ایک کنیز جس نے ابوجہل کے ظلم وستم کا دلخراش منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا،ان کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی۔اے ابوعمارہ،آج ابوجہل نے تمہارے بھتیجے کے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کیا کہ پہلے گالیاں دیتا رہا،جب حضور نے خاموشی اختیار کئے رکھا تو ان کو مارنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کو خون سے لہولہان کر دیا۔یہ سن کر حضرت حمزہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی،غصہ سے آگ بگولہ ہو کر ابوجہل کی تلاش میں آگے بڑھے،آج ان کی کیفیت ہی نرالی تھی ،نہ کسی سے خبر خیریت پوچھ رہے ہیں،نہ کسی محفل میں کھڑے ہو کر کسی کو سلام کر رہے ہیں،بس ابوجہل کی تلاش میں آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں آخر کار آپؓ کی نظر ابوجہل پر پڑی جو اپنے قبیلہ کی محفل میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور اس کے چاروں طرف لوگ سراپا ادب بن کر بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت حمزہ بڑے پہلوان،جنگ جو اور عرب کے مشہور بہادروں میں شمار کئے جاتے تھے۔آپ اس مجمع میں گھس گئے اور جاتے ہی ابوجہل کے سر پر اس زور سے کمان ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔پھر آپ نے گرجتے ہوئے کہا:اے ابوجہل! تیری یہ مجال کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں دے،سُن،میں نے بھی ان کا دین قبول کر لیا ہے،اگر تجھ میں ہمت ہے تو آ،اور مجھے روک کر دیکھ۔

ابوجہل کے قبیلے کے لوگ اپنے سردار کی یہ رسوائی دیکھ کر جذبات میں آ گئے اور اٹھے کہ حضرت حمزہ سے اس کا بدلہ لیں،مگر ابوجہل بڑا مکار تھا،وہ جانتا تھا کہ حمزہ جیسے شیر دل انسان کا مقابلہ اِن لومڑیوں سے نہیں ہو سکے گا خواہ مخواہ کئی لوگوں کی جانیں ضائع ہوں گی ،چنانچہ اس نے اپنے قبیلہ والوں سے کہا کہ:ابوعمارہ (حمزہ) کو کچھ نہ کہو،بخدا میری غلطی ہے کہ میں نے اس کے بھتیجے کے ساتھ بدکلامی کی ہے۔

رشتہ داری کے جوش میں حضرت حمزہ نے ابوجہل سے بدلہ بھی لے لیا اور اپنے ایمان لانے کا اعلان بھی کر دیا۔ مگر جب وہ واپس گھر گئے تو کشمکش میں پڑ گئے، انہیں یہ بات اپنی شان کے خلاف معلوم ہوئی کہ انہوں نے ایک ایسے دین کو قبول کر لیا ہے جس کے بارے میں انہوں نے پوری طرح سے غور وفکر ہی نہیں کیا۔ ساری رات بڑے قلق و اضطراب میں گذری، جب صبح ہوئی تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے عرض کی: اے میرے بھتیجے، میں ایک ایسی مشکل میں پڑ گیا ہوں جس سے نکلنے کا راستہ میں نہیں جانتا، اور ایسی بات پر میرا قائم رہنا بڑا مشکل ہے جس کے بارے میں مجھے یہ علم نہیں کہ یہ ہدایت ہے یا گمراہی؟ اس لئے مجھے اس کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایئے اور اس سلسلے میں مجھ سے کچھ گفتگو کیجئے۔

دلوں کو کفر وشرک اور گناہوں سے پاک کرنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کے سامنے اسلام کی حقانیت کو بڑے ہی دلنشیں انداز میں پیش فرمایا۔ حضرت حمزہ نے اسی وقت سچے دل سے اسلام قبول فرما لیا اور کہا کہ: میں دل کی اتاہ گہرائیوں سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں۔[1]

آپ کے ایمان لانے سے عالم کفر پر ایک رعب طاری ہو گیا اور بے آسرا مسلمانوں کو بڑی طاقت وقوت حاصل ہوئی۔ یہ نبوت کے چھٹے سال کا واقعہ ہے۔ آپ نے اسلام لانے کی خوشی میں بطور شکر وحمد کچھ اشعار کہے، جس کا ترجمہ یہ ہے۔ میں اللہ تعالی کی حمد کرتا ہوں جب اس نے میرے دل کو ہدایت دی اسلام قبول کرنے کی جو دین حنیف ہے۔ وہ دین جو اُس رب کریم کی طرف سے آیا ہے جو عزت والا ہے اور اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور ان کے ساتھ لطف واحسان فرمانے والا ہے۔[2]

غزوات میں شرکت: اسلام کی تحفظ اور حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دفاع میں آپ ہر جگہ پیش پیش رہے اور اپنی فطری شجاعت وجوانمردی سے دشمنان اسلام کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر جہنم رسید کیا، دشمنان اسلام پر آپ کا ایسا رعب طاری رہتا کہ کوئی آپ کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہ کرتا۔ اور جو بھی آتا اس کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا، چنانچہ جب اسلام وکفر کی پہلی جنگ "بدر" کے میدان میں لڑی گئی تو آپ نے بہت سارے کافروں کو جہنم رسید کیا اور جو بھی آپ کے مقابلے میں آیا قتل کیا گیا۔

جنگ بدر کے بعد جنگ احد میں بھی آپ نے اپنی بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمنان اسلام کو اس کے آخری انجام تک پہونچایا، آپ کی تلوار کی تیزی کے سامنے کسی میں آنے کی جرأت نہ رہی تو ہند بنت عتبہ جس کے باپ کی گردن آپ نے جنگ بدر میں اڑایا تھا، اپنے غلام وحشی سے یہ کہا کہ: اگر تم حمزہ کو قتل کر دو تو اس کے بدلے میں تمہیں آزاد کر دوں گی۔ وحشی بڑا ماہر نشانہ باز تھا، وہ ایک جگہ زہر میں بجھایا ہوا نیزہ لئے چھپ کر بیٹھ گیا، اور برابر آپ کی تاک میں رہا جب

---

[1] المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر اسلام حمزہ بن عبد المطلب، حدیث: ۴۸۷۸

[2] سبل الہدی، ج:۲/ص:۴۴۴/ بحوالہ ضیاء النبی، ج:۲/ص: ۲۵۲ تا ۲۵۵

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مقابلہ کرتے ہوئے اس کے قریب سے گذرے تو اس نے آپ پر نیزہ سے وار کیا جو آپ کے ناف پر لگا اور پشت کی طرف سے نکل گیا آپ فرش زمین پر آگئے اور اس طرح سے آپ نے اللہ کی راہ میں جام شہادت نوش کر لیا۔اس وقت آپ کی عمر شریف 54 / سال کی تھی۔بعد شہادت ہند بنت عتبہ نے آپ کی نعش مبارک کی بے حرمتی کی اور پیٹ چاک کر کے آپ کے کلیجے کو نکالا اور کچا ہی چبا کر نگلنا چاہی مگر نگل نہ سکی۔[واضح رہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت وحشی اور ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہما، دونوں اسلام قبول کر کے صحابیت کے شرف سے مشرف ہوئے]۔

نماز جنازہ: جب آپ کی شہادت ہوئی تو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا رنج ہوا اور نعش مبارک کی بے حرمتی دیکھ کر آپ کی چشمان مبارک سے آنسو رواں ہو گئے۔اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھائی تو ہر شہید کے ساتھ آپ کی بھی نماز جنازہ پڑھائی اس طرح آپ کو یہ نمایاں اعزاز حاصل ہوا کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر بار آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

فضائل ومناقب: سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا جو اندوہناک واقعہ پیش آیا اور اللہ تعالی نے جو آپ کو سرفرازی اور عظمتیں عطا فرمائی، اس کا تذکرہ مختلف کتب احادیث اور کتب تواریخ میں موجود ہے۔ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حمزہ بن عبد المطلب تمام شہیدوں کے سردار ہیں۔اور وہ شخص بھی سید الشہداء ہے جس نے کسی ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بلند کیا اور اسے اچھائیوں کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا تو اُسے شہید کر دیا گیا۔[1]

حضرت محمد بن عمر اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ: جب حضرت حمزہ شہید ہو گئے تو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگے: اے چچا، آپ کی جدائی سے بڑھ کر میرے لئے اور کوئی صدمہ نہیں ہو سکتا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتون جنت سیدہ فاطمہ اور اپنی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ: خوش ہو جاؤ، ابھی میرے پاس جبرئیل امین آئے تھے، اور مجھے خوشخبری سنائی کہ: حضرت حمزہ کا نام مبارک آسمان والوں میں اس طرح سے لکھا ہوا ہے "حمزۃ بن عبد المطلب اسد اللہ و اسد رسولہ" کہ حمزہ بن عبد المطلب اللہ کے شیر ہیں اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔[2]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جنگ احد کے دن حضرت حمزہ بن عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دشمنوں سے لڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔"انا اسد اللہ" میں اللہ کا شیر ہوں۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں گزشتہ رات جنت میں داخل

---

[1]۔المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر اسلام حمزہ بن عبد المطلب، حدیث: ۴۸۷۸

[2]۔المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر اسلام حمزہ بن عبد المطلب، حدیث: ۴۸۷۹

[3]۔المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر اسلام حمزہ بن عبد المطلب، حدیث: ۴۸۸۰

ہوا تو دیکھا کہ: جعفر بن ابی طالب فرشتوں کے ساتھ اُڑ رہے ہیں اور حمزہ بن عبد المطلب ایک تخت پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہیں۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرائیل علیہ السلام کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے

عن ابن شهاب ان رسول الله ﷺ سأل جبريل ان يتراءى له فى صورته فقال جبريل انك لن تطيق ذالك قال انى احب ان تفعل فخرج رسول الله ﷺ الى المصل فى ليلة مقمرة فاتاه جبريل فى صورته فغشى على رسول الله ﷺ حين رآه ثم افاق وجبريل مسندة وواضع احدى يدى على صدره والأخرى بين كتفيه فقال رسول الله ﷺ ما كنت أرى ان شيئا من الخلق هكذا فقال جبريل فكيف لو رأيت اسرافيل ان له لاثنى عشر جناحا منها جناح فى المشرق وجناح فى المغرب وان العرش على كاهلة وانه ليتضاءل الاحيان لعظمة الله حتى يصير مثل الوصع حتى ما يحمل عرشه الا عظمته۔[2]

حضرت ابن شہاب (زہری رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے مطالبہ فرمایا کہ آپ نے اپنی اصل صورت دکھلائیں ۔تو جبرائیلؑ نے عرض کیا آپ میں دیکھنے کی تاب نہیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری خواہش ہے کہ آپ ایسا کریں۔پس ایک چاندنی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جائے نماز کی طرف تشریف لائے تو جبرائیل علیہ السلام بھی اپنی اصلی صورت میں آگئے۔جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا تو بے ہوش ہوگئے پھر جب آپ کو ہوش آیا تو جبرائیل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سہارا دیا ہوا تھا اور اپنا ایک ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک پر رکھا ہوا تھا اور دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے مخلوق میں سے کسی چیز کو اس طرح نہیں دیکھا تو جبرائیل نے عرض کیا آپؐ اسرافیل (فرشتہ) کو دیکھ لیں تو آپ کی کیا حالت ہوگی اس کے توبارہ پر ہیں ان میں سے ایک پر مشرق میں تو دوسرا مغرب میں۔ (اللہ کا) عرش اس کے کندھے پر ہے۔یہ اللہ کی عظمت کے سبب کسی کسی وقت اتنا دبلا ہو جاتا ہے کہ مولہ (چڑیا سے چھوٹے جانور) کی طرح ہو جاتا ہے یہ اپنے عظیمُ الجثہ ہونے کی وجہ سے عرش خداوندی کو اٹھائے ہوئے ہے۔

راوی حدیث ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ

ابن شہاب الزہری (پیدائش: 672ء وفات: 741ء) ساتویں صدی کے مسلم راوی ہیں جنھوں نے سیرت نبوی کے روایتی مواد کو محفوظ کرنے کے لیے جمع کیا۔741ء میں فوت ہوئے۔

---

[1] المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر اسلام حمزہ بن عبد المطلب، حدیث: ۴۸۹۰

[2] الدر المنثور ۱/ ۹۲ وعزاہ السیوطی لابن المبارک فی الزہد عن ابن شہاب وانظر الزہد لابن المبارک ص ۷۳ وذکرہ بنحوہ

آپ کا نام محمد بن مسلم، کنیت ابو بکر اور لقب اعلم الحفاظ ہے۔ پورا نسب یوں ہے: ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب الزہری۔[1]

آپ کے والد کا نام مسلم تھا مگر آپ اپنے دادا شہاب بن حارث کی نسبت سے ابن شہاب مشہور ہوئے۔ آپ قریش کے مشہور قبیلہ بنو زہرہ کی طرف منسوب ہوئے ہیں۔ مدینہ کے رہنے والے ہیں۔ 50ھ میں پیدا ہوئے۔[2]

حصول علم کی استعداد: علمی کمالات کے اعتبار سے آپ کوئی معاصر ہم پایہ نہ تھا۔ حصول علم کی استعداد فطری تھی۔ ذہانت، ذکاوت اور قوت حافظہ بے نظیر پائی تھی۔ ذہین ایسے تھے کہ کسی مسئلہ کو دوبارہ سمجھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ حافظہ اتنا قوی تھا کہ ایک مرتبہ جو بات سن لی وہ ہمیشہ کے لیے لوحِ دل پر نقش ہوگئی۔ ان کے قوت حافظہ کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ اسی دن میں پورا کلام اللہ حفظ کر لیا تھا۔[3]

ذوق وطلب: اس ذہن اور حافظہ کے ساتھ ان کے ذوق اور طلب کی جستجو کا بھی یہی حال تھا۔ آٹھ سال تک امام مدینہ سعید بن مسیب کی خدمت میں رہے۔ ابو الزناد بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ زہری کے ساتھ علما کے گھروں کا چکر لگاتے۔ زہری کے ساتھ تختیاں اور بیاضیں ہوتی تھیں وہ جو کچھ سنتے جاتے اس کو قلمبند کرتے جاتے۔[4]

مرویات کا پایہ: حفظِ حدیث میں روایات کی کثرت سے زیادہ ان کی کیفیت اور نوعیت معیار کمال ہے۔ عمرو بن دینار جو خود بہت بڑے محدث تھے، فرماتے تھے کہ میں نے زہری سے زیادہ حدیث میں کسی کو۔۔۔ نہیں دیکھا۔[5]

مروی روایات: امام ابو داؤد فرماتے ہیں، زہری سے دو ہزار دو سو حدیثیں مری ہیں۔ ان میں سے نصف مسند ہیں۔[6]

شیوخ: آپ کو چونکہ علم حاصل کرنے کی ایک تڑپ تھی اس لیے آپ کے شیوخ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ان کے عہد کے صحابہ اور اکابر تابعین میں کوئی بھی ایسا شخص نہ تھا جس سے انہوں نے استفادہ نہ کیا ہو۔ صحابہ میں عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن جعفر، ربیعہ بن عباد، مسور بن مخرمہ، انس بن مالک، سہل بن سعد، سائب بن یزید، شبیب، محمود بن ربیع، عبد اللہ بن ثعلبہ، عبد اللہ بن عامر بن ربیع وغیرہ اور اکابر تابعین میں سعید بن مسیب، مدینہ کے ساتوں مشہور فقہا شامل ہیں۔[7]

تلامذہ: آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بے شمار ہے۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ عطاء بن ابی رباح، عمر بن عبد العزیز، عمرو بن دینار، صالح بن کیسان، یحییٰ بن سعید انصاری، عبد اللہ بن مسلم، امام اوزاعی وغیرہ۔

---

[1] تہذیب التہذیب۔ ابن حجر عسقلانی
[2] تذکرۃ الحفاظ ج 1 صفحہ 103 مترجم
[3] تذکرۃ الحفاظ جلد 1 صفحہ 105
[4] تذکرۃ الحفاظ جلد 1 صفحہ 106
[5] تہذیب التہذیب ابن حجر جلد 2 صفحہ 204
[6] تذکرۃ الحفاظ جلد 1 صفحہ 107
[7] تذکرۃ الحفاظ جلد 1 صفحہ 108

علما میں مقام : آپ کا علمی مرتبہ اس عہد کے تمام علما اور ارباب کمال میں مسلم تھا۔ ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ کسی نے پوچھا حسن بصری کو بھی نہیں۔ انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں نے زہری سے بڑا کسی کو بھی نہیں پایا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں زہری سے بڑھ کر صحیح حدیث کو جاننے والا کوئی شخص باقی نہیں رہا۔[1]

وصال :۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ انکا طبقہ چوتھا طبقہ کہلاتا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ رمضان میں 123ھ میں فوت ہوئے اور بعض کے نزدیک 124ھ میں۔[2]

جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کس شکل میں آتے تھے

عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال ان جبریل لیاتینی کما یاتی الرجل صاحبه فی ثیاب بیض مکفوفة باللئولئو والیا قوت راسه کالجبل وشعره کالمر جان ولونه کالثلج اجلی الجبین براق لثنایا علیه و شاحان من در منظوم وجنا حاه اخضر ان ورجلاه مغموستان می الخضرة وصورته التی صور علیها تملا مابین الافقین وقد قال ﷺ اشتهی ان اراك فی صورتك یا روح الله فتحول له فسد ما بین الافقین۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام میرے پاس اس طرح آتے ہیں جس طرح کوئی آدمی اپنے دوست کے پاس آتا ہے موتیوں اور یاقوت سے پرویا ہوا سفید لباس پہنا ہوتا ہے ان کا سر بٹی ہوئی رسی کی مانند ہے، ان کے بال مرجان کی طرح ہیں، ان کا رنگ برف جی طرح (سفید) ہے، پیشانی چمکدار ہے۔ اگلے دانت چمکیلے ہیں۔ اس پر دولڑیاں موتیوں سے پروئی ہوئی ہیں، اس کے دونوں پر سبز ہیں اور پاؤں سبزہ میں ڈوبے ہوئے ہیں (یعنی گہرے سبز ہیں) اور اسکی اصل صورت جس میں وہ پیدا کیا گیا ہے وہ (آسمان کے) دونوں افق کو بھر دیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) جبرائیل سے اپنی خوائش کا اظہار فرمایا کہ اے روح اللہ میں تمہیں تمہاری اصل شکل میں دیکھنا چاہتا ہوں تو انہوں نے اپنی شکل تبدیل کی تو دونوں (آسمانوں کے) افقوں کا درمیانی فاصلہ بھر دیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی کھوپڑی

ابن عساکر نے ضعیف سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

---

[1]۔ تذکرۃ الحفاظ جلد 1 صفحہ 109

[2]۔ تہذیب التہذیب ابن حجر جلد 2 صفحہ 205

[3]۔ الدر المنثور ۱/ ۹۳ وعزاہ السیوطی لابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) خلق الله تعالى جمجمة جبريل على قدر الغوطة۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی جرائیل علیہ السلام کی کھوپری کی غوطہ کے برابر (بڑا) بنایا ہے۔

جبریل امین علیہ السلام کا ایک انصاری کے پاس آنا

امام طبرانی نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس قال:) عاد رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا من الأنصار، فلما استأذن عليه دخل عليه فلم ير أحدا فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: سمعتك تكلم غيرك قال: يا رسول الله لقد دخل عليّ داخل ما رأيت رجلا قط بعدك أكرم مجلسا، ولا أحسن حديثا منه قال:) ذاك جبريل، وإن منكم لرجالا لو أن أحدهم يقسم على الله لأبره

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری آدمی کی بیمار پرسی فرمائی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر کے قریب پہنچے تو اسے اندر سے گفتگو کرتے سنا جب اس سے اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی اور اندر داخل ہوئے تو کسی کو نہ پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا میں نے تجھے کسی سے باتیں کرتے ہوئے سنا ہے۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس ایک ایسا آدمی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی آدمی کو اتنا اچھی مجلس والا نہیں دیکھا اور نہ ہی اس سے زیادہ بہترین بات کرنے والا دیکھا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ جرائیل علیہ السلام تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر اس انصاری کی عظمت بیان کرنے کے لئے فرمایا: تم میں سے تو ایسے آدمی بھی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی اللہ تعالی پر (کسی کام کے ہونے نہ ہونے کے متعلق) قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالی ان کو ان کو قسم سے بری کر دے (یعنی ان کی قسم پوری کر دے)۔[1]

اللہ کے حکم جبریل علیہ السلام پر سبقت لے جانا

ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں نقل فرمایا ہے:

عن عكرمة قال قال جبريل عليه السلام إن ربي عز وجل ليبعثني إلى الشيء لأمضيه فأجد الكون قد سبقني إليه

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: فرماتے ہیں کہ حضرت جرائیل علیہ السلام نے فرمایا مجھے میرا پروردگار کسی کام کے

---

[1] طبرانی۔

لئے روانہ فرماتا ہے تا کہ میں اسے سرانجام دوں۔لیکن اللہ کے حکم کو دیکھتا ہوں کہ وہ اس کی ادائیگی میں مجھ سے سبقت لے جاتا ہے۔

بوقت وصال جبریل امین علیہ السلام کا آنا

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن ميمونة بنت سعد قالت؛ قلت: يا رسول الله هل يرقد الجنب؛ قال:) ما أحب أن يرقد حتى يتوضأ. فإني أخاف أن يتوفى فلا يحضره جبريل

حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا جنبی آدمی (جس پر غسل فرض ہو) سوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پسند نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ وضو کرلے۔کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اس کی موت آئے اور جبرائیل علیہ السلام (بوجہ جنابت) اس کے پاس نہ جائیں۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر مؤمن کے پاس اس کی موت کے وقت یا موت کے بعد تشریف لاتے ہیں۔تاہم جنبی آدمی کے پاس جبریل علیہ السلام نہیں آتے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام قربِ الٰہی میں

امام ابوالشیخ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن مسعود قال: جاء جبريل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال:) يا جبريل إني لأحسب أن لي عندك منزلة (قال: أجل والذي بعثك بالحق، ما بعثت إلى نبي قط أحب إلي منك. قال:) فإني أحب أن تعلمني منزلتي (قال: إن قدرت على ذلك قال: والذي بعثك بالحق لقد دنوت فيها من ربي دنوا ما دنوت مثله قط. وإن كان قدر دنوي منه مسيرة خمسمائة سنة. وإن أقرب الخلق من الله عز وجل: إسرافيل. وإن قدر دنوه منه مسيرة سبعين عاما فيهن سبعون نورا. إن أدناها ليغشي الأبصار. فكيف بالعلم فيها وراء ذلك. ولكن يعرض له بلوح ثم يدعونا فيبعثنا.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرائیل حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل! مجھے یقین ہے کہ جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں اپنے تئیں آپ سے زیادہ محبوب کسی نبی کی طرف کبھی نہیں بھیجا گیا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مبعوث فرمایا میں اپنے تئیں آپ سے زیادہ محبوب کسی نبی کی طرف کبھی نہیں بھیجا گیا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چاہتا ہوں اگر تمہارے بس میں ہے تو تم وہاں (اللہ کے ہاں) کی میری شان بتلاؤ اس نے عرض کیا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اپنے پروردگار کے ایک دفعہ اتنا قریب ہوا ہوں کہ اس طرح سے کبھی قریب نہیں ہوا میرے (اس) قریب ہونے کا اندازہ پانچ

صدیوں کے سفر کے برابر ہے۔ ساری مخلوق میں اللہ کے سب سے زیادہ قریب حضرت اسرافیل ہیں اور ان کے قریب کا اندازہ ستر سال ہے اور ان کے درمیان بھی ستر نور ہیں اور ان میں سب سے قریبی نور آنکھوں کو اندھا کو دیتا ہے۔ تو مجھے اس کے بعد والے حالات کا علم کیسے ہوسکتا ہے بس میرے سامنے تو ایک لوح کردی جاتی ہے اور ہمیں بلایا اور مبعوث کی جاتا ہے۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کو باقی انبیاء سے زیادہ محبوب ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ومرتبہ اس قدر بلند ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے مقریب ترین فرشتہ ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام معلوم کرنے تک رسائی نہیں ہے۔ اور یہ جو اللہ تعالیٰ اور جبرائیل واسرافیل کے درمیان پانچ صدیوں یا ستر سالوں کا فاصلہ بیان کیا گیا ہے یہ صرف اندازہ کے طور پر ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کے درمیان یہ فاصلہ کس اعتبار سے ہے کیا کس دنیاوی پیمانہ سے یا فرشتوں کے پیمانہ کے اعتبار سے یا الٰہی علم کے اعتبار سے ہے۔

جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق رب کائنات کا فرمان ہے کہ میرے اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین دوکمانوں یا اس سے بھی کم کا فاصلہ ہے۔ جیسا کہ سورۃ النجم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

جب سے دوزخ کو پیدا کیا گیا جبریل علیہ السلام کبھی نہیں ہنسے

عن رباح قال: حدثت أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لجبريل:) لم تأتيني إلا وأنت صار بين عينيك؟؟ قال: إني لم أضحك منذ خلقت النار.

حضرت رباح رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مجھے حدیث بیان کی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا تو جب بھی میرے پاس آیا ہے تیری آنکھیں جھکی ہوئی ہوتی ہیں؟ تو انہوں نے عوض کیا کہ جب سے دوزخ پیدا کی گئی میں کبھی نہیں ہنسا۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ جب سے دوزخ کی تخلیق کی گئی تو اس وقت سے جبریل علیہ السلام جیسے اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے بھی خوفزدہ ہیں اور اس خوف کی وجہ سے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں۔

نیکوکاروں پر اللہ کی رحمت اور بدکاروں پر لعنت

امام ابوالشیخ نقل فرماتے ہیں:

عن وهب قال: إن أدنى الملائكة من الله جبريل، ثم ميكائيل، فإذا ذكر الله عبدا بأحسن عمله قال: فلان ابن فلان عمل كذا و كذا من طاعتي صلواتي عليه، ثم يسأل ميكائيل جبريل: ما أحدث ربنا؛ فيقول: فلان ابن فلان ذكر بأحسن عمله، فصلى عليه، صلوات الله عليه، ثم يسأل

میکائیل من یراہ من أهل السماء فیقولون: ماذا أحدث ربنا؟ فیقول: ذکر فلان ابن فلان بأحسن عمله فصلی علیه، صلوات الله علیه، فلا یزال یقع من سماء إلی سماء حتی یقع إلی الأرض، وإذا ذکر عبدا بأسوأ عمله قال: عبدی فلان ابن فلان عمل کذا و کذا من معصیتی فلعنتی علیه، ثم یسال میکائیل جبریل ماذا أحدث ربنا؟ فیقول: ذکر فلان ابن فلان بأسوأ عمله فعلیه لعنة الله فلا یزال یقع من سماء إلی سماء حتی یقع إلی الأرض.

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مقرب ترین فرشتوں میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں پھر میکائیل علیہ السلام ہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کا اس کے نیک عمل کی وجہ سے ذکر کرتا ہے تو فرماتا ہے۔ فلاں بن فلاں نے میری فرمانبرداری میں ایسا ایسا عمل کیا ہے اس پر میری رحمتیں ہوں۔ پھر میکائیل علیہ السلام جبرائیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے رب نے کیا فرمایا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں ولد فلاں اپنے نیک عمل کی وجہ سے یاد کیا گیا ہے۔ پھر اس پر رحمتیں بھیجی گئی ہیں۔ اللہ کی اس پر رحمتیں ہوں۔ پس یہ بات بدستور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اترتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ زمین تک آپہنچتی ہے اور جب کوئی بندہ اپنے برے عمل کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے فلاں ولد فلاں نے میری نافرمانی میں ایسا عمل کیا ہے اس پر میری لعنت ہو۔ پھر میکائیل علیہ السلام جبرائیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے رب نے کیا ارشاد فرمایا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں ولد فلاں اپنے برے عمل کی وجہ سے یاد کیا گیا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر بدستور یہ بات ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اترتی رہتی ہے یہاں تک کہ زمین پر آجاتی ہے۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کا ذکر اللہ تعالیٰ ملائکہ کی جماعت میں فرماتا ہے اس پر اپنی رحمتوں کا نزول فرماتا ہے اور یہ سلسلہ ساتویں آسمان سے ہوتا ہوا زمین تک آپہنچتا ہے۔ اور بدکار لوگوں کا ذکر فرماتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اور اس پر لعنت کا سلسلہ ساتویں آسمان سے ہوتا ہوا زمین پر آتا ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے وہ ساتویں آسمانوں اور زمین میں معزز ومکرم ہوجاتا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے وہ ساتوں آسمانوں اور زمین میں مردود ومقہور ہوجاتا ہے۔

محبوبان خدا کی دعائیں

امام صابونی نے ''المائتین'' میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل فرمایا ہے:

عن جابر بن عبد الله، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال:) إن جبریل موکل بحاجات العباد، فإذا دعا المؤمن قال الله: یا جبریل، احبس حاجة عبدی فإنی أحبه وأحب صوته، وإذا دعا الکافر قال الله: یا جبریل، اقض حاجة عبدی فإنی أبغضه وأبغض صوته

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل بندوں کی ضروریات کے کفیل ہیں جب کوئی مؤمن دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے جبرائیل! میرے بندے کی ضرورت کو روک لے کیونکہ میں اسے بھی پسند کرتا ہوں اور اس کی آواز کو بھی پسند کرتا ہوں۔ اور جب کوئی کافر پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے جبرائیل! میرے بندے کی ضرورت پوری کردے کیونکہ میں اس بھی نفرت کرتا ہوں اور اس کی آواز سے بھی نفرت کرتا ہوں۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی دعا کو پورا کرنے سے جبریل امین علیہ السلام کو روک دیتا ہے کیونکہ اس کا اپنے رب سے دعا مانگنا رب کریم کو پیارا لگتا ہے تو اس پیار کے سبب اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ وہ بندۂ مومن مجھ سے مانگتا رہے اور دوسری طرف جب کوئی کافر رب سے مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبریل امین علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ اس کو فوراً جو مانگ رہا ہے دے دے کیونکہ اللہ پسند نہیں فرماتا ہے وہ بندہ مجھ سے مانگتا رہے یعنی اس کی آواز رب کریم کو پسند نہیں ہوتی۔ جب نیک آدمی کی دعا پوری نہیں ہوتی تو بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ آدمی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور جب بدکار یا کافر کی دعا قبول ہوتی ہے تو خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اللہ کا پیارا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ اور اس سے ان لوگوں کو بھی اپنے اپنے دل کو اطمینان دلانا چاہیے جن کی دعا قبول نہیں ہوتی تو وہ شیطان کے ورغلانے میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول ہی نہیں فرماتا اور اپنے مقابلے میں بدکار کی دعا کی قبولیت کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ شیطانی چال ہے۔ اس لئے بندۂ مومن کی جب دعا قبول نہیں ہوتی تو اس کو چاہئے وہ اپنے رب کی رحمت سے امید رکھتے ہوئے گڑگڑا کر مانگتا رہے اس کی دعا کا قبول نہ ہونا درحقیقت اس کی رب کریم کے ہاں عزت ومقام ومرتبہ کی بنا پر ہے اور بدکار کی دعا کا قبول ہونا اس کی اپنے رب کے ہاں کوئی عزت وتوقیر نہیں ہوتی۔

جبریل امین لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر مقرر ہیں

امام بیہقی نقل فرماتے ہیں:

عن ثابت قال: بلغنا أن الله تعالى وكل جبريل عليه السلام بحوائج الناس، فإذا دعا المؤمن قال يا جبريل: احبس حاجته فإني أحب دعاءه، وإذا دعا الكافر قال يا جبريل: اقض حاجته فإني أبغض دعاءه. قال البيهقي: هذا هو المحفوظ.

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو لوگوں کی ضروریات پر مقرر فرمایا ہے پس جب کوئی مؤمن دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو۔ اے جبرائیل! اس کی ضرورت کو روک لے کیونکہ میں اس کی پکار کو پسند کرتا ہوں۔ اور جب کافر پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو۔ اے جبرائیل! اس کی ضرورت پوری کردے کیونکہ میں اس کی پکار کو پسند نہیں کرتا۔

امام بیہقی نے کہا یہ محفوظ ہے۔

بندۂ مومن کی دعا اللہ کو پسند ہے

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کی سند سے نقل کیا ہے:

عن عبد الله بن عمير قال: إن جبريل موكل بالحوائج، فإذا سأل المؤمن ربه قال: احبس احبس حبا لدعائه أن يزداد، وإذا سأل الكافر قال: أعطه أعطه بغضا لدعائه.

حضرت عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: بے شک حضرت جبریل امین علیہ السلام لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے پر مقرر ہیں اور جب مومن اپنے رب سے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روک لے، روک لے اس کی دعا سے محبت کرتے ہوئے کہ وہ زیادہ دعا مانگے۔ اور جب کافر سوال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کو دے دو، دے دو اس کی دعا کو ناپسند کرتے ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ

ابن عمیرہ۔ بزیادت ہا۔ زمانہ جاہلیت کو پایا تھا۔ ان کا صحابی ہونا صحیح نہیں ان کا شمار اہل کوفہ میں ہے روح نے شعبہ سے انھوں نے سماک بن حرب سے انھوں نے عبداللہ ابن عمیرہ سے روایت کی ہے جو زمانہ جاہلیت میں اعشیٰ (شاعر) کو پکڑا کے چلتے تھے۔ ان کا تذکرہ ابن مندہ اور ابونعیم نے لکھا ہے۔ اور امیر ابونصر نے کہا ہے کہ ان کا نام عبداللہ بن عمیرہ ہے بفتح عین ان کی حدیث اہل کوفہ سے مروی ہے۔ انھوں نے جریر وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے سماک بن حرب نے روایت کی ہے اور ابراہیم حربی نے کہا ہے کہ میں عبداللہ بن عمیر کو نہیں جانتا میں صرف عمیرہ بن زیاد کندی کو جانتا ہوں انھوں نے عبداللہ سے روایت کی ہے یہ عبداللہ ان کے بیٹے ہوں تو خیر ورنہ میں ان کو نہیں جانتا۔[1]

بندۂ مومن کی آزمائش اور انعامات

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن أبي ذر قال: إن الله يقول: يا جبريل انسخ من قلب عبدي المؤمن الحلاوة التي كان يجدها لي قال: فيصير العبد المؤمن والها طالباً للذي كان يعهد في نفسه، نزلت به مصيبة لم ينزل به مثلها قط، فإذا نظر الله إليه على تلك الحال قال: يا جبريل رد إلى قلب عبدي ما نسخت منه فقد ابتليته فوجدته صادقا، وسأمده من قبلي بزيادة.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اے جبرائیل! میرا بندۂ مومن کے دل میں جو حلاوت ومٹھاس ہے جو اس حلاوت ومٹھاس کو اپنے دل میں پاتا ہے اس کو اس کے دل سے مٹا دے۔ پس مؤمن بندہ اپنے نفس میں جس کا طلب گار تھا اس کے لئے مزید محنت اور طلب کرتا ہے۔ اس پر ایسی مصیبت ٹوٹتی

1۔ اسد الغابۃ جلد نمبر 6-7

ہے کہ اس جیسی کبھی نہیں آئی ہوتی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اس حال میں دیکھتا ہیں تو فرماتا ہے، اے جبرائیل! تو نے جو مٹا دیا ہے وہ میرے بندے کے دل میں لوٹا دے۔ میں نے اس کا امتحان کرلیا اور اسے سچا پایا اور میں اس کے لئے اپنی طرف سے (انعامات کے) ڈھیر لگا دونگا۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

درس حدیث:۔ حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ مومن جب اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی مٹھاس کو پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے کہ اس کے دل سے وہ حلاوت ومٹھاس کو ختم کرنے کا حکم فرماتا ہے جس سے بندۂ مومن اس کے حصول کے لئے اور کوشش ومحنت کرتا ہے تو اس کو مزید مصائب ومشکلات میں مبتلا کردیا جاتا ہے اور جب بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی آزمائش پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس تکلیف وآزمائش کو دور فرماتا ہے اور اس کو اپنے انعام واکرام سے نوازتا ہے۔

جبریل علیہ السلام کا جنوبی ہوا پر ہونا

امام ابوالشیخ نقل فرماتے ہیں:

عن عمرو بن مرة قال: جبريل على ريح الجنوب

حضرت عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: جبرائیل علیہ السلام جنوبی ہوا پر ہیں۔

راوی حدیث حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی مبارک زندگیوں کا ہر گوشہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ، سیرت طیبہ اور حیات مقدسہ کے انوار سے تابناک اور رہتی دنیا تک انسانیت اور امت مسلمہ کے لئے بالخصوص قابل تقلید اور وسیلہ ہدایت رہے گا۔ صحابہ کی شان وعظمت، فضیلت وعلومنزلت کے ضمن میں یہ ارشاد سب سے روشن دلیل ہے کہ وہ مثل نجوم ہیں۔ جس نے ان کی اقتداء کی وہ سعادت پائے گا اور اسے ہدایت کی ضمانت عطا ہوگئی۔ صحابہ کرام کے ہر عمل میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا کامل نمونہ ملتا ہے۔ یہی خصوصیت ان کے اطاعت حق تعالیٰ اور اتباع حبیب کبریاؐ کا منور ثبوت ہے۔ ایمان ویقین، عقیدہ راسخ، صدق وصفا، توکل، تسلیم ورضا، پابندئ احکام الٰہی، پیروئ سنت، تعمیل وفرمانبرداری، تقویٰ وپرہیزگاری، عبادات کا ذوق کامل، قرآن وصاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی وابستگی، اخلاص عمل، صالحیت، ایثار وقربانی، اخوت ومروت، صبر واستقامت، شجاعت وبہادری، ذوق جہاد وشوق شہادت، علوم دینیہ سے لگاؤ، مداومت عمل، ریاضت ومجاہدات، تزکیہ نفس، اصلاح باطن، تصفیہ قلب، سادگی وحق پسندی، حق گوئی وخوش معاملگی، عمدہ اخلاق، اعلیٰ کردار، دیانت داری، ایفاء عہد، خدمت خلق اور انسانی ہمدردی جیسی تمام اعلیٰ اخلاقی خوبیاں جس کی بناء پر انسان خالق کونین کے افضال واکرام کا مستحق بن سکتا ہے اور رسول اللہؐ کی توجہات اور خوشنودی

حاصل کرسکتا ہے صحابہ کرام کے اوصاف حمیدہ کا فیضان ہے صالحیت اور پرہیزگاری سے ہمکنار کرنے والے یہ خصائل مسلمانوں کی حقیقی شناخت نے رہیں ذکر صحابہ و صالحین کا مقصدعین یہی ہے۔ کتاب وسنت کی تفسیر وتشریح اور اسوۂ حسنہ رسول اللہ ﷺ کے عملی مظاہر صحابہ کرام کی سیرتوں میں ہویدا ہیں ان پاکباز ہستیوں میں حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں جنھوں نے پوری زندگی علم وعمل کے چراغ فروزاں رکھے۔

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ قبیلہ جہنہ سے تعلق رکھتے تھے ان کا نسب نامہ چند واسطوں سے قیس بن جہنیہ سے جاملتا ہے۔ ان کی کنیت ابومریم تھیں۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو علوم کے حصول سے خاص لگاؤ تھا بالخصوص قرآنی علوم کے حاصل کرنے میں بڑی کوشش کی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید کی تعلیم پائی۔ انھوں نے اپنی ان تمام صلاحیتوں کو خدمت دین اور اشاعت وتبلیغ اسلام کے مقدس کام میں لگا دیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے پورے قبیلہ کو دولت ایمان سے بہرہ مند کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ ان کی کاوشیں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بڑی مقبول ہوئیں۔ علم اور عملی مجاہدات کیساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کی سعادتیں بھی ان کا مقدر بنیں۔ دور رسالت مآب ﷺ اور عہد خلفاے راشدین میں وہ مدینہ منورہ میں رہے بعد میں شام منتقل ہو گئے۔ پند ونصائح، رشد وہدایت اور تعلیم وتعلم کا فریضہ انجام دینے لگے۔ حق گوئی اور نصیحت کے ضمن میں کوئی امتیاز نہ تھا سب کیلئے ان کا دردمند دل خیر خواہی کے جذبوں سے لبریز تھا۔ عبدالملک کے دور میں وفات پائی۔ کتب سیر میں ان کے بعض اشعار بھی ملتے ہیں۔

جبریل علیہ السلام کے دیکھنے کی دعا

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تاریخ میں نقل فرمایا ہے:

عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) ما شئت أن أرى جبريل عليه السلام متعلقا بأستار الكعبة وهو يقول: يا واجد، يا ماجد، لا تزل عني نعمة أنعمت بها علي، إلا رأيته

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جب چاہا کہ جبرائیل علیہ السلام کو کعبہ کے پردوں سے لپٹے ہوئے دیکھوں اور آپ ﷺ عرض کرض کرتے (اے واجد اے ماجد آپ نے جو نعمت مجھے عطاء فرمائی ہے اسے مجھ پر ہمیشہ قائم رکھ) تو آپ ﷺ نے (جبریل امین) کو دیکھ لیا۔

راوی حدیث حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ

نام ونسب: آپ کا نام "علی"، کنیت "ابوالحسن"، اور لقب "اسد اللہ" اور "حیدر" ہے۔

نسب نامہ: علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب۔[1]

---

[1] الاصابۃ ج:۲،ص:۱۲۹۴، سیرت سیدنا علی المرتضی،ص:۲۰

ولادت: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح قول کے مطابق آپ کی ولادت بعثت نبوی سے دس برس قبل ہوئی۔[1]
قبول اسلام: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا۔[2]
فضائل ومناقب: حضور ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے بھائی بنایا۔ حضرت علی کو فرمایا "أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ" آپ دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔[3]
حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلا أَنَّهُ لا نَبِيَّ بَعْدِي۔[4]
تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی (نیا) نبی نہیں۔
خصوصی اعزاز: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ کا نکاح آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔
قوت اجتہاد: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فقہ واجتہاد میں بڑی دسترس حاصل تھی۔ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی قوت اجتہاد کے معترف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کی بنیاد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہادی فیصلوں پر ہے۔ آپ کے اجتہادی مسائل میں چند درج ذیل ہیں۔
آپ کے دور میں کچھ لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ اگر امت میں اختلاف ہو جائے تو فیصلہ صرف قرآن سے کرانا چاہیے۔ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے تو اللہ تعالیٰ حکم اور ثالث بنانے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ کا اشارہ آیت: "وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا" کی طرف تھا یعنی اگر امت میں اختلاف ہو جائے تو ثالث بنانا کیوں نا جائز ہوگا؟ کیا امت محمدیہ کا مقام ومرتبہ مرد وعورت سے بھی کم ہے۔[5]
ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا: نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ اس بارے میں حدیث کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دیتے ہیں فرماتے ہیں: "السُّنَّةُ وَضْعُ الكفِ عَلَى الكَفِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ"۔[6]
نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

---

[1] ۔ الاصابۃ ج:۲، ص:۱۲۹۴
[2] ۔ الاصابۃ ج:۲، ص:۱۲۹۴
[3] ۔ جامع الترمذی ج:۲، ص:۲۱۳، مناقب علی ابن ابی طالب
[4] ۔ جامع الترمذی ج:۲ ص:۲۱۴
[5] ۔ مسند احمد ج:۱، ص:۴۵۳، رقم الحدیث ۶۵۶
[6] ۔ سنن ابی داؤد ج:۱، ص:۱۱۷

عَنْ عَلِیٍّ، قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعُ الْاَیْدِیْ عَلَی الْاَیْدِیْ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔[1]

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

ترک قراءت خلف الامام: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نظریہ یہ تھا کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَدْ اَخْطَأَ الْفِطْرَۃَ"۔[2]

جو شخص امام کے پیچھے قرات کرتا ہے وہ فطرت کی مخالفت کرتا ہے۔

آمین آہستہ کہنا: ابووائل کہتے ہیں:

"کَانَ عُمَرُ وَعَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا لَا یَجْھَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّامِیْنِ"۔[3]

حضرت عمر اور حضرت علی نماز میں تعوذ، تسمیہ اور آمین آہستہ کہتے تھے۔

ترک رفع یدین: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صرف شروع میں رفع یدین کرتے تھے:

"ان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرۃ الاولی التی یفتتح بھا الصلوۃ ثم لا یرفعھما فی شئی من الصلوۃ"۔[4]

حضرت علی المرتضیٰ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے:

"کان یرفع یدیہ فی التکبیر الی فروع اذنیہ ثم لا یرفعھما حتی یقضی صلاۃ"۔[5]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھاتے، اس کے بعد آخر تک دوبارہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ دیہات اور گاؤں میں جمعہ اور عیدین کی نماز درست نہیں۔ آپ کا فرمان ہے: "لَا جُمُعَةَ، وَلَا تَشْرِیْقَ، وَلَا صَلَاۃَ فِطْرٍ، وَلَا اَضْحٰی، اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ، اَوْ مَدِیْنَةٍ عَظِیْمَةٍ"۔[6]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نوکرانی سے بدکاری سرزد ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اس کو حد لگاؤ میں نے جا کر دیکھا تو اس کے ہاں بچہ کی ولادت ہوئی تھی۔ مجھے خدشہ ہوا کہ اگر میں نے اس کو سزا دی تو یہ مرجائے گی۔ میں بغیر سزا دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو واقعہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ج:۱ص:۴۲۷، رقم الحدیث ۱۳

[2] مصنف ابن ابی شیبہ ج:۱ ص:۴۱۲ رقم الحدیث ۶

[3] سنن الطحاوی ج:۱ ص:۱۵۰، باب قراۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم فی الصلوۃ

[4] موطا امام محمد ص:۹۴، باب افتتاح الصلوۃ، کتاب الحجۃ امام محمد ج:۱ ص:۷۶

[5] مسند الامام زید ص:۸۸ رقم الحدیث ۷۴، باب التکبیر فی الصلوۃ

[6] مصنف ابن ابی شیبہ ج:۲ ص:۱۰

فرمایا: تونے بہت خوب کیا۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی پر لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس شخص کو قتل کردو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے تو دیکھا کہ وہ ایک کنویں میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص تو حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہی نہیں تو آپ نے اس کو قتل نہ کیا۔[2]

آپ رضی اللہ عنہ نے حضور سے عرض کیا:

یا رسول اللہ ان نزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نھی فما تامرونا؟

حضور اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ ہو پیش آجائے جس کا حل وضاحت کے ساتھ نص میں نہ ہو تو ہم وہ مسئلہ کیسے حل کریں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تشاورون الفقہاء والعابدین''

ایسے مسائل میں مجتہدین اور فقہاء کی طرف رجوع کرنا وہ ان مسائل کو حل کردیں گے۔[3]

شہادت: ۱۷ رمضان ۴۰ھ کوفہ کی جامع مسجد میں صبح کے وقت آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا گیا اور 21 رمضان تاریخ اسلام میں انسانیت کے اس عظیم انسان کا روز شہادت ہے، جس کو اس کی حق پسندی وعدالت کے سبب 40 ہجری میں محراب مسجد کوفہ میں دوران نماز فجر اپنے وقت کی دہشت گرد اسلام دشمن طاقتوں کے ہاتھوں زہر آلود تلوار سے شہید کردیا جاتا ہے۔ مسجد کوفہ میں شہادت سے ہم آغوش ہونے والے اس انسان کامل کو زمانہ علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتا ہے۔ راہ خدا میں شہادت جیسی نعمت عاشقان خدا کی معراج ہوا کرتی ہے، یہی سبب ہے کہ ضربت شہادت سے دوچار ہونے کے بعد ہمیشہ شہادت کی آرزو رکھنے والے دین اسلام کے اس عظیم مجاہد کے منہ سے جو تاریخی جملے نکلے تھے وہ یہی تھے کہ ''رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا''۔

تاریخ اسلام میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی دیگر فضیلتوں کے ساتھ یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ کی ولادت خانۂ کعبہ میں اور شہادت بھی خدا کے گھر مسجد کوفہ میں نصیب ہوئی۔ تاریخ اسلام میں ایسی فضیلت کسی فرد بشر کو حاصل نہ ہوسکی۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مثالی شخصیت جنھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر کمسنوں میں سب سے پہلے لبیک کہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مشن میں ہمیشہ آپ کی نصرت کی کسی بھی طرح محتاج تعارف نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مثالی زندگی نصرت حق وعدالت کا ایسا نمونہ ہے جس کے تصور کے بغیر تاریخ اسلام کا ہر باب نامکمل ہوکر رہ جاتا ہے۔ شب ہجرت میں دشمنوں کی تلواروں کے سائے میں بستر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سو کر حیات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحفظ

---

[1] صحیح مسلم ج:۲ ص:۱۷ باب حد الزنا

[2] صحیح مسلم ج:۲ ص:۲۶۸ باب براۃ حرم النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ من الریبۃ

[3] المعجم الاوسط طبرانی ج:۱ ص:۱۴۱ رقم الحدیث ۱۶۱۸

دیا ہو یا اسلامی معرکوں میں جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق، جنگ خیبر، جنگ حنین، یا جنگ صفین کا ذکر ہو، تاریخ اسلام کے ان دفاعی معرکوں میں فتح و کامیابی کا تصور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے بغیر ناممکن نظر آتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ فتح خندق میں کامیابی کے بعد رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ''جنگ خندق میں علی کی ایک ضرب جن وانس کی عبادت پر افضل ہے''۔

دین اسلام کی آبیاری اور حق وعدالت کے نفاذ کی راہ میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اپنی حکمت و دانش، عدالت پسندی، نصرت حق انسانی اقدار ومساوات، مدبرانہ شجاعت، تسلیم صبر ورضا کے ساتھ غیر معمولی ایثار وفدا کاری کے جو عملی نمونے پیش کئے اس سے زمانہ کے حق پسند افراد متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہی سبب ہے کہ ہر زمانے کے حق بین مورخین نے تاریخ انسانیت کے اس یکتائے زمانہ علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خراج عقیدت پیش کیا۔ یہاں تک کہ غیر مسلم مورخین بھی اس انسان کامل کی عظمتوں کے معترف نظر آتے ہیں۔ دنیائے عیسائیت کا مشہور زمانہ مورخ جارج جرداق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظیم المرتبت شخصیت آپ کے بے کراں علم، آپ کی عدالت آپ کی منکسر المزاجی آپ کی انسان دوستی اور آپ کے مساوات کے جذبہ سے والہانہ طور پر متاثر نظر آتا ہے۔ اس نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''ندائے عدالت انسانی'' میں اپنے دل کی گہرائیوں کے تاثرات اپنے خوبصورت انداز میں پیش کئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عبدود

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ عمرو ابن عبدود لوہے کی زرہیں پہنے ہوئے نکلا اور اس نے بلند آواز سے کہا کہ کون میرے مقابلہ پر آتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضور سے اجازت لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ عمرو ہے بیٹھ جاؤ دوبارہ عمرو نے آواز دی کہ ہے کوئی جو میرے مقابلہ کے لئے نکلے؟ اور مسلمانوں کو ملامت کی کہ کہاں ہے وہ جنت جسکے لئے کہتے ہو کہ جو مارا جاتا ہے وہ اس جنت میں جاتا ہے؟ کیوں نہیں کوئی جنت میں جانے کے لئے میرے مقابلہ پر آئے ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پھر اجازت چاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا بیٹھ جاؤ۔ تیسری مرتبہ عمرو نے پھر للکارا اور چند اشعار پڑھے راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اجازت کے لئے کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اسکا مقابلہ کرونگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: عمرو ہی کیوں نہ ہو۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور یہ چار شعر رجز کے طور پر پڑھے۔

''جلدی نہ کر تیری آواز کا جواب دینے والا عاجز نہیں ہے لے وہ آ گیا۔ سچی نیت اور بصیرت کے ساتھ سچائی ہی نجات دیتی ہے یہ کامیاب ہونے والے کو۔ مجھے امید ہے کہ میں تیرے جنازہ کے اوپر نوحہ کرنے والیوں کو ضرور کھڑا کروں گا۔ ایسی ضرب کاری کے ذریعہ جسکا تذکرہ ہر نقل وحرکت کرنے والے میں باقی رہ جائے گا۔''

عمرو نے پوچھا تو کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں علی ہوں۔ اس نے کہا عبد مناف کے بیٹے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

فرمایا میں علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہوں۔ عمرو نے کہا: اے میرے برادر زادے! ٹہرے چچاؤں میں ایسے بھی تو ہیں جو عمر میں تجھ سے بڑے ہیں میں تو تیرا خون بہانے سے کراہت محسوس کر رہا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن خدا کی قسم! میں تیرا خون بہانے کو قطعاً برا نہیں سمجھتا۔ یہ سن کر وہ غصہ سے کھول گیا اور گھوڑے سے اترا۔ اور اس نے آگ کے شعلہ جیسی تلوار سونت لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لپکا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال سامنے کر دی۔ عمرو نے تلوار انکی ڈھال پر ماری اور اسے پھاڑ دیا تلوار اس میں گھس گئی اور حضرت علی کے سر پر لگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسکے کاندھے کی رگ پر تلوار ماری جس سے وہ گر پڑا اور غبار اڑا جسے دیکھ کر نعرۂ تکبیر بلند ہوا۔ اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھتے ہوئے تشریف لائے۔ ''اس نے پتھروں کی عبادت کی تھی اور میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی عبادت کی تھی۔ جس وقت میں اسے پچھاڑ چکا اور وہ کھجور کے تنے کی طرح گرا نرم اور تر زمین کے درمیان۔ میں نے تو اسکے کپڑوں سے نفرت کی لیکن اگر میں گرتا تو وہ میرے کپڑے لے جاتا۔ اے لوگو تم ہرگز بدگمانی نہ کرو کہ اللہ تعالی اپنے دین اور اپنے رسول کو رسوا کرے گا۔''

اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک چمک رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے اسکی زرہ کیوں نہ اتار لی اس لئے کہ عرب والوں کے لئے اس سے بہتر زرہ نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اسے مارا۔ اور میں نے اسکی شرم گاہ کھلنے کی وجہ سے اسے ایسے ہی چھوڑ دیا۔ مجھے حیا آ گئی کہ یہ میرے چچا کا بیٹا ہے اور میں اسکا مال چھینوں؟

مسلم شریف میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے غزوۂ بنی فرازہ سے لوٹنے کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ہم تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہرے کہ ہم لوگ خیبر کی طرف روانہ ہو گئے۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ راستے میں حضرت عامر رضی اللہ عنہ اپنے مخصوص انداز میں یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔ ''خدا کی قسم اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ صدقہ خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔ اور ہم آپ کے فضل سے بے پروا نہیں۔ اے اللہ ہم لوگوں پر اطمینان نازل فرما۔ اور جب ہم دشمنوں سے ملیں تو ثابت قدمی نصیب فرما۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معلوم کیا کہ یہ شعر کون پڑھ رہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا عامر رضی اللہ عنہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک نے اسکی مغفرت فرما دی۔ راوی کہتے ہیں کہ جب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے لئے یہ کلمات فرمائے اسے شہادت ضرور نصیب ہوئی۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب خیبر پہنچے تو یہودی سردار مرحب نکلا وہ اپنی تلوار لئے ہوئے اکڑتا ہوا چل رہا تھا۔ اور رجز پڑھ رہا تھا۔ ''تمام خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیار سے لیس ہوں بڑا تجربہ کار ہوں''

اسکے مقابلہ کے لئے حضرت عامر رضی اللہ عنہ نکلے۔ وہ بھی کہہ رہے تھے کہ خیبر جانتا ہے کہ میں عامر رضی اللہ عنہ ہوں ہتھیار سے لیس ہوں اور خطرات میں گھس جانے والا بہادر ہوں۔ دونوں میں تلوار چلنے لگی۔ مرحب کی تلوار حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی ڈھال میں

گھس گئی۔ یہ اسے جھٹک کر چھڑانے لگے تو وہ خود انہیں کے لگ گئی اور وہ شہید ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ اور فرمایا کہ میں علم اسکے ہاتھ میں دونگا جو اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھنے آئی ہوئی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سہارا دیکر لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور فوراً آنکھوں کو آرام آگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو جھنڈا دیدیا۔

دوسری طرف مرحب پھر رجز پڑھتا ہوا سامنے آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ شعر پڑھا کہ میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے۔ جھاڑیوں کے شیر جیسا خوفناک ہوں مرحب کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسکا سرتن سے جدا کر دیا۔ اور لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع فرماتے ہیں کہ جب ہم سب قلعہ کے قریب ہوئے تو یہودیوں سے مقابلہ ہوا ایک یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلوار ماری جسکی وجہ سے ان کے ہاتھ سے ڈھال گر گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا پھاٹک ہاتھ میں لیکر اسے ڈھال بنایا۔ یہ پھاٹک ہاتھ میں رہا اور جب تک جنگ رہی حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو ڈھال بنائے رہے۔ یہاں تک اللہ تعالی نے فتح نصیب فرمائی اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پھاٹک کو چھوڑا۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سات آدمیوں کو ساتھ لیکر چاہا کہ اس پھاٹک کو پلٹ دیں۔ لیکن ناکام رہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خیبر میں دروازہ اٹھالیا اور مسلمان اس پر چڑھ کر قلعہ میں چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسکے بعد تجربہ کیا تو چالیس آدمی بھی اسے نہ اٹھا سکے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ستر آدمیوں نے اسے پلٹنے کی کوشش کی تو بڑی مشقت محسوس کی۔

جبریل ومیکائیل علیہما السلام کا رونا

امام ابوالشیخ نقل کرتے ہیں:

عن عبد العزيز بن أبي رواد قال: نظر الله إلى جبريل، وميكائيل، وهما يبكيان فقال الله: ما يبكيكما وقد علمتما أني لا أجور؟ فقالا: يا رب إنا لا نأمن مكرك قال: هكذا فافعلا. فإنه لا يأمن من مكري إلا كل خاسر

حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو فرمایا تمہیں کیا چیز رلاتی ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں بے انصافی نہیں کرتا۔ ان دونوں نے عرض کی اے ہمارے رب! ہم آپ کے عذاب سے بے خوف نہیں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے تم اسی حالت میں قائم رہو کیونکہ میرے عذاب سے کوئی بے خوف نہیں ہوتا مگر ہر نقصان اٹھانے والا۔

جبریل علیہ السلام کا دوزخ کے خوف سے رونا

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کتاب الزہد میں نقل فرماتے ہیں:

عن أبي عمران الجوني أنه بلغه أن جبريل أتى النبي صلى الله عليه وسلم وهو يبكي فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما يبكيك؟ قال: وما لي لا أبكي، فو الله ما جفت لي عين منذ خلق الله النار مخافة أن أعصيه فيقذفني فيها

حضرت ابوعمران جونی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: آپ کو کونسی چیز رلاتی ہے؟ عرض کیا: میں کیوں نہ روؤں؟ خدا کی قسم! جب سے اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا ہے میری آنکھ اس خوف سے خشک نہیں ہوئی کہ میں اس کی نافرمانی نہ کر بیٹھوں اور اللہ تعالیٰ مجھے اس میں داخل کر دیں۔

جنت اور دوزخ کی تخلیق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو بنایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ ذرا جنت کی طرف نگاہ اٹھا کر تو دیکھو، (میں نے کتنی اچھی اور کس قدر نازک اور دیدہ زیب چیز بنائی ہے چنانچہ وہ گئے اور جنت کو اور اس کی ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے بنائی ہیں دیکھا، پھر واپس آ کر عرض کیا کہ پروردگار تیری عزت کی قسم (تو نے اتنی اعلیٰ اور نفیس جنت بنائی ہے اور اس کو ایسی ایسی نعمتوں اور خوبیوں سے معمور کیا ہے کہ) جو کوئی بھی اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخلہ کی یقیناً خواہش کرے گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے جنت کے چاروں طرف ان چیزوں کا احاطہ قائم کر دیا، جو نفس کو ناگوار ہیں اور فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام جا کر جنت کو دوبارہ دیکھ آؤ چنانچہ وہ گئے اور جنت کو اس اضافہ کے ساتھ جو چاروں طرف احاطہ کی صورت میں ہوا تھا) دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت کی قسم! مجھے یہ خدشہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی جنت میں داخل ہونے کی خواہش کرے (کیونکہ اس کے گرد مکروہات نفس کا جو احاطہ قائم کر دیا گیا ہے اس کو عبور کرنے کے لئے نفسانی خواہشات کو مارنا پڑے گا اور ظاہر ہے کہ انسان خواہشات نفس کو مار کر جنت تک پہنچنا دشوار سمجھے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ بنائی تو حکم دیا کہ جبرائیل علیہ السلام! جاؤ دوزخ کو دیکھ کر آؤ کہ میں نے کتنی ہولناک اور بری چیز بنائی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس جبرائیل گئے اور دوزخ کو دیکھ کر واپس آئے تو عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم! جو کوئی بھی دوزخ کے بارے میں سنے گا وہ ڈر کے مارے اس سے دور رہے گا اور اس میں جانے کی خواہش نہ کرے گا، تب اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے چاروں طرف خواہشات اور لذات دنیا کا احاطہ قائم کر دیا اور جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جبرائیل! جاؤ دوزخ کو دوبارہ دیکھ کر آؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چنانچہ حضرت جبرائیل گئے اور دوزخ کو اس احاطہ کے اضافہ کے ساتھ دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی باقی بچے جو دوزخ میں نہ

جائے کیونکہ جن خواہشات نفس اور لذات دنیا کا احاطہ دوزخ کے چاروں طرف کر دیا گیا ہے وہ اس قدر دلفریب اور اتنی زیادہ مزیدار ہیں کہ نفس طبیعت کی پیروی کرنے والوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو ان خواہشات ولذات کی طرف نہ لپکے اور اس کے نتیجہ میں دوزخ میں نہ جانا پڑے۔''

مکارہ اصل میں مکرہ کی جمع ہے جس کی معنی ہیں مکروہ یعنی ناپسندیدہ ودشوار چیز یہاں مکارہ سے مراد وہ شرعی امور ہیں جن کا انسان کو مکلف قرار دیا گیا ہے کہ فلاں فلاں کو اختیار کیا جائے اور فلاں فلاں سے اجتناب کیا جائے پس جنت کے چاروں طرف مکارہ کا احاطہ قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور گناہوں سے اجتناب کرنے کی تکلیف ومشقت اٹھائی جائے گی نفس کی خواہشات اور اس کی تمناؤں کو ختم نہ کر دیا جائے گا اس وقت تک جنت میں داخل ہونا ناممکن ہوگا۔

دنیا اولیاء اللہ کے جیل اور دشمنانِ خدا کے لئے راحت ہے

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ ہمیں ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصبہانی نے خبر دی فرمایا ہمیں ابوبکر احمد بن سعید بن فرضع اخمیمی نے مکہ مکرمہ میں خبر دی، فرمایا ہمیں ولید بن حماد نے حدیث بیان کی۔ فرمایا ہم سے ابومحمد بن عبداللہ بن فضل بن عاصم بن عمر بن قتادہ بن نعمان انصاری نے حدیث بیان کی، فرمایا مجھ سے ابوالفضل نے اپنے والد عاصم کے حوالے سے انہوں نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حدیث بیان کی:

عن قتادة بن النعمان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) أنزل الله جبريل عليه السلام في أحسن ما كان يأتيني في صورة فقال: إن الله يقرئك السلام يا محمد ويقول لك: إني قد أوحيت إلى الدنيا أن تمرري، وتكدري، وتضيقي، وتشددي على أوليائي كي يحبوا لقائي، وتسهلي، وتوسعي، وتطيبي لأعدائي حتى يكرهوا لقائي، فإني قد خلقتها سجنا لأوليائي، وجنة لأعدائي (. قال البيهقي: لم نكتبه إلا بهذا الإسناد وفيهم مجاهيل.

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس صورت میں جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آیا کرتے تھے اس سے بھی حسین صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے پاس نازل فرمایا۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام پیش فرماتا ہے۔ اور آپ کے لئے یہ بھی فرماتا ہے کہ میں نے دنیا کی طرف وحی کی ہے کہ تو میرے دوستوں کے لئے کڑوی، بدمزہ، تنگ اور سخت ہو جا تاکہ وہ میری ملاقات کو پسند کریں۔ اور میرے دشمنوں کے لئے آسان، کشادہ دل پسند ہو جاتا ہے کہ وہ میری ملاقات کو پسند کریں۔ میں نے اسے اپنے اولیاء کے لئے جیل اور دشمنوں کے لئے راحت بنایا ہے۔

درس حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ گرامی میں جو دُنیا کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت فرمایا گیا۔ علماء

اُمت نے اس کی متعدد توجیہات فرمائی ہیں۔

اِس حدیث میں مومن کی دُنیا کا اس کی جنت کے ساتھ اور کافر کی دُنیا کا اُس کی جہنم کے ساتھ مقابلہ فرمایا گیا ہے۔ گویا ارشادِ نبوی ﷺ کا مدعا یہ ہے کہ مومن دُنیا میں کتنی ہی راحت و آرام میں ہو اس کی وہی حیثیت ہے، جو گھر کے مقابلے میں جیل کی اے کلاس ہُوا کرتی ہے۔ اس کے برعکس کافر دُنیا میں کیسا ہی بدحال اور کشتۂ آلام ہو، مگر دوزخ کی زندگی کے مقابلے میں اس کی یہاں کی زندگی گویا جنت کہلانے کی مستحق ہے۔

دُنیا میں کافر کی بہ نسبت ایک مومن کو آفات مصائب کا سامنا عموماً زیادہ کرنا پڑتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ دُنیا میں آفات و مصائب کا سامنا عموماً زیادہ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ دُنیا میں آفات و مصائب کا سامنا عموماً زیادہ انبیاء کرام علیہ السلام کو پیش آتے ہیں۔ پھر علی الترتیب ان لوگوں کو جو سب سے زیادہ ان حضرات کے نقش وقدم پہ ہوں۔ اس کے برعکس کافر کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور مہارت دی جاتی ہے اِس لئے وہ لذات وشہوات میں غرق رہتا ہے تو گویا اسے قید خانہ سے رہائی مل جاتی ہے، جبکہ کافر کے لئے یہ دُنیا خواہشات ولذات اور عیش پرستی کی جگہ ہے اور جب وہ یہاں سے رُخصت ہوتا ہے، تو اس کی راحت و آرام کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

قید خانہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں آدمی کی آزادی سلب ہو جاتی ہے۔ وہ کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور کسی سے ملاقات کرنے میں پابندِ حکم ہوتا ہے۔ اپنی خواہش سے نہ کھا سکے، نہ اُٹھ بیٹھ سکے، نہ کسی سے ملاقات کر سکے۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہاں اس کے لئے راحت و آرام کا کتنا ہی سامان جمع کر دیا جائے، مگر وہاں اس کا دِل نہیں لگتا، بلکہ اپنے گھر بار اور اہلِ وعیال میں جانے کے لئے اس کی روح ہمیشہ بے چین اور مضطرب رہتی ہے، ٹھیک یہی کیفیت ایک مسلمان کی دُنیا کے قید خانہ میں ہونی چاہیئے کہ وہ یہاں آزادانہ زندگی نہ گزارے، بلکہ احکامِ الٰہیہ کا پابند ہو اور پھر اسے یہاں کی زندگی سے دِل لگا کر بیٹھ جانا کسی مومن کے شایانِ شان نہیں۔

یہ چیز ایک ایسے کافر ہی کو زیب دیتی ہے جو آخرت کی زندگی پر یقین نہیں رکھتا۔ دُنیا کی فانی لذات کے پیچھے بھاگتا ہے اور حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تمیز کئے بغیر یہاں کا کوڑا کرکٹ جمع کرنے کے شوق میں مبتلا ہو جاتا ہے، جو کہ ایک ایسی حماقت ہے، جو کسی مومن سے سرزد نہیں ہونی چاہئے۔ گویا اس حدیث پاک میں اہلِ ایمان کو سابق دیا گیا ہے کہ وہ دُنیا کو قید خانہ سمجھیں یہاں دل نہ لگائیں، بلکہ احکام الٰہیہ کی پابندی کرتے ہوئے وطن اصلی کی تیاری میں مشغول رہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دنیا قید خانہ ہے مومن کے لیے اور جنت ہے کافر کے لیے۔"

اللہ تعالیٰ سے محبت بھری شکایت

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

عن واثلة بن الأسقع قال: أتى النبي صلى الله عليه وسلم رجل من أهل اليمن أكشف، أحول، أوقص، أحنف، أصمخ، أعسر، أرسح، أفحج فقال: يا رسول الله، أخبرني بما فرض الله عليّ، فلما أخبره قال: إني أعاهد الله أن لا أزيد على فريضته قال: ولم ذاك؟ قال: لأنه خلقني فشوه خلقي، ثم أدبر فأتاه جبريل فقا: يا محمد أين العاتب؟ إنه عاتب ربا كريما فأعتبه قال: قل له ألا يرضى أن يبعثه الله في صورة جبريل يوم القيامة؟ فقال له، فقال: بلى يا رسول الله، فإني أعاهد الله أن لا يقوى جسدي على شيء من مرضاة الله إلا عملته. فيه العلاء بن كثير قال البخاري: منكر الحديث

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: یمن کا ایک گنجا، بھینگا، کوتاہ گردن، ٹیڑھے پاؤں والا، چھوٹے کانوں والا، بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا، دبلا پتلا، قدم کے اگلے حصہ کا قریب والا اور ایڑیوں کی دوری والا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوااور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے بتلائیں اللہ نے مجھ پر کیا فرض کیا ہے؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلایا: تواس نے کہا تو کہا: میں اللہ کے ساتھ معاہدہ کرتا ہوں کہ اس کے فریضہ میں کوئی اضافہ نہیں کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں؟ اس نے عرض کیا: اس لئے کہ اس نے مجھے پیدا کیا اور میری شکل کو بگاڑ دیا۔ یہ بات کہنے کے بعد وہ جانے لگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ ناراضگی کا اظہار کرنے والا آدمی کہاں ہے؟ جس نے اپنے مہربان پروردگار پر ناراضگی دکھلائی ہے؟ اللہ نے اس کی اس ناز بھری ناراضگی کو قبول کیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوکر (جبرائیل علیہ السلام نے) عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے فرمائیں کہ وہ اس بات پر راضی نہیں ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ روز قیامت جبرائیل علیہ السلام کی صورت میں زندہ فرمائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی سے یہ بات فرمائی تو وہ کہنے لگا ہاں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! (میں راضی ہوں)۔ بس اب تو میں اللہ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ وہ میرے جسم پر اپنی خوشنودی سے جو جو حکم بھی فرمائے گا میں پیروی کروں گا۔

راوی حدیث حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ ایک صحابی رسول اور اصحاب صفہ میں شمار ہوتا ہے

واثلہ نام، ابوقرضافہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، واثلہ بن اسقع بن عبدلعزیٰ ابن عبد یالیل بن ناشب بن غزہ بن سعد بن لیث بن بکر بن کنانہ کنانی۔

قبول اسلام: 9ھ میں غزوۂ تبوک سے چند دن پہلے قبول اسلام کے ارادہ سے مدینہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا جاؤ پانی اور بیر کی پتیوں سے نہاؤ اور زمانہ کفر کے بالوں کو صاف کراؤ، یہ کہہ کر ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔[1]

ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد ہی غزوۂ تبوک کی تیاریاں شروع ہوئیں تمام مجاہدین اپنا اپنا سامان درست کر رہے تھے، واثلہ بھی تیاری کرنے کے لیے گھر گئے یہاں کچھ نہ تھا، اس لیے واپس آئے، ان کی واپسی تک مجاہدین کا قافلہ روانہ ہو چکا تھا اور ان کے شرکت کی بظاہر کوئی صورت باقی نہ تھی، لیکن ذوق جہاد بے تاب کیے ہوئے تھا؛ چنانچہ انہوں نے مدینہ کی گلیوں میں پھر پھر کر آواز لگانا شروع کی کہ کون مجھ کو میرے مالِ غنیمت کے بدلہ میں تبوک لے چلتا ہے؟ اتفاق سے ایک انصاری بزرگ بھی باقی رہ گئے تھے، انہوں نے کہا، میں لے چلوں گا کھانا میں دونگا، اور اپنی سواری پر بٹھاؤں گا، خدا کی برکت پر بھروسا کر کے تیار ہو جاؤ، واثلہ کو تیاری ہی کیا کرنی تھی، فوراً ساتھ ہو گئے، انصاری بزرگ نے نہایت حسن سلوک اور شریفانہ طریقہ سے انہیں رکھا اور وہ غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے، وعدہ کے مطابق وہ مالِ غنیمت میں ملی اونٹنیون کو انصاری بزرگ کے پاس لائے، انہوں نے ان اونٹنیوں کی چال ڈھال وغیرہ کو دیکھنے کے بعد کہا تمہاری یہ سب اونٹنیاں نہایت اچھی ہیں، واثلہ نے کہا تمہیں مبارک ہوں، انہیں لیجاؤ، میرا مقصد صرف ثواب آخرت تھا۔[2]

بصرہ آباد ہونے کے بعد کچھ دنوں یہاں رہے، پھر شام منتقل ہو گئے اور دمشق سے تین کوس کی مسافت پر بلاط نامی گاؤں میں اقامت اختیار کر لی اور شام کی لڑائیوں میں شریک ہوتے رہے، آخر میں بیت المقدس میں سکونت اختیار کر لی تھی۔[3]

وصال: 83ھ میں 105 سال کی عمر میں وفات پائی، واقدی کے بیان کے مطابق 85ھ میں انتقال کیا اور 98 سال کی عمر تھی۔[4]

آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی۔

جبریل امین کے ساتھ بوقت وحی چار فرشت ہوتے

عن سعید بن جبیر فی قولہ ''إِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا'' (الجن: ۲۷:) (قال ما نزل جبریل بشیء من الوحی إلا ومعہ أربعة حفظة من الملائكة

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''إِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا'' (سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے) کے متعلق مروی ہے فرماتے ہیں: حضرت جبرائیل علیہ السلام جب بھی کوئی وحی لیکر نازل ہوئے توانکے ساتھ چار محافظ فرشتے

---

[1] مستدرک حاکم: 3/570

[2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب الرجل کیری وابتر علی النصف والسہم

[3] اسد الغابہ: 5/77

[4] ابن سعد، جلد 7، ق 1، صفحہ: 121

ہوا کرتے تھے۔

درس حدیث: اس حدیث پاک میں مذکور آیت سے ماقبل آیت میں ہے'' عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ أَحَدًا'' (غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا) یوں دونوں آیتوں کو ملا کر معنی یوں بنے گا'' غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے'' (الجن: ۲۶، ۲۷) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ اور جن پسندیدہ رسولوں کو اپنے غیب پر مسلط فرماتا ہے ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر فرما دیتا ہے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

پرہیز گار لوگوں کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی گئی:

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ.[1] ''جو غیب پر ایمان لاتے''

وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لائیں۔ غیب اس پوشیدہ حقیقت کو کہا جاتا ہے جو نہ حواس خمسہ سے معلوم ہو نہ عقل سے معلوم ہو۔ اس پر ایمان لانا مسلمان ہونے کی پہلی شرط ہے۔ ایمان تصدیق کو کہا جاتا ہے۔ تصدیق علم کے بغیر نہیں ہوسکتی تو غیب پر ایمان کا مطلب ہوا غیب کی تصدیق۔ غیب کی تصدیق غیب کے علم کے بغیر نہیں ہوسکتی کہ بغیر علم تصدیق کرنا جھوٹ ہے مثلاً اللہ کی ذات وصفات، ملائکہ، انبیاء، قبر، حشر نشر، قیامت، جنت اور جہنم کی تفصیلات وغیرہ وہ حقائق ہیں جو نہ حواس سے معلوم ہیں نہ عقل سے۔ ہر مسلمان صرف نبی کے بتانے سے ان پر ایمان لاتا ہے ہے مثلاً قبر میں پہلا سوال، دوسرا سوال، تیسرا سوال، منکر نکیر وغیرہ ان حقائق کو سچا یقین کرنا تصدیق ہے اور یہی ایمان ہے۔ ہر مسلمان ان حقائق کو جانتا بھی ہے اور دل سے حق سچ مانتا بھی ہے۔ یہ سب علم غیب ہے جو نبی کے ذریعے ہمیں ملا۔ اب اگر کوئی شخص نبی کے لئے ہی علم غیب نہ مانے تو وہ نبی کی بات اور دعوت کی تصدیق کیسے کرے گا؟ نبی ان حقائق کی خبریں دیں گے اور وہ کہے گا آپ کو غیب کا کیا پتہ؟ اور جس کے پاس علم غیب نہیں اس کی غیبی خبر کا کیا اعتبار؟ دیکھا آپ نے ایمان کے یہ دشمن کس طرح مسلمانوں کو ایمان سے محروم کر رہے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا:

عالم الغیب والشھادۃ.[2] یعنی جو کچھ مخلوق کے سامنے ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ مخلوق سے پوشیدہ ہے۔ اللہ اس کو بھی جاننے والا ہے۔ اللہ سے کبھی کوئی چیز پوشیدہ نہ تھی، نہ ہے، نہ ہوگی۔

وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ.[3]

---

[1] البقرہ: ۳

[2] الحشر: ۲۲

[3] یونس: ۶۱

''اور آپ کے رب (کے علم) سے ایک ذرّہ برابر بھی (کوئی چیز) نہ زمین میں پوشیدہ ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس (ذرہ) سے کوئی چھوٹی چیز ہے''

قدیم زمانے سے نجومی، رمال، جفار، جادوگر، طوطے والا، کاہن، نام نہاد درویش اور جنوں والے ہر دور میں علم غیب کا دعویٰ کرتے رہے ہیں۔ اکثر لوگ بیماری، بے روزگاری، معلومات شادی، کاروبار وغیرہ کے سلسلہ میں پریشان رہتے ہیں۔ گرتے کو تنکے کا سہارا اور وہ ان لوگوں سے رجوع کرتے ہیں۔ جو ان سے نذرانے وصول کر کے الٹے سیدھے جواب دیتے ہیں اور پرامید رکھتے ہیں۔ ایسا صدیوں سے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقِ خدا کو ان چالاک شعبدہ بازوں سے بچانے کے لئے قرآن کریم میں فرمایا:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط[1]

''فرما دیجیے کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں (از خود) غیب کا علم نہیں رکھتے۔''

اب یہ سوال پیدا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پہلے انبیاء کرام بھی تو غیب کی باتیں بتاتے تیں تو ان کو بھی دوسروں کی طرح سمجھیں حالانکہ انبیاء کرام کی غیبی باتیں تو سو فیصد سچی ہوتی ہیں۔ اگر انبیاء کرام کی بتائی ہوئی باتیں حقیقت ہیں تو شاید انبیاء کرام خود غیب جان لیتے ہیں۔ ان کی باتیں حق سچ ہوتی ہیں۔ اس خیال کی نفی کرنے کے لئے رسول اللہ اور دیگر انبیاء سے بذات خود غیب دانی کی نفی کروائی۔

وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ۔[2] ''اور نہ میں از خود غیب جانتا ہوں''

جب انبیاء کرام بھی خود بخود غیب نہیں جانتے تو آخر ان کے علم غیب کی بنیاد کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو غیب کا علم عطا کیا۔

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ۝[3]

''اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔''

مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝۔[4]

''اور اللہ مسلمانوں کو ہرگز اس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر تم (اس وقت) ہو جب تک وہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کر

---

[1] ۔النمل:۶۵

[2] ۔الانعام:۵۰

[3] ۔النساء:۴

[4] ۔آل عمران:۱۷۹

دے، اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ (اے عامۃ الناس!) تمہیں غیب پر مطلع فرما دے لیکن اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہے (غیب کے علم کے لیے) چن لیتا ہے، سو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ، اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے۔"

جیسا حدیث مذکورہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا o إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا o۔[1]

"(وہ) غیب کا جاننے والا ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی (عام شخص) کو مطلع نہیں فرماتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (اُنہی کو مطلع علی الغیب کرتا ہے کیونکہ یہ خاصۂ نبوت اور معجزۂ رسالت ہے)، تو بے شک وہ اس (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آگے اور پیچھے (علمِ غیب کی حفاظت کے لیے) نگہبان مقرر فرما دیتا ہے۔"

نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ o۔[2]

"اور وہ (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غیب (کے بتانے) پر بالکل بخیل نہیں ہیں (مالکِ عرش نے ان کے لیے کوئی کمی نہیں چھوڑی)۔"

علم غیب احادیث کی روشنی میں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں نے اپنے عزت وجلال والے رب کو بہترین صورت میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عالم بالا کے فرشتے کسی بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی تو بہتر جانتا ہے پھر اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا پر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی، "ہم یونہی دکھاتے ہیں ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت کہ وہ یقین والوں میں سے رہیں۔"[3]"

دوسری روایت میں ہے

"فتجلی لی کل شیئ وعرفتُ"۔[4]

"سو میرے لئے ہر شے روشن ہوگئی اور میں نے ہر چیز پہچان لی۔"

---

[1]۔ الجن: ۲۶،۲۷

[2]۔ التکویر: ۲۴

[3]۔ دارمی، ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن باب ومن سورة ص، 5 / 342، الرقم: 3233

[4]۔ ترمذی، کتاب التفسیر القرآن، باب سورة ص، الرقم: 3235

''ہم نے قرآن وحدیث سے نبی کا علم الغیب آپ کے سامنے پیش کر دیا اور نفی کی آیات کی توجیہہ بھی کر دی۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کے کلام میں اختلاف نہیں ہوتا بشرطیکہ دل میں خوف خدا ہو اور آدمی پوری حدیث پر نظر رکھے۔ بعض کو ماننا اور بعض کا انکار مومن کی شان نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے۔''

لغت میں نبی کا معنی ومفہوم: عربی زبان میں نبی کا مطلب ہے۔ غیب کی خبریں دینے والا اور ظاہر ہے کہ غیب کی خبر وہی دے گا جسے غیب کا علم ہو گا بغیر علم کے خبر جھوٹی ہوتی ہے جبکہ نبی کی خبر قطعی سچی ہوتی ہے۔ عربی کی لغت کی معتبر کتاب المنجد میں ہے۔

والنبوة الاخبار عن الغيب أو المستقبل بالهام من الله الاخبار عن الله وما يتعلق به تعالى۔[1]

''نبوت کا مطلب ہے اللہ کی طرف سے الہام پا کر غیب یا مستقبل کی خبر دینا۔ نبی کا مطلب اللہ اور اس کے متعلقات کی خبر دینے والا۔''

النبي المخبر عن الله لانه انباء عن الله عزوجل فعيل بمعنى فاعل۔[2]

''نبی کا معنی اللہ کی خبر دینے والا کیونکہ نبی نے اللہ کی خبر دی۔ فعیل فاعل کے معنی میں۔''

النباء (محركه الخبر) وهما مترادفان وفرق بينهما بعض وقال الراغب النباء خبر ذو فائدة عظيمة يحصل به علم او غلبة الظن ولا يقال للخبر فى الاصل نبا حتى يتضمن هذه الاشياء الثلاثة ويكون صادقا و حقه ان يعترى عن الكذب كالمتواتر و خبر الله وخبر الرسول صلى الله عليه وآله وسلم و نتضمنه معنى الخبر يقال انباته بكذا او لتضمنه معنى العلم يقال انباته كذا والنبي المخبر عن الله فان الله تعالى اخبره عن توحيده واطلعه على غيبه واعلمه انه نبيه۔[3]

''نبا (حرکت کے ساتھ) اور خبر مترادف ہیں۔ بعض نے ان میں فرق کیا ہے۔ امام راغب کہتے ہیں نبا بڑے فائدے والی خبر ہے۔ جس سے علم قطعی یا ظن غالب ہے جس سے علم قطعی یا ظن غالب حاصل ہو جب تک ان تین شرائط کو متضمن نہ ہو خبر کو نبا نہیں کہا جاتا اور یہ خبر سچی ہوتی ہے۔ اس کا حق ہے کہ جھوٹ سے پاک ہو جیسے متواتر اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر چونکہ نبا خبر چونکہ نبا خبر کے معنی کو مضمن ہوتی ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے میں نے اسے خبر بتائی اور چونکہ معنی علم کو متضمن ہوتی ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ میں نے اسے یوں خبر بتائی۔ نبی اللہ کی طرف سے خبر دینے والا، بے شک اللہ نے آپ کو اپنی توحید کی خبر دی اور آپ کو اپنے غیب پر اطلاع دی اور آپ کو آپ کا نبی ہونا بتایا۔''

---

[1] ۔المنجد، 784

[2] ۔لسان العرب لابن منظور، افریقی، 9:14

[3] ۔تاج العروس شرح القاموس للزبیدی، 121:1

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نماز، زکوٰۃ، حج، حج کے مہینے دن جگہ، زکوٰۃ کی شرح وشرائط، اور نماز (صلوٰۃ) کی شکل و صورت سب غیب تھا صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتانے سے ہمیں ان کی تفسیر وتشریح معلوم ہوئی۔ جو شخص نبی کے علم غیب کا انکار کرے وہ ان شرعی احکام کو قرآن یا لغت کی مدد سے ثابت کر کے دکھائے۔ قیامت تک نہیں کر سکتا۔ پھر یہ کہنے سے پہلے کہ نبی کو اللہ نے غیب کا علم نہیں دیا۔ اس کے نتائج اور اپنی عاقبت پر نگاہ رکھے۔ امت کو گمراہ نہ کرے۔ رہی یہ حقیقت کہ علم اللہ کی عطا سے ہے تو ہم ہزار بار اعلان کرتے ہیں کہ کسی مخلوق کی نہ ذات مستقل ہے نہ کوئی صفت، سب اللہ کی عطا وکرم سے ہے مگر جو ہے اسے تسلیم تو کرنا فرض ہے۔ یہی ایمان ہے، یہی دیانت ہے۔

غیب کی لغوی تعریف

غیب کا معنی چھپنا، پوشیدہ ہونا وغیرہ۔[1]

امام راغب فرماتے ہیں غیب مصدر ہے۔ سورج آنکھوں سے اوجھل ہو جائے تو کہتے ہیں غابت الشمس سورج غائب ہو گیا۔

کل غائب عن الحاسه وعما يغيب عن علم الانسان بمعنى الغائب يقال للشئ غيب وغائب باعتباره بالناس لا باالله تعالى فانه لا يغيب عنه الشئ قوله عالم الغيب والشهادة أى ما يغيب عنكم وما تشهدونه والغيب فى قوله "يومنون بالغيب" ما لا يقع تحت الحواس ولا تقتضيه بداية العقول وانما يعلم بخبر الانبياء عليهم السلام وبدفعه يقع على الانسان اسم الالحاد۔[2]

''جو چیز حاسہ سے غائب ہو اور جو کچھ انسانی علم سے چھپا ہو بمعنی غائب ہے۔ کسی چیز کو غیب یا غائب لوگوں کے اعتبار سے کہا جاتا ہے نہ کہ اللہ کے اعتبار سے کہ اس سے تو کوئی چیز غائب نہیں اور فرمان باری تعالیٰ (عالم الغیب والشہادۃ) کا مطلب ہے جو تم سے غائب ہے اللہ اسے بھی جاننے والا ہے اور جو تم دیکھ رہے ہو اسے بھی اور (یومنون بالغیب) میں غیب کا معنی ہے جو کچھ حواس سے بھی معلوم نہ ہو اور عقلوں میں بھی فوراً نہ آئے اسے صرف انبیاء کرام علیہم السلام کے بتانے سے جانا جا سکتا ہے جو اس کا انکار کرے اسے ملحد کہتے ہیں۔''

شرح عقائد میں ہے:

وبالجمله العلم بالغيب امر تفرد به الله تعالى لا سبيل للعباد اليه الا باعلام منه۔[3]

''خلاصہ کلام یہ کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے۔ بندوں کے لئے اس طرف کوئی راستہ نہیں سوائے اس کے بتائے

---

[1] المنجد، 892

[2] مفردات راغب: 367

[3] شرح عقائد مع النبراس: 572

اور وہ وحی کے ذریعے بتاتا ہے جیسے نبی کا معجزہ یا الہام کے ذریعے جیسے ولی کی کرامت یا نشانات وعلامات سے جیسے استدلالی علم۔"

قاضی ناصرالدین بیضاوی (متوفی 791ھ) فرماتے ہیں:

المراد به الخفی الذی لا یدرکه الحس ولا یقتضیه بداهه العقل وهو قسمان لا دلیل علیه وهو المعنی بقوله تعالی "وعنده مفاتح الغیب" لا یعلمها الا هو. وقسم نصب علیه دلیل کالصانع وصفاته والیوم الاخر واحواله وهو المراد به فی هذه الایه (یومنون بالغیب)۔[1]

"غیب سے مراد ہے وہ پوشیدہ چیز جسے حس معلوم نہ کر سکے اور نہ ہدایت عقل چاہے اس کی دو قسمیں ہیں پہلی جس پر کوئی دلیل قائم نہیں اور وہی مراد ہے اللہ کے اس فرمان میں عنده مفاتح الغیب الخ غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں صرف وہ جانتا ہے، دوسری جس پر دلیل قائم ہو جیسے صانع (خالق) اور اس کی صفات، یوم قیامت اور اس کے احوال اور یہی مراد اس آیہ کریمہ یومنون بالغیب میں ہے۔"

امام رازی فرماتے ہیں:

ان الغیب هو الذی یکون غائباً عن الحاسه ثم هذا الغیب ینقسم الی ما علیه دلیل والی ما لیس علیه دلیل فالمراد من هذه الایه مدح المتقین بانهم یومنون بالغیب الذی دل علیه الدلیل بان یتفکروا ویستدلوا فیومنوا به وعلی هذه یدخل فیه العلم بالله تعالی وبصفاته والعلم بالاخر والعلم بالنبوه والعلم بالاحکام وبالشرائع فان فی تحصیل هذه العلوم بالاستدلال مشقه فیصلح ان یکون سببا لاستحقاق الثناء العظیم۔[2]

"غائب وہ ہے جو حاسہ سے غائب ہو پھر یہ غیب دو قسم پر ہے ایک وہ جس پر دلیل قائم ہو دوسری وہ جس پر دلیل نہیں۔ اس آیہ کریمہ سے مراد متقیوں کی تعریف کرنا ہے کہ وہ اس غیب پر ایمان رکھتے ہیں جس پر دلیل قائم ہے کہ غور وفکر اور استدلال کرتے ہوئے اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم، آخرت، نبوت اور احکام شرع کا علم شامل ہے کیونکہ ان علوم کو استدلال سے حاصل کرنے میں مشقت ہے لہٰذا بڑی مدح و ثنا کا مستحق ہے۔"

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

فان قیل افتقولون العبد یعلم الغیب أم لا؟ قلنا قد بینا ان الغیب ینقسم الی ما علیه دلیل

---

[1] تفسیر بیضاوی، 7:1

[2] تفسیر کبیر، 27:2

والی ما لا دلیل علیہ أما الذی لا دلیل علیہ فھو سبحانہ وتعالی العالم بہ لا غیرہ وأما الذی علیہ دلیل فلا یمتنع ان تقول نعلم من الغیب ما لنا علیہ دلیل ویفید الکلام فلا یلتبس۔[1]

''اگر کہا جائے کیا تم یہ کہتے ہو کہ بندہ غیب جانتا ہے یا نہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر دلیل ہے اور دوسرا وہ جس پر کوئی دلیل نہیں۔ وہ جس پر کوئی دلیل نہیں وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم ہے، کسی اور میں یہ صفت نہیں پائی جاتی مگر جس پر دلیل قائم ہے سو کچھ مانع نہیں کہ ہم کہیں کہ ہم وہ غیب جانتے ہیں جس پر دلیل ہے۔ یہ کلام مفید ہے اس میں کوئی شک نہیں۔''

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری القرطبی (متوفی 671ھ) فرماتے ہیں:

(یومنون) یصدقون، والایمان فی اللغہ التصدیق... الغیب کل ما اخبر بہ الرسول مما لا تھتدی الیہ العقول من اشراط الساعۃ وعذاب القبر والحشر والنشر والصراط والمیزان والجنۃ والنار[2]

''(ایمان لاتے ہیں یعنی) تصدیق کرتے ہیں۔ لغت میں ایمان کا مطلب ہے تصدیق...... غیب ہر شے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی، جس کی طرف عقل رہنمائی نہ کر سکے مثلاً قیامت کی شرطیں، عذاب قبر، حشر ونشر، پل صراط، میزان، جنت وجہنم۔''

امام قرطبی سورۃ الانعام کی آیت: 59 عندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو کے تحت لکھتے ہیں: ''فاللہ تعالی عندہ علم الغیب وبیدہ الطرق الموصلۃ الیہ، لا یملکھا الا ھو فمن شاء اطلاعہ علیھا اطلعہ ومن شاء حجبہ عنھا ولا یکون ذلك من افاضتہ الا علی رسلہ بدلیل قولہ تعالی وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء وقال عالم الغیب فلا یظھرہ علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔''[3]

''سو اللہ کے پاس غیب کا علم ہے (یعنی جو مخلوق سے پوشیدہ ہے اسے اللہ جانتا ہے) اور اسی کے ہاتھ میں غیب تک پہنچانے والے راستے ہیں۔ وہی ان کا مالک ہے سو جس کو ان پر اطلاع دینا چاہے اطلاع دیتا ہے اور جن سے پردے میں رکھنا چاہے پردے میں رکھتا ہے اور اس کی فیضان صرف رسول پر ہوتا ہے۔''

منافقین کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهٖ مَن يَّشَاءُ۔[4]

---

[1] تفسیر کبیر، 28:2

[2] لاحکام القرآن للقرطبی، 1:114-115

[3] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، 3:7

[4] آل عمران، 179:3

''اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ (اے عامۃ الناس!) تمہیں غیب پر مطلع فرمادے لیکن اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہے (غیب کے علم کے لیے) چن لیتا ہے۔''

''اللہ کی سنت جاری ہے کہ عوام کو اپنے غیب پر اطلاع نہیں دیتا بلکہ تمہارے لئے اس امتیاز ایمان ونفاق کے سلسلہ میں بجز اس کے کوئی رستہ نہیں کہ امتحانات ہوں جیسے ہم نے ذکر کیا کہ آفات وآلام نازل ہوں تاکہ اس وقت موافق ومنافق میں تمیز ہو سکے۔ رہا اس پر خبردار ہونا علم غیب پر دسترس حاصل کرلے تو یہ نبیوں کا خاصہ ہے اسی لئے فرمایا لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے چن لیتا ہے پھر خصوصی طور پر ان کو باتا ہے کہ یہ مومن ہے اور یہ منافق...... یہ احتمال بھی ہے کہ اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے پھر نبیوں کے ذریعے احکام شرع بھیج کر اپنی مخلوق کا امتحان لیتا ہے یہاں تک کہ اس جانچ سے دونوں جماعتیں ممتاز ہو جاتی ہیں۔ یہ احتمال بھی ہے کہ یہ معنی ہو کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تم سب کو غیب پر اطلاع کردے جیسے رسول کو علم غیب دیتا ہے کہ تم رسولوں سے بے نیاز ہو جاؤ بلکہ اللہ اپنے بندوں میں خاص کو رسالت سے سرفراز فرماتا ہے پھر باقیوں کو ان رسولوں کی اطاعت کا مکلف بناتا ہے۔''[1]

امام فخرالدین رازی سورۃ التوبہ کی آیت :82 کے تحت لکھتے ہیں :

''اللہ تعالیٰ منافقین کے تمام احوال پر نبی ں کو اطلاع دیتا رہا اور تفصیل بتاتا رہا اور وہ ان خبروں کو ہمیشہ سچ ہی پاتے۔ سو ان سے کہا گیا کہ اگر یہ خبریں اللہ کے بتانے سے نہ ہوتیں تو اس میں سچائی کس طرح جمع ہو جاتی۔ محمد کی اپنی بات ہوتی تو اس میں اختلاف وتفاوت واضح ہوتا ہے۔ جب ایسا کبھی ظاہر نہیں ہوا تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ یہ سب کچھ محض اللہ کے بتانے سے ہے۔''[2]

فاعرض عنهم کے متعلق تفسیر کبیر میں ہے:

''اس کا مطلب ہے کہ ان منافقین کی پردہ داری فرمائیں اور ان کے نام سرعام لے کر ان کو رسوا نہ کریں۔ اللہ نے منافقین کے معاملات کو چھپانے کا حکم دیا، یہاں تک کہ اسلام کا معاملہ درست اور مضبو ہو جائے۔''[3]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ آیہ کریمہ ''ولا یحیطون بشیی من علمه الا بما شآء'' ''اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔'' کے تحت لکھتے ہیں: ''یعنی لوگوں کو غیب کا علم نہیں مگر ہاں جب کسی نبی کو اس نے کسی غیب کی اطلاع کردی تو اس کو علم غیب حاصل ہو جاتا ہے جیسے فرمایا: وہ عالم غیب ہے اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر جس نبی کو اس کے لئے چن لے۔''[4]

---

[1] تفسیر کبیر، 111:9

[2] تفسیر کبیر، 196:10

[3] تفسیر کبیر، 19510

[4] تفسیر کبیر، 11:7

''تمام اہل اسلام نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے کہ غیبی امور کی معرفت اللہ کے بتائے بغیر کسی طرح حاصل نہیں ہوسکتی، اسے علم نجوم، کہانت اور ماہرانہ نظر سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی مثال اللہ کا فرمان ہے اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور فرمان باری تعالیٰ ہے وہ غیب جاننے والا ہے۔ سو اپنے غیب پر بجز اپنے پسندیدہ رسولوں کے کسی کو مسلط نہیں کرتا۔''[1]

اور ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا''۔[2] کے تحت لکھتے ہیں:

''مشہور بات یہی ہے کہ اسماء سے مراد تمام مخلوق کی اجناس واقسام کے نام ہیں ان مختلف زبانوں میں جن کو اولاد آدم آج تک استعمال کر رہی ہے مثلاً عربی، فارسی، رومی وغیرہ۔ اولاد آدم ان زبانوں میں گفتگو کرتی تھی جب آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی اور آپ کی اولاد دنیا کے کونے کونے ان زبانوں میں سے کسی ایک زبان میں بات کرنی شروع کر دی اور ان لوگوں پر وہی زبان غالب آگئی جب مدت لمبی ہوگئی اور یکے بعد دیگرے قومیں رخصت ہوتی گئیں تو لوگ باقی زبانیں بھول گئے۔ یہی سبب ہے اولاد آدم میں مختلف زبانوں کے اختلاف۔''[3]

''ہمارے علماء نے فرمایا اس زمانے میں حالات میں انقلاب آگیا ہے۔ لوگ نجومیوں اور کاہنوں کے پاس آتے ہیں خصوصاً مصر میں کہ ان کے رئیسوں، ان کے پیروکاروں اور ان کے امراء میں نجومیوں کی خدمات حاصل کرنا بہت عام ہے بلکہ بہت سے دین وفقہ کی طرف منسوب ہونے والے (علماء) بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ وہ ان کاہنوں (غیب کے دعویداروں) اور ماہروں، قیافہ شناسوں کے پاس آتے ہیں۔ پھر یہ لوگ بڑے ناز وانداز سے ان کو محال باتوں کے ہونے کا اطمینان دلاتے اور ان سب سے مال نکالتے ہیں۔ سو ان باتوں سے وہ سراب (دوپہر کو پانی کی طرح نظر آنے والی ریت) اور آل (دوپہر کو فضا میں چمکتے پانی کے قطرے) ہی حاصل کر سکتے ہیں یعنی صفر، ان کے مسلک سے فساد و گمراہی ہی مل سکتی ہے۔ بہر حال یہ سب بڑے گناہ ہیں کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کے پاس آنے والے کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی۔ تو کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو ان کے دامن سے وابستہ ان پر اپنے مال خرچ کرتے اور ان کی باتوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (ام المؤمنین حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے کاہنوں (بزعم خود غیب دان) کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کاہن کچھ نہیں۔ صحابہ ث نے عرض کیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی باتیں بسا اوقات سچی نکل آتی ہیں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''کلمہ حق کوئی جن کہیں سے لے آتا ہے اور اسے اپنے دوست کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے تو پھر یہ لوگ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتے ہیں اور امام بخاریؒ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی

---

[1] تفسیر کبیر، 2:209

[2] البقرہ

[3] تفسیر کبیر، 2:176

اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فرشتے بادل میں اتر کر کسی ایسی بات کا ذکر کرتے ہیں جس کا آسمانوں پر فیصلہ ہوا ہو۔ شیطان چوری سے انہیں سن لیتے اور کاہنوں کو بتا دیتے ہیں جس میں وہ اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔"[1]

امام رازی لکھتے ہیں: "فراء نے کہا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آسمانی غیب آتا ہے جو نفیس چیز ہے۔ پھر آپ اس کے عطا فرمانے میں تم سے بخل نہیں کرتے۔ ابوعلی فارسی نے کہا مطلب یہ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب واضح طور پر بتا دیتے ہیں اور کاہن کی طرح چھپاتے نہیں جو مٹھائی لے کر بتاتا ہے۔ (وہ بھی غلط)۔"[2]

"قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ" کے تحت لکھتے ہیں:

"مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سامنے اپنی عاجزی ظاہر فرمائیں اور اپنی بندگی کا اعتراف فرمائیں تاکہ آپ کے بارے میں ایسے عقیدے نہ رکھے جائیں جیسے عیسائیوں نے مسیح کے متعلق گھڑے ہیں۔"

"یہ ہے کہ جو مطالبے تم مجھ سے کر رہے ہو ان کو تو صرف اللہ کی قدرت سے حاصل کیا جاسکتا ہے پس اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ عاجزی و کمزوری کا اظہار کرنا اور یہ بتانا ہے کہ جن معجزات کا مطالبہ تم سرکار سے کرتے آئے ہو، وہ ان کو پورا کرنے میں مستقل قدرت نہیں رکھتے۔"[3]

"اس کی وضاحت میں یہ ہے کہ میں اس قدرت کے ساتھ موصوف ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا جو صرف اللہ تعالیٰ کے لائق ہے۔ (لا اعلم الغیب) کا مطلب یہ ہے کہ اس صفت علم سے موصوف ہونے کا دعویدار ہی نہیں جو اللہ کی صفت خاصہ ہے دونوں باتوں کے مجموعے سے یہ مفہوم نکلا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا ہونے کا دعویٰ نہیں فرما رہے۔"

لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین لوح محفوظ میں ہر چیز لکھنے کے تین فائدے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے یہ تمام حالات لوح محفوظ میں اس لئے لکھے ہیں کہ فرشتے اسے دیکھ کر معلوم کر لیں کہ مخلوق میں اللہ کے علم کے مطابق کیا کچھ کرنا ہے۔ اللہ سے تو زمین وآسمان کی کوئی شئے غائب نہیں۔ اس میں کامل وتام عبرت ہے۔ ان فرشتوں کے لئے جو لوح محفوظ پر مقرر ہیں کہ وہ صحیفہ کائنات میں ہونے والے امور کا لوح محفوظ میں لکھے گئے امور سے مقابلہ کرتے اور اس کے موافق پاتے ہیں۔ دوم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر پتے اور دانے کا لوح محفوظ میں ذکر کر کے مکلفین کو حساب وکتاب پر تنبیہ کی ہے اور ان کو بتا دیا کہ وہ دنیا میں جو کچھ کر رہے ہیں وہ اللہ سے ذرہ بھر چھپا نہیں اس لیے کہ جب وہاں امور میں سستی نہیں کرتا جن کا ثواب وعذاب اور تکلیف سے کوئی تعلق نہیں تو ان امور کے لکھنے میں بطریق اولیٰ سستی نہیں کرتا جن کا تعلق ثواب وعذاب سے ہے۔ سوم اللہ تعالیٰ تمام موجودات کے حالات کو جانتا ہے تو اس

---

[1] تفسیر قرطبی، 4:7

[2] تفسیر کبیر، 74:31

[3] تفسیر کبیر، 231:12

کے علم کے خلاف ہونا محال ہے ورنہ اس کی جہالت لازم آئے گی تو جب اس نے تمام موجودات کے حالات پوری تفصیل سے لکھ دے۔ اب بھی ان میں تبدیلی نہیں ہوسکتی ورنہ جہالت لازم آئے گی۔"[1]

تفسیر کی امہات کتب سے واضح ہوتا ہے کہ علم غیب کا عقیدہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں عقلی ونقلی دلائل سے ثابت ہے۔ جو کہ اہل سنت و جماعت اور تمام اسلام کا عقیدہ رہا ہے اور آج ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن صبح کی نماز کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ تاخیر سے تشریف لائے یوں لگتا تھا کہ سورج نکل آیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے تشریف لائے تکبیر ہوئی، مختصر نماز پڑھائی، سلام پھیر کر با آواز بلند فرمایا اپنی جگہ بیٹھے رہو پھر ہماری طرف رخ انور پھیر کر فرمایا۔ میں تمہیں تاخیر کی وجہ بتاتا ہوں، میں رات کو اٹھا، وضو کر کے جو مقدر میں تھی نماز پڑھی، مجھے نماز میں اونگھ آ گئی دیکھا تو سامنے بہترین شکل وصورت میں میرا پروردگار تھا۔

فقال یا محمد قلت لبیك رب قال فیما یختصم الملاء الاعلی قلت لا ادری قالها ثلث قال فوضع کفه بین کتفی حتی وجدت بردَ أناملِه بین ثدیی فتجلی لی کل شئ وعرفت...الخ[2]

"فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کی، پروردگار! حاضر ہوں۔ فرمایا: فرشتے کس بات میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کی: مجھے معلوم نہیں۔ یہی بات تین بار فرمائی۔ فرمایا: میں نے دیکھا اس نے اپنا دست اقدس میرے دو شانوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی (انگلیوں سے مراد جو بھی ہے) پھر ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی......الخ۔"

حضرت حذیفہ بن یمان ص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے: "کوئی چیز نہ چھوڑی، قیامت تک ہونے والی ہر چیز بتادی جس نے یاد رکھی، یاد رکھی اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔ میرے ان ساتھیوں کو علم ہے، اس میں سے کوئی بات میں بھول جاتا ہوں پھر ہوتے دیکھتا ہوں تو یاد آ جاتی ہے جیسے کوئی شخص دوسرے کا چہرہ پہچانتا ہے پھر وہ اس سے غائب ہو جاتا ہے پھر جب اسے دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔"[3]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں تلوار چلے گی تو قیامت تک نہ اٹھے گی اور قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری امت کے کچھ قبائل مشرکین سے نہ مل جائیں یہاں تک کہ میری امت کے بعض گروہ بتوں کی عبادت کریں گے (جیسے گاندھی، نہرو، پٹیل کی یا آج امریکی سامراج کی) میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے۔ "ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری

---

[1] تفسیر کبیر، 11:13

[2] ترمذی، کتاب التفسیر القرآن، باب سورۃ ص، الرقم: 3235، احمد، ترمذی، امام بخاری نے صحیح کہا، مشکوۃ: 72

[3] بخاری، الصحیح، کتاب القدر، باب وکان امر اللہ قدرا مقدورا، 6 / 2435، الرقم: 6230، مسلم، مشکوۃ: 461

امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا، مخالف ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے گا۔"[1]

حضرت ابو ہریرہ ص سے روایت ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دو بڑی جماعتیں جنگ نہ کریں اور ان میں بہت بڑی خونریزی ہوگی، دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا (یعنی اسلام)......الخ۔"[2]

نوٹ: رسول اللہ ﷺ کا یہ کلی علم پہلے دن سے ہی آپ کو حاصل نہیں ہو گیا بلکہ بتدریج آپ ﷺ پہ اس کا نزول ہوا چونکہ قرآن کریم کے نزول میں 23 سال لگے ہیں لہٰذا ہر وہ بات جس کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے علم نہ تھا وہ بعد میں آپ ﷺ کو معلوم ہو گئی۔

سختی اور نرمی کا معاملہ کرنے والے دو فرشتے، دو انبیاء اور دو صحابہ رضی اللہ عنہا

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ راویوں کی سند سے نقل کرتے ہیں:

عن أم سلمة أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: إن فی السماء ملكین أحدهما یأمر بالشدة والآخر یأمر باللین، وكل مصیب: جبریل ومیكائیل، ونبیان أحدهما یأمر باللین والآخر یأمر بالشدة وكل مصیب، وذكر إبراهیم ونوحا، ولی صاحبان أحدهما یأمر باللین والآخر بالشدة وكل مصیب وذكر أبابكر وعمر

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آسمان میں دو فرشتے ہیں جن میں سے ایک سختی کا معاملہ کرتا ہے دوسرا ل نرمی کا اور دونوں حق پر ہیں (ایک) جبرائیل علیہ السلام ہیں (دوسرے) میکائیل علیہ السلام۔ اور دو نبی ہیں جن میں سے ایک نرمی کا معاملہ فرماتے ہیں دوسرے سختی کا اور دونوں حق پر ہیں پھر آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت نوح (علیہما السلام) کا ذکر فرمایا۔ اور میرے بھی دو دوست ہیں ان میں سے ایک نرمی کا معاملہ کرتا ہے اور دوسرا سختی کا اور یہ دونوں بھی حق پر ہیں پھر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔

راویہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلمہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا کا نام ونسب اور ولادت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ام المؤمنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور ان کو اسی گھر میں ٹھہرایا جس میں حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا رہا کرتی تھیں۔ ان کا

---

[1] ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب لاتقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون، 4/ 432، الرقم: 2219، ابوداؤد، ترمذی، مشکوۃ: 465

[2] بخاری، الصحیح، کتاب الفتن، باب خروج النار، 6/ 2605، الرقم: 6704

نام ہند تھا۔ نسب یوں ہے: ''ہند بنت ابوامیہ''۔ ان کا تعلق قریش کے خاندان مخزوم سے تھا۔ ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن عبدالمطلب تھا۔ جو بنو فراس سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوامیہ کی سخاوت و فیاضی بڑی مشہور تھی۔ جب بھی وہ کسی سفر میں جاتے تو اپنے تمام ساتھیوں کی کفالت خود کرتے۔ اسی لیے ان کا لقب ''زاد الراکب'' یعنی ''مسافروں کے سفر کا سامان'' پڑ گیا تھا۔

آپ کی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے نو سال قبل عام الفیل میں ہوئی۔ آپ کی پرورش ابوامیہ جیسے سخی باپ کی آغوشِ تربیت میں بڑے ناز و نعم سے ہوئی۔ آپ شادی تک نہایت آرام و آسایش کی زندگی بسر کرتی رہیں۔

قبولِ اسلام اور پہلا نکاح: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ان مبارک ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا۔ ان کا پہلا نکاح ان کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عبدالاسد سے ہوا تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی تھے۔ ان سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے چار بچے ہوئے۔ جن کے نام یوں ہیں: ''سلمہ، عمر، رقیہ اور زینب''۔ یہ دونوں میاں بیوی اسلام قبول کرنے میں سابقین اولین میں سے تھے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ دس شخصوں کے بعد مسلمان ہوئے یعنی آپ گیارہویں مسلمان تھے۔ حضرت ام سلمہ اور ان کے شوہر عبداللہ بن عبدالاسد کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

اللہ جل شانہٗ نے جب اپنے محبوب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا تو اس وقت عرب کی حالت بڑی خراب اور خستہ تھی۔ ہر طرف کفر و شرک کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں۔ گناہوں کا بازار گرم تھا۔ ایک معبودِ برحق کی بجائے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے نہ جانے کتنے باطل خداؤں کی لوگ عبادت کرتے تھے۔ بیٹیوں کو زندہ دفن کر دینا لوگ بہادری کی علامت تصور کرتے تھے۔ شراب نوشی، قمار بازی اور طرح طرح کی برائیوں میں عرب کا پورا معاشرہ جکڑا ہوا تھا۔

ایسے تاریک ماحول میں اللہ جل شانہٗ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام و ایمان کی روشنی بکھیرنے کے لیے مبعوث فرمایا تاکہ کفر و شرک کی ظلمتوں میں وحدانیت و رسالت کا نور لوگوں کے دلوں کو روشن و منور کر دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد جہاں کفر و شرک کے ایوانوں میں زلزلہ بپا ہوا وہیں نیک اور سعید فطرت انسانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام توحید و رسالت کو دل و جان سے قبول کر لیا اور اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اس طرح دے دیا کہ اسلام کے لیے انھوں نے ہر ستم گوارا کر لیا یہاں تک کہ اسلام کے لیے ان میں سے سیکڑوں نیک انسانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ بھی قربان کر دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ابھی صرف دس افراد نے ہی قبول کیا تھا۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں تشریف فرما تھے اور چند ایک دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ اسی دوران عبداللہ بن عبدالاسد جو زیادہ تر ابوسلمہ کے نام سے مشہور تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی تھے حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کی

بیوی ہند (ام سلمہ) بھی تھیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی کو ان کی بیوی کے ساتھ دیکھا تو بے حد خوش ہوئے اور فرمایا: ''کیسے آئے ہو؟'' اور پھر محبت سے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے قرآنِ مجید پڑھ کر سنایا۔

قرآن مجید سننے کے بعد حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد نے کہا: ''بھائی کے رشتے سے میرا بھی یہ حق بنتا ہے کہ میں بھی اس روشنی سے اپنی روح کو منور کروں جس سے دوسرے فیض حاصل کر رہے ہیں۔'' جب یہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا، حضرت ابوسلمہ نے دوبارہ عرض کی: ''ہم دونوں میاں بیوی کو مسلمان کر کے اپنی غلامی میں داخل کر لیجیے۔'' اس طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر نے اسلام قبول کیا اور ایسی سعادت حاصل کی کہ یہ دونوں میاں بیوی دس کے بعد گیارہویں اسلام قبول کرنے والے کہلائے۔

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت: ابتدائی تین سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے در پردہ تبلیغ فرمائی۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کے حکم سے اعلانیہ دعوتِ دین کا کام شروع کیا تو یہ کفار ومشرکین کو بہت گراں گذرا اور انھوں نے مسلمانوں کو طرح طرح سے ستانا اور تکلیف دینا شروع کر دیا۔

یوں تو حضرت ام سلمہ اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہما کا تعلق عرب کے مشہور ومعروف اور بڑے قبیلے سے تھا۔ ان کے والدین کا مقام پورے عرب میں بڑا اونچا تھا۔ لیکن جب انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کے رشتے داروں نے ان سے تعلقات توڑ لیے اور انھیں طرح طرح سے اذیت پہنچانے لگے۔ ان پر ایسی ایسی سختیاں کی گئیں کہ جن کے تصور سے دل گھبرا اٹھتا ہے۔ تاریخ وسیرت کی کتابوں میں ایسے واقعات لکھے ہوئے ہیں۔ جیسے جیسے اسلام کے ان متوالوں پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے جاتے ویسے ویسے ان کی اسلام سے محبت اور ثابت قدمی میں اضافہ ہوتا جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جاں نثاروں نے ہر ظلم وستم کو ہنس ہنس کر برداشت کیا۔

اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب المرجب کا مہینہ تھا۔ جب کہ کفار ومشرکین کے ظلم وستم عروج پا چکے تھے۔ آخر کار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی اجازت عطا فرما دی کہ جو مکۂ مکرمہ چھوڑ کر جانا چاہے حبشہ چلا جائے کیوں کہ وہاں کا بادشاہ نجاشی بڑا انصاف پسند اور کشادہ قلب ہے۔ لہٰذا گیارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل چھوٹا سا قافلہ اپنے وطن مکۂ مکرمہ کو الوداع کہتے ہوئے حبشہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس قافلے کے امیر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ تھے۔ اسلام کی اِس سب سے پہلی ہجرت میں حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی حضرت ام سلمہ بنت ابوامیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔

جب مشرکینِ مکہ کو اس بات کا علم ہوا تو انھیں ڈر لگنے لگا کہ کہیں حبشہ کے ساتھ ان کے تجارتی تعلقات متاثر نہ ہو جائیں۔ ان کا یہ خیال تھا کہ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے جانے والے مسلمانوں کی باتوں میں آ کر بادشاہِ حبشہ نجاشی ان سے تعلقات نہ توڑ لے۔ اس لیے انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس اپنا ایک آدمی بھیجیں۔

چناں چہ انھوں نے کچھ سامان وغیرہ جمع کیا جو بہ طور ہدیہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جانا تھا۔ پھر انھوں نے وہ تمام مال و اسباب دے کر عبداللہ بن ربیعہ المخزومی اور عمرو بن العاص (یہ دونوں اُس وقت تک اسلام نہ لائے تھے) کو حبشہ کی طرف روانہ کیا۔ انھوں نے جا کر بادشاہ کی خدمت میں وہ تحفے تحائف پیش کیے اور بتایا کہ ہم قریش کے سفیر ہیں۔ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ہمارے خاندان کے کچھ لوگ آئے ہیں اور انھوں نے آپ کی پناہ لے رکھی ہے۔ انھوں نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر نیا دین (اسلام) قبول کر رکھا ہے۔ آپ مہربانی کر کے انھیں ہمارے حوالے کر دیں۔ بادشاہ دراصل خدا ترس اور نیک فطرت تھا وہ فوراً معاملہ بھانپ گیا اور صاف انکار کر دیا۔

مشرکینِ مکہ کا وفد ناکام و نامراد لوٹا۔ حبشہ میں مسلمان سکون واطمینان کی زندگی گزارنے لگے۔ اسی دوران حضرت ہند بنت عاتکہ (ام سلمہ) رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن عبدالاسد (ابوسلمہ) رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بچہ عطا فرمایا جس کا نام ''سلمہ'' رکھا گیا۔ یہ بچہ ان دونوں میاں بیوی کو اتنا پیارا تھا کہ اسی کے نام سے یہ دونوں تاریخ کے اوراق میں ''ابوسلمہ'' اور ''ام سلمہ'' کی کنیتا سے مشہور ہوئے اور ان کا اصل نام پس پشت چلا گیا۔

حبشہ میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی مکمل آزادی تھی۔ ایک روز انھیں کہیں سے یہ خبر ملی کہ کفار ومشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی ہے اور وہ سب مسلمان ہو گئے ہیں۔ اس خبر کو سننے کے بعد مہاجرین میں یہ تڑپ اور ولولہ پیدا ہوا کہ وہ جلد سے جلد نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں مکۂ مکرمہ حاضر ہو کر اپنے محبوب آقا ﷺ کی زیارت کر سکیں۔

سب لوگ واپسی کی تیاری کرنے لگے کہ بنو کنانہ کا ایک شخص وہاں پہنچا اور اس نے بتایا کہ تم لوگوں تک جو خبر پہنچی ہے وہ جھوٹ ہے مکہ کے کفار ومشرکین اب بھی اپنی پرانی روش پر سختی سے قائم ہیں۔

یہ بتانے کے بعد بنو کنانہ کا وہ شخص چلا گیا تو مہاجرین سوچ میں پڑ گئے کہ آخر سچائی کیا ہے؟ چناں چہ انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہیے۔ جب یہ فیصلہ ہو گیا تو مکۂ مکرمہ پہنچنے والا ہر شخص کسی نہ کسی قریشی سردار کی پناہ لے کر اپنے آبائی وطن میں داخل ہوا۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ماموں ابوطالب نے پناہ دی لہٰذا وہ اپنی بیوی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بغیر کسی رکاوٹ کے مکۂ مکرمہ پہنچ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

قبیلۂ بنو مخزوم کو جب اس بات کی خبر پہنچی کہ ابوطالب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے تو انھیں بہت غصہ آیا۔ چناں چہ بنو مخزوم کے لوگ جمع ہو کر ابوطالب کے پاس گئے اور کہا: ''ہمارے آدمیوں سے آپ کا کیا واسطہ؟''

''کون سے آدمی؟'' ابوطالب نے پوچھا۔

''ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔''

بنومخزوم کے لوگوں نے کہا:

اس پر ابو طالب نے کہا: ''ابوسلمہ رضی اللہ عنہ میرا بھانجا ہے، جب میں اپنے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دے سکتا ہوں تو اسے کیوں نہیں دے سکتا؟''

اس موقع پر ابو طالب اور بنومخزوم میں زبردست بحث وتکرار شروع ہوگئی قریب تھا کہ جھگڑا ہوسکتا تھا۔ ابولہب جیسے کٹر دشمنِ اسلام کے دل میں اچانک صلۂ رحمی کا جذبہ جاگ اٹھا، اور وہ درمیان میں بول پڑا: ''اے بنی مخزوم! تم نے ابو طالب کے ساتھ بہت کچھ بحث وتکرار کر لی اور تم اس پر برابر دباؤ ڈال رہے ہو۔ اگر تم نے ان کو تنگ کرنا بند نہ کیا تو میں بھی ان کی حمایت میں کھڑا ہو جاؤں گا۔''

قبیلۂ بنومخزوم کے لوگوں نے جب ابولہب کے یہ سخت تیور دیکھے تو گھبرا گئے اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے گئے کہ: ''اے ابوعتبہ! ہم تم کو ناراض نہیں کرنا چاہتے۔''

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت: جزیرۃ العرب میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا تھا۔ اس کے ماننے والوں کی تعداد میں دن بہ دن اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ کفار ومشرکین نے جب یہ دیکھا تو ان کی دشمنی اور تعصب حد سے بڑھنے لگا۔ انھوں نے مسلمانوں پر اپنے ظلم وستم کی انتہا کر دی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مسلمانوں پر مکۂ مکرمہ میں چین و سکون سے رہنا دوبھر ہوتا جا رہا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرما دی۔ یہ اعلانِ نبوت کے چھٹے سال کے شروعات کی بات ہے۔ کفار ومشرکین کو جب اس بات کی خبر ملی تو انھوں نے بہت کوشش کی کہ مسلمان مکۂ مکرمہ سے کسی بھی صورت ہجرت نہ کر سکیں۔ انھوں نے مکہ سے نکلنے والے تمام راستوں پر سخت پہرے بٹھا دیے لیکن ان سب کے باوجود ۸۳ مرد اور ۲۰ عورتیں مکہ سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور حبشہ پہنچ کر سکون و اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے۔ جہاں انھیں ہر قسم کی آزادی حاصل تھی۔ حبشہ کی طرف ہونے والی اس دوسری ہجرت میں بھی حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا شامل تھیں جنھوں نے اسلام کے لیے دوبارہ اپنا آبائی وطن چھوڑا۔

حبشہ کی طرف ہونے والی اس دوسری ہجرت نے پہلی ہجرت کی بہ نسبت مکہ کے لوگوں پر بڑے گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کے کٹر دشمنوں کے بیٹے بیٹیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور انھیں ہی وہ لوگ طرح طرح کی اذیتیں دے رہے تھے۔ وہی مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ یہ ایسے تھے کہ ان کی جدائی انھیں برداشت نہ ہوسکی۔ مکہ کے مشرکین پریشان ہو اٹھے کہ آخر اسلام میں ایسی کون سی بات ہے کہ مسلمان ہو جانے کے بعد وہ اپنے ماں باپ، بہن بھائی، مال ودولت اور وطن تک کو چھوڑ دیتے ہیں لیکن اسلام نہیں چھوڑتے؟

جب ان کفار ومشرکین نے دیکھا کہ ان کی کوئی چال کامیاب نہیں ہو رہی ہے تو انھوں نے دوبارہ بادشاہ حبشہ نجاشی کی طرف عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو تحفے تحائف دے کر روانہ کیا۔ تا کہ وہ نجاشی کو کسی نہ کسی طرح اس بات کے لیے آمادہ

کریں کہ وہ مہاجرین کو واپس کر دے۔
کفارِ قریش کا یہ وفد شاہِ حبشہ کے دربار میں پہنچا اور مسلمانوں کے خلاف ایسی باتیں کیں جو مسلمانوں میں پائی نہیں جاتی تھیں یہ باتیں سن کر بادشاہ نے سخت غصے میں کہا: ''جن لوگوں نے اپنا ملک چھوڑ کر میرے ملک اور مجھ پر بھروسہ کیا ہے۔ مَیں ان کے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتا۔ تم لوگ کل آنا اس معاملے میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔''
دوسرے دن بادشاہِ نجاشی نے تمام مسلمانوں کو دربار میں بلایا۔ وہاں کفارِ قریش کے سفیر عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ بھی موجود تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بادشاہ نے مسلمانوں سے کہا:
''یہ تم نے کیا کر دیا کہ اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا اور میرے دین کو بھی قبول نہ کیا اور نہ ہی دنیا کے کسی دین کو اختیار کیا۔ آخر تمہارا دین کیا ہے؟''
بادشاہِ حبشہ نجاشی کی یہ بات سن کر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فوراً جواب دیا:
''اے بادشاہ! ہم ہر طرح کی برائیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول بھیجا جس کے نسب، سچائی، امانت داری اور پاک دامنی کے ہم گواہ تھے، اس نے ہمیں ایک معبود اللہ کی طرف بلایا اور ہم نے اس کی بات مان لی کہ جس کی پوری زندگی پاک دامنی کا نمونہ ہو اور جس نے کبھا جھوٹ نہ بولا ہو اس نے ہمیں بُرائیوں، غلط کاموں اور بت پرستی سے روکا۔ نیکیوں کی نصیحت کی اور سیدھا راستا دکھایا تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔''
اِس پر بادشاہ نے کہا: ''تمہارے نبی پر جو کلام اترا ہے اس میں سے کچھ سناؤ۔''
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی آیتیں پڑھ کر سنائیں جس سے بادشاہ بے حد متاثر ہوا۔''
عمرو بن العاص کا رویہ بڑا سخت تھا لیکن عبداللہ بن ربیعہ کا رویہ ہمارے معاملے میں کچھ نرم تھا۔ عمرو بن العاص نے بادشاہ سے کہا: ''اے بادشاہ! ذرا مکہ کے ان مہاجرین سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پوچھیں۔ یہ اُن کو اللہ کا بندہ قرار دیتے ہیں۔''
بادشاہ نے جب دریافت کیا تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے کہا: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی طرف سے ایک کلمہ اور روح ہیں جسے اللہ نے کنواری مریم پر القا فرمایا تھا۔''
یہ جواب سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا:
''اللہ کی قسم! جو تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں۔''
اس کے بعد بادشاہِ حبشہ نجاشی نے حکم دیا کہ: ''مکہ کے سفیروں کے تحفے واپس کر دیئے جائیں، مجھے ان کی ضرورت نہیں۔''

اس بار بھی مکہ کے کفار و مشرکین کو منہ کی کھانی پڑی اور اُن کے سفیروں کو ناکام و نامراد واپس لوٹنا پڑا۔ حبشہ میں مسلمانوں

نے اپنے اعلیٰ ترین اَخلاق وکردار اور نیک عادات واَطوار کا ایسا نقش وہاں کے لوگوں پر چھوڑا کہ حبشہ کی عوام اور حکومت کے کارندے اسلام میں ایک خاص قسم کی کشش رکھنے لگے۔ لہٰذا حبشہ کے عیسائیوں کا ایک وفد جو تیس افراد پر مشتمل تھا مکہ مکرمہ آیا۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وفد کے لوگوں نے ملاقات کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوالات کیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے تشفی بخش جوابات عنایت فرمائے۔ جب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنِ پاک کی چند آیات انھیں سنائیں تو وہ رونے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی۔

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت: مکہ مکرمہ کے کفار ومشرکین کے دلوں میں اسلام کی روز بروز بڑھتی ہوئی مقبولیت سے تعصب وعناد کا لاوا پک رہا تھا۔ وہ مسلمانوں کو طرح طرح پریشان کرتے، اذیتیں دیتے، ظلم وستم ڈھاتے اور ستاتے۔

کفار ومشرکین کی ان حرکات کے باوجود اسلام کا نور وادیٔ مکہ سے نکل کر اطراف وجوانب کے لوگوں کے دلوں کو بھی چمکانے لگا۔ مکہ مکرمہ کے قریب قبیلہ دوس کی بستی تھی جہاں ایک ناقابل تسخیر اور مضبوط قلعہ واقع تھا وہاں کے سردار طفیل بن عمرو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر یہاں آ جائیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرما دیا اور اس سلسلہ میں اللہ رب العزت کے حکم کا انتظار فرمانے لگے۔

آخر کار اعلانِ نبوت کا تیرہواں سال تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نام لیواؤں کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ چناں چہ مسلمانوں نے مدینے کی طرف ہجرت شروع کی۔ سب سے پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ہجرت کے سفر پر روانہ ہوئے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا واقعہ بڑا دردناک ہے۔ خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو اونٹ پر کجاوہ کس کر مجھے اور سلمہ رضی اللہ عنہ کو اونٹ پر بٹھا دیا اور اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلتے رہے جب میرے میکے والوں یعنی قبیلہ بنو مغیرہ کو ہمارے روانہ ہونے کی خبر ہوئی تو انھوں نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اپنے بارے میں خود مختار ہو سکتے ہو مگر ہم اپنی بیٹی کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جانے دیں گے۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''یہ سُن کر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: ''ام سلمہ میری بیوی ہے میں اسے لے کر جہاں چاہوں جا سکتا ہوں۔''

اس پر قبیلے والوں نے کہا کہ: ''یہ ہمارا فیصلہ ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا تمہارے ساتھ ہرگز ہرگز نہیں جائے گی۔'' یہ کہہ کر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے اونٹ کی نکیل چھین لی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو زبردستی اپنے ساتھ لے گئے۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے جاتے جاتے اپنی بیوی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: ''ام سلمہ! اسلام پر سختی سے ڈٹے رہنا۔''

پھر چند نصیحتیں کیں۔
اپنے شوہر کی باتیں سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: ''آپ مطمئن رہیے جان قربان کر دوں گی مگر اسلام کو مَیں کسی حال میں نہیں چھوڑوں گی۔''
حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ مدینۂ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اسی دوران حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان والے بھی اس جگہ پہنچ گئے۔ جب انھیں پورا ماجرا معلوم ہوا تو وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان والوں سے کہنے لگے کہ: ''جب تم نے اپنی بیٹی کو ہمارے آدمی سے چھین لیا تو اب ہم اپنے بچّے سلمہ کو کیوں اُس کے پاس رہنے دیں۔''
چناں چہ انھوں نے آگے بڑھ کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بچے کو بھی چھین لیا۔ بچّے کو زبردستی چھیننے میں اس کا ہاتھ اتر گیا اور وہ تیز تیز رونے لگا۔ لیکن ان ظالموں کو اس کا کوئی احساس نہ تھا کہ بچّے اور ماں پر کیا گذر رہی ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان والے سلمہ کو چھین کر لے گئے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اُن کے خاندان والے لے گئے اور شوہر مدینے کی طرف ہجرت کر گئے۔ آپ رضی اللہ عنہا سے بیک وقت شوہر اور بچّے کو چھین لیا گیا لیکن کیا مجال تھی کہ اسلام کی اس مقدس خاتون کے ایمان میں ذرّہ بھر بھی کمزوری آئی ہو۔ صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انھوں نے ایک مثال قائم کر دی۔ اصل میں انھیں اللہ رب العزت پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ ان قربانیوں کو ضائع نہیں کرے گا بل کہ بہتر صلہ عطا فرمائے گا۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ظالموں نے اُن کی ساری کائنات چھین لی تھی۔ ان کے دل پر گہرے زخم لگائے تھے۔ انھیں اپنے شوہر اور بچے کی جدائی کا غم ستاتا۔ وہ فرماتی ہیں کہ: ''مجھے اس بات کا اس قدر شدید صدمہ پہنچا کہ مَیں روزانہ آبادی سے باہر جاتی اور شام تک اس مقام پر بیٹھ کر روتی جہاں مَیں نے اپنے شوہر کو مدینے کی طرف رخصت ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ اسی طرح ایک سال کا عرصہ گذر گیا نہ شوہر کے پاس جا سکی نہ بچّہ ہی مل سکا۔ ایک روز میرے ایک چچا زاد بھائی نے میری حالت دیکھ کر خاندان والوں سے کہا کہ تم اس بے کس پر رحم کیوں نہیں کرتے؟ اسے کیوں نہیں چھوڑ دیتے اور اس کو بچے اور شوہر سے دور کیوں رکھا ہے؟''
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''بنی مغیرہ نے اپنے اُس آدمی کی سفارش پر مجھے اپنے شوہر (حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ) کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔ جب اس بات کی خبر بچّہ کی دادھیال والوں کو لگی تو انھوں نے بچّہ بھی مجھے دے دیا۔''
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو جب ان کا بچہ مل گیا تو انھوں نے تنِ تنہا مدینے کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ کیا اور ایک اونٹ تیار کر کے بچّے کو ساتھ لیا اور اکیلے سوار ہو کر مدینۂ منورہ کے لیے نکل پڑیں۔ کوئی مرد ساتھ نہ تھا۔ تین چار میل چلی ہوں گی کہ بنی عبدالدار کے ایک شخص جن کے پاس خانۂ کعبہ کی چابی رہا کرتی تھی ''عثمان بن طلحہ'' سے ملاقات ہوئی۔ جو اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ لیکن نہایت رحم دل اور نیک تھے۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہاں جاتی ہو؟'' مَیں نے کہا: ''اپنے شوہر کے

پاس مدینۂ منورہ جارہی ہوں۔'' انھوں نے دوبارہ سوال کیا: ''کوئی ساتھ بھی ہے؟'' میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بچہ ہے۔''

یہ سُن کر عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور آگے آگے چلنے لگے۔ خدا کی قسم! میں نے عثمان جیسا شریف آدمی نہیں دیکھا۔ جب منزل پر اترنا ہوتا تو وہ اونٹ بٹھا کر کسی درخت کی آڑ میں کھڑے ہوجاتے اور پھر اونٹ کو باندھ کر مجھ سے دور کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتے اور جب کوچ کرنے کا وقت ہوتا تو اونٹ پر کجاوہ کس کر میرے پاس لاکر بٹھا دیتے اور خود وہاں سے ہٹ جاتے۔ جب میں سوار ہوجاتی تو اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل دیتے۔ اسی طرح وہ مجھے مدینۂ منورہ تک لے گئے جب ان کی نظر بنی عمرو بن عوف کی آبادی پر پڑی جو قبا میں تھی تو انھوں نے کہا کہ جاؤ تمہارا شوہر یہیں ہے۔ اس کے بعد وہ سلام کرکے رخصت ہوگئے۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات: مدینۂ منورہ پہنچ کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے پاس رہنے لگیں اور وہاں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے کا نام عمر اور ایک لڑکی کا نام درّہ اور دوسری کا نام زینب رکھا۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں شرکت کی اپنی جواں مردی کے جوہر دکھائے اور غازی بن کر لوٹے۔ دوبارہ جنگ احد میں بھی شریک ہوئے اس معرکے میں آپ کے بازو میں دشمن کا ایک تیر ایسا لگا کہ آپ بہت زیادہ زخمی ہوگئے۔ ایک مہینے تک علاج چلتا رہا۔ جس کی وجہ سے آپ کا زخم کچھ حد تک بھر گیا۔ اسی دوران سریۂ قطن کا واقعہ پیش آیا۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک دستہ کا امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ جنگ سے واپسی پر آپ کا پرانا زخم ہرا ہوگیا اور اسی کے اثر سے جمادی الاخریٰ ۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی اسلام کی حفاظت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفاداری اور جاں نثاری میں بسر کی اور ایک مثالی کردار ادا کیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ خود رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پہلے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت والفت تھی۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں جنتی ہوں اور عورت مرد کے بعد کسی سے نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنت میں اسی مرد کو ملے گی۔ اسی طرح مرد اگر دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اسے ملے گی۔ اس لیے آؤ ہم عہد کریں کہ ہم میں سے جو پہلے اس دنیا سے چلا جائے وہ دوسرا نکاح نہ کرے۔

یہ سُن کر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم میرا کہا مان لوگی؟''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''ماننے کے لیے ہی مشورہ کررہی ہوں۔''

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم میرے بعد نکاح کرلینا۔'' اس کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا دعا مانگا کرتی تھیں کہ یا اللہ! مجھے ان سے بہتر شوہر عطا فرما۔ لیکن پھر سوچتیں کہ ابوسلمہ سے بہتر اور کون ہوگا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ

اپنے اعلیٰ اخلاق و کردار کی وجہ سے ان کی نظروں میں ایک مثالی شوہر کی حیثیت رکھتے تھے۔ انھیں کیا پتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے کیسے عظیم ترین شوہر کا انتخاب کر رکھا ہے؟

شوہر کے انتقال کے وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حمل سے تھیں۔ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام زینب رکھا گیا۔ اس کی ولادت پر عدت بھی ختم ہوگئی۔ عدت گذر جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا پیغام بھیجا تو انھوں نے معذرت طلب کر لی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اُن کو نکاح کا پیغام بھیجا لیکن اس مرتبہ بھی انھوں نے عذر پیش کر دیا۔

چند دنوں کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نکاح کا پیغام لے کر آئے۔ اس پر انھوں نے یہ عذر کیا کہ میرے بچے زیادہ ہیں، میری عمر بھی زیادہ ہے، کوئی میرا وارث بھی نہیں اور میرے مزاج میں غیرت بھی بہت ہے۔ اس کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب بھیجا کہ عمر کی بات تو یہ ہے کہ میری عمر تم سے زیادہ ہے۔ اور بچوں کا اللہ نگہبان ہے ان کی پرورش میں تمہیں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ مَیں بھی ان کا خیال رکھوں گا۔ اور اللہ سے دعا کروں گا کہ تمہاری غیرت والی بات جاتی رہی ہے۔ تمہارا کوئی ولی میرے ساتھ رشتے کو ناپسند نہیں کرے گا۔

اس کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ پیغام قبول کر لیا۔ چناں چہ شوال ۴ھ کی آخری تاریخوں میں آپ کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگیا۔ اور اس طرح آپ کی دعا اعلیٰ ترین انداز میں قبولیت کے منصب پر فائز ہوئی۔ اور آپ ''ام المؤمنین'' کے لقب سے سرفراز ہوئیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب نکاح ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی حجرے میں ٹھہرایا جس میں ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا رہا کرتی تھیں۔ انھوں نے وہاں دیکھا کہ ایک مٹکے میں جَو رکھے ہیں اور ایک چکی اور ہانڈی بھی موجود ہے۔ لہٰذا خود جَو پیسے اور چکنائی ڈال کر مالیدہ بنایا اور پہلے ہی دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مالیدہ کھلایا جسے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دانش مندی: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی دانش مند اور سمجھ دار تھیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفارِ مکہ سے صلح کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے ایک معاملہ پیش آیا تو وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بہترین رائے سے ہی حل ہوا۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۶ ھ میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لیے مدینۂ منورہ سے مکۂ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مکہ کے مشرکین کو اس بات کی خبر ہوئی تو انھوں نے مزاحمت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ کے مقام پر رکنا پڑا۔ جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم چوں کہ اپنے آقا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار تھے۔ اس لیے اس موقع پر وہ جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کی بجائے صلح کرنا پسند فرمایا۔ اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم جنگ کے لیے بالکل تیار تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی رعایت کے ساتھ کفارِ مکہ سے صلح فرمائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

کی ہر شرط قبول فرمائی جو ظاہر میں مشرکین کے لیے فائدے منداور مسلمانوں کے لیے نقصان دہ لگ رہی تھی۔ صلح کی شرائط میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اس سال مسلمان عمرہ نہیں کریں گے آیندہ سال عمرہ کے لیے آسکتے ہیں۔ صلح نامہ سے فارغ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ اپنے احرام کھول دو، قربانی کے جانور ذبح کرلو اور اپنے سر منڈوالو۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو اپنے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر مر مٹنے کے جذبات سے سرشار تھے۔ ان کی طبیعتیں اس بات پر آمادہ نہ ہوئیں کہ ہم بغیر عمرہ کیے مدینۂ منورہ واپس چلے جائیں۔ لہٰذا اپنے پیارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر کوئی بھی نہ اٹھا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ حکم دیا جب کسی نے بھی اس پر عمل نہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان سے واقعہ ذکر فرمایا۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''یارسول اللہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ سب احرام کھول دیں؟ تو پھر ایسا کریں کہ آپ باہر نکل کر کسی سے کوئی بات نہ کریں اور اپنے جانور ذبح فرمادیں اور بال مونڈنے والے کو بلا کر اپنے بال مونڈا لیں۔''

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور باہر نکل کر اپنا جانور ذبح کر دیا اور بال منڈا لیے۔ جب جاں نثار اور وفادار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آقا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بے تابانہ وہ بھی آگے بڑھے اور اپنے اپنے احرام کھول دیئے اور اپنے اپنے جانور ذبح کر ڈالے اور آپس میں ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس رائے کے بارے میں جس سے یہ معاملہ حل ہوا حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رائے دینے سے یہ پتا چلتا ہے کہ وہ بڑی عقل منداور ٹھیک رائے رکھنے والی خاتون تھیں۔''[1]

صلح حدیبیہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ مکہ کی تمام شرائط مان لی تھیں، جو کہ بہ ظاہر مسلمانوں کے لیے نقصان دہ محسوس ہو رہی تھیں۔ لیکن آیندہ سال یوں ہوا کہ مکہ فتح ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بڑی شان وشوکت سے مکۂ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ صلح حدیبیہ میں کفار کی شرائط کا تسلیم کر لینا دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ ترین سیاسی تدبر کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوب علوم سیکھے اور ان کو عام کیا

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئیں تو انھوں نے اسے بہت بڑی سعادت مندی تصور کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کو غنیمت جانا۔ آپ اچھے قوتِ حافظہ کی مالکہ تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی ارشاد فرماتے انہیں اپنے ذہن میں محفوظ کرتی جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کر کے

---

[1] الاصابہ

اپنے علم میں اضافہ کرتیں۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم سیکھے ہی نہیں بلکہ ان کو خوب پھیلایا بھی۔ حدیث میں ان کے شاگردوں میں صحابہ بھی تھے اور تابعین بھی رضی اللہ عنہم۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی بعض سیرت نگاروں نے ان کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔ حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جو روایتیں ملتی ہیں ان کی تعداد ۳۷۸ رہیں۔ آپ کا شمار محدثین کے تیسرے طبقے میں ہوتا ہے۔

محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب ہی ازواجِ مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سن کر یاد کرتی تھیں لیکن ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی ہم پلہ اس میں کوئی اور بیوی نہ تھی۔''

مروان بن الحکم ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم کسی اور سے کیوں پوچھیں جب کہ ہمارے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں موجود ہیں۔ سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ اگر ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ جمع کیے جائیں تو خاصی تعداد میں جمع ہوسکتے ہیں اور ان کے مجموعہ کا ایک رسالہ بن سکتا ہے۔

آپ سے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم نے حدیث کا علم حاصل کیا۔ جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ چند ایک کے نام یہ ہیں: حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر، اسامہ بن زید، ہند بن الحارث الفراسیہ، صفیہ بنت شیبہ، عمر و زینب (اولادِ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا)، مصعب بن عبداللہ (حضرت ام سلمہ کے بھائی)، نبہان (غلام مکاتب)، عبداللہ بن رافع، شعبہ، ابوبکیر، خیرہ والدہ حسن بصری، سلمان بن یسار، ابوعثمان الہندی، حمید، سعید بن مسیب، ابووائل، صفہب بنت محصن، شعبی، عبدالرحمن ابن حارث بن ہشام، عکرمہ، ابوبکر بن عبدالرحمن، عثمان بن عبداللہ ابن موہب، عروہ بن زبیر، کریب مولیٰ ابن عباس، قبیصہ بن زویب، نافر مولیٰ بن مملک رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی تمام زندگی اسلام کی خدمت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری میں بسر کی۔ مدینۂ منورہ میں ۸۴ ربرس کی عمر پاکر آپ نے وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ کے وصال کے سال میں مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بعض نے ۵۳ھ بعض نے ۵۹ھ بعض نے ۶۲ھ لکھا ہے اور بعض کا قول ہے کہ آپ کی وفات ۶۳ھ میں ہوئی۔ ازواجِ مطہرات میں سب سے آخر میں آپ ہی نے وفات پائی۔ آپ کا مزار جنت البقیع میں ہے۔[1]

درس حدیث: حدیث مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سپرد سختی کے امور فرمائے

---

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۳۸

ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام کے سپرد نرمی کے امور ہیں۔

جبریل و میکائیل علیہما السلام اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت

امام فریابی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں:

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "ونفخ في الصور فصعق من في السموات ومن في الأرض إلا من شاء الل ه" (الزمر:٦٨) (قالوا: يا رسول الله من هؤلاء الذين استثنى عز وجل؟ قال: جبريل، وميكائيل، وملك الموت، وإسرافيل، وحملة العرش، فإذا قبض الله أرواح الخلائق قال لملك الموت: من بقي؟ فيقول: سبحانك ربي تباركت وتعاليت ذا الجلال والإكرام بقي جبريل، وميكائيل، وإسرافيل، وملك الموت، فيقول: خذ نفس إسرافيل، فيأخذ نفس إسرافيل فيقول الله لملك الموت: من بقي؟ فيقول: سبحانك تباركت ربي وتعاليت ذا الجلال والإكرام بقي جبريل، وميكائيل، ومن أهل الأرض: أبو بكر، وعمر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت "ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الأرض إلا من شاء الله" (اور صُور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے) تلاوت فرمائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کون حضرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں صور کے اثر سے مستثنیٰ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، ملک الموت علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام، اور عرش کو اٹھانے والے (فرشتے) ہیں، جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کی روحیں قبض فرمائے گا تو ملک الموت سے فرمائے گا کون باقی بچے ہیں؟ تو وہ عرض کریں گے۔ اے میرے رب! تو پاک ہے بلند ہے ذوالجلال والاکرام ہے۔ جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام اور ملک الموت علیہ السلام زندہ ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اسرافیل علیہ السلام کی جان قبض کرو تو وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی روح قبض کر لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرمائیں گا (اب) کون بچے ہیں؟ تو وہ عرض کریں گے ۔اے میرے رب! آپ کی ذات پاک اور بابرکت ہے تو بلند ہے ذوالجلال والاکرام ہے (اب) جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام اور اہل زمین سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔

زمین وآسمان کے وزیر

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن أبي سعيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) وزيراى من أهل السماء: جبريل، وميكائيل، ومن أهل الأرض: أبو بكر، وعمر

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دو وزیر اہل آسمان سے جبریل ومیکائیل علیہما السلام ہیں اور دو اہل زمین سے حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام ابونعیم نے ''الحلیۃ'' میں نقل فرمایا ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الله أيدني بأربعة وزراء اثنين من أهل السماء جبريل، وميكائيل، واثنين من أهل الأرض أبي بكر، وعمر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے چار وزراء سے میری تائید فرمائی ہے دو اہل آسمان سے جبریل ومیکائیل علیہما السلام اور دو اہل زمین سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

امام دیلمی نے سری بن عبداللہ سلمی از عبدالحمید بن کنانہ از ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی سند سے نقل فرمایا:

عن علي بن أبي طالب رفعه:) مؤذن أهل السموات: جبريل، وإمامهم: ميكائيل، يؤم بهم عند بيت المعمور، فتجتمع ملائكة السموات، فيطوفون بالبيت المعمور، وتصلي وتستغفر، فيجعل الله ثوابهم واستغفارهم وتسبيحهم لأمة محمد صلى الله عليه وسلم

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آسمان والوں کے موذن حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور ان کے امام حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں اور وہ ان کی امامت بیت المعمور کے پاس کراتے ہیں۔ تو آسمانوں کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں اور وہ بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، استغفار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس کا ثواب عطا فرماتا ہے اور ان کا استغفار اور ان کی تسبیحات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے ہیں۔

امام ابن نجار نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے: فرماتے ہیں:

أشهد بالله، لقد أخبرني أبو عبد الله الأديب مشافهة بأصبهان عن أبي طاهر بن أبي نصر التاجر أن عبد الرحمن بن محمد ابن إسحاق بن منده أخبره قال: أشهد بالله لقد أنبأنا أبو عبد الله الحسين بن محمد ابن الحسين الدينوري قال: أشهد بالله لقد أنبأنا أبو القاسم عبد الله بن إبراهيم الجرجاني قال: أشهد بالله لقد أخبرني أبو الحسن محمد بن علي بن الحسين بن القاسم بن الحسن ابن زيد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب قال: أشهد بالله لقد حدثني أحمد ابن عبد الله الشعبي البغدادي قال: أشهد بالله لقد حدثني الحسن بن علي العسكري قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي علي بن محمد قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي محمد ابن علي بن موسى قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي علي بن موسى قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي موسى بن جعفر قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي جعفر بن محمد قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي محمد بن علي قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي علي بن الحسين

قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي الحسين بن علي قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي علي ابن أبي طالب قال: أشهد بالله لقد حدثني محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال:) أشهد بالله لقد حدثني ميكائيل وقال: أشهد بالله لقد حدثني إسرافيل عن اللوح المحفوظ أنه يقول الله تبارك وتعالى: شارب الخمر كعابد وثن (قال الحافظ ابن حجر في لسان الميزان هذا المتن بالسند المذكور إلى علي بن موسى أخرجه أبو نعيم في الحلية بسند له فيه من لا يعرف حاله إلى الحسن العسكري أيضا. لكن لم يذكر فيه إلا جبريل قال: يا محمد إن مدمن الخمر كعابد وثن. والمتن أورده ابن حبان في صحيحه من حديث ابن عباس.

میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں کہ مجھ کو خبر دی ابوعبداللہ ادیب نے جن سے ملاقات اصفہان میں ہوئی کہ حضرت ابوطاہر بن ابی نصر تاجر سے مروی ہے کہ عبدالرحمن بن محمد بن اسحاق بن مندہ نے انہیں خبر دی۔ فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں کہ ہمیں ابوعبداللہ حسین بن محمد بن حسین دینوری نے خبر دی فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں کہ ہمیں ابوالقاسم عبداللہ بن ابراہیم جرجانی نے خبر دی فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں کہ مجھ کو خبر دی ابوالحسن محمد بن علی بن حسین بن قاسم بن حسن بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں کہ مجھ سے حدیث بیان کی احمد بن عبداللہ شعبی بغدادی نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں کہ مجھ سے حدیث بیان کی حسن بن علی عسکری نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں کہ مجھ سے حدیث بیان کی ابوعلی بن محمد نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں مجھ سے حدیث بیان کی ابومحمد ابن علی بن موسیٰ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں مجھ سے حدیث بیان کی ابوعلی بن موسیٰ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں مجھ سے حدیث بیان کی ابوموسیٰ بن جعفر نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں مجھ سے حدیث بیان کی ابوجعفر بن محمد نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں مجھ سے حدیث بیان کی ابومحمد بن علی نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں مجھ سے حدیث بیان کی ابوعلی بن حسین نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں مجھ سے حدیث بیان کی ابوحسین بن علی نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں مجھ سے حدیث بیان کی ابوعلی بن ابی طالب نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں مجھ سے حدیث بیان کی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں کہ مجھ سے حدیث بیان کی حضرت میکائیل علیہ السلام نے اور فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی (وحدانیت) کی گواہی دیتا ہوں مجھ سے حدیث بیان کی حضرت میکائیل علیہ السلام نے لوح محفوظ سے کہ اللہ

تعالیٰ وتبالیٰ فرماتا ہے شراب پینے والا بتوں کی عبادت کرنے والے کی طرح ہے۔ (حافظ ابن حجر نے لسان المیز ان میں یہ متن سند مذکور کے ساتھ علی بن موسیٰ تک نقل کیا ہے۔ اس کو ابونعیم نے الحلیۃ میں ان کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ اس کی حالت کونہیں جانتے حضرت حسن عسکری تک بھی۔ لیکن اس میں سوائے حضرت جبریل علیہ السلام کے کسی کا ذکرنہیں ہے فرمایا: اے محمد علیہ السلام! بے شک شراب کا دلدادہ، بتوں کی عبادت کرنے والے کی طرح ہے۔ اور یہ متن ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی وارد کیا ہے۔

نوٹ: اس حدیث کا متن حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مسند احمد اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مستدرک حاکم میں بھی مروی ہے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ میں کوئی فرق نہیں سمجھتا کہ شراب پی لوں یا (خدا کے علاوہ) اس ستون کی پرستش کرلوں۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام

حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ فرشتے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کا پیغام کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام تک پہنچاتے رہے اور پھر آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لیکر آتے رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا، آپ کی عمر کتنے سال ہے؟ عرض کیا، حضور! اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب عظمت میں ہر ستر ہزار برس کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا تھا جسے میں نے اپنی عمر میں ستر ہزار مرتبہ دیکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اے جبرائیل! میرے رب کی عزت وجلال کی قسم! وہ ستارہ میں ہوں۔[1]

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، اے جبرائیل کبھی تجھے آسمان سے مشقت کے ساتھ بڑی جلدی اور فوراً بھی زمین پر اترنا پڑا؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ مجھے سرعت کے ساتھ فوراً زمین پر اترنا پڑا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کس کس موقع پر؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔

ایک تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو میں اس وقت عرش الٰہی کے نیچے مقام سدرۃ المنتہیٰ پر تھا۔ مجھے حکم ہوا جبرائیل میرے خلیل کے آگ میں پہنچنے سے پہلے فوراً خلیل کے پاس پہنچو۔ چنانچہ میں بڑی سرعت کے ساتھ اس سے پہلے کہ وہ آگ میں پہنچتے ان کے پاس پہنچ گیا۔

دوسری بار جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن اطہر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ذبح کرنے کی خاطر چھری رکھی تو مجھے حکم ہوا کہ چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچو اور چھری کو الٹا کردو۔ چنانچہ میں چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر

---

[1] انسان العیون جلد ۱ صفحہ ۲۹، روح البیان جلد ۳ صفحہ ۵۴۳

پہنچ گیا اور چھری کو چلنے نہ دیا۔

تیسری مرتبہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنوئیں میں گرایا تو مجھے حکم ہوا کہ میں یوسف علیہ السلام کے کنوئیں کی تہ تک پہنچنے سے پہلے زمین پر پہنچوں اور کنوئیں کی تہ تک پہنچنے میں اپنے پروں پر انہیں اٹھا کر کنوئیں کے ایک پتھر پر بٹھا دوں۔

چوتھی مرتبہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کافروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو شہید کیا تو مجھے حکم ہوا کہ جبرائیل فوراً زمین پر پہنچو اور میرے محبوب کے دندان مبارک کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی وہ خون اپنے ہاتھوں پر لے لو اور اے جبرائیل اگر میرے محبوب کا خون زمین پر گر گیا تو قیامت تک زمین سے نہ کوئی سبزی اگے گی نہ کوئی درخت چنانچہ میں بڑی سرعت کے ساتھ زمین پر پہنچا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کو ہاتھوں پر لے کر ہوا میں اڑا دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کے طرف دیکھا، جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کے وصال کو چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکوت الموت کو فرمایا تمہیں روح قبض کرنے کی اجازت ہے، جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا حضور! اب جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے ہیں تو پھر زمین پر یہ میرا آخری پھیرا ہے۔ اس لئے میرا مقصود تو صرف آپ تھے، اس کے بعد ملک الموت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک قبض کرنے کے شرف سے مشرف ہوا۔[1]

---

[1] مشکوۃ شریف صہ ۱۴۵

ما جاء فی إسرافیل علیہ السلام

حضرت اسرافیل علیہ السلام کے متعلق احادیث

صورِ اسرافیل علیہ السلام

امام ابوالشیخ نقل فرماتے ہیں:

عن وھب قال: خلق اللہ تعالی الصور لؤلؤۃ بیضاء فی صفاء الزجاج ثم قال للعرض: خذ الصور فتعلق بہ ثم قال: کن فکان إسرافیل، فأمرہ أن یأخذ الصور فأخذہ وبہ ثقب بعدد کل روح مخلوقۃ، ونفس منفوسۃ، لا تخرج روحان من ثقب واحد، وفی وسط الصور کوۃ کاستدارۃ السماء والأرض، وإسرافیل واضع فمہ علی تلک الکوۃ ثم قال لہ الرب: قد وکلتک بالصور فأنت للنفخۃ، وللصیحۃ، فدخل إسرافیل فی مقدم العرش فأدخل رجلہ الیمنی تحت العرش، وقدم الیسری، ولم یطرف منذ خلقہ اللہ لینتظر ما یؤمر بہ.

حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے صور کو شیشہ کی طرح صاف سفید موتی سے پیدا فرمایا اور عرش کو حکم فرمایا کہ صور لے لے تو اس نے لے لیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''کن'' (ہوجا) تو اسرافیل علیہ السلام وجود میں آگئے تب اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا کہ وہ صور اٹھالے تو اس نے اٹھالیا اس میں ہر پیدا شدہ روح اور ہر سانس لینے والے نفس کی تعداد کے برابر سوراخ ہیں۔ دو روحیں (اس کے) ایک سوراخ سے نہیں نکل سکتیں۔ صور کے درمیان میں آسمان اور زمین کی گولائی کے برابر سوراخ ہے اور اسرافیل علیہ السلام نے اس سوراخ پر اپنا منہ رکھا ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا کہ میں نے تجھے صور کے سپرد کیا ہے پس تو پھونکنے اور چیخنے پر مقرر ہے، تب اسرافیل علیہ السلام عرش کے سامنے داخل ہوئے اور اپنا داہنا پاؤں عرش کے نیچے رکھا اور بایاں پاؤں آگے کیا اور جب سے اللہ تعالیٰ اسے پیدا فرمایا تب سے اس نے پلک بھی نہیں جھپکائی کیونکہ وہ اس کی انتظار میں ہے جس کا اسے حکم فرمایا گیا ہے۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوتا ہے صور میں ہر پیدا ہونے والے اور سانس لینے والے کی تعداد کے برابر سوراخ ہیں اور جس صور کے سوراخ پر حضرت اسرافیل علیہ السلام کا منہ مبارک ہے وہ سوراخ آسمان اور زمین کی گولائی کے برابر ہے اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خود حضرت اسرافیل کا اپنا جسم کتنا بڑا ہوگا۔

حضرت اسرافیلؑ صور پھونکنے کے لئے حکم خداوندی کے منتظر

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کونقل فرمایا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے اور امام حاکم اور امام بیہقی رحمہما اللہ تعالیٰ نے البعث میں نقل فرمایا ہے:

عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) كيف أنعم وصاحب الصور قد التقم القرن وحنى جبهته وأصغى سمعه ينتظر متى يؤمر به فينفخ (قالوا: فما نقول يا رسول الله؟ قال: قولوا:) حسبنا الله ونعم الوكيل على الله توكلنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں کس طرح آسودہ حال ہو جاؤں جبکہ صور والے نے سینگ کو منہ میں لیا ہوا ہے اپنے ماتھے پر بل ڈال دیا ہے اور اپنے کان متوجہ کر دیئے ہیں اور انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے حکم دیا جاتا ہے تا کہ وہ پھونک مارے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو پھر ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا تم کہو "ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔"

حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکنے کے لئے مستعد کھڑے ہیں

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا اور اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے اور امام ابوالشیخ اور امام ابن مردویہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے:

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن طرف صاحب الصور منذ وكل به مستعد ينظر حول العرش مخافة أن يؤمر بالصيحة قبل أن يرتد إليه طرفه كأن عينيه كوكبان دريان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ حضرت اسرافیل علیہ السلام جب سے صور پھونکنے پر مقرر ہوئے ہیں تب سے تیار ہیں عرش کے اردگرد دیکھ رہے ہیں اس خوف سے کہ انہیں نظر جھپکنے سے قبل چیخ مارنے کا حکم نہ دے دیا جائے۔ اس کی دونوں آنکھیں گویا کہ چمکدار ستارے ہیں۔

راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

آپ کے نام کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے۔ آپ کا نام کفر میں عبدالشمس اور اسلام میں عبدالرحمن ابن صخر دوسی ہے، کسی نے عمر بن عامر، کسی نے عبداللہ بن عامر بھی لکھا خیبر کے سال اسلام لائے، چار سال سفر و حضر میں حضور کے ہمراہ سایہ کی طرح رہے، آپ کو بلی بڑی پیاری تھی، حتی کہ ایک بار اپنی آستین میں بلی لیے ہوئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ابوہریرہ یعنی بلیوں والے ہو، تب آپ اس کنیت سے مشہور ہو گئے، مدینہ منورہ میں 35ھ میں وفات ہوئی، جنت البقیع میں دفن ہوئے 87 سال عمر ہوئی، غضب کا حافظہ تھا، آپ سے چار ہزار تین سو چونسٹھ حدیثیں مروی

ہیں۔[1]
قبول اسلام کے بعد رسول اللہ نے آپ کا نام عمیر رکھا۔ ہریرہ، ہرہ (بلی) کی تصغیر ہے۔ آپ کو بلیوں سے بہت انس تھا اس لیے اس کنیت سے مشہور ہوئے۔ غزوہ خیبر کے موقع پر مدینہ آ کر اسلام قبول کیا اور زندگی کا بیشتر حصہ رسول اللہ کی صحبت میں گزارا۔ حدیث کے سب سے بڑے راوی ہیں اور سلطان الحدیث کہلاتے ہیں۔ حضرت عمر کے زمانے میں مدینے میں گوشہ نشین ہو گئے اور یہیں بعض روایات کے مطابق 78 سال کی عمر میں انتقال کیا۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ احادیث کثرت سے بیان کرتے تھے تو بعض لوگوں نے کہا: کہ ابوہریرہ تو کثرت سے حدیثیں بیان کرتا ہے (جبکہ مہاجر اور انصار ان حدیثوں کو بیان نہیں کرتے) تو آپ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا: ''میں مسکین آدمی تھا اور پیٹ بھرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا۔ لیکن مہاجرین بازاروں میں اپنے کاروبار میں مشغول رہتے تھے اور انصار اپنے اموال کی دیکھ بھال میں۔ میں ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری بات ختم ہونے تک اپنی چادر کو پھیلائے پھر اپنے سے ملالے تو جو کچھ اس نے مجھ سے سنا اس کو کبھی نہیں بھولے گا۔ میں نے اپنی چادر کو پھیلا لیا۔ اس ذات کی قسم جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے پھر کبھی میں آپ کی کوئی حدیث جو آپ سے سنی تھی نہیں بھولا۔''[2]
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مسجد میں اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا اپنا کام جاری رکھو۔ حضرت زید فرماتے ہیں کہ میں نے اور میرے ساتھیوں نے دعا کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری دعا پر آمین کہی۔ پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی:
انی اسئلک مثل ما سال صاحباک و اسالک علما لاینسی
کہ اے اللہ میں اس چیز کا بھی سوال کرتا ہوں جس کا میرے ساتھیوں نے کیا اور مزید مجھے ایسا علم عطا فرما جو کبھی نہ بھولے۔

فقال رسول الله آمين فقلنا يارسول الله ونحن نسالك علما لاينسى فقال سبقكم بها الغلام الدوسى"۔[3]
تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین فرمائی۔ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہم بھی ایسے علم کا اللہ سے سوال کرتے ہیں جو کبھی نہ بھولے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوسی [اشارہ ابوہریرہ کی طرف] تم دونوں سے سبقت لے گیا۔

---

[1] ۔مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح مفتی احمد یار خان نعیمی جلد 1 صفحہ 25 نعیمی کتب خانہ گجرات
[2] ۔صحیح بخاری، حدیث 7354
[3] ۔الاصابۃ ج4 ص2391، سیر اعلام النبلاء ج3 ص522

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کثرت روایت کی وجہ سے بعض لوگوں کے دلوں میں کچھ شکوک وشبہات پیدا ہوگئے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مروان نے امتحان کی غرض سے آپ کو بلوایا۔ مروان نے اپنے کاتب اُبوالزعیزعۃ کو اپنے تخت کے پیچھے بیٹھا دیا۔ اُبوالزعیزعۃ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حدیثیں بیان کرتے رہے اور میں لکھتا رہا۔ مروان نے پھر سال کے شروع میں حضرت ابوہریرہ کو دوبارہ بلوایا اور مجھے پردہ کے پیچھے بیٹھایا آپ رضی اللہ عنہ سے انہیں حدیثوں کے دوبارہ سنانے کی فرمائش کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسی ترتیب سے سنائیں، کمی کی نہ زیادتی، مقدم کو موخر کیا نہ موخر کو مقدم۔ تو میں نے حافظہ کی تصدیق کردی۔[1]

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لا اشك ان اباهريرة سمع من رسول الله مالم نسمع۔[2]

مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ابوہریرہ نے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ احادیث سنی ہیں جو ہم نے نہیں سنیں۔

آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ''من قلة الزاد وشدة المفازة (زادراہ کم ہے سفر طویل ہے۔)

تعداد مرویات: ایک قول کے مطابق کل روایات 5374 ہیں، جن میں سے 326 متفق علیہ یعنی بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں۔ جو روایات صرف بخاری میں ہیں ان کی تعداد 93 اور جو صرف مسلم میں ہیں وہ 98 ہیں۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں سے مروی چند روایات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: مجھ پر درود بھیجو۔ تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں مرد کا اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔[5]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے جہری نماز جس میں امام بلند آواز سے قرأت کرتا ہے، سے فارغ ہوئے تو مڑ کر فرمایا: تم میں سے کس نے میرے پیچھے قرآن مجید پڑھا ہے؟ لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا میں نے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: ''میں بھی کہوں کہ میرے ساتھ کیوں قرآن کا جھگڑا ہو رہا ہے؟ اس کے بعد لوگ رسول اللہ

---

[1]۔ سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 522

[2]۔ الاصابۃ ج 4 ص 2391

[3]۔ سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 534

[4]۔ سنن ابی داؤد: ج 1 ص 295

[5]۔ الاوسط للامام المنذر: ج 3 ص 94، سنن الدارقطنی: ج 1 ص 288، موطا امام مالک ص ۶۹، موطا امام محمد ص ۹۵

کے ساتھ نماز میں قرآن مجید پڑھنے سے رک گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور دوسری رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ اور معوذتین پڑھتے تھے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے فجر کی دو رکعتیں نہ پڑھی ہوں تو وہ انہیں سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے۔[2]

تعداد تلامذہ: احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان ذخیرہ کی مناسبت سے آپ کے تلامذہ کا دائرہ وسیع تھا۔ صحابہ اور تابعین تلامذہ کی تعداد 800 سے بڑھ جاتی ہے۔[3]

نماز جنازہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت ولید بن عقبہ نے نماز عصر کے بعد پڑھائی، جس میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ بھی شریک تھے۔[4]

صور پھونکنے والے فرشتے دو ہیں

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:)ما زال صاحبا الصور ممسكين بالصور ينتظران متى يؤمران

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صور پھونکنے والے دونوں فرشتے صور کو تھامے انتظار میں ہیں کہ انہیں (صور پھونکنے کا) حکم کب ملے گا۔

درس حدیث: بظاہر یہ حدیث دوسری حدیث جس میں حضرت صرف حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ذکر ہے کے معارض ہے تاہم یہ ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں مذکور فرشتے حضرت اسرافیل علیہ السلام کے ماتحت ہوں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کا نام

امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اسم جبريل عبد الله، واسم ميكائيل عبيد الله، واسم إسرافيل عبد الرحمن

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام عبد

---

[1] مجمع الزوائد ج 2 ص 505، 506

[2] جامع الترمذی ج 1 ص 96

[3] سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 517، الاستیعاب ص 852، البدایہ والنہایہ ج 4 ص 498

[4] سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 532، الاستیعاب ص 852، الاصابہ ج 4 ص 2393

اللہ ہے، حضرت میکائیل علیہ السلام کا نام عبید اللہ ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کا نام عبدالرحمن ہے۔

راوی حدیث حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا نام صدی بن عجلان ہے مگر یہ اپنی کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہیں۔ بنو باہلہ کے خاندان سے ہیں اس لئے باہلی کہلاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں

امام طبرانی، ابو نعیم نے الحلیة اور امام ابن مردویہ رحمهم اللہ تعالیٰ نقل فرماتے هیں:

عن أبي هريرة: أن رجلا من اليهود قال: يا رسول الله أخبرني عن ملك الله الذي يليه قال:) إن الملك الذي يليه: إسرافيل، ثم جبريل، ثم ميكائيل، ثم ملك الموت عليه السلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اس فرشتے کے متعلق بتلائیں جو اللہ کے زیادہ قریب ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو فرشتہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہے وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں پھر میکائیل علیہ السلام ہیں پھر ملک الموت ہیں۔

صاحب صور حضرت اسرافیل علیہ السلام

امام احمد، امام حاکم اور امام ابن مردویہ رحمهم اللہ تعالیٰ نقل فرماتے هیں:

عن أبي سعيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إسرافيل صاحب الصور، وجبريل عن يمينه، وميكائيل عن يساره

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسرافیل ہی صور پھونکنے والے ہیں۔ انکے دائیں حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور بائیں میں حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں۔

وجودِ حضرت اسرافیل علیہ السلام

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن أبي بكر الهذلي قال: ليس شيء من الخلق أقرب إلى الله من إسرافيل، وبينه وبين الله سبعة حجب، وله جناح بالمشرق، وجناح بالمغرب، وجناح في الأرض السابعة، وجناح عند رأسه، وهو واضع رأسه بين جناحيه، فإذا أمر الله بالأمر تدلت الألواح على إسرافيل بما فيها من أمر الله فينظر فيها إسرافيل ثم ينادي جبريل فيجيبه فلا يسمع صوته أحد من الملائكة إلا صعق فإذا أفاقوا قالوا: ماذا قال ربكم؟ قالوا: الحق وهو العلي الكبير، وإن ملك الصور الذي وكل به إن إحدى قدميه لفي الأرض السابعة وهو جاث على ركبتيه شاخص بصره إلى إسرافيل ما طرف

منذ خلقه الله ينظر متى يشير إليه فينفخ في الصور.
حضرت ابوبکر ہذلی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: حضرت اسرافیل علیہ السلام سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب کوئی شے نہیں ہے انکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سات پردے ہیں، ان کا ایک پر مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں تیسرا ساتویں زمین میں اور ایک پر ان کے سر کے پاس ہے انہوں نے اپنا سر اپنے پروں کے درمیان جھکا یا ہوا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم فرماتا ہے تو جب لوحوں پر اللہ تعالیٰ کو حکم ہوتا ہے حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قریب آجاتی ہیں تو حضرت اسرافیل علیہ السلام اس کو ملاحظہ فرمالیتے ہیں پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پکارتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں، پس جو فرشتے حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز سنتا ہے تو اس کی چیخ نکل جاتی ہے جب ان کو ہوش آتا ہے تو وہ عرض کرتے ہیں آپ کے رب نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اور اسرافیل علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ نے حق فرمایا ہے اور وہ سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے اور صور کا فرشتہ جو صور پھونکنے کے متعلق مقرر ہے اس کے دو قدموں میں سے ایک قدم ساتویں زمین میں ہے اور اس نے اپنے گھٹنے ٹیکے ہوئے ہیں بلکہ اپنی نگاہ کا تار حضرت اسرافیل علیہ السلام سے باندھا ہوا ہے جب سے اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے کبھی پلک نہیں جھپکائی وہ دیکھ رہا ہے کہ کب اللہ اس کو اشارہ دے اور وہ صور پھونک دے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کی جسامت اور ملائکہ کا خوفزدہ ہونا

امام ابن ابی زمنین رحمۃ اللہ علیہ ''السنۃ'' میں نقل کرتے ہیں:

عن كعب قال: إن أقرب الملائكة إلى الله إسرافيل، وله أربعة أجنحة: جناح بالمشرق، وجناح بالمغرب، وقد تسرول بالثالث، والرابع بينه وبين اللوح المحفوظ. فإذا أراد الله أن يوحي أمراً جاء اللوح المحفوظ حتى يصفق جبهة إسرافيل فيرفع رأسه فينظر فإذا الأمر مكتوب فينادي جبريل فيلبيه فيقول: أمرت بكذا، أمرت بكذا، فلا يهبط جبريل من سماء إلى سماء إلا فزع أهلها مخافة الساعة حتى يقول جبريل: الحق من عند الحق، فيهبط على النبي فيوحي إليه.
حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جس کے چار پر ہیں۔ ایک پر مشرق میں ہے ایک مغرب میں اور تیسرے سے اس نے اپنے آپ کو ڈھانپا ہوا ہے چوتھا اسکے اور لوح محفوظ کے درمیان ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی حکم کی وحی کا ارادہ فرماتا ہے تو لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی کو آٹکراتی ہے تو وہ اپنا سر اٹھاتا اور دیکھتا ہے تو اس میں حکم لکھا ہوتا ہے پس وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پکارتا ہے تو وہ لبیک کہتے ہیں۔ تو وہ بتلاتا ہے کہ آپ کو ایسا ایسا حکم فرمایا گیا ہے پس حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر نہیں اترتے مگر وہاں کے فرشتے خوف قیامت سے گھبرا جاتے ہیں

یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق نازل ہوا ہے اسکے بعد وہ کسی نبی پر نازل ہو کر وحی پیش کرتے ہیں۔

درس حدیث: مذکورہ بالا دونوں احادیث میں حضرت اسرافیل علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کا مقرب ہونا مذکور ہے نیز حضرت اسرافیل علیہ السلام کی جسامت کا ذکر ہے۔ اور ملائکہ کی گھبراہٹ اللہ تعالیٰ کے جلال کی وجہ سے یا قیام قیامت کے خوف کی بنا پر ہے۔

لوحِ محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی پر ہے

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن عبد الله بن الحارث قال: كنت عند عائشة وعندها كعب فقالت: يا كعب حدثنا عن إسرافيل فقال: هو ملك الله ليس دونه شيء، جناح له بالمشرق، وجناح له بالمغرب، وجناح على كاهله، والعرش على كاهله فقالت عائشة: هكذا سمعت النبي صلى الله عليه وسلم قال كعب: واللوح على جبهته وإذا أراد الله أمرا أثبته في اللوح

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا تھا اور اس کے پاس حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے کعب! ہمیں حضرت اسرافیل علیہ السلام کے متعلق کوئی بات بتلاؤ تو انہوں نے عرض کیا: وہ اللہ کا ایسا فرشتہ ہے کہ اس سے زیادہ اللہ کے قریب کوئی شے نہیں ہے، اس کا ایک پر مشرق میں ہے ایک مغرب میں اور ایک اس کندھے پر اور عرش بھی اس کے کندھے پر ہے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے بھی اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت کعب نے فرمایا: لوحِ محفوظ اس کی پیشانی پر ہے جب اللہ تعالیٰ کسی حکم کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے لوح محفوظ میں کندہ کر دیتے ہیں۔

نوٹ: عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو کربلا میں جب حضرت امام حسینؓ کا معلوم ہوا تو ان کی خدمت میں پہنچ کر اپنی وفاداری کا عملی ثبوت دیا۔ اس طرح عاشور کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ کی حمایت کرتے ہوئے یزیدی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کے چار پر ہیں

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن عبد الله بن رباح أن كعبا قال لعائشة: هل سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في إسرافيل شيئا؟ قالت؛ نعم سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:) له أربعة أجنحة

منها: جناحان أحدهما بالمشرق، والآخر بالمغرب، واللوح بين عينيه، فإذا أراد الله أن يكتب الوحي ينقر بين جبهته

حضرت عبدالرحمن بن رباح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: آپ نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ فرماتے سنا ہے کہ اسکے چار پر ہیں ان میں سے دو پر ایسے ہیں کہ ایک مشرق میں ہے دوسرا مغرب میں، لوح محفوظ اسکی دونوں آنکھوں کے درمیان جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں کہ وحی تحریر فرمائیں تو اسے اس کی پیشانی کے درمیان کندہ کردیتے ہیں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کی قدوقامت

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ الحلیۃ میں نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:) قلت لجبريل: يا جبريل مالي لا أرى إسرافيل يضحك ولم يأتني أحد من الملائكة إلا رأيته يضحك؟ قال جبريل: ما رأينا ذلك الملك ضاحكا منذ خلقت النار.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عرش کو اٹھانے والے فرشتوں میں ایک فرشتہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہے، عرش (الٰہی) کے کانوں میں سے ایک کونہ اسکے کندھے پر ہے، اس کے پاؤں ساتویں زمین سے بھی نیچے چلے گئے ہیں اور اس کا سر اوپر کے ساتویں آسمان سے تجاویز کر گیا ہے۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے حضرت اسرافیل کے قد کی طوالت اور قوت وعظمت بھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ عرش خداوندی کے اٹھانے والوں میں سے ہیں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کا زمین کی طرف اترنا

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: سمع النبي صلى الله عليه وسلم هدة فقال: يا جبريل أقامت الساعة؟ قال: لا هذا إسرافيل هبط إلى الأرض.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گرنے کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل علیہ السلام! کیا قیامت قائم ہوگئی ہے؟ فرمایا نہیں یہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو زمین کی طرف اترے ہیں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کا تذکرہ

امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ الاوسط میں اور امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن عبد الله ابن الحارث قال: كنت عند عائشة وعندها كعب الحبر فذكر إسرافيل فقالت

عائشة: أخبرني عن إسرافيل فقال كعب: عندكم العلم؛ قالت: أجل، فأخبرني قال: له أربعة أجنحة: جناحان في الهواء، وجناح قد تسربل به، وجناح على كاهله، والقلم على أذنه، فإذا نزل الوحي كتب القلم ثم درست الملائكة، وملك الصور أسفل منه جاث على ركبتيه وقد نصب الأخرى فالتقم الصور، محني ظهره، وطرفه إلى إسرافيل، وقد أمر إذا رأى إسرافيل، وقد أمر إذا رأى إسرافيل قد ضم جناحيه أن ينفخ في الصور فقالت عائشة: هكذا سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم.

حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں موجود تھا جبکہ اس کے پاس حضرت کعب احبار بھی بیٹھے تھے جب انہوں نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں مجھے اسرافیل کے متعلق بتلاؤ تو کعب نے عرض کیا: آپ رضی اللہ عنہا تو جانتی ہیں۔ فرمانے لگیں تم ٹھیک کہتے ہو اس کے باوجود ہمیں بتلاؤ تو کعب نے عرض کیا کہ اس کے چار پر ہیں دو ہوا میں ہیں ایک کا اس نے لباس بنایا ہوا ہے اور ایک اس کی پشت پر ہے قلم اسکے کان پر ہے، جب اللہ تعالیٰ وحی نازل کرتے ہیں تو قلم لکھتا ہے اور فرشتے اور اسرافیل اسکی طرف متوجہ ہوتے ہیں اسرافیل کے نچلے حصہ کی حالت یہ ہے کہ اس نے اپنا ایک گھٹنا ٹکایا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا کیا ہوا ہے۔ صور اسکے منہ میں ہے صور کی کمر زم ہے اس کا ایک کنارہ اسرافیل علیہ السلام کی طرف ہے جب اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں اور اسرافیل علیہ السلام ملاحظہ کرتے ہیں تو اپنے پروں کو لپیٹ لیتا ہے تا کہ وہ صور پھونک دے (لیکن چونکہ اسے صور پھونکنے کا حکم نہیں ملتا اس لئے صور نہیں پھونک سکتا) پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں میں نے (بھی) اسی طرح سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کی تسبیح

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ:

عن الأوزاعي قال: إذا سبح إسرافيل قطع على كل ملك في السماء صلاته استماعا له.

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت اسرافیل علیہ السلام تسبیح کہتے ہیں تو آسمان کا ہر فرشتے ان کی تسبیح سننے کے لئے اپنی نماز روک دیتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ ہی نقل فرماتے ہیں:

قال: ليس أحد من خلق الله أحسن صوتا من إسرافيل، فإذا أخذ في التسبيح قطع على أهل سبع سموات صلاتهم وتسبيحهم

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ کی مخلوق میں حضرت اسرافیل علیہ السلام سے زیادہ خوش آواز کوئی نہیں ہے جب وہ تسبیح

شروع کرتا ہے تو ساتویں آسمانوں کے فرشتے اپنی نمازیں اور تسبیحات روک دیتے ہیں۔

اسرافیل کبھی نہیں ہنستے

حضرت مطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

قلت لجبریل یا جبریل مالی لا اری ارافیل یضحك ؛ ولم یا تنی احد من الملا یکة الا رایته یضحك؛ قال جبریل مار اینا ذلك الملك ضاحکا منذ خلقت النار.

میں نے جرائیل سے کہا اے جرائیل میں نے اسرافیل کو ہنستے نہیں دیکھا؟ جبکہ میرے پاس کوئی فرشتہ نہیں آتا لیکن میں اسے ہنستا ہوا (یعنی خوش) دیکھا ہوں جرائیل نے کہا ہم نے اس فرشتے کو تب سے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جب سے دوزخ پیدا کی گئی ہے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام موذن ملائکہ

اور آپ لیث کی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

حدثنی خالد بن سعید قال: بلغنا أن إسرافیل مؤذن أهل السماء. فیؤذن لاثنتی عشرة ساعة من النهار. ولاثنتی عشرة ساعة من اللیل. لكل ساعة تأذین یسمع تأذینه من فی السموات السبع ومن فی الأرضین السبع إلا الجن والإنس. ثم یتقدم منهم عظیم الملائكة فیصلی بهم. قال وبلغنا أن میكائیل یؤم الملائكة فی البیت المعمور.

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام آسمان والوں کے موذن ہیں یہ بارہ گھڑی دن میں اور بارہ گھڑی رات مین اذان دیتے ہر گھڑی میں دواذانیں ہوتی ہیں اس کی اذان کو سات آسمانوں اور سات زمینوں والے سنتے ہیں مگر جنات اور انسانوں نہیں سنتے، پھر ان میں سے ایک بڑا فرشتہ آگے بڑھ کران کی امامت کرتا ہے۔ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت میکائیل بیت المعمور میں فرشتوں کی امامت کرتے ہیں۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام فرشتوں میں موذن ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام بیت المعمور میں فرشتو کے امام ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دن اور رات کی بارہ گھڑی میں دو دو آذانیں ہوتی ہیں۔ اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کی اذان کو ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں والے سنتے ہیں۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن سعید ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ نام خالد۔ کنیت ابوسعید۔ مکے میں مسلمان ہوئے۔ کفار کے ڈر سے عرصے تک مکے میں روپوش رہے اور آخر حبشہ کی ہجرت کے وقت اپنی زوجہ امیمہ اور بھائی عمر کو ساتھ لے کر حبشہ چلے

گئے۔ غزوہ خیبر کے دنوں میں حبشہ سے مدینہ آ گئے اور سب اس کے بعد سب غزوات میں رسول اللہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ پڑھے لکھے تھے اس لیے رسول اللہ کے خطوط بھی لکھتے پڑھتے تھے۔ 9ھ میں بنوثقیف کے وفد سے رسول اللہ کی طرف سے آپ ہی نے گفتگو کی اور ان کے ساتھ معاہدہ بھی آپ نے ہی تحریر کیا۔ رسول اللہ نے آپ کو یمن کا گورنر مقرر کیا اور آپ کے دونوں بھائیوں ابابان اور عمر کو نجرین اور تیاء کا گورنر بنایا۔ رسول اللہ کے وصال کے بعد آپ نے گورنری سے استعفیٰ دے دیا۔ اور مدینہ چلے گئے۔ فتنہ ارتد کی سرکوبی میں نمایاں حصہ لیا۔ فتوحات شام کے دوران میں شہادت پائی۔ آپ کی ایک بیٹی ام خالد رسول اللہ کے مشہور صحابی زبیر بن العوام کے عقد میں تھیں۔

سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حساب لیا جائے گا

امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کتاب الزہد میں نقل فرماتے ہیں:

عن ابن أبي جبلة بسنده قال: أول من يدعى يوم القيامة إسرافيل فيقول الله: هل بلغت عهدي؟ فيقول: نعم يارب قد بلغته جبريل فيدعى جبريل فيقال: هل بلغك إسرافيل عهدي؟ فيقول: نعم فيخلي عن إسرافيل فيقول لجبريل: ما صنعت في عهدي فيقول: يارب بلغت الرسل فيدعى الرسل فيقال لهم: هل بلغكم جبريل عهدي؟ فيقولون: نعم فيخلي عن جبريل.

حضرت ابن ابی جبلہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے روز قیامت حضرت اسرافیل علیہ السلام کو پکارا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے میرا عہد (پیغام) پہنچایا تھا۔ پھر حضرت جرائیل علیہ السلام کو پکارا جائے گا اور کہا جائے گا تجھے میرا عہد حضر اسرافیل علیہ السلام نے پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: جی ہاں! میرے پروردگار! تو حضرت اسرافیل علیہ السلام کو آواز کر دیا جائے گا۔ پھر حضرت جرائیل علیہ السلام سے فرمایا جائے گا۔ اے جرائیل علیہ السلام! تو نے میرے عہد کے ساتھ کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا۔ اے میرے رب! میں نے (اسے) آپ کے رسولوں تک پہنچا دیا تھا۔ پھر رسولوں کو بلایا اور فرمایا جائے گا کیا حضرت جرائیل علیہ السلام! نے آپ تک میرا پیغام پہنچا دیا تھا تو وہ عرض کریں گے جی ہاں تو جرائیل کو بھی آزاد کر دیا جائیگا۔

سب سے پہلے لوح سے سوال ہوگا

ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن أبي سنان قال: أقرب الخلق من الله اللوح وهو معلق بالعرش فإذا أراد الله أن يوحي بشيء كتب في اللوح فيجيء اللوح حتى يقرع جبهة إسرافيل وإسرافيل قد غطى رأسه بجناحه لا يرفع بصره إعظاماً لله فينظر فيه فإن كان إلى أهل السماء دفعه إلى ميكائيل، وإن كان إلى أهل الأرض دفعه إلى جبريل، فأول ما يحاسب يوم القيامة اللوح يدعى به ترتعد فرائصه فيقال له: هل

بلغت؟ فیقول: نعم فیقال: من یشهد لك؟ فیقول: إسرافیل، فیدعی إسرافیل ترعد فرائصه فیقال له: هل بلغك اللوح؟ فإذا قال نعم قال اللوح: الحمد لله الذی نجانی من سوء الحساب.

حضرت ابوسنان رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب لوح ہے جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی شے کا ارادہ فرماتا ہے تو لوح میں لکھ دیتا ہے تو یہ لوح حضرت اسرافیل علیہ السلام کے ماتھے کو آ کر ٹکراتی ہے جبکہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے عظمت خداوندی سے اپنا سر اپنے پر سے چھپا ہوتا ہے اور اپنی نظر نہیں اٹھاتا، پس یہ اس میں نظر کرتا ہے اگر تو یہ حکم آسمان والوں سے متعلق ہوتا ہے تو اسے حضرت میکائیل علیہ السلام کے سپرد کرتا ہے اگر زمین والوں سے متعلق ہوتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سپرد کرتا ہے۔ پس سب سے پہلے قیامت جس کا حساب ہوگا وہ لوح ہوگی۔ جب اسے بلایا جائے گا تو اس کے جوڑ کانپتے ہوں گے، اسے کہا جائے گا کیا تو نے (میرے احکام) پہنچا دیئے تھے؟ وہ عرض کرے گا جی ہاں تو کہا جائیگا تیرے حق میں کون گوائی دے گا تو وہ عرض کرے گی حضرت اسرافیل علیہ السلام۔ تو حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بلایا جائے گا اس کے بھی جوڑ کانپتے ہوں گے اسے بھی کہا جائیگا کیا تجھے لوح نے (میرے احکام) پہنچا دیئے تھے؟ جب وہ عرض کریں گے جی ہاں تو لوح پڑھے گی "سب تعریفات اس اللہ کی ہیں جس نے مجھے برے عذاب سے نجات عطای فرمائی" پھر اسی طرح سے سوال ہوتا چلا آئے گا۔

درس حدیث: حدیث ہذا میں ہے کہ سب سے پہلے لوح سے پوچھا جائے گا اور گزشتہ حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام سے سوال ہوگا ان دونوں میں موافقت یہ ہے کہ باقی مخلوقات سے پہلے ان سے سوال ہوگا پھر ان دونوں میں سب سے پہلے لوح سے سوال ہوگا۔ اور لوح سے مراد لوح محفوظ نہیں ہوگی کیونکہ اس حدیث میں یہ آیا ہے کہ جس حکم کا اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے ہیں وہ حکم اس لوح میں لکھ دیتا ہے اور اگر وہی لوح محفوظ مراد لی جائے تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ جس حکم کے اظہار کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے اسے حضرت اسرافیل علیہ السلام کے سامنے لوح محفوظ کے ذریعے ظاہر کر دیتا ہے جبکہ لوح محفوظ میں موجود باقی احکام مخفی رکھے جاتے ہیں۔ تو لوح سے سوال سے مراد یہ ہوگی کہ آیا لوح نے یہ پیغام حضرت اسرافیل علیہ السلام تک پہنچایا ہے یا نہیں جب حضرت اسرافیل علیہ السلام لوح کی تصدیق کریں گے کہ لوح نے یہ پیغام ان تک پہنچا دیا ہے تو لوح کو چھوڑ دیا جائے گا۔

سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے کیا

امام ابن حاتم اور امام ابوالشیخ رحمہما اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں:

عن ضمرة قال: بلغنی أن أول من سجد لآدم علیه السلام إسرافیل فأثابه الله أن کتب القرآن فی جبهته.

حضرت ضمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا اسی کے انعام میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ان کی پیشانی پر تحریر کرایا۔

حضرت ضمرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ضمرہ رضی اللہ عنہ بن عمرو (بقول بعض: بشر) بن کعب بن عدی۔ قبیلہ جہینہ کے فرد ہیں۔ انصار کے قبیلے خزرج کے خاندان بنوطریف کے حلیف تھے۔ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ اور غزوہ احد میں جامِ شہادت نوش فرما کر مکین جنت مکان ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ، آمین۔ (شہدائے بدر واحد)

تاہم بعض محدثین کے نزدیک اس حدیث پاک کے راوی حضرت ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں۔

جبریل ومیکائیل علیہما السلام کے مابین حضرت اسرافیل بطور فیصل

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ الاوسط میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ الاسماء والصفات میں اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عمرو قال: جاء فئام من الناس إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا: يا رسول الله زعم أبو بكر أن الحسنات من الله والسيئات من العباد وقال عمر: الحسنات والسيئات من الله فتابع هذا قوم. وهذا قوم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لأقضين بينكما بقضاء إسرافيل بين جبريل وميكائيل، إن ميكائيل قال بقول أبي بكر، وقال جبريل بقول عمر فقال جبريل لميكائيل: إنا متى يختلف أه السماء يختلف أهل الأرض فلنتحاكم إلى إسرافيل فتحاكما إليه. فقضى بينهما بحقيقة القدر خيره وشره وحلوه ومره كله من الله ثم قال: يا أبا بكر إن الله لو أراد أن لا يعصى لم يخلق إبليس فقال أبو بكر: صدق الله ورسوله.

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ جماعتیں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ نیکیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں اور برائیاں بندوں کی طرف سے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نیکیاں اور برائیاں (سب) اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں، ایک جماعت ان کی پیروی کر رہی ہے اور ایک جماعت ان کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے درمیان حضرت جرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کے درمیان حضرت اسرافیل علیہ السلام جیسے فیصلہ کی طرح فیصلہ کروں گا وہ یہ کہ حضرت میکائیل علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسی بات کہی تھی اور حضرت جرائیل علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی۔ پس حضرت جرائیل علیہ السلام نے حضرت میکائیل علیہ السلام سے فرمایا: ہم تو ایسے ہیں کہ جب آسمان والوں سے اختلاف ہوتا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم حضرت اسرافیل علیہ السلام کے پاس فیصلہ لے جائیں تو وہ اپنا فیصلہ ان کے پاس لے گئے تو انہوں نے ان دونوں کے درمیان یہ فیصلہ کیا کہ حقیقت میں تقدیر اچھی یا

بری، میٹھی ہو یا کڑوی سب اللہ کی طرف سے ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا کہ نافرمانی نہ ہوتو ابلیس کو پیدا نہ فرماتا۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ

عبداللہ بن عمرو ان کی کنیت ابو محمد ہے۔

ان کا نسب عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم ہے۔

عمرو ابن عاص ابن وائل اپنے والد سے پہلے ایمان لائے، آپ نے ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے احادیث لکھیں، جن کی تعداد سات سو ہے۔ انہیں حضرت محمد ﷺ سے حدیث لکھنے کی اجازت ملی تھی یہ اپنی روایت کردہ حدیثوں کو لکھتے جسے صحیفہ صادقہ کہا جاتا ہے بڑے عالم، بڑے متقی عابد تھے، آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، 63ھ کو طائف یا مصر میں وفات ہوئی۔[1]

حضرت اسرافیل علیہ السلام

بڑے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق خدا نے اسرافیل کو صور پھونکنے پر مامور کیا ہے۔ قرب قیامت کے وقت یہ خدا کے حکم سے صور پھونکیں گے تو تمام لوگ ہلاک ہوجائیں گے۔ دوبارہ پھونکیں گے تو مرے ہوئے لوگ زندہ ہو کر میدان حشر کی طرف دوڑیں گے۔ جہاں ان کے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ قرآن مجید میں نفخ صور کا ذکر ہے۔ البتہ اسرافیل کا نام کہیں نہیں آیا۔ طبری، کسائی اور غزالی وغیرہ نے قیامت کے ضمن میں اسرافیل کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ یہودیوں کی روایات میں بھی ایک فرشتے کا نام کہیں سرافیم کہیں سرافیل اور کہیں سرافین بتایا گیا ہے۔ لیکن یہودی نفخ صور کے قائل نہیں۔ نفخ صور کا عقیدہ مسلمانوں کے علاوہ مسیحیوں میں پایا جاتا ہے

ایک دن حضور اکرم ﷺ نے نماز عصر پڑھائی تو پہلا رکوع اتنا طویل فرمایا کہ گمان ہوا کہ شاید رکوع سے سر نہ اٹھائیں گے۔ پھر جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھالیا۔ نماز ادا فرمالینے کے بعد آپ ﷺ نے اپنا رُخِ انور محراب سے ایک جانب پھیر کر فرمایا کہ میرا بھائی اور چچا زاد علی بن ابو طالب کہاں ہے؟ حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری صفوں سے عرض کیا لبیک! میں حاضر ہوں یارسول اللہ ﷺ۔۔۔! آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوالحسن! میرے قریب آجاؤ چنانچہ حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابوالحسن! کیا تم نے اگلی صف کے وہ فضائل نہیں سنے جو اللہ عزوجل نے مجھے بیان فرمائے ہیں؟ عرض کیا: کیوں نہیں، یارسول اللہ ﷺ۔۔۔ ارشاد فرمایا پھر کس چیز نے تمہیں پہلی صف اور تکبیر اولیٰ سے دور کر دیا، کیا حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی محبت

[1] مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح [مفتی احمد یار خان نعیمی جلد 1 صفحہ 26 نعیمی کتب خانہ گجرات

نے تمہیں مشغول کر دیا تھا؟ عرض کیا ان کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت میں کیسے رکاوٹ ڈال سکتی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر کس چیز نے تمہیں روکے رکھا؟ عرض کیا کہ جب حضرتِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی تھی میں اس وقت مسجد ہی میں تھا اور دو رکعتیں ادا کی تھیں پھر جب حضرتِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقامت کہی تو میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تکبیرِ اُولیٰ میں شامل ہوا۔ پھر مجھے وضو میں شبہ ہوا تو میں مسجد سے نکل کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر چلا گیا اور جا کر حسن وحسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو پکارا مگر کسی نے میری پکار کا جواب نہ دیا تو میری حالت اس عورت کی طرح ہوگئی جس کا بچہ گم ہو جاتا ہے یا ہانڈی میں ابلنے والے دانے جیسی ہوگئی۔ میں پانی تلاش کر رہا تھا کہ مجھے اپنے دائیں جانب ایک آواز سنائی دی اور سبز رومال سے ڈھکا ہوا سونے کا پیالہ میرے سامنے آگیا۔ میں نے رومال ہٹایا تو اس میں دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مکھن سے زیادہ نرم پانی موجود تھا۔ میں نے نماز کے لئے وضو کیا پھر رومال سے تری صاف کی اور پیالے کو ڈھانپ دیا۔ پھر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا نہ ہی مجھے یہ معلوم ہو سکا کہ پیالہ کس نے رکھا اور کس نے اٹھایا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دیتے ہوئے مسکرا کر ارشاد فرمایا: مرحبا! مرحبا! اے ابوالحسن! کیا تم جانتے ہو تمہیں پانی کا پیالہ اور رومال کس نے دیا تھا؟ عرض کی اللہ اور اس کے رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں ارشاد فرمایا: پیالہ تمہارے پاس جبرئیلِ امین علیہ السلام لے کر آئے اور اس میں حظیرۃ القدس کا پانی تھا اور رومال تمہیں حضرتِ میکائیل علیہ السلام نے دیا تھا، حضرتِ اسرافیل علیہ السلام نے مجھے رکوع سے سر اٹھانے سے روکے رکھا یہاں تک کہ تم اس رکعت میں آکر مل گئے، اے ابوالحسن! جو تم سے محبت کریگا اللہ عزوجل اس سے محبت کریگا اور جو تم سے بغض رکھے گا اللہ عزوجل اسے ہلاک کر دے گا۔[1]

ما جاء فی ملك الموت علیه السلام

حضرت عزرائیل علیہ السلام (ملک الموت) کے حالات

تخلیق آدم کے لئے مٹی کا لایا جانا

حضرت سعید بن منصور، ابن منذر اور امام ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نقل فرماتے ہیں:

عن أبي هريرة قال: لما أراد الله عز وجل أن يخلق آدم، بعث ملكا من حملة العرش يأتي بتراب من الأرض، فلما هوى ليأخذ قالت الأرض: أسألك بالذي أرسلك أن لا تأخذ مني اليوم شيئا يكون للنار منه نصيب غدا فتركها، فلما رفع إلى ربه قال: ما منعك أن تأتي بما أمرتك؟ قال: سألتني بك فعظمت أن أرد شيئا سألني بك فأرسل لها آخر فقال مثل ذلك حتى أرسلهم كلهم، فأرسل ملك الموت فقالت له مثل ذلك فقال: إن الذي أرسلني أحق بالطاعة منك، فأخذ من وجه الأرض كلها من طيبها وخبيثها، فجاء به إلى ربه، فصب عليه من ماء الجنة، فصار حما مسنونا، فخلق منه آدم.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو حاملین عرش میں سے ایک فرشتہ کو زمین سے خاک لینے کیلئے بھیجا، جب وہ (خاک) اٹھانے کیلئے جھکا تو زمین نے کہا میں تجھ سے اس ذات کے وسیلہ سے سوال کرتی ہوں، جس نے تجھے بھیجا ہے تو آج مجھ سے کچھ خاک نہ اٹھا جو کل کو اس سے دوزخ کا حصہ بنے تو اس (فرشتہ) نے اسے چھوڑ دیا، پھر جب وہ اپنے رب کے پاس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کے متعلق میں نے تجھے حکم دیا تھا اس کے لانے سے تجھے کس چیز نے روکا ہے؟ عرض کیا اس نے مجھے آپ کا واسطہ دیا تو میں اس سے ڈر گیا جس نے آپ کے وسیلہ سے سوال کیا میں اسے مایوس کیوں کردوں؟ آپ کسی اور کو روانہ کریں۔ تو زمین نے ان سے بھی یہی کہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سب (حاملین عرش) کو (باری باری) روانہ کیا (ان کے بعد) اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا تو زمین نے اسے بھی ویسا ہی کہا، تو اس نے جواب دیا جس نے مجھے بھیجا ہے وہ پیروی کیلئے تجھ سے زیادہ مستحق ہے تو اس نے پشت زمین سے پاکیزہ اور پلید ہر قسم کی خاک اٹھالی اور اسے رب تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس (پاکیزہ) خاک پر جنت کا پانی ڈالا تو وہ سڑے ہوئے گارے سے بجتی ہوئی مٹی بن گئی اسی سے حضرت آدم علیہ السلام (کے ڈھانچہ) کو پیدا کیا گیا۔

حضرت ملک الموت کا تخلیق آدم علیہ السلام کے لئے مٹی لانا

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے الاسماء والصفات میں اور امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے امام سدی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے نقل کیا ہے:

عن أبي مالك، وعن أبي صالح عن ابن عباس، وعن مرة عن ابن مسعود وناس من الصحابة قالوا: بعث الله جبريل إلى الأرض ليأتيه بطين منها فقالت الأرض: أعوذ بالله منك أن تنقص مني، فرجع ولم يأخذ شيئا وقال: يا رب، إنها عاذت بك فأعذتها. فبعث ميكائيل كذلك، فبعث ملك الموت فعاذت منه فقال: وأنا أعوذ بالله أن أرجع ولم أنفذ أمره. فأخذ من وجه الأرض.

حضرت ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابو صالح از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مرہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف اس کی خاک لانے کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا تو زمین نے کہا میں آپ سے اللہ کی پناہ لیتی ہوں کہ تو مجھ سے لیکر کم کرے تو وہ لوٹ گئے اور کچھ نہ لیا اور کہا اے میرے پروردگار اس نے آپ کے ساتھ پناہ مانگی تو میں نے اسے پناہ دے دی، پھر اسی طرح میکائیل علیہ السلام کو بھیجا، پھر ملک الموت علیہ السلام کو بھیجا تو اس نے ان سے بھی پناہ مانگی تو انہوں نے کہا میں بھی اللہ سے پناہ مانگتا ہوں، کہ میں (خالی) لوٹ جاؤں اور اس کا حکم پورا نہ کروں تو انہوں نے زمین سے (مٹی) اٹھالی۔

درس حدیث: ان ہر دو احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حاملین عرش اور حضرت جبریل و میکائیل کو تخلیق آدم علیہ السلام کے لئے مٹی لانے کا حکم دیا تو مٹی نے جب اللہ تعالیٰ کا وسیلہ دیا تو یہ ملائکہ مٹی نہ لائے مگر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے مٹی کی ایک نہ سنی اور مٹی لے کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد آدم علیہ السلام کی ارواح کو قبض کرنے کی ذمہ داری بھی حضرت عزرائیل علیہ السلام کے سپرد کردی یوں آپ کو ملک الموت کہا جاتا ہے۔

ملک الموت کا نصیحت کرنا

امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

عن زيد بن ثابت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو رأيتم الأجل ومسيره لأبغضتم الأمل وغروره وما من أهل بيت إلا وملك الموت يتعاهدهم في كل يوم مرتين، فمن وجده قد انقضى أجله قبض روحه، فإذا بكى أهله وجزعوا قال لم تبكون ـ ولم تجزعون ـ فوالله ما نقصت لكم عمرا، ولا حبست لكم رزقا، مالي ذنب وإن لي فيكم عودة، ثم عودة، ثم عودة، حتى لا أبقي منكم أحدا

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم موت اور اس کا

فیصلہ جان لو تو امید اور اس کے دھوکہ سے نفرت کرو، کوئی بھی گھر والے ایسے نہیں مگر ہر روز ملک الموت ان کو تنبیہ کرتا ہے جب کسی کی عمر پوری ہوتا دیکھتا تو اس کی روح قبض کر لیتا ہے پھر جب اس کے رشتہ دار روتے پیٹتے ہیں تو وہ کہتا ہے تم کیوں روتے پیٹتے ہو۔ خدا کی قسم! نہ تو میں نے تمہاری عمر سے کچھ کم کیا نہ تمہارے رزق سے، میرا کوئی قصور نہیں ہے میں نے تم میں لوٹنا ہے پھر لوٹنا ہے پھر لوٹنا ہے یہاں تک کہ تم میں سے کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔

راوی حدیث حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام ونسب: نام زید کنیت ابوسعید، انصاری قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ نسب نامہ یوں ہے: زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن وذان بن عمرو بن عبدعوف الانصاری الخزرجی۔[1]

ولادت باسعادت: حافظ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عمر گیارہ سال تھی۔ اس حساب سے آپ کا سن ولادت تقریباً 2 نبوی بنتا ہے۔[2]

قرآن سے محبت وتعلق: حضرت زید رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو لوگ مجھے آپ کی خدمت میں لے گئے اور حضور کو بتایا: ''کہ قبیلہ بنی نجار کے اس لڑکے کو قرآن مجید کی 17 سورتیں یاد ہیں، میں نے وہ سورتیں حضور علیہ السلام کو سنائیں تو آپ بہت خوش ہوئے۔[3]

آپ کی ذہانت، قوت حافظہ اور دینی علوم کے شوق کو دیکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا: ''تم یہود کی زبان سیکھو، مجھے اپنے خطوط میں ان پر بھروسہ نہیں۔''[4]

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانتے ہوئے خوب محنت کر کے صرف دو ہفتوں میں یہود کی زبان سیکھ لی اس کے بعد آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہود کو خطوط لکھتے اور ان کی طرف سے آنے والے خطوط پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے۔

فضائل ومناقب: خیر القرون میں قرآن کریم کے حوالے سے تین اہم مرحلے پیش آئے۔ ان تینوں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے کردار کی مثال نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی کاتب وحی رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عہد صدیقی میں جمع قرآن کا مرحلہ پیش آیا تو آپ رضی اللہ عنہ قرآن جمع کرنے پر مامور ہوئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب قرآن کو ایک لغت پر جمع کر کے اطراف عالم میں پھیلایا گیا تو اس کام کے لیے بھی ایک نمایاں نام حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کا تھا۔ گویا کتابت قرآن، جمع قرآن اور نشر قرآن تینوں میں

---

[1] الاصابہ ج1 ص641، اسد الغابہ ج2 ص185

[2] اسد الغابہ ج2 ص185

[3] الاصابۃ ج1 ص642

[4] الاصابہ ج1 ص642

حضرت زید کا اہم کردار رہا ہے۔

علمی حیثیت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو علم وراثت کا سب سے بڑا عالم قرار دیا ہے۔[1]

مشہور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے جن حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوسعید۔ حضرت ابوہریرہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔[2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے علم تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام ایک نمایاں مقام رکھتا ہے مگر آپ رضی اللہ عنہما بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کے علم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہو کر جانے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی سواری کی رکاب پکڑ کر چلنے لگے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے منع کیا کہ اس طرح نہ کریں۔ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''ہم تو اپنے علماء اور بڑوں کا یوں ہی احترام کرتے ہیں۔''[3]

جس شخصیت کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسی ہستی علماء اور اکابرین میں سے تسلیم کرے تو اس کے علم کا کیا مقام ہوگا؟!

فقہی مقام: حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما آپ رضی اللہ عنہ کی فقیہانہ حیثیت کی بڑی قدر کرتے تھے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ حضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ عنہما فتویٰ (یعنی علم فقہ) وراثت اور قرآت قرآن میں حضرت زید کو سب سے مقدم سمجھتے تھے۔[4]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ وہ چھ صحابہ رضی اللہ عنہم جو صاحب فتویٰ شمار ہوتے ہیں، ان میں ایک نام زید بن ثابت کا ہے۔[5]

نیز یہ بھی نقل کرتے ہیں: ''حضرت زید کو مدینہ منورہ میں قضاء، فتویٰ، قرآت اور فرائض میں بڑا مقام حاصل تھا۔''[6]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مدینہ والوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک مسئلہ پوچھا، اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اور تھا حضرت زید رضی اللہ عنہ کا اور۔ مدینہ والوں نے کہا: ''کہ ہم آپ کے فرمان کو لیں اور حضرت زید کے فتویٰ کو چھوڑ دیں، ایسا نہیں کر سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس دور میں اہل مدینہ ایک متعین فقیہ کی تقلید کرتے تھے۔''[7]

وفات حسرت آیات اور تاثرات صحابہ:

---

[1] ۔جامع ترمذی: باب مناقب معاذ بن جبل وزید بن ثابت
[2] ۔اسد الغابۃ: ج2 ص186
[3] ۔الاصابہ ج1 ص642
[4] ۔تذکرۃ الحفاظ: تحت ترجمۃ أبی ہریرۃ الدوسی الیمانی
[5] ۔الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج2 ص642
[6] ۔الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج2 ص642
[7] ۔صحیح بخاری: باب إذا حاضت المرأۃ بعد ما أفاضت

45ھ میں علم وفقہ کا یہ عظیم چراغ کئی سالوں تک دنیا کو علم کی روشنی سے منور کرنے کے بعد قبر کی زینت بن گیا۔آپ کی وفات پر اکابر صاحب نے انتہائی دردناک جملوں میں غم کا اظہار فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آج اس امت کا بہت بڑا عالم دنیا سے چلا گیا۔امید ہے اللہ تعالیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کا جانشین بنادیں گے''۔[1]

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حسان اور اس کے بیٹے کے بعد ایسے اشعار کون پڑھ سکے گا اور قرآن کا مطلب ومفہوم زید کے بعد کون بیان کرسکے گا''۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''ملک الموت ہر گھر میں روزانہ دو دفعہ چکر لگاتا ہے''۔[3]

ملک الموت کا ہر گھر میں دو بار چکر لگانا

امام عبدالرزاق، امام احمد الزہد میں، امام ابن جریر، امام ابن منذر، امام ابن ابی حاتم اور امام ابوالشیخ رحمہم اللہ نقل فرماتے ہیں:

عن مجاهد قال: ما على ظهر الأرض من بيت شعر ولا مدر إلا وملك الموت يطوف به كل يوم مرتين.

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زمین کی پشت پر کوئی گھر بالوں اور مٹی (وغیرہ) کا ایسا نہیں مگر ملک الموت روزانہ دو دفعہ چکر لگاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ ''المصنف'' میں اور امام عبداللہ بن احمد ''زوائد الزہد'' میں نقل فرماتے ہیں:

عن عبد الأعلى التيمي قال: ما من أهل دار إلا وملك الموت يتصفحهم في اليوم مرتين.

حضرت عبدالاعلی التیمی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کوئی گھر والے ایسے نہیں مگر ملک الموت روزانہ دو مرتبہ ان سے مصافحہ کرتا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا ''ذکر الموت'' میں اور امام ابوالشیخ نقل فرماتے ہیں:

عن الحسن قال: ما من يوم إلا وملك الموت يتصفح في كل بيت ثلاث مرات. فمن وجده منهم قد استوفى رزقه، وانقضى أجله، قبض روحه؛ وأقبل أهله برنة، وبكاء، فيأخذ ملك الموت بعضادتي الباب فيقول: مالي إليكم من ذنب. وإني لمأمور. والله ما أكلت لكم رزقا. ولا أفنيت لكم عمرا. ولا انتقصت لكم أجلا. وإن لي فيكم لعودة. ثم عودة. ثم عودة. حتى لا أبقي منكم

---

[1] أسد الغابۃ ج1 ص187

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ

[3] تہذیب الکمال ج3 ص671

أحدا، قال الحسن: فوالله لو يرون مقامه، ويسمعون كلامه، لذهلوا عن ميتهم، ولبكوا على أنفسهم.

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کوئی دن ایسا نہیں مگر ملک الموت ہر گھر میں تین مرتبہ جھانکتا ہے ان میں سے جس کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنا رزق ختم کر چکا اور اپنی عمر پوری کر چکا ہے اس کی روح قبض کر لیتا ہے جب اس کے عزیز واقارب رونا دھونا شروع کرتے ہیں تو لک الموت چوکھٹ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر کہتا ہے میں نے تمہارا کوئی قصور نہیں کیا میں تو اس پر مقرر ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے تمہارا رزق نہیں کھایا، تمہاری عمر ختم نہیں کی اور نہ ہی تمہاری موت میں وقت آنے سے پہلے پہل کی ہے میں نے توتم میں لوٹنا ہے پھر لوٹنا ہے یہاں تک کہ تم میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! اگر یہ (رونے والے) اس کے مقام کو دیکھ لیں اور اس کی بات سن لیں تو اپنی میت کو بھول جائیں اور اپنے آپ پر رونا شروع کر دیں۔

راوی حدیث حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ

نام حضرت حسن، کنیت ابوسعید، والد کا نام یسار اور کنیت ابوالحسن تھی۔ آپ کے والد مشہور صحابی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کی والدہ کا نام خیرہ تھا جو کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ باندی تھیں۔

مکمل نام ونسب یہ ہے: ابوسعید حسن بن ابی الحسن یسار البصری۔[1]

ولادت باسعادت: جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آپ کے والد یسار کو آزاد کیا تو انہوں نے حضرت خیرہ سے نکاح کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال باقی تھے جب حضرت یسار رضی اللہ عنہ کے ہاں علم وعمل کے حسین امتزاج حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔[2]

فضائل ومناقب: آپ کی ولادت کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی تحنیک یعنی گھٹی دی [ولادت کے بعد کوئی نرم چیز بچے کو چٹا دینے کا نام تحنیک ہے] چنانچہ امام ابن جوزی آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ولد في خلافة عمر وحنكه عمر بيده''[3]

آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پیدا ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے آپ کو گھٹی دی۔
آپ کی والدہ حضرت خیرہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی رہتی تھیں۔ بسا اوقات کسی کام کے سلسلہ میں گھر سے باہر جاتیں اور حضرت حسن رحمہ اللہ رونا شروع کر دیتے تو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کو سینے سے لگا

[1] سیر اعلام النبلاء: ج4 ص563، 564
[2] سیر اعلام النبلاء: ج4 ص564
[3] صفة الصفوة ج3 ص233 رقم الترجمہ 500

لیتیں، بسا اوقات دودھ اتر آتا اور ام سلمہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو دودھ پلا دیتیں۔ اس اعتبار سے آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رضاعی بیٹا ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اس کی برکت بیان کرتے ہوئے امام مزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "آپ کو جو حکمت وفصاحتِ کلام حاصل ہوئی ہے وہ اس دودھ کی برکت تھی۔"[1]

شرف تابعیت : علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکرۃ الحفاظ" میں جب طبقہ وسطیٰ کے تابعین کا ذکر کیا تو ان میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ سب سے پہلے کیا۔ آپ نے کئی ایک صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی اور ان سے روایت حدیث کر کے تابعی ہونے کا شرف حاصل کیا۔

تابعین کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لاتمسن النار مسلما رآنی أو رآی من رآنی۔[2]

اس شخص کو آگ نہیں چھوسکتی جو مجھے دیکھے یا اس کو دیکھے جس نے مجھے دیکھا

نیز ارشاد فرمایا:

طوبی لمن رآنی ولمن رأی من رآنی۔[3]

اس شخص کے لیے خوش بختی ہے جو مجھے دیکھے یا اس کو دیکھے جس نے مجھے دیکھا

آپ رضی اللہ عنہ نے بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا اور ان سے روایت بھی لی ہے۔ مثلاً: حضرت انس بن مالک، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابوبکرہ، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہم۔[4]

مراسیل حسن بصری رضی اللہ عنہ : علماء جرح وتعدیل نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا کہ آپ مرسل روایت بہت کرتے ہیں۔ یعنی صحابی کا واسطہ بیان نہیں کرتے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی مرسل روایت چند وجوہ سے قبول ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا دور خیر القرون کا دور ہے، اس دور میں ارسال کوئی عیب نہیں تھا۔ آپ ایک عادل ثقہ تابعی ہیں اور تابعین کے خیر امت ہونے کی گواہی خود سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

خَیْرُ أُمَّتِی قَرْنِی ثُمَّ الَّذِینَ یَلُونَھُمْ ثُمَّ الَّذِینَ یَلُونَھُمْ۔ کے الفاظ سے دی ہے۔[5]

---

[1] تہذیب الکمال: ج6 ص95، 96

[2] سنن الترمذی: رقم الحدیث 3858

[3] اتحاف الخیرۃ المھرۃ رقم الحدیث 7010

[4] تہذیب التہذیب: ج2 ص231

[5] صحیح البخاری: رقم الحدیث 3650

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حجاج کا زمانہ پایا ہے، وہ دور اہل بیت رسول اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف نفرتوں کا دور تھا۔ اس زمانہ میں اگر کوئی اہل بیت کے کسی فرد کا نام لیتا تو کوئی بھی احمق ان سے بدسلوکی کرتا اور فتنہ کھڑا کر دیتا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس فتنہ سے امت کو بچانے کے لیے صحابی کا نام ذکر کیے بغیر مرسل روایت بیان کر دیتے۔ اس کا اظہار خود آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت کیا جب یونس بن عبید نے آپ سے مرسل روایت کے متعلق سوال کیا۔

امام مزی اس سوال و جواب کو یوں نقل کرتے ہیں: یونس بن عبید کہتے ہیں میں نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ حدیث بیان کرتے وقت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیتے ہیں حالانکہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا، تو آپ نے جواب میں فرمایا: بھتیجے! یہ سوال آج تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا، تو پہلا شخص ہے جس نے یہ بات پوچھی ہے، اگر تو میرا قریبی نہ ہوتا تو اس سوال کا جواب میں تجھے بھی نہ دیتا (تیرے سوال کا جواب یہ ہے کہ) جس زمانہ اور حالت میں میں زندگی گزار رہا ہوں وہ تو اچھی طرح جانتا ہے، آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا جس حدیث میں میں صحابی کا واسطہ چھوڑ کر براہ راست قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہوں تو سمجھ لو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے مروی ہے لیکن ان حالات میں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لے سکتا۔[1]

آپ رضی اللہ عنہ کی مرسلات کے بارے میں امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''آپ سے مروی مرسل روایات کو اگر ثقات نقل کریں تو وہ بالکل صحیح ہوتی ہیں''۔[2]

روایت بالمعنیٰ: حدیث کو نقل کرنے کے عام طور پر محدثین کے ہاں دو طریقے رائج ہیں۔ یہ کہ من وعن بعینہ وہی الفاظ نقل کیے جائیں۔ اس کو محدثین کی زبان میں "روایت باللفظ" کہتے ہیں۔

اس میں تھوڑی سی وسعت پیدا کر کے حدیث کا مفہوم اور معنی نقل کیا جائے اس کو محدثین کی اصطلاح میں "روایت بالمعنیٰ" کہا جاتا ہے۔

امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ احتیاط کی وجہ سے "روایت بالمعنیٰ" کے قائل تھے۔ یعنی اپنی روایتوں میں لفظ کے بجائے معنیٰ پر بھی اعتماد کرتے تھے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بزرگان دین کی نظر میں: حضرت خالد بن رباح الہذلی فرماتے ہیں: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے مولیٰ وسردار "حسن" بصری (سے پوچھو! لوگوں نے کہا اے ابوحمزہ ہم آپ سے پوچھتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ حسن سے پوچھو۔[3]

حضرت ابوبردہ: فرماتے ہیں ''قسم بخدا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو پایا ہے لیکن ان کے سب سے زیادہ

---

[1] تہذیب الکمال: ج6 ص124

[2] تہذیب التہذیب: ج2 ص231

[3] تہذیب الکمال ج2 ص534

مشابہ حضرت حسن کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا''۔[1]

مقام ومرتبہ: امام حسن بصری رحمہ اللہ کی بلند رفعت اور مقام میں جہاں دوسرے اسباب خیر شامل ہیں ان میں تکوینی طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی نسبتیں بھی عطا فرمائی تھیں جن کی وجہ سے آپ کو یہ مقام نصیب ہوا ان میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ کو خلیفہ دوم خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی دعا بھی تھی چنانچہ تہذیب الکمال میں حضرت عمر رضی اللہ کی یہ دعا جو انہوں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو دی تھی اس کا تذکرہ ان الفاظ میں منقول ہے'': اے اللہ! حسن کو دین کی سمجھ عطاء فرما اور لوگوں کا انہیں محبوب بنادے''۔[2]

حضرت سفاح نے ابوبکر الہذلی سے پوچھا کہ آخر وہ کون سی خوبی تھی جس کی بناء پر تمہارے حسن بصری رضی اللہ عنہ اس بلند مرتبہ ومقام تک پہنچ گئے؟ ابوبکر نے جواب دیتے ہوئے کہا: ''حسن رضی اللہ عنہ نے بارہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا تھا پھر آپ ایک سورۃ سے دوسری سورۃ کی طرف اس وقت تک منتقل نہیں ہوئے جب تک مذکورہ سورۃ کی تاویل وتفسیر معلوم نہیں کرلی اور شان نزول سے واقف نہیں ہوگئے۔ نہ کوئی حکومتی عہدہ قبول کیا۔ آپ سے جو کام کرنے کے لیے کہا گیا اسے کرلیا اور جس کام سے روک دیا گیا اسے چھوڑ دیا''۔ یہ سن کر سفاح نے کہا: ''بس یہی وہ اوصاف ہیں جن کی بناء پر اس شیخ (حسن بصری رضی اللہ عنہ) کو یہ مرتبہ اور مقام حاصل ہوا۔''[3]

وفات حسرت آیات: آپ یکم رجب المرجب 110ھ میں شب جمعہ کو دار فانی سے کوچ فرماگئے۔ چنانچہ اگلے روز نماز جمعہ کے بعد نضر بن عمرو رحمہ اللہ نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور بصرہ کے تمام لوگ آپ کے جنازے میں شریک ہوئے۔

حمید الطویل فرماتے ہیں میرے علم کے مطابق بصرہ میں اسلام آنے کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ جامع مسجد میں عصر کی نماز نہیں پڑھی گئی کیونکہ تمام لوگ جنازے کے ساتھ چلے گئے تھے اور عصر کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں کوئی شخص نہیں تھا۔

ملک الموت کا ہر چہرہ کی طرف توجہ کرنا

امام ابن ابی الدنیا اور امام ابوالشیخ نقل فرماتے ہیں:

عن زيد بن أسلم قال يتصفح ملك الموت المنازل كل يوم خمس مرات، ويطلع فى وجه ابن آدم كل يوم اطلاعه قال فمنها الذعرة التى تصيب الناس، يعنى القشعريرة والإنتفاض

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ملک الموت روزانہ پانچ مرتبہ گھروں میں آتا اور ہر انسان کے چہرہ پر بیک نظر توجہ کرتا ہے، یہ جو لوگوں کو اچانک خوف کی حالت پیش آتی ہے اسی وجہ سے آتی ہے۔ اچانک خوف سے مراد جسم کی کپکپی ہے (جو بے اختیار ظاہر ہوتی ہے)۔

---

[1] تہذیب الکمال ج2 ص534

[2] تہذیب الکمال ج۲ ص(534

[3] شذرات الذہب

درس حدیث: حدیث ہذا میں ملک الموت کا گھروں میں پانچ مرتبہ آنے کا ذکر کر آیا ہے جب کہ گزشتہ احادیث میں دو اور تین مرتبہ کا آیا ہے ان احادیث میں تطبیق کی صورت یہ ہوگی ان میں سے کسی حدیث میں حصر نہیں ہے دو مرتبہ آنا زیادہ مرتبہ آنے کو معارض نہیں ہے نیز اس کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ہر گھر کی اپنی کیفیت ہے ملک الموت اس گھر کی کیفیت کی مطابق کرتا ہے۔ مثلاً ایک صورت یہ کہ ایک گھر میں کم افراد رہائش پذیر ہیں دوسرے میں زیادہ تیسرے میں بہت زیادہ تو جس میں کم افراد ہیں اس میں دو مرتبہ جس میں زیادہ ہیں اس میں تین مرتبہ جس میں بہت زیادہ ہیں اس میں پانچ مرتبہ آتے ہیں۔ دو، تین اور پانچ مرتبہ آنے کی کثرت بھی مراد ہوسکتی ہے۔

ملک الموت ہر گھر میں روزانہ سات مرتبہ جھانکتا ہے

امام ابن ابی حاتم اور امام ابوالشیخ رحمہما اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں:

عن عكرمة قال: ما من يوم إلا وملك الموت يطلع في كتاب حياة الناس، قائل يقول ثلاثا، وقائل يقول خمسا.

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کوئی دن ایسا نہیں کہ جس میں ملک الموت لوگوں کی زندگی کی کتاب پر مطلع نہ ہوتا ہے۔ کہنے والے نے تین مرتبہ کہا اور کہنے والے نے کہا پانچ مرتبہ۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن كعب قال: ما من بيت فيه أحد إلا وملك الموت على بابه كل يوم سبع مرات ينظر هل فيه أحد أمر به يتوفاه.

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس میں کوئی رہائش پذیر ہو مگر ملک الموت اس کے دروازہ پر ہر روز سات مرتبہ آتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ کیا اس میں کوئی ایک ایسا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے موت کا حکم فرمایا ہو۔

درس حدیث: حدیث ہذا میں سات مرتبہ کا ذکر ہے جب کہ گزشتہ احادیث میں دو اور پانچ مرتبہ کا ذکر ہے تو ان میں تطبیق یوں ہوگی کہ دو یا پانچ مرتبہ آنا زیادہ مرتبہ آنے کو مانع نہیں ہے۔ نیز ان احادیث میں ملک الموت کا اپنے فریضہ کی ادائیگی میں چست ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے کام کو پوری دلچسپی کے ساتھ نبھاتا ہے۔ مزید یہ کہ ملک الموت کا ہر گھر میں آنا مقصود نہ ہو بلکہ سدرۃ المنتہیٰ پر ہر گھر کے باشندگان کی زندگی اور موت پر نگاہ رہتی ہو اور وہیں پر ہر گھر کے باسی پر اسی نظر رکھتا ہو۔

ملک الموت ہر آدمی سے روزانہ پانچ بار مصافحہ کرتا ہے

امام سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزہد میں نقل فرمایا ہے:

عن عطاء بن يسار قال: ما من أهل بيت إلا يتصفحهم ملك الموت في كل يوم خمس مرات هل منهم أحد أمر بقبضه

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: کوئی بھی گھر والے ایسے نہیں مگر ان سے ملک الموت روزانہ پانچ بار مصافحہ کرتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایسا تو نہیں جس (کی روح) کے قبض کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔

ملک الموت کا ہر ذی روح کی طرف روزانہ متوجہ ہونا

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے الحلیۃ میں نقل فرمایا ہے:

عن ثابت البناني قال: الليل والنهار أربع وعشرون ساعة، ليس فيها ساعة تأتي على ذي روح إلا وملك الموت قائم عليها، فإن أمر بقبضها، قبضها وإلا ذهب

حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں رات اور دن کی چوبیس گھڑیاں ہیں ان میں سے کسی جاندار پر کوئی گھڑی نہیں آتی مگر ملک الموت اس پر متوجہ ہوتا ہے اگر تو اسکی (روح) کے قبض کرنے کا حکم ملتا ہے تو قبض کر لیتا ہے ورنہ چھوڑ دیتا ہے۔

ملک الموت بندوں کو ستر بار دیکھتا ہے

امام ابن النجار رضی اللہ عنہ اپنی تاریخ میں نقل فرماتے ہیں:

عن أنس مرفوعا: إن ملك الموت لينظر في وجود العباد كل يوم سبعين نظرة. فإذا ضحك العبد الذي بعث إليه يقول: يا عجبا بعثت إليه لأقبض روحه وهو يضحك

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ملک الموت انسانوں کے چہروں پر روزانہ ستر دفعہ دیکھتا ہے۔ جب وہ آدمی ہنستا ہے جس کی طرف ملک الموت بھیجا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے تعجب ہے میں تو اس کی طرف اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اسکی روح قبض کروں اور وہ ہنسنے میں لگا ہے۔

راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ

انس بن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید محدث مفتی ابوحمزہ انصاری، خزاعی، مدنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم۔[1]

خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو اس وقت میں دس سال کا تھا۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو اس وقت میری عمر 8 برس تھی تو میری ماں (ام سلیم رضی اللہ عنہ) مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں اور عرض کی: یارسول اللہ! انصار کے مردوں اور عورتوں نے آپ کو تحائف پیش کیے اور میرے پاس میرے اس بچے کے

---

[1] اسد الغابۃ ج 1 ص 177، الاستیعاب ص 90، سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 202

علاوہ کوئی چیز نہیں تھی جو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور تحفہ کے پیش کرتی میرے اس بچے کو قبول فرمالیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت۔ کیا کرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''یعنی 10 برس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اس پورے عرصے میں کبھی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مارا نہ گالی دی اور نہ اپنے چہرے میں شکم لے آئے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا مجھے میری ماں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کا چھوٹا سا خادم ہے اس۔ کے لیے دعا کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: (اللھم اکثر مالہ وولدہ وادخلہ الجنۃ) اے اللہ! انس کے مال میں اور اولاد میں برکت دیں اور اس کو جنت میں داخل کرنا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کثرت مال اور اولاد کی دعا تو پوری ہوگئی۔ کہ میرا باغ سال میں دو مرتبہ پھل لاتا ہے اور میری اولاد (وان ولدی لصلبی مأۃ وستۃ وفی روایۃ ثمانون ولدا منھم ثمانیۃ وسبعون ذکرا وابنتان) 106 اور دوسری روایت میں 78 بیٹے اور 2 بیٹیاں اور تیسری دعا کے پورا ہونے کی امید کرتا ہوں۔[2]

ایک اور روایت میں ''واطل حیاتہ'' کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی: اے اللہ! اس کی عمر بھی لمبی اور دراز فرما تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر میں برکت دی کہ 103 برس۔ میں وفات ہوئی۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے زیادہ مشابہ نماز پڑھنے والا ام سلیم کے بیٹے انس کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا''۔[4]

حضرت مثنیٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: ''کوئی ایسی رات نہیں گزری جس میں میں نے اپنے محبوب مدنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہو۔ پھر رونے لگے۔ تعجب ہے ان لوگوں پر جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کا انکار کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں تک لکھ مارا کہ یہ عقیدہ تو آیات قرآنی کا صریح کفر کرتا ہے''۔[5]

حضرت حمید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان فرمائی تو ایک آدمی نے سوال کیا کہ کیا آپ نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ

---

[1]۔ سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 204، تہذیب الکمال للمزی ج 1 ص 579

[2]۔ البدایہ ج 5 ص 109، الاستیعاب ص 91

[3]۔ سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 204، اسد الغابۃ ج 1 ص 179

[4]۔ تہذیب الکمال للمزی ج 1 ص 578

[5]۔ البدایہ ج 5 ص 109، سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 206

اللہ کی قسم! ہم توتمہیں وہ باتیں بیان کرتے ہیں جن کو ہم نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔[1]

تعداد روایات: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث بھی تھے ان کا شمار کثیر الروایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام ابن الاثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے کثیر الروایات ہونے کی طرف اشارہ اپنی کتاب اسد الغابہ میں ان الفاظ (وھو من المکثرین فی الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں کیا ہے۔[2]

اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب سیر اعلام النبلاء میں آپ کے متعلق کثیر الروایات ہونے کی تصریح ان الفاظ (الفان ومائتان وستۃ وثمانون) سے کی ہے۔ یعنی 2286 روایات حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ ان میں سے 180 احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کا اتفاق۔ ہے یعنی دونوں نے ان کو اپنی اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور 80 احادیث ان کے علاوہ امام بخاری اپنی کتاب صحیح بخاری اور 90 احادیث امام مسلم رحمہ اللہ اپنی کتاب صحیح مسلم میں لائے ہیں۔[3]

آپ رضی اللہ عنہ سے مروی چند احادیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔[4]

کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کہ بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے چلے جاتے ہیں ابھی وہ ان جانے والوں کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ۔ ہی سن رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں۔[5]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کہ تین چیزیں نبوۃ کے اخلاق میں سے ہیں۔ (1) روزہ جلدی افطار کرنا (2) سحری دیر سے کھانا (3) نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔[6]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور پھر

---

[1] ۔تہذیب الکمال للمزی ج1 ص579

[2] ۔اسد الغابۃ ج1 ص178

[3] ۔سیر اعلام النبلاء ج4 ص207

[4] ۔مسند ابی یعلی موصلی ص658 رقم 3425

[5] ۔الحدیث صحیح بخاری ج1 ص178

[6] ۔الجوہر النقی ج2 ص32

ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم قراءت کرتے ہو اور امام بھی قراءت کرتا ہے؟ پس وہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) خاموش رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تین مرتبہ پوچھا انھوں نے کہا کہ ہم قراءت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (امام کے پیچھے قراءت) نہ کیا کرو۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین رکعت وتر کے آخر میں سلام پھیرتے۔[2]

سن اور مقام وصال: خادم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ 93 برس اپنے علم کی شمع جلاتے اور تاریکیوں کو روشنی سے بدلتے رہے ان کے۔ دنیائے فانی کو خیر باد کہنے کے سن کے متعلق 3 قول ہیں۔ (ا) 91ھ (2) 92ھ (3) 93ھ آخری قول مشہور ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اس حساب سے آپ کی کل عمر 103 برس بنتی ہے۔

امام مورق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "کہ آج آدھا علم رخصت ہو گیا"۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ: آپ رضی اللہ عنہ کی نماز حضرت قطن بن مدرک الکلابی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔[4]

درس حدیث: جو آدمی ہر وقت ملک الموت کی نظر میں ہو اسے ہنسنے سے کیا کام، اسے تو ہر وقت موت کی تیاری اور آخرت کی فکر میں رہنا چاہیے۔ اور ایسے آدمی پر تعجب نہ کرنا تعجب ہے اس لئے حضرت عزرائیل علیہ السلام کا تعجب کرنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ انسان کس در موت سے غافل ہے اور دنیا میں مگن ہے۔

ملک الموت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر غلام پر نرمی کرتا ہے

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ الکبیر میں، امام ابونعیم، ابن مندہ دونوں "المعرفہ" میں حضرت جعفر بن محمد وہ اپنے والد گرامی سے کی سند سے نقل کرتے ہیں:

عن الحارث بن الخزرج قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:) ونظر إلى ملك الموت عند رأس رجل من الأنصار فقال: يا ملك الموت، ارفق بصاحبي، فإنه مؤمن فقال ملك الموت: طب نفسا، وقر عينا، فإني بكل مؤمن رفيق واعلم يا محمد أني لأقبض روح ابن آدم فإذا صرخ صارخ قمت في الدار ومعي روحه فقلت: ما هذا الصارخ؛ والله ما ظلمناه، ولا سبقنا أجله، ولا استعجلنا قدره، وما لنا في قبضه من ذنب، فإن ترضوا بما صنع الله تؤجروا، وإن تسخطوا تأثموا، وتوزروا، وإن لنا عندكم عودة، ثم عودة، بعد عودة، فالحذر الحذر، وما من أهل بيت شعر ولا مدر، بر ولا فاجر، سهل ولا جبل إلا أنا أتصفحهم في كل يوم وليلة حتى لأنا أعرف بصغيرهم

---

[1] سنن الطحاوی ج 1 ص 159

[2] کنز العمال ج 8 ص 67 رقم الحدیث 21902

[3] تہذیب الکمال للمزی ج 1 ص 582، البدایہ ج 5 ص 112

[4] اسد الغابہ ج 1 ص 129، الاستیعاب ص 91

وكبيرهم منهم بأنفسهم، والله لو أردت أن أقبض روح بعوضة ما قدرت على ذلك حتى يكون الله هو يأذن بقبضها (قال جعفر بن محمد: بلغني إنما يتصفحهم عند مواقيت الصلاة. فإذا حضر عند الموت فإن كان ممن يحافظ على الصوات دنا منه الملك وطرد عنه الشيطان ويلقنه الملك لا إله إلا الله محمد رسول الله في ذلك الحال العظيم.

حضرت حارث بن خزرج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک الموت کو ایک انصاری نوجوان کے سر کے پاس (بیٹھے ہوئے) دیکھا: اے ملک الموت! میرے صحابی پر نرمی کرنا کیونکہ مومن ہے۔ تو ملک الموت نے عرض کیا: آپ اپنے نفس کو خوش اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرلیں کیونکہ میں ہر مومن پر نرم ہوں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ جان لیں میں جب کسی انسان کی روح قبض کرتا ہوں اور کوئی رونے والا دھاڑیں مارتا ہے تو میں گھر میں رک جاتا ہوں اور میرے ساتھ مردہ کی روح (بھی) ہوتی ہے۔ تو میں کہتا ہوں اے رونے والے! یہ کیا ہے؟ اللہ کی قسم! ہم نے اس پر کوئی ظلم نہیں کیا اور نہ ہی پہلے موت دی ہے اور نہ ہی اس کے مقدر میں سبقت کی ہے۔ اس کی روح قبض کرنے میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے اگر تم اللہ کے کئے پر راضی ہو جاؤ تو اجر پاؤ اور اگر غصہ کا اظہار کرو تو گنہگار ٹھہرو اور تکلیف اٹھاؤ۔ ہم نے تمہارے پاس آنا ہے بار بار آنا ہے تم اپنی فکر کرو۔ کوئی بھی بالوں کے گھر والے اور مٹی کے گھر والے ایسے نہیں اور نہ ہی چھوٹے گنہگار اور بڑے گنہگار ایسے ہیں مگر میں تو ان سب سے رات دن ملاقات کرتا ہوں یہاں تک کہ میں انکے چھوٹے اور بڑے کو بھی انکے اپنے آپ کو زیادہ پہچانتا ہوں۔ خدا کی قسم! اگر میں کسی مچھر کی روح بھی قبض کرنیکا ارادہ کروں تو مجھے اس پر بھی قدرت نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس قبض کرنے کی مجھے اجازت فرمائیں۔ حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ملک الموت لوگوں سے نماز کے اوقات میں مصافحہ کرتا ہے پھر جب بوقت موت حاضر ہوتا ہے تو اگر وہ محافظین نماز میں سے تھا تو فرشتہ اس کے قریب ہو جاتا ہے اور شیطان کو بھگا دیتا ہے اور اس کے لئے یہ فرشتہ (ایسی) خطرناک حالت میں لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کرتا ہے۔

ملک الموت دربار ابراہیم علیہ السلام میں

امام ابن ابی الدنیا نے ''کتاب ذکر الموت'' میں نقل فرمایا:

عن عبيد بن عمير قال: بينما إبراهيم عليه السلام يوما في داره، إذ دخل عليه رجل حسن الشارة فقال: يا عبد الله من أدخلك داري؟ قال: أدخلنيها ربها قال: ربها أحق بها فمن أنت؟ قال: ملك الموت قال: لقد نعت لي منك أشياء ما أراها فيك قال: أدبر فأدبر فإذا عيون مقبلة

وعیون مدبرة، وإذا كل شعرة منه كأنها إنسان قائم، فتعوذ إبراهيم من ذلك وقال: عد إلى الصورة الأولى قال: يا إبراهيم إن الله إذا بعثني إلى من يحب لقاءه بعثني في الصورة التي رأيت أولا.

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر میں تشریف فرما تھے اچانک ایک خوبصورت آدمی آداخل ہوا تو آپ نے فرمایا: اے اللہ کے بندے! تجھے میرے گھر میں کس نے داخل کیا؟ تو اس نے عرض کیا: مجھے اس میں اس کے پروردگار نے داخل کیا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا پروردگار تو اس کا بڑا حقدار ہے پر تو کون ہے؟ اس نے عرض کیا (میں) موت کا فرشتہ ہوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تو نے مجھے اپنی بہت سی خصوصیات کا ذکر کیا ہوا ہے جو میں نے نہیں دیکھیں۔ تو اس نے عرض کیا: آپ اپنا رخ مبارک ادھر کریں تو انہوں نے اپنا رخ مبارک ادھر کیا۔ پھر تو اس کی کچھ آنکھیں آگے میں تھیں اور کچھ پیچھے میں اور اس کا ایک ایک بال گویا کہ اٹھے ہوئے انسان کی مانند تھا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس (صورت) سے پناہ مانگی اور فرمایا اپنی پہلی صورت میں لوٹ آ۔ ملک الموت علیہ السلام نے عرض کی: اے ابراہیم علیہ السلام! جب اللہ تعالیٰ مجھے ایسے آدمی کی طرف بھیجتے ہیں جن کی ملاقات ان کو پسند ہو تو مجھے اسی صورت میں بھیجتے ہیں جب آپ نے پہلے دیکھا ہے۔

حضرت ملک الموت کا مومن اور کافر کی روح قبض کرتے وقت مخصوص صورت میں آنا

امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن كعب قال: إن إبراهيم عليه السلام رأى في بيته رجلا فقال: من أنت؟ قال: أنا ملك الموت قال إبراهيم: إن كنت صادقا فأرني منك آية أعرف أنك ملك الموت قال ملك الموت: أعرض بوجهك فأعرض ثم نظر فأراه الصورة التي يقبض فيها المؤمنين، فرأى من النور والبهاء شيئا لا يعلمه إلا الله تعالى ثم قال: أعرض بوجهك، فأعرض ثم نظر فأراه الصورة التي يقبض فيها الكفار والفجار فرعب إبراهيم رعبا حتى أرعدت فرائصه، وألصق بطنه بالأرض، وكادت نفسه أن تخرج

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے گھر میں ایک آدمی کو دیکھا۔ تو فرمایا کون ہو؟ اس نے عرض کی: ملک الموت۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو اس کی نشانی دکھاؤ تا کہ میں معلوم کروں کہ تم ملک الموت ہو۔ تو ملک الموت نے فرمایا اپنا چہرہ ہٹائیں جب (اپنا چہرہ) ہٹایا۔ پھر (ملک الموت کی

طرف) نظر کی تو اور ایسی صورت دیکھی جس میں وہ اہل ایمان کی روح قبض کرتے ہیں تو آپ نے نور سے دیکھا تو اس کی طرف ایسے دیکھا کہ اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کے بعد (ملک الموت علیہ السلام نے) کہا اپنا چہرہ ہٹا یئے تو انہوں نے چہرہ ہٹایا پھر دیکھا تو ایسی صورت نظر آئی جس میں کافروں اور گنہگار کی ارواح قبض کرتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایسا رعب چھایا کہ ان کا جوڑ جوڑ کانپ اٹھا اور پیٹ زمین سے لگا قریب تھا کہ روح نکل جاتی۔

ملک الموت کا مومن اور کافر کی روحیں قبض کرتے وقت الگ الگ صورتوں میں آنا

اور آپ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن مسعود وابن عباس قالا: لما اتخذ الله تعالى إبراهيم خليلا سال ملك الموت ربه بأذن له فيبشره بذلك فأذن له فجاء إبراهيم فبشره بذلك فقال: الحمد لله ثم قال: يا ملك الموت أرني كيف تقبض أنفاس الكفار، قال: يا إبراهيم لا تطيق ذلك قال: بلى قال: فأعرض، فأعرض ثم نظر فإذا برجل أسود ينال رأسه السماء يخرج من فيه لهب النار ليس من شعرة في جسده غلا في صورة رجل، يخرج من فيه ومسامعه لهب النار فغشي على إبراهيم ثم أفقا وقد تحول ملك الموت في الصورة الأولى فقال: يا ملك الموت لو لم يلق الكافر من البلاء والحزن إلا صورتك لكفاه، فأرني كيف تقبض أنفاس المؤمنين قال: أعرض فأعرض ثم التفت فإذا هو برجل شاب أحسن الناس وجها، وأطيبهم ريحا، في ثياب بيضاء فقال: يا ملك الموت! لو لم يرى المؤمن عند موته من قرة العين والكرامة إلا صورتك هذه لكان يكفيه.

حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم دونوں سے مروی ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل (دوست) بنایا تو حضرت ملک الموت علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان نے ان کو اجازت دی جائے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بشارت دیں تو اللہ تعالیٰ نے اجازت مرحمت فرمائی تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور اس بشارت سنائی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا الحمد للہ، پھر فرمایا اے ملک الموت! مجھے دکھا تو کفار کی روحیں کس حالت میں قبض کرتا ہے تو انہوں نے عرض کیا: اے ابراہیم! آپ اس کی ہمت نہیں رکھتے۔ فرمایا نہیں۔ عرض کیا: تو پھر چہرہ ادھر کریں تو انہوں نے اپنا چہرہ ہٹا یا دیا پھر جب دیکھا تو وہ ایک سیاہ فام آدمی کی شکل میں تھے ان کا سر آسمان سے باتیں کر رہا تھا ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے، (اور) ان کے جسم کا کوئی بال نہیں تھا مگر وہ بھی ایک ایسے آدمی کی شکل میں تھا کہ اس کے منہ سے

اورکانوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے، (یہ شکل دیکھ کر) حضرت ابراہیم علیہ السلام پر غشی طاری ہوگئی جب افاقہ ہواتو ملک الموت پہلی صورت میں آچکے تھے آپ علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت! کسی بھی کافرکوکوئی مصیبت اورغم نہ پہنچے بس تیری صورت ہی نظر آجائے تو یہی کافی ہے۔ اب تو مجھے (یہ) دکھا کہ تو مومنین کی روحیں کس حالت میں قبض کرتا ہے؟ عرض کیا: اپنا چہرہ ہٹائیں توانہوں نے چہرہ ہٹایا پھر جو دیکھا تو وہ ایک نوجوان آدمی کی شکل میں تھے جو سفید لباس میں انسانوں میں خوبصورت ترین اور پاکیزہ خوشبو کا مال ہو۔ تو فرمایا: اے ملک الموت! اگرکوئی مومن اپنی موت کے وقت کوئی آنکھوں کی ٹھنڈک اور عزت نہ دیکھے بس تیری یہ صورت ہی دیکھ لےتواس کی اطاعت شعاری کے انعام میں یہی کافی ہے۔

حالت جنگ میں عزرائیل علیہ السلام کیسے روحوں کوقبض کرتے ہیں؟

امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ اورامام ابوالشیخ العظمۃ میں نقل فرماتے ہیں:

عن أشعث بن أسلم قال: سأل إبراهيم عليه السلام ملك الموت واسمه عزرائيل، وله عينان في وجهه، وعينان في قفاه فقال: يا ملك الموت؟ ما تصنع إذا كانت نفس بالمشرق ونفس بالمغرب؟ ووقع الوباء بأرض والتقى الزحفان كيف تصنع؟ قال: أدعو الأرواح بإذن الله فتكون بين أصبعي هاتين قال: ودحيت له الأرض فتركت مثل الطست يتناول منها حيث يشاء.

حضرت اشعث بن اسلم سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت علیہ السلام سے دریافت کیا جن کا نام عزرائیل علیہ السلام ہے۔ دو آنکھیں اس کے چہرہ میں ہیں اور دو گدی میں اوراس سے فرمایا: اے ملک الموت! جب ایک آدمی مشرق میں ہوتا ہے اورایک مغرب میں یا کسی زمین میں وباء پھیل جاتی ہے یا جنگ واقع ہوجاتی ہے۔ توتوکیا کرتا ہے؟ عرض کیا اللہ کے حکم سے اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان ارواح کوطلب کرلیتا ہوں۔ راوی حدیث (اشعث بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: اس کیلئے زمین کوکشادہ کرکے تھال کی مانند کردیا جاتا ہے یہ (فرشتہ موت) جہاں سے چاہتا ہے روح نکال لیتا ہے۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ ایسی طاقت وقوت عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان ارواح کوطلب کرتا ہے تو تمام ارواح اس کی دونوں انگلیوں کے درمیان آجاتی ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اس کے زمین کوکشادہ کرکے تھال کی مانند کردیا ہے۔ اس طرح یہ جہاں سے چاہے روح کوقبض کرلیتا ہے۔

نوٹ: یہ اشعث بن اسلم نہیں بلکہ اشعث بن سلیم ہیں (محشی الحبائک) لیکن کتاب العظمۃ کے محشی نے اس کوکتاب الجرح والتعدیل (۲/۲۶۸) کے حوالہ سے اشعث بن اسلم عجلی بصری ثم ربعی ذکرکرکے ابن معین سے اس کی توثیق نقل کی

ہے۔
امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن الحكم أن يعقوب عليه السلام قال: يا ملك الموت ما من نفس منفوسة إلا وأنت تقبض روحها؟ قال: نعم قال: فكيف وأنت عندي ها هنا والأنفس في أطراف الأرض؟ قال: إن الله سخر لي الدنيا فهي كالطست يوضع قدام أحدكم فيتناول أيا من أطرافها شاء، كذلك الدنيا عندي.

حضرت حکم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اے ملک الموت! کوئی بھی سانس لینے والا نفس ایسا نہیں مگر تم اس کی روح قبض کرتے ہو؟ عرض کیا ہاں (قبض کرتا ہوں) فرمایا: کس طرح جبکہ تم میرے پاس یہاں بیٹھے ہو اور روحیں زمین کے اطراف میں ہیں؟ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے تابع کر دیا ہے اور یہ میرے لئے ایک طشت (تھال) کی مانند ہے۔ جس کو تم میں سے کسی ایک کے سامنے رکھ دیا جائے اور وہ اس کے اطراف میں جہاں سے چاہے تناول کر لے۔ تو دنیا میرے لئے اسی طرح ہے۔

درس حدیث: حدیث ہٰذا سے معلوم ہوا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام جہاں بھی ہوں زمین اس کے سامنے اس طرح ہوتی ہے جس طرح ایک شخص کے سامنے ایک تھال ہو یوں عزرائیل علیہ السلام جہاں سے جس روح کو چاہتے ہیں قبض کر لیتے ہیں۔

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے الزہد میں، امام ابن جریر، امام ابن المنذر رحمہما اللہ نے، امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے العظمۃ میں اور امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے الحلیۃ میں نقل فرمایا ہے:

عن مجاهد قال: جعلت الأرض لملك الموت مثل الطست يتناول من حيث شاء وجعل له أعوان يتوفون الأنفس ثم يقبضها منهم.

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ملک الموت کیلئے زمین ایک طشت کی مانند بنا دی گئی ہے وہ جہاں سے چاہے تناول کرے (روح نکال لے اور اللہ نے) اس کے معاون مقرر کئے ہیں جو نفوس کو موت دیتے ہیں پھر یہ (ملک الموت) ان سے مردہ روحوں کو وصول کر لیتا ہے۔

ارواح قبض کرنے میں ملک الموت علیہ السلام کے معاونین ہیں

امام ابن جریر اور امام ابوالشیخ رحمہما اللہ نقل فرماتے ہیں:

عن الربيع بن أنس: أنه سئل عن ملك الموت: هل هو وحده الذي يقبض الأرواح؟ قال: هو الذي يلي أمر الأرواح، وله أعوان على ذلك، غير أن ملك الموت هو الرئيس، وكل خطوة منه من المشرق إلى المغرب.

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ ان سے ملک الموت کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا وہ اکیلے ارواح کو قبض کرنے والے ہیں؟ فرمایا یہ (ملک الموت) تو قبض ارواح کا ذمہ دار ہے اور اس کام پر اس کے معاونین (بھی) ہیں یہ اور بات ہے کہ ملک الموت ان کا سربراہ ہے اور اس کا ہر قدم مشرق سے مغرب میں پڑتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، امام ابن جریر، امام ابن المنذر، امام ابن ابی حاتم اور امام ابوالشیخ تفسیر میں نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس فی قوله تعالى: (تَوَفَّتهُ رُسُلُنا) قال: أعوان ملك الموت من الملائكة.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''توفتہ رسلنا'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں (یہ) ملک الموت علیہ السلام کے معاون ہیں فرشتوں میں سے۔

اور امام عبد بن حمید، امام ابن جریر، امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور امام ابوالشیخ تفسیر میں نقل فرماتے ہیں:

عن إبراهيم النخعي فی قوله: (توفتهُ رُسُلُنا) قال: الملائكة تقبض الأنفس، ثم يقبضها منهم ملك الموت بعد

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''توفتہ رسلنا'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ فرشتے ہیں جو ارواح قبض کرتے ہیں اس کے بعد ان میں سے ملک الموت ان روحوں کو وصول کر لیتا ہے۔

امام عبدالرزاق، امام ابن جریر اور امام ابوالشیخ رحمہم اللہ ''العظمۃ'' میں نقل فرماتے ہیں:

عن قتادة فی قوله: (تَوَفَّتهُ رُسُلُنَا) قال: إن ملك الموت له رسل فيلي بعضها الرسل ثم يدفعوها إلى ملك الموت

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''توفتہ رسلنا'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ملک الموت کے لئے کچھ فرشتے ہیں جو ارواح قبض کرنے پر مامور ہیں (یہ ارواح قبض کرنے کے بعد) ان کو ملک الموت کے سپرد کر دیتے ہیں۔

درس حدیث: گزشتہ تینوں روایتوں میں جو آیت مذکورہ کی تفسیر بیان کی گئی ہے وہ تقریباً ایک جیسی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبض ارواح کا کام ان معاونین فرشتوں کے سپرد ہے جو ارواح قبض کرنے کے بعد ان کو اپنے سربراہ ملک الموت کے سپرد کر دیتے ہیں۔

امام ابوالشیخ ''العظمۃ'' میں نقل فرماتے ہیں:

عن وهب بن منبه قال: إن الملائكة الذين يقرنون بالناس هم الذين يتوفونهم ويكتبون لهم آجالهم. فإذا توفوا النفس دفعوها إلى ملك الموت وهو كالعاقب يعني العشار الذي يؤدي إليه من تحته.

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: وہ فرشتے جو لوگوں کے ساتھ رہتے ہیں یہی ان کو موت دیتے ہیں اور ان کی زندگیاں لکھتے ہیں۔ پس جب کسی نفس پر موت واقع ہوتی ہے تو اسے ملک الموت کے سپرد کر

دیتے ہیں یہ (ملک الموت) عاقب یعنی (ارواح) وصول کرنے والا ہے جیسے عشار (سربراہ نگران) جس کو اس کے ماتحت (اپنے محصولات کی) ادائیگی کرتے ہیں۔

درس حدیث: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسانوں کے ساتھ رہنے والے فرشتے جو انسان کے اعمال لکھتے ہیں وہی انسان کی روح قبض کرتے ہیں اور بعد ازاں اسے ملک الموت کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اس حدیث اور ماقبل احادیث میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ یہی فرشتے جو انسانوں کے ساتھ رہتے ہیں ان کے اعمال لکھتے ہیں، حفاظت وغیرہ پر مامور ہیں یہی فرشتے حضرت عزرائیل علیہ السلام کے معاون بھی ہیں۔

روح قبض کرنے کیلئے فرشتے ملک الموت کے سامنے حاضر ہوتی ہیں

امام ابن ابی الدنیا، امام ابوالشیخ اور امام ابونعیم نے الحلیۃ میں نقل کیا ہے:

عن شهر بن حوشب قال: ملك الموت جالس، والدنيا بين ركبتيه، واللوح الذي فيه آجال بني آدم في يديه، وبين يديه ملائكة قيام وهو يعرض اللوح لا يطرف، فإذا أتى على أجل عبد قال: اقبضوا هذا.

حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ملک الموت بیٹھا ہوا ہے اور دنیا اس کے گھٹنوں کے درمیان ہے اور وہ لوح جس میں اولاد آدم علیہ السلام کی موت کے اوقات لکھے ہوتے ہیں اس کے ہاتھوں میں ہے اس کے سامنے (موت کے) فرشتے (حالت) قیام میں ہیں اور یہ (موت کی) لوح دیکھتا ہے اور پلک تک نہیں جھپکاتا پس جب کسی بندے کی موت (آنے) پر (مرنے والے کے پاس) پہنچتا ہے تو ان (فرشتوں کو) کہتا ہے اس کی روح کو قبض کرلو۔

درس حدیث: حدیث ہذا اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی روح قبض کرنے میں جتنے فرشتے درکار ہوتے ہیں اتنے ہی مرنے والے کے پاس جاتے ہیں باقی ملک الموت کے سامنے ہوتے ہیں جو کسی دوسرے کی روح قبض کرنے کی صورت میں ملک الموت کا حکم بجالاتے ہیں۔

ملک الموت علیہ السلام ارواح کو قبض کرنے کی قدرت

امام ابن ابی حاتم اور امام ابوالشیخ رحمہما اللہ تعالیٰ نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباس: أنه سئل عن: نفسين اتفق موتهما في طرفة عين، واحد في المشرق، وآخر بالمغرب، كيف قدر ملك الموت عليهما؟ ما قدرة ملك الموت على أهل المشارق، والمغارب، والظلمات، والهواء، والبحور، إلا كرجل بين يديه مائدة يتناول من أيها شاء.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ دو نفس جن کی موت ایک لحظہ میں آنا متفق

ہواوران میں ایک مشرق اور میں ہوتو دوسرا مغرب میں تو، ملک الموت ان دونوں کی (روح قبض کرنے پر) کیسے قدرت رکھتا ہے؟ فرمایا: اہل مشرق ومغرب اور اندھیرے وفضا اور سمندروں اور وادیوں پر ملک الموت کی قدرت نہیں مگر اس آدمی کی طرح جس کے سامنے دستر خوان رکھا ہوا اور ان میں سے جہاں سے چاہے تناول کرے۔

پوری دنیا ملک الموت کے سامنے ایک پلیٹ کی مانند ہے

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن زهير بن محمد قال: قيل يا رسول الله ملك الموت واحد والزحفان يلتقيان بين المشرق والمغرب، وما بين ذلك من السقط والهلاك فقال: إن الله عز وجل قوى ملك الموت حتى جعلها كالطست بين يدى أحدكم فهل يفوته منها شيء.

حضرت زہیر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ملک الموت تو ایک ہے اور دو لشکر مشرق اور مغرب کے درمیان جنگ لڑتے ہیں اور اس وقت میں ناقص بچے اور ہلاک ہونے والے ہیں (تو ملک الموت سب کی جان قبض کرنے کی قدرت کیسے رکھتا ہے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل نے ملک الموت کو اتنی قوت بخشی ہے کہ زمین کو ایک پلیٹ کی مانند کر دیا جیسے تم میں سے کسی ایک کے سامنے ہو۔ تو کیا اس سے کوئی چیز (دیکھنے استعمال کرنے یا تصرف کرنے سے) چوک جائیگی؟ (اسی طرح ملک الموت پوری زمین والوں پر قدرت رکھتا ہے)

نیک اور بدلوگوں کی روح قبض کرنے والے فرشتے

امام جوبیر رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس قال: وكل ملك الموت الذى يتوفى الأنفس كلها وقد سلط على ما فى الأرض، كما سلط أحدكم على ما فى راحته، ومعه ملائكة من ملائكة الرحمة، وملائكة من ملائكة العذاب، فإذا توفى نفسا طيبة دفعها إلى ملائكة الرحمة، وإذا توفى نفسا خبيثة دفعها إلى ملائكة العذاب.

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: ملک الموت جو تمام زندوں کو موت دیتا ہے وہ سب زمین والوں پر اس طرح مسلط ہے جس طرح تم میں سے ہر ایک اپنی ہتھیلی پر غالب ہوتا ہے۔ ملک الموت کے ساتھ رحمت کے فرشتوں میں سے کچھ فرشتے ہوتے ہیں یا عذاب کے فرشتوں میں سے کچھ فرشتے ہوتے ہیں۔ جب کسی پاکیزہ نفس کو وفات دیتا ہے تو اس کی طرف رحمت کے فرشتے بھیجتا ہے۔ اور جب کسی ناپاک نفس کو کی روح قبض کرتا ہے تو اس کیلئے عذاب کے فرشتے بھیجتا ہے۔

درس حدیث:۔ حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ نیک اور بدلوگوں کی ارواح کو قبض کرنے کے لئے الگ الگ فرشتے مقرر ہیں۔ نیک لوگوں کی روح قبض کرنے والے رحمت کے فرشتے ہیں جو نیک آدمی کی روح کو قبض کر کے اس کو خوشخبری دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی '' (اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ اس حال میں کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی اور میرے بندوں میں داخل ہوجا اور جنت میں داخل ہوجا) اور اسی طرح بد اور گنہگار لوگوں کی ارواح کو قبض کرنے کے لئے عذاب کے فرشتے مقرر ہیں جو اس کی روح کو سختی سے قبض کرتے ہیں اور اس کو عذاب کی وعید سناتے ہیں۔

ملک الموت کے پکارنے پر مرنے والوں کی روحیں آجاتی ہیں

امام ابن ابی الدنیا اور امام ابوالشیخ رحمہا اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں:

عن أبي المثنى الحمصي قال: إن الدنيا سهلها، وجبلها، بين فخذي ملك الموت ومعه ملائكة الرحمة، وملائكة العذاب، فيقبض الأرواح، فيعطي هؤلاء لهؤلاء، وهؤلاء لهؤلاء، يعني ملائكة الرحمة، وملائكة العذاب قيل: فإذا كانت ملحمة، وكان السيف مثل البرق؟ قال: يدعوها فتأتيه الأنفس.

حضرت ابوالمثنیٰ حمصی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: دنیا کی سخت ونرم (مخلوق) ملک الموت علیہ السلام کی رانوں کے درمیان ہے اس کے ساتھ رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے ہوتے ہیں۔ تو یہ ارواح کو قبض کر لیتا ہے اور (نیک روحین) ان (رحمت کے فرشتوں) کے حوالے کر دیتا ہے اور (بدکار خبیث روحیں) ان (عذاب کے فرشتوں) کے حوالے کر دیتا ہے۔ عرض کیا گیا: جب گھمسان کی جنگ ہوتی ہے اور تلوار بجلی کی طرح (کشت وخون کر رہی) ہوتی ہے (تو ملک الموت کس طرح ارواح قبض کرتا ہے؟) فرمایا: وہ ان کو پکارتا ہے تو (مرنے والوں کی) سب روحیں اس کے پاس آتی (رہتی) ہیں۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ ملک الموت جب بھی کسی روح کو پکارتے ہیں تو وہ روح ملک الموت کی طرف دوڑ کر آجاتی ہے۔ گویا ملک الموت کی قوت واختیار کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے سامنے فرشتوں کی ایک جماعت ہمہ وقت موجود رہتی ہے جس میں رحمت الٰہی پر مقرر فرشتے اور عذاب الٰہی دینے والے فرشتے بھی شامل ہوتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ملک الموت جب بھی کسی مرنے والے کی روح کو پکارتے ہیں تو وہ خود بخود ملک الموت کے پاس آجاتی ہے پھر ملک الموت نیک روحوں کو رحمت پر مامور فرشتوں کے حوالے کر دیتے ہیں اور بد اور خبیث روحوں کو عذاب الٰہی پر مقرر فرشتون کے حوالے کر دیتے ہیں۔

ملک الموت کے قبضِ ارواح کی ایک شکل

امام دینوری رحمۃ اللہ علیہ ''المجالسۃ'' میں نقل کرتے ہیں:

عن أبي زيد الأزدي قال: قيل لملك الموت: كيف تقبض الأرواح؟ قال: أدعوها فتجيئني.

حضرت ابوزید الازدی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ملک الموت سے پوچھا گیا آپ روحیں کس طرح قبض کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں ان کو بلاتا ہوں تو وہ میرے پاس آجاتی ہیں۔

ملک الموت عرش کے نیچے ہوتے ہیں

وأخرج ابن أبي شيبة قال: أتى ملك الموت سليمان بن داود، وكان له صديقا، فقال له سليمان: مالك تأتي أهل البيت فتقبضهم جميعا وتدع أهل البيت إلى جنبهم لا تقبض منهم أحداً؟ قال: لا أعلم بما أقبض منها إنما أكون تحت العرش، فتلقى إلى صكاك فيها أسماء.

ابن ابی شیبہ نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: حضرت ملک الموت علیہ السلام حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور یہ ان کے دوست بھی تھے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں فرمایا تمہیں کیا ہے کہ تم ایک گھرانہ پر آتے ہو اوران تمام کی روحیں نکال لیتے ہو جبکہ ان کے پہلو میں گھر والوں کو چھوڑ دیتے ہو ان میں سے کسی کی روح قبض نہیں کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا: مجھے کوئی علم نہیں ان میں سے میں جن کی روحوں کو قبض کرتا ہوں ۔میں تو عرش کے نیچے ہوتا ہوں بس مجھے ایک پروانہ عطا کیا جاتا ہے جس میں (مرنے والوں کے) نام ہوتے ہیں۔

حضرت ملک الموت کو موت کا پروانہ عطا کیا جاتا ہے

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

عن خيثمة قال: قال سليمان بن داوود لملك الموت: إذا أردت أن تقبض روحي فأعلمني بذلك قال: ما أنا أعلم بذلك منك، إنما هي كتب تلقى إلىّ فيها تسمية من يموت

حضرت خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ملک الموت علیہ السلام سے فرمایا جب تو میری روح قبض کرنے کا ارادہ کریگا تو مجھے اس کی پہچان تو کرا دینا۔ انہوں نے عرض کی: اس کے متعلق آپ سے زیادہ علم نہیں رکھتا یہ تو پروانے ہیں جو میری طرف بھیجے جاتے ہیں جن میں مرنے والوں کے نام لکھے ہوتے ہیں۔

درس حدیث: درج بالا دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت کو مرنے والوں کی فہرستیں عطا کی جاتی ہیں ان فہرستوں میں مرنے والوں کی تفصیل ہوتی ہے کہ کس کس کو کہاں کہاں موت آنی ہے۔ ملک الموت ان فہرستوں کے

مطابق لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں۔ نیز انبیاء کرام علیہم السلام کی ملائکہ سے دوستی بھی ہوتی ہے جیسا کہ ملک الموت علیہ السلام حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے دوست تھے۔

ملک الموت کو کسی موت کی خبر نہیں ہوتی

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ''الزہد'' میں اور امام ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن معمر قال: بلغنا أن ملك الموت لا يعلم متى يحضر أجل الإنسان حتى يؤمر بقبضها.

حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کو اس کا علم نہیں ہوتا کہ فلاں انسان کی موت کا وقت کب آئے گا یہاں تک کہ اسے اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیا جائے۔

امام ابن ابی الدنیا نقل فرماتے ہیں:

عن معمر قال: بلغنا أنه يقال لملك الموت اقبض فلانا في وقت كذا في يوم كذا.

حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ملک الموت کو کہا جاتا ہے کہ فلاں کی روح فلاں وقت میں فلاں دن قبض کر۔

جانداروں کو ان کی نیند کے وقت موت دی جاتی ہے

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن عكرمة في قوله تعالى: "وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ" (الأنعام: ٦٠) (قال: يتوفى الأنفس عند منامها، ما من ليلة إلا والله يقبض الأرواح كلها، فيسأل كل نفس عما عمل صاحبها من النهار، ثم يدعو ملك الموت فيقول: اقبض هذا، اقبض هذا.

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ'' (وہ ذات جو تمہیں رات کو موت دیتی ہے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کہ جانداروں کو ان کی نیند کے وقت موت دے دی جاتی ہے۔ کوئی رات بھی ایسی نہیں مگر اللہ تعالیٰ اس میں سب روحوں کو موت دے دیتے ہیں (حالت نیندمی) پھر ہر نفس سے اس کے مالک سے دن کے متعلق (یعنی بیداری کے اعمال کا) سوال فرماتا ہے۔ پھر ملک الموت علیہ السلام کو بلاتے اور فرماتے ہیں اس (کی روح) کو قبض کر لے، اس (کی روح) کو قبض کر لے۔

پندرہ شعبان کی رات ملک الموت کو صحیفہ عطا کیا جاتا ہے

امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن عطاء بن يسار قال: إذا كانت ليلة النصف من شعبان، دفع إلى ملك الموت صحيفة فيقال: اقبض من في هذه الصحيفة، فإن العبد ليفرش الفراش، وينكح الأزواج ويبني البنيان، وإن

إسمه قد نسخ في الموتى.

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب ماہ شعبان کی درمیانی رات ہوتی ہے۔ تو ملک الموت کی طرف ایک صحیفہ بھیجا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ اس صحیفہ میں جو (لوگ درج) ہیں ان کو موت دے دے۔ لیکن آدمی رات کے سامان تیار کرتا ہے، بیویوں سے نکاح کرتا ہے۔ محل ومکان تیار کرتا ہے جبکہ اس کا نام مردوں میں لکھا جاچکا ہوتا ہے۔

ملک الموت کو ایک شب قدر سے دوسری شب قدر تک مرنے والوں کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

عن عمر مولى غفرة قال: ينسخ لملك الموت من يموت ليلة القدر إلى مثلها فتجد الرجل ينكح النساء ويغرس الغرس وإسمه في الأموات

حضرت غفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: جن لوگوں نے مرنا ہوتا ہے ان کے نام ملک الموت ایک شب قدر سے دوسری شب قدر تک کے لکھ کر دیئے جاتے ہیں (اس پروانہ موت کے ملتے وقت ملک الموت) اس آدمی کو عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے اور پودے لگانے میں (مصروف) پاتا ہے جبکہ اس کا نام مردوں میں (لکھا جاچکا) ہوتا ہے۔

امام دینوری رحمۃ اللہ علیہ ''المجالسۃ'' میں نقل کرتے ہیں:

عن راشد بن سعيد: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:) في ليلة النصف من شعبان يوحي الله إلى ملك الموت بقبض كل نفس يريد قبضها في تلك السنة

حضرت راشد بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نصف شعبان کی رات میں اللہ تعالیٰ ملک الموت کی طرف ہر اس نفس کی موت کی وحی فرماتے ہیں جن کے قبض کرنے کا اس سال میں ارادہ فرماتے ہیں۔

امام خطیب اور ابن النجار رحمہما اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں:

عن عائشة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم شعبان كله حتى يصله برمضان، ولم يكن يصوم شهرا تاما إلا شعبان فقلت: يا رسول الله إن شعبان لمن أحب الشهور إليك أن تصومه قال: نعم يا عائشة، إنه يكتب فيه لملك الموت من يقبض، فأحب أن لا ينسخ اسمي إلا وأنا صائم.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے شعبان میں روزے رکھا کرتے تھے یہاں تک کہ انہیں رمضان المبارک سے جاملاتے تھے کسی بھی پورے مہینے کے روزے نہیں رکھا کرتے تھے

سوائے شعبان کے۔ تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! شعبان آپ ﷺ کے نزدیک روزہ رکھنے میں زیادہ پسندیدہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! کیونکہ اس میں ملک الموت کے لئے ان لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں جن پر موت نے وارد ہونا ہوتا ہے تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرا نام نہ لکھا جائے مگر اس حالت میں کہ میں روزہ دار ہوں۔

درس حدیث: مذکورہ بالا احادیث سے بعض احادیث میں وارد ہے کہ شعبان المعظم کی پندرہ تاریخ کو اگلے سال مرنے والوں کے ناموں کی لسٹ حضرت ملک الموت علیہ السلام کے حوالے کردی جاتی ہے اور بعض روایات میں ہے کہ شب قدر کو ایک شب قدر سے اگلی شب قدر تک جتنے مرنے والے لوگ ہوتے ہیں ان کے ناموں کی فہرست دے دی جاتی ہے۔ بظاہر ان دونوں احادیث میں تعارض ہے مگر ان میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ ہر دو راتوں میں ان راتوں کی اہمیت کے پیش نظر مرنے والوں کی فہرست ملک الموت کے حوالے کردی جاتی ہو۔ نیز یہ بھی ہوسکتا ہے پندرہ شعبان کی رات کو مرنے والوں کی فہرست لوح محفوظ پر ظاہر کی جاتی ہو اور شب قدر کو وہ فہرست حضرت عزرائیل علیہ السلام کے حوالے کردی جاتی ہو۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ شب قدر اور پندرہ شعبان کی رات ایک ہی رات ہو۔

شب قدر یا شب برأت میں عبادت کا اہتمام کرنا حدیث بالا کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے کیونکہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عرض کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس رات مرنے والوں کی فہرست ملک الموت کے حوالے کی جاتی ہے اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا نام اس حال میں لکھا جائے کہ میں حالت روزہ میں ہوں۔ یوں ان راتوں اور دنوں میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اس سوچ کے تحت کرنا کہ جب اللہ تعالیٰ انسان کی تقدیر کے متعلق احکامات صادر فرمائے تو بندہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کررہا ہو۔

ملک الموت علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھپڑ مارنا

امام احمد، امام بزار اور امام حاکم رحمہم اللہ تعالیٰ نے حدیث ہذا کو نقل فرمایا اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن ملك الموت كان يأتي الناس عيانا، فأتى موسى فلطمه ففقأ عينه فأتى ربه فقال: يا رب عبدك موسى فقأ عيني ولولا كرامته عليك لشققت عليه قال له: اذهب إلى عبدي فقل له فليضع يده على جلد ثور فله بكل شعرة وارت يده سنة فأتاه فقال: ما بعد هذا قال الموت قال: فالآن، فشمه شمة فقبض روحه ورد الله عليه عينه فكان بعد يأتي الناس في خفية

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ روایت فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت ملک الموت علیہ السلام لوگوں کے سامنے ظاہراً آجاتے تھے (اسی طرح) وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی آگئے۔ تو حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تھپڑ مار دیا جس سے ان کی آنکھ پھوٹ گئی تو وہ اپنے رب کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: اے میرے رب! آپ کے بندے حضرت موسیٰ نے میری آنکھ پھوڑ دی۔ اگر وہ آپ کے نزدیک صاحب اکرام نہ ہوتے تو میں بھی بدلہ چکا دیتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے حکم فرمایا تو میرے بندے کے پاس جا اور اسے کہہ کہ وہ ہاتھ ایک بیل کے چمڑے پر رکھدے جتنے بالوں کو اس کا ہاتھ چھپالے گا اتنے سال اس کو موت نہیں آئے گی تو وہ آیا (عرض کریا) تو انہوں نے فرمایا: اس کے بعد کیا ہوگا؟ عرض کی: موت ہوگی۔ فرمایا: پھر تو ابھی قبض کرلو۔ تو اس نے ایک دم ان کو سونگھا اور ان کی روح قبض کر لی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ بھی درست کر دی بس اس کے بعد سے وہ لوگوں کے پاس چھپ کر آتا ہے۔

درس حدیث: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی صحیحین میں روایت کی ہے مگر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت میں چند باتوں کا اضافہ ہے نقل فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو اس لئے تھپڑ مارا تھا کہ وہ انسان کی شکل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ یہ انسان نہیں فرشتہ ہے لیکن انہوں نے فرشتہ سمجھتے ہوئے تھپڑ مارا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بلا اجازت آپ کے پاس انسانی روپ میں آئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو گھر میں داخل ہونے کے آداب سکھائے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمان کے گھر میں بلا اجازت جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑنے کو مباح فرمایا ہے تو اس صورت میں ملک الموت کی آنکھ پھوڑنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ اور اگر شریعت موسوی میں یہ حکم نہ ہو تو بھی اللہ تعالیٰ نے ملک الموت علیہ السلام کا قصاص اس لئے نہ لیا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ملک الموت نے ان سے اپنا حق قصاص (بدلہ) طلب نہیں کیا تھا اس لئے قصاص نہیں لیا گیا یا یہ کہ جو آنکھ پھوٹی تھی وہ صورت انسانی کی آنکھ تھی جس میں ملک الموت تشریف لائے تھے اس میں صورت ملکی کو کوئی گزند نہیں پہنچا تھا جس پر قصاص واجب ہوتا یا یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر اور اہل خانہ سے مدافعت کے طور پر مارا تھا اور کسی کے گھر میں داخل ہونے آداب سکھلانے کے طور پر مارا تھا نیز ملک الموت نے اپنا دفاع بھی نہیں کیا تھا۔

رہا حضرت ملک الموت علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اجازت نہ مانگنا تو یہ بطور امتحان بھی ہوسکتا تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو تھپڑ مارنا بطور تادیب ہوسکتا ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی جلیل القدر انبیاء ورسل تشریف لانے والے تھے۔ جن میں ہمارے آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ یہاں تو حضرت ملک الموت علیہ السلام کی آنکھ بظاہر ضائع ہوئی تھی جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے درست ہوگئی۔ مگر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بے ادبی ایمان کو ضائع کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ مارنے پر کوئی ناراضگی نہیں فرمائی بلکہ ملک الموت کو حکم دیا کہ بیل لے جائیں اور جتنے بال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کے نیچے آجائے اتنے سال ان کی زندگی بڑھا دی جائے۔ یہ بھی حضرت ملک الموت علیہ السلام کو تادیب سکھلانا مقصود ہوسکتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی خدمت

میں آداب بجالانا ضروری ہیں۔

حضرت ملک الموت علیہ السلام جب بھی کسی کی روح قبض کرنے کے لئے جاتے ہیں تو وہ اوران کے ماتحت ملائکہ جاتے ہیں اور کبھی انہوں نے مرنے والے سے اس کی رائے طلب نہیں کی جب کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جب حضرت ملک الموت علیہ السلام نے جانا تھا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی اور اس کے ساتھ حضرت جبرائیلؑ بھی تھے تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ملک الموت نے آپ کے علاوہ کسی سے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب نہیں کی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے ملک الموت علیہ السلام سے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام! کے پاس جاؤ تو انہیں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام! سے اجازت طلب کرنے کی حاجت نہ رہی تھی۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اجازت کا طلب گار رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک الموت علیہ السلام کو آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رائے طلب کی کہ اگر آپ اپنے خالق حقیقی سے ملاقات کے خواہشمند ہیں تو ملک الموت کو اجازت مرحمت فرمائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کو قبض کرلے اگر آپ مزید رہنا چاہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے مطابق ہوگا اور ملک الموت واپس چلے جاتے ہیں اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خالق حقیقی سے ملنے کو ترجیح دی اور ملک الموت علیہ السلام کو اجازت مرحمت فرمادی۔

بیماریوں کو نازل کرنے اور موت کو خفیہ رکھنے کی وجوہات

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن الأعمش قال: كان ملك الموت يظهر للناس فيأتي الرجل فيقول: اقض حاجتك فإني أريد أن أقبض روحك. فشكى فأنزل الله الداء وجعل الموت خفي

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: ملک الموت لوگوں کے سامنے آجاتے تھے تو وہ ایک بار ایک آدمی کے پاس آئے اور فرمایا اپنی ضرورت پوری کرلے میں تیری روح قبض کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں تو اس نے بددعا دی تب سے اللہ تعالیٰ نے بیماری نازل فرمائی اور موت کو خفیہ رکھا گیا۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ ابتداء میں حضرت ملک الموت انسانی شکل میں آتے اور جس کی روح قبض کرنا مقصود ہوتی اس کو مہلت دیتے کہ وہ اپنی ضرورت کو پورا کرلے، بعدازاں ایک آدمی نے ملک الموت کو بددعا دی جس پر اللہ تعالیٰ نے بیماری کو نازل فرمایا اور موت کو خفیہ کردیا اب بیماری بہانہ بن جاتی ہے اور کوئی ملک الموت علیہ السلام کو برانہیں کہتا ہے سب یہی کہتے ہیں کہ فلاں بیماری کی وجہ سے فلاں کو موت آئی۔

امام مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجنائز میں اور امام ابی الدنیا اور امام ابوالشیخ رحمہما اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا:

عن أبي الشعثاء جابر بن زيد: أن ملك الموت كان يقبض الأرواح بغير وجع، فسبه الناس،

ولعنوه، فشكى إلى ربه فوضع الله الأوجاع، ونسي ملك الموت يقال: مات فلان بكذا، و كذا.
حضرت ابوالشعثاء جابر بن یزید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ملک الموت علیہ السلام بغیر تکلیف کے ارواح کو قبض کرتے تھے تو لوگوں نے انہیں لعنت ملامت شروع کر دی تو انہوں نے رب تعالیٰ کے سامنے شکایت فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے بیماریاں مقرر کر دیں اور لوگ ملک الموت علیہ السلام کو بھول گئے (اور یہ) کہا جانے لگا کہ فلاں فلاں (مرض) سے وفات پا گیا۔

درس حدیث: مذکورہ حدیث سے پہلی حدیث میں وارد ہے کہ ایک آدمی کی بددعا پر اللہ تعالیٰ نے موت کو مخفی کر دیا اور بیماریوں کو نازل فرما دیا جب کہ اس حدیث پاک میں ہے کہ حضرت ملک الموت علیہ السلام پر لوگ لعنت کرنے لگے جس پر ملک الموت علیہ السلام نے شکایت کی جس کی بنا پر بیماریوں کو نازم فرما کر موت کو مخفی کر دیا گیا۔ ان ہر دو احادیث میں تطبیق یوں ہوگی کہ پہلے حضرت ملک الموت بغیر تکلیف کے روح قبض کرتے تھے تو لوگوں نے حضرت ملک الموت علیہ السلام کو موردالزام ٹھہرانا شروع کر دیا اور آپ کو برا کہا جانے لگے اور ایک آدمی نے ملک الموت کو بددعا دی جس پر ملک الموت نے رب کریم کی بارگاہ میں شکایت کی اور اس شکایت اور بددعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیماریوں کو نازل فرمایا اور موت کو مخفی کر دیا۔
نیز ہر دو راویوں نے جس قدر حصہ ان کو یاد تھا روایت کر دیا ہو۔ مگر جب دونوں روایتوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو ایک ہی واقعہ بنے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے ہر دو واقعات جدا جدا ہوں اور دونوں واقعات کو سبب بنا پر اللہ تعالیٰ نے موت کو مخفی رکھا ہو اور بیماریوں کو نازل فرمایا ہو۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

حضرت ادریس علیہ السلام کی موت فرشتے کے پروں پر ہوئی

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباس: أن ملكا استأذن ربه أن يهبط إلى إدريس فأتاه فسلم عليه فقال له إدريس: هل بينك وبين ملك الموت شيء؟ قال: ذلك أخي من الملائكة، قال: هل تستطيع أن تنفعني عنده بشيء؟ قال: أما أن يؤخر شيئا أو يقدم فلا، ولكن سأكلمه لك فيرفق بك عند الموت قال: اركب بين جناحي فركب إدريس فصعد إلى السماء العليا، فلقي ملك الموت إدريس بين جناحيه فقال له الملك: إن لي إليك حاجة قال: قد علمت حاجتك، تكلمني في إدريس وقد محي اسمه ولم يبق من أجله إلا نصف طرفة عين فمات إدريس بين جناحي الملك.
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک فرشتہ نے اپنے ربّ سے اجازت مانگی کہ اسے حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس اتار دے۔ تو وہ ان کے پاس آیا اور ان سے سلام کیا تو حضرت ادریس علیہ السلام نے اسے فرمایا: تیرے اور ملک الموت کے درمیان کوئی تعلق ہے؟ اس نے عرض کیا: وہ فرشتوں میں میرا بھائی ہے فرمایا کیا تو اس کی قوت

رکھتا ہے کہ اس کے پاس سے کسی چیز کا فائدہ پہنچائے۔اس نے عرض کیا: اگر یہ مراد ہو کہ وہ کسی شئے (موت) کو مقدم یا مؤخر کر دے۔ تو ایسی بات تو نہیں۔ لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ آپ کے ساتھ موت کے وقت نرمی اختیار کرے۔ (اس فرشتے نے) کہا آپ میرے پروں کے درمیان سوار ہو جایئے۔ تو حضرت ادریس علیہ السلام سوار ہو گئے تو وہ سب سے اوپر والے آسمان تک پرواز کر گیا جب وہ ملک الموت سے ملا تو حضرت ادریس علیہ السلام اس کے پروں میں (سوار) تھے تو ان سے ملک الموت علیہ السلام نے کہا۔ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔ (ملک الموت نے) فرمایا میں تیری ضرورت کو جانتا ہوں تم میرے ساتھ حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق گفتگو کرو گے۔ ان کا نام مٹ چکا ہے اور زندگی ختم ہو چکی ہے۔ بس آدھی پلک جھپکنے کے بقدر باقی ہے تو حضرت ادریس علیہ السلام فرشتہ کے پروں کے درمیان وفات پا گئے۔

درس حدیث: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کسی کی موت کو موخر یا مقدم کرنا حضرت ملک الموت علیہ السلام کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔ نیز کسی کی موت مقدم یا موخر نہیں ہو سکتی۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اختیار دیا گیا کہ بیل پر ہاتھ رکھیں جس قدر بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں اتنے سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا کہ اس کے بعد کیا ہوگا تو جواب میں حضرت ملک الموت علیہ السلام کا کہنا کہ اس کے بعد موت ہوگی تو انہوں نے کہا پھر ابھی کیوں نہیں تو یوں حضرت ملک الموت علیہ السلام نے ان کی روح قبض کر لی۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رب کریم کے علم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موت کا مقرر وقت وہی ہو جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موت آئی اور حضرت ملک الموت علیہ السلام کا آپ کی خدمت میں بغیر اجازت حاضر ہونا اور آپ کا تھپڑ مارنا اور حضرت ملک الموت علیہ السلام کا رب کریم کی بارگاہ میں شکایت کے جانا یہ سب اسباب موت ہو سکتے ہیں۔ مگر قرینہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ اعزاز ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کہ آپ کو اختیار دیا گیا کہ بیل پر ہاتھ رکھیں جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آ جائیں اتنے سال عمر بڑھا دی جائے گی۔ اسی طرح نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبریل امین علیہ السلام نے اختیار دیا کہ چاہے تو اپنے رفیق اعلیٰ سے ملاقات کے لئے تشریف لائیں چاہیں تو دنیا میں رہیں۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رفیق اعلیٰ سے ملاقات کو پسند فرمایا۔

اس کے متعلق مشہور حدیث پاک بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ چاہے تو وہ رفیق اعلیٰ سے ملے چاہے تو دنیا میں رہے جس میں اس بندے نے اپنے رفیق اعلیٰ سے ملاقات کو پسند فرمایا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعجب کا اظہار کیا مگر کچھ عرصہ بعد جب محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رونے کا سبب معلوم ہوا۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعزاز ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دیا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روح ان کی مرضی پر قبض کی گئی

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن محمد بن المنكدر: أن ملك الموت قال لإبراهيم عليه السلام: إن ربك أمرني أن أقبض نفسك بأيسر ما قبضت نفس مؤمن قال: فإني أسألك بحق الذي أرسلك أن تراجعه في. فقال: إن خليلك سال أن اراجعك فيه فقال: ائته وقل له: إن ربك يقول: إن الخليل يحب لقاء خليله فأتاه فقال: امض لما أمرت به قال: يا إبراهيم هل شربت شرابا قط؟ قال: لا. فاستنكهه فقبض نفسه على ذلك

حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ملک الموت علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا: آپ کے رب نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ آپ کی روح کو سب سے آسان حالت میں قبض کروں جس حالت میں میں نے کسی مؤمن کی روح کو قبض کیا ہو۔ فرمایا: میں تجھ سے اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تمہیں بھیجا ہے تم اس کے پاس میری وجہ سے واپس لوٹ جاؤ۔ (وہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا اور) عرض کیا: آپ کا دوست سوال کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے آپ کے پاس لوٹ آؤں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے پاس جا اور کہو تیرا رب فرماتا ہے کہ دوست اپنے دوست سے ملاقات کو پسند کرتا ہے تو وہ ان کے پاس آیا (اور یہ بات بتلائی) تو انہوں نے فرمایا: جس کا تمہیں حکم ہے وہ کیجئے۔ اس نے عرض کیا: آپ نے کبھی شراب پی ہے۔ فرمایا نہیں تو انہوں نے ان کے منہ کی خوشبو سونگھی اور اسی حالت میں ان کی روح قبض کر لی۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی ارواح کو قبض کرنے کے معاملہ میں ملک الموت کو نرمی کا حکم دیتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں سے ملک الموت علیہ السلام نہ صرف نرمی کرتے ہیں بلکہ ان کی طرف سے کی جانے والی باتوں کو مانتے بھی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور صالح بندوں کی باتوں کو ماننے پر ملک الموت علیہ السلام کو کوئی پوچھ گچھ نہیں فرماتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے صالحین سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی موت

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن أبي هريرة: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:) كان داود عليه السلام فيه غيرة شديدة. فكان إذا خرج أغلقت الأبواب فلم يدخل على أهله أحد حتى يرجع. فخرج ذات يوم ورجع فإذا في الدار رجل قائم فقال له: من أنت؟ قال: أنا الذي لا أهاب الملوك. ولا يمنع مني الحجاب. قال

دواود: أنت إذا والله ملك الموت، مرحبا بأمر الله، فزمل داود مكانه فقبضت نفسه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام میں بہت زیادہ غیرت تھی یہ جب گھر سے باہر نکلتے تو دروازے بند کردیئے جاتے تھے پھر کوئی بھی ان کے واپس آنے تک گھر میں داخل نہ ہوسکتا تھا۔ پس وہ ایک دن گئے اور واپس آئے تو ایک آدمی کو گھر میں کھڑا پایا تو اسے فرمایا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا: میں وہ ہوں کہ بادشاہوں سے بھی نہیں ڈرتا اور مجھے پردے بھی نہیں روک سکتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: پھر تو اللہ کی قسم! تم ملک الموت ہو۔ اللہ کے حکم کے ساتھ خوش آمدید ہو پھر حضرت داؤد علیہ السلام کمرے میں چلے گئے اور ان کی رح قبض کرلی گئی۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت کی طاقت وقوت یہ ہے کہ نہ اس کو بادشاہوں کا ڈروخوف ہے اور نہ اس کو پردے روک سکتے ہیں۔ نہ وہ کسی سے آنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ سوائے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ملک الموت کو پہچان لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندوں کو ملک الموت کی آمد کا انتظار ہوتا ہے اور وہ موت سے گھبراتے نہیں بلکہ ملک الموت کے آنے کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کو یقین ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اور جنت کی ابدی نعمتوں کے حصول کا۔

ڈوب کر مرنا شہادت ہے

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

عن أبي أمامة: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:) إن الله عز وجل وكل ملك الموت بقبض الأرواح إلا شهداء البحر فإنه يتولى قبض أرواحهم

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ عزوجل نے ملک الموت علیہ السلام کو سب ارواح کے قبض کرنے پر مقرر فرمایا ہے سوائے سمندر میں شہید ہونے والوں کے کہ ان کی ارواح اللہ تعالیٰ خود قبض کرتا ہے۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ ملک الموت کو تمام ذی روح کی ارواح کو قبض کرنے پر مقرر کیا گیا ہے، مگر وہ خوش نصیب جو سمندر مین ڈوب کر شہید ہوتے ہیں ان کی ارواح اللہ تعالیٰ خود قبض فرماتا ہے۔ ڈوب کر مرنا شہادت کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔

ملک الموت صرف انسانوں کی ارواح کو قبض کرنے پر مامور ہے

اور امام ابن جویبر رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس قال: وكل ملك الموت بقبض أرواح الآدميين فهو الذى يلى قبض أرواحهم،

وملك في الجن، وملك في الشياطين، وملك في الطير، والوحش، والسباع، والحيتان، والنمل، فهم أربعة أملاك. والملائكة يموتون في الصعقة الأولى، وإن ملك الموت يلي قبض أرواحهم، ثم يموت. فأما الشهداء في البحر: فإن الله يلي قبض أرواحهم لا يوكل ذلك إلى ملك الموت لكرامتهم عليه، حيث ركبوا لجج البحر في سبيله.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں: ملک الموت علیہ السلام کے سپرد انسانوں کی ارواح قبض کرنا کیا گیا ہے۔ یہی ان کی ارواح کو قبض کرتا ہے۔ جنات اور شیطانین، پرندوں، درندوں، مچھلیوں اور چیونٹیوں کے لئے اور فرشتے مقرر ہیں، شیاطین کے لئے اور یہ چار فرشتے ہیں۔ سب فرشتے پہلی چیخ (صور پھونکنے) کے وقت فوت ہو جائیں گے۔ ان کی ارواح قبض کرنے والا بھی ملک الموت علیہ السلام ہے پھر یہ بھی وفات پائے گا۔ لیکن سمندر میں شہید ہونے والوں کی ارواح کو قبض کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے اسے ان کے اکرام کی وجہ سے ملک الموت علیہ السلام کے سپرد نہیں کیا کیونکہ یہ اللہ کے راستہ میں حج کے لئے سمندر میں سوار ہوئے تھے۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ ملک الموت صرف انسانوں کی ارواح کو قبض کرنے پر مامور ہے جب کہ شیاطین، پرندوں، درندوں، مچھلیوں اور چیونٹیوں کی ارواح کو قبض کرنے پر چار فرشتے مقرر ہیں۔ سمندر میں سفرِ حج کے دوران شہید ہونے والوں کی عزت واکرام کے سبب اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو خود قبض فرمائے گا۔

ملک الموت کی موت

امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن محمد بن كعب القرظي قال: بلغني أن آخر من يموت ملك الموت يقال له: يا ملك الموت مت، فيصرخ عند ذلك صرخة لو سمعها أهل السموات والأرض لماتوا فزعا ثم يموت

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ سب سے آخر میں ملک الموت علیہ السلام پر موت آئے گی اسے کہا جائے گا۔ اے ملک الموت! مرجا۔ تو اس حکم کے بعد وہ ایک ایسی چیخ مارے گا کہ اگر اسے سب آسمانوں اور زمین والے سن لیں تو گھبراہٹ سے مرجائیں اس کے بعد اس پر موت واقع ہو جائے گی۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ جب ساری مخلوق پر موت واقع ہوگی جن میں سے اکثر کی ارواح کو ملک الموت اور اس کے ساتھ معاون فرشتے قبض کریں گے اور بعض کی ارواح کو اللہ تعالیٰ قبض فرمائے گا تو آخر میں ملک الموت کی موت واقع ہوگی اور ملک الموت کو کہا جائے گا کہ مرجا تو وہ مرجائے گا۔ ملک الموت کی موت کے وقت وہ ایک زوردار چیخ مارے گا اس کی چیخ اس قدر زوردار ہوگی کہ اگر زمین وآسمان والے اس چیخ کو سن لیتے وہ چیخ کے خوف سے مرجاتے۔

سب سے زیادہ موت کی سختی ملک الموت پر ہوگی

امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن زیاد النمیری قال: قرأت فی بعض الکتب أن الموت أشد علی ملك الموت منه علی جمیع الخلق.

حضرت زیاد نمیری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ باقی مخلوقات سے زیادہ ملک الموت پر موت سخت ہے۔

جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کی موت میں ملک الموت کا کوئی دخل نہیں ہوتا

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ ''الضعفاء'' میں اور امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ ''العظمۃ'' میں اور امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن أنس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: آجال البهائم، وخشاش الأرض کلها فی التسبیح، فإذا انقضی تسبیحها قبض الله أرواحها ولیس إلی ملك الموت من ذلك شیء

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانوروں اور زمین کے کیڑوں مکوڑوں سب کی عمر تسبیح میں ہوتی ہے جب بھی کسی کی تسبیح پوری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے ملک الموت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ انسانوں اور جنات کے علاوہ جانوروں اور زمین پر رینگنے والے کیڑوں اور مکوڑوں کی عمر کا اعتبار ان کی تسبیح ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں۔ جب ان کے ذمہ لگائی جانے والی تسبیح مکمل ہوتی ہے تو ان پر موت واقع ہوجاتی ہے۔ نیز جانوروں اور زمین پر رینگنے والے کیڑوں اور مکوڑوں کی ارواح کو قبض کرنے میں ملک الموت کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ جیسے ہی ان تسبیحات کی میعاد مکمل ہوتی ہے ان پر موت واقع ہوجاتی ہے۔

مچھروں کی روح بھی ملک الموت قبض کرتا ہے

امام خطیب نے امام مالک کے روایت میں نقل کیا ہے:

عن سلیمان بن معمر الکلابیب قال: حضرت مالك بن أنس وسأله رجل عن البراغیث: أملك الموت یقبض أرواحها؟ فأطرق طویلا ثم قال: ألها نفس؟ قال: نعم قال: فإن ملك الموت یقبض أرواحها "اللہ یَتَوَفَّی الْأَنفُسَ حِینَ مَوْتِهَا" (الزمر ۴۲)

حضرت سلیمان بن معمر الکلابی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے مچھروں کے متعلق سوال کیا کہ ان کی ارواح بھی ملک الموت قبض کرتے

ہیں؟ تو وہ بہت دیر تک خاموش رہے پھر فرمایا کیا: وہ سانس لیتا ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا: تو ملک الموت ہی ان کی ارواح قبض کرتا ہے'' اور اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت''۔

درس حدیث: حدیث ہذا میں مچھروں کے موت کے متعلق فرمایا کہ ملک الموت ہی ان کی ارواح کو قبض کرتا ہے جب کہ گزشتہ حدیث پاک میں کیڑوں کی موت کے متعلق ذکر ہے کہ ان کی موت ان کے ذمہ لگائی گئی تسبیحات کا مکمل ہونا ہے۔ ان دونوں احادیث میں تطبیق یوں ہوگی یا مچھران کیڑے مکوڑوں میں داخل نہیں ہیں۔ اگر داخل ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا ملک الموت علیہ السلام کو ان کی ارواح کے قبض کرنے کا حکم دینا گویا کہ اللہ تعالیٰ کا ان کی ارواح کو قبض کرنا ہے۔ بہرحال پہلی صورت زیادہ مناسب ہے کہ ان کیڑے مکوڑوں میں جن کی عمر کا اختتام ان کے ذمہ لگائی جانے والی تسبیحات کا مکمل ہونا ہے مچھر داخل ہی نہیں ہیں۔ اس لئے ان کی ارواح ملک الموت قبض کرتا ہے۔

نیز ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے راوی حدیث کا سوال پر خاموش رہنا پھر ملک الموت کے روح قبض کرنے کا کہنا پھر اس کی دلیل میں آیت قرآنی پیش کرنا ہے آیت قرآنی جس میں واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ روحیں قبض کرتا ہے۔ پہلا حصہ راوی حدیث کا ذاتی خیال ہوسکتا ہے۔ اور مچھروں کی موت بھی ان کیڑے مکوڑوں کی موت کی طرح ہے جیسے ہی ان کے ذمہ لگائی جانے والی تسبیحات مکمل ہوتی ہیں ان پر موت واقع ہوجاتی ہے۔

ملک الموت علیہ السلام کا نیزہ

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے الحلیۃ میں نقل فرمایا ہے:

عن معاذ بن جبل قال: إن لملك الموت حربة تبلغ ما بين المشرق والمغرب، فإذا انقضى أجل عبد من الدنيا ضرب رأسه بتلك الحربة وقال: الآن يزادبك عسكر الموت.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: ملک الموت کے پاس ایک نیزہ ہے جو مشرق سے مغرب کو پہنچتا ہے جب دنیا میں کسی بندے کی عمر پوری ہوتی ہے تو (ملک الموت) اس کے سر پر یہ نیزہ مارتا اور کہتا ہے کہ اب موت کا لشکر تیری ملاقات کرے گا۔

راوی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

حضرت معاذ بن جبل انصاری خزرجی، کنیت ابو عبد اللہ ہے، بیعت عقبہ کرنے والے ستر انصار میں آپ بھی تھے۔

نسب نامہ: معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن علی بن اسد ابو عبد الرحمن الانصاری الخزرجی۔[1]

---

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ: ج 3 ص 1847، رقم الترجمۃ: 8040

قبول اسلام: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تعلق مدینہ منورہ سے تھا، اس لیے جب مدینہ منورہ میں اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو آپ نے اسلام قبول کرلیا۔

فضائل ومناقب اور قوتِ اجتہاد: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی جماعت عطا فرمائی جنہوں نے آپ کے اوصاف کو اپنے اندر محفوظ کیا۔ ہر صحابی میں کوئی ایک صفت نمایاں تھی۔ مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں صفتِ صداقت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں صفتِ عدالت، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں صفتِ سخاوت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں صفتِ شجاعت نمایاں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صفت علم اور فقہ بھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حلال وحرام کا سب سے زیادہ جاننے والا اقرار دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: اعلم بالحلال والحرام معاذ بن جبل۔[1]

یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میری امت میں حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور جس فن میں حلال وحرام کے احکامات بیان کئے جائیں اسے "علم فقہ" کہتے ہیں، تو گویا آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فقہ کا بڑا ماہر قرار دیا۔

عہدِ رسالت میں چند حضرات کو قرآن کریم جمع کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے۔[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو چار صحابہ سے قرآن کریم پڑھنے اور سیکھنے کا حکم دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

> استقروا القرآن من اربعة: عبدالله بن مسعود فبدا به وسالم مولیٰ ابی حذیفة وابی بن کعب ومعاذ بن جبل۔[3]
>
> چار شخصوں سے تعلیمات قرآن حاصل کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو سارے علم وعمل کے بلند مقام ومرتبہ پر فائز اور فضل وولایت کے سمندر ہیں، ان سب کے پاسِ وضع اور حفظِ مراتب کے باوجود ان چار کو قرآن کے ساتھ خاص کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآنیات کے سلسلے میں یہ حضرات ممتاز مقام ومرتبہ کے حامل ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے "معاذ امام العلماء یوم

---

[1] ۔ جامع الترمذی: ج2 ص219 باب مناقب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

[2] ۔ جامع الترمذی: ج2 ص219 باب مناقب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

[3] ۔ صحیح البخاری: ج1 ص531، 537

القیامۃ برتبۃ" معاذ کو قیامت کے دن علما کی پیشوائی حاصل ہوگی اور ایک بڑا درجہ ان کو ملے گا۔[1]

حضرت ابومسلم خولانی کا بیان ہے کہ ایک روز میں دمشق کی جامع مسجد میں آیا تو وہاں عمر رسیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرماتھے اور ان میں ایک نوجوان سُرمیلی آنکھوں والا اور چمکیلے دانتوں والا تھا، جب یہ حضرات کسی بات میں اختلاف کرتے تو یہ لوگ اس نوجوان کی طرف رجوع کرتے۔

میں نے پوچھا یہ جوان کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ معاذ بن جبل (ان کی کنیت ابوعبدالرحمن، لقب امام الفقہاء ہے) ہیں، پھر ان سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خوش نصیب افراد میں شامل فرمایا اور وہ کتابت قرآن کے شرف سے مشرف ہوئے، یہ ان پر اعتماد کامل اور علم کی پختگی کی ایک دلیل تھی، اسی طرح فتح مکہ کے بعد جب لوگ گروہ درگروہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو رہے تھے، تو ان میں مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر انتخاب انہی پر پڑی اور انہیں کو اس کام کے لیے متعین فرمایا۔

حضرت مسروق بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آیت پاک "اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ" پڑھی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ معاذ بھی ایک امت تھے، اللہ کے فرماں بردار تھے، ان کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، جانتے ہو "امت" وہ شخص ہے جو لوگوں کو خیر کی باتیں سکھاتا ہے۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا روانگی کے وقت ان سے دریافت کیا: "اے معاذ! یمن میں جاکر لوگوں کے درمیان فیصلے کیسے کروگے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر لوگوں کے فیصلے کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: اگر تجھے وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو پھر؟ عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں سے اس کا حل تلاش کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر دونوں میں نہ ملے تو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں کسی قسم کی کوتاہی کیے بغیر اپنی رائے سے اس کو حل کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک مارا اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے اپنے نبی کے قاصد سے وہ بات کہلوائی جس کو سن کر تیرا نبی خوش ہوگیا"۔[3]

وصال: 18ھ میں 36 سال کی انتہائی کم عمر میں عظیم فقیہ اس دار فانی سے دار بقا کی جانب تشریف لے گیا۔

ملک الموت علیہ السلام کی برچھی

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس مرفوعا: إن لملك الموت حربة مسمومة طرف لها بالمشرق وطرف لها بالمغرب يقطع

---

[1] ماہنامہ دار العلوم، شمارہ 5، جلد: 94، جمادی الاولی جمادی الثانی 1431 ہجری مطابق مئی 2010ء

[2] فتح الباری جلد 8، صفحہ 494

[3] سنن ابی داود ج 2 ص 149 باب اجتهاد الرای فی القضاء

بها عرق الحياة.
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ ملک الموت کے پاس ایک زہر آلود برچھی ہے جس کا ایک سرا مشرق میں ہے دوسرا مغرب میں یہ اس کے ساتھ رگ زندگی کاٹ دیتا ہے

ملک الموت علیہ السلام کا سیڑھی پر بیٹھنا

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن زهير بن محمد قال: ملك الموت جالس على معراج بين السماء والأرض وله رسول من الملائكة. فإذا كانت النفس في ثغرة النحر رأى ملك الموت على معراجه شخص بصره إليه فنظره آخر ما يموت.

حضرت زہیر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ملک الموت آسمان اور زمین کے درمیان سیڑھی پر بیٹھے ہوئے ہیں اس کا فرشتوں میں ایک قاصد ہے پس جب سانس ہنسلی کے درمیانی گڑھے (نرگٹ) میں ہوتا ہے تو ملک الموت اسے اپنی سیڑھی پر دیکھتا ہے اور اس پر اپنی نظر مرکوز کرتا ہے تو یہ نظر مرنے والے کی آخری حالت ہوتی ہے۔

بوقت موت اندھے کا ملک الموت کو دیکھنا

امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن الحكم بن أبان قال: سئل عكرمة: أيبصر الأعمى ملك الموت إذا جاء يقبض روحه؟ قال: نعم.

حضرت حکم بن ابان رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا جب ملک الموت علیہ السلام اندھے کے پاس اس کی روح قبض کرنے جاتا ہے تو کیا وہ اسے دیکھتا ہے؟ فرمایا ہاں۔

ملک الموت کا مرنے والے کو آخری پیغام

امام ابن ابی الدنیا ''الحلیۃ'' میں نقل کرتے ہیں:

عن مجاهد قال: ما من مرض يمرضه العبد إلا رسول ملك الموت عنده. حتى إذا كان آخر مرض يمرضه العبد أتاه ملك الموت فقال: أتاك رسول بعد رسول فلم تعبأ به وقد أتاك رسول يقطع أثرك من الدنيا.

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: کوئی مرض ایسی نہیں جو کسی بندے کو لاحق ہوتی ہے مگر ملک الموت کا قاصد اس کے پاس ہوتا ہے یہاں تک کہ جب آدمی حالتِ بیماری میں آخری حالت کو پہنچتا ہے تو اس کے پاس

ملک الموت علیہ السلام آتا اور کہتا ہے تیرے پاس قاصد کے بعد (ایک اور) قاصد آیا ہے تو اس سے تھکن محسوس نہ کراب تو تیرے پاس وہ قاصد آیا ہے جو تیرا تعلق دنیا سے ختم کردے گا۔

بوقت وصال ملک الموت کا اہل ایمان کو رب کریم کا سلام

امام ابوالقاسم بن مندہ ''کتاب الاہوال والایمان بالسوال'' میں نقل فرماتے ہیں:

عن ابن مسعود قال: إذا جاء ملك الموت قبض روحه قال: ربك يقرئك السلام.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب ملک الموت (بندۂ مؤمن) کی روح قبض کرنے آتا ہے تو فرماتا ہے۔ تیرا رب تجھے سلام فرماتا ہے۔

امام مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الجنائز'' میں اور امام ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے:

عن ابن مسعود قال: إذا جاء ملك الموت يقبض روح المؤمن قال: ربك يقرئك السلام.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب ملک الموت مؤمن کی روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو کہتے ہیں آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے۔

اور امام ابن ابی شیبہ، امام ابن ابی الدنیا، امام ابن ابی حاتم اور امام حاکم اور امام بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کو صحیح کیا ہے:

عن البراء بن عازب فی قوله تعالى: "تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ" (الأحزاب: ۴۴) (قال: ملك الموت. ليس من مؤمن يقبض روحه إلا يسلم عليه.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''انہیں یہ دعا (سلام) دی جائے گی جس روز وہ اپنے رب کریم سے ملیں گے'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ملک الموت علیہ السلام نے کہا کوئی بندۂ مومن ایسا نہیں کہ جس کی روح قبض کی ہو اور اس کو (اللہ تعالیٰ کا) سلام نہ کیا ہو۔

امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ''الزہد'' میں، امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ ''العظمۃ'' میں، امام ابوالقاسم بن مندہ ''کتاب الاہوال میں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ''شعب الایمان'' میں نقل فرماتے ہیں:

عن محمد بن كعب القرظی قال: إذا استنفقت نفس العبد المؤمن جاءه ملك الموت فقال له: السلام عليك يا ولی الله. الله يقرأ عليك السلام ثم نزع بهذه الآية: "الَّذِينَ تَتَوفاهُم المَلَائِكَة طَيبِينَ يَقُولونَ سَلامٌ عَلَيكُم". (النحل: ۳۲)

حضرت محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: جب مؤمن آدمی کی روح نکلتی ہے تو اس کے پاس ملک الموت آتا ہے اور کہتا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ کے ولی (دوست)! آپ پر سلامتی ہو۔ اللہ آپ پر سلام فرماتا ہے

۔پھر وہ اس آیت "الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ" (وہ متقی جن کی روحیں فرشتے قبض کرتے ہیں اس حال میں ہیں کہ وہ خوش ہوتے ہیں (اس وقت) فرشتے کہتے ہیں (اے نیک بختو) سلامتی ہو تم پر) کے ساتھ (اس کی روح کو) قبض کرتا ہے۔

ولی اللہ کی موت

امام ابوالحسین بن العریف رحمۃ اللہ علیہ اپنے "فوائد" میں اور ابوالربیع المسعودی رحمۃ اللہ علیہ اپنے "فوائد" میں نقل کرتے ہیں

عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذا جاء ملك الموت إلى ولي الله تعالى سلم عليه وسلامه عليه أن يقول: السلام عليك يا ولي الله، قم فأخرج من دارك التي خربتها إلى دارك التي عمرتها، وإذا لم يكن وليا لله قال له: قم فاخرج من دراك التي عمرتها إلى دارك التي خربتها

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ملک الموت علیہ السلام کسی اللہ تعالیٰ کے ولی کے پاس آتا ہے تو اسے سلام کہتا ہے اور اس کا سلام یہ ہوتا ہے" السلام عليك يا ولي الله " (اے اللہ کے ولی! آپ پر سلام ہو) اپنے جس گھر کو آپ نے خراب کیا ہے اس سے اپنے اس گھر (جنت) کی طرف تشریف لے آ جسے تو نے آباد کیا ہے اور جو اللہ کا ولی نہیں ہوتا اس سے فرماتا ہے اٹھ اپنے اس گھر سے نکل جسے تو نے تعمیر کیا ہے اپنے اس گھر کی طرف آ جسے تو نے خراب کر دیا ہے۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ جب ملک الموت اللہ تعالیٰ کی ولی کے پاس آتا ہے تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ولی، دوست کو سلام عرض کرتا ہے۔ پھر عرض کرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ کے دوست! آپ نے دنیا میں جس گھر کو خراب کیا (عیش وعشرت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی۔ سردیوں کی یخ بستہ راتوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا، گرمی کی شدت میں ٹھنڈی چھاؤں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جہاد کیا، اور رمضان المبارک میں شدید گرمی میں روزہ رکھا) یوں عیش وعشرت سے کنارہ کئے رکھا اور اپنے نفس کو آسائشوں میں مبتلا نہ ہونے دیا اس طرح دنیا کے جس گھر کو تو نے خراب کیا اس گھر کو چھوڑ کر اس گھر کی طرف تشریف لے جس گھر کو تو نے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر کے نفس کی مخالفت کر کے آباد کیا یعنی جنت کی طرف تشریف لے آ۔ اور جب ملک الموت کسی ایسے شخص کی طرف آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ولی اور دوست نہیں ہوتا اس کو کہتا ہے کہ اپنے اس گھر کو جس کو تو نے خواہشات نفسانی کی پیروی میں تعمیر کیا چھوڑ اور اس گھر کی طرف آ جس کو تو نے خواہشات نفسانی کی پیروی کر کے غیر آباد کیا۔

اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا مقام ومرتبہ

اللہ تعالیٰ شان اولیاء کے بارے میں فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس آیت ۶۲)

خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

اللہ تعالیٰ نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے تمام مسائل بیان فرمائے لیکن کہیں لفظ ''الا'' نہیں فرمایا مگر جس وقت اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر آیا تو لفظ ''الا'' ابتداء میں لایا کیونکہ ہمارے ظاہراً معاملات رہن سہن میں ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ کون اللہ تعالیٰ کا ولی ہے اور کون نہیں۔ باوجود اس اختلاط کے ان حضرات کا وہ مرتبہ ہے کہ

لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ

اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ انہیں پورا کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (بخاری شریف ج ۲ ص ۹۶۳)

جس نے میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھی اس کے ساتھ میرا اعلان جنگ ہے۔

معلوم ہوا یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں کہ جنکے گستاخوں کیساتھ اللہ تعالیٰ اعلان جنگ فرمارہا ہے اور جنکے ساتھ اللہ تعالیٰ اعلان جنگ کرے وہ کبھی بھی نجات نہیں پاسکتا۔

اب ہمیں

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس آیت ۶۲)

کا مطلب سمجھنا ضروری ہے۔ کیا ان حضرات کو دنیا اور آخرت کا خوف نہیں؟ اگر کہیں کہ دنیا میں خوف نہیں تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ ''اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى'' یعنی اے موسیٰ اپنے عصا کو پھینکو۔ جب عصا کو پھینکا تو وہ ایک اژدھا بن گیا۔ جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے۔ (کیونکہ یہ عصا اللہ تعالیٰ کے جلال کا مظہر تھا) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

خُذْهَا وَلَا تَخَفْ (طٰہٰ آیت ۲۱)

اے موسیٰ! خوف مت کرو اسکو پکڑلو۔

معلوم ہوا دنیا میں انبیاء کو خوف تھا اور وہ بھی مخلوق کا۔ کیونکہ اژدھا مخلوق ہے خالق نہیں۔ جب انبیاء کو اس دنیا میں مخلوق کا خوف ہے تو اولیاء کو بھی ضرور ہوگا کیونکہ انبیاء میں جہاں تک ولایت کا منصب نہ آئے نبوت کی تکمیل نہیں ہوسکتی اگر کہیں کہ آخرت میں خوف نہیں تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے متعلق فرمایا

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ (مائدہ آیت ۱۰۹)

جس دن اللہ تعالیٰ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا۔

یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رسولوں کو جمع کر کے فرمائیگا کہ تم اپنی امت سے کیا جواب دیئے گئے تو رسول کہیں گے

قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا (مائدہ آیت ۱۰۹)
اے ہمارے مولا! ہمیں کوئی علم نہیں۔
حالانکہ انکو علم ہے کہ واقعی ہم نے دنیا میں جا کر دعوت دی پھر بھی کہیں گے ہمیں علم نہیں۔ کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے جلال کا ظہور ہوگا اسی طرح عصا اللہ تعالیٰ کے جلال کا مظہر تھا اور ہیبت اور رعب چھا جائے گا۔ تو اس جلال کو دیکھ کر رسل کرام علیہم السلام کہیں گے کہ
لَا عِلْمَ لَنَا ہمیں علم نہیں۔
یعنی ہمارا علم تیرے علم کے سامنے کالعدم ہے۔ تو جب ''رسل'' خوف سے یہ کہیں گے تو اولیاء اللہ پر بھی ضرور خوف ہوگا۔
اگر یہ کہیں کہ خالق کا خوف نہیں تو یہ بھی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمن آیت ۴۶)
اور جو اپنے رب کے سامنے پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو اس کیلئے دو جنتیں ہیں۔
یعنی جس نے اللہ تعالیٰ سے خوف کیا اس کیلئے دو جنتیں ہیں معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ضروری ہے لہٰذا معنی یہ ہوگا کہ اولیاء اللہ کو خوف ''ضرر'' نہیں ہوگا بلکہ خوف نفع ہوگا۔

خوف ضرر اور خوف نفع کا فرق

خوف دو قسم کا ہے ایک خوف ضرر اور دوسرا خوف نفع۔ جو خوف منتج بر ضرر ہے وہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو دیتا ہے اور جو خوف منتج بر نفع ہے وہ اپنے دوستوں کو دیتا ہے اور یہ خوف (خوف نفع) باری تعالیٰ کے قرب اور معرفت کا نتیجہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت انسان کا مقصد حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (سورۃ الذاریات)
اور معرفت سے کوئی عبادت زائد ہو ہی نہیں سکتی۔ بلکہ عبادت معرفت کا ہی نام ہے۔ جتنی معرفت زیادہ ہوگی اتنی محبت زیادہ ہوگی اور جتنی محبت زیادہ ہوگی اتنا قرب زیادہ ہوگا اور جتنا قرب زیادہ ہوگا اتنا خوف زیادہ ہوگا۔ لہذا جتنی معرفت زیادہ ہوگی اتنا خوف زیادہ ہوگا اسلئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
اِنَّ اَتْقَاکُمْ وَاَعْلَمَکُمْ بِاللّٰهِ اَنَا (بخاری ص ۷)
میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنیوالا اور اللہ کی معرفت والا ہوں۔
بہرکیف خوف نفع انبیاء و اولیاء کو ضرور ہے اور خوف ضرر۔ ان حضرات کو نہ اس دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں۔ اولیاء ولی کی جمع ہے اور ولی صفت مشبہ ہے۔ ولی اللہ تعالیٰ کا محب ہے اور محبت کے بھی منازل ہوتے ہیں جتنی محبت زیادہ ہوگی اتنا ہی ولایت کا مرتبہ بلند ہوگا۔ ولی خدا کا عبد کامل اور محبوب کامل ہوتا ہے۔ ولی کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حدیث قدسی

ہے

لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا (بخاری شریف ص ۹۶۲ ج ۲)

یعنی نوافل سے اتنا قرب حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے کان ہوجاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور وہ اسکی آنکھ ہوجاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ ہوجاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکے پاؤں ہوجاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے۔ اسکا مطلب یہ نہیں کہ انسان خدا بن جاتا ہے یا خدا انسان میں حلول فرماتا ہے اگر مانیں کہ انسان خدا ہوگیا تو کفر آئیگا اور اگر مانیں کہ انسان میں خدا حلول کرگیا تو شرک آئیگا تو اس حدیث مقدسی کے یہ معنی نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ وہ مظہر خدا ہوگیا ہے۔ ایسا ہی جیسا کہ سورج کے سامنے آئینہ رکھ دیں تو وہ سورج آئینہ میں نظر آئیگا تو یہاں نہ سورج آئینہ میں آیا اور نہ سورج آئینہ بنا بلکہ آئینہ مظہر شمس بنا۔ اسیطرح ہزارہا آئینے سورج کے سامنے رکھ دیں تو سورج تمام میں نظر آئیگا تو وہ تمام آئینے مظہر شمس ہونگے۔ اسطرح بندہ بھی نوافل کے ذریعے اتنا قرب حاصل کرلیتا ہے کہ مظہر خدا بن جاتا ہے بعض لوگوں نے اس حدیث کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ اسکا سننا' دیکھنا' پکڑنا' چلنا خدا کی رضا کے بغیر اور خلاف شرع نہیں ہوگا جو کچھ بھی وہ کرتا ہے خدا کی رضا کے مطابق کرتا ہے۔ اسکا یہ مطلب صحیح نہیں اسلئے کہ حدیث میں ہے۔

حَتّٰی اَحْبَبْتُہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الخ

اس بندہ کو محبوب بنالیتا ہوں محبوب بنانیکے بعد میں اسکی سمع وبصر وغیرہ ہوتا ہوں۔ اسکا یہ معنی ہرگز نہیں ہوسکتا کہ محبوب بنانے کے بعد وہ خلاف شرع کام نہیں کرتا۔ قول وفعل خلاف شرع نہ کرنیکے بعد تو وہ محبوب بنتا ہے۔ پہلے محبوب بنے پھر خلاف شرع کام نہ کرے کیسے ممکن ہے؟ بلکہ وہ پہلے بھی اور بعد میں بھی خلاف شرع کام نہیں کرتا۔ اگر مان لیں کہ وہ بندہ گناہ بھی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بھی ہوجاتا ہے اور پھر وہ خلاف شرع کام نہیں کرتا تو لازم آئیگا کہ اللہ معاذ اللہ برائیوں کو پسند کرتا ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی پسند ہو وہ معصیت نہیں ہوسکتی لہذا نتیجہ نکلے گا کہ دنیا میں تمام انسان معصیت کرتے رہیں۔ اگر یہ مطلب لیں تو تمام انبیاء ورسل کا تشریف لانا معاذ اللہ عبث ہوگا۔ حالانکہ انبیاء ورسل تو معصیت سے بچانے کیلئے آئے ہیں تو معلوم ہوا معصیت سے کوئی محبوب نہیں ہوتا اسلئے انبیاء ورسل کا تشریف لانا عبث نہیں لہذا ماننا پڑے گا کہ جب تک بندہ برائیوں سے باز نہ آئے خدا کا محبوب ہو ہی نہیں سکتا۔

اب اس حدیث قدسی کا مطلب یہ ہوگا کہ جسکو امام فخری رازی نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں ذکر فرمایا ہے امام رازی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرلیتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَبَصَرًا فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اسکی سمع وبصر ہوجاتا ہے تو وہ دور ونزدیک کی چیزوں کو سن لیتا اور دیکھ لیتا ہے۔

فیض الباری اٹھا کر دیکھ لیں اسمیں بھی یہی مرقوم ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے آپ لوہے کو آگ میں ڈال دیں وہ لوہا آگ جیسا ہو جائے گا۔ نہ تو لوہا آگ بنا نہ آگ لوہا بنی لیکن آگ کے قرب سے اسمیں آگ کے اوصاف ظاہر ہونے لگے اسیطرح بندہ قرب الٰہی سے مظہر صفات خداوندی ہو جاتا ہے نہ بندہ خدا بن جاتا ہے نہ خدا بندہ تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیرا۔ اب وہ جو کچھ کرتا ہے ''باذن اللہ'' کرتا ہے۔ اور من دون اللہ کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز میں موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کو نہ مانا جائے وہی ''من دون اللہ'' اور وہی شرک ہے اور جہاں موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کو مانا جائے وہاں ''من دون اللہ'' نہیں ہوتا بلکہ باذن اللہ ہوتا ہے۔ لہذا ہم من دون اللہ کی آیات کو مانتے ہیں آپ باذن اللہ کی آیات کو مان لیں۔ علاوہ ازیں ''من دون اللہ'' میں ماتحت الاسباب کی قید لگانا اپنی طرف سے ہے کیونکہ یہ آیت مطلق ہے اور المطلق یجری علی اطلاقہ۔ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے لہٰذا یہ آیت ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب جمیع کو شامل ہے۔ معلوم ہوا جہاں باری تعالیٰ کا اذن ہوگا وہاں من دون اللہ نہیں ہوگا بلکہ اذن الٰہی ہوگا جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن نے گواہی دی۔

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (آل عمران آیت ۴۹)

اور میں شفایاب کرتا ہوں مادر زاد اندھے اور برص والے کو اور میں جلاتا ہوں مردے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

معلوم ہوا کہ مادر زاد اندھوں کو بینا کرنا۔ برص والوں کو صحیح کرنا مردوں کو زندہ کرنا۔ باذن اللہ ہو تو ''من دون اللہ'' میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ ''من دون اللہ'' ہوتا تو یہاں بھی شرک ہوتا۔ حالانکہ قرآن ہمیں توحید سکھاتا ہے اور شرک سے بچاتا ہے۔ (مقالات کاظمی حصہ چہارم)

عارف ربانی کی روح

وأخرج السلفی فی المشیخة البغدادیة: سمعت أبا سعید الحسن بن علی الواعظ یقول: سمعت محمد بن الحسن یقول: سمعت أبی یقول: رایت فی بعض الکتب: أن الله تعالی یظهر علی کف ملك الموت: بسم الله الرحمن الرحیم بخط من النور، ثم یأمره أن یبسط کفه للعارف فی وقت وفاته ویریه تلك الکتابة، فإذا رأتها روح العارف طارت إلیه أسرع من طرف العین.

امام سلفی ''المشیخة البغدادیة'' میں فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسعید حسن بن واعظ سے سنا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے سنا ہے کہ میں نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت کی ہتھیلی پر نورانی خط کے ساتھ ''بسم الله الرحمن الرحیم'' کو ظاہر کرتا ہے۔ پھر اسے حکم کرتا ہے کہ وہ اپنی ہتھیلی کو عارف (ولی اللہ) کے لئے اس کی وفات کے وقت کھولے اور اسے یہ کتابت دکھائے، پس جب اسے عارف کی روح دیکھتی ہے تو اس کی طرف پلک جھپکنے سے بھی جلدی پرواز کر جاتی ہے۔

وأخرج السلفی فی المشیخة البغدادیة: سمعت أبا سعید الحسن بن علی الواعظ یقول: سمعت محمد

بن الحسن يقول: سمعت أبي يقول: رأيت في بعض الكتب: أن الله تعالى يظهر على كفه للعارف في وقت وفاته ويريه تلك الكتابة. فإذا رأتها روح العارف طارت إليه أسرع من طرف العين.

امام سلفی رحمۃ اللہ علیہ ''المشيخة البغدادية'' میں نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید حسن بن علی واعظ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے والد گرامی کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ عارف کی ہتھیلی پر اس کی وفات کے وقت (بسم الله الرحمن الرحيم) ظاہر فرماتا ہے اور وہ اس کتابت کو دیکھتا ہے۔ تو جب عارف (ولی اللہ) کی روح اس (کتابت) کی طرف دیکھتی ہے تو پلک جھپکتے ہی اس کی طرف اڑ کر جاتی ہے۔

ملک الموت علیہ السلام دربار سلیمان علیہ السلام کا خادم

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن داود بن أبي هند قال: بلغني أن ملك الموت كان وكل بسليمان عليه السلام فقيل له: ادخل عليه كل يوم دخلة فسله عن حاجته ثم لا تبرح حتى تقضيها، فكان يدخل عليه في صورة رجل فيسأله: كيف هو؟ ثم يقول: يا رسول الله ألك حاجة؟ فإن قال: نعم، لم يبرح حتى يقضيها، وإن قال: لا انصرف عنه إلى الغد، فدخل عليه يوماً وعنده شيخ فقام فسلم عليه ثم قال: ألك حاجة يا رسول الله؟ قال: لا، ولحظ الشيخ لحظة فارتعد الشيخ وانصرف ملك الموت فقام الشيخ فقال لسليمان: أسالك بحق الله إلا ما أمرت الريح فتحملني فتلقيني بأقصى مدرة من أرض الهند، فأمرها فحملته، ودخل ملك الموت على سليمان من الغد، فسأله عن الشيخ فقال: هبط إلىَّ كتاب أمس أن أقبض روحه غداً مع طلوع الفجر بأقصى مدرة من أرض الهند فهبطت وما أحسب إلا ثم، فوجدته عندك، فجعلت أتعجب، وأنظر إليه، مالي هم غيره فهبطت عليه اليوم مع طلوع الفجر فوجدته بأقصى مدرة من أرض الهند ينتفض فقبضت روحه.

حضرت داود بن ابی ہند رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کیا گیا اور حکم دیا گیا تھا کہ تم ان کے پاس ہر روز ایک بار حاضری دو اور ان سے ان کی ضرورت معلوم کرو اور ان سے علیحدہ نہ ہو جب تک کہ اس (ضرورت) کو پورا نہ کر دو۔ تو وہ ان کے پاس ایک آدمی کی صورت میں حاضر ہوتے اور سوال کرتے کہ آپ کیسے ہیں؟ پھر عرض کرتے۔ اے اللہ کے رسول! آپ کی کوئی ضرورت ہے؟ اگر وہ فرماتے ہاں تو وہ اس وقت تک علیحدہ نہ ہوتے جب تک کہ اسے پورا نہ کر دیتے۔ اور اگر وہ فرماتے کوئی ضرورت نہیں تو وہ کل تک کے لئے چلے جاتے۔ ایک روز ان کے پاس حاضر ہوئے جبکہ ان

کے ہاں ایک بوڑھا بھی بیٹھا تھا جو اٹھا اور (جاتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کو) سلام کیا تو ملک الموت علیہ السلام نے عرض کیا: اے رسول اللہ! آپ کی کوئی ضرورت ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ پھر (ملک الموت علیہ السلام نے) بوڑھے کو گھور کر دیکھا تو وہ (بیچارہ خوف سے) کانپ کانپ گیا حضرت ملک الموت علیہ السلام تو چلے گئے لیکن وہ کھڑا ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے خدا واسطے کا سوال کیا کہ ہوا کو حکم دیں کہ مجھے اٹھا کر ہندوستان کے دور دراز علاقہ میں پہنچا دے تو (حضرت سلیمان علیہ السلام نے) اسے حکم دیا اس نے اسے اٹھایا (اور ہندوستان چھوڑ دیا) پھر جب ملک الموت علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے (ملک الموت علیہ السلام سے) بوڑھے کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے بیان کیا کل میری طرف اس کا نامہ موت نازل ہوا تھا کہ میں اس کی روح ارض ہند کے آخری مقامات میں کل طلوع فجر کے وقت قبض کروں لیکن جب میں یہاں اترا تھا تو اسے اپنے وہم و گمان کے خلاف آپ کے ہاں پایا تو میں تعجب کرنے اور اسے دیکھنے لگا کہ عجیب بات ہے میرا خیال درست کیوں نہیں پھر جب میں آج طلوع فجر کے وقت اس پر اترا تو اسے ارض ہند کے آخری مقامات میں کانپتے پایا تو میں نے اس کی روح (وہیں پر) قبض کر لی۔

ملک الموت علیہ السلام سے فرار ممکن نہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن خيثمة قال: دخل ملك الموت إلى سليمان فجعل ينظر إلى رجل من جلسائه يديم النظر إليه، فلما خرج قال الرجل: من هذا؟ قال: هذا ملك الموت قال: رأيته ينظر إليّ كأنه يريدني قال: فما تريد؟ قال: أريد أن تحملني على الريح حتى تلقيني بالهند، فدعا الريح فحمله عليها، فألقته في الهند، ثم أتى ملك الموت سليمان فقال: إنك كنت تديم النظر إلى رجل من جلسائي قال: كنت أعجب منه، أمرت أن أقبضه بالهند وهو عندك.

حضرت خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ملک الموت علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوئے تو ان کے اہل مجلس میں سے ایک آدمی پر اپنی نگاہ جمائے رکھی جب وہ چلے گئے تو اس آدمی نے پوچھا یہ کون تھے؟ فرمایا یہ ملک الموت علیہ السلام تھے عرض کیا: میں نے انہیں ایسے دیکھا ہے کہ جیسے وہ مجھے طلب کرتے ہیں فرمایا پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟ عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ہوا پر سوار کر دیں جو مجھے ہندوستان پہنچا دے تو آپ علیہ السلام نے ہوا کو طلب فرمایا اور اسے اس پر سوار کیا تو اس نے اسے ہندوستان پہنچا دیا اس کے بعد حضرت ملک الموت علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: آپ میرے ہم نشیں پر کیوں نظر ٹکائے ہوئے تھے؟ تو انہوں نے بیان کیا کہ میں اس بات پر تعجب کر رہا تھا کہ مجھے تو اس کی روح ہندوستان میں قبض کرنے کا حکم ملا ہے مگر یہ یہاں کیسے بیٹھا ہے۔

ملک الموت کی دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں باادب حاضری

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس قال: جاء ملك الموت إلى النبي صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي قبض فيه، فاستأذن ورأسه في حجر علي فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته فقال علي: ارجع فإنا مشاغيل عنك فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أتدري من هذا يا أبا الحسن؟ هذا ملك الموت، ادخل راشدا، فلما دخل قال: إن ربك يقرئك السلام قال: أين جبريل؟ فقال: ليس هو قريب مني، الآن يأتي، فخرج ملك الموت حتى نزل عليه جبريل فقال له جبريل وهو قائم بالباب: ما أخرجك يا ملك الموت قال: التمسك محمد، فلما أن جلسا قال جبريل: سلام عليك يا أبا القاسم، هذا وداع مني ومنك، فبلغني أنه لم يسلم ملك الموت على أهل بيت قبله، ولا يسلم على أحد بعده.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں: ملک الموت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس مرض میں حاضر ہوئے جس میں آپ کا انتقال ہوا تھا، تو انہوں نے (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آنے کی) اجازت طلب کی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا تو ملک الموت نے (آتے ہوئے) عرض کیا: ''السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ''، تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا واپس ہو جا۔ ہمیں تم سے کوئی غرض نہیں۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوالحسن! تو جانتا ہے۔ یہ کون ہیں؟ یہ ملک الموت علیہ السلام ہیں انہیں احترام سے آنے دو۔ جب وہ تشریف لا چکے تو عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام فرماتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ عرض کیا: وہ میرے قریب نہیں ہیں۔ ابھی حاضر ہونے والے ہیں۔ پس جب ملک الموت علیہ السلام جانے لگے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور ملک الموت علیہ السلام سے فرمایا۔ جو ابھی دروازہ میں ہی تھے اے ملک الموت علیہ السلام آپ کو کس ضرورت نے باہر کیا؟ فرمایا: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو طلب فرماتے ہیں۔ پھر جب یہ دونوں بیٹھ گئے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام ہو۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور میری جدائی کا وقت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ملک الموت علیہ السلام نے اس پہلے اہل بیت پر کبھی سلام نہیں کہا اور نہ ہی اس کے بعد کسی پر سلام کہیں گے۔

درس حدیث: حدیث ہٰذا سے معلوم ہوا کہ ملک الموت علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کیا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا تو عرض کی کہ

وہ آیا ہی چاہتے ہیں۔ جیسے جبریل علیہ السلام آنے لگے تو ملک الموت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کی خاطر باہر جانے لگے۔ یون ملک الموت علیہ السلام اور جبریل علیہ السلام واپس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ ومرضی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملے۔ نیز معلوم ہوا کہ ملک الموت علیہ السلام نے اس سے قبل جب بھی اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے سلام نہیں لیا اور نہ اس کے بعد کسی کو سلام کہیں گے۔

نوٹ: ''نہ اس کے بعد کسی کو سلام کہیں گے''۔ اس سے مراد عام لوگ ہیں جو خاص الخاص ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت میں سے اور اولیاء کاملین میں سے جو اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہیں ملک الموت ان کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت بھی آداب بجالاتے ہیں۔

ملک الموت علیہ السلام اور آداب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن الحسين: أن جبريل هبط على النبي صلى الله عليه وسلم يوم موته فقال: كيف تجدك؟ قال: أجدني يا جبريل مغموما وأجدني مكروبا، فاستأذن ملك الموت على الباب فقال جبريل: يا محمد؟ هذا ملك الموت يستأذن عليك ما استأذن على آدمي قبلك، ولا يستأذن على آدمي بعدك قال: ائذن له فأذن له، فأقبل حتى وقف بين يديه فقال: إن الله أرسلني إليك، وأمرني أن أطيعك إن أمرتني أن أقبض نفسك قبضتها، وإن كرهت تركتها قال: وتفعل يا ملك الموت؟ قال: نعم، بذلك أمرت فقال له جبريل: إن الله قد اشتاق إلى لقائك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: امض لما أمرت به.

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصال کے دن نازل ہوئے اور عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں؟ فرمایا: میں اپنے آپ کو غمزدہ اور رنجیدہ پاتا ہوں۔ پھر ملک الموت علیہ السلام نے دروازہ سے (آنے کی) اجازت طلب کی۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا! اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ ملک الموت علیہ السلام ہیں آپ سے اجازت طلب کر رہے ہیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی آدمی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی آدمی سے اجازت طلب کریں گے۔ فرمایا: انہیں اجازت دیدیں تو انہون نے اجازت دیدی۔ وہ آگے بڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: اللہ تعالی نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں بھیجا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کروں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے حکم فرمائیں کہ آپ کی روح قبض کروں تو قبض کروں گا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناپسند فرمائیں تو نہیں کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ملک الموت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ایسا کرلو گے؟ عرض کیا جی ہاں میں اسی کا حکم دیا گیا ہوں۔ حضرت

جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق رکھتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اسے انجام دو۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے درج ذیل مسائل معلوم ہوئے ہیں۔(۱) ملک الموت علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل کسی کی روح قبض کرنے کے لئے اس سے اجازت طلب نہیں کی۔(۲) ملک الموت علیہ السلام جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ملک الموت کسی کی روح قبض کرنے کے لئے اس سے اجازت طلب نہیں کریں گے۔(۴) ملک الموت علیہ السلام نے سوائے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی سے اس کی مرضی طلب نہیں کی کہ وہ چاہیں تو ان کی روح قبض کی جائے ورنہ ان کی روح قبض نہ کی جائے۔(۵) اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا مشتاق تھا۔(۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی سے ملک الموت علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی۔

راوی حدیث امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارکہ 5 شعبان 04ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے کان میں آذان دی، منہ میں لعابِ دہن ڈالا اور آپ کے لئے دعاء فرمائی پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا اور عقیقہ کیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب ''سبط رسول'' تھا اور ریحانۂ رسول ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر وشبر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا انہیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔[۱]

اس لئے حسنین کریمین کو شبیر اور شبر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ سریانی زبان میں شبیر وشبر اور عربی زبان میں حسن وحسین دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہیں۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ اِسْمَانِ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ (حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔)[۲]

ابن الاعرابی حضرت مفضل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام مخفی (پوشیدہ) رکھے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔[۳]

آپ کے فضائل ومناقب: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔

---

[۱] صواعق محرقہ، صفحہ 118

[۲] صواعق محرقہ، صفحہ 1186

[۳] اشرف المؤید، صفحہ 70

ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت یعلی بن مرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حُسَیْنٌ مِنِّی وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حسین رضی اللہ عنہ سے انتہائی قرب ہے۔ گویا کہ دونوں ایک ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ سے دوستی حضور سے دوستی ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ سے دشمنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی ہے اور حسین رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کرنا ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔[1]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔[2]

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے پسند ہو کہ کسی جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھے۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کردیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا اور فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ ''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اُس سے بھی فرما جو اس سے محبت کرے۔[4]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لعابِ دہن (رال، تھوک) کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدمی کھجور چوستا ہے۔ یَمُصُّ لُعَابَ الْحُسَیْنِ کَمَا یَمُصُّ الرَّجُلُ التَّمْرَۃَ۔[5]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ شریف کے سایہ میں تشریف فرما تھے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ ھٰذَا اَحَبُّ اَھْلِ الْاَرْضِ اِلٰی اَھْلِ السَّمَآءِ الْیَوْمَ آج یہ آسمان والوں کے نزدیک تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔[6]

---

[1] مشکوٰۃ صفحہ 571
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ 605
[3] نور الابصار صفحہ 114
[4] نور الابصار صفحہ 114
[5] نور الابصار صفحہ 114
[6] اشرف المؤبد، صفحہ 65

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ سَيِّدَ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةَ حسن وحسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنُ هُمَا رُيْحَانِيْ مِنَ الدُّنْيَا حسن اور حسین دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔[2]

اس حدیث پاک کی ترجمانی حضرت مولانا احمد رضا خان نے بڑے پیارے انداز میں فرمائی ہے۔

کیا بات ہے رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ کے ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اُٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا هٰذَانِ ابْنَایَ وَ ابْنَا ابْنَتِيْ یہ دونوں میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں۔ اور پھر فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَ اَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان سے محبت کرتا ہے ان کو بھی محبوب رکھ۔[4]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَ مَنْ اَبْغَضُهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ جس نے ان دونوں سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔[5]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو سیدہ کونین نے عرض کی ابا جان آج صبح سے میرے دونوں شہزادے حسن وحسین گم ہیں اور مجھے کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ ابھی حضور علیہ السلام نے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام فوراً حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! انهما فی مکانِ کذا وکذا و قد وکل بهما ملك یحفظهما یعنی دونوں شہزادے فلاں مقام پر لیٹے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ان کی

1۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ 570
2۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ 570
3۔ حدائق بخشش
4۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ 570
5۔ اشرف المسویہ صفحہ 71

حفاظت کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیا۔ حضرت زہراء رضی اللہ عنہا سے فرمادو کہ وہ پریشان نہ ہووے۔[1]

پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام پر گئے تو دونوں شہزادے آرام کر رہے تھے اور فرشتے نے ایک پر نیچے اور دوسرا اوپر رکھا ہوا تھا۔[2]

حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ایک موقع سے بیمار پڑ گئے تو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فضّہ نے ان کی صحت کے لئے تین روزوں کی منت مانی۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت دی اور نذر (منت) کی وفا کا وقت آیا تو سب نے روزے رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔ حضرت خاتونِ جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھی گئیں تو پہلے روز مسکین دوسرے روز یتیم اور تیسرے روز قیدی نے آکر سوال کر دیا تو تینوں روز ساری روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں تو پہلے روز صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا تو ان کا یہ عمل رب کائنات کی بارگاہ میں اس قدر مقبول ہوا کہ یہ آیات کریمہ ان کی شان و عظمت اور ان کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام و اکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے تو یہ آیات کریمہ اگر چہ مخصوص لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام و اکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے لیکن ان میں عام مومنوں کے لئے تعلیم ہے کہ اگر وہ بھی مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں سے حسن سلوک اور شفقت و محبت کریں تو انہیں بھی طرح طرح کے انعام و اکرام اور جنت سے سرفراز کیا جائے گا اور رب کائنات انہیں بھی آخرت کی پریشانیوں سے محفوظ اور جنت کی راحتوں سے لبریز کرے گا۔

آپ کی شہادت کی شہرت: سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ کی شہادت بھی شہرتِ عام ہوگئی۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ زہرا اور دیگر صحابہ کبار و اہلِ بیت کے جان نثار رضی اللہ عنہما سبھی لوگ آپ کے زمانۂ شیر خوارگی ہی میں جان گئے کہ یہ فرزند ارجمند ظلم و ستم کے ہاتھوں شہید کیا جائے گا اور ان کا خون نہایت بے دردی کے ساتھ زمین کربلا میں بہایا جائے گا۔ جیسا کہ ان احادیث کریمہ سے ثابت ہے جو آپ کی شہادت کے بارے میں وارد ہیں۔ حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دیا پھر میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے یہ خبر پہنچائی کہ اِنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ میری امت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی حضرت اُم الفضل فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا

---

[1] نزہۃ المجالس جلد 2 صفحہ 233

[2] مشکوٰۃ شریف صفحہ 570۔ ترمذی شریف جلد 2 صفحہ 218

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا اس فرزند کو شہید کرے گی! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں پھر حضرت جبرئیل میرے پاس اس کی شہادت گاہ کی سرخ مٹی بھی لائے۔[1]

اور ابن سعد اور طبرانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اِبْنِیْ اَلْحُسَیْنُ یُقْتَلُ بَعْدِیْ بِاَرْضِ الطَّفِ میرا بیٹا میرے بعد ارضِ طِف میں قتل کیا جائے گا۔ اور جبرائیل میرے پاس وہاں کی مٹی بھی لائے اور مجھ سے کہا کہ یہ حسین کی خوابگاہ (مقتل) کی مٹی ہے۔[2]

طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے اللہ سے اجازت طلب کی جب وہ فرشتہ اجازت ملنے پر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے تو آپ ان کو چومنے اور پیار کرنے لگے۔ فرشتے نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ حسین سے پیار کرتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا اِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُہٗ آپ کی امت حسین کو قتل کر دے گی۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان کی قتل گاہ کی (مٹی) آپ کو دکھا دوں۔ پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لایا جسے اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کپڑے میں لے لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید کر دیا گیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں بند کر لیا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن خون ہو جائے گی۔[3]

اور ابن سعد حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے موقع پر کربلا سے گذر رہے تھے کہ ٹھہر گئے اور اس زمین کا نام پوچھا لوگوں نے کہا اس زمین کا نام کربلا ہے کربلا کا نام سنتے ہی آپ اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے انہوں نے مجھے خبر دی اِنَّ وَلَدِیْ اَلْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ بِمَوْضِعٍ یُقَالُ لَہٗ کَرْبَلَاءِ میرا بیٹا حسین دریائے فرات کے کنارے اس جگہ شہید کیا جائے گا جس کو کربلا کہتے ہیں۔ اور ابو نعیم اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر گاہ سے گذرے تو آپ نے فرمایا یہ شہیدوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اور اس مقام پر کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے۔ آلِ محمد

---

[1] مشکوٰۃ صفحہ 572

[2] صواعق محرقہ، صفحہ 118

[3] صواعق محرقہ، صفحہ 118

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے جوان اسی میدان میں شہید کئے جائیں گے اور زمین وآسمان ان پر روئیں گے۔[1]

آپ کی فضیلت کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ امام الانبیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسی دنیا میں نہ صرف جنّتی ہونے کی بشارت دی بلکہ نوجوان جنّتیوں کا سردار قرار دیا۔ اور ان کی محبت کو ایمان کا حصّہ بتاتے ہوئے یہ فرمایا کہ ''اے خدا میں حسین سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی حسن وحسین سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت فرما'' بے شک ہر مسلمان ان سے محبت رکھتا ہے اور محبت کی سب سے بڑی علامت (نشانی) یہی ہے کہ ہر نماز میں درود شریف میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کے آل واولاد پر بھی درود بھیجتا ہے۔

معرکہ حق وباطل اور امام حسین: امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت سے معرکہ حق وباطل جو کربلا میں رونما ہوا اس نے ساری دنیا کو اپنی جانب متوجہ کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد 56ھ میں یزید ولی عہد مقرر ہوا اس کے خلیفہ بنتے ہی طوائف الملوکی شروع ہوگئی اور اسلامی خلافت کے بجائے بادشاہیت وآمریت نے پنجہ گاڑنا شروع کردیا۔ تو افضل الجہاد کی نظیر پیش کرتے ہوئے کہ ظالم وجابر کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے اسکی عملی تصویر بن کر امام حسین رضی اللہ عنہ دین اسلام کی سربلندی کی خاطر اُٹھ کھڑے ہوئے کہ دین حق دین اسلام اس طریقہ کا داعی نہیں یہ اسلامی روح کے خلاف ہے اور یہ پیغام دیا کہ مومن حکومت وسلطنت ظلم وجبر اور طاقت وقوت کے آگے ہتھیار نہیں ڈال سکتا ہے اور یزید کی امارت وبیعت کا انکار کرتے ہوئے اس کی اطاعت قبول نہ فرمائی اس کی بیعت کو ٹھکرا دیا۔ اور یہ اعلان کردیا کہ

؎ مردِ حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

آپ کو یزیدی لشکر کے خطرناک عزائم کا انکشاف ہوا تو حرمت کعبہ کی خاطر وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا اسی درمیان کوفیوں کے ہزاروں عقیدت بھرے خطوط ملے مگر آپ انُ پر کیسے بھروسہ کرتے چونکہ ان ہی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کیا تھا۔ اسلئے تحقیق کے خاطر اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو وہاں بھیجا انکے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار لوگوں نے (ایک روایت میں 27000 لوگ) بیعت کئے اس کو دیکھ کر حضرت مسلم نے حضرت امام حسین کو آنے کے لئے اجازت (خط لکھ دیا) دی تو آپ کوفہ کے لئے عازمِ سفر ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ و حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ودیگر صحابہ نے آپ کو کوفہ جانے سے منع فرمایا لیکن آپ نے دین حق کی خاطر جان کی قربانی کیلئے بھی ذرا سی لرزش نہ دیکھائی، یزید کے گورنر عبیداللہ بن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیل کیلئے زمین تنگ کردی اور انہیں بے دردی سے شہید کردیا۔ یہ خبر امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملی یہ ایک اندوہناک خبر تھی آپ کو زبردست صدمہ پہنچا واپسی پر نظر ثانی کیا بھی جاسکتا تھا۔ مگر حضرت مسلم ان کے خویش واقارب جو وہاں موجود تھے انہیں یہ گوارا نہیں تھا۔ اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی واپسی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

---

[1] مشکواۃ شریف صفحہ 572۔ خصائص کبریٰ جلد 2 صفحہ 126

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود ہی اپنے قافلہ کے لوگوں کو یہ اجازت دے دی تھی کہ جسے واپس جانا ہے وہ چلا جائے۔ یہ سن کر صرف دو حضرات چھوڑ کر چلے گئے۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ حر بن یزید نے ایک لشکر جرار کے ساتھ آپ کو محصور کر لیا تا کہ والی عراق عبداللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا جائے۔ اسی دوران نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے نماز ادا فرمائی بعد نماز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ کے ذریعہ حر اور اسکے ساتھیوں (فوج) کے سامنے پوری بات رکھی۔ خطوط اور قاصدوں کا حوالہ دیا۔ حر حیران ضرور ہوا مگر اس نے خطوط کے متعلق لاعلمی ظاہر کی اور اس نے آپ کے قافلہ کو روک لیا۔ یہاں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ دیا جو تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ (ترجمہ) اے لوگو! رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی بھی ایسے حاکم کو دیکھے کہ ظلم کرتا ہے۔ خدا کے حدود کو توڑتا ہے۔ سنتِ نبوی کی مخالفت کرتا ہے اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور اسے دیکھنے پر بھی کوئی مخالفت نہیں کرتا ہے اور نہ اسے روکتا ہے تو ایسے آدمی کا اچھا ٹھکانہ نہیں ہے۔ دیکھو! یہ لوگ شیطان کے پیروکار ہیں۔ رحمٰن سے بے سروکار ہیں حدود الٰہی معطل ہے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا جا رہا ہے۔ میں ان کی سرکشی کو حق اور عدل سے بدل دینا چاہتا ہوں اور اس کے لئے میں سب سے زیادہ حقدار بھی ہوں۔ اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو تمہارے لئے ہدایت ہے ورنہ عہد شکنی عظیم گناہ ہے۔ میں حسین ہوں۔ ابن علی، ابن فاطمہ، اور رسول اللہ ﷺ کا جگر گوشہ مجھے اپنا قائد بناؤ مجھ سے منہ نہ موڑو، میرا راستہ نہ چھوڑو، یہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے اس حقیقت افروز خطبہ کا لوگوں پر کافی اثر ہوا لیکن لالچ اور خوف کی وجہ کر چپ رہے۔ ۹ محرم الحرام کی رات کا وقت تھا آپ رات بھر عبادت میں مشغول رہے صبح دس محرم کی تاریخ آ گئی دونوں اطراف میں صف آرائی ہو رہی تھی۔ نماز فجر کے بعد عمرو بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا، ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنے احباب کے ساتھ تیار تھے۔ آپ کے ساتھ 72 نفوس قدسیہ جس میں بچے بوڑھے خواتین بھی شامل تھیں دوسری جانب 90 ہزار کا لشکر جرار تمام حرب وہتھیار سے لیس تھے۔ آپ نے جس جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ جس طرف رخ کرتے یزیدی فوج بھیڑیوں کی مانند بھاگ کھڑی ہوتی۔ معاملہ بہت طویل ہو گیا۔ معصوم اور شیر خوار بچے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے لگے، خیمے جلا دیئے گئے، بھوکے پیاسے نواسہ رسول ﷺ میدان کربلا میں صبر کا پہاڑ بن کر جمے رہے، یزیدی دور سے تیر برساتے رہے اور پھر ایک مرحلہ آیا کہ بدبخت شمر ذی الجوشن جب قریب آیا تو آپ پہچان گئے کہ یہی سفید داغ والا وہی بدبخت ہے جس کے بارے میں سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اپنے اہل بیت کے خون سے اس کے منہ کو رنگتا دیکھتا ہوں۔ اور وہ پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی شمر لعین کے لئے بدبختی ہمیشہ کے لئے مقدر بن گئی ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ سجدہ میں گئے اور شمر کی تلوار نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی گردن مبارک کو تن سے جدا کر دیا وہ یومِ عاشورہ جمعہ کا دن تھا ماہِ محرم الحرام 61ھ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ فت امام حسین کی عمر 55 سال کے قریب تھی۔

عزرائیل کے ذریعہ وحی خداوندی جبرائیل نے میکائیل اور عزرائیل کے واسطہ سے حدیث بیان کی۔

ابن النجار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں نقل فرمایا:

أخبرنا يوسف بن المبارك بن الكامل الخفاف قال: أشهد بالله وأشهد لله لقد أخبرني محمد بن عبد الباقي الأنصاري قال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني القاضي أبو العلاء محمد بن علي الواسطي وقال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني عبد السلام بن صالح وقال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني علي بن موسى الرضي وقال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني علي بن موسى الرضي وقال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني أبي موسى بن جعفر وقال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني أبي علي بن أبي طالب وقال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني جبريل وقال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني ميكائيل وقال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني عزرائيل وقال: أشهد بالله وأشهد لله إن الله تعالى قال: مدمن خمر كعابد وثن.

ہمیں خبر دی یوسف بن مبارک بن کامل خفاف نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دیتا ہوں کہ مجھ کو خبر دی محمد بن عبداللہ باقی انصاری نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ قسم کھاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دیتا ہوں کہ مجھ سے حدیث بیان کی قاضی ابوالعلاء محمد بن علی واسطی نے اور فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ قسم کھاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دیتا ہوں کہ مجھ سے حدیث بیان کی عبدالسلام بن صالح نے اور کہا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ قسم کھاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دیتا ہوں کہ مجھ سے حدیث بیان کی علی بن موسیٰ رضی نے اور فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ قسم کھاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دیتا ہوں کہ مجھ سے حدیث بیان کی علی بن موسیٰ رضی نے اور فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ قسم کھاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دیتا ہوں کہ مجھ سے حدیث بیان کی ابوموسیٰ بن جعفر نے اور فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ قسم کھاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دیتا ہوں کہ مجھ سے حدیث بیان کی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اور حضرت علیؓ بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے ساتھ قسم کھاتا اور اللہ کے لئے گواہی دیتا ہوں کہ مجھے رسوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان کی آپؐ فرماتے ہیں مین اللہ کے ساتھ قسم کھاتا اور اللہ کے لئے گواہی دیتا ہوں کہ مجھے حضرت جبرائیل نے حدیث بیان کی، وہ فرماتے ہیں میں اللہ کے ساتھ قسم کھاتا اور اللہ کے لئے گواہی دیتا ہوں کہ مجھے میکائیل نے حدیث بیان کی وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے ساتھ قسم کھاتا اور اللہ کے لئے گواہی دیتا ہوں کہ مجھے عزرائیل (ملک الموت) نے حدیث بیان کی، وہ فرماتے ہیں میں اللہ کے ساتھ قسم کھاتا اور اللہ کیلئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا: شراب کا عادی بت پرست کی طرح ہے۔[1]

حضرت عزرائیل علیہ السلام

عزرائیل ایک مقرب فرشتے ہیں جنہیں روح قبض کرنے یعنی لوگوں کی جان نکالنے کی خدمت سپرد کی گئی ہے، بے شمار فرشتے ان کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں۔ ان کو فرشتہ اجل اور ملک الموت بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کا شمار چار بنیادی فرشتوں میں ہوتا ہے۔ تمام فرشتوں میں چار فرشتے مقرب تر ہیں جن کو عالم کے بڑے بڑے امور اور ملک وملکوت کے عظیم کام سپرد ہیں ان میں سے ایک جبریل ہیں دوسرے میکائیل، تیسرے اسرافیل اور چوتھے عزرائیل ہیں۔

عجیب واقعہ

دجال کے خاتمہ کے بعد حضرت عیسیٰؑ اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس یہ وحی آئے گی کہ میں نے ایسے بندے پیدا کئے ہیں جن سے لڑنے کی قدرت وطاقت کوئی نہیں رکھتا۔ تم میرے بندوں کو جمع کر کے کوہ طور کی طرف لے جاؤ اور ان کی حفاظت کرو، پھر اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو ظاہر کرے گا جو ہر بلند زمین کو پھلانگتے ہوئے اتریں گے اور دوڑیں گے ان کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ جب انکی سب سے پہلی جماعت بحر طبریہ سے گذرے گی تو اس کا سارا پانی پی جائے گی۔ پھر جب اس جماعت کے بعد آنے والی جماعت وہاں سے گذرے گی تو بحر طبریہ کو خالی دیکھ کر کہے گی کہ اس میں بھی کبھی پانی تھا۔ اس کے بعد یاجوج ماجوج آگے بڑھیں گے۔ یہاں تک کہ جبل خمر تک پہنچ جائیں گے، جو بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے، اور ظلم وغارت گری، اذیت رسانی اور لوگوں کو پکڑنے، قید کرنے میں مشغول ہو جائیں گے اور پھر کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کی ختم کر دیا، چلو آسمان والوں کا خاتمہ کر دیں۔

چنانچہ وہ آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلود کر کے لوٹا دے گا تا کہ وہ اس بھرم میں رہیں کہ ہمارے تیر واقعتہً آسمان والوں کا کام تمام کر کے واپس آئے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ڈھیل دی جائے گی اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ تیر فضا میں پرندوں کو لگیں گے اور ان کے خون سے آلودہ ہو کر واپس آئیں گے، پس اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ دجال کا فتنہ زمین تک ہی محدود نہیں رہے گا بلکہ زمین کے اوپر بھی پھیل جائے گا۔ اس عرصہ میں خدا کے نبی اور ان کے رفقا یعنی حضرت عیسیٰؑ اور اس وقت کے مومن کوہ طور پر روکے رکھے جائیں گے اور ان پر اسباب ومعیشت کی تنگی وقلت اس درجہ کو پہنچ جائے گی کہ ان کے لئے بیل کا سر تمہارے آج کے سو دیناروں سے بہتر ہو گا۔ جب یہ حالت ہو جائے گی تو اللہ کے نبی عیسیٰؑ اور ان کے ساتھی یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے لئے دعا وزاری کریں گے۔

پس اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں نغف یعنی کیڑے پڑ جانے کی بیماری بھیجے گا جس سے وہ سب یک بارگی اس

---

[1] یہ حدیث قسمہ طریق اور سند کے علاوہ صحیح طرق سے بھی روی ہے کما قال الحافظ المنذری۔

طرح مر جائیں گے جس طرح کوئی ایک شخص مر جاتا ہے۔ یعنی نغف کی بیماری کی شکل میں ان پر خدا کا قہر اس طرح نازل ہوگا کہ سب کے سب ایک ہی وقت میں موت کے گھاٹ اتر جائیں گے، اللہ کے نبی اور ان کے ساتھی اسبات سے آگاہ ہو کر پہاڑ سے اتر آئیں گے۔ اور انہیں زمین پر ایک بالشت کا ٹکڑا بھی ایسا نہیں ملے گا جو یاجوج ماجوج کی چربی اور بدبو سے خالی ہو۔ اس مصیبت کے دفیعہ کے لئے حضرت عیسیٰؑ اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ اونٹ کی گردن جیسی لمبی گردنوں والے پرندوں کو بھیجے گا جو یاجوج ماجوج کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کی مرضی ہوگی اٹھا کر پھینک دیں گے۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ وہ پرندے ان لاشوں کو نہبل میں ڈال دیں گے۔

(نہبل یہ دراصل ایک جگہ کا نام ہے جو بیت المقدس کے علاقہ میں واقع ہے۔ دوسرے معنی گڑھے کے ہیں اور ایک معنی پہاڑ سے گرنے کے ہیں۔) اور مسلمان یاجوج ماجوج کی کمانوں تیروں اور ترکشوں کو سات سال تک چلاتے رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک زوردار بارش بھیجے گا جس سے کوئی بھی مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا پتھر کا اور خواہ صوف کا ہو نہیں بچے گا وہ بارش زمین کو دھو کر آئینہ کی طرح صاف کر دے گی۔ پھر زمین کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے پھلوں یعنی اپنی پیداوار کو نکال اور اپنی برکت کو واپس لا، چنانچہ زمین کی پیداوار اس وقت اس قدر بابرکت اور باافراط ہوگی کہ دس سے لے کر چالیس آدمیوں تک کی پوری جماعت ایک انار کے پھل سے سیراب ہو جائے گی۔

اور اس انار کے چھلکے سے لوگ سایہ حاصل کریں گے۔ نیز دودھ میں برکت دی جائے گی۔ یعنی اونٹ اور بکریوں کے تھنوں میں دودھ بہت ہوگا۔ یہاں تک کہ دودھ دینے والی ایک اونٹنی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگی۔ دودھ دینے والی ایک بکری آدمیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے لئے کافی ہوگی۔ بہرحال لوگ اس طرح کی خوش حال اور امن وچین کی زندگی گذار رہے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا جو ان کی بغل کے نیچے کے حصہ کو پکڑے گی۔ (یعنی اس ہوا کی وجہ سے ان کی بغلوں میں درد پیدا ہوگا) اور پھر وہ ہوا ہر مومن اور ہر مسلمان کی روح قبض کر لے گی اور صرف بدکار اور شریر لوگ دنیا میں باقی رہ جائیں گے جو آپس میں گدھوں کی طرح مختلط ہو جائیں گے اور ان ہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ اس پوری روایت کو مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔[1]

عزرائیل علیہ السلام کس پر ترس آیا؟

ایک دفعہ اللہ رب العزت نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ تجھے کسی کی جان قبض کرتے ہوئے کبھی رحم آیا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی میرا ہر ایک کی روح قبض کرتے ہوئے دل دکھتا ہے مگر آپ کے حکم کی سرتابی کی مجال نہیں۔ ہاں ایک ایسا واقعہ گزرا ہے جس کا دکھ میں ابھی تک بھلا نہ سکا وہ غم تنہائی میں بھی میرے ساتھ رہتا ہے۔

---

[1] بحوالہ: تیسیر الباری ترجمہ وشرح صحیح بخاری جلد ۹، صفحہ ۱۸۹ تا ۱۹۱

عرض کیا کہ ایک جہاز سمندر میں سفر کر رہا تھا۔ وہ آپ کے حکم سے بھنور میں پھنس گیا۔ تھوری دیر بعد وہ جہاز تباہ ہوگیا۔ جہاز میں سوار کئی مسافر غرق ہو گئے جو مسافر بچے ان میں ایک ماں اور اس کا نوازئیدہ بچہ جو تباہ شدہ جہاز کے ایک تختے پر سمندر کی لہروں میں آپ کے رحم و کرم پر بہے چلے جا رہے تھے۔ تیز ہوا نے انہیں سینکڑوں میل دور سمندر کے کنارے پہنچا دیا۔ میں ماں اور بیٹے کے بچ جانے پر بہت خوش ہوا اسی لمحے آپ کا حکم ہوا ماں کی روح قبض کرلو۔ مولا کریم میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی یا باری تعالیٰ آپ خوب جانتے ہیں کہ یہ حکم پا کر میرا کلیجہ کانپ گیا اور جب مین نے اس طفلِ شیر خوار کو ماں سے الگ کیا تو مجھے کس قدر تکلیف پہنچی تھی۔ پھر حکمِ الٰہی ہوا کیا تجھے معلوم ہے کہ بعد میں وہ بچہ کہاں اور کس طرح پرورش پاتا رہا؟ عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ عالم الغیب ہیں ظاہر اور باطن آپ پر عیاں ہیں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہم نے موجِ سمندر کو حکم دیا کہ اس لاوارث بچے کو اُٹھا کر ساحل پر ڈال دے۔

ساحل کے قریب ایک سرسبز وشاداب جزیرہ تھا۔ ہم نے پھولوں کو حکم دیا کہ بچے کے نیچے سیج بچھا دیں۔ سورج سے کہا اپنی تیز شعاوں سے بچے کو محفوظ رکھنا۔ بادل کو کہا بچے سے ذرا فاصلے پر برسے، درختوں کی شاخیں خود بخود جھک کر پھل اور ان کا رس اس کے منہ میں دال دیتی تھیں۔ جزیرے میں ایک شیرنی کی ہم نے ذمہ داری لگادی وہ روزانہ اسے دودھ پلاتی شیرنی کے خوف سے بچے کے پاس کوئی جانور نہیں آسکتا تھا۔ اس جزیرے میں ہم نے خوش نوا اور حسین پرندے بھیجے جو ہر وقت چہچہاتے تاکہ بچے کا دل پریشان نہ ہو۔ ہوا کو حکم دیا کہ اس بچے پر آہستہ آہستہ سے گزرے تاکہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اے عزرائیل علیہ السلام! وہ تنہا اور بظاہر بے یارومددگار بچہ پرورش پاکر خوب صحت مند اور بہادر ہوگیا۔ ہم نے اس کے پاؤں میں کبھی کانٹا بھی نہ چبھنے دیا۔ دنیا کی دنیا کی تمام نعمتیں اسے عطا کیں۔ ایک بادشاہ شکار کھیلتے ہوئے اُدھر آنکلا وہ خوبصورت اور صحت مند بچے دیکھ کر بہت خوش ہوا اسے اٹھا کر اپنے محل لے گیا ان کے ہاں اولاد نہ تھی انہوں نے اسے اپنا بیٹا بنا لیا۔ بادشاہ کی موت کے بعد وہ اکیلا تخت وتاج کا مالک بن گیا۔ غرور وتکبر سے ہمارے بندوں پر ظلم کرنے لگا، ایسا سرکش نکلا کہ خود ہی خدا بن بیٹھا، اپنے بُت بنوا کر انہیں سجدے کرانے لگا۔ خاک کا فانی پتلا ہمارا شریک بن بیٹھا آخر ہم نے اس کی بہتری کے لیے اپنے خلیل ابراھیم علیہ السلام کو اس کے پاس بھیجا اس ظالم نے ہمارے پیارے کو بھی آگ میں پھینک دیا۔ اے عزرائیل علیہ السلام! اس بطے نے میرا کیا شکریہ ادا کیا؟ وہ بچہ نمرود بن کر اس وقت ایک بڑے ملک کا بادشاہ ہے اور اسی نے میرے خلیل ابراھیم علیہ السلام کو آگ کے الاؤ میں جھونکا ہے اور اب خدائی کا دعوہ کر کے لوگوں کو میری راہ سے ہٹاتا ہے اور حکم نہ ماننے والوں کو سخت سزا دیتا ہے۔ عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا اے مخلوقات کے کالق میں اس سرکش بچے کی حالت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے دل میں خیال اور ملال لاتا رہا۔ آپ کے راز آپ ہی جانیں۔ سبق: اے خدا کے بندے تو اپنی اصلاح کرلے نفس کو قید و بند میں رکھ۔ نفس یقیناً ایک خونی درندے کی مانند ہے اگر یہ احسان فراموش ہو جائے تو مثلِ نمرود بن جاتا ہے۔[1]

---

[1] حکایات رومی، حکایت نمبر 34 ص:143

ما جاء فی ملك القطر علیه السلام

ملک القطر علیہ السلام بارش کا فرشتے کے متعلق احادیث

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''معجم الصحابہ'' میں اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا:

عن أنس قال: استأذن ملك القطر ربه أن يزور النبی صلی الله عليه وسلم فأذن له وكان فی يوم أم سلمة فقال النبی صلی الله عليه وسلم لأم سلمة: احفظی الباب لا يدخل علينا أحد، فبينما هی علی الباب إذ دخل الحسين فاقتحم يتوثب علی رسول الله صلی الله عليه وسلم، فجعل النبی صلی الله عليه وسلم يلثمه ويقبله فقال له الملك: أتحبه؟ قال: نعم قال: إن أمتك ستقتله، وإن شئت أريتك المكان الذی يقتل فيه، فأراه إياه، فجاء بسهلة، وتراب أحمر، فأخذته أم سلمة فجعلته فی ثوبها.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: بارش کا فرشتہ نے اپنے لئے رب تعالیٰ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اجازت طلب کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت عطاء فرمائی ۔ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام فرماتے تھے (اور بارش کا فرشتہ آپ کے پاس موجود تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: دروازہ بند کردو ہمارے پاس کوئی نہ آئے جب یہ دروازہ پر پہنچیں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی مبارک پر بلا جھجک سوار ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منہ اور چہرہ پر چومنا شروع کر دیا۔ تو بارش کے فرشتے نے عرض کیا: آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تو اس نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت انہیں عنقریب شہید کر دے گی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کریں تو میں آپ کو وہ مقام بھی دکھا دوں جہاں انہیں شہید کیا جائیگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جگہ دکھلائی اور ریت اور سرخ مٹی لے آئے تو اسے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لے لیا اور اپنے کپڑے میں باندھ لیا۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن أبی الطفيل قال: استأذن ملك القطر بأن يسلم علی النبی صلی الله عليه وسلم فی بيت أم سلمة فقال: لا يدخل علينا أحد، فجاء الحسين فدخل فقالت أم سلمة: هو الحسين فقال: دعيه، فجعل يعلو رقبة رسول الله ويعبث به، والملك ينظر فقال الملك: أتحبه يا محمد؟ قال: أی والله إنی

لأحبه قال: أما إن أمتك ستقتله، وإن شئت أريتك المكان فقال بيده، فتناول كفا من تراب، فأخذت أم سلمة التراب فصرته في خمارها، فكانوا يرون أن ذلك التراب من كربلاء.

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: بارش کے فرشتے نے اجازت طلب فرمائی کہ وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پیش کرے، (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملنے پر جب وہ فرشتہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حاضر ہوا) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے پاس کوئی نہ آئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور جب وہ جانے لگے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آنے دو۔ تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گدی پر سوار ہوئے اور کھیلنے لگ گئے۔ جسے فرشتہ دیکھ رہا تھا۔ تو اس فرشتہ نے عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت تو انہیں عنقریب شہید کر دے گی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ جگہ دکھا دوں پھر انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور مٹی کی ایک مٹھی اٹھالی (اور وہ مٹی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھائی) اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ مٹی لے لی اور اسے اپنی اوڑھنی میں باندھ دی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رائے دیا کرتے تھے کہ کربلا کی مٹی ہے۔[1]

درس حدیث: مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر بارش کے فرشتے نے دے دی تھی۔ شہادت ایک اہم مرتبہ ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعا نہیں فرمائی کہ ان کو یہ سعادت نصیب نہ ہو۔ نیز یہ آزمائش تھی اور آزمائش پر صبر ہی انسان کا کمال ہے جو امام حسین رضی اللہ عنہ نے بدرجہ اتم موجود تھا یقیناً یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا ثمر ہوسکتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالا جانا

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

عن سعيد بن جبير قال: لما ألقي إبراهيم خليل الرحمن في النار قال الملك خازن المطر: أي رب خليلك إبراهيم. رجي أن يؤذن له فيرسل المطر فكان أمر الله عز وجل أسرع من ذلك.

حضرت سعید بن جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: جب حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کو آگ میں پھینکا

---

[1] ۔ یہ حدیث مختلف طریقوں سے مروی ہے امام احمد نے (مسند احمد میں) بسند صحیح حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) یا حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے کسی سے فرمایا: "لقد دخل علی البیت ملك لم يدخل علی قبلها قال ان ابنك هذا حسبنا مقتول وان شئت اريتك من تربة الارض التي يقتل بها قال فاخرج تربة حمراء۔" میرے پاس اس گھر میں ایک فرشتہ آیا ہے جو پہلے کبھی نہیں آیا، اس نے کہا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا بیٹا حسین شہید ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں تو میں اس زمین کی خاک بھی دکھلا سکتا ہوں جہاں اس سے جنگ کی جائیگی (اور اسے شہید کیا جائیگا) فرمایا کہ اس کے بعد اس نے سرخ مٹی نکال کر دکھلائی۔

گیا تو ملک المطر علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! آپ کا دوست ابراہیم علیہ السلام امید میں ہے کہ فرشتہ بارش کو حکم ہو اور وہ بارش برسائے (تا کہ یہ آگ بجھ جائے)۔ تو اللہ تعالیٰ کا حکم اس بارش کے آگ کو بجھانے سے بہت جلد پہنچنے والا تھا۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ ملائکہ زمین پر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور یہ بارش کے فرشتے کی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محبت ہی تھی کہ عرض کی: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بارش کے فرشتہ کو حکم دے گا کہ وہ بارش برسائے۔ اور یہ عرض کرنے کا مقصد یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ملک المطر علیہ السلام کو بارش برسانے کا حکم دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو کبھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا اگر اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو کسی آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تو ان کی دستگیری بھی فرماتا ہے۔ بارش کے برسنے سے آگ تو بجھ جاتی مگر اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی بارش کی وجہ سے پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا۔ اور بارش کے سبب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شان و مرتبہ کا وہ اظہار نہ ہوتا جو اللہ تعالیٰ کا منشا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس بارش سے جس کے ذریعے آگ بجھائی جانی مقصود ہوتی بہت جلد پہنچنے والا تھا اور وہ حکم پہنچا کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گل و گلزار بن جائے۔

بادلوں کا فرشتہ دربار نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں

امام ابوعوانہ اور الضیاء نے ''المختارہ'' میں نقل کیا ہے:

عن ابن عباس قال: أظلت سحابة ونحن نطمع فيها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الملك الذي يسوق السحاب دخل آنفا فسلم علي وذكر أنه يسوقها إلى واد باليمن يقال له جرع

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: بادل نے (ہم پر) سایہ کیا تو ہم نے اس سے امید کی (کہ بارش برسے گی) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو فرشتہ بادلوں کو چلاتا ہے وہ ابھی حاضر ہوا تھا اس نے مجھے سلام کیا اور ذکر کیا ہے کہ وہ اسے ایک وادی یمن کی طرف لے جا رہا ہے جس کا نام (وادی) جرع ہے''۔

درس حدیث:۔ حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ بارش کا فرشتہ بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بارش کے برسنے کی اطلاع دیتا ہے کہ بارش کب اور کہاں برسے گی۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کو اس سلسلہ میں آگاہ بھی فرماتے ہیں کہ اب بارش کہاں برسنے والی ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے منافی نہیں ہے جس میں ہے کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔ کیونکہ اس ارشاد باری تعالیٰ ہے کوئی اندازے سے نہیں جانتا کہ بارش کب اور کہاں ہوگی جب کہ اس حدیث پاک میں ہے اللہ تعالیٰ نے جس فرشتے کو بارش اور بادلوں پر مقرر فرمایا ہے اس نے آکر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی کہ یہ بادل یمن کی اس وادی جس کو جرع کہتے ہیں بارش برسائیں گے۔

ما جاء فی الملك الموكل بالحجب علیه السلام

رازوں پر مقرر فرشتہ علیہ السلام کے متعلق وارد روایات

راہِ خدا میں خرچ کرنے کا عجیب واقعہ

اور امام طیاسی، امام احمد اور امام مسلم رحمہم اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں:

عن أبي هريرة: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:) بينما رجل بفلاة إذ سمع رعدا في سحاب، فسمع فيه كلاما: اسق حديقة فلان " فجاء ذلك السحاب إلى حرة فأفراغ ما فيه من ماء، ثم جاء إلى ذناب شرج فانتهى إلى شرجة فاستوعب الماء، ومشى الرجل مع السحابة حتى انتهى إلى رجل قائم في حديقته يسقيها فقال: يا عبد الله ما إسمك؟ قال: ولم تسأل؟ قال: إني سمعت في سحاب هذا ماؤه: " اسق حديقة فلان باسمك فما تصنع فيها إذا صرمتها؟ قال: أما إذا قلت ذلك فإني أجعلها على ثلاث أثلاث، أجعل ثلثا لي، ولأهلي، وأرد ثلاثا فيها، وأجعل ثلثا في المساكين، والسائل، وابن السبيل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دفعہ ایک آدمی جنگل میں تھا اس نے بادل سے اچانک ایک گرج سنی جس میں یہ بات بھی تھی کہ "فلاں کے باغ کو پلاؤ" تو یہ بادل ایک سیاہ پتھریلی زمین کی طرف چلا آیا اور جو کچھ پانی اس میں تھا سب کا سب اس میں پلٹ دیا اور وہ پانی ایک وسیع میدان میں جمع ہو گیا پھر ایک نالے تک جا پہنچا اور چل پڑا یہ آدمی بھی اس بادل کے ساتھ ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ اس نے ایک آدمی کو اپنے باغ میں موجود پایا جو اسے پانی پلا رہا تھا تو اس نے کہا: اے بندۂ خدا! آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے جواب میں کہا: تم کیوں پوچھتے ہو، تو بتایا جس کا یہ پانی ہے اس بادل سے میں نے ایک آواز سنی ہے کہ جس میں آپ کا نام لے کر کہا گیا کہ فلاں کے باغ کو پانی پلا۔ تو جب اس کی فصل اٹھاتا ہے تو اس میں کونسا عمل کرتا ہے؟ تو اس نے کہا: جب تو نے یہ بات پوچھ ہی لی ہے تو (سن) میں اس کی (آمدنی) کو تین حصوں پر تقسیم کرتا ہوں۔ ایک تہائی تو اپنے اور اپنے اہل خانہ کیلئے مقرر کرتا ہوں اور دوسری تہائی اسی میں شامل کر دیتا ہوں اور ایک تہائی محتاجوں، سائلوں اور مسافروں کو دے دیتا ہوں۔

فرشتہ بارش کی حضرت ابراہیمؑ کیلئے دعا

امام دینوری رحمۃ اللہ علیہ ''المجالسۃ'' میں نقل فرماتے ہیں:

عن بکر بن عبد اللہ المزنی قال: لما أرادوا أن یلقوا إبراهیم علیه السلام فی النار ضجت عامة الخلیفة إلی ربها فقالوا: یا رب خلیلك یلقی فی النار ائذن لنا فنطفیء عنه فقال عز وجل: هو خلیلی لیس لی خلیل غیره فی الأرض، وأنا إلهه لیس له إله غیری، فإن استغاث بکم فأغیثوه، وإلا فدعوه قال: وجاء ملك القطر فقال: یارب خلیلك یلقی فی النار فائذن لی فأطفیء عنه بقطرة واحدة فقال عز وجل: هو خلیلی لیس لی فی الأرض خلیل غیره، وأنا إلهه لیس له إله غیری فإن استغاث بك فأغثه وغلا فدعه.

حضرت بکر بن عبد اللہ مزنی رضی اللہ عنہ سے موی ہے۔فرماتے ہیں: جب (کفار نے) ارادہ کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالیں تو سب مخلوقات نے اپنے رب سے فریاد کی اور عرض کی: اے ہمارے رب! آپ کے خلیل علیہ السلام آگ میں ڈالا جارہا ہے۔آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم آگ کو بجھادیں۔تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: وہ میرا دوست ہے اس کے علاوہ روئے زمین پر میرا کوئی دوست نہیں۔ میں اس کا خدا ہوں۔میرے سوا اس کا کوئی خدا نہیں۔اگر وہ تم سے فریادرسی چاہے تم اس کی فریادرسی کرو ورنہ چھوڑ دو۔فرمایا: بارش کا فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کی: اے میرے رب! آپ کا دوست آگ میں ڈالا جارہا ہے۔آپ مجھے اجازت دیں تو میں (بارش کے) ایک قطرے سے آگ بجھاڈالوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ میرا دوست ہے۔روئے زمین پر اس کے سوا میرا کوئی دوست نہیں۔میں اس کا خدا ہوں میرے سوا اس کا کوئی خدا نہیں ہے پس اگر وہ تم سے فریادرسی چاہی تو ان کی فریادرسی کرو ورنہ چھوڑ دو۔

درس حدیث:۔ گزشتہ دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت روئے زمین پر حضرت ابراہیم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو کوئی پیارا نہیں تھا۔فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کے پیارے سے پیار کرتے ہیں اور ان کو تکالیف سے بچانے کے لئے نہ صرف رب کریم سے سفارش کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کر کے ان کی امداد بھی کرتے ہیں۔نیز بندگان خدا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام توکل کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملائکہ میں سے کسی سے دادرسی نہیں چاہی۔تو جب آپ علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا ''یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراهیم'' (اے آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گل وگلزار بن جا) تو آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گل وگلزار بن گئی، آگ نے سب کچھ جلادیا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے لباس کو نہ جلایا۔

ساتوں آسمان کس کس چیز سے بنے ہوئے ہیں

امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں، امام ابن المنذر، امام ابن ابی حاتم، امام طبرانی نے الاوسط میں اور امام

ابوالشیخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے:

عن الربيع بن أنس قال: السماء الدنيا: موج مكفوف، والثانية: مرمرة بيضاء، والثالثة: حديد، والرابعة: نحاس، والخامسة: فضة، والسادسة: ذهب، والسابعة: ياقوتة حمراء، وما فوق ذلك صحاري من نور، ولا يعلم ما فوق ذلك إلا الله تعالى، وملك موكل بالحجب يقال له: ميطا طروش.

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: پہلا آسمان جمع شدہ لہر ہے دوسرا سفید مرمر کا ہے، تیسرا لوہے کا ہے چوتھا تانبے کا ہے، پانچواں چاندی کا ہے، چھٹا سونے کا ہے، ساتواں سرخ یاقوت کا ہے، ان کے اوپر نور کے صحرا ہیں، ان کے اوپر کا علم اللہ تعالیٰ اور موکل بالحجب (پردوں کے فرشتے) کے سوا کوئی نہیں جانتا اس فرشتے کا نام میطاطروش ہے۔

درس حدیث: زیر نظر حدیث پاک میں ایک فرشتے کا ذکر ہے جس کا نام میطاطروش ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں پر مقرر فرشتہ ہے۔ ساتویں آسمان سے اوپر نور کے صحرا ہیں اور ان صحراؤں میں کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رازوں پر مقرر فرشتے کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور اس فرشتے کا نام میطاطروش ہے۔

واضح رہے کہ یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حریم قدس میں جانے اور حریم قدس کے حالات سے باخبر ہونے کے مانع نہیں ہے کیونکہ اس پر امت کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی جاننے والا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے رازوں پر مقرر فرشتہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہرگز نہیں ہے۔ نیز حدیث پاک کے یہ الفاظ کے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رازوں پر مقرر فرشتے کے علاوہ ان نور کے صحراؤں میں کیا ہے کوئی نہیں جانتا اس سے مراد ملائکہ اور آسمانی مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ نے ان رازوں کے بارے میں کسی کو آگاہ نہیں فرمائے سوائے اس فرشتے کے جس کا نام میطاطروس ہے۔

ما جاء فی حملة العرش علیهم السلام

حاملین عرش علیہم السلام کے بارے میں احادیث

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

''وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ'' (الحاقۃ:۱۷)

اور آپ کے رب کے عرش کو اس روز اپنے اوپر آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا۔

أخرج عبد بن حمید وعثمان بن سعید الدارمی فی کتاب الرد علی الجهمیة وأبو یعلی وابن المنذر وابن خزیمة وابن مردویه والحاکم وصححه

امام عبد بن حمید، عثمان بن سعید دارمی رحمہما اللہ تعالیٰ نے ''کتاب الرد علی الجھمیہ'' میں اور ابو یعلیٰ، امام ابن منذر، امام ابن خزیمہ، امام مردویہ اور امام حاکم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو نقل فرمایا ہے اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ہے:

عن العباس بن عبد المطلب فی قوله: (وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ) قال: ثمانية أملاك علی صورة الأوعال.

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ آیت ''وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ'' (الحاقۃ:۱۷) اور آپ کے رب کے عرش کو اس روز اپنے اوپر آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں آٹھ فرشتے پہاڑی دنبوں کی شکل میں ہوں گے۔

حاملین عرش فرشتوں کی جسامت

حضرت عثمان بن سعید رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس قال: لحملة العرش قرون لها كعوب ككعوب القنا. ما بين أخمص أحدهم إلی كعبيه مسيرة خمس مائة عام، وبين أرنبته إلی ترقوته مسيرة خمس مائة عام، ومن ترقوته إلی موضع القرط خمس مائة عام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں: حاملین عرش کے سینگ ہیں۔ان سینگوں بلندیاں ایسی ہیں جیسے نیزہ کی بلندی ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک کے پاؤں کے ابھرے ہوئے تلوے سے لیکر ٹخنے تک پانچ سو سال چلنے کا فاصلہ ہے اور اس کے ناک کے سرے سے لیکر ہنسلی کی ہڈی تک پانچ سو سال چلنے کا سفر ہے اور اس

کی ہنسلی کی ہڈی سے لیکر پستان تک پانچ سوسال (کا سفر) ہے۔

درس حدیث: زیرنظر حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حاملین عرش عظیم جسامت کے مالک ہیں اور جو پانچ سوسال چلنے کی مثال دی گئی ہے۔ یہ دنیاوی پانچ سوسال نہیں ہیں بلکہ آخرت کے پانچ سوسال ہیں جیسا کہ آئندہ حدیث میں اس کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ ان میں صرف ایک فرشتہ کے پاؤں ساتویں زمین سے نیچے ہیں اور عرش اسکے کندھے پر ہے۔

عظیم فرشتے کی تسبیح

حضرت عثمان بن سعید اور ابویعلی رحمہا اللہ تعالیٰ صحیح سند کے ساتھ نقل فرماتے ہیں:

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أذن لي أن أحدث عن ملك قد مرقت رجلاه الأرض السابعة، والعرش على منكبيه وهو يقول: سبحانك أين كنت، وأين تكون

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اجازت فرمائی گئی ہے کہ میں ایسے فرشتے کی بات بتلاؤں جس کے پاؤں ساتویں زمین سے بھی گزر گئے ہیں اور عرش (خداوندی) اس کے کندھوں پر ہے وہ یہ کہہ رہا ہے "اے اللہ! آپ کی ذات پاک ہے آپ جہاں تھے اور جہاں ہیں اور ہوں گے"

وأخرج أبوداود، وأبوالشيخ، والبيهقي في الأسماء والصفات

امام ابوداؤد، امام ابوالشیخ، امام بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ "الاسماء والصات" میں نقل فرماتے ہیں:

عن جابر: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أذن لي أن أحدث عن ملك من حملة العرش، رجلاه في الأرض السفلى، وعلى قرنه العرش، وبين شحمة أذنه وعاتقه خفقان الطير سبعمائة يقول ذلك الملك: سبحانك حيث كنت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اجازت فرمائی گئی ہے کہ میں ایسے فرشتہ کے متعلق کچھ بتلاؤں جو عرش کے اٹھانے والوں میں سے ہے اس کے پاؤں سب سے نچلی زمین میں ہیں اس کے سینگ پر عرش ہے اور اس کے کان کی لو سے اس کے کندھے تک کا فاصلہ سات سوسال تک پرندہ کے اڑنے کے برابر ہے وہ فرشتہ یہ کہہ رہا ہے "سبحانك حيث كنت" (آپ کی ذات پاک ہے آپ جہاں بھی ہیں)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الاوسط میں نقل فرمایا ہے:

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أذن لي أن احدث عن ملك من ملائكة الله من حملة العرش، رجلاه في الأرض السفلى وعلى قرنه العرش، وبين شحمة أذنه وعاتقه خفقان الطير سبعمائة عام، ويقول ذلك الملك: سبحانك حيث كنت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اجازت فرمائی گئی ہے کہ میں ایسے فرشتہ کے

متعلق کچھ بتلاؤں جو عرش کے اٹھانے والوں میں سے ہے اس کے پاؤں سب سے نچلی زمین میں ہیں اس کے سینگ پر عرش ہے اور اس کے کان کی لو سے اس کے کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال تک پرندہ کے اڑنے کے برابر ہے وہ فرشتہ یہ کہہ رہا ہے "سبحانك حيث كنت" (آپ کی ذات پاک ہے آپ جہاں بھی ہیں)

درس حدیث: مذکورہ بالا احادیث میں ایک عظیم الشان فرشتے کا ذکر ہے جس کے پاؤں ساتویں زمین سے گزر گئے ہیں اور اس کے کندھوں پر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور اس کی تسبیح "سبحانك أين كنت، وأين تكون" ہے اس فرشتے کی تسبیح سے معلوم ہوتا ہے کہ عرش الٰہی اٹھانے والے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کہاں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا کسی کو احساس نہیں ہو سکتا اور وہ ادراک سے ماوراء ہے اور اپنی شان کے موافق اپنے عرش پر مستوی ہے۔[1]

حاملین عرش کے گوشہ چشم سے آنکھ کے دوسرے کنارے تک کا فاصلہ

وأخرج أبو الشيخ من طريق أبي قبيل: أنه سمع عبد الله يقول: حملة العرش ما بين موق أحدهم إلى مؤخر عينيه مسيرة خمس مائة عام.

امام ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ابو قبیل رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: عرش اٹھانے والے فرشتوں کے گوشہ چشم سے لیکر آنکھوں کے دوسرے کنارہ تک پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔

حاملین عرش کی تعداد

امام عثمان بن سعید، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں:

عن حسان عن عطية قال: حملة العرش ثمانية، أقدامهم مثبتة في الأرض السابعة، رؤوسهم قد جاوزت السماء السابعة، وقرونهم مثل طولهم عليها العرش.

حضرت حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: حاملین عرش آٹھ ہیں ان کے قدم ساتویں زمین میں پیوست ہیں ان کے سر ساتویں آسمان سے تجاوز کر گئے ہیں ان کے سینگ ان کے (قد) برابر طویل ہیں انہیں پر عرش (قائم) ہے۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ حاملین عرش (عرش اٹھانے والے) فرشتوں ک قد برابر ہیں اور ان کی تعداد آٹھ ہے۔

امام ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن زاذان قال: حملة العرش أرجلهم في التخوم لا يستطيعون أن يرفعوا أبصارهم من شعاع النور.

---

[1] ابو داؤد کتاب السنۃ الجہمیہ میں مروی ہے ابو داؤد اور بیہقی دونوں کی اسناد صحیح ہیں۔

حضرت زاذان رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حاملین عرش کے قدم (زمین) کی جڑ میں ان میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ نور کی شعاع کی وجہ سے اپنی نگاہیں بلند کر سکیں۔

حاملین عرش کی تعداد و تسبیح

امام ابومنذر، امام ابوالشیخ اور امام بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ نے ''شعب الایمان'' میں نقل فرمایا ہے:

عن هارون ابن رئاب قال: حملة العرش ثمانية، يتجاوبون بصوت رخيم. تقول أربعة منهم: سبحانك وبحمدك على حلمك بعد علمك وأربعة يقولون: سبحانك وبحمدك على عفوك بعد قدرتك

حضرت ہارون بن رئاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: حاملین عرش آٹھ ہیں آپس میں نرم آواز میں گفتگو کرتے ہیں ان میں سے چار تو یہ کہتے ہیں۔ ''سبحانك و بحمدك على حلمك بعد عليمك'' (آپ کے عالم ہونے کے باوجود آپ کی بردباری پر تعریف کے ساتھ ساتھ پاکیزگی ہو) اور چار یہ کہتے ہیں ''سبحانك وبحمدك على عفوك بعد قدرتك'' (آپ کے صاحب قدرت ہونے کے باوجود آپ کے معاف کر دینے پر تعریف کے ساتھ ساتھ پاکیزگی ہو)

حاملین عرش فرشتے

امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن الربيع في قوله (وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ) قال: ثمانية من الملائكة.

حضرت ربیع اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ'' (اور آپ کے رب کے عرش کو اس روز اپنے اوپر آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا۔) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ ملائکہ میں سے آٹھ ہیں۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن زيد قال: قال رسول صلى الله عليه وسلم: يَحْمِلُهُ الْيَوْمَ أَرْبَعَةٌ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَمَانِيَةٌ)

حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ''''(آج عرش خداوندی کو اٹھانے والے چار (فرشتے) ہیں اور روز قیامت آٹھ ہوں گے)

درس حدیث: حدیث ہذا میں آج سے مراد یہ ہے کہ قیامت سے قبل عرش کو اٹھانے والوں کی تعداد چار ہے روز قیامت آٹھ ہوگی اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا خوب اظہار مقصود ہوگا اور اس لئے بھی کہ اس روز اللہ تعالیٰ صفت قہاریت کو خوب ظاہر فرمائیں گے جس کی وجہ سے ان چار فرشتوں میں عرش کو اٹھانے کی ہمت نہ رہے گی ان کی تقویت کیلئے مزید چار فرشتوں کا اضافہ فرمایا جائے گا۔ حضرت حسان بن عطیہ کی گزشتہ حدیث میں قیامت کے علاوہ دوسرے ایام میں بھی حاملین عرش کی تعداد آٹھ آئی ہے، ان دونوں روایتوں میں تطبیق بظاہر مشکل نظر آتی ہے اس لئے

جس روایت میں حاملین عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کی تعداد آٹھ ہے وہ حضرت حسان بن عطیہ کے ذاتی قول پر محمول ہو گی، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس کا استنباط آیت ویحمل عرش ربك فوقهم یومئذ ثمانیة سے کیا مراد ہوگا اور اس آٹھ تعداد کو دوسرے ایام پر بھی محمول کیا ہوگا ورنہ اس حدیث اور آئندہ کی کئی احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عام ایام میں ان فرشتوں کی تعداد چار ہے صرف روز قیامت میں آٹھ ہوگی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت حسان بن عطیہ نے مطلقا حاملین عرش کی تعدا آٹھ ذکر کی ہو جو روز قیامت ہوگی۔ تاہم حضرت حسان بن عطیہ کا قول ذاتی رائے پر محمول کیا جائے یا آپ کا آیت قرآنی جس میں حاملین عرش کی تعداد آٹھ مذکور ہے سے استنباط ہو۔ اس آیت سے استنباط کی صورت میں آپ نے مطلقاً حاملین عرش آٹھ ذکر کئے ہیں جو حقیقتاً روز قیامت ہی ہوں گے۔

حاملین عرش کی طاقت وقوت اور تسبیح

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر اور امام ابوالشیخ رحمہم اللہ تعالیٰ نقل کرتے ہیں:

عن وهب قال: حملة العرش الذين يحملونه أربعة أملاك. لكل ملك منهم: أربعة وجوه. وأربعة أجنحة: جناحان على وجهه يمنعانه من أن ينظر إلى العرش فيصعق. وجناحان يطير بهما. أقدامهم في الثرى. والعرش على أكتافهم لكل واحد منهم وجه ثور. ووجه أسد. ووجه إنسان. ووجه نسر. ليس لهم كلام إلا أن يقولوا: قدوس الله القوي. ملأت عظمته السماوات والأرض.

حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: حاملین عرش جو عرش کو اٹھانے والے ہیں آٹھ فرشتے ہیں ان میں سے ہر ایک فرشتہ کے چار منہ اور چار پر ہیں دو پر تو ان کے چہرہ پر ہیں جو اسے عرش کی طرف دیکھنے سے روکتے ہیں (اگر وہ اسے دیکھ لے) تو (ہیبت اور جلال عرش الٰہی سے) چیخ نکل جائے (اور ہوش اڑ جائیں) اور وہ ایسے ہیں جن سے خود اڑتا ہے ان کے قدم آخری زمین میں ہیں عرش ان کے کندھوں پر ہے ان میں سے ہر ایک کا ایک منہ بیل ہے ایک شیر کا ایک انسان کا ایک گدھ کا۔ ان کی کوئی گفتگو نہیں ہے بس یہ کہتے ہیں۔ ''قدوس اللہ القوی ملاث عظمتہ السموت والارض'' (پاکیزہ اور بابرکت ہے اللہ تعالیٰ صاحب قوت ہے اس کی عظمت نے آسمانوں اور زمین کو بھر رکھا ہے)

زمین کے نیچے ایک چٹان

امام ابوالشیخ امام سدی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے نقل کرتے ہیں:

عن أبي مالك، قال: الصخرة التي تحت الأرض منتهى الخلق على أرجائها. أربعة أملاك لكل واحد منهم: أربعة وجوه: وجه إنسان. ووجه أسد. ووجه نسر. ووجه ثور. وهم قيام عليها. قد أحاطوا الأرض والسموات. ورؤوسهم تحت العرش.

حضرت ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: مخلوق کے آخر میں زمین کے نیچے ایک چٹان ہے اس کے

کناروں پر چار فرشتے ہیں ان میں سے ہرایک کے چار چہرے ہیں ایک انسان کا ایک، شیر کا ایک گد کا ایک بیل کا ، یہ اس پر قائم ہیں انہوں نے زمین آسمانوں کا احاطہ کر رکھا ہے، ان کے سر عرش کے ۔ نیچے ہیں۔

حاملین عرش کی شکل وصورت؟

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

عن وهب قال: حملة العرش اليوم أربعة، فإذا كان يوم القيامة أبدوا بأربعة أخرى، ملك منهم في صورة إنسان يشفع لبني آدم في أرزاقهم، وملك في صورة نسر يشفع للطير في أرزاقها، وملك في صورة ثور يشفع للبهائم في أرزاقها، وملك في صورة أسد يشفع للسباع في أرزاقها، ولكل ملك منهم: أربعة وجوه: وجه إنسان، ووجه نسر، ووجه ثور، ووجه أسد، فلما حملوا العرش وقعوا على ركبهم من عظمة الله فلقنوا: لا حول ولا قوة إلا بالله، فاستووا قياما على أرجلهم آدم

حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: حاملین عرش اب چار ہیں جب قیامت کا دن ہو تو مزید چار کے ساتھ انہیں قوت بخشی جائیگی ان میں سے ایک فرشتہ انسان کی شکل میں ہے جو اولاد آدم علیہ السلام کیلئے ان کے رزق کی سفارش کرتا ہے اور ایک گدھ کی شکل میں ہے جو پرندوں کے لئے ان کے رزق کی سفارش کرتا ہے اور ایک فرشتہ بیل کی شکل میں ہے جو جانوروں کے لئے ان کے رزق کی سفارش کرتا ہے اور ایک فرشتہ شیر کی شکل میں ہے جو درندوں کے لئے ان کے رزق کی سفارش کرتا ہے اور ان میں سے ہرایک فرشتہ کے چار چہرے ہیں ایک انسان کا ایک گدھ کا ایک بیل کا ایک شیر کا۔ جب انہوں نے عرش کو اٹھایا تو عظمت خداوندی سے گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ جب انہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی تلقین کی گئی تب جا کر اپنے پاؤں پر سیدھے کھڑے ہوئے۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ ایک فرشتہ کی شکل انسان کی، ایک کی گدھ کی، ایک کی بیل کی، ایک کی شیر کی ہے۔ لیکن ہرایک کے چہرے چاروں طرح کے (یعنی انسان، گدھ، بیل اور شیر کے) ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہرایک کو چار چار چہرے عطا فرمائے ہیں اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ان کے درمیان آپس میں الفت ومحبت قائم ہو۔ واللہ ورسولہ اعلم

انسان سے سے خوبصورت ہے

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن مكحول قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن في حملة العرش أربعة أملاك: ملك على صورة سيد الصور وهو ابن ان في حملة العرش اربعة املاك ملك على سيد الصور و هو ابن أدم و ملك على صورة سيد السباع وهو الاسد وملك على سيد صورة الانعام وهو الثور فما زال

عضیان منذ یوم عبد العجل الی ساعتی هذا و ملك علی صورة سید الطیر وهو النسر۔
حضرت مکحول رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حاملین عرش چار فرشتے ہیں ایک فرشتہ اعلیٰ ترین شکل وصورت پر ہے اور یہ انسان (کی صورت) ہے۔ اور ایک فرشتہ درندوں کے سردار کی صورت میں ہے اور وہ شیر ہے اور ایک فرشتہ جانوروں کے سردار کی شکل میں ہے اور یہ بیل ہے اور یہ اس دن سے اس وقت تک طیش میں ہے جب سے بچھڑے کی پوجا کی گئی اور ایک فرشتہ پرندوں کے سردار کی صورت میں ہے اور وہ گدھ ہے۔

امام عثمان بن سعید دارمی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاسماء والصفات'' میں نقل فرمایا:

عن عروة قال: حملة العرش منهم من صورته علی صورة إنسان، ومنهم من صورته علی صورة النسر، ومنهم من صورته علی صورة الثور، ومنهم من صورته علی صورة الأسد.
حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: عرش اٹھانے والوں میں سے کسی کی صورت تو انسان جیسی ہے اور کسی کی گدھ جیسی اور کسی کی بیل جیسی اور کسی شیر جیسی۔

درس حدیث: مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہو کہ انسان سب سے خوبصورت خوبصورت ترین شکل وصورت رکھتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقدیم'' (ہم نے انسان کو خوبصورت ترین شکل میں پیدا فرمایا) اس طرح شیر درندوں کا سردار اور ان میں خوبصورت ترین ہے اور صاحب شرافت بھی ہے اور بیل سب حلال جانوروں میں خوبصورت ترین ہے اور گدھ سب پرندوں کا سردار ہے۔

راوی حدیث حضرت عروہ رضی اللہ عنہ

عروہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کا شمار تابعین کے دور میں مدینہ منورہ فقہا میں ہوتا ہے۔ وہ صحابی زبیر ابن العوام کے بیٹے تھے۔

نام عروہ کنیت ابو عبداللہ آپ کے والد مشہور صحابی سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور والدہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

مدینہ منورہ کے وہ سات نفوس قدسیہ جو اپنے دور کے لوگوں کے لئے علمی دنیا میں سکون قلب کا سبب تھے جنہیں فقہاء سبعہ کے مقدس ومبارک لقب سے یاد کیا جاتا ہے ان میں ایک نام سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ولادت کے متعلق دو قول نقل فرمائے ہیں یا تو آپ کی ولادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں ہوئی یا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس وقت مسلمان پہلے دور کی بنسبت

بہت خوش حال تھے اور اسلامی حکومت کافی دور تک پھیل چکی تھی آپ نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خوب انہماک سے علم حاصل کیا۔

آپ کو صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت سے حصول علم کا موقع نصیب ہوا۔ جن میں آپ کے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی حضرت عبداللہ والدہ سیدہ اسماء خالہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت اسامہ بن زید، حضرت ابوہریرہ ،حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم شامل ہیں۔[1]

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ آپ کی خالہ تھی اس لیے آپ ان کے پاس رہتے اور علم حاصل کرتے اگر بات سمجھ نہ آتی ''یااماہ'' اے میری امی کہہ کر حقیقت مسئلہ دریافت فرماتے۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت عروہ کو علمی بلندیوں پر پہنچانے میں سب سے زیادہ حصہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہے ام المؤمنین نے اپنے ہونہار بھانجے کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی اور جو علوم ومعارف جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کو نصیب ہوئے وہ سب کے سب حضرت عروہ کو سکھانے میں بھرپور محنت کی۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خوب دلجمعی کے ساتھ ان علوم کو اپنے سینہ میں جگہ دیکر محفوظ کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے چار پانچ سال قبل ان سے مکمل علم حاصل کر چکا تھا اور میں کہتا تھا کہ اگر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوجائے تو مجھے ان کی کسی حدیث پر پچھتاوا نہیں ہوگا کیونکہ میں نے ان کی تمام احادیث کو یاد کرلیا ہے۔[2]

کتب اسماء الرجال وکتب تواریخ میں آپ کے معاصرین اور دیگر اہل علم کے فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے دور میں علم کے سمندر تھے۔

امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے قریش میں علم کے چار سمند پائے ہیں ان میں ایک نام حضرت عروہ کا بھی ہے۔[3]

امام ابن کثیر نے امام زہری کا یہ فرمان بھی نقل کیا ہے: حضرت عروہ علم کا ایسا سمندر ہیں جس سے جتنا علم حاصل کیا جائے تب بھی ختم نہیں ہوتا۔[4]

مشہور تابعی اور خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق حضرت عروہ سب سے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج 1 ص 50 تہذیب التہذیب ج 4 ص 472

[2] تہذیب التہذیب۔ ج 4 ص 473

[3] حلیۃ الاولیاء ج 2 ص 188

[4] البدایہ والنھایہ ج 9 ص 120

بڑے عالم ہیں۔[1]

حضرت امام نووی آپ کے متعلق اہل علم کے اقوال نقل کر کے فرماتے ہیں: حضرت عروہ کے فضائل ومناقب بہت زیادہ ہیں آپ کی جلالت شان، بلند مرتبہ اور کثرت علم پر اہل علم کا اتفاق ہے۔[2]

حضرت امام ابن العماد حنبلی فرماتے ہیں: آپ الفاظ حدیث کے حافظ، مسائل کا استنباط کرنے والے فقیہ اور علم پر عمل کرنے والے انسان تھے۔[3]

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علم تفسیر، علم حدیث اور دیگر کئی علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی لیکن علم فقہ کے ساتھ آپ کو خاص لگاؤ تھا اور اس علم میں آپ کو بلند مقام حاصل تھا اسی وجہ سے آپ کا شمار مدینہ منورہ کے ان سات فقہاء میں ہوتا ہے جن کا فتویٰ پر اہل اسلام عمل کرتے تھے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کی ایک بہت بڑی جماعت نے حضرت عروہ کو مدینہ کے ان سات فقہاء میں شمار کیا ہے جن کی فقہ کو لوگ حرف آخر سمجھتے تھے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اپنے دور خلافت میں جن دس فقہاء کی طرف رجوع کرتے تھے ان میں حضرت عروہ بھی شامل ہیں۔[4]

مشہور مورخ علامہ واقدی آپ کے فقہی مقام کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مدینہ منورہ کے بڑے فقہاء میں حضرت عروہ رحمہ اللہ بھی ہیں ان کا فقہی مقام اتنا بلند تھا کہ صحابہ کرام بھی بسا اوقات دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع فرماتے تھے۔[5]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے حضرت حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے: میں نے کبار صحابہ کو حضرت عروہ سے سوال کرتے ہوئے دیکھا۔[6]

حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے فقہی مسائل کو مستقل کتب میں لکھا لیکن بعد میں ان کو ختم کر دیا کہ کہیں یہ مسائل کتاب اللہ کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں جس پر آپ اکثر افسوس بھی کرتے تھے کہ کاش وہ کتب فقہ ضائع نہ ہوتیں آپ کے صاحبزادے حضرت ہشام فرماتے ہیں: حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے اپنے فقہی مسائل پر مشتمل کتب کو ختم کر دیا بعد میں اس پر پچھتاتے ہوئے فرماتے وہ کتابیں مجھے اپنے اھل وعیال اور مال ودولت سے عزیز محسوس ہو رہی ہیں۔[7]

حضرت ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے والد حضرت عروہ کو دیکھا آپ نے موزہ کے اوپر والے حصہ پر مسح کیا اس

---

[1]۔ البدایہ والنھایہ ج9 ص120

[2]۔ تہذیب الاسماء واللغات ج1 ص466

[3]۔ شذرات الذھب ج1 ص97، 98

[4]۔ البدایہ والنھایہ ج9 ص120

[5]۔ البدایہ والنھایہ ج9 ص119

[6]۔ تہذیب التہذیب ج4 ص473

[7]۔ تہذیب التہذیب ج4 ص473

کے بعد پگڑی اتار کر سر پر مسح فرمایا''۔[1]

وفات: امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ کی وفات 94ھ میں ہوئی حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سفر وحضر میں مسلسل روزے رکھتے تھے جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ اس وقت بھی روزہ کی حالت میں تھے اور 94ھ کو فقہاء کی موت کا سال کہا جاتا ہے کیونکہ اسی سال حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔

حاملین عرش میں حضرت اسرافیل علیہ السلام بھی ہیں

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن زيد قال: لم يسم من حملة العرش إلا إسرافيل قال: وميكائيل ليس من حملة العرش.

حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں عرش برداروں میں سے سوائے حضرت اسرافیل علیہ السلام کے کسی فرشتہ کا نام نہیں بتایا گیا۔ فرمایا اور میکائیل عرش برداروں میں سے نہیں ہیں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کی قدوقامت

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على أصحابه فقال: ما جمعكم؟ فقالوا: اجتمعنا نذكر ربنا، ونتفكر في عظمته فقال: لن تدركوا التفكير في عظمته، ألا أخبركم ببعض عظمة ربكم؟ قالوا: بلى يا رسول الله قال: إن ملكا من حملة العرش يقال له: إسرافيل، زاوية من زوايا العرش على كاهله، قد مرقت قدماه في الأرض السابعة السفلى، ومرق رأسه من السماء السابعة العليا، في مثله من خليقة ربكم.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے۔ فرمایا: تم کیوں جمع ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ اپنے رب کا ذکر کریں اور اس کی عظمت میں فکر کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم خدا کی عظمت میں کسی خاص فکر تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیا میں تمہارے رب کی کچھ عظمت نہ بیان کروں؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو فرمایا: عرش برداروں میں ایک فرشتہ جس کا نام اسرافیل علیہ السلام عرش کے کونوں میں سے ایک کونہ اس کے کندھے پر ہے اس کے پاؤں نچلی ساتویں زمین سے گزر گئے ہیں اور اس کا سر اوپر اس کے ساتویں آسمان سے گزر گیا ہے تمہارے رب کی تخلیق میں اس طرح کی اور بہت سی مخلوقات ہیں۔

---

[1] کتاب الحجۃ لامام محمد ج 1 ص 38

ماہِ رمضان میں امت کیلئے استغفار کرتے ہیں

امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن علی قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذادخل شهر رمضان أمر الله تعالى حملة العرش أن يكفوا عن التسبيح ويستغفروا لأمة محمد والمؤمنين

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ماہ رمضان شروع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش برداروں کو حکم فرماتا ہے کہ اب تسبیح کرنے سے رک جاؤ اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کیلئے استغفار کرو۔

استغفار کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا'' (النساء:۱۰۶)

''اور اللہ سے معافی چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے''

دوسری جگہ فرمایا:

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (غافر:۳)

''گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب کرنے والا بڑے انعام والا اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف پھرنا۔''

تیسری جگہ فرمایا:

''فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ'' (غافر:۵۵)

''تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔''

چوتھی جگہ فرمایا:

''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا'' (النصر:۳)

''تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سورت نصر میں 'فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا'' کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہر نماز میں ''سبحانك اللهم وبحمدك، اللهم اغفرلی'' پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری)

اور قرآن پر عمل کرتے ہوئے اپنے رکوع اور سجود میں کثرت سے ''سبحانك اللهم وبحمدك، اللهم اغفرلی'' پڑھتے تھے۔ (مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اسی پر ہی کفایت نہیں کی بلکہ کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے ایک ایک مجلس میں سو سو مرتبہ اللہ سے استغفار کرتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیا تھا اور وہ معصوم عن الخطا تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ہی مجلس میں سو مرتبہ ''أستغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم وأتوب الیه'' کہتے ہوئے سنا۔ (نسائی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کثرت اور مداومت سے استغفار کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کو نماز تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو کہتے:

''اللهم لك الحمد، أنت نور السموت والأرض ومن فيهن، ولك الحمد، أنت قيوم السموت والأرض ومن فيهن، ولك الحمد، أنت الحق، ووعدك حق، وقولك حق، ولقائك حق، والجنة حق، والنار حق، والساعة حق، والنبيون حق، ومحمد حق، اللهم لك أسلمت، وعليك توكلت، وبك آمنت، واليك أنبت، وبك خاصمت، واليك حاكمت، فاغفرلی ما قدمت وما أخرت، وما أسررت وما أعلنت، أنت المقدم وأنت المؤخر، لا اله الا أنت.' (رواه البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان کچھ دیر کے لئے خاموش رہتے تھے تو میں نے کہا! یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ تکبیر اور قراءت کے درمیان آپ کیا پڑھتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں پڑھتا ہوں:

اللهم باعد بينی وبين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب، اللهم نقنی من الخطايا كما ينقی الثوب الأبيض من الدنس، اللهم اغسل خطاياى بالماء والثلج والبرد) (رواه البخاری)

حضرت علی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری تشہد اور سلام کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے:

''اللهم اغفرلی ماقدمت وماأخرت، وماأسررت وماأعلنت، وماأسرفت وماأنت أعلم به منی، أنت المقدم وأنت المؤخر، لا اله الا أنت'' (بخاری)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے:

''سبحانك اللهم وبحمدك، أشهد أن لا اله الا أنت أستغفرك وأتوب اليك'' (رواه ابن السنی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کا وقت تھا تو انہوں نے اپنی کمر سے ٹیک لگائی ہوئی تھی اور یہ کہہ رہے تھے۔

اللهم اغفرلی وارحمنی وألحقنی بالرفيق الأعلى'' (مسلم)

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی عام دعاؤں میں یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللهم اغفرلی خطيئتی وجهلی واسرافی فی أمری وما أنت أعلم به منی، اللهم اغفرلی جدی وهزلی وخطئی

وعدی، وکل ذلك عندی، اللھم اغفرلی ما قدمت وما أخرت، وما أسررت وما أعلنت، وما أنت أعلم به منی، أنت المقدم وأنت المؤخر، وأنت علی کل شیء قدیر۔' (رواہ مسلم)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یقین کامل کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد سید الاستغفار پڑھے گا، اگر اسی دن شام سے پہلے پہلے مرگیا تو سیدھا جنت میں جائے گا، اسی طرح جو شخص یقین کامل کے ساتھ مغرب کی نماز کے بعد سید الاستغفار پڑھے گا، اگر اسی رات صبح سے پہلے پہلے مرگیا تو سیدھا جنت میں جائے گا۔ سید الاستغفار یہ ہے:

"اللھم أنت ربی لا الٰہ الا أنت، خلقتنی وأنا عبدك، وأنا علی عھدك ووعدك ما استطعت، أعوذبك من شر ما صنعت، أبوء لك بنعمتك علی وأبوء بذنبی، فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا أنت۔' (رواہ مسلم)

''اے اللہ تو ہی میرا رب ہے، تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں جس قدر طاقت رکھتا ہوں، میں نے جو کچھ کیا اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اپنے آپ پر تیری نعمت کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، پس مجھے بخش دے کیونکہ تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔'

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ایک بار امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سفر میں تھے، ایک قصبے میں رات ہوگئی تو نماز کے بعد مسجد میں ہی ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا۔ اُن کی عاجزی وانکساری نے یہ گوارا نہ کیا کہ لوگوں کو اپنا تعارف کروا کر خوب آؤ بھگت کروائی جائے۔ مسجد کے خادم نے امام کو نہ پہچانا اور اُن کو مسجد سے باہر نکلنے کا کہا، امام نے سوچا کہ مسجد کے دروازے پر سوجاتا ہوں، لیکن خادم نے وہاں سے بھی کھینچ کر نکالنا چاہا۔

یہ تمام منظر ایک نانبائی نے دیکھ لیا جو مسجد کے قریب ہی تھا، اُس نانبائی نے امام کو اپنے گھر رات ٹھہرنے کی پیشکش کردی جبکہ وہ امام کو جانتا بھی نہیں تھا۔ امام جب اُس کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ نانبائی کام کے دوران بھی کثرت سے استغفار (استغفر اللہ) کررہا ہے۔

امام نے استفسار کیا: کیا تمہیں اس قدر استغفار کرنے کا پھل ملا ہے؟

نانبائی نے جواب دیا: میں نے جو بھی مانگا اللہ مالکُ المُلک نے عطا کیا۔۔۔ ہاں ایک دعا ہے جو ابھی تک قبول نہیں ہوئی۔

امام نے پوچھا: وہ کونسی دعا ہے؟

نانبائی بولا: میرے دل میں کچھ دنوں سے یہ خواہش مچل رہی ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ملنے کا شرف حاصل کروں۔

امام رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: میں ہی احمد بن حنبل ہوں۔ اللہ نے نا صرف تمہاری دُعا سُنی بلکہ مجھے تمہارے دروازے تک کھینچ

لایا۔[1]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے قحط سالی کی شکایت کی۔

فرمایا: استغفار کرو،

دوسرے نے تنگدستی کی شکایت کی،

فرمایا: استغفار کرو،

تیسرے آدمی نے اولاد نہ ہونے کی شکایت کی،

فرمایا: استغفار کرو،

چوتھے نے شکایت کی کہ پیداوارِ زمین میں کمی ہے،

فرمایا: استغفار کرو،

پوچھا گیا کہ آپ نے ہر شکایت کا ایک ہی علاج کیسے تجویز فرمایا؟

تو انہوں یہ آیت تلاوت فرمائی:

"استغفروا ربکم انه کان غفاراً یرسل السماء علیکم مدراراً ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انهاراً۔"[2]

"استغفار کرو اپنے رب سے بے شک وہ ہے، بخشنے والا، وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغات بنادے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری فرمادے گا۔"

حاملین عرش کے سینگ

امام دینوری رحمۃ اللہ علیہ "المجالسۃ" میں نقل کرتے ہیں:

عن مالك بن دينار قال: بلغني أن في بعض السموات ملكا له من العيون مثل عدد الحصا، ما منها عين إلا وتحتها لسان، وشفتان، يحمدون الله تبارك وتعالى بلغة لا تفقهها صاحبتها، وإن حملة العرش لهم قرون بين أطراف قرونهم ورؤسهم مقدار خمسمائة سنة والعرش فوق ذلك

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کسی آسمان میں ایک فرشتہ اس کی آنکھیں کنکریوں کی تعداد کے برابر ہیں اس کی کوئی آنکھ بھی ایسی نہیں مگر اس کے نیچے ایک زبان اور دو ہونٹ ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی زبان میں تعریف کرتی ہیں جس کو اس کے ساتھ والی زبان نہیں سمجھ سکتی۔ اور حاملین

---

[1] الجمعہ میگزین، والیم 19، جلد 7

[2] سورۃ نوح: 10-11-12

عرش کے سینگ ہیں ان کے کناروں اور دوسروں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے عرش ان کے اوپر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کرسی آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے

امام دینوری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن أبي مالك في قوله (وَسِعَ كُرسِيُهُ السَّمٰوٰتِ وَالأَرض)) (البقرة: ۲۵۵) (قال: إن الصخرة التي تحت الأرض السابعة، على أرجائها أربعة من الملائكة لكل ملك منهم أربعة وجوه وجه إنسان ووجه أسد ووجه نسر ووجه ثور وهم قيام على نواحيها قد أحاطوا بالأرض والسموات ورؤوسهم تحت الكرسي والكرسي تحت العرش

امام ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَسِعَ کُرسِیُہُ السَّمٰوٰتِ وَالأَرض" (البقرہ:۲۵۵) (اللہ تعالیٰ کی کرسی آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے) کی تفسیر میں روایت فرماتے ہیں: جو چٹان ساتویں زمین کے نیچے ہے اس کے کونوں پر چار فرشتے ہیں ہر فرشتے کے چار چہرے ہیں ایک چہرہ انسان کا ہے ایک شیر کا ایک بیل کا ایک گدھ کا یہ سب اس چٹان کے اطراف پر قائم ہیں۔ انہوں نے آسمانوں اور زمین کو اپنے احاطہ میں لے رکھا ہے۔ ان کے سر کرسی کے نیچے ہیں اور کرسی عرش کے نیچے ہے۔

صبح کے وقت عرش کا بھاری ہو جانا

امام دینوری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن خالد بن معدان قال: إن العرش ثقيل على حملة العرش من أول النهار فإذا قام المسبحون خفف عليهم.

حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ صبح کے وقت حاملین عرش پر عرش بھاری ہو جاتا ہے جب یہ تسبیح شروع کرتے ہیں تب ہلکا ہوتا ہے۔

حاملین عرش کے آنسو

امام بیہقی "شعب الایمان" میں قتیبہ از بکر بن مضر از صخر بن عبداللہ کی سند سے نقل فرماتے ہیں:

عن زياد بن أبي حية قال: بلغني أن من حملة العرش لمن يسيل من عينيه أمثال الأنهار من البكار فإذا رفع رأسه قال: سبحانك ما نخشى حق خشيتك، قال الله عز وجل: لكن الذين يحلفون باسمي كاذبين لا يعلمون

حضرت زیاد بن ابی حیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ حاملین عرش میں سے کوئی ایسا ہے کہ اس کی آنکھوں سے رونے کی وجہ سے نہروں کی مانند آنسو بہتے ہیں اس کے بعد بھی جب یہ اپنا سر بلند کرتا

ہے تو کہتا ہے سبحانك ماخشی حق خشيتك (آپ کی ذات پاکیزہ ہے ہم آپ سے اس طرح نہیں ڈرتے جس طرح آپ سے ڈرنے کا حق ہے) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لیکن وہ لوگ جو میرے نام کی قسمیں کھاتے ہیں وہ جھوٹے ہیں وہ جانتے نہیں۔ یعنی میں عزت و کبریائی کو نہیں جانتے)

درس حدیث: مندرجہ بالا احادیث میں حاملین عرش کی جسامت اور ان کی قد وقامت اور طاقت وقوت کو بیان کیا گیا ہے۔ اور مذکورہ بالا حدیث میں جو بیان کیا ہے یہ بعید از عقل نہیں ہے کیونکہ یہ فرشتہ اپنے وجود کے اعتبار سے اتنا بڑا ہے کہ اس کے آنسو نہروں کی مانند بہ پڑتے ہیں اس لئے رونے سے آنسو کا نہر بن جانا بعد از عقل بات نہیں ہے۔

موتیوں سے بنا ہوا مرغ کی شکل کا فرشتہ

امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن أبي سعيد قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول:) العرش على مَلَك من لؤلؤة على صورة ديك رجلاه في تخوم الأرض وجناحاه في المشرق وعنقه تحت العرش

حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عرش موتی کے بنے ہوئے مرغ کی شکل کے فرشتہ پر ہے جس کے پاؤں زمین کی تہ میں اور پر مشرق میں ہیں اور اس کی گردن عرش کے نیچے ہے۔

حاملی عرش کے قدم کے تلوے اور ٹخنے کے درمیان فاصلہ

امام عبد بن حمید، امام ابن مردویہ اور امام بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ ''الاسماء والصفات'' میں نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس قال: حملة العرش ما بين كعب أحدهم إلى أسفل قدمه مسيرة خمسمائة عام. وذكر: أن خطوة ملك الموت ما بين المشرق إلى المغرب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: حاملین عرش کے ٹخنے اور قدم کے تلوے کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر فرمایا: ملک الموت علیہ السلام کے ایک قدم کا فاصلہ مشرق سے مغرب کے درمیان کے فاصلہ کے برابر ہے۔

حاملین عرش اپنا رخسار تھوڑا سا جھکائے ہوئے ہیں

امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن عكرمة قال: حملة العرش كلهم صور قيل لعكرمة: وما صور؟ فأمال خده قليلا.

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: حاملین عرش سب صور (جھکے ہوئے) ہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا صور ہونے کا مطلب کیا ہے؟ (انہوں نے فرمایا پس اپنا رخسار تھوڑا سا جھکا دیا۔

نور کی شعائیں

امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن مسيرة قال: لا تستطيع الملائكة الذين يحملون العرش أن ينظروان إلى ما فوقهم من شعاع النور

حضرت میسرہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں وہ نور کی شعاع کی وجہ سے اپنے اوپر دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

فرشتوں کا ایک دوسرے سے زیادہ خوف خدا رکھنا

امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن ميسرة قال: حملة العرش أرجلهم فى الأرض السفلى ورؤوسهم قد خرقت العرش وهم خشوع لا يرفعون طرفهم، وهم أشد خوفا من أهل السماء السابعة، وأهل السماء السابعة أشد خوفا من أهل السماء التى تليها، والتى تليها أشد خوفا من التى تليها.

حضرت میسرہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: حاملین عرش کے پاؤں سب سے نچلی زمین میں ہیں اور ان کے سر عرش سے چمٹے ہوئے ہیں اس حال میں کہ وہ جھکے ہوئے ہیں اپنی نظر نہیں اٹھا سکتے۔ یہ ساتویں آسمان والوں سے زیادہ خوف زدہ ہیں اور ساتویں آسمان والے اس سے نچلے آسمان والوں سے زیادہ خوف الٰہی رکھتے ہیں اور جو اس سے نیچے ہیں وہ اپنے سے نیچے والوں سے زیادہ خوف الٰہی رکھتے ہیں۔

حاملین عرش فارسی بولتے ہیں

امام ابن ابی شیبہ ''المصنف'' میں نقل فرماتے ہیں:

عن أبى أمامة قال: إن الملائكة الذين يحملون العرش يتكلمون بالفارسية۔[1]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ وہ فرشتے جو عرش بردار ہیں فارسی زبان بولتے ہیں۔[2]

ملائکہ کے پاؤں زمین کی جڑ میں ہیں

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہا اللہ نقل فرماتے ہیں:

عن ميسرة فى قوله تعالى: (وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ) قال: أرجلهم فى التخوم

---

[1] مصنف ابن شیبہ

[2] فارسی سے مراد عجمی زبان بھی ہو سکتی ہے

ورؤوسهم عند العرش لا يستطيعون أن يرفعوا أبصارهم من شعاع النور

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد" ويحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية "(اوراس روز تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہوگا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان کے قدم زمین کی جڑ میں ہیں اور سر عرش کے پاس ہیں ان میں یہ وقت نہیں کہ نور کی شعاع کی وجہ سے اپنی نظر اٹھا سکیں۔

عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی

امام ابن جریر، امام ابن منذر اور امام ابن ابی حاتم رحمہم اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس فی قوله: (وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ) قال: ثمانية صفوف من الملائكة لا يعلم عدتهم إلا الله

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ" ويحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانيه "(اور اس روز تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہوگا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی جن کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

آٹھ فرشتے ہیں جن کے سر ساتویں آسمان کے بعد عرش کے پاس ہیں

امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن الضحاك فی الآية قال: يقال: ثمانية صفوف لا يعلم عدتهم إلا الله ويقال: ثمانية أملاك رؤوسهم عند العرش فی السماء السابعة وأقدامهم فی الأرض السفلى، ولهم قرون كقرون الوعلة ما بين أصل قرن أحدهم إلى منتهاه مسيرة خمسمائة عام

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت (مذکورہ) کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ یہ آٹھ صفیں ہیں جن کی تعداد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ آٹھ فرشتے ہیں جن کے سر ساتویں آسمان کے بعد عرش کے پاس ہیں اور ان کے قدم سب سے نچلی زمین میں ہیں ان کے سینگ ہیں جیسے پہاڑی دنبہ کے ہوتے ہیں ان کے سینگ کی جڑ سے لیکر کنارہ تک پانچ صدیوں کا فاصلہ ہے۔

درس حدیث: اس باب میں جملہ احادیث سے معلوم ہوا کہ حاملین عرش بہت بڑی جسامت اور طاقت وقوت کے مالک حسین وجمیل اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع ہیں۔ نیز ان احادیث سے واضح ہوا کہ حاملین عرش کی تعداد عام دنوں میں چار ہے اور قیامت کے دن ان کی تعداد آٹھ ہوگئی۔ تعداد میں یہ اضافہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وہیبت کی بنا پر ہوگا۔

ماجاء فی الروح علیہ السلام
روح علیہ السلام کے متعلق

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا)(القدر: ۴)

فرشتے اور روح القدس نازل ہوتے ہیں۔(اس شب قدر میں)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا)(النبأ: 38)

جس روز (مرد قیامت ہے) روح علیہ السلام اور (باقی) فرشتے (خدا کے روبرو) صف بستہ (خشوع وخضوع کے ساتھ) کھڑے ہوں گے۔

امام ابن جریر، امام ابن منذر، امام ابن ابی حاتم، امام ابوالشیخ اور امام بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ ''الاسماء والصفات'' میں ابن ابی طلحہ کی سند سے نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس قال: الروح من أعظم الملائکۃ خلقا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روح تخلیق کے اعتبار سے سب فرشتوں سے بڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا دربان

عن الضحاك قال: الروح حاجب الله: یقوم بین یدی الله یوم القیامة. وهو أعظم الملائکة. لو فتح فاہ لوسع جمیع الملائکة. فالخلق إلیه ینظرون فمن مخافته لا یرفعون طرفهم إلی من فوقه[1]

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ روح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا دربان ہے یہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا یہ سب فرشتوں سے بڑا ہے۔ اگر اپنا منہ کھولے تو سب فرشتوں سے بھی وسیع ہو جائے۔ ساری (فرشتوں کی) مخلوق اس کی طرف دیکھتی ہے اور اس کے خوف سے اپنی نظر اپنے سے بلند نہیں کرتے۔

---

[1] ابوالشیخ (منہ) حدیث ۴۰۶، ۲۸۵، درمنثور ۶/ ۳۰۹

لاتعداد زبانوں میں خدا کی تسبیح پڑھتا ہے۔

عن علی بن أبی طالب قال: الروح ملك له سبعون ألف وجه، لكل وجه سبعون ألف لسان، لكل لسان سبعون ألف لغة، يسبح الله بتلك اللغات كلها، يخلق الله من كل تسبيحة ملكا يطير مع الملائكة إلى يوم القيامة۔[1]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں روح ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منہ ہیں، ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں ہر زبان کی ستر ہزار لغتیں ہیں یہ ان سب لغات کے ساتھ اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا کرتے ہیں جو روز قیامت تک فرشتوں کے ساتھ اڑتا رہے گا۔

فرشتوں کی تسبیحات

عن ابن عباس قال: الروح ملك واحد له عشرة آلاف جناح جناحان منهما ما بين المشرق والمغرب، له ألف وجه فی كل وجه ألف لسان وعينان وشفتان يسبحان الله إلى يوم القيامة۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ روح ایک فرشتہ ہے اس کے دس ہزار پر ہیں ان میں سے دو پروں میں مشرق ومغرب کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ اس کے ہزار منہ ہیں ہر منہ میں ہزار زبانیں، دو آنکھیں اور دو ہونٹ ہیں جو روز قیامت تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتے ہیں۔

عن وهب قال: الروح ملك من الملائكة، له عشرة آلاف جناح، جناحان منهما ما بين المشرق والمغرب، له ألف وجه فی كل وجه ألف لسان وعينان وشفتان يسبحان الله إلى يوم القيامة۔[3]

حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ روح فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جس کے دس ہزار پر ہیں اس کے دو پروں کے درمیان مشرق ومغرب کا فاصلہ ہے اس کے ہزار منہ ہیں (اور) ہر منہ میں ہزار زبانیں اور (دو ہزار) ہونٹ ہیں یہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے رہیں گے۔

صاحب الوحی مقرب ترین فرشتہ ہے

عن مقاتل بن حیان قال: الروح أشرف الملائكة وأقربهم من الرب وهو صاحب الوحی[4]

[1]۔ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ (۴۰۸) الاسماء والصفات امام بیہقی، بسند ضعیف (منہ) ص ۴۶۲، درمنثور ۴/ ۲۰۰، کتاب الاضداد ابن الانباری، ص ۴۲۳، تفسیر ابن کثیر ۳/ ۶۱

[2]۔ابن جریر، ابن المنذر، ابوالشیخ (منہ) حدیث ۴۰۹، درمنثور ۴/ ۲۰۰

[3]۔ابوالشیخ (منہ) حدیث ۴۰۵، درمنثور ۶/ ۳۰۹، بحوالہ المتفق والمفترق للخطیب بغدادی، ابن منذر

[4]۔ابن منذر، ابوالشیخ (منہ) حدیث ۴۱۶، عثمان بن ابی شیبہ، تفسیر الماوردی ۴/ ۳۸۸، زاد المسیر ۹/ ۱۳، قرطبی ۱۹/ ۱۸۷، تفسیر ابن کثیر ۴/ ۴۶۵، درمنثور ۶/ ۳۰۹، بحوالہ منذر

حضرت مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ روح سب فرشتوں سے اشرف اور رب کا مقرب ترین ہے اور یہی صاحب الوحی ہے۔

روح علیہ السلام روز قیامت مکمل صف کی شکل میں حاضر ہوگا

عن ابن مسعود قال: الروح فی السماء الرابعة، وهو أعظم من السموات، والجبال، والملائكة، يسبح كل يوم اثنی عشر ألف تسبيحة، يخلق الله تعالى من كل تسبيحة ملكا من الملائكة يجیء يوم القيامة صفا وحده۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں روح چوتھے آسمان میں ہے اور یہ آسمانوں پہاڑوں اور سب فرشتوں سے بڑا ہے ہر روز بارہ ہزار تسبیحات پڑھتا ہے اس کی ہر تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ یہ (فرشتہ) روز قیامت مکمل ایک صف کی شکل میں حاضر ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تسبیح میں روح کا ذکر کرنا

عن عائشة: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول فی ركوعه وسجوده: "سبوح قدوس رب الملائكة والروح"۔[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رکوع اور اپنے سجود میں فرماتے "سبوح قدوس رب الملائكة والروح "فرشتوں اور روح کا رب پاکیزہ اور مقدس ہے

روح علیہ السلام انسان کی شکل وصورت میں

عن مجاهد قال: الروح خلق على صورة بنی آدم۔[3]

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت روح علیہ السلام انسان کی شکل پر پیدا کئے گئے ہیں۔

روح فرشتے نہیں

عن مجاهد قال: الروح يأكلون ولهم أيد وأرجل ورؤوس وليسوا بملائكة۔[4]

---

[1] ابن جریر

[2] ابوداؤد، کتاب استفتاح الصلوٰۃ تفریع الرکوع والسجود، ب ۱۵۱، حدیث رقم ۸۷۱، ورواہ بلفظہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ النسائی کتاب الافتتاح ب ۹۸، ۱۶۱، البیہقی ۲/۸۷و۱۰۹، ۵/۱۳۱، احیاء علوم الدین ۱/۳۲۸، تفسیر القرطبی ۱/۲۷۷، الاتحافات السنیہ ۳/۷۵، ۵/۶۴و۹۶و۱۷۱

[3] عبدالرزاق، عبد بن حمید (۳۰/۲۲)، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ (حدیث ۴۱۲)، بیہقی فی الاسماء والصفات ص ۴۶۳

[4] عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابوالشیخ (حدیث ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، طبری ۳۰/۶۲، تفسیر عبدالرازق سورہ نبا مخطوط نمبر ۲۲۶۳

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں روح (اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ایسی قسم ہے جو) کھاتے (پیتے) ہیں ان کے ہاتھ پاؤں اور سر ہیں یہ فرشتے نہیں ہیں۔

روح فرشتوں میں خلقت میں بڑا ہے

عن عکرمة قال: الروح أعظم خلقا من الملائکة ولا ینزل ملك إلا ومعه روح۔[1]

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں روح فرشتوں سے خلقت میں بڑا ہے اور کوئی فرشتہ (آسمان سے) نازل نہیں ہوتا مگر روح اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

ہر فرشتہ کے ساتھ روح علیہ السلام نازل ہوتا ہے

ابن عباس قال: الروح خلق من خلق الله علی صورة بنی آدم وما ینزل من السماء ملك إلا ومعه واحد من الروح۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ روح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جو انسان کی صورت میں ہے اور کوئی فرشتہ نہیں اترتا مگر ایک روح علیہ السلام کے ساتھ ہوتا ہے۔

روح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا لشکروں سے ایک لشکر ہے

عن ابن عباس أن النبی صلی الله علیه وسلم قال:) الروح جند من جنود الله. لیسوا بملائکة. لهم رؤوس، وأید، وأرجل (ثم قرأ (یَوۡمَ یَقُومُ الروحُ وَالمَلَائِکَةُ صَفاً) قال:) هؤلاء جند وهؤلاء جند.[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے یہ فرشتے نہیں ہیں ان کے سر بھی ہیں اور ہاتھ بھی اور پاؤں بھی پرھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ''یَوۡمَ یَقُومُ الروحُ وَالمَلَائِکَةُ صَفاً'' (جس روز روح علیہ السلام ارفرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے) اور فرمایا یہ روح علیہ السلام بھی لشکر ہیں اور یہ (فرشتے) بھی لشکر ہیں۔

روح علیہ السلام کی شکل انسانوں جیسی ہے

عن أبی صالح قال: الروح خلق یشبهون الناس ولیسوا بالناس لهم أید وأرجل۔[4]

---

[1] عبد بن حمید، ابن المنذر

[2] عبد بن حمید، ابوالشیخ (منہ) حدیث ۴۲۴، طبری ۱۴/ ۷۷، درمنثور ۴/ ۱۱۰

[3] ابن ابی حاتم، ابوالشیخ (۴۱۰) ابن مردویہ (منہ) درمنثور ۶/ ۳۰۹، زادالمسیر ۹/ ۱۲، قرطبی ۹/ ۱۸۷، تفسیر ابن کثیر ۴/ ۲۶۵

[4] عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابوالشیخ (۴۱۳) الاسماء والصفات امام بیہقی ص ۴۶۳، طبری ۳۰/ ۲۳، درمنثور ۶/ ۳۰۹، تفسیر الماوردی ۴/ ۳۸۸، قرطبی ۱۹/ ۱۸۷، تفسیر ابن کثیر ۴/ ۴۶۵

حضرت ابوصالح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ روح ایک مخلوق ہے جو انسانوں کے مشابہ ہے لیکن انسان نہیں ہیں ان کے ہاتھ بھی ہیں اور پاؤں بھی۔

روح علیہ السلام کی کثرت تعداد

عن عبداللہ بن بریدۃ قال: ما یبلغ الجن والإنس والملائکۃ والشیاطین عشر الروح۔[1]

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جن، انسان، فرشتے اور شیطان (سب مل کر) روح کے دسویں حصہ تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔

قیامت کے دن روح ایک طرف صفت بستہ ہوں گے

عن الشعبی فی قولہ (یَوْمَ یَقُومُ الروحُ وَالْمَلَائِکَۃُ صَفاً) قال: ھما سماطا رب العالمین یوم القیامۃ سماط من الروح وسماط من الملائکۃ[2]

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے آپ "یَوْمَ یَقُومُ الروحُ وَالْمَلَائِکَۃُ صَفاً" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں (روح اور فرشتے) روز قیامت رب العالمین کے دائیں بائیں ہوں گے ایک طرف روح صف بستہ ہوں گے دوسری طرف فرشتے صف بستہ ہوں گے۔

ملائکہ کی تعداد

عن سلمان قال: الإنسس والجن عشرۃ أجزاءن فالإنس جزءن والجن تسعۃ أجزاء، والملائکۃ والجن عشرۃ أجزاء، فالجن جزء، والملائکۃ تسعۃ، والملائکۃ والروح عشرۃ أجزاء، فالملائکۃ جزء[3]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ انسان اور جنات دس جز ہیں انسان (جنات کا) ایک جز ہیں اور جنات (انسان کا) نو جز ہیں، ملائکہ اور جنات دس جز ہیں پھر جنات (فرشتوں کے مقابلہ میں) ایک جز و ہیں اور فرشتے (جنات کے مقابلہ میں) نو جزء ہیں فرشتے اور روح دس جز ہیں پھر فرشتے (روح کے مقابلہ میں) ایک جز و ہیں اور روح (فرشتوں کے مقابلے میں) نو جزء ہیں۔ اور روح اور کروبیون دس جزء ہیں پھر روح کروبیون کے مقابلہ میں) ایک جزء ہیں اور کروبیون (روح کے مقابلہ میں) نو جزء ہیں۔

1۔ ابن ابی حاتم، ابوالشیخ (منہ) حدیث نمبر ۴۰۷، درمنثور ۶/ ۳۰۹

2۔ ابن ابی حاتم، ابوالشیخ (منہ) حدیث ۴۱۵، ابن جریر، ۳۰/ ۲۰۴، زاد المسیر ۹/ ۱۳

3۔ ابوالشیخ (منہ) حدیث ۴۲۰، درمنثور ۴/ ۲۰۰، ۳۲۰، تاریخ ابن عساکر ۴/ اق ۸۴/ ا مختصر ابسندہ) بحوالہ نسائی، تفسیر ابن کثیر ۸/ ۲۴۰، متدرک ۴/ ۴۹۰

فرشتوں کے محافظ

عن ابن أبي نجيح قال: الروح حفظة على الملائكة۔[1]

حضرت ابن ابی نجیح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں روح علیہم السلام فرشتوں کے محافظ ہیں۔

روح علیہ السلام فرشتے کو نظر نہیں آتے۔

عن مجاهد قال: الروح خلق من الملائكة لا تراهم الملائكة كما لا ترون أنتم الملائكة۔[2]

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ روح ملائکہ میں سے ایک مخلوق ہے ملائکہ انکو نہیں دیکھتے ہیں جس طرح تم (انسان) فرشتوں کو نہیں دیکھتے۔

---

[1] ۔ابن ابی حاتم

[2] ۔کتاب الاضداد ابن الانباری

ما جاء فی رضوان ومالك وخزنة النار علیہم السلام

رضوان، مالک اور دوخ کے سپاہیوں کے حالات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

(وَنَادوا یا مالِكُ لِیقضِ عَلَینا رَبُّك قالَ إنّكُم ما كِثونَ) (الزخرف: ۷۷)

اور دوزخی دوزخ کے داروغہ مالک نامی فرشتہ کو پکاریں گے کہ اے مالک (تم ہی دعا کرو کہ) تمہارا پروردگار (ہم کو موت دے کر) ہمارا کام ہی تمام کردے، وہ (فرشتہ) جواب دے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے (نہ نکلو گے نہ مرو گے)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وقال الذین فی النار لخزنه جهنم ادعو اربکم یخفف عنا یوما من العذاب قالوا اولم تك تاتیکم رسلکم بالبینت قالوا بلی قالوا فادعوا وما دعوا الکفرین الا فی ضلال۔

اور جتنے لوگ دوزخ میں ہوں گے (سب ملکر) جہنم کے مؤکل فرشتوں سے (درخواست کے طور پر) کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کردے (یعنی عذاب کے بالکل ہٹ جانے یا ہمیشہ کیلئے کم ہوجانے کی امید تو نہیں کم از کم ایک روز کی تو کچھ چھٹی مل جایا کرے) فرشتے کہیں گے کہ (یہ بتلاؤ) کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے تو رہے تھے (مگر ہم نے ان کا کہنا نہ مانا) فرشتے کہیں گے کہ تو پھر (ہم تمہارے لئے دعا نہیں کرسکتے کیونکہ کافروں کیلئے دعا کرنے کی ہم کو اجازت نہیں ہے) تم ہی (اگر جی چاہے تو خود) دعا کرلو اور (تمہاری دعا کا بھی کچھ نتیجہ نہ ہوگا کیونکہ (کافروں کی دعا (آخرت میں) محض بے اثر ہے (کیونکہ آخرت میں کوئی دعا غیر ایمان کے قبول نہیں ہوسکتی اور ایمان کا موقع دنیا ہی میں تھا وہ تم کھو چکے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

علیها ملائکة غلاظ شداد لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یومرون

(جہنم) جس پر تند خو (اور) مضبوط قوی فرشتے (متعین) ہیں (کہ نہ وہ کسی پر رحم کریں نہ کوئی ان کا مقابلہ کر کے بچ سکے) جو خدا کی (ذرا) نافرمانی نہیں بجالاتے ہیں (غرض اس دوزخ پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو کافروں کو وہ دوزخ میں داخل کر کے چھوڑیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد

علیها تسعة عشر و ما جعلنا اصحاب النار الا ملائکة وما جعلنا عدتهم الا فتنة للذین کفروا

لیستقین الذین اوتوا الکتب ویزداد الذین آمنو ایمانا ولا یریاب الذین اوتوا الکتب والمومنون ولیقول الذین فی قلوبھم مرض والکفرون ماذا اراد اللہ بھذا مثلا کذلک یضل اللہ من یشاء ویھدی من یشاء وما یعلم جنود ربك الا ھو وما ھی الا ذکریٰ للبشر

اس (دوزخ) پر انیس فرشتے (مقرر) ہوں گے۔اور ہم نے دوزخ کے کارکن صرف فرشتے بنائے ہیں (جن میں سے ایک ایک فرشتہ میں تمام جن وانس کے برابر قوت ہے) اور ہم نے ان کی تعداد صرف ایسی رکھی ہے جو کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہو (مراد اس سے انیس کا عدد ہے تو اسلئے کہ اہل کتاب (سننے کے ساتھ) یقین کرلیں اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے اور اہل کتاب اور مؤمنین شک نہ کریں اور تا کہ جن لوگوں کے دلوں میں (شک کا) مرض وہ اور کافر لوگ کہنے لگیں کہ اس عجیب مضمون سے اللہ تعالیٰ کا کیا مقصود ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ جسے چاہتا گمراہ کردیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کردیتا ہے اور (جہنم کے خازن فرشتوں کا عدد انیس ایک خاص حکمت کی بناء پر ہے ورنہ) تمہارے رب کے (ان) لشکروں کو بجز رب کے کوئی نہیں جانتا اور دوزخ صرف آدمیوں کی نصیحت کیلئے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

سندع الزبانیة

(ہم بھی دوزخ کے سپاہیوں کے بلالیں گے)

مالک علیہ السلام کی انگلی کی طاقت وقوت

عن طاوس: أن الله عز وجل خلق مالكا، وخلق له أصابع على عدد أهل النار، فما من أهل النار يعذب إلا ومالك يعذبه بأصبع من أصابعه، فو الله لو وضع مالك أصبعا من أصابعه على السماء لأذابها۔[1]

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (دوزخ کے داروغہ) مالک علیہ السلام کو پیدا کیا تو اہل دوزخ کی تعداد کے برابر اس کی انگلیاں بھی پیدا کیں پس جو کوئی بھی اہل دوزخ میں سے عذاب دیا جاتا ہے اسے مالک علیہ السلام اپنی انگلیوں میں سے ایک انگلی کے ساتھ عذاب دے سکتا ہے، اللہ کی قسم اگر مالک علیہ السلام اپنی انگلیوں میں سے صرف ایک انگلی آسمان پہ رکھ دے اسے پگھلا ڈالے۔

دوزخ کے فرشتوں کو دوزخ سے ہزار سال پہلے پیدا کیا گیا

عن أنس: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:) والذى نفسى بيده لقد خلقت ملائكة جهنم قبل أن تخلق جهنم بألف عام، فهم كل يوم يزدادون قوة إلى قوتهم (صفة النار

[1] عیون الاخبار للقتبی

ضیاء الدین مقدسی[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے دوزخ کے فرشتوں کو دوزخ کے پیدا کرنے سے ہزار سال پہلے پیدا کیا گیا پس یہ روزانہ سابقہ طاقت کے مقابلہ میں زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔

جسم کی طوالت اور ضرب کی طاقت

عن أبي عمران الجوني قال: بلغنا أن خزنة النار تسعة عشر، ما بين منكبي أحدهم مسيرة مائة خريف، ليس في قلوبهم رحمة، إنما خلقوا للعذاب، يضرب الملك منهم الرجل من أهل النار الضربة فيتركه طحينا من لدن قرنه إلى قدمه۔[2]

حضرت ابوعمران الجونی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی کہ دوزخ کے داروغے (محافظ، نگران) انیس ہیں ان میں سے ہر ایک کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک صدی چلنے کا فاصلہ ہے ان کے دلوں میں بالکل رحمت نہیں ہے یہ صرف عذاب (دینے کیلئے پیدا کئے گئے ہیں ان میں سے کوئی فرشتہ جب کسی دوزخی آدمی کو ایک بار مارے گا تو اسے سر سے لے کر قدموں تک میدہ کر چھوڑے گا۔

دوزخ کے داروغوں کے کندھوں کے مابین فاصلہ

عن كعب قال: ما بين منكبي الخازن من خزنتها مسيرة خمسمائة سنة. مع كل واحد منهم عمود وشعبتان يدفع به الدفع يصدع به في النار سبعمائة ألف۔[3]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں دوزخ کے داروغوں میں سے ایک داروغہ کے دونوں کندھوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے ان میں سے ہر ایک کے پاس لوہے کا دوشاخہ ایک ڈنڈا ہے جب وہ اس سے ایک بار کسی کو دھکیلتا ہے تو وہ اس سے سات لاکھ برس تک کے فاصلہ میں نیچے دھنس جاتا ہے۔

دوزخیوں کو آگ میں مارا جائے گا

عن مجاهد قال: حدثت أن النبي صلى الله عليه وسلم وصف خزان جهنم فقال:) كأن أعينهم البرق، وكأن أفواههم الصياصي، يجرون أشعارهم، لهم مثل قوة الثقلين، يقبل

---

[1] (منہ) درمنثور ۲/ ۱۴۵

[2] زوائد زہد امام عبداللہ بن احمد

[3] ابن جریر

أحدهم بالأمة من الناس يسوقهم على رقبته جبل حتى يرمي بهم في النار فيرمي بالجبل عليهم[1]

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوزخ کے داروغوں کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا: گویا کہ ان کی آنکھیں بجلی ہیں اور ان کے منہ قلعے ہیں، یہ اپنے (لمبے لمبے) بالوں کو گھسیٹے ہیں ان میں سے ہرایک کے پاس تمام جنوں اور انسانوں کے برابر قوت ہے ان میں سے کوئی ایک بھی انسانوں کی کسی بھی بڑی جماعت کے سامنے آجائے تو ان کو ہنکالے جائے۔ اس کی گردن پر ایک پہاڑ ہے جو دوزخیوں کو آگ میں مارے گا (یعنی) یہ پہاڑ ان پر پھینکے گا۔

علیها تسعة عشر کی تفسیر

عن رجل من بني تيمم قال: كنا عند أبي العوام فقرأ هذه الآية (عَلَيها تِسعَةَ عَشَر) فقال: ما تقولون؟ أتسعة عشر ملكا أو تسعة عشر ألفا؟ قلت: لا، بل تسعة عشر ملكا. فقال: ومن أين علمت ذلك؟ قلت: لأن الله تعالى يقول (وَما جَعَلنَا عِدَّتَهُم إلا فِتنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا) قال: صدقت، هم تسعة عشر ملكا، وبيد كل واحد منهم مرزبة من حديد، لها شعبتان، فيضرب بها الضربة يهوى بها سبعين ألفا، بين منكبي كل ملك منهم مسيرة كذا، وكذا. قال القرطبي: المراد بقوله: (عَلَيها تِسعَةَ عَشَر): رؤساؤهم، وأما جملة الخزنة فلا يعلم عدتهم إلا الله عز وجل.[2]

بنو تمیم کا ایک آدمی کہتا ہے کہ ہم حضرت ابو العوام رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بیٹھے تھے تو انہوں نے یہ آیت پڑھی علیها تسعة عشر (المدثر) اور کہا تمہارے نزدیک اس کی کیا تفسیر ہے کیا یہ انیس فرشتے ہیں یا انیس ہزار فرشتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں یہ صرف انیس فرشتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے یہ کہاں سے معلوم کیا؟ میں نے عرض کیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وما جعلنا عدتهم الا فتنة الذين كفروا۔ (اور ہم نے ان کی یہ تعداد مقرر نہیں کی مگر کفر کرنے والوں کیلئے امتحان کے طور پر) تو انہوں نے فرمایا تم نے صحیح کہا یہ انیس فرشتے ہیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں دوشاخہ لوہے کی ایک سلاخ ہے جب ایک بار اس سے ضرب پڑے گی تو ستر ہزار سال تک نیچے دھنس جائیگا ان میں سے ہر ایک فرشتے کے دونوں کندھوں کا اتنا اتنا (بہت زیادہ) فاصلہ ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (تذکرۃ فی احوال القبور والامور الآخرۃ میں) فرماتے ہیں کہ تسعة عشر سے مراد دوزخ کے داروغوں کے سردار ہیں باقی سب داروغوں کی تعداد اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

---

[1] ابن منذر

[2] الزہد لابن المبارک، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، بیہقی فی البعث من طریق الازرق بن قیس

ایک ہزار فرشتہ

عن كعب قال: يؤمر بالرجل إلى النار فيبدره مائة ألف ملك.[1]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ (جب) آدمی کو آگ میں جانے کا حکم دیا جائیگا تو اس کی گرفتاری اور جہنم میں داخل کرنے کیلئے ایک ہزار فرشتہ لپکے گا۔

داروغوں کا قدوقامت

عن عبد الله بن الحارث قال: الزبانية أرجلهم في الأرض ورؤوسهم في السماء.[2]

حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ داروغوں کے قدم زمین میں ہیں اور سر آسمان میں ہیں۔

رضوان فرشتہ کے ذریعہ پیغام الٰہی

عن ابن عباس قال: لما عير المشركون رسول الله صلى الله عليه وسلم بالفاقة قالوا: (مَا لِهَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الأَسواق) الفرقان:۷ (حزن رسول الله صلى الله عليه وسلم لذلك فنزل عليه جبريل فقال: السلام عليك يا رسول الله، رب العزة يقرئك السلام ويقول لك: (وَما أَرسَلنا قَبلَكَ مِنَ المُرسَلينَ إِلا إِنَّهُم لَيَأكُلونَ الطَّعامَ وَيَمشونَ فِي الأَسواق)) الفرقان: ۲۰ (فبينما جبريل والنبي صلى الله عليه وسلم يتحدثان إذ ذاب جبريل حتى صار مثل الهوذة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) مالك ذبت حتى صرت مثل الهوذة (؛ قال: يا محمد، فتح باب من أبواب السماء لم يكن فتح قبل ذلك، إذ عاد جبريل إلى حاله فقال: يا محمد أبشر، هذا رضوان خازن الجنة، فأقبل رضوان حتى سلم ثم قال: يا محمد رب العزة يقرئك السلام ومعه سفط من نور يتلألأ ويقول لك ربك: هذه مفاتيح خزائن الدنيا مع ما لا ينتقص لك مما عندي في الآخرة مثل جناح بعوضة، فنظر النبي صلى الله عليه وسلم إلى جبريل كالمستشير له، فضرب جبريل بيديه إلى الأرض فقال: تواضع لله فقال: يا رضوان، لا حاجة لي في الدنيا، فقال رضوان: أصبت أصاب الله بك. ويرون أن هذه الآية أنزلها رضوان (تَبارَكَ الَّذي إِن شاءَ جَعَلَ لَكَ خَيرًا مِن ذٰلِكَ جَنّاتٍ تَجري مِن تَحتِهَا الأَنهارُ وَيَجعَل لَكَ قُصورًا).[3]

---

[1] ۔کتاب الزہد، ہناد بن السری

[2] ۔الفریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم

[3] ۔الفرقان: ۱۰

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں جب مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فاقہ کا طعنہ دیا اور کہا "یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں گھومتا پھرے ہے" تو اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگین ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل تشریف لائے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! رب العزت آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ (کی تسلی) کیلئے فرماتے ہیں۔ ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ بھی کھانا کھاتے اور بازاروں میں (سودا سلف، تجارت یا دعوت دین کیلئے) چلا کرتے تھے، پس اسی حالت میں حضرت جبریل علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپس میں گفتگو فرما رہے تھے کہ اچانک جبرائیل پگھل کر بھٹ تیتر کی طرح (چھوٹے سے) ہو گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے؟ تم پگھل کر مولہ کی طرح ہو گئے ہو؟ تو انہوں نے عرض کی اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آسمان کے دروازوں میں ایک دروازہ کھولا گیا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا پھر اچانک اپنی (سابقہ) حالت پر آ گئے اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ خوش ہو جایئے یہ جنت کے داروغہ رضوان علیہ السلام ہیں۔ پھر حضرت رضوان (آپ کی طرف) متوجہ ہوئے سلام کہا اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! رب العزت آپ کو سلام کہتے ہیں ان (رضوان علیہ السلام) کے ساتھ نور کی ایک ٹوکری تھی جو جگمگا رہی تھی (انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ) آپ کا رب فرماتا ہے کہ یہ (لیں یہ) خزائن دنیا کی چابیاں ہیں اس کے باوجود جو کچھ آپ کیلئے میرے پاس آخرت میں ہے اس سے مچھر کے پر برابر بھی کم نہ ہوگا (وہ سب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا جائیگا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف مشورہ طلب کرنے کی نگاہ سے دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف مارا اور عرض کیا اللہ کے سامنے تواضع فرمائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے رضوان دنیا میں میری کوئی حاجت نہیں ہے تو رضوان نے عرض کیا آپ نے درست کیا اللہ آپ کے ساتھ درستی فرمائے۔ اس لئے مفسرین کا یہ نظریہ ہے کہ یہ آیت ۔تبارك الذی ان شاء جعل لك خيرا من ذلك جناب تجری من تحتها الانهار ويجعل لك قصورا) فرشتہ رضوان علیہ السلام لے کر نازل ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خازن دوزخ مالک فرشتہ کو دیکھا

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) رأيت ليلة أسري بي، موسى بن عمران رجلا طويلا جعدا كأنه من رجال شنوءة، ورأيت عيسى ابن مريم مربوع الخلق إلى الحمرة والبياض، سبط الرأس، ورأيت مالكا خازن جهنم والدجال في آيات أراهن الله تعالى۔[1]

[1] مسند احمد ۱/ ۲۴۵، ورواه بلفظه عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ولم یذکر ف (وروایت مالکا خازن جھنم والرجال فی آیات اراھن اللہ تعالیٰ) مشکاۃ المصابیح ۵/ ۵۷۱۵، کنز العمال رقم ۳۲۲۷۱

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی اس میں میں نے حضرت موسیٰ بن عمران کو نوجوان، طویل، گھنگریالے بالوں میں دیکھا گویا کہ وہ (قبیلہ) شنوءہ کے آدمیوں میں سے ہیں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کو دیکھا جو میانہ قد سرخی اور سفیدی کا ملاپ تھے اور سیدھے بالوں والے تھے اور مالک خازن دوزخ اور دجال (لعین) کو ان نشانیوں میں دیکھا جو مجھے اللہ تعالیٰ نے دکھلائیں۔

مالک خازن ترش روحالت میں

عن عمر قال: لما أسري برسول الله صلى الله عليه وسلم رأى مالكا خازن النار، فإذا رجل عابس يعرف الغضب في وجهه.[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالک خازن دوزخ کو دیکھا، جو ترش روحالت میں تھا غضبنا کی اس کے چہرہ سے چھلکتی تھی۔

مالک علیہ السلام کا دوزخ کے انگاروں کو الٹنا پلٹنا

عن أبي سلمة قال: رئي عبادة بن الصامت على شرقي بيت المقدس يبكي فقيل له: ما يبكيك؟ فقال: من ههنا حدثني رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنه رأى مالكا يقلب جمرا كالقطف۔[2]

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس کی مشرقی جانب روتے دیکھا تو ان سے عرض کیا آپ کیوں رو رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اسی جگہ پر مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حضرت مالک علیہ السلام کو دیکھا جو (دوزخ کے) انگاروں کو درختوں سے اتارے ہوئے پھلوں کی طرح الٹ پلٹ رہے تھے۔

جنت کے موکل

عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أراد الله بعبد خيرا بعث إليه ملكا من خزان الجنة فمسح ظهره فيسخي نفسه بالزكاة۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی آدمی سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی طرف جنت کے مؤکلوں میں سے ایک فرشتہ بھیج دیتے ہیں جس اس کی پشت پر

---

[1] ابن مردویہ
[2] فضائل بیت المقدس از ابوبکر واسطی
[3] جمع الجوامع رقم ۱۱۱۲، وعزاہ السیوطی للدیلمی عن علی رضی اللہ عنہ، تنزیہ الشریعۃ ۲/۱۴۱، کشف الخفاء ۲/۳۰۹، تذکرۃ الموضوعات ص ۶۳

ہاتھ پھیرتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کا نفس زکوۃ میں سخاوت شروع کر دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے جنت کے دروازے پر دستک دیں گے

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنا أول من يقرع باب الجنة فيقوم الخازن فيقول: من أنت؟ فأقول: أنا محمد فيقول: أقوم فأفتح لك، ولم أقم لأحد قبلك، ولا أقوم لأحد بعدك.[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جنت کے دروزہ پر میں دستک دوں گا (اس پر) جب (فرشتہ) اٹھے گا تو وہ پوچھے گا آپ کون ہیں؟ میں جواب دوں گا۔ میں محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو وہ عرض کرے گا میں ابھی آتا اور آپ کیلئے دروازہ کھولتا ہوں، میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی کیلئے نہیں اٹھا اور نہ آپ کے بعد کسی کیلئے اٹھوں گا۔

درس حدیث: حدیث مذکور کی مزید وضاحت درج ذیل حدیث پاک سے ہوتی ہے۔

حضرت انس سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن جملہ مخلوقات میں سب سے پہلے مجھ سے ہی زمین شق ہوگی اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، حمد کا جھنڈا مجھے تھمایا جائے گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، میں ہی قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو سب سے پہلے جنت میں جائے گا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔

''میں جنت کے دروازے کے پاس آکر اُس کی کنڈی پکڑ لوں گا تو فرشتے پوچھیں گے: یہ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد ہوں۔ وہ میرے لیے دروازہ کھولیں گے تو میں اندر داخل ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہوگا تو میں اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوجاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد! اپنا سر اُٹھائیں اور کلام کریں آپ کو سنا جائے گا، اور کہیں آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اُٹھا کر عرض کروں گا: اے میرے رب! میری اُمت، میری اُمت۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی اُمت کے پاس چلے جائیں اور جس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر بھی ایمان پائیں اُسے جنت میں داخل کر دیں۔ میں آگے بڑھوں گا اور جس کے دل میں اتنا ایمان پاؤں گا اُسے جنت میں داخل کر دوں گا۔

''پھر اچانک دیکھوں گا کہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہے تو میں (پھر) اس کی بارگاہِ اقدس میں سجدہ ریز ہوجاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد! اپنا سر اُٹھائیں اور کلام کریں آپ سے سنا جائے گا، اور کہیں آپ کی

[1] الخلیلی فی مشیخۃ

بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اُٹھا کر عرض کروں گا: اے میرے ربّ! میری اُمت، میری اُمت۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی اُمت کے پاس چلے جائیں اور جس کے دل میں آدھے جَو کے دانے کے برابر بھی ایمان پائیں اُسے جنت میں داخل کر دیں۔ پس میں جاؤں گا اور جس کے دل میں اتنی مقدار میں ایمان پاؤں گا اُنہیں جنت میں داخل کر دوں گا۔

''پھر اچانک دیکھوں گا کہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہے تو میں (پھر) اس کی بارگاہ اقدس میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد! اپنا سر اُٹھائیں اور کلام کریں آپ سے سنا جائے گا، اور کہیں آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اُٹھا کر عرض کروں گا: میری اُمت، میری اُمت۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی اُمت کے پاس چلے جائیں اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان پائیں تو اُسے جنت میں داخل کر دیں، پس میں جاؤں گا اور جن کے دل میں ایمان کی اتنی مقدار پاؤں گا اُنہیں بھی جنت میں داخل کر دوں گا الحدیث۔[1]

[1] اسے امام احمد، دارمی اور ابن مندہ نے روایت کیا ہے۔ امام ابن مندہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے۔ امام مقدسی نے بھی فرمایا: اس کی سند صحیح ہے۔

ما جاء فی السجل
فرشتہ سجل علیہ السلام کے متعلق

عن علی فی قوله تعالی: (كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ) (الأنبياء: ۱۰۴) قال: مالك۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت مالک علیہ السلام ہیں۔

سجل فرشتے کا نام ہے

عن عطية قال: السجل: اسم ملك۔[2]

حضرت عطیہ فرماتے ہیں کہ "السجل" ایک فرشتہ کا نام ہے۔

سجل علیہ السلام استغفار لیکر جانے والا فرشتہ ہے

عن ابن عمر قال: السجل: ملك فاذا صعد بالاستغفار قال اكتبوها نورا۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ سجل ایک فرشتہ ہے جب یہ (آسمان کی طرف بندوں کے) استغفار لے کر چڑھتا ہے تو (اللہ تعالیٰ فرشتوں) کو فرماتا ہے اسے نور کی شکل میں تحریر کرو۔

درس حدیث: استغفار کا معنی ہے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے معافی طلب کرنا یہ بہترین دعا ہے نیز حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے نامۂ اعمال میں بہت زیادہ استغفار ہوا تو اس کے لئے طوبیٰ (خوشخبری) ہے۔[4]

طوبیٰ جنت کا یا جنت میں ایک درخت کا نام ہے۔[5]

حضرت اغر المزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بعض اوقات) میرے دل پر بھی پردہ سا آجاتا ہے اور میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔[6]

---

[1] عبد بن حمید

[2] عبد بن حمید

[3] ابن جریر، ابن ابی حاتم

[4] سنن ابن ماجہ: ۳۸۱۸، اسنادہ حسن

[5] مرعاۃ المفاتیح ۸/۶۲

[6] صحیح مسلم: ۲۷۰۲

سجل موت کے بعد اعمالوں ناموں پر مقرر ہے

عن السدي قال: السجل: ملك موكل بالصحف، فإذا مات الإنسان دفع كتابه إلى السجل فطواه ورفعه إلى يوم القيامة۔[1]

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں سجل وہ فرشتہ ہے جو اعمال ناموں پر مقرر ہے جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کا نامہ اعمال سجل کے سپرد کردیا جاتا ہے جو اسے لپیٹتا اور قیامت کے لئے داخل دفتر کردیتا ہے۔

عن أبي جعفر الباقر قال: السجل ملك، وكان هاروت وماروت من أعوانه، وكان له كل يوم ثلاث لمحات ينظرهن في أم الكتاب فنظر نظرة لم تكن له، فأبصر فيها خلق آدم وما فيه من الأمور، فأسر ذلك إلى هاروت وماروت فلما قال تعالى: (إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا)(البقرة: ۳۰) قالا: ذلك استطالة على الملائكة۔[2]

حضرت ابوجعفر باقر فرماتے ہیں سجل ایک فرشتہ ہے ہاروت ماروت اس کے معاون تھے یہ روزانہ لوح محفوظ میں تین بار دیکھا کرتا تھا تو ایک بار اس نے ایسی چیز دیکھی جو اس نے کبھی نہ دیکھی تھی اس نے لوح محفوظ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور اس کے متعلق امور دیکھ لئے تھے اور ان کو ہاروت اور ماروت کے پاس مخفی طریقہ سے پہنچا دیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں تو (ان ہاروت اور ماروت نے) کہا ''کیا آپ اس زمین میں اس کو پیدا کرنا چاہتے ہیں جو اس میں فساد برپا کریگا'' یہ جواب انہوں نے باقی فرشتوں پر (اپنا علمی) فضل جتلانے کیلئے کہا تھا۔

درس حدیث: لوحِ محفوظ وہ تختی ہے جس پر ساری کائنات کی تقدیر (علمِ الٰہی) درج ہے۔ اس علم میں سے اللہ پاک جس کو جتنا چاہے عطا فرماتا ہے۔ لوحِ محفوظ مخلوق کی دست و برد سے محفوظ ہے۔ نہ اس میں سے کوئی چوری کر سکتا ہے اور نہ تبدیلی۔

---

[1]۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم

[2]۔ ابن ابی حاتم، ابن عساکر

ماجاء هاروت وماروت

ہاروت و ماروت کے بارے میں احادیث

عن عبد الله ابن عمر، أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:) إن آدم لما أهبطه الله إلى الأرض قالت الملائكة: أي رب (أَتَجْعَلُ فيها مَن يُفسِدُ فيها وَيَسفِكُ الدماءَ وَنَحنُ نُسَبِّحُ بِحَمدِكَ وَنُقَدِّسُ لَك) ؛ قال: (إِنّي أَعلَمُ ما لا تَعلَمون) قالوا: ربنا نحن أطوع لك من بني آدم، قال الله تعالى: هلموا ملكين من الملائكة حتى نهبطهما إلى الأرض فننظر كيف يعملان فقالوا: ربنا هاروت وماروت، فأهبطا إلى الأرض، فتمثلت لهما الزهرة امرأة من أحسن البشر، فجاءتهما فسألاها نفسها فقالت: لا والله حتى تكلما بهذه الكلمة من الإشراك، قالا: لا والله لا نشرك بالله أبداً، فذهبت عنهما، ثم رجعت بصبي تحمله، فسألاها نفسها فقالت: لا والله حتى تشربا هذا الخمر، فشربنا فوقعا عليها وقتلا الصبي، فلما أفاقا قالت المرأة: واللهما تركتما شيئا أبيتماه على إلا قد فعلتماه حين سكرتما، فخيرا عند ذلك بين عذاب الدنيا والآخرة فاختارا عذاب الدنيا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو فرشتوں عرض کیا اے پروردگار! آپ زمین میں ایسے لوگوں کو پیدا کریں گے جو اس میں فساد کریں گے اور خونریزیاں کریں گے اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اور آپ کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے۔ انہوں نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار! ہم تو انسانوں سے زیادہ آپ کے تابع فرماں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (تو تم) تم فرشتوں میں سے دو فرشتوں کو پیش کرو ہم ان کو زمین اتارتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کیسے عمل کرتے ہیں تو انہوں نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار (اس آزمائش کے لئے) ہاروت علیہ السلام اور ماروت علیہ السلام (موزوں ہیں کیونکہ یہ بہت پارسا ہیں) تو انہیں زمین پر اتار دیا گیا تو ان کے لیے زہرہ (ستارہ) کو انسانوں

[1] مسند احمد ۲/ ۱۳۴، مسند عبد بن حمید، کتاب العقوبات ابن ابی الدنیا، صحیح ابن حبان، شعب الایمان، بیہقی ۱۰/ ۵ (منہ) مجمع الزوائد ۵/ ۶۷، ۶/ ۳۱۳، عمل الیوم واللیلۃ ۲۵۱، جمع الجوامع ۱۰۲۴۔

سے زیادہ حسین بنا (کر بھیج) دیا گیا جب یہ ان دونوں کے پاس آئی تو انہوں نے اس سے اس کا جسم طلب کیا تو اس نے کہا قسم بخدا بالکل نہیں جب تک کہ تم شرک کا کلمہ نہیں کہتے۔انہوں نے کہا! نہیں خدا کی قسم ہم خدا کے ساتھ کبھی شرک نہیں کریں گے تو وہ ان کے ہاں سے چلی گئی پھر ایک بچے کو اٹھا کر (ساتھ) لے آئی۔تب بھی انہوں نے اس سے اس کا جسم طلب کیا۔تو اس نے کہا بالکل نہیں قسم بخدا یہاں تک کہ تم اس بچے کو قتل کردو۔انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم اس بچے کو کبھی قتل نہیں کریں گے تب بھی وہ چلی گئی۔پھر ایک پیالہ شراب کا اٹھا کر لوٹی تو بھی انہوں نے اس سے اس کا جسم طلب کیا۔تو اس نے کہا بالکل نہیں خدا کی قسم یہاں تک کہ تم اس شراب کو پیو تو انہوں نے شراب پی تو نشہ میں آگئے اور اس پر واقع ہوگئے اور بچے کو بھی قتل کر ڈالا پھر جب ہوش میں آئے تو اس عورت نے کہا خدا کی قسم تم نے کچھ نہیں چھوڑا جس کا تم نے میرے سامنے انکار کیا وہ سب تم نے نشہ میں کر ڈالا ہے۔

پھر ان دونوں کو (سزا کے لئے) دنیا اور آخرت کے عذاب میں اختیار دیا گیا تو انہوں نے عذاب دنیا کو اختیار کرلیا۔

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أشرفت الملائكة على الدنيا فرأت بني آدم فقالت: يارب ما أجهل هؤلاء، ما أقل معرفة هؤلاء بعظمتك فقال الله عز وجل: لو كنتم في مسلاخهم لعصيتموني قالوا: كيف يكون هذا ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك؟ قال: فاختاروا منكم ملكين، فاختاروا هاروت وماروت، ثم أهبطا إلى الأرض وركبت فيهما شهوات بني آدم ومثلت لهما امرأة فما عصما حتى واقعا المعصية فقال الله: اختارا عذاب الدنيا والآخرة، فنظر أحدهما إلى صاحبه قال: ما تقول، فاختر قال: أقول إن عذاب الدنيا ينقطع، وإن عذاب الآخرة لا ينقطع، فاختارا عذاب الدنيا، فهما اللذان ذكر الله في كتابه (وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ) الآية[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتوں نے دنیا میں جھانکا تو انسانوں کو دیکھا اور عرض کیا اے پروردگار! یہ کتنے بڑے جاہل ہیں ان کو آپ کی عظمت سے کتنا کم واقفیت ہے۔تو اللہ تعالی نے فرمایا اگر تم ان کے روپ میں ہوتے تو تم بھی میری نافرمانی کرتے انہوں نے عرض کیا یہ کیسے ہوسکتا ہے ہم تو آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے اور آپ کی تقدیس بیان کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو پھر تم اپنے میں سے دو فرشتوں کو منتخب کرلو۔تو انہوں نے ہاروت اور ماروت کو منتخب کیا تو انہیں زمین پر اتارا گیا اور ان میں اولاد آدم کی خواہشات سوار کردیں اور ان کے لئے ایک عورت کی صورت بنادی گئی تو وہ اپنی

---

[1] الجامع الكبير ۲/ ۵۰۹، وذكر السيوطي عن ابن عمر وفيه (فرأت بني آدم يعصون) وكلمة (مسالحهم) غير كلمة (مسلاخهم)، شعب الايمان ۱/ ۱۱۳، ورواه بلفظه ثم قال البيهقي في تعليقه، ورويناه موقوفا من وجه آخر عن مجاهد ابن عمر، وهو الاضح فان ابن عمر انه اخذه عن كعب)

حفاظت نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ وہ گناہ میں مبتلا ہو گئے (اس کی سزا میں) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ دنیا یا آخرت کا عذاب پسند کرلو تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور کہا تو کہتا ہے (جو کہے) اسے پسند کرلے تو اس نے کہا میں کہتا ہوں کہ دنیا کا عذاب منقطع ہونے والا ہے اور آخرت کا عذاب منقطع ہونے والا نہیں۔ تو انہوں نے دنیا کے عذاب کو منتخب کرلیا یہ وہی دو (فرشتے) ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ''وما انزل علی الملکین الآیۃ'' میں فرمایا ہے۔ (البقرۃ: ۱۰۲)

عن ابن عمر أنه كان يقول: أطلعت الحمراء بعد؟ فإذا رآها قال: لا مرحبا، ثم قال: إن ملكين من الملائكة هاروت وماروت سألا الله أن يهبطا إلى الأرض، فكانا يقضيان بين الناس، فإذا أمسيا تكلما بكلمات فعرجا بها إلى السماء، فقبض الله لهما امرأة من أحسن الناس وألقيت عليهما الشهوة وألقيت فى أنفسهما فلم يزالا حتى وعدتهما ميعادا فأتتهما للميعاد فقالت: علمانى الكلمة التى تعرجان بها فعلماها فتكلمت بها فعرجت إلى السماء فمسخت فجعلت كما ترون، فلما أمسيا تكلما بالكلمة فلما يعرجا فبعث إليهما: إن شئتما فعذاب الآخرة، وإن شئتما فعذاب الدنيا فقال أحدهما لصاحبه: بل نختار عذاب الدنيا.[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ (جب سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو) میں نے زہرہ کو دیکھا، جب دیکھا تو کہا (تمہیں) مرحبا نہ ہو پھر بتلایا کہ فرشتوں میں سے دو فرشتے ہاروت اور ماروت تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ انہیں زمین پر اتارا جائے۔ (جب یہ زمین پر اتر گئے) تو لوگوں کے درمیان فیصلے کیا کرتے تھے جب شام آئی تو یہ کچھ ایسے کلمات پڑھتے جن سے آسمان کی طرف عروج کر جاتے، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک انتہائی حسین عورت کو ان کے قابو میں کر دیا اور ان میں شہوت بھر کا دی اور ان کے دلوں میں اس عورت کو سوار کر دیا بس وہ اس کی محبت میں گرفتار رہے یہاں تک کہ اس عورت نے ان کے ساتھ ایک وقت طے کر دیا جب وہ ان کے پاس وقت پر پہنچی تو کہا مجھے وہ کلمہ سکھلا دو جس کی وجہ سے تم (آسمان پر) عروج کرتے ہو تو انہوں نے وہ کلمہ سکھلا دو جس کی وجہ سے تم آسمان کی طرف چڑھ گئی اور اس کی شکل مسخ کر دی گئی اور اسے اس شکل میں کر دیا گیا جسے تم دیکھتے ہو۔ جب انہوں (ہاروت ماروت) نے شام کی اور یہ کلمہ پڑھا تو اوپر کو نہ چڑھ کے (اس گناہ کی پاداش میں) ان کی طرف (اللہ تعالیٰ نے یہ پیغام) بھیجا کہ اگر تم چاہو تو آخرت کا عذاب (دیدوں) اور اگر چاہو تو دنیا کا عذاب (دیدوں) تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہم دنیا کا عذاب قبول کرتے ہیں۔

عن علی بن أبى طالب قال: إن هذه الزهرة تسميها العرب الزهرة، والعجم أناهيد، وكان الملكان

[1] مستدرک حاکم وصححہ

یحکمان بین الناس، فأتتهما فرأیاها فقالت لهما الزهرة: ألا تخبرانی بما تصعدان به إلی السماء وبما تهبطان به إلی الأرض فقالا: باسم الله الأعظم. قالت: ما أنا بمواتیتکما حتی تعلمانیه فقال أحدهما لصاحبه: علمها إیاه فقال: کیف بنا بشدة عذاب الله؟ قال الآخر: إنا نرجو سعة الله. فعلمها إیاه فتکلمت به، فطارت إلی السماء، ففزع ملك فی السماء لصعودها فطأطأ رأسه فلم یجلس بعد ومسخها الله فکانت کوکبا۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں یہ زہرہ (ستارہ) جسے عربی ''زہرہ'' کہتے ہیں اور عجمی ''اناہید'' کہتے ہیں۔ دوفرشتے تھے جولوگوں کے درمیان فیصلے کیا کرتے تھے یہ (زہرہ) ان کے پاس آئی اور انہوں نے اسے دیکھا، تو ان سے زہرہ نے کہا تم مجھے نہیں بتلاتے جس کے ساتھ تم آسمان کی طرف چڑھتے ہو اور جس کے ساتھ زمین کی طرف اترتے ہو؟ تو انہوں نے بتایا کہ (ہم اللہ کے اسم اعظم کے ساتھ چڑھتے اور اترتے ہیں تو اس نے کہا کہ تم مجھے اپنے پاس نہیں بلا سکتے یہاں تک تم یہ (کلمات) مجھے سکھلا دو تو اپنے دوسرے ساتھی کو کہا کہ اسے یہ (کلمات) سکھلا دے تو اس نے کہا خدا تعالیٰ کے عذاب کی سختی کو ہم کس طرح برداشت کریں گے؟ تو دوسرے نے کہا کہ (اس وقت) ہم اللہ کی وسعت رحمت کی امید کریں گے تو اس نے اسے وہ کلمات سکھلا دیئے۔ تو اس عورت نے وہ کلمات پڑھے اور آسمان کی طرف اڑ گئی، جس سے آسمان میں ایک فرشتہ گھبرا گیا اور اپنے سر کو جھکا دیا اور بعد میں کبھی نہ بیٹھا اور اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو مسخ کر دیا تو وہ ستارہ بن گئی۔

عن علی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لعن الله الزهرة فإنها هی التی فتنت الملکین هاروت وماروت۔[2]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: زہرہ (عورت) پر لعنت ہو یہ وہی ہے جس نے دوفرشتوں ہاروت علیہ السلام اور ماروت علیہ السلام کو نافرمانی میں مبتلا کیا تھا۔

عن ابن عباس قال: إن أهل السماء الدنیا أشرفوا علی الأرض فرأوهم یعملون بالمعاصی فقالوا: یا رب أهل الأرض یعملون بالمعاصی فقال الله عز: أنتم معی وهم غیب عنی. فقیل لهم: اختاروا منکم ثلاثة فاختاروا منهم ثلاثة علی أن یهبطوا إلی الأرض فیحکموا ما بین أهل الأرض، وجعل فیهم شهوة الآدمیین، فأمروا أن لا یشربوا خمرا، ولا یقتلوا نفسا، ولا یزنوا، ولا یسجدوا لوثن. فاستقال منهم واحد فأقیل، وأهبط اثنان إلی الأرض. فأتتهما امرأة من أحسن

---

[1] مسند اسحاق بن راهویه، تفسیر عبد بن حمید، کتاب العقوبات ابن ابی الدنیا، تفسیر ابن جریر، کتاب العظمة ابو الشیخ، مستدرك حاکم وصححه (منه)

[2] مسند ابن راہویہ، تفسیر ابن مردویہ (منہ)

الناس يقال لها أناهيد، فهوياها جميعا ثم أتيا منزلها فاجتمعا عندها فأرادها، فقالت لهما: لا حتى تشربا خمري وتقتلا ابن جاري وتسجدا لوثني فقالا: لا نسجد ثم شربا من الخمر ثم قتلا ثم سجدا فأشرف أهل السماء عليهما وقالت لهما: أخبراني بالكلمة التي إذا قلتماها طرتما فأخبراها فطارت فمسخت جمرة وهي هذه الزهرة، وأما هما فأرسل إليهما سليمان بن داود فخيرهما بين عذاب الدنيا والآخرة فاختارا عذاب الدنيا فهما مناطان بين السماء والأرض.[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آسمان دنیا کے فرشتوں نے زمین کی طرف جھانکا تو انہیں گناہوں میں مبتلا ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم تو میرے ساتھ ہو (اس لئے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں)۔ پھر ان سے فرمایا گیا کہ تم اپنوں سے تین (فرشتوں) کو منتخب کرلو تو انہوں نے اپنے اندر سے تین فرشتوں کو منتخب کیا تا کہ وہ زمین پر اتر جائیں اور اہل زمین کے مابین فیصلہ کریں اور ان میں انسانوں کی شہوت رکھدی گئی لیکن انہیں حکم دیا گیا کہ نہ تو وہ شراب پئیں، نہ کسی کو قتل کریں، نہ زنا کریں اور نہ بت کو سجدہ کریں۔ تو ان میں سے ایک نے تو معذرت کرلی اور دو نے قبول کیا تو انہیں زمین پر اتار دیا گیا، ان کے پاس لوگوں میں سے حسین ترین عورت آئی جس کا نام ''اناہید'' تھا تو ان دونوں نے اس کی خواہش کی اور اس کے گھر چلے گئے۔ یہ دونوں اس کے پاس پہنچے اور اس کا ارادہ کیا تو اس نے ان کو کہا اس وقت تک نہیں جب تک کہ تم میری یہ شراب نہیں پی لیتے اور میرے پڑوسی کے بچے کو قتل نہیں کریں گے پھر انہوں نے شراب پی پھر (اس کے نشہ میں آکر بچے کو) قتل کیا پھر (بت کو) سجدہ کیا۔ تو آسمان والوں نے ان کو (گناہ میں مبتلا ہوتے) دیکھ لیا۔ اس عورت نے ان دونوں کو کہا مجھے وہ کلمہ بتلاؤ جس کو تم پڑھ کر اڑتے (ہوئے آسمان پر جاتے) ہو تو انہوں نے اسے وہ کلمہ بتلاؤ جس کو تم پڑھ کر اڑتے (ہوئے آسمان پر جاتے) ہو تو انہوں نے اسے وہ کلمہ بتلاؤ دیا تو وہ (زمین سے) اڑ گئی اور انگارے کی شکل میں مسخ کر دی گئی یہی وہ زہرہ ہے۔ اور ان دونوں پاس حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو معبوث فرمایا گیا تو انہوں نے ان دونوں کو دنیا یا آخرت کے عذاب سہنے میں اختیار دیدیا تو انہوں نے دنیا کے عذاب کو پسند کرلیا۔ تو کہ دونوں (سزا کے طور پر) آسمان اور زمین کے درمیان لٹکے ہوئے ہیں

عن ابن عباس قال: لما وقع الناس من بعد آدم فيما وقعوا فيه من المعاصي والكفر بالله قالت الملائكة في السماء: رب إن هذا العالم الذي إنما خلقتهم لعبادتك وطاعتك قد وقعوا فيما وقعوا فيه، وركب الكفر، وقتل النفس، وأكل مال الحرام، والزنا، والسرقة، وشرب الخمر، فجعلوا يدعون عليهم ولا يعذرونهم، فقيل إنهم في غيب، فلم يعذروهم فقيل لهم: اختاروا منكم

---

[1] ابن ابی حاتم

من أفضلكم ملكين آمرهما وأنهاهما فاختاروا هاروت وماروت. فأهبطا إلى الأرض وجعل لهما شهوات بنى آدم وأمرهما أن يعبداه ولا يشركا به شيئا ونهاهما عن قتل النفس الحرام، وأكل مال الحرام، وعن الزنا، والسرقة، وشرب الخمر. فلبثا فى الأرض زمانا يحكمان بين الناس بالحق، وذلك فى زمان إدريس وفى ذلك الزمان امرأة حسنها فى النساء كحسن الزهرة فى سائر الكواكب، وأنهما أتيا عليها فخضعا لها فى القول وأراداها على نفسها فابت إلا أن يكونا على أمرها ودينها فسالاها عن دينها فأخرجت لهما صنما فقالت: هذا أعبده فقالا: لا حاجة لنا فى عبادة هذا، فذهبا فغابا ما شاء الله. ثم أتيا عليها فأراداها على نفسها ففعلت مثل ذلك. فذهبا ثم أتيا عليها فأراداها على نفسها. فلما رأت أنهما أبيا أن يعبدا الصنم فقالت لهما: اختارا إحدى الخلال الثلاث: إما أن تعبدا هذا الصنم، وإما أن تقتلا هذا النفس، وإما أن تشربا الخمر فقالا: هذا لا ينبغى وأهون الثلاثة شرب الخمر. فشربا الخمر فأخذت منهما فواقعا المرأة فخشيا أن يخبر الإنسان عنهما فقتلاه. فلما ذهب عنهما السكر وعلما ما وقعا فيه من الخطيئة أرادا أن يصعدا إلى السماء فلم يستطيعا، وحيل بينهما وبين ذلك، وكشف الغطاء فيما بينهما وبين أهل السماء، فنظرت الملائكة إلى ما وقعا فيه. فعجبوا كل العجب وعرفوا أنه من كان فى غيب فهو أقل خشية، فجعلوا بعد ذلك يستغفرون لمن فى الأرض. فقيل لهما اختارا عذاب الدنيا أو عذاب الآخرة فقالا: أما عذاب الدنيا فإنه ينقطع ويذهب، وأما عذاب الآخرة فلا انقطاع له فاختارا عذاب الدنيا فجعلا ببابل فهما يعذبان۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے بعد لوگ گناہوں اور انکار خدا میں مبتلا ہو گئے تو فرشتوں نے آسمان میں (رہتے ہوئے) کہا اے اس جہان کے پروردگار! آپ نے تو ان کو اپنی عبادت و اطاعت کے لئے تخلیق کیا تھا یہ تو گناہوں میں پڑ گئے اور کفر کرنے، زندوں کو قتل کرنے، مال حرام کھانے، زنا اور چوری کرنے اور شراب نوشی میں مبتلا ہوتے تھے پھر ان کے لئے بددعا کرنے لگ گئے اور ان کا کوئی عذر قبول نہیں کرتے تھے۔ تو انہیں تنبیہ کی گئی کہ وہ پردہ میں ہیں ان کا یہ عذر قابل قبول ہے پھر انہیں کہا گیا (اگر تم یہ عذر قبول نہیں کرتے تو) اپنے سے افضل ترین فرشتے منتخب کرلو میں انہیں کہا گیا (کچھ باتوں کا) حکم دیتا ہوں اور (کچھ باتوں سے) منع کرتا ہوں۔ تو انہوں نے ہاروت اور ماروت کو منتخب کیا تو انہیں زمین پر اتار دیا گیا انکی اولاد آدم جیسی خواہشات بنادی گئیں اور انہیں حکم دیا کہ وہ صرف اسی (خدا) کی عبادت کریں گے اس کے ساتھ

---

[1] ۔ابن المنذر، ابن ابی حاتم، مستدرک وحاکم وصححہ، شعب الایمان امام بیہقی (منہ)

کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ اور انہیں نفس حرام کے قتل سے اور مال حرام کے کھانے ، سے زنا چوری اور شراب نوشی سے منع کیا۔ تو یہ زمین میں ایک زمانہ تک لوگوں میں حق کے فیصلے کرتے رہے اور یہ حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ تھا اسی زمانہ میں ایک عورت تھی اس کا حسن عورتوں میں اس طرح تھا جس طرح زہرہ (ستارے) کا سب ستاروں میں ہے۔ تو یہ دونوں اس کے پاس پہنچے اور اس کے ساتھ بات میں نرمی کی اور اس کے بدن کا ارادہ کی اتو اس نے انکار کر دیا مگر یہ کہ وہ اس کی بات مانیں اور اس کے دین پر چلیں جب انہوں نے اس کے دین کے بارہ میں پوچھا تو اس نے اپنا ایک بت نکالا اور کہنے لگی یہ ہے میں اس کی عبادت کرتی ہوں، تو انہوں نے جواب دیا ہمیں اس کی عبادت کرنے کی کوئی حاجت نہیں یہ چلے گئے جب تک اللہ نے چاہا غائب رہے، اس کے بعد پھر اس کے پاس آئے اور اس کا ارادہ کیا تو بھی اس (عورت) نے ویسا ہی کیا وہ پھر چلے گئے۔ اس کے بعد جب آئے تو اس کے بدن کا ارادہ کیا۔ تو اس نے جب دیکھا کہ انہوں نے بت پرستی سے انکار کر دیا تو کہنے لگی (اچھا تو پھر ان) تین باتوں میں سے کوئی سی پسند کر لو یا تو اس بت کی عبادت کر و یا اس آدمی کو قتل کر وایا شراب پی لو تو انہوں نے کہا یہ سب شرطیں پوری کرنے کی (تو) نہیں لیکن ان تینوں میں شراب نوشی کم گناہ ہے تو انہوں نے شراب پی تو عقل جاتی رہی پھر یہ عورت پر واقع ہوئے۔ پھر انہیں خطرہ لگا انسان ان کے گناہ کی اطلاع نہ کر دے تو انہوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ پھر جب ان کا نشہ ہرن ہوا اور پتہ چلا کہ وہ کس گناہ میں ملوث ہوئے۔ تو انہوں نے آسمان کی طرف عرج کا ارادہ کیا تو توفیق نہ ہوئی ان کے اور آسمان کے درمیان رکاوٹ آ گئی۔ اور فرشتوں اور ان کے درمیان سے پردہ ہٹا دیا گیا تو فرشتوں نے اس کو دیکھ لیا جس میں وہ مبتلا ہوئے تھے تو وہ ششدر رہ گئے اور پہچان ہوگئی کہ جو پردہ میں ہو (خدا کے سامنے نہ ہو) اس میں (خدا کا) خوف بہت کم ہوتا ہے، اس کے بعد سے زمین کے سب (مومنین) کے لئے استغفار کرنے لگ گئے۔ انہیں (ہاروت و ماروت کو) کہا گیا دنیا کا عذاب یا آخرت کا عذاب چن لو (تو انہوں نے سوچا کہ) عذاب دنیا تو ختم ہونے اور مٹ جانے والا ہے لیکن عذاب آخرت کبھی ختم نہیں ہوگا تو انہوں نے عذاب دنیا کو چن لیا تو انہیں بابل میں (قید) کر دیا گیا اور وہ اب تک عذاب میں مبتلا ہیں۔

عن مجاهد قال: كنت نازلا على عبد الله بن عمر فى سفر، فلما كان ذات ليلة قال لغلامه: انظر طلعت الحمراء، لا مرحبا بها ولا أهلا ولا حياها الله هى صاحبة الملكين، قالت الملائكة: رب كيف تدع عصاة بنى آدم وهم يسفكون الدم الحرام، وينتهكون محارمك، ويفسدون فى الأرض، قال: إنى قد ابتليتهم، فلعل إن ابتليتكم مثل الذى ابتليتهم به فعلتم كالذى يفعلون قالوا: لا. قال: فاختاروا من خياركم اثنين، فاختاروا: هاروت، وماروت فقال لهما: إنى مهبطكما إلى الأرض، وعاهد إليكما أن لا تشركا، ولا تزنيا، ولا تخونا، فأهبطا إلى الأرض وألقى عليهما الشبق

وأهبطت لهما الزهرة في أحسن صورة امرأة، فتعرضت لهما فأراداها على نفسها فقالت: إني على دين لا يصلح لأحد أن يأتيني إلا من كان على مثله. قالا: وما دينك؟ قالت: المجوسية. قالا: الشرك. هذا شيء لا نقربه. فمكثت عنهما ما شاء الله. ثم تعرضت لهما، فأرادها على نفسها فقالت: ما شئتما غير أن لي زوجا أكره أن يطلع على هذا مني فأفتضح، فإن أقررتما لي بديني وشرطتما أن تصعدا بي إلى السماء؛ فعلت. فأقرا لها بدينها، وأتياها فيما يريان ثم صعدا بها إلى السماء، فلما انتهيا إلى السماء اختطفت منهما وقطعت أجنحتهما فوقعا خائفين نادمين يبكيان، وفي الأرض نبي يدعو بين الجمعتين فإذا كان يوم الجمعة أجيب. فقالا: لو أتينا فلانا فسألنا يطلب لنا التوبة فأتياه فقال: رحمكما الله. كيف يطلب أهل الأرض لأهل السماء؟ قالا: إنا قد ابتلينا. قال: ائتياني في يوم الجمعة. فأتياه فقال: ما أجبت فيكما بشيء، ائتياني في الجمعة الثانية. فأتياه فقال: اختارا فقد خيرتما فإن أحببتما معافاة الدنيا وعذاب الآخرة، وإن أحببتما فعذاب الدنيا وأنتما يوم القيامة على حكم الله قال أحدهما: الدنيا لم يمض منها إلا القليل وقال الآخر: ويحك إني قد أطعتك في الأول فأطعني الآن. فاختارا عذاب الدنيا (لهذه القصة طرق أخرى كثيرة جمعها الحافظ ابن حجر في جزء مفرد. وقال في كتابه) القول المسدد في الذب عن مسند أحمد (: إن الواقف عليه يكاد يقطع بوقوع هذه القصة لكثرة الطرق الواردة فيها وقوة مخارج أكثرها وقد وقفت على الجزء الذي جمعه فوجدته أورد فيه بضعة عشر طريقا، وقد جمعت أنا طرقها في التفسير فبلغت نيفا وعشرين طريقا۔[1]

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حالت سفر میں ملا جب رات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے غلام سے فرمایا! دیکھو حمراء طلوع ہو گئی اسے مرحبا نہ ہو اور نہ خوش آمدید ہو اور نہ ہی اسے اللہ تر و تازگی بخشیں، یہ فرشتوں کی ہم نشین تھی۔ فرشتوں نے کہا تھا اے پروردگار! آپ بدکار انسانوں کو کیسے چھوڑ دیتے ہیں جبکہ وہ ناجائز خون بہاتے، آپ کی محرمات کی خلاف ورزی کرتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں؟ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میں نے تو امتحان لیا ہے پس اگر میں تمہارا بھی انہیں کی طرح کا امتحان لے لوں تو تم بھی وہی کرو جو وہ کرتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا نہیں (ایسا تو نہ ہوگا)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو پھر تم اپنے نیک ترین میں سے دو کو منتخب کر لو، تو انہوں نے ہاروت اور ماروت کو منتخب کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے فرمایا میں تمہیں زمین میں اتار رہا ہوں اور تاکید کرتا ہوں کہ نہ تو تم شرک کرو گے، نہ زنا کرو گے اور نہ خیانت کرو گے، پھر

---

[1] ابن ابی حاتم

انہیں زمین پر اتارہ دیا گیا اور ان پر جماع کی شہوت مسلط کر دی گئی اور ان کے لئے زہرہ کو حسین ترین عورت کی صورت میں اتارا گیا پس جب وہ ان کے سامنے آئی تو انہوں نے اس کے جس کا ارادہ کیا۔ تو اس نے کہا میں تو ایک ایسے دین پر ہوں کہ کسی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ میرے پاس آئے سوائے اس کے کہ وہ بھی وہی دین اپنا لے ۔انہوں نے پوچھا کہ تیرا کیا دین ہے؟ اس نے کہا (میرا دین) مجوسیت ہے۔ انہوں نے کہا یہ تو شرک ہے (اور) یہ ایسی شئے ہے کہ ہم اس کا اقرار نہیں کر سکتے۔ تو جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ عورت (اتنے عرصہ تک) دور رہی پھر ان کے سامنے آئی تو بھی انہوں نے اس سے اس کا نفس طلب کیا، تو اس نے کہا تم جو چاہتے ہو میں ناپسند کرتی ہوں کہ اس کی اطلاع میرے خاوند کو ہو جائے اور میں شرمندہ ہو جاؤں پس اگر تم میرے لئے میرے دین کا اقرار کر لو اور یہ شرط بھی تسلیم کرو کہ تم مجھے ساتھ لیکر آسمان کی طرف پرواز کرو گے تو میں تیار ہوں۔ تو انہوں نے اس کے دین کا اقرار کیا اور جو چاہتے تھے وہ کیا، پھر وہ اس سمیت آسمان کی طرف پرواز کرنے لگے پس جب وہ آسمان تک جا پہنچے تو وہ (زہرہ) ان سے اچک لی گئی اور ان کے پر کاٹ دیئے گئے تو یہ خوفزدہ اور شرمندہ ہو کر روتے ہوئے (زمین پر) گر گئے، (اس زمانہ میں) زمین پر ایک نبی تھے جو دو جمعوں کے درمیان دعا کیا کرتے تھے جب جمعہ کا دن ہوتا تو ان کی دعا پوری ہو جاتی تھی۔ تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم فلاں (نبی) کے پاس حاضر ہوں اور اس سے سوال کریں تاکہ وہ ہمارے لئے (اللہ تعالیٰ سے) توبہ (کرنے کی اجازت) طلب کرے۔ تو وہ اس کے پاس گئے تو اس نے فرمایا اللہ تم پر رحم فرمائے زمین والا آسمان والوں کیلئے (توبہ) کیسے طلب کرے؟ انہوں نے عرض کیا ہم تو امتحان میں مبتلا ہو گئے۔ تو اس (نبی) نے فرمایا تم میرے پاس جمعہ کے روز آنا تو وہ اس کے پاس (جمعہ کے روز) آئے۔ تو اس نے فرمایا تمہارے متعلق میری کوئی دعا قبول نہیں ہوئی تم میرے پاس دوسرے جمعہ کے روز آنا تو وہ (دوسرے جمعہ کو) آئے تو اس (نبی علیہ السلام) نے فرمایا تم منتخب کر لو تمہیں اختیار دیا گیا ہے کہ اگر تمہیں پسند ہو دنیا میں معافی ہو جائے اور آخرت میں عذاب میں رہو اور اگر چاہو تو دنیا میں عذاب میں رہو اور آخرت میں اللہ کے حکم (عذاب سے) محفوظ رہو۔ تو ان میں سے ایک نے کہا کہ دنیا کا بہت کم حصہ گزرا ہے اس لئے آخرت کے عذاب کو منتخب کر لیں)، تو دوسرے نے کہا تم پر افسوس ہے میں نے پہلے تمہاری مانی ہے اب تم میری مانو پھر انہوں نے دنیاوی عذاب کو منتخب کر لیا۔

درس حدیث: اس قصہ کے اور بھی بہت سے طرق ہیں جن کو حافظ ابن حجر (عسقلانی) نے ایک مستقل جزء کی شکل میں جمع فرمایا ہے۔ اور اپنی کتاب القول المسدد فی الذاب عن مسند احمد میں فرماتے ہیں اس قصہ کا واقف کار کثرت طرق واردہ اور اکثر (روایات) کے قوت مخارج کی وجہ سے اس کے وقوع پر یقین کر ہی لے گا اور میں (مراد علامہ سیوطی ہیں) اس جزء کا واقف ہوں جسے انہوں نے جمع کیا ہے جس مین انہوں نے تقریباً انیس طریق (سندیں) ذکر گئے ہیں۔ اور میں نے بھی تفسیر میں اس کے طرق جمع کئے ہیں جو بیس سے زائد ہیں۔

ہاروت وماروت کا قصہ ایک جائزہ

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿102﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿103﴾[1]

اوراس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنت سلیمان کے زمانہ میں اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ (جادو) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اترا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھوتو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اس کی عورت میں اور اس سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا اور بیشک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور بیشک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں کسی طرح انہیں علم ہوتا۔ اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے کسی طرح انہیں علم ہوتا۔

بلکہ جادو کے پیچھے پڑ گئے اور خود حضور ﷺ پر جادو کیا جس کی اطلاع آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دی اور اس کا اثر زائل ہوا اور آپ ﷺ کو شفاء ملی۔ توراۃ سے تو حضور ﷺ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لیے کہ وہ تو اس کی تصدیق والی تھی تو اسے چھوڑ کر دوسری کتابوں کی پیروی کرنے لگے اور اللہ کی کتاب کو اس طرح چھوڑ دیا کہ گویا کبھی جانتے ہی نہ تھے نفسانی خواہشیں سامنے رکھ لیں اور کتاب اللہ کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ راگ باجے کھیل تماشے اور اللہ کے ذکر سے روکنے والی ہر چیز آیت وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ[2] میں داخل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی جب آپ علیہ السلام بیت الخلاء جاتے تو اپنی بیوی جرادہ کو دے جاتے جب سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کا وقت آیا اس وقت ایک شیطان جن آپ علیہ السلام کی صورت میں آپ علیہ السلام کی بیوی صاحبہ کے پاس آیا اور انگوٹھی طلب کی جو دے دی گئی اس نے پہن لی اور تخت سلیمانی پر بیٹھ گیا تمام جنات وغیرہ حاضر خدمت ہو گئے حکومت کرنے لگا ادھر جب سلیمان علیہ السلام واپس آئے اور انگوٹھی

---

[1] ۔البقرہ:۲:۱۰۲،۱۰۳

[2] ۔البقرہ:102

طلب کی تو جواب ملا تو جھوٹا ہے انگوٹھی تو سلیمان علیہ السلام لے گئے آپ علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے ان دنوں میں شیاطین نے جادو، نجوم، کہانت، شعر واشعار اور غیب کی جھوٹی سچی خبروں کی کتابیں لکھ لکھ کر سلیمان علیہ السلام کی کرسی تلے دفن کرنی شروع کر دیں آپ علیہ السلام کی آزمائش کا یہ زمانہ ختم ہو گیا آپ پھر تخت وتاج کے مالک ہوئے عمر طبعی کو پہنچ کر جب رحلت فرمائی تو شیاطین نے انسانوں سے کہنا شروع کیا کہ سلیمان کا خزانہ اور وہ کتابیں جن کے ذریعہ سے وہ ہواؤں اور جنات پر حکمرانی کرتے تھے ان کی کرسی تلے دفن ہیں چونکہ جنات اس کرسی کے پاس نہیں جا سکتے تھے اس لیے انسانوں نے اسے کھودا تو وہ کتابیں برآمد ہوئیں بس ان کا چرچا ہو گیا اور ہر شخص کی زبان پر چڑھ گیا کہ سلیمان علیہ السلام کی حکومت کا راز یہی تھا بلکہ لوگ سلیمان علیہ السلام کی نبوت سے منکر ہو گئے اور آپ علیہ السلام کو جادوگر کہنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو عقدہ کشائی کی اور فرمان باری تعالیٰ نازل ہوا کہ جادوگری کا یہ کفر تو شیاطین کا پھیلایا ہوا ہے سلیمان علیہ السلام اس سے بری الذمہ ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا عراق سے! فرمایا عراق کے کس شہر سے؟ اس نے کہا کوفہ سے! پوچھا وہاں کی کیا خبریں ہیں؟ اس نے کہا وہاں باتیں ہو رہی ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ انتقال نہیں کر گئے بلکہ زندہ روپوش ہیں اور عنقریب آئیں گے آپ کانپ اٹھے اور فرمانے لگے اگر ایسا ہوتا تو ہم ان کی میراث تقسیم نہ کرتے اور ان کی عورتیں اپنا دوسرا نکاح نہ کرتیں سنو شیاطین آسمانی باتیں چرالایا کرتے تھے اور ان میں اپنی باتیں ملا کر لوگوں میں پھیلایا کرتے تھے، سلیمان علیہ السلام نے یہ تمام کتابیں جمع کر کے اپنی کرسی تلے دفن کر دیں۔ آپ علیہ السلام کے انتقال کے بعد جنات نے وہ پھر نکال لیں وہی کتابیں عراقیوں میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان ہی کتابوں کی باتیں وہ بیان کرتے اور پھیلاتے رہتے ہیں اسی کا ذکر اس آیت وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ [1] میں ہے۔

اس زمانہ میں یہ بھی مشہور ہو گیا تھا کہ شیاطین علم غیب جانتے ہیں سلیمان علیہ السلام نے ان کتابوں کو صندوق میں بھر کر دفن کر دینے کے بعد یہ حکم جاری کر دیا کہ جو یہ کہے گا اس کی گردن ماری جائے گی بعض روایتوں میں ہے کہ جنات نے ان کتابوں کو سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے بعد آپ علیہ السلام کی کرسی تلے دفن کیا تھا اور ان کے شروع صفحہ پر لکھ دیا تھا کہ یہ علمی خزانہ آصف بن برخیا کا جمع کیا ہوا ہے جو سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے وزیر اعظم مشیر خاص اور دلی دوست تھے۔

یہودیوں میں مشہور تھا کہ سلیمان علیہ السلام نبی نہ تھے بلکہ جادوگر تھے اس بنا پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور اللہ کے سچے نبی علیہ السلام نے ایک سچے نبی کی برات کی اور یہودیوں کے اس عقیدے کا ابطال کیا وہ سلیمان علیہ السلام کا نام نبیوں کے زمرے میں سن کر بہت بدکتے تھے اس لیے تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کر دیا۔ ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ سلیمان نے

1۔ البقرہ: 102

تمام موذی جانوروں سے عہد لیا تھا جب انہیں وہ عہد یاد کرایا جاتا تھا تو وہ ستاتے نہ تھے پھر لوگوں نے اپنی طرف سے عبارتیں بنا کر جادو کی قسم کے منتر تنتر بنا کر ان سب کو آپ علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا جس کا بطلان ان آیات کریمہ میں ہے یاد رہے کہ ''علیٰ'' یہاں پر ''فی'' کے معنی میں ہے یا ''تتلوا'' متضمن ہے تکذب کا، یہی اولیٰ اور احسن ہے۔

خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جادوگروں کا ہونا قرآن سے ثابت ہے اور سلیمان علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہونا بھی قرآن سے ظاہر ہے۔ داؤد علیہ السلام اور جالوت کے قصے میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى[1]

بلکہ ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے صالح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا تھا قَالُوٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ[2]

یعنی تو جادو کئے گئے لوگوں میں سے ہے۔ پھر فرماتا ہے وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ[3]

بعض تو کہتے ہیں یہاں پر ''ما'' نافیہ ہے یعنی انکار کے معنی میں ہے اور اس کا عطف ''ما کفر سلیمان'' پر ہے یہودیوں کے اس دوسرے اعتقاد کی کہ جادو فرشتوں پر نازل ہوا ہے اس آیت میں تردید ہے۔

ہاروت، ماروت لفظ شیاطین کا بدل ہے تثنیہ پر بھی جمع کا اطلاق ہوتا ہے جیسے ''فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ''[4] میں یا اس لیے جمع کیا گیا کہ ان کے ماننے والوں کو بھی شامل کر لیا گیا ہے اور ان کا نام ان کی زیادہ سرکشی کی وجہ سے سرفہرست دیا گیا ہے قرطبی تو کہتے ہیں کہ اس آیت کا یہی ٹھیک مطلب ہے اس کے سوا کسی اور معنی کی طرف التفات بھی نہ کرنا چاہیے۔[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جادو اللہ عزوجل کا نازل کیا ہوا نہیں۔ سیدنا ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان پر کوئی جادو نہیں اترا۔ (ایضاً) اس بناء پر آیت کا ترجمہ اس طرح پر ہوگا کہ ان یہودیوں نے اس چیز کی تابعداری کی جو سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں شیطان پڑھا کرتے تھے سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا نہ اللہ تعالیٰ نے جادو کو ان دو فرشتوں پر اتارا ہے (جیسے اے یہودیوں تمہارا خیال جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام کی طرف ہے) بلکہ یہ کفر شیطانوں کا ہے جو بابل میں لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور ان کے سردار دو آدمی تھے جن کا نام ہاروت و ماروت تھا۔

عبدالرحمٰن بن ابزی رحمہ اللہ اسے اس طرح پڑھتے تھے ''وما انزل علی الملکین داود وسلیمان'' یعنی داؤد وسلیمان دونوں بادشاہوں پر بھی جادو نہیں اتارا گیا یا یہ کہ وہ اس سے روکتے تھے کیونکہ یہ کفر ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کا

---

[1] البقرہ: 246

[2] الشعرا: 153

[3] البقرہ: 102)

[4] النساء: 11

[5] تفسیر ابن جریر الطبری: 2/419

زبردست رد کیا ہے وہ فرماتے ہیں "ما" معنی میں "الذی" کے ہے اور ہاروت ماروت دو فرشتے ہیں جنہیں اللہ نے زمین کی طرف اتارا ہے اور اپنے بندوں کی آزمائش اور امتحان کے لیے انہیں جادو کی تعلیم دی ہے لہٰذا ہاروت ماروت اس فرمان باری تعالیٰ کو بجالا رہے ہیں۔

ایک غریب قول یہ بھی ہے کہ یہ جنوں کے دو قبیلے ہیں مَلِكَيْنِ یعنی دو بادشاہوں کی قرأت پر انزال خلق کے معنی میں ہوگا جیسے فرمایا "وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ"[1]۔

اور فرمایا "وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ"[2]

اور کہا "وَيُنَزِّلُ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا"[3]

یعنی ہم نے تمہارے لیے آٹھ قسم کے چوپائے پیدا کئے، لوہا بنایا، آسمان سے روزیاں اتاریں۔ حدیث میں ہے دعا "مَا أَنْزَلَ اللهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً" یعنی اللہ تعالیٰ نے جتنی بیماریاں پیدا کی ہیں ان سب کے علاج بھی پیدا کئے ہیں مثل مشہور ہے کہ بھلائی برائی کا نازل کرنے والا اللہ ہے یہاں سب جگہ انزال یعنی پیدائش کے معنی میں ہے ایجاد یعنی لانے اور اتارنے کے معنی میں نہیں اسی طرح اس آیت میں بھی اکثر سلف کا مذہب یہ ہے کہ یہ دونوں فرشتے تھے ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ مضمون بسط وطول کے ساتھ ہے جو ابھی بیان ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ فرشتے تو معصوم ہیں وہ گناہ کرتے ہی نہیں چہ جائیکہ لوگوں کو جادو سکھائیں جو کفر ہے اس لیے کہ یہ دونوں بھی عام فرشتوں میں سے خاص ہو جائیں گے۔ جیسے کہ ابلیس کی بابت آپ آیت "وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ"[4] الخ، کی تفسیر میں پڑھ چکے ہیں۔

حضرت علی ابن مسعود ابن عباس ابن عمر کعب احبار رضی اللہ عنہم، سدی، کلبی رحمہ اللہ علیہما یہی فرماتے ہیں۔

اب اس حدیث کو سنیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا اور ان کی اولاد پھیلی اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہونے لگی تو فرشتوں نے کہا کہ دیکھو یہ کس قدر برے لوگ ہیں کیسے نافرمان اور سرکش ہیں ہم اگر ان کی جگہ ہوتے تو ہرگز ہرگز اللہ کی نافرمانی نہ کرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا تم اپنے میں سے دو فرشتوں کو پسند کرلو میں ان میں انسانی خواہشات پیدا کرتا ہوں اور انہیں انسانوں میں بھیجتا ہوں پھر دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے ہاروت و ماروت کو پیش کیا اللہ تعالیٰ نے ان میں انسانی طبیعت پیدا کی اور ان سے کہہ دیا کہ دیکھو بنی آدم کو تو میں نبیوں کے ذریعہ اپنے حکم احکام پہنچاتا ہوں لیکن تم سے بلاواسطہ خود کہہ رہا ہوں کہ میرے ساتھ کسی کو

---

[1]۔ الزمر: 6

[2]۔ الحدید: 25

[3]۔ غافر: 13

[4]۔ البقرہ: 34

شریک نہ کرنا زنا نہ کرنا، شراب نہ پینا، اب یہ دونوں زمین پر اترے اور زہرہ کو ان کی آزمائش کے لیے حسین وشکیل عورت کی صورت میں ان کے پاس بھیجا جسے دیکھ کر یہ مفتوں ہو گئے اور اس سے زنا کرنا چاہا اس نے کہا اگر تم شرک کرو تو میں منظور کرتی ہوں انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو ہم سے نہ ہو سکے گا وہ چلی گئی پھر آئی اور کہنے لگی اچھا اس بچے کو قتل کر ڈالو تو مجھے تمہاری خواہش پوری کرنی منظور ہے انہوں نے اسے بھی نہ مانا وہ پھر آئی اور کہا کہ اچھا یہ شراب پی لو انہوں نے اسے ہلکا گناہ سمجھ کر اسے منظور کر لیا۔ اب نشہ میں مست ہو کر زنا کاری بھی کی اور اس بچے کو بھی قتل کر ڈالا جب ہوش حواس درست ہوئے تو اس عورت نے کہا جن جن کاموں کا تم پہلے انکار کرتے تھے سب تم نے کر ڈالے۔ یہ نادم ہوئے انہیں اختیار دیا گیا کہ یا تو عذاب دنیا کو اختیار کرو یا عذاب اخروی کو۔ انہوں نے دنیا کے عذاب پسند کیے۔ صحیح ابن حبان مسند احمد ابن مردویہ ابن جریر عبدالرزاق میں یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے۔[1]

مسند احمد کی یہ روایت غریب ہے اس میں ایک راوی موسیٰ بن جبیر انصاری سلمی کو ابن ابی حاتم نے مستور الحال لکھا ہے۔

ابن مردویہ کی روایت میں یہی ہے کہ ایک رات کو اثناء سفر میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا زہرہ تارا نکلا؟ اس نے کہا نہیں دو تین مرتبہ سوال کے بعد کہا اب زہرہ طلوع ہوا تو فرمانے لگے اس سے نہ خوشی ہو نہ بھلائی ملے۔ حضعر نافع رحمہ اللہ نے کہا ایک ستارہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے طلوع وغروب ہوتا ہے آپ رضی اللہ عنہ اسے برا کہتے ہیں؟ فرمایا میں وہی کہتا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے پھر اس کے بعد مندرجہ بالا حدیث باختلاف الفاظ سنائی۔[2]

لیکن یہ بھی غریب ہے حضرت کعب رضی اللہ عنہ والی روایت مرفوع سے زیادہ صحیح موقوف ہے اور ممکن ہے کہ وہ بنی اسرائیلی روایت ہو۔

صحابہ اور تابعین سے بھی اس قسم کی روایتیں بہت کچھ منقول ہیں بعض میں ہے کہ زہرہ ایک عورت تھی اس نے ان فرشتوں سے یہ شرط کی تھی کہ تم مجھے وہ دعا سکھا دو جسے پڑھ کر تم آسمان پر چڑھ جاتے ہو انہوں نے سکھا دی یہ پڑھ کر چڑھ گئی اور وہاں تارے کی شکل میں بنا دی گئی۔[3]

بعض مرفوع روایتوں میں بھی یہ ہے لیکن وہ منکر اور غیر صحیح ہیں۔

ایک اور رویات میں ہے کہ اس واقعہ سے پہلے تو فرشتے صرف ایمان والوں کی بخشش کی دعا مانگتے تھے لیکن اس کے بعد تمام اہل زمین کے لیے دعا شروع کر دی بعض روایتوں میں ہے کہ جب ان دونوں فرشتوں سے یہ نافرمانیاں سرزد ہوئیں تب اور فرشتوں نے اقرار کر لیا کہ بنی آدم جو اللہ تعالیٰ سے دور ہیں اور بن دیکھے ایمان لاتے ہیں جن سے خطاؤں کا سرزد

---

[1] مسند احمد: 2/134

[2] الموضوعات لابن الجوزی: 1/187

[3] مستدرک حاکم: 2/265

ہو جانا کوئی ایسی انوکھی چیز نہیں ان دونوں فرشتوں سے کہا گیا کہ اب یا تو دنیا کا عذاب پسند کر لو یا آخرت کے عذابوں کو اختیار کرلو۔ انہوں نے دنیا کا عذاب چن لیا چنانچہ انہیں بابل میں عذاب ہو رہا ہے۔
ایک رویات میں ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے تھے ان میں قتل سے اور مال حرام سے ممانعت بھی کی تھی اور یہ حکم بھی تھا کہ حکم عدل کے ساتھ کریں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یہ تین فرشتے تھے لیکن ایک نے آزمائش سے انکار کر دیا اور واپس چلا گیا پھر دو کی آزمائش ہوئی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ واقعہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کا ہے۔
یہاں بابل سے مراد بابل دنیاوند ہے اس عورت کا نام عربی میں زہرہ تھا اور نبطی زبان میں اس کا نام بیدخت تھا اور فارسی میں ناہید تھا۔ یہ عورت اپنے خاوند کے خلاف ایک مقدمہ لائی تھی جب انہوں نے اس سے برائی کا ارادہ کیا تو اس نے کہا پہلے مجھے میرے خاوند کے خلاف حکم دو تو مجھے منظور ہے انہوں نے ایسا ہی کیا پھر اس نے کہا مجھے یہ بھی بتا دو کہ تم کیا پڑھ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہو اور کیا پڑھ کر اترتے ہو؟ انہوں نے یہ بھی بتا دیا چنانچہ وہ اسے پڑھ کر آسمان پر چڑھ گئی اترنے کا وظیفہ بھول گئی اور وہیں ستارے کی صورت میں مسخ کر دی گئی۔ سیدنا عبداللہ بن عمر جب کبھی زہرہ ستارے کو دیکھتے تو لعنت بھیجا کرتے تھے اب ان فرشتوں نے جب چڑھنا چاہا تو نہ چڑھ سکے سمجھ گئے کہ اب ہم ہلاک ہوئے۔
حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے پہل چند دنوں تک تو فرشتے ثابت قدم رہے صبح سے شام تک فیصلہ عدل کے ساتھ کرتے رہتے شام کو آسمان پر چڑھ جاتے پھر زہرہ کو دیکھ کر اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے زہرہ ستارے کو ایک خوبصورت عورت کی شکل میں بھیجا الغرض ہاروت ماروت کا یہ قصہ تابعین میں سے بھی اکثر لوگوں نے بیان کیا ہے جیسے مجاہد، سدی، حسن بصری، قتادہ، ابوالعالیہ، زہری، ربیع بن انس، مقتل بن حیان وغیرہ وغیرہ رحم اللہ اجمعین اور متقدمین اور متاخرین مفسرین نے بھی اپنی اپنی تفسیروں میں اسے نقل کیا ہے لیکن اس کا زیادہ تر دار و مدار بنی اسرائیل کی کتابوں پر ہے کوئی صحیح مرفوع متصل حدیث اس بات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور نہ قرآن کریم میں اس قدر بسط وتفصیل ہے پس ہمارا ایمان ہے کہ جس قدر قرآن میں ہے صحیح اور درست ہے اور حقیقت حال کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے (قرآن کریم کے ظاہری الفاظ مسند احمد ابن حبان بیہقی وغیرہ کی مرفوع حدیث علی ابن عباس بن مسعود وغیرہ کی موقوف روایات تابعین وغیرہ کی تفاسیر وغیرہ ملا کر اس واقعہ کی بہت کچھ تقویت ہو جاتی ہے نہ اس میں کوئی محال عقلی ہے نہ اس میں کسی اصول اسلامی کا خلاف ہے پھر ظاہر سے بیجاہٹ اور تکلفات اٹھانے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ واللہ اعلم)[1]
ابن جریر میں ایک غریب اثر اور ایک عجیب واقعہ ہے اسے بھی سنیے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دومتہ الجندل کی ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد آپ کی تلاش میں آئی اور آپ کے انتقال کی خبر پا کر بے چین ہو کر رونے پیٹنے لگی میں نے اس سے پوچھا کہ آخر کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا کہ مجھ میں اور

---

[1] فتح البیان

میرے شوہر میں ہمیشہ ناچاقی رہا کرتی تھی ایک مرتبہ وہ مجھے چھوڑ کر لاپتہ کہیں چلا گیا، ایک بڑھیا سے میں نے یہ سب ذکر کیا اس نے کہا جو میں کہوں وہ کر وہ خود بخود تیرے پاس آجائے گا میں تیار ہوگئی وہ رات کے وقت دو کتے لے کر میرے پاس آئی ایک پر وہ خود سوار ہوئی اور دوسرے پر میں بیٹھ گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم دونوں بابل پہنچ گئیں میں نے دیکھا کہ دو شخص ادھر لٹکے ہوئے ہیں اور لوہے میں جکڑے ہوئے ہیں اس عورت نے مجھ سے کہا ان کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ میں جادو سیکھنے آئی ہوں۔

میں نے ان سے کہا انہوں نے کہا سن ہم تو آزمائش میں ہیں تو جادو نہ سیکھ اس کا سیکھنا کفر ہے میں نے کہا میں تو سیکھوں گی انہوں نے کہا اچھا پھر جا اور اس تنور میں پیشاب کر کے چلی آ میں گئی ارادہ کیا لیکن کچھ دہشت سی طاری ہوئی میں واپس آ گئی اور کہا میں فارغ ہو آئی ہوں انہوں نے پوچھا کیا دیکھا؟ میں نے کہا کچھ نہیں انہوں نے کہا تو غلط کہتی ہے ابھی تو کچھ نہیں بگڑا تیرا ایمان ثابت ہے اب بھی لوٹ جا اور کفر نہ کر میں نے کہا مجھے تو جادو سیکھنا ہے انہوں نے پھر کہا جا اور اس تنور میں پیشاب کر آ میں پھر گئی لیکن اب کی مرتبہ بھی دل نہ مانا واپس آئی پھر اسی طرح سوال جواب ہوئے میں تیسری مرتبہ پھر تنور کے پاس گئی اور دل کڑا کر کے پیشاب کرنے کو بیٹھ گئی میں نے دیکھا کہ ایک گھوڑے سوار منہ پر نقاب ڈالے نکلا اور آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ واپس چلی آئی ان سے ذکر کیا انہوں نے کہا ہاں اب کی مرتبہ تو سچ کہتی ہے وہ تیرا ایمان تھا جو تجھ میں سے نکل گیا اب جا چلی جا میں آئی اور اس بڑھیا سے کہا انہوں نے مجھے کچھ بھی نہیں سکھایا اس نے کہا بس تجھے کچھ آ گیا اب تو جو کہے گی ہو جائے گا میں نے آزمائش کے لیے ایک دانہ گیہوں کا لیا اسے زمین پر ڈال کر کہا اگ جا وہ فوراً اگ آیا میں نے کہا تجھ میں بال پیدا ہو جائے چنانچہ ہو گئے میں نے کہا سوکھ جا وہ بال سوکھ گئے میں نے کہا! الگ الگ دانہ ہو جا وہ بھی ہو گیا پھر میں نے کہا سوکھ جا تو سوکھ گیا پھر میں نے کہا آٹا بن جا تو آٹا بن گیا میں نے کہا روٹی پک جا تو روٹی پک گئی یہ دیکھتے ہی میرا دل نادم ہونے لگا اور مجھے اپنے بے ایمان ہو جانے کا صدمہ ہونے لگا۔

اے ام المؤمنین! اللہ قسم اللہ! نہ میں نے اس جادو سے کوئی کام لیا نہ کسی پر کیا میں یونہی روتی پیٹتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہوں لیکن افسوس بدقسمتی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی میں نے نہ پایا اب میں کیا کروں؟ اتنا کہہ کر چپ ہوگئی سب کو اس پر ترس آنے لگا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی متحیر تھے کہ اسے کیا فتوئی دیں؟ آخر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ تم اس فعل کو نہ کرو توبہ استغفار کرو اور اپنے ماں باپ کی خدمت گزاری کرتی رہو۔

ابن ابی حاتم کی ایک روایت میں ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما بابل کی زمین میں جا رہے تھے عصر کی نماز کا وقت آ گیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں نماز ادا نہ کی بلکہ اس زمین کی سرحد سے نکل جانے کے بعد نماز پڑھی اور فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قبرستان میں نماز پڑھنے سے روک دیا ہے اور بابل کی زمین میں نماز پڑھنے سے

بھی ممانعت فرمائی ہے یہ زمین ملعون ہے۔ ابوداؤد میں بھی یہ حدیث مروی ہے۔[1]
اور امام صاحب نے اس پر کوئی کلام نہیں کیا اور جس حدیث کو امام ابوداؤد اپنی کتاب میں لائیں اور اس کی سند پر خاموشی کریں تو وہ حدیث امام صاحب کے نزدیک حسن ہوتی ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ بابل کی سرزمین میں نماز مکروہ ہے جیسے کہ ثمودیوں میں نہ جاؤ اگر اتفاقاً جانا پڑے تو خوف اللہ سے روتے ہوئے جاؤ۔[2]
ہیئت دانوں کا قول ہے کہ بابل کی دوری بحر غربی اوقیانوس سے ستر درجہ لمبی اور وسط زمین سے نوب کی جانب بخط استوا سے تئیس درجہ ہے۔
چونکہ ہاروت ماروت کو اللہ تعالیٰ نے خیر وشر کفر وایمان کا علم دے رکھا ہے اس لیے ہر ایک کفر کی طرف جھکنے والے کو نصیحت کرتے ہیں اور ہر طرح روکتے ہیں جب نہیں مانتا تو وہ اسے کہہ دیتے ہیں اس کا نور ایمان جاتا رہتا ہے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے شیطان اس کا رفیق کار بن جاتا ہے ایمان کے نکل جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا غضب اس کے روم روم میں گھس جاتا ہے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں سوائے کافر کے اور کوئی جادو سیکھنے کی جرات نہیں کرتا۔ فتنہ کے معنی یہاں پر بلا آزمائش اور امتحان کے ہیں۔[3]
موسیٰ علیہ السلام کا قول قرآن پاک میں مذکور ہے "إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ."[4]
اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جادو سیکھنا کفر ہے حدیث میں بھی ہے جو شخص کسی کاہن یا جادوگر کے پاس جائے اور اس کی بات کو سچ سمجھے اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہوئی وحی کے ساتھ کفر کیا۔[5]
یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی تائید میں اور حدیثیں بھی آئی ہیں۔
پھر فرمایا کہ لوگ ہاروت ماروت سے جادو سیکھتے ہیں جس کے ذریعہ برے کام کرتے ہیں عورت مرد کی محبت اور موافقت کو بغض اور مخالفت سے بدل دیتے ہیں۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شیطان اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے پھر اپنے لشکروں کو بہکانے کے واسطے بھیجتا ہے سب سے زیادہ مرتبہ والا اس کے نزدیک وہ ہے جو فتنے میں سب سے بڑھا ہوا ہو۔ یہ جب واپس آتے ہیں تو اپنے بدترین کاموں کا ذکر کرتے ہیں کوئی کہتا ہے میں نے فلاں کو اس طرح گمراہ کر دیا۔ کوئی کہتا ہے میں نے فلاں شخص سے یہ گناہ کرایا۔ شیطان ان سے کہتا ہے۔ کچھ نہیں یہ تو معمولی کام ہے

---

[1] سنن ابوداود:490، قال الشیخ الألبانی: ضعیف
[2] صحیح بخاری:433
[3] تفسیر ابن جریر الطبری:2/443
[4] الاعراف:155
[5] مجمع الزوائد:5/117

یہاں تک کہ ایک آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کے اور اس کی بیوی کے درمیان جھگڑا ڈال دیا یہاں تک کہ جدائی ہو گئی شیطان اسے گلے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے ہاں تو نے بڑا کام کیا اسے اپنے پاس بٹھا لیتا ہے اور اس کا مرتبہ بڑھا دیتا ہے۔[1]

پس جادوگر بھی اپنے جادو سے وہ کام کرتا ہے جس سے میاں بیوی میں جدائی ہو جائے مثلاً اس کی شکل صورت اسے بری معلوم ہونے لگے یا اس کے عادات واطوار سے جو غیر شرعی نہ ہوں یہ نفرت کرنے لگے یا دل میں عداوت آ جائے وغیرہ وغیرہ رفتہ رفتہ یہ باتیں بڑھتی جائیں اور آپس میں چھوٹ چھٹاؤ ہو جائے "مرا" کہتے ہیں اس کا مذکر مونث اور تثنیہ تو ہے جمع نہیں بنتا پھر فرمایا یہ کسی کو بھی بغیر اللہ کی مرضی کے ایذاء نہیں پہنچا سکتے یعنی اس کے اپنے بس کی بات نہیں اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر اور اس کے ارادے کے ماتحت یہ نقصان بھی پہنچتا ہے۔[2]

اگر اللہ نہ چاہے تو اس کا جادو محض بے اثر اور بے فائدہ ہو جاتا ہے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جادو اسی شخص کو نقصان دیتا ہے جو اسے حاصل کرے اور اس میں داخل ہو پھر ارشاد ہوتا ہے وہ ایسا علم سیکھتے ہیں جو ان کے لیے سراسر نقصان دہ ہے جس میں کوئی نفع نہیں اور یہ یہودی جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری چھوڑ کر جادو کے پیچھے لگنے والوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔[3]

نہ ان کی قدر و وقعت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے نہ وہ دیندار سمجھے جاتے ہیں پھر فرمایا اگر یہ اس کام کی برائی کو محسوس کرتے اور ایمان وتقویٰ برتتے تو یقیناً ان کے لیے بہت ہی بہتر تھا مگر یہ بے علم لوگ ہیں اور فرمایا کہ اہل علم نے کہا تم پر افسوس ہے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ثواب ایمانداروں اور نیک اعمال والوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے لیکن اسے صبر کرنے والے ہی پا سکتے ہیں۔

اس آیت سے یہ بھی استدلال بزرگان دین نے کیا ہے کہ جادوگر کافر ہے کیونکہ آیت میں "لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ"۔[4]

فرمایا ہے امام احمد اور سلف کی ایک جماعت بھی جادو سیکھنے والے کو کافر کہتی ہے بعض کافر تو نہیں کہتے لیکن فرماتے ہیں کہ جادوگر کی حد یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

بجالہ بن عبید کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک فرمان میں لکھا تھا کہ ہر ایک جادوگر مرد عورت کو قتل کر دو چنانچہ

---

[1] صحیح مسلم:2813

[2] تفسیر ابن ابی حاتم:1/311

[3] تفسیر ابن ابی حاتم:1/314

[4] البقرہ:103

ہم نے تین جادوگروں کی گردن ماری۔[1]
صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا پر ان کی ایک لونڈی نے جادو کیا جس پر اسے قتل کیا گیا۔[2]
امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تین صحابیوں سے جادوگر کے قتل کا فتویٰ ثابت ہے۔[3]
ترمذی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جادوگر کی حد تلوار سے قتل کر دینا ہے۔[4]
اس حدیث کے ایک راوی اسمٰعیل بن مسلم ضعیف ہیں صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ غالباً یہ حدیث موقوف ہے لیکن طبرانی میں ایک دوسری سند سے بھی یہ حدیث مرفوع مروی ہے۔[5]
ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادوگر تھا جو اپنے کرتب بادشاہ کو دکھایا کرتا تھا بظاہر ایک شخص کا سر کاٹ لیتا پھر آواز دیتا تو سر جڑ جاتا اور وہ موجود ہو جاتا مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک بزرگ صحابی نے یہ دیکھا اور دوسرے دن تلوار باندھے ہوئے آئے جب ساحر نے اپنا کھیل شروع کیا آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سے خود اس کی گردن اڑا دی اور فرمایا لے اب اگر سچا ہے تو خود جی اٹھ پھر قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ کر لوگوں کو سنائی ''اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ''۔[6]
کیا تم دیکھتے بھالتے جادو کے پاس جاتے ہو؟ چونکہ اس بزرگ صحابی رضی اللہ عنہ نے ولید کی اجازت اس کے قتل میں نہیں لی تھی اسلئے بادشاہ نے ناراض ہو کر انہیں قید کر دیا پھر چھوڑ دیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے فرمان اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کے متعلق یہ کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب جادو شرکیہ الفاظ سے ہو۔
معتزلہ جادو کے وجود کے منکرین وہ کہتے ہیں جادو کوئی چیز نہیں بلکہ بعض لوگ تو بعض دفعہ اتنا بڑھ جاتے ہیں کہ کہتے ہیں جو جادو کا وجود مانتا ہو وہ کافر ہے لیکن اہل سنت جادو کے وجود کے قائل ہیں یہ مانتے ہیں کہ جادوگر اپنے جادو کے زور سے ہوا پر اڑ سکتے ہیں اور انسان بظاہر گدھا اور گدھے کو بظاہر انسان بنا ڈالتے ہیں مگر کلمات اور منتر تنتر کے وقت ان چیزوں کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے آسمان کو اور تاروں کو تاثیر پیدا کرنے والا اہل سنت نہیں مانتے، فلسفے اور نجوم والے اور بے دین لوگ تو تاروں کو اور آسمان کو ہی اثر پیدا کرنے والا جانتے ہیں اہل سنت کی ایک دلیل تو ''وما هم بضارين'' ہے اور دوسری دلیل خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا جانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اثر ہونا ہے تیسرے اس عورت کا واقعہ جسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے جو اوپر ابھی گزر رہا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری: 3156)
[2] مؤطا: 2/871: کتاب العقول: باب ماجاء فی الغیلۃ وسحر، 14
[3] تفسیر قرطبی: 2/48
[4] سنن ترمذی: 1460، قال الشیخ الألبانی: ضعیف)
[5] الطبرانی فی الکبیر (1666
[6] الانبیاء: 3

اور بھی بیسیوں ایسے ہی واقعات وغیرہ ہیں۔ رازی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جادو کا حاصل کرنا برا نہیں محققین کا یہی قول ہے اس لیے کہ وہ بھی ایک علم ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ"[1]

یعنی علم والے اور بے علم برابر نہیں ہوتے اور اس لیے کہ یہ علم ہوگا تو اس سے معجزے اور جادو میں فرق پوری طرح واضح ہو جائے گا اور معجزے کا علم واجب ہے اور وہ موقوف ہے جادو کے سیکھنے پر جس سے فرق معلوم ہو پس جادو کا سیکھنا بھی واجب ہوا رازی رحمہ اللہ کا یہ قول سرتاپا غلط ہے اگر عقلاً وہ اسے برا نہ بتائیں تو معتزلہ موجود ہیں جو عقلاً بھی اس کی برائی کے قائل ہیں اور اگر شرعاً برا نہ بتاتے ہوں تو قرآن کی یہ آیت شرعی برائی بتانے کے لیے کافی ہے صحیح حدیث میں ہے جو کسی شخص کسی جادوگر یا کاہن کے پاس جائے وہ کافر ہو جائے گا۔[2]

---

[1] الزمر:9
[2] صحیح مسلم:2230

ذکر قصة ملك آخر عليه السلام
ایک اور فرشتہ کا ذکر

عن عبد الله بن عيسى قال: كان فيمن كان قبلكم رجل عبد الله أربعين سنة في البر. قال: يا رب قد اشتقت أن أعبدك في البحر، فأتى إلى قوم فاستحملهم فحملوه. وجرت بهم سفينتهم ما شاء الله أن تجري ثم قامت، فإذا شجرة في ناحية الماء فقال: ضعوني على هذه الشجرة فوضعوه. وجرت بهم سفينتهم. فأراد ملك أن يعرج إلى السماء فتكلم بكلامه الذي كان يعرج به فلم يقدر على ذلك. فصلى ودعا للملك، وطلب الملك إلى ربه أن يكون هو يقبض نفسه ليكون أهون عليه من ملك الموت. فأتاه حين حضر أجله فقال: إني طلبت إلى ربي أن يشفعني فيك كما شفعك في، وأن أكون أنا أقبض نفسك فمن حيث شئت قبضها. فسجد سجدة فخرجت من عينه دمعة فمات -[1]

حضرت عبداللہ بن عیسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں تم سے پچھلے لوگوں میں سے ایک آدمی تھا جس نے چالیس سال (تک) خشکی میں اللہ کی عبادت کی تھی اس نے عرض کیا اے پروردگار! میرا شوق ہے کہ میں آپ کی عبادت سمندر میں بھی کروں تو وہ ایک قوم کے پاس آیا اور ان پر سوار ہونے کا سوال کیا تو انہوں نے اسے سوار کرلیا ور کشتی ان کو لیکر چل پڑی جب تک کہ اللہ نے چاہا چلتی رہی پھر ٹھہر گئی، وہاں پانی کی ایک جانب درخت (موجود) تھا اس نے کہا مجھے اس درخت پر چھوڑ دو۔ تو انہوں نے اسے اس پر چھوڑ دیا اور کشتی باقیوں کو لیکر چلی گئی۔ پس (ایک مرتبہ) ایک فرشتہ نے ارادہ کیا کہ آسمان کی طرف پرواز کرے تو اس نے وہ کلام پڑھنا چاہا جسے پڑھ کر وہ پرواز کیا کرتا تھا لیکن وہ نہ پڑھ سکا تو اس نے سمجھا کہ یہ اس کی کسی کوتاہی کا نتیجہ ہے تو وہ (اس) درخت والے کے پاس اور اسے کہا کہ آپ میرے لئے اپنے رب سے شفاعت کریں تو اس نے نماز پڑھی اور فرشتہ کے لئے دعا کی۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس فرشتہ کے متعلق (یہ) دعا (بھی) کی کہ اس کی روح یہی فرشتہ قبض کرے کیونکہ یہ (میرے حق میں میری دعا کی وجہ سے) ملک الموت سے زیادہ نرمی سے پیش آئے گا تو وہ اس کے پاس اس وقت آیا جب اس کو موت آنے والی تھی۔ تو اس (فرشتہ) نے کہا میں نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ وہ آپ کے متعلق میری سفارش قبول فرمالیں جس طرح اس کی سفارش میرے حق میں قبول فرمائی تھی اور یہ کہ میں ہی اس کی روح

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ (منہ)

قبض کروں، آپ جہاں سے چاہیں وہیں سے (آپ کی) روح کو قبض کروں گا تو اس نے ایک سجدہ کیا اور اس کی آنکھ سے ایک آنسو نکلا اور اس پر موت آ گئی۔

ما جاء فی الرعد والبرق علیہما السلام

رعد اور برق علیہا السلام کے بارے میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔[1]

اور رعد (فرشتہ) اسکی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتا ہے اور (دوسرے) فرشتے بھی اس کے خوف سے (اس کی تحمید و تسبیح کرتے ہیں)

رعد کے احوال

عن ابن عباس قال: أقبلت يهود إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: أخبرنا ما هذا الرعد؟ قال:) ملك من ملائكة الله موكل بالسحاب، بيده مخراق من نار، يزجر به السحاب، يسوقه حيث أمره الله (قالوا: فما هذا الصوت الذي نسمع؟ قال: "صوته" قالوا: صدقت۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمیں بتلائیے یہ رعد کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو بادلوں کا نگران ہے، اسکے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہے جس سے بادل کو تنبیہ کرتا ہے (اور) جہاں کا اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں وہاں لے جاتا ہے۔ انہوں نے کہا تو یہ آواز کیا ہے جو ہم سنتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس فرشتہ کی آواز ہے۔ انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا۔

رعد اور برق

عن علي بن أبي طالب قال: الرعد ملك والبرق ضربه السحاب بمخراق من حديد۔[3]

---

[1] الرعد: ۱۳

[2] الدر المنثور ۴/ ۵۰، وذکرہ السیوطی فی حدیث طویل وعزاہ للترمذی وصححہ واحمد والنسائی، وابن مردویہ وابن المنذر وابن ابی حاتم، وابو الشیخ فی العظمۃ وابو نعیم فی الدلائل والضیاء فی المختار عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

[3] ابن ابی الدنیا فی المطر وابن جریر وابن المنذر، والبیہقی فی سننہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رعد فرشتہ (کا نام) ہے اور برق اس فرشتہ کا بادل کو لوہے کے کوڑے سے مارنا ہے۔

... کی بادلوں کو چلاتا ہے

عن ابن عباس قال: الرعد ملك يسوق السحاب بالتسبيح كما يسوق الحادي الإبل بحدائه۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رعد وہ فرشتہ ہے جو بادل کو تسبیح سے چلاتا ہے جس طرح اونٹوں کو گا کر ہنکاتا ہے۔

رعد بادلوں کو ڈانٹتا ہے

عن ابن عباس أنه كان إذا سمع صوت الرعد قال:) سبحان الذي سبحت له (وقال: إن الرعد ملك ينعق بالغيث كما ينعق الراعي بغنمه۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ہے کہ جب وہ کڑک سنتے تو ''سبحان الذی سبحت له'' (پاک ہے وہ ذات جس کے لئے تو نے تسبیح پڑھی) پڑھتے۔ اور (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا رعد وہ فرشتہ ہے جو بارش کو ڈانٹتا ہے جس طرح چرواہا اپنی بکریاں کو ڈانٹتا ہے۔

برق نور کا ایک کوڑا

عن ابن عباس قال: الرعد ملك من الملائكة اسمه الرعد، وهو الذي تسمعون صوته، والبرق سوط من نور يزجر به الملك السحاب۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ست روایت ہے فرماتے ہیں رعد فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جس کا نام (بھی) رعد ہے اور یہ وہی ہے جس کی تم آواز سنتے ہو اور برق نور کا ایک کوڑا ہے جس سے فرشتہ بادل کو تنبیہ کرتا ہے۔

رعد کی ذمہ داریاں

حدیث نمبر ۲۶۲:۔ عن ابن عمرو أنه سئل عن الرعد فقال: وكله الله بسياقة السحاب، فإذا أراد الله أن يسوقه إلى بلدة أمره فساقه، فإذا تفرق عليه زجره بصوته حتى يجتمع كما يرد أحدكم ركائبه۔[4]

1۔ ابن المنذر وابو الشیخ

2۔ الادب المفرد بخاری، ابن ابی الدنیا

3۔ ابن جریر، ابن مردویہ

4۔ ابو الشیخ (منہ)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے رعد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسکو بادل رانی سپرد کی ہے پس جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں کہ (کسی) بادل کو کسی شہر کی طرف چلائیں تو اسے حکم فرماتے ہیں اور وہ اسے چلا کر (وہاں) لے جاتا ہے اور جب وہ منتشر ہوتا ہے تو اپنی آواز سے (بھی) تنبیہ کرتا ہے یہاں تک کہ وہ (پھر) مل جاتا ہے جس طرح کہ تم میں کوئی ایک اپنی سواریوں کو جمع کرتا ہے۔

عن جابر بن عبد الله: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن منشأ السحاب فقال:) إن ملكا موكل بالسحاب يلم القاصية، ويلحم الرابية، فى يده مخراق، فإذا رفع برقت، وإذا زجر رعدت، وإذا ضرب صعقت.[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بادلوں کے احوال کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک فرشتہ بادل کا نگران ہے جو اسے (پشت) گھاٹیوں میں بھی لے جاتا ہے اور بلند ٹیلوں سے بھی گزارتا ہے اس کے ہاتھ میں ایک کوڑا ہے جب اسے بلند کرتا ہے تو چمک پیدا کرتا ہے اور جب ڈانٹتا ہے تو گرجتا ہے اور جب مارتا ہے تو چیختا ہے۔

برق وہ فرشتہ ہے جو نظر آ جاتا ہے

عن ابن عباس قال: البرق ملك يترايا س.[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رایت ہے فرماتے ہیں کہ برق وہ فرشتہ ہے جو نظر آ جاتا ہے

عن كعب قال: البرق تصفيق الملك البرد، لو ظهر لأهل الأرض لصعقوا.[3]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آسمانی بجلی فرشتہ برد کا تالی بجاتا ہے۔

رق فرشتہ کا نام روفیل ہے

عن عمرو بن نجاد الأشعرى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) اسم السحاب عند الله العنان، والرعد ملك يزجر السحاب، والبرق طرف ملك يقال له روفيل[4]

حضرت عمرو بن بجاد اشعری فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں بادل کا نام ''عنان'' اور رعد وہ فرشتہ ہے جو بادل کو تنبیہ کرتا ہے اور بجلی ایک فرشتہ کا یک کنارہ ہے جس کا نام روفیل ہے۔

---

[1] ابن مردویہ (منہ) درمنثور ۴/ ۵۰

[2] کتاب المطر ابن ابی الدنیا، ابوالشیخ (منہ) حدیث ۷۷۴، درمنثور ۴/ ۹۴

[3] ابن ابی حاتم، ابوالشیخ (منہ) ۷۷۷

[4] ابن مردویہ درمنثور ۴/ ۵۰

برق فرشتہ کے چار منہ ہیں

عن محمد بن مسلم قال بلغنا: أن البرق ملك له أربعة وجوه: وجه إنسان، ووجه ثور، ووجه نسر، ووجه اسد، فإذا مصع بذنبه فذلك البرق۔[1]

حضرت محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے برق ایک فرشتہ ہے جس کے چار منہ ہیں ایک منہ انسان کا ہے، ایک بیل کا، ایک گدھ کا اور ایک شیر کا پس جب وہ دم ہلاتا ہے تو اسی سے بجلی چمکتی ہے۔

ما جاء في إسماعيل عليه السلام

اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں

ستر ہزار فرشتوں کا سردار

عن أبي سعيد أن النبي صلى الله عليه وسلم حين عرج به قال "ان في السماء ملكا يقال له اسماعيل على سبعين الف ملك كل ملك منهم على سبعين الف ملك"[2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کرائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا: آسمان میں ایک فرشتہ ہے جس کا نام اسماعیل ہے یہ ستر ہزار فرشتوں کا سردار ہے اور یہ (یہ ستر ہزار بھی وہ ہیں کہ) ان میں کا ہر ایک ستر (ستر) ہزار فرشتوں کا سردار ہے

آسمان دنیا کا سربراہ ستر ہزار فرشتوں کا سردار ہے

عن ابي سعيد قال حدثنا رسول الله ﷺ عن ليلة اسرى به فذكر الحديث الى ان قال "فصعدت انا وجبريل فاذا انا بملك يقال له اسماعيل وهو صاحب سماء الدنيا وبين يديه سبعن الف ملك مع كل ملك جنده مائة الف۔[3]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کے متعلق ارشاد فرمایا جس

---

[1] ـ ابن ابی حاتم (منہ)

[2] ـ الطبرانی فی الصغیر ۲ / ۷۰، ورواه الطبرانی، وقال لم يروه عن ابن شوذب الا الوليد بن مزيد ومحمد بن كثير الصنعانی، مجمع الزوائد ۱ / ۸۰، مجمع الجوامع رقم ۶۷۶۶، كنز العمال رقم ۱۵۱۷۳، وقال الغمازی، اسناد الحديث ضعيف جدا لانه من طريق ابی هارون العبدی عن ابی سعيد الخدری، ابوهارون العبدی عن ابی سعيد الخدری، ابوهارون واسمه عمارة بن جوين ضعيف جدا)

[3] ـ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، دلائل النبوۃ، امام بیہقی (منہ)

میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کرائی گئی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور یہ بھی ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پس میں اور جبرائیل علیہ السلام (دونوں) بلند ہوئے تو میں ایک فرشتہ کے پاس پہنچا جسے اسماعیل علیہ السلام کہا جاتا ہے اور یہ آسمان دنیا کا سربراہ ہے اس کے سامنے ستر ہزار فرشتے ہیں (اور ان میں کے) ہر ایک کے ساتھ اس کا ایک لاکھ کا (فرشتوں کا) لشکر ہے۔

اسماعیل علیہ السلام کی تسبیح کی عظمت

عن عکرمة قال: ان فی السماء ملکا یقال له اسماعیل لو اذن له یفتح اذنا من آذانه فسبح الرحمن لمات من فی السماوات والارض۔[1]

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں آسمان میں ایک فرشتہ (ایسا) ہے جس کا نام اسماعیل ہے اگر اسے اجازت ہو کہ وہ اپنے کانوں میں سے (صرف) ایک کان کھول دے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہے تو آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب پر موت واقع ہو جائے۔

ملک الموت کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کرنا

عن علی قال لما کان قبل وفاة رسول الله ﷺ بثلاث اهبط الله الیه جبریل فقال: یا محمد ان الله ارسلنی الیك اکراما لك وتفضیلا لك وخاصة لك اسألك عما هوا اعلم به منك یقول کیف تجدك؟ قال: اجدنی یا جبریل مکروبا، ثم جاء ه الیوم الثانی فذکر مثله سواء ثم جاء ه الیوم الثالث فذکر مثله، قال وهبط مع جبریل ملك فی الهواء یقال له اسماعیل علی سبعین الف ملك، فقال له جبریل یا احمد هذا ملك الموت یستأذن علیك ولم یستأذن علی آدمی قبلك ولا یستاذن علی آدمی بعدك۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے تین روز پہلے آپؐ کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا تو انہوں نے عرض کیا اے محمد! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف آپ کی عزت افزائی، فضلیت اور خصوصیت کے لئے بھیجا ہے تاکہ میں آپ سے اس بات کے متعلق دریافت کروں جس کو اللہ تعالیٰ آپ سے زیادہ جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں؟ فرمایا اے جبرائیل! میں اپنے آپ کو غمگین پاتا ہوں۔ اس کے بعد وہ دوسرے روز بھی آپؐ کے پاس حاضر ہوئے اور اسی طرح عرض کیا۔ پھر تیسرے روز بھی آپ کے پاس آئے اور اسی طرح عرض کیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل

1۔ ابوالشیخ منہ

2۔ الجامع الکبیر، ۲/ ۶۳، وذکر الحدیث عن علی رضی اللہ عنہ

علیہ السلام کے ساتھ ایک اور فرشتہ بھی فضا میں اترا جن کا نام اسماعیلؑ ہے جو ستر ہزار فرشتوں کا سربراہ ہے۔ پس حضرت جبرائیلؑ نے آپؐ سے عرض کیا اے احمد! یہ ملک الموت ہیں آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتے ہیں انہوں نے کسی آدمی سے کبھی اجازت نہیں مانگی اور نہ ہی کسی آدمی سے آپ کے بعد اجازت طلب کریں گے۔

ایک لاکھ فرشتے کا سردار

واخرہ الشافعی فی سننہ بلفظ یقال لہ" اسماعیل علی مائۃ الف ملک کل ملک منہم علی مائۃ الف ملک۔[1]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اس طرح بھی بیان کیا ہے کہ اسے اسماعیل کہا جاتا ہے جو ایک لاکھ فرشتوں کا سردار ہے اور پھر ان میں سے ہر ایک فرشتہ ایک لاکھ فرشتوں کا سردار ہے۔

واخرجہ البیہقی فی الدلائل بلفظ فلما کان الیوم الثالث ہبط الیہ جبریل معہ ملک الموت ومعہما ملک فی الہواء یقال لہ اسماعیل علی سبعین الف ملک کل ملک منہم علی سبعین الف ملک۔[2]

اور امام بیہقی نے دلائل میں ان الفاظ سے بیا کیا ہے کہ جب تیسرا روز ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان کے ساتھ ملک الموت بھی تھے اور ان دونوں کے ساتھ فضا میں ایک فرشتہ تھا جس کا نام اسماعیل علیہ السلام ہے جو ستر ہزار فرشتوں کا سربراہ ہے اور ان (ستر ہزار فرشتوں) میں کا ہر ایک فرشتہ (اپنے ماتحت کے) ستر ہزار فرشتوں کا سربراہ ہے۔

ماجاء فی صدلقن علیہ السلام

صدلقن علیہ السلام کے بارے میں

صَدْلُقَنْ کی عظمت جسمانی

عن شہر بن حوشب قال ان اللہ ملکا یقال لہ صدلقن ان بحور الدنیا لستع فی نقرۃ ابہامہ۔[3]

حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ (وہ) ہے جس کا نام صدلقن ہے ساری دنیا کے سمندر (اور دریا اگر جمع کر دیئے جائیں) تو (بھی) اس کے انگوٹھے کا گڑھا وسیع ہو جائے۔

---

[1] سنن شافعی

[2] الدلائل للبیہقی

[3] ابوالشیخ (منہ)

ما جاء فی ریافیل علیہ السلام
ریافیل علیہ السلام کے بارے میں

ذوالقرنین بادشاہ کا دوست فرشتہ

حاخرج ابو الشیخ من طریق ابی جعفر عن ابیہ قال: کان للذی القرنین علیہ السلام خلیل من الملائکۃ یقال لہ ریافیل، وکان یاتیہ فیزورہ فقال لہ حدثنی کیف عبادتکم فی السماء؟ قال: فی السماء ملائکۃ قیام لا یجلسون ابدا ومنھم ساجدا لا یرفع رأسہ ابدا وراکع لا یستوی ابدا. ورافع وجھہ لا یطرق شاخص ابدا یقال، سبحان الملک القدوس رب الملائکۃ والروح. رب ما عبدناک حق عبادتک.[1]

امام ابوجعفر اپنے باپ علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ذوالقرنین علیہ السلام کا ایک دوست فرشتوں میں سے تھا جن کا نام ریافیل ہے یہ ان کے پاس آتا اور ان کی زیارت کرتا تھا تو انہوں نے (ایک بار) فرمائش کی کہ مجھے بتاؤ آسمان میں تم کس طرح عبادت کرتے ہو؟ تو انہوں نے بتلایا کہ آسمان میں کچھ فرشتے قیام میں ہیں جو کبھی نہیں بیٹھیں گے، اور کچھ سجدہ میں ہیں جو کبھی سر نہیں اٹھائیں گے، اور (بعض) رکوع میں ہیں جو کبھی سیدھے (کھڑے) نہیں ہوں گے، اور (بعض) اپنا چہرہ اٹھائے ہوئے ہیں جو کبھی اپنا سر نہیں جھکائیں گے ہمیشہ ٹکٹکی باندھے رہیں گے، ان کی عبادت یہ کلمہ ہے۔ اے بادشاہ وقدوس! آپ پاک ہیں آپ ہی فرشتوں (علیہم السلام) اور روح (علیہ السلام) کے پروردگار ہیں۔ اے ہمارے رب! جس طرح آپ کی عبادت کا حق ہے ہم نے اس طرح سے آپ کی عبادت نہیں کی۔

اس کے نام میں اختلاف

عمر میں اضافہ

عن ابی جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب قال: کان لذی القرنین صدیق من الملائکۃ یقال لہ ریافیل وکان لا یزال یتعاھدہ بالسلام فقال لہ ذو القرنین یا ریافیل ھل تعلم شیئا یزید فی طول العمر لیزداد شکرا وعبادۃ قال مالی بذالک من علم ولکن سأسأل لک عن

---

[1] ابو الشیخ

ذالك فی السماء فعرج ریافیل الی السماء فلبث ما شاء الله ان یلبث ثم هبط فقال انی سألت عما سألتنی عنه فاخبرت ان لله عینا فی ظلمة هی اشد بیاضا من اللبن واحلی من الشهد من شرب منها شربة لم یمت حتی یکون هو الذی یسأل الله الموت۔[1]

امام ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت ذوالقرنین کا فرشتوں میں سے ایک دوست تھا جسے ریافیل کہا جاتا ہے وہ ہمیشہ (آکر) ان کو سلام کہتا تو اس کو حضرت ذوالقرنین نے فرمایا اے ریافیل آپ کوئی ایسی چیز جانتے ہیں جو عمر میں اضافہ کرے تاکہ شکر اور عبادت میں اضافہ ہوسکے انہوں نے فرمایا مجھے تو اس کا پتہ نہیں لیکن آپ کی خاطر اس کے متعلق آسمان میں عنقریب سوال کروں گا، پس حضرت ریافیل علیہ السلام آسمان کی طرف چڑھ گئے پس جتنی مدت اللہ تعالیٰ نے چاہا رکیں تو رکے رہے پھر (جب) اترے تو بتایا کہ جس کے متعلق آپ نے سوال کیا تھا اس کے متعلق میں نے پوچھا ہے تو مجھے (یہ) بتلایا گیا ہے کہ اندھیرے میں اللہ تعالیٰ کا ایک چشمہ ہے جو دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جس نے بھی اس سے ایک گھونٹ پی لیا وہ کبھی نہیں مرے گا یہاں تک کہ وہ خود ہی اللہ تعالیٰ سے موت کا سوال کرے۔

ماجاء فی ذی القرنین علیه السلام

ذوالقرنین علیہ السلام کے بارے میں

عن جبیر بن نفیر ان ذاالقرنین ملك من الملائكة اهبطه الله الارض واتاه من كل شیء سببا۔[2]

حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ذوالقرنین (بادشاہ) فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں اتارا تھا اور انہیں ہر قسم کا ساز وسامان عطا فرمایا تھا۔

عن عمر بن الخطاب انه سمع رجلا ینادی بمنی یا ذالقرنین فقال له عمر ها انتهم سمیتم باسماء الانبیاء فما بالكم واسماء الملائكة۔[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو مقام منی میں ذوالقرنین کا نام پکارتے سنا تو اسے فرمایا کیا تمہارے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء کافی نہ تھے تم نے فرشتوں کے نام کیوں رکھ لئے۔

درس حدیث:

---

[1] ابن ابی حاتم

[2] ابن ابی حاتم

[3] فتوح مصر ابن عبدالحکم، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حدیث نمبر ۹۷۶، الاضداد ابن الانباری ص ۳۵۳، درمنثور ۴/ ۲۴۱

ماجاءفي ذي النورين عليه السلام
ذوالنورین علیہ السلام کے بارے میں

اخرج فی تاریخ ابن عساکر ان رجلا ذکر ذاالنورین فقال رسول اللہ ﷺ لقد ذکر ملکا عظیما۔[1]
تاریخ ابن عساکر میں روایت ہے کہ ایک آدمی نے ذولنورین کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ایک عظیم فرشتہ کو یاد کیا ہے۔

ماجاءفی الدیک علیہ السلام
دِیک علیہ السلام کے بارے میں

دیک فرشتہ آسمان میں تسبیح کہتا ہے

حدثني أبو سفيان قال: عن لله ملكا في السماء يقال له: الديك، فإذا سبح في السماء سبحت الديوك في الأرض يقول: سبحان السبوح القدوس، الملك الديان، الذي لا إله إلا هو. فما قالها مكروب أو مريض عند ذلك، إلا كشف الله همه۔[2]

حضرت ابوسفیان نے مجھ سے حدیث بیان کی فرماتے ہیں کہ آسمان میں اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے دیک (مرغ) کہا جاتا ہے جب وہ آسمان میں تسبیح کہتا ہے تو زمین کے مرغ (بھی) تسبیح کہتے ہیں اس کی تسبیح یہ ہے۔ (سبوح وقدوس پاک ہے، جو بادشاہ حاکم ہے، جس کے سوا کوئی خدا نہیں) جس پریشان حال یا مریض نے یہ کلمات پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کو دور کردیتے ہیں۔

وأخرج أبو الشيخ من طريق يوسف بن مهران قال: حدثني عبد الرحمن رجل من أهل الكوفة قال: بلغني أن تحت العرش ملكا في صورة ديك، براثنه من لؤلؤ، وصيصته من زبرجد أخضر. فإذا مضى ثلث الليل الأول، ضرب بجناحه وزقا، وقال: ليقم القائمون. فإذا مضى نصف الليل ضرب بجناحه وزقا وقال: ليقم المجتهدون. فإذا مضى ثلثا الليل ضرب بجناحه وزقا وقال: ليقم

---

[1] تاریخ ابن عساکر
[2] ابوالشیخ

المصلون، فإذا طلع الفجر ضرب بجناحه وزقا وقال: ليقم القائمون وعليهم أوزارهم۔[1]

ابوالشیخ نے حضرت یوسف بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے کوفہ کے ایک آدمی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عرش کے نیچے مرغ کی شکل میں ایک فرشتہ ہے اس کے پنجے موتی کے ہیں اس کا خار سبز زبرجد کا ہے جب رات کی پہلی تہائی گزرتی ہے تو وہ اپنے پروں کو پھڑ پھڑ اتا اور چہچہاتا اور کہتا ہے رات میں عبادت کرنے والوں کو کھڑے ہوجانا چاہئے۔ پھر جب رات کی دو تہائیاں گزر جاتی ہیں تو یہ اپنے پرں کو پھڑ پھڑ اتا اور چہچہاتا اور کہتا ہے نمازیوں (یعنی تہجد گزاروں) کو کھڑے ہوجانا چاہئے۔ جب فجر طلوع ہوتی ہے تو اپنے پر پھڑ پھڑ اتا اور چہچہاتا ہے اور کہتا ہے. بیدار ہونے والوں کو بیدار ہوجانا چاہئے اب میں ان کی غلطیاں انہیں کے ذمہ ہوں گی۔

اوقات نماز میں تسبیح کہنا

عن عائشة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:) إن لله ديكاً رجلاه تحت سبع أرضين ورأسه قد جاوز سبع سموات يسبح فى أوقات الصلاة فلا يبقى ديك من ديكة الأرض إلا أجابه۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کا (ایک فرشتہ) دیک (مرغ) ہے اس کے پاؤں ساتوں زمینوں سے نیچے ہیں اور اس کا سر ساتوں آسمانوں سے تجاوز کر گیا ہے۔ یہ اوقات نماز میں تسبیح کہتا ہے۔ زمین کے مرغوں میں سے کوئی مرغ بھی باقی نہیں رہتا مگر اس کا (اپنی اذان سے) جواب دیتا ہے۔

دیک علیہ السلام کی طوالت جسم

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم) إن الله أذن لي أن أحدث عن ديك قد مرقت رجلاه الأرض، ورأسه مثنية تحت العرش، وهو يقول: سبحانك ما أعظمك، فيرد عليه: ما علم 1لك من حلف بي كاذبا۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت عطا فرمائی ہے کہ

---

[1] ابوالشیخ

[2] ابوالشیخ

[3] الحاکم ۴/ ۲۹۷، ورواہ الحاکم باختلاف یسیر فی بعض الفاظ الحدیث وصححہ، وانظر جمع الجوامع رقم ۴۶۷۴، کنز العمال رقم ۳۵۲۸۳ و ۵۸ ۶۳ ۴، اللآلی المصنوعۃ ۱/ ۳۲، الدر المنثور ۲/ ۴۶

میں دیک علیہ السلام کے متعلق (کچھ) بیان کروں۔ اس کے پاؤں زمین سے گزر گئے ہیں اور اس کا سر عرش کے نیچے لگا ہوا ہے وہ یہ پڑھتا ہے سبحانك ما اعظمك (آپ پاک ہیں آپ بہت عظمت والے ہیں) تو اس کو اس تسبیح کا یہ جواب دیا ہے کہ جس نے میرے نام کی جھوٹی قسم کھائی اس نے اس عظمت کو نہیں جانا۔

حدیث نمبر ۲۸۴:۔عن ثوبان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لله ديكا براثنه في الأرض السفلى، وعنقه مثنى تحت العرش، وجناحاه في الهواء يخفق بهما سحر كل ليلة: سبحوا القدوس ربنا الرحمن، لا إله غيره۔[1]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک (فرشتہ) دیک ہے اس کے پنجے سب سے نچلی زمین میں ہیں اور اس کی گردن عرش کے نیچے (پہنچتی) ہے اس کے فضا میں ہیں ہر رات سحری کے وقت ان پروں کو ہلاتا ہے (عبادت گزاروں کو کہتا ہے) اس پاک کی تسبیح کرو وہی ہمارا پروردگار مہربان ہے اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

دیک علیہ السلام کی عظمت جسم

عن ابن عباس قال: إن لله ديكا في السماء الدنيا. كلكه من ذهب، وبطنه من فضة، وقوائمه من ياقوت، وبراثنه من زمرد، براثه تحت الأرض السفلى، جناح له بالمشرق، وجناح له بالمغرب، عنقه تحت العرش، وعرفه من نور حجاب ما بين العرش والكرسي، يخفق بجناحه كل ليلة ثلاث مرات۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ کا ایک (فرشتہ) دیک علیہ السلام ہے۔ آسمان دنیا میں اس کا سینہ سونے کا ہے، پیٹ چاندی کا ہے، ٹانگیں یاقوت کی ہیں پنجے زمرد کے ہیں (اور یہ) پنجے سب سے نچلی زمین میں نیچے ہیں۔ اس کا ایک پر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے، اس کی گردن عرش کے نیچے ہے، اس کی کلغی نور کی ہے (یہ) عرش اور کرسی کے درمیان حجاب ہے اپنے پر کو ہر رات تین بار اڑاتا ہے۔

دیک علیہ السلام کے پر زبرجد موتی اور یاقوت ہیں

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لله ديكا، جناحاه موشيان بالزبرجد واللؤلؤ والياقوت، جناح له بالمشرق، وجناح له بالمغرب، وقوائمه في الأرض السفلى، ورأسه

---

[1] کنز العمال رقم ۳۵۲۸۰، وعزاه السیوطی لابی الشیخ فی العظمۃ عن ثوبان رضی اللہ عنہ، وانظر جمع الجوامع ۶۹۵۶

[2] ابوالشیخ (منہ) کنز العمال ۳۵۲۸۰، موضوعات ابن جوزی، ۳/۶، ۷، جمع الجوامع ۶۹۵۶، ابوالشیخ حدیث نمبر ۵۲۵، ودیک فی اخبار الدیک، ص ۵، بحوالہ فضل الذکر فریابی، لالی مصنوعہ ۱/۶۱، مجمع الزوائد ۸/۱۳۴

مثنی تحت العرش. فإذا کان فی السحر الأعلی خفق بجناحیه ثم قال:) سبوح قدوس ربنا الله لا إله غیره (فعند ذلك تضرب الدیکة أجنحتها وتصیح. فإذا کان یوم القیامة قال الله:) ضم جناحك، وغض صوتك. فتعلم أهل السموات والأرض أن الساعة قد اقتربت.[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک (فرشتہ) دیک علیہ السلام ہے جس کے پر زبرجد موتی اور یاقوت سے مزین ہیں، اس کا ایک پر مشرق میں ہے اور ایک مغرب میں، اس کی ٹانگیں نچلی زمین میں ہیں، اس کا سر عرش سے پیوست ہے جب بڑی سحری کا وقت آتا ہے تو یہ اپنے پروں کو اڑاتا ہے پھر سبوح قدوس ربنا الله لا اله غیره پڑھتا ہے اسی وقت مرغ اپنے پر مارتے اور چیختے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اپنے پروں کو تہ کرلے اور اپنی آواز پست کرلے پس اس وقت آسمانوں اور زمین والے (فرشتے) جان لیں گے کہ قیامت قریب آچکی ہے۔

دیک علیہ السلام کی کلغی

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) إن مما خلق الله دیکا. براثنه علی الأرض السابعة، وعرفه منطو تحت العرش، قد أحاط جناحه بالأفقین. فإذا بقی ثلث اللیل الآخر ضرب بجناحیه ثم قال: سبحوا الملك القدوس سبحان ربنا الملك القدوس لا إله لنا غیره فیسمعها من بین الخافقین إلا الثقلین (فیرون أن الدیکة إنما تضرب بأجنحتها وتصرخ إذا سمعت ذلك۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو پیدا کیا ہے اس میں ایک دیک (فرشتہ) بھی ہے اس کے پنجے ساتویں زمین پر ہیں اس کی کلغی عرش کے نیچے لگی ہوئی ہے اس کے پروں نے دونوں افق کو سمیٹا ہوا ہے جب رات کی آخری تہائی باقی رہتی ہے تو وہ اپنے پروں کو ہلاتا ہے پھر کہتا ہے (اے مخلوقات) ملک قدوس کی تسبیح بیان کرو، پاک ہے ہمارا رب ملک قدوس ہے، ہمارا اسکے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اس کے اس بات کو مغرب و مشرق کے درمیان میں جن وانسان کے علاوہ سب (مخلوقات) سنتے ہیں یہ جو (لوگ) دیکھتے ہیں کہ مرغ اپنے پر مارتے ہیں اور اذان دیتے ہیں یہ اسی وقت کرتے ہیں جب یہ (اسکی تسبیح) سنتے ہیں۔

---

[1] جمع الجوامع رقم ۶۹۵۷، وعزاہ السیوطی لابو الشیخ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، مجمع الزوائد ۸/ ۱۳۴، الاتحافات السنیۃ ص ۱۷۶، تنزیہ الشریعۃ ۱/ ۱۸۹، الفوائد المجموعۃ ص ۴۵۶

[2] اللآلی المصنوعۃ ۱/ ۳۲

مرغ فرشتوں کی تسبیح کا جواب دیتے ہیں

عن أبي صادق قال: الديكة تجاوب الملائكة بالتسبيح هل رأيتم طيرا يصيح بالليل؟ ۔[1]

حضرت ابوصادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مرغ (رات کو) فرشتوں کی تسبیح کا جواب دیتے ہیں کیا تم نے رات کے وقت کسی (اور) پرندہ کو چلاتے ہوئے دیکھا ہے؟

صبح کو پرندے اپنے پر کیوں پھڑ پھڑاتے ہیں

عن ابن أبي عمرة قال: حين يقول الملك: سبحوا القدوس، فحينئذ تحرك الطير أجنحتها.[2]

حضرت ابن ابی عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب فرشتہ (دیک علیہ السلام) خدا کی تسبیح پڑھنے کو کہتا ہے تو اس وقت پرندے اپنے پروں کو حرکت دیتے ہیں۔

اے غافلو! اللہ کو یاد کرو

عن عبد الحميد بن يوسف قال: صاح ديك عند سليمان عليه السلام فقال سليمان: هل تدرون ما يقول هذا؟ قالوا: لا قال: فإنه يقول: اذكروا الله يا غافلين.[3]

حضرت عبدالحمید بن یوسف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ایک مرغ نے اذان دی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تمہیں معلوم ہے یہ کیا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے عرض کی نہیں معلوم۔ فرمایا یہ کہتا ہے "اے غافلو! اللہ کو یاد کرو۔

اللہ تعالیٰ کا مرغ

عن صفوان بن عسال قال: إن لله ديكا تحت العرش، جناحاه في الهواء، وبراثنه في الأرض، فإذا كان في الأسحار وأذان الصلوات خفق بجناحه وصفق بالتسبيح، فتسبح الديكة تجيبه بالتسبيح۔[4]

حضرت صفوان بن عسال فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ایک مرغ ہے عرش کے نیچے اس کا پر فضا میں ہے اور پنجے زمین میں ہیں جب صبح کا وقت ہوتا ہے اور اذانیں ہوتی ہیں تو یہ اپنے پر ہلاتا ہے اور تسبیح کہتا ہے تو (دنیا کے) مرغ بھی اس کی تسبیح کے جواب میں تسبیح کہتے ہیں۔

---

[1]۔ ابوالشیخ

[2]۔ ابوالشیخ، حدیث ۵۳۱، الودیک ص ٦

[3]۔ ابوالشیخ، حدیث ۵۳۲

[4]۔ طبرانی

دیک علیہ السلام کی تسبیح

عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) إن لله دیکا رجلاه فی التخوم، وعنقه تحت العرش منطوية، فإذا كان هنة من الليل صاح: سبوح قدوس، فصاحت الديكة[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک مرغ ہے جس کے پاؤں زمین کی جڑ میں ہیں اور سر عرش کے نیچے سمٹا ہوا ہے جب رات کا اخیر ہوتا ہے تو وہ سبوح قدوس کہتا ہے تو دیک بھی (سبوح قدوس) کہتے ہیں۔

آسمانوں کے مرغ

عن العرس بن عميرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) إن لله تعالى ديكا براثنه فی الأرض السفلى، وعرفه تحت العرش، يصرخ عند مواقيت الصلاة، ويصرخ له ديك السموات سماء سماء، ثم يصرخ بصراخ ديك السموات ديكة الأرض: سبوح قدوس رب الملائكة والروح.[2]

حضرت عرش بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک دیک علیہ السلام (مرغ) ہے جس کے پنجے نچلی زمین میں ہیں اور کلغی عرش کے نیچے ہے یہ نمازوں کے اوقات میں چیختا ہے اور اس کی وجہ سے آسمان بہ آسمان آسمانوں کے مرغ چیختے ہیں پھر آسمانوں کے مرغوں کے چیخنے ہیں زمین کے چیختے (اذان دیتے) ہیں (اور ان کی چیخ اور اذان یہ ہوتی ہے) سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح وہ پاک اور قدوس ہے (اور) فرشتوں اور روح کا رب ہے۔

دیک علیہ السلام کی تسبیح سے کائنات کی ہر چیز تسبیح کرتی ہے

عن أم سعد امرأة من المهاجرات قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) العرش على ملك من لؤلؤ على صورة ديك، رجلاه فی التخوم السفلى، وعنقه مثنية تحت العرش، وجناحاه بالمشرق والمغرب، فإذا سبح الله ذلك الملك لم يبق شیء إلا سبح الله عز وجل -[3]

حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا جو مہاجر عورتوں میں سے تھیں سے روایت ہے فرماتی ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

---

[1]-جمع الجوامع رقم ۶۹۶۱، وعزاه السيوطی لابن عدی والبيهقی فی شعب الايمان، وضعفه عن جابر رضی الله عنه، عنده لفظ (هاج) غير لفظ (صاح) وفی الباب اربعة احاديث بلفظ (ان ديكا كلها ضعيفة)

[2]-ابن عدی، کنزل العمال ۳۵۲۸۰

[3]-کنز العمال رقم ۳۵۲۸۰، انظر حدیث ۲۸۴

فرمایا: عرش (خداوندی) موتی کے ایک فرشتہ پر ہے جس کی شکل مرغ کی ہے اس کے پاؤں نچلی زمین کی تہ میں ہیں اور اس کی گردن عرش کے نیچے لگی ہوئی ہے اس کے دونوں پر مشرق ومغرب میں ہیں اور اس کی گردن عرش کے نیچے لگی ہوئی ہے جب یہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتا ہے تو کوئی چیز بھی باقی نہیں رہتی مگر وہ بھی اللہ عزوجل کی تسبیح کہنے لگ جاتی ہے۔

ما جاء فی السکینة علیه السلام
سکینت علیہ السلام کے بارے میں

سکینت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر بولتے ہیں

عن علی رضی الله عنه قال:) إذا ذکر الصالحون فحیهلا بعمر. ما کنا نبعد أصحاب محمد، إن السکینة تنطق علی لسان عمر رضی الله عنه۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب نیکو کاروں کا ذکر کیا جائے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو یاد کیا جائے۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس بات کو بعید نہیں سمجھتے کہ حضرت سکینت علیہ السلام حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان بولتے ہیں۔

امام ابن اثیر (جزری) نہایہ میں فرماتے ہیں سکینت سے یہاں فرشتہ مراد ہے۔

سکینت قرآن سننے کے لئے آتے ہیں

عن أسید بن حضیر: أنه أتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله إنی کنت أقرأ البارحة سورة الکهف، فجاء شیء حتی غطی فمی فقال النبی صلی الله علیه وسلم:) تلك السکینة جاءت حتی تسمع القرآن۔[2]

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! رات میں نے سورۂ کہف پڑھی تو کوئی چیز آئی تھی جس نے میرا منہ ڈھانپ لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سکینت علیہ السلام تھے جو قرآن پاک سننے کیلئے آئے تھے۔

فرشتہ قرآن سننے آیا

أبی سلمة قال: بینا أسد بن حضیر الأنصاری یصلی باللیل، فإذا غشینی مثل السحابة فیها مثل

---

[1] قال ابن الأثیر فی النهایة: السکینة هنا ملك) (طبرانی الاوسط
[2] طبرانی

المصابيح، والمرأة نائمة إلى جنبي وهي حامل، والفرس مربوط في الدار، فخشيت أن تنفر الحصان فتفزع المرأة فتلقي ولدها، فانصرفت من صلاتي فقال: اقرأ يا أسيد فإن ذلك ملك استمع القرآن۔[1]

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم حضرت اسید بن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کو نماز میں مشغول تھے پس اچانک بادل کی مانند کسی شے نے مجھے ڈھانپ لیا اس میں ستاروں کی مانند کچھ تھا اور میری بیوی میرے ایک طرف میں سوئی ہوئی تھی اور وہ حاملہ بھی تھی اور گھوڑا بھی دیوار س بندھا ہوا تھا مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ گھوڑا بھاگ نہ جائے اور عورت گھبرا نہ جائے کہ اس کا بچہ بھی ضائع ہوجائے، میں نے اپنی نماز توڑ دی اور (اسید سے مخاطب ہوکر) کہا اے اسید! یہ ایک فرشتہ ہے جو قرآن سننے آیا ہے (گھبرائیو مت اور نماز توڑیو)۔

ما جاء في ملك الجبال عليه السلام

ملک الجبال علیہ السلام کے بارے میں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت بن کر تشریف لائے

عن عائشة أنها قالت: قلت للنبي صلى الله عليه وسلم: هل أتى عليك يوم أشد من يوم أحد؟ قال:) لقد لقيت من قومك، وكان أشد ما لقيت منهم يوم العقبة، إذ عرضت نفسي على ابن عبد ياليل بن عبد كلال فلم يجبني إلى ما أردت، فانطلقت وأنا مهموم على وجهي فلم أستفق إلا وأنا بقرن الثعالب، فرفعت رأسي فإذا أنا بسحابة قد أظلتني، فنظرت فإذا فيها جبريل فناداني فقال: إن الله قد سمع قول قومك لك وماردوا عليك، وقد بعث إليك ملك الجبال لتأمره بما شئت فيهم، فناداني ملك الجبال فسلم علي ثم قال: يا محمد إن شئت أطبق عليهم الأخشبين، قال النبي صلى الله عليه وسلم: بل أرجو أن يخرج الله من أصلابهم من يعبد الله وحده لا يشرك به شيئا۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، یوم احد سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے تیری قوم (مراد قریش مکہ ہیں) سے (بہت تکلیف) پہنچی

---

[1] طبرانی

[2] فتح الباری ۷/۱۶۶، واشار الی الحدیث ولم یذکرہ، مشکاۃ المصابیح: ۵۸۴۸، وذکرہ بلفظہ وقال متفق علیہ، احیاء علوم الدین ۴/۱۳۹، اتحاف السعادۃ المتقین ۹/۹۹، تفسیر ابن کثیر ۳/۲۵۹، ریاض الصالحین ص ۲۸۵، کنز العمال: ۳۱۹۸۲، وعزاہ السیوطی لاحمد، والبخاری، ومسلم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا

ہے اور زیادہ سخت تکلیف ان سے مجھے یوم العقبہ میں پہنچی ہے جب میں نے اپنے آپ ﷺ کو ابن عبد یا نیل بن عبد کل (طائف کے سردار) کے سامنے پیش کیا تو جس (ہدایت) کا میں نے ارادہ کیا تھا اس کا اس نے مجھے (تسلیم میں) جواب نہ دیا حتیٰ کہ میں اپنے رخ پور نجور حالت میں چل پڑا اور میری یہ حالت بدستور رہی یہاں تک کہ جب میں قرن الثعالب پر پہنچا تو اپنا سر اٹھایا تو میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے انہوں نے مجھے پکارا اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے تاکہ آپ جو چاہیں ان (کافروں کے) بارہ میں اسے حکم فرمائیں پھر مجھے ملک الجبال (پہاڑوں کے فرشتہ) نے آواز دی مجھے سلام کہا پھر کہا اے محمد ﷺ اگر آپ چاہیں تو میں ان پر دونوں پہاڑوں کو ملا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا (نہیں) بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

رؤف رحیم نبی ﷺ

عن عكرمة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) جاءني جبريل فقال: يا محمد! إن ربك يقرئك السلام، وهذا ملك الجبال قد أرسله معك وأمره أن لا يفعل شيئا إلا بأمرك فقال له ملك الجبال: إن شئت دمدمت عليهم الجبال، وإن شئت رميتهم بالحصباء، وإن شئت خسفت بهم الأرض قال: يا ملك الجبال فإني آني بهم لعلهم أن يخرج منهم ذرية يقولون: لا إله إلا الله. فقال ملك الجبال: أنت كما سماك ربك: رءوف رحيم۔[1]

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد ﷺ! آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ ملک الجبال (پہاڑوں کا سرکردہ فرشتہ) جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور اسے حکم فرمایا ہے کہ آپ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرے۔ پھر آپ کو ملک الجبال علیہ السلام نے عرض کیا اگر آپ چاہیں تو میں ان پر پہاڑوں کو ملا دیتا ہوں اگر چاہیں تو میں ان کو حصباء (ایک جگہ کا نام ہے وہاں) پھینک دیتا ہوں اور اگر چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ملک الجبال میں تو اس انتظار میں ہوں کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم پیدا فرمائیں جو (کلمہ طیبہ) لا الہ الا اللہ پڑھیں۔ تو ملک الجبال علیہ السلام نے عرض کیا آپ تو (واقعی) ویسے ہی ہیں جیسے آپ کے پروردگار نے آپ کا نام رؤف رحیم (بہت نرم اور بڑا مہربان) رکھا ہے۔

---

[1] ابن ابی الدنیا

ما جاء في رميائيل خازن أرواح المؤمنين عليه السلام
رمیائل علیہ السلام ارواح مؤمنین کا خزانچی کے بارے میں

عن وهب بن منبه قال: إن أرواح المؤمنين إذا قبضت ترفع إلى ملك يقال له: رميائيل، وهو خازن أرواح المؤمنين.[1]

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: جب مؤمنین کی ارواح قبض کی جاتی ہیں تو ان کو ایک فرشتہ کے سپرد کر دیا جاتا ہے جس کا نام رمیائل علیہ السلام ہے اور یہ ارواح مؤمنین کا خازن ہے۔

ما جاء في دومة خازن أرواح الكفار عليه السلام
دومہ علیہ السلام ارواح کفار کا خزانچی کے بارے میں

أبان بن تغلب عن رجل من أهل الكتاب قال: الملك الذي على أرواح الكفار يقال له: دومة.[2]

حضرت ابان بن تغلب ایک اہل کتاب (یہودی) سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرشتہ جو ارواح کفار پر مقرر ہے اس کا نام دومہ ہے۔

ما جاء في فتان القبر عليهما السلام
منکر نکیر علیہما السلام کے بارے میں

نیک میت کی قبر وسیع کر دی جاتی ہے

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا قبر الميت أتاه ملكان أسودان أزرقان يقال لأحدهما: منكر وللآخر: نكير فيقولان: ما كنت تقول في هذا الرجل؟ فيقول: ما كان يقول هو: عبد الله ورسوله فيقولان: قد كنا نعلم أنك تقول هذا، ثم يفسح له في قبره سبعون ذراعا في سبعين، ثم ينور له فيه فيقال له: نم فيقول: أرجع إلى أهلي فأخبرهم؟ فيقول: نم كنوم العروس الذي لا يوقظه إلا أحب أهله إليه، حتى يبعثه الله من مضجعه ذلك،

1۔ ذکر الموت لابن ابی الدنیا
2۔ ذکر الموت لابن ابی الدنیا

فإن كان منافقا قال: سمعت الناس يقولون فقلت مثله لا أدري فيقولون: قد علمنا أنك تقول ذلك فيقال للأرض: التئمي عليه فتلتئم عليه فتختلف أضلاعه فلا يزال فيها معذبا حتى يبعثه الله من مضجعه ذلك۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب میت قبر میں رکھ دی جاتی ہے تو اس کے پاس دو نیلگوں فرشتے آتے ہیں ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر تو وہ میت کو کہتے ہیں ''تو اس آدمی (حضور ﷺ) کے متعلق کیا کہتا ہے؟ تو وہ (وہی) کہتا ہے جو (دنیا میں) کہا کرتا تھا (کہ) یہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے تو وہ کہتے ہیں ہم (تمہارے نیک آثار یا اللہ کی اطلاع سے) جانتے تھے کہ تو یہی جواب دے گا۔ اس کے بعد اس کی قبر ستر ستر ہاتھ وسیع کر دی جاتی ہے اور اسے اس کیلئے (نور سے) منور کر دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے (اب) سو جایئے۔ تو وہ کہتا ہے میں اپنے متعلقین کے پاس لوٹنا چاہتا ہوں تا کہ انہیں (اپنے انجام خیر کی) اطلاع کروں۔ تو (ان میں سے ایک فرشتہ) کہتا ہے (نہیں اب دنیا میں واپس نہیں جا سکتے اب تو) سو جایئے جیسے دولہا سوتا ہے جسے کوئی نہیں جگا تا سوائے اس کے جو اس کے متعلقین میں سے زیادہ پسند ہو۔ یہاں تک کہ اسے اس کے ٹھکانہ سے اللہ تعالیٰ ہی اٹھائیں۔ اور اگر وہ (میت) منافق (کی ہوتی) ہے تو جواب دیتی ہے میں نے لوگوں سے سنا تھا جو وہ کہا کرتے تھے میں بھی اسی طرح کہہ دیا کرتا تھا میں (آپ کے سوال کا جواب) نہیں جانتا۔ تو وہ کہتے ہیں ہم بھی جانتے تھے کہ تو یہی جواب دے گا پھر زمین کو کہا جاتا ہے کہ اس پر مل جا تو وہ اس پر مل جاتی ہے اور اس کی پسلیاں توڑ دیتی ہے بس وہ اسی (قبر میں یا اسی حالت) میں عذاب میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے اس ٹھکانے سے (روز قیامت میں) اٹھائیں گے۔

میت کا جوتوں کی آواز سننا

عن أبي هريرة قال: شهدنا جنازة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما فرغ من دفنها وانصرف الناس قال:) إنه الآن يسمع خفق نعالكم، أتاه منكر، ونكير، أعينهما مثل قدور النحاس، وأنيابهما مثل صياصي البقر، وأصواتهما مثل الرعد، فيجلسانه فيسألانه ما كان يعبد؟ ومن كان نبيه؟ فإن كان ممن يعبد الله قال: كنت أعبد الله، ونبيي محمد صلى الله عليه وسلم جاءنا بالبينات، فآمنا به، واتبعناه فيقال له: على اليقين حييت، وعليه مت، وعليه تبعث، ثم يفتح

---

[1] موارد الظمآن رقم ۷۸۰، ورواہ بنحوہ من لفظہ، شرح السنۃ ۵/۴۱۶، قال البغوی حدیث حسن، مشکاۃ المصابیح: ۱۳۰، جمع الجوامع ۲۳۱۸، کنز العمال ۴۲۵۰۰، الدر المنثور ۴/۸۲، احیاء علوم الدین ۱/۹۱، اتحاف السادۃ المتقین ۱۰/۴۱۳، الترمذی: ۱۰۷۱، احمد ۴/۲۸۷ و ۲۹۵ و ۲۹۶، ابوداؤد ۴۷۵۳، الحاکم ۱/۳۷، ۴۰۔

له باب إلى الجنة، ويوسع له في حفرته، وإن كان من أهل الشك قال: لا أدري، سمعت الناس يقولون شيئا فقلته فيقال له: على الشك حييت، وعليه مت، وعليه تبعث، ثم يفتح له باب إلى النار۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے دفن فارغ ہوئے اور لوگ واپس جارہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اس وقت تمہارے جوتوں کی کھسکھساہٹ سن رہا ہے اس کے پاس منکر اور نکیر آئے ہیں جن کی آنکھیں تانبے کے دیگوں جیسی (بڑی اور خوفناک) ہیں ان کی ڈاڑھیں بیل کی سینگوں جیسی (بڑی اور خوفناک) ہیں۔ اور ان کی آوازیں بادل کی گرج جیسی (خطرناک) ہیں۔ یہ اسے بٹھالیتے اور سوال کرتے ہیں کہ وہ کس کی عبادت کرتا تھا اور اس کا نبی کون تھا؟ پس اگر تو وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اللہ کی عبادت کرتے تھے تو کہے گا ''میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو ہمارے پاس معجزات لے کر آئے پس ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی تو صحیح عقائد پر زندہ رہا اور اسی حالت پر تجھے موت آئی اور تو اسی حالت پر زندہ کھڑا ہوگا پھر اس کیلئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس کی قبر فراخ کر دی جاتی ہے۔ اور اگر وہ اہل شک (منافقین وکافرین) میں سے تھا تو کہے گا مجھے کچھ علم نہیں میں نے لوگوں سے سنا جو وہ کہتے تھے میں نے بھی (وہی) کہہ دیا تھا تو اسے کہا جائیگا کہ تو نے اسلام نے متعلق شک میں زندگی گزاری اسی پر مرا (اب تو) اسی حالت پر (روز قیامت میں) اٹھے گا پھر اس کیلئے (قبر سے) دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

ملائکہ کی ذمہ داریاں

عن جابر بن عبد الله قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن ابن آدم لفي غفلة عما خلق الله، إن الله عز وجل إذا أراد خلقه قال للملك: اكتب رزقه، اكتب أثره، اكتب أجله اكتب شقيا أم سعيدا، ثم يرتفع ذلك الملك ويبعث الله ملكا فيحفظه حتى يدرك، ثم يرتفع ذلك الملك ثم يوكل الله به ملكين يكتبان حسناته وسيئاته، فإذا حضره الموت ارتفع ذلك الملكان، وجاءه ملك ملك الموت ليقبض روحه، فإذا دخل قبره رد الروح في جسده، وجاءه ملكا القبر، فامتحناه ثم يرتفعان، فإذا قامت الساعة انحط عليه ملك الحسنات، وملك السيئات، فانتشطا كتابا معقودا في عنقه، ثم حضرا معه واحد سائق، وآخر شهيد، ثم قال رسول الله صلى

---

[1] معجم طبرانی الاوسط، ابن مردویہ

الله عليه وسلم:) إن قدامكم لأمرا عظيما، ما تقدرونه فاستعينوا بالله العظيم۔[1]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے انسان اس سے غفلت میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو ایک فرشتہ کو فرمایا اس کا رزق لکھ دے اس کا اجل لکھ دے، اس کا بدبخت یا نیک ہونا لکھ دے، اس کے (لکھنے کے بعد) بعد یہ فرشتہ چلا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک اور فرشتہ بھیجتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے پھر یہ فرشتہ (بھی) چلا جاتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس پر دو فرشتے مقرر کر دیتے ہیں جو اس کی نیکیاں اور برائیاں لکھتے ہیں پھر جب اسے موت پیش آتی ہے تو یہ دونوں فرشتے بھی چلے جاتے ہیں اور موت کا فرشتہ آجاتا ہے تاکہ اس کی روح قبض کرے (موت واقع ہونے کے بعد) جب وہ قبر میں پہنچتا ہے تو اس کے جسم میں روح لوٹا دی جاتی ہے اور اسکے پاس قبر کے دو فرشتے آجاتے ہیں جو اس کا امتحان لیتے ہیں (یعنی منکر نکیر سوال و جواب کرتے ہیں) جب قیامت قائم ہوگی تو اس پر نیکیوں اور برائیوں کے (دونوں) فرشتے اتریں گے اور اس کا نامہ اعمال کھول کر اس کی گردن میں باندھ دیں گے پھر اس کے ساتھ (خدا کے روبرو) پیش ہوں گے ایک (اس کا) چلانے والا ہوگا اور ایک نگران ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ تمہارے سامنے ایک بہت بڑا مرحلہ (پیش آنے والا) ہے جو تمہارے بس کا نہیں بس اللہ عظیم سے مدد مانگو (اسی کی مدد سے یہ طے مرحلہ طے ہوسکتا ہے)۔

قبر کی وحشت

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) كيف بك يا عمر إذا انتهى بك إلى الأرض، فحفر لك ثلاثة أذرع وشبر في ذراعين وشبر، ثم أتاك منكر، ونكير، أسودان يجران أشعارهما كأن أصواتهما الرعد القاصف، وكأن أعينهما البرق الخاطف، يحفران الأرض بأنيابهما، فأجلساك فزعا، فتلتلاك وتوهلاك (قال: يا رسول الله وأنا يومئذ على ما أنا عليه؛ قال " نعم " قال: أكفيكهما بإذن الله يا رسول الله۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر تیری کیا حالت ہوگی جب تجھے زمین میں دفن کیا جائے گا اور تیرے لئے تین ہاتھ کا گڑھا کھودا جائے گا اور دو ہاتھ ایک بالشت ناپی جائے گی پھر (دفن کے بعد) تیرے پاس کالے سیاہ منکر اور نکیر آئیں گے جو اپنے بالوں کو گھسیٹتے ہوں

---

[1] ابن ابی الدنیا، ابونعیم فی الحلیۃ، تفسیر قرطبی ۱۷/ ۱۴، ۱۹/ ۸/ ۲۷۸ وذکر بنحوہ

[2] الدر المنثور ۴/ ۸۲، وعزاہ السیوطی لابن ابی داؤد فی البعث والحاکم فی التاریخ والبیہقی فی عذاب القبر

گے ان کی آوازیں گویا کہ سخت کڑکڑانے والی گرج ہیں، اور ان کی آنکھیں گویا کہ اندھا کر دینے والی بجلی ہیں زمین (قبر) کو اپنے دانتوں سے کھودیں گے اور تجھے گھبراہٹ کی حالت میں بٹھا دیں گے اور تیرے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے اور تجھے خوفزدہ کر دیں گے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اس دن اسی (ایمان کی) حالت میں ہوں گا جس پر اب ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں (اسی حالت پر ہو گے) تو عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اللہ کے حکم سے ان دونوں کو کافی ہو جاؤں گا۔

قبر کے فرشتوں کے نام

عن ابن عباس قال: اسم الملكين اللذين يأتيان في القبر: منكر، ونكير.[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں وہ دو فرشتے جو قبر میں آتے ہیں ان کے نام منکر اور نکیر ہیں۔

منکر نکیر کا گرز

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعمر:) كيف أنت إذا رأيت منكرا ونكيرا قال: وما منكر ونكير؟ قال: فتانا القبر، أصواتهما كالرعد القاصف، وأبصارهما كالبرق الخاطف. يطآن في أشعارهما، ويحفران بأنيابهما، معهما عصا من حديد، لو اجتمع عليها أهل منى لم يقلوها۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا حالت ہوگی جب تم منکر اور نکیر کو دیکھو گے؟ انہوں نے عرض کیا یہ منکر اور نکیر کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ قبر میں امتحان لینے والے (فرشتے) ہیں انکی آوازیں کڑکتی گرج کی طرح ہیں، ان کی آنکھیں چندھیا دینے والی بجلی کی طرح (چمکدار) ہیں یہ اپنے بالوں کو روندتے آئیں گے اور اپنے دانتوں سے (قبر کو) کھودے گے، (اور اس میں داخل ہو جائیں گے) ان کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے اگر اس کے گرد سب اہل منی (جو لاکھوں کی تعداد میں دوران حج موجود ہوتے ہیں) جمع ہو جائیں تو اسے یہ نہ اٹھا سکیں۔

دو رحمت کے اور ایک عذاب کا فرشتہ

عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في الميت:) إنه ليسمع خفق نعالكم إذا وليتم مدبرين فتأتيه أملاك ثلاثة: ملكان من ملائكة الرحمة، وملك من ملائكة العذاب، ثم يصعد ملك العذاب فيقول أحدهما لصاحبه: ارفق بولي الله فيقول: من ربك؟ فيقول: الله

---

[1] طبرانی فی الأوسط

[2] ابن ابی الدنیا

فیقول: ما دینك؟ قال: دینی الإسلام فیقول: من نبیك؟ قال: محمد فیقولان: وما یدریك؟ قال: قرأت کتاب الله فآمنت به وصدقت۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے متعلق ارشاد فرمایا: یہ تمہارے جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے جب تم پشت کر کے لوٹتے ہو پس اس وقت اس کے پاس تین فرشتے آجاتے ہیں دوتو رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں اور ایک عذاب کا فرشتہ ہوتا ہے پھر عذاب کا فرشتہ اوپر کو چلا جاتا ہے اس کے بعد ان کے دونوں میں سے ایک دوسرے سے کہتا ہے اللہ لے ولی کے ساتھ نرمی اختیار کرتو وہ (اس سے نرم لہجہ میں) پوچھتا ہے آپ کا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے (میرا رب) اللہ ہے۔ پھر وہ کہتا ہے آپ کا دین کی ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ پوچھتا ہے آپ کو نبی کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے (کہ میرے نبی) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہ کہتے ہیں (یہ) تجھے کس نے بتلایا؟ تو وہ جواب دیتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تھی میں اس پر ایمان لایا تھا اور اس کی تصدیق کی تھی۔

قبر کے فرشتوں کے اور نام

عن ضمرة بن حبیب قال: فتان القبر ثلاثة: أنکر، وناکور، ورومان۔[2]

حضرت ضمرہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں قبر میں امتحان کرنے والے (فرشتے) تین ہیں۔ ۱۔ انکر ۔ ۲۔ ناکور۔ ۳۔ رومان۔

عن ضمرة قال: فتان القبر أربعة: منکر، ونکیر، وناکور، وسیدهم رومان۔[3]

حضرت ضمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ قبر میں امتحان لینے والے (فرشتے) چار ہیں۔ ۱۔ منکر۔ ۲۔ نکیر ۔ ۳۔ ناکور۔ ۴۔ اور اس کا سردار رومان۔

دن کے فرشتے رات والوں سے زیادہ نرم ہیں

حدثنا محمد بن عبد الله الأسدی قال: شهدت جنازة لبعض أهل عبد الصمد بن علی فجعل یحثهم، ویعجلهم ویقول: أریحونا قبل المساء فقلنا له: أصلحك الله أتروی فی هذا شیئا؟ قال: نعم، حدثنی أبی عن جدی عبد الله بن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال:) إن ملائکة

[1] مسند احمد ۲/ ۳۴۷ و روی الحدیث عن ابی هریرة بلفظ (انه لیسمع خلق نعالهم اذا ولوا
[2] ابونعیم
[3] الطوالات از ابوالحسن قطان

النهار أرفق من ملائكة الليل۔[1]

حضرت محمد بن عبداللہ اسدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں عبدالصمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے آدمی کے جنازہ میں شریک ہوا تو وہ انکو تنبیہ کرتے تھے اور جلدی کزر رہے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں شام ہونے سے پہلے راحت پہنچاؤ تو ہم نے ان سے کہا اللہ آپ سے بھلا فرمائیں اس (شام سے پہلے پہلے دفن کرنے کے متعلق) آپ کوئی حدیث روایت کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں مجھے میرے باپ نے میرے دادا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ (قبر میں) دن کے فرشتے رات کے فرشتوں سے زیادہ نرم ہیں۔

ما جاء في الحافظين الكرام الكاتبين عليهما السلام

حافظین کراماً کاتبین علیہما السلام کے بارے میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔

وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ. كِرَاماً كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ.[2]

اور تم پر (تمہارے سب اعمال کے) یاد رکھنے والے (جو ہمارے نزدیک) معزز (اور تمہارے اعمال کے) لکھنے والے (ہیں) مقرر ہیں جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں (اور لکھتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔[3]

اور جب اس سے لیتے ہیں دو لینے والے ایک داہنے بیٹھا اور ایک بائیں۔ کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

انسان کے ساتھ پانچ فرشتے ہوتے ہیں

عن ابن جريج قال: ملكان أحدهما عن يمينه يكتب الحسنات، وملك عن يساره يكتب السيئات، فالذي عن يمينه يكتب بغير شهادة من صاحبه، والذي عن يساره يكتب السيئات،

---

[1] جمع الجوامع ۷۲۹۸، وعزاہ السیوطی لابن النجار عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، وفی الحدیث لفظ (ارأف) بدل لفظ (ارفق)، کنز العمال ۴۲۳۴۰

[2] الإنفطار: ۱۰۔۱۲

[3] ق: ۱۷۔۱۸

فالذی عن یمینه یکتب بغیر شهادة من صاحبه، والذی عن یساره لا یکتب إلا عن شهادة من صاحبه، إن قعد فأحدهما عن یمینه، والآخر عن یساره، وإن مشی فأحدهما أمامهن والآخر خلفه، وإن رقد فأحدهما عند رأسه، والآخر عند رجلیه. وقال ابن المبارك: وکل به خمسة أملاك: ملکان باللیل، وملکان بالنهار، یجیئان ویذهبان، وملك خامس لا یفارقه فیلا ولا نهارا.[1]

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں (کراما کاتبین) دو فرشتے ہیں ان میں سے ایک اس (انسان) کے داہنے رہتا ہے جو نیکیاں تحریر کرتا ہے اور ایک اس کے بائیں ہوتا ہے جو برائیں لکھتا ہے، پس جو اس کے داہنے ہوتا ہے وہ اتو اپنے ساتھی (فرشتہ) کی گواہی کے بغیر (نیکی) لکھدیتا ہے، مگر جو اس کے بائیں ہوتا ہے وہ اپنے ساتھی کی گواہی کے بغیر (کوئی برائی) نہیں لکھتا، اگر وہ (آدمی) بیٹھتا ہے تو ایک اس کے دائیں اور دوسرا اس کے بائیں ہوتا ہے، اور اگر وہ سوتا ہے تو ایک ان میں سے اس کے سر کے پاس ہوتا ہے، اور دوسرا اس کے پیچھے، اور اگر وہ سوتا ہے تو ایک ان میں سے اس کے سر کے پاس ہوتا ہے اور دوسرا اس کے پاؤں کی جانب ہوتا ہے حضرت ابن مبارک فرماتے ہیں دن اور رات کے فرشتے جدا جدا ہیں انسان کے ساتھ پانچ فرشتے مقرر کئے گئے ہیں دو فرشتے رات کے اور دو فرشتے دن کے جو (روزانہ) آتے جاتے رہتے ہیں اور پانچواں فرشتہ اس سے نہ تو رات کو جدا ہوتا ہے اور نہ دن کو جدا ہوتا ہے۔

عن قتادة فی قول الله (وَيُرۡسِلُ عَلَيۡكُمۡ حَفَظَةً) الأنعام:٦١ (قال: یحفظون علیك رزقك، وعملك، وأجلك، فإذا توفیت ذلك قبضت إلی ربك.[2]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد (ویرسل علیکم حفظة) (سورۃ انعام آیت ٦١) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ تیرے رزق، تیرے عمل اور تیری موت کی حفاظت کرتے ہیں جب تو ان کو پورا کرے گا تو اپنے رب کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

عن الحسن قال: الحفظة أربعة یعتقبونهك ملکان باللیل، وملکان بالنهار، تجتمع هذه الأملاك الأربعة عند صلاة الفجر وهو قوله (إِنَّ قُرۡآنَ الۡفَجۡرِ كَانَ مَشۡهُودًا).[3]

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں چاروں کراما کاتبین صبح کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔ محافظ چار (فرشتے) ہیں اس کے پاس دو فرشتے تو رات کو آتے ہیں اور دو دن کے وقت آتے ہیں یہ چاروں فرشتے صبح کی نماز کے وقت اکٹھے ہو جاتے ہیں اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ان قرآن الفجر کان مشھودا) (سورۃ

---

[1] ابن منذر، ابوالشیخ حدیث ٥١٩

[2] ابوالشیخ حدیث ٥٢١

[3] الإسراء:٧٨

اسراء) اور صبح کا قرآن بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

نماز فجر اور نماز عصر کے وقت محافظین فرشتے جمع ہوتے ہیں

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله ليه وسلم قال:) يتعاقبون فيكم ملائكة بالليل وملائكة بالنهار يجتمعون فى صلاة الفجر، وصلاة العصر، ثم يعرج الذين باتوا فيكم فيسألهم وهو أعلم: كيف تركتم عبادي؟ فيقولون: تركناهم وهم يصلون، وأتيناهم وهم يصلون (قال ابن حبان: فى هذا الخبر بيان واضح بان ملائكة الليل إنما تنزل والناس فى صلاة العصر، وحينئذ تصعد ملائكة النهار ضد قول من زعم أن ملائكة الليل تنزل بعد غروب الشمس.[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے آتے رہتے ہیں یہ فجر اور عصر کی نماز کے وقت جمع ہوتے ہیں پھر جنہوں نے تمہارے ساتھ رات گزاری وہ اوپر کو چلے جاتے ہیں تو ان سے اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں جب کہ وہ ان سے زیادہ باخبر ہوتے ہیں تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ عرض کرتے ہیں ہم نے جب انہیں چھوڑا تو بھی وہ (صبح کی) نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تو بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت امام بن حبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث میں واضح بیان (موجود) ہے کہ رات کے فرشتے اس وقت نازل ہوتے ہیں جب لوگ عصر کی نماز میں ہوتے ہیں اور اسی وقت دن کے فرشتے اوپر جاتے ہیں اور یہ حدیث ان لوگوں کی (بات کی) مخالفت کر رہی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رات کے فرشتے سورج غروب ہونے کے بعد اترتے ہیں۔

له معقبات کی تفسیر

عن ابن عباس فى قوله (لَهُ مُعَقِّبات)) الرعد:١١ (قال: هم الملائكة تعقب بالليل والنهار تكتب على ابن آدم.[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''له معقبات'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ وہ فرشتے ہیں جو رات کو اور دن کو آتے (جاتے) رہتے ہیں (اور) انسان (کے اعمال) لکھتے ہیں۔

عن مجاهد فى قوله تعالى (لَهُ مُعَقِّباتٌ) قال: الحفظ.[3]

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''له معقبات'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ (اس

---

[1] مسلم کتاب المساجد ب ۳۷، ۲۱۰:، ورواہ بنحوہ، النسائی کتاب الصلاۃ ۲۱، مسند احمد ۲/ ۴۸۶

[2] ابن منذر وابن ابی حاتم

[3] ابن المنذر

سے) محافظ (فرشتے) مراد ہیں۔

عن مجاهد فی قوله (لَهُ مُعَقِبات) قال: الملائكة تعاقب الليل والنهار۔[1]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لہ معقبات" کی یہ تفسیر میں فرماتے ہیں فرشتے رات دن باری باری آتے ہیں۔

وبلغنی أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: یجتمعون فیکم عند صلاة العصر وصلاة الصبح. وفی قوله تعالی (مِن بَینِ یَدَیهِ وَمِن خَلفِهِ)) الأحقاف: ۲۱ (قال: مثل قوله (عَنِ الیَمینِ وَعَنِ الشِمالِ)) ق: ۱۷ (الحسنات من بین یدیه، والسیئات من خلفه. الذی علی یمینه یکتب الحسنات، والذی علی یساره یکتب السیئات، والذی علی یمینه یکتب بغیر شهادة الذی علی یساره، والذی علی یساره لا یکتب إلا بشهادة الذی علی یمینه. فإن مشة کان أحدهما أمامه، والآخر وراءه: وإن قعد کان أحدهما علی یمینه، والآخر علی یساره. وإن رقد کان أحدهما عند رأسه. والآخر عند رجلیه. وفی قوله تعالی (یَحفَظُونَهُ مِن أَمرِ الله)(الرعد: ۱۱) قال یحفظون علیه۔[2]

مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس عصر اور صبح کی نماز کے وقت جمع ہوتے ہیں۔ اور آیت "مِن بَینِ یَدَیهِ وَمِن خَلفِهِ" کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ آیت "عَنِ الیَمینِ وَعَنِ الشِمالِ" کی تفسیر طرح ہے یعنی نیکیاں اس کے سامنے ہوں گی اور گناہ اس کے پیچھے ہوں گے۔ جو انسان کے دائیں کندھے پر ہے وہ نیکیاں لکھتا ہے اور جو بائیں کندھے پر ہے وہ برائیاں لکھتا ہے۔ اور وہ جو دائیں طرف ہے وہ بائی طرف والے کی شہادت کے بغیر نیکیاں لکھتا ہے اور وہ جو بائیں طرف ہے وہ دائیں طرف والے کی شہادت کے بغیر گناہ نہیں لکھتا۔ پس جب انسان چلتا ہے تو ان مین سے ایک اس کے آگے ہوتا ہے اور ایک اس کے پیچھے ہوتا اور اگر وہ بیٹھتا ہوتا ہے تو ان میں سے ایک اس کے دائیں ہوتا ہے اور ایک اس کے بائیں اور اگر وہ سوتا ہے تو ان میں سے ایک اس کے سر کے پاس ہوتا ہے اور ایک کے پاؤں کی طرف ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد "" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ (یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

کراماً کاتبین اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے محافظ ہیں

عن عطاء فی قوله (لَهُ مُعَقِباتٌ) قال: هم الکرام الکاتبون، حفظة من الله علی ابن آدم أمروا به۔[3]

---

[1] ۔ ابن المنذر

[2] ۔ ابن منذر

[3] ۔ ابو الشیخ

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کراما کاتبین ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے محافظ ہیں اور اسی کام پر مقرر ہیں۔

عن مجاهد فی قوله تعالیٰ: (إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ) (ق:١٧) (قال: مع كل إنسان ملكان: ملك عن يمينه، وآخر عن شماله، فأما الذی عن يمينه فيكتب الخير، وأما الذی عن شماله فيكتب الشر.[1]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہیں ایک فرشتہ اس کے دائیں ہے اور دوسرا اس کے بائیں، پس جو اس کے دائیں ہے اچھائی لکھتا ہے اور جو اس کے بائیں ہے وہ گناہ لکھتا ہے۔

انسان کی زبان کراما کاتبین کا قلم اور اس کی لعاب انکی سیاہی ہے

عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله لطف الملكين الحافظين حتى أجلسهما على الناجذين، وجعل لسانه قلمهما وريقه مدادهما.[2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حفاظت کرنے والے دونوں (کراما کاتبین) فرشتوں کو لطیف بنایا ہے حتیٰ کہ ان کو (انسان کے) دونوں ڈاڑھوں پر بٹھلایا ہے اس کی زبان کو ان کا قلم اور اس کی لعاب کو ان کی سیاہی بنایا ہے۔

گناہ لکھنے والے فرشتہ کا نام قعید ہے

عن مجاهد قال: اسم كاتب السيئات: قعيد.[3]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں گناہ لکھنے والے (فرشتہ) کا نام قعید ہے۔

جمعرات کے دن انسان کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں

عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ (مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ) ق ١٨ (قال: يكتب كل ما يتكلم به من خير أو شر حتى ليكتب قوله أكلت، شربت، ذهبت، جئت، رأيت، حتى إذا كان يوم الخميس عرض قوله وعمله فأقر منه ما كان من خير أو شر وألقى سائره.[4]

---

[1] ابن جریر

[2] دیلمی، جمع الجوامع: ۴۹۵۰، وعزاه السیوطی للدیلمی عن معاذ رضی اللہ عنہ، کنز العمال: ۷۹۸۱، ۳/الدر المنثور ۶/ ۱۰۳

[3] الحلیہ، ابو نعیم

[4] ابن جریر، ابن ابی حاتم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں نیکی یا بدی کی جو بات بھی کوئی (انسان) کہتا ہے اسے لکھا جاتا ہے حتی کہ اس کی یہ بات کہ "میں نے کھایا، پیا، گیا، آیا، دیکھا، بھی لکھا جاتا ہے جب جمعرات کا دن ہوتا ہے تو اس کا قول و عمل سب پیش کیا جاتا ہے تو جو کچھ نیکی اور بدی سے متعلق ہوتا ہے اس کو برقرار رکھا جاتا ہے اور باقی سب کچھ مٹا دیا جاتا ہے۔

صرف نیکی اور گناہ لکھے جاتے ہیں

عن ابن عباس فی قوله تعالی (ما يَلفِظُ مِن قَولٍ إِلا لَدَيهِ رَقيبٌ عَتيد) قال: إنما يكتب الخير والشر، لا يكتب: ياغلام أسرج الفرس، ويا غلام اسقني الماء۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ" (کی تفسیر) میں فرماتے ہیں نیکی اور گناہ (دونوں) لکھے جاتے ہیں (لیکن) اے غلام! گھوڑے پر زین کس دے اے غلام مجھے پانی پلا دے (وغیرہ) نہیں لکھے جاتے۔

جس عمل پر اجر یا سزا ہو وہ لکھا جاتا ہے

عن عكرمة قال: لا يكتب إلا ما يؤجر عليه ويؤزر عليه۔[2]

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جس عمل پر کوئی اجر دیا جائے گا یا سزا دی جائے گی صرف وہی (نامہ اعمال میں) لکھا جاتا ہے۔

جمعرات کے دن تک گناہ لکھنے والا مہلت دیتا ہے

عن ابن عباس قال: كاتب الحسنات عن يمينه يكتب حسناته وكاتب السيئات عن يساره فإذا عمل حسنة صاحب اليمين عشرا وإذا عمل سيئة قال صاحب اليمين لصاحب الشمال: دعه حتى يسبح أو يستغفر فإذا كان يوم الخميس كتب ما يجري به الخير والشر، ويلقي ما سوى ذلك ثم يعرض على أم الكتاب فيجده بجملته فيه۔[3]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں: نیکیاں لکھنے والا فرشتہ انسان کے داہنے طرف ہے جو اس کی نیکیاں تحریر کرتا ہے اور گناہ لکھنے والا اس کے بائیں ہے جب انسان کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اسے دہنی

---

[1] ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ وحاکم وصححہ

[2] ابوالشیخ

[3] ابن ابی الدنیا فی التوبہ

طرف والا دس نیکیاں لکھدیتا ہے اور جب انسان برائی کرتا ہے تو دہنی طرف والا بائیں والے کو کہتا ہے اسے مہلت دیدے کہ یہ تسبیح پڑھ لے یا استغفار کرلے (اور ان کی وجہ سے اس کا گناہ مٹ جائے)۔ لیکن جب جمعرات کا دن آتا ہے تو اس کے نیک وبد سب اعمال لکھدیئے جاتے ہیں نیکی اور بدی کے علاوہ کے سب اعمال مٹادیئے جاتے ہیں پھر اس اعمال نامہ کو ام الکتاب میں موجود ملتا ہے۔

جو عمل دائیں والا فرشتہ نہ لکھے اسے بائیں والا لکھتا ہے

عن حسان بن عطية قال: بينما رجل راكب على حمار إذ عثر به فقال: تعست فقال صاحب اليمين: ما هي بحسنة فأكتبها وقال صاحب الشمال: ما هي بسيئة فأكتبها. فنودي صاحب الشمال إن ما ترك صاحب اليمين فاكتبه.[1]

حضرت حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ایک آدمی گدھے پر سوار تھا کہ اچانک وہ گدھا اس سوار سمیت گر پڑا تو سوار نے کہا ''تو برباد ہو'' تو دائیں والے فرشتہ نے کہا یہ کوئی نیکی نہیں جسے میں لکھوں تو بائیں والے نے کہا یہ کوئی گناہ بھی نہیں ہے کہ میں لکھوں۔ تو بائیں والے کو حکم دیا گیا کہ جو کچھ دائیں والا نہ لکھے اسے تم لکھا کرو۔

انسان جو کچھ بولتا ہے لکھا جاتا ہے

عن مجاهد قال: يكتب على ابن آدم كل شيء يتكلم به حتى أنينه في مرضه.[2]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جو کچھ بھی انسان بولتا ہے وہ سب (اعمال نامہ میں) لکھا جاتا ہے حتی کہ وہ جب اپنی مرض میں کراہتا ہے (تو وہ بھی لکھا جاتا ہے)

مریض کا کراہنا اور آہیں بھی لکھی جاتی ہیں

عن مالك: أنه بلغه أن كل شيء يكتب حتى أنين المريض.[3]

حضرت امام مالک سے منقول ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ سب کچھ لکھا جاتا ہے حتی کہ مریض کا کراہنا اور آہیں بھرنا بھی لکھا جاتا ہے۔

دن اور رات کے الگ الگ کراما کاتبین ہیں

عن ابن عباس قال: جعل الله على ابن آدم حافظين في الليل وحافظين في النهار يحفظان عمله

---

[1] ابن ابی شیبہ، شعب الایمان للبیہقی

[2] ابن المنذر

[3] خطیب فی رواۃ مالک

ویکتبان أثرہ۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دو محافظ رات کے لئے مقرر فرمائے ہیں اور دو دن کے لئے جو اس کے عمل کی حفاظت کرتے ہیں اور جب وہ عمل کر چکتا ہے تو اسے لکھ لیتے ہیں۔

کراماً کاتبین کا قلم اور سیاہی

عن علی قال: لسان الإنسان قلم الملك وریقه مداده۔[2]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا انسان کی زبان فرشتے کا قلم اور اس کا لعاب اس کی سیاہی ہے۔

گناہگار کو مہلت دی جاتی ہے

عن الأحنف بن قیس فی قوله تعالی: (عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ) قال: صاحب الیمین یکتب الخیر وهو أمیر علی صاحب الشمال، فإن أصاب العبد خطیئة قال: أمسك، فإن استغفر الله تعالی نهاہ أن یکتبها، وإن أبی إلا أن یصر کتبها۔[3]

حضرت احنف بن قیس سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں دائیں طرف والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور یہ بائیں طرف والے کا امیر (بھی) ہے۔ اگر انسان گناہ کرے تو یہ کہتا ہے ٹھہرا جاؤ اگر یہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگ لے تو اسے یہ گناہ لکھنے سے منع کر دیتا ہے اور اگر وہ انسان گناہ نہ چھوڑے اس پر ڈٹا رہے تو وہ اس گناہ کو لکھوا دیتا ہے۔

گناہگار تین پہر تک توبہ کر لے تو گناہ نہیں لکھا جاتا

عن حسان بن عطیة قال: تذاکروا مجلسا فیه مکحول وابن أبی زکریا أن العبد إذا عمل خطیئة لم یکتب علیه ثلاث ساعات فإن استغفر، وإلا کتبت علیه۔[4]

حضرت حسان بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، ایک مجلس میں ایک مذاکرہ ہوا جس میں حضرت مکحول رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ابی زکریا رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جس میں یہ بیان ہوا کہ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو تین پہر تک اگر استغفار کر لے تو نہیں لکھا جاتا ہے ورنہ لکھ دیا جاتا ہے۔

---

[1] ابن جریر

[2] الصمت لابن ابی الدنیا

[3] ابن ابی الدنیا، ابن المنذر

[4] ابوالشیخ فی تفسیرہ

چھ پہر تک گناہگار سے فرشتہ قلم روک لیتا ہے

عن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن صاحب الشمال ليرفع القلم ست ساعات عن العبد المسلم المخطىء فإن ندم واستغفر الله تعالى منها ألقاها عنه وإلا كتبها واحدة۔[1]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بائیں ہاتھ والا (فرشتہ) خطاءکار مسلمان بندہ سے چھ پہر تک اپنا قلم روکے رکھتا ہے اگر تو وہ اپنے گناہ پر شرمندہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کا استغفار کرلے تو (وہ فرشتہ) اسکا گناہ اس سے ہٹا دیتا ہے ورنہ صرف ایک گناہ لکھ دیتا ہے۔

ایک نیکی کا بدلہ دس نیکیوں سے

عن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صاحب اليمين أمير على صاحب الشمال، فإذا عمل العبد حسنة كتبت بعشر أمثالها، وإذا عمل سيئة فأراد صاحب الشمال أن يكتبها قال صاحب اليمين: أمسك فيمسك ست ساعات، أو سبع ساعات، فإن استغفر الله تعالى منها لم تكتب عليه شيئا وإن لم يستغفر الله كتب عليه سيئة واحدة۔[2]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دائیں طرف والا (فرشتہ) بائیں طرف والے (فرشتہ) کا سردار ہے جب کوئی بندہ نیک عمل کرتا ہے تو اس جیسی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب وہ کوئی گناہ کرتا ہے تو بائیں طرف والا (فرشتہ) اسے لکھنے کا ارادہ کرتا ہے تو دائیں والا کہتا ہے رک جاؤ تو وہ چھ گھڑیاں یا سات گھڑیاں رک جاتا ہے پس اگر وہ (اس وقت میں) اللہ تعالیٰ سے اس کا استغفار کرلے تو وہ کچھ بھی نہیں لکھتا اور اگر وہ اللہ سے استغفار نہ کرے تو اس کا ایک گناہ لکھ دیتا ہے۔

وقت نزع میں کراما کاتبین کا کلمہ کا انتظار

عن الفضل بن عيسى قال: إذا احتضر الرجل قيل للملك الذى كان يكتب له: كف قال: وما يدريني لعله يقول: لا إله إلا الله فأكتبها له؟؟۔[3]

حضرت فضل بن عیسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، جب انسان پر موت کی حالت طاری ہوتی ہے تو وہ اس

---

[1] الطبرانی فی الکبیر ۸/۲۱۸، ورواہ بلفظہ مع اختلاف یسیر فی الالفاظ، کنز العمال: ۱۰۱۹۲، جمع الجمع: ۶۶۲۴، حلیۃ الاولیاء ۶/۱۲۴، مجمع الزوائد ۱۰/۲۰۷

[2] کنز العمال: ۱۰۲۱۲، وعزاہ السیوطی للطبرانی عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ

[3] ابن ابی الدنیا، ابن عساکر

کے فرشتہ سے کہا جاتا ہے اب ٹھہر جا (اسکا اعمال نامہ لپیٹ دے) تو وہ کہتا ہے نہیں، مجھے کیا معلوم شاید یہ (کلمہ طیبہ) لا الہ الا اللہ پڑھ لے اور میں اس کے لئے اسے لکھ دوں۔ (اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہو جائے)

انسان کی وفات کا علم سب سے پہلے کس فرشتہ کو ہوتا ہے؟

عن عقبة بن عامر قال: أول من يعلم بموت العبد: الحافظ، لأنه يعرج بعمله وينزل برزقه فإذا لم يخرج له رزق علم أنه ميت۔[1]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، سب سے پہلے انسان کی موت کا جس کو علم ہوتا ہے وہ حافظ (انسان کی حفاظت کرنے والا فرشتہ) کیونکہ وہی انسان کے اعمال کو اوپر لے جاتا ہے اور وہی اس کا رزق لیکر (زمین پر) اترتا ہے جب اس کا رزق اسے نہ ملے تو وہ جان لیتا ہے کہ اس کی موت آنے والی ہے۔

ملائکہ انسانوں کے اعمال لے جاتے ہیں

عن جابر بن عبد الله قال: حدثني رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الملك يرفع العمل للعبد يرى أن في يديه سرورا حتى ينتهي إلى الميقات الذي وصف الله له، فيضع العمل فيه فيناديه الجبار عز وجل من فوقه: ارم بما معك في سجين فيقول الملك: ما رفعت إليك إلا حقا فيقول: صدقت، ارم بما معك في سجين۔[2]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی کہ فرشتہ انسان کے عمل کو اٹھا لے جاتا ہے اور اپنے ہاتھوں میں کچھ سرور بھی محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اس مقام تک جا پہنچتا ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ نے اسے ٹھہرنے کا حکم دیا ہے تو یہ اس عمل کو اس میں رکھ دیتا ہے تو اللہ عز وجل اوپر سے ندا فرماتے ہیں جو کچھ تیرے پاس ہے اسے سجین (ساتویں زمین سے بھی نیچے) پھینک دے۔ تو وہ فرشتہ عرض کرتا ہے تو آپ کے پاس لاحق لایا ہوں تو بھی (اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں جو کچھ تیرے پاس ہے اسے سجین میں پھینک دے (کیونکہ اس عمل کی حقیقت سے میں واقف ہوں تم نہیں)۔

شیطان گناہ مٹا کر نیکیاں لکھتا ہے

عن أبي مالك الأشعري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا نام ابن آدم قال الملك للشيطان: أعطني صحيفتك فيعطيه إياها، فما وجد في صحيفته من حسنة محا بها عشر سيئات من صحيفة الشيطان و كتبهن حسنات، فإذا أراد أحدكم أن ينام فليكبر ثلاثا وثلاثين، ويحمد

---

[1] ابن ابی الدنیا والحاکم

[2] الدر المنثور ۶/۳۲۵، وذكره بنحوه وعزاه السيوطي لابن مردويه عن جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہ

أربعا وثلاثين تحميدة، ويسبح ثلاثا وثلاثين تسبيحة فتلك مائة۔[1]

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی انسان سوجاتا ہے تو اکراما کاتبین شیطان سے کہتا ہے اپنا صحیفہ مجھے دیدے تو وہ اسے دیدیتا ہے تو وہ فرشتہ اپنے صحیفہ میں جہاں ایک نیکی پاتا ہے تو اس کی جگہ شیطان کے صحیفہ سے دس گناہ مٹادیتا ہے اور انہیں نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ پس جب بھی تم میں سے کوئی سونے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہہ لے اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہہ لے اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہہ لے۔ تو یہ سو (نیکیاں) ہوجائیں گی۔

نیکیوں کی کثرت

عن سلمان الفارسي قال: قال رجل: الحمد لله كثيرا فأعظمها الملك أن يكتبها حتى راجع فيها ربه فقال: اكتبها كما قال عبدي كثيرا۔[2]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے الحمد للہ کثیرا کہا تو کراما کاتبین نے اس تعریف کو لکھنے سے زیادہ سمجھا یہاں تک کہ فرشتے نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے لکھ جس طرح میرے بندے نے زیادہ کہا ہے۔

راوی حدیث حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، مجوسی نام مابہ تھا، اسلام کے بعد سلمان رکھا گیا اور بارگاہِ نبوت سے سلمان الخیر لقب ملا، ابوعبداللہ، کنیت ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے: مابہ ابن بوذخشان بن مورسلان بن یہوذان بن فیروز ابن سہرک۔

قبل اسلام: حضرت سلمان کے والد اصفہان کے جی نامی قریہ کے باشندہ اور وہاں کے زمیندار و کاشتکار تھے، ان کو حضرت سلمان سے اس قدر محبت تھی کہ ان کو لڑکیوں کی طرح گھر کی چاردیواری سے نکلنے نہ دیتے تھے، آتشکدہ کی دیکھ بھال ان ہی کے متعلق رکھی تھی؛ چونکہ مذہبی جذبہ سلمان میں ابتداء سے تھا، اس لیے جب تک آتش پرست رہے اس وقت تک آتش پرستی میں سخت غلو رہا اور نہایت سخت مجاہدات کیے، شب وروز آگ کی نگرانی میں مشغول رہتے تھے؛ حتی کہ ان کا شمار ان پجاریوں میں ہوگیا تھا جو کسی وقت آگ کو بجھنے نہ دیتے تھے۔

مجوسیت سے نفرت اور عیسویت کا میلان: زمین ہی ان کے باپ کے معاش کا ذریعہ تھی؛ اس لیے زراعت

---

[1] الطبرانی فی الکبیر ۳/۳۳۶، ورواہ بلفظہ، مجمع الزوائد ۱۰/۱۲۱، ۱۲۲، وفیہ محمد بن اسماعیل بن عیاش وھو ضعیف، تفسیر ابن کثیر ۶/۱۳۷، جمع الجوامع: ۳۶۸۱، کنز العمال: ۴۱۳۰۷، الدر المنثور ۵/۸۰، قال الغماری اسنادہ ضعیف

[2] الزہد، احمد

کی نگرانی وہ بذاتِ خود کرتا تھا، ایک دن وہ گھر کی مرمت میں مشغولیت کی وجہ سے کھیت پر خود نہ جاسکا اور اس کی دیکھ بھال کے لیے سلمان کو بھیج دیا، ان کو رستہ میں ایک گرجا ملا، اس وقت اس میں عبادت ہو رہی تھی، نماز کی آوازیں سن کر دیکھنے کے لیے گرجے میں چلے گئے، نماز کے نظارہ سے ان کے دل پر خاص اثر ہوا اور مزید حالات کی جستجو ہوئی، عیسائیوں کا طریقہ عبادت اس قدر بھایا کہ بے ساختہ زبان سے نکل آیا کہ یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے؛ چنانچہ کھیتوں کا خیال چھوڑ کے اسی میں محو ہو گئے، عبادت ختم ہونے کے بعد عیسائیوں سے پوچھا کہ اس مذہب کا سرچشمہ کہاں ہے؛ انہوں نے کہا کہ شام میں، پتہ پوچھ کر گھر واپس آئے، باپ نے پوچھا کہ اب تک کہاں رہے؟ جواب دیا کہ کچھ لوگ گرجے میں عبادت کر رہے تھے، مجھ کو ان کا طریقہ ایسا بھلا معلوم ہوا کہ غروب آفتاب تک وہیں رہا، باپ نے کہا: وہ مذہب تمہارے مذہب کا پاسنگ بھی نہیں، جواب دیا، بخدا! وہ مذہب ہمارے مذہب سے کہیں برتر ہے، اس جواب سے ان کے باپ کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں یہ خیال تبدیل مذہب کی صورت میں نہ ظاہر ہو، اس لیے بیڑیاں پہنا کر مقید کر دیا؛ مگر ان کے دل میں تلاشِ حق کی تڑپ تھی، اس لیے عیسائیوں کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام کے تاجر آئیں تو مجھ کو اطلاع دینا؛ چنانچہ جب وہ آئے تو اُن کو خبر کر دی؛ انھوں نے کہا کہ جب وہ واپس ہوں تو مجھے بتلانا؛ چنانچہ جب کاروانِ تجارت واپس لوٹنے لگا، ان کو خبر کی گئی، یہ بیڑیوں کی قید سے نکل کر ان کے ساتھ ہو گئے، شام پہنچ کر دریافت کیا کہ یہاں سب سے بڑا مذہبی شخص کون ہے؟ لوگوں نے وہاں کے پادری کا پتہ دیا، اس سے جا کر کہا کہ مجھ کو تمہارا مذہب بہت پسند ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کروں اور مجھ کو اس مذہب میں داخل کرو۔

تبدیل مذہب: چنانچہ وہ مجوسیت کے آتشکدے سے نکل کر آسمانی باپ کی بادشاہت کی پناہ میں آ گئے؛ مگر یہ پادری بہت بدکردار اور بداخلاق تھا، لوگوں کو صدقہ کرنے کی تلقین کرتا اور جب اس کے قبضہ میں آ جاتا تو فقراء اور مساکین کو دینے کی بجائے خود لے لیتا؛ حتی کہ سونے اور چاندی کے سات مٹکے اس کے پاس جمع ہو گئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس کی حرص اور آز کو دیکھ کر پیچ و تاب کھاتے تھے؛ مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے، اتفاق سے وہ مر گیا، عیسائی شان و شوکت سے اس کی تجہیز و تکفین کرنے کو جمع ہو گئے، اس وقت انھوں نے سارا اعمالنامہ ان لوگوں کے سامنے کھول کر رکھ دیا؛ انہوں نے ان کو لے جا کر اس کے اندوختہ کے پاس کھڑا کر دیا، تلاشی لی گئی تو واقعی سات مٹکے سونے چاندی سے بھرے ہوئے برآمد ہوئے، عیسائیوں نے اس کی سزا میں دفن کرنے کے بجائے اس کی نعش کو صلیب پر لٹکا کر سنگ سار کیا، اس کی جگہ دوسرا پادری مقرر ہوا، یہ بڑا عابد و زاہد اور تارک الدنیا تھا، شب و روز عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتا، سلمان اس سے بہت مانوس ہو گئے اور دلی محبت کرنے لگے اور آخر تک اس کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے، جب اُس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس سے کہا کہ میں آپ کے پاس عرصہ تک نہایت لطف و محبت کے ساتھ رہا، اب آپ کا وقت آخر ہے، اس لیے آئندہ کے لیے مجھ کو کیا

ہدایت ہوتی ہے، اس نے کہا کہ میرے علم میں کوئی ایسا عیسائی نہیں ہے جو مذہب عیسوی کا سچا پیرو ہو، سچے لوگ مرکھپ گئے اور موجودہ عیسائیوں نے مذہب کو بہت کچھ بدل دیا ہے؛ بلکہ بہت سے اصول تو سرے سے چھوڑ ہی دیے ہیں، ہاں موصل میں فلاں شخص ہے جو دین حق کا سچا پیرو ہے تم جا کر اس سے ملاقات کرنا۔

موصل کا سفر: اس پادری کی موت کے بعد حق کی جستجو میں وہ موصل پہنچے اور تلاش کر کے اس سے ملے اور اپنا واقعہ بیان کیا کہ فلاں پادری نے مجھ کو ہدایت کی تھی کہ آپ کے یہاں ابھی تک حق کا سرچشمہ اُبلتا ہے اور میں آپ سے مل کر اپنی تشنگی فرو کرنا چاہتا ہوں، اس نے ان کو ٹھہرالیا پہلے پادری کی رائے کے مطابق یہ پادری درحقیقت بڑا متقی اور پاکباز تھا، اس لیے انھوں نے اس کے پاس مستقل قیام کرلیا؛ مگر تھوڑے دنوں کے بعد اسکا وقت بھی آ گیا، آئندہ کے متعلق حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی وصیت کی خواہش کی، اس نے نصیبین میں ایک شخص کا پتہ بتایا۔

نصیبین کا سفر: چنانچہ اس کی موت کے بعد آپ نصیبین پہنچے اور اس پادری سے ملکر دوسرے پادری کی وصیت بتلائی، یہ اسقف بھی پہلے دونوں اسقفوں کی طرح بڑا عابد اور زاہد تھا، سلمان یہاں مقیم ہوکر اس سے روحانی تسکین حاصل کرنے لگے، ابھی کچھ ہی دن اس کی صحبت سے فیض اُٹھایا تھا کہ اس کا وقت بھی آخر ہو گیا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے گذشتہ اسقفوں کی طرح اس سے بھی آئیندہ کے متعلق مشورہ طلب کیا، اس نے عموریہ میں گوہر مقصود کا پتہ دیا۔

عموریہ کا سفر: چنانچہ اس کی موت کے بعد انھوں نے عموریہ کا سفر کیا اور وہاں کے اسقف سے مل کر پیام سنایا اور اس کے پاس مقیم ہو گئے، کچھ بکریاں خرید لیں، اس سے مادی غذا حاصل کرتے تھے اور صبر وشکر کے ساتھ روحانی غذا اسقف سے حاصل کرنے لگے، جب اس کا پیمانۂ حیات بھی لبریز ہو گیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنی سرگذشت سنائی کہ اتنے مراتب طے کرتا ہوا آپ کے پاس پہنچا تھا، آپ بھی آخرت کا سفر کرنے کو آمادہ ہیں، اس لیے میرا کوئی سامان کرتے جایئے، اس نے کہا: بیٹا میں تمہارے لیے کیا سامان کروں؟ آج دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں ہے کہ جس سے ملنے کا میں تمھیں مشورہ دوں؛ البتہ اب اس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے، جو ریگستانِ عرب سے اُٹھ کر دینِ ابراہیم علیہ السلام کو زندہ کرے گا اور کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کریگا، اس کے علامات یہ ہیں کہ وہ ہدیہ قبول کریگا؛ لیکن صدقہ کو اپنے لیے حرام سمجھے گا، اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی؛ اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا۔

اسقف کی بشارت اور عرب کا سفر: اس پادری کے مرنے کے بعد کچھ عرصہ تک عموریہ میں رہے، کچھ دنوں بعد بنوکلب کے تاجر ادھر سے گذرے، آپ نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھ کو عرب پہنچادو تو میں اپنی گائیں اور بکریاں تمھاری نذر کردونگا، وہ لوگ تیار ہو گئے۔

غلامی: لیکن ان عربوں نے وادی القریٰ میں پہنچ کر ان کو دھوکا دیا اور ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر ڈالا، کھجور کے درخت نظر آئے تو آس بندھی کہ شاید یہی وہ منزلِ مقصود ہے جس کا اسقف نے پتہ دیا تھا، تھوڑے دن قیام کیا تو یہ اُمید بھی منقطع ہوگئی، آقا کا چچازاد بھائی مدینہ سے ملنے آیا، اس نے سلمان رضی اللہ عنہ کو اس کے ہاتھ بیچ دیا۔

غلامی اور مدینہ کا سفر: وہ اپنے ساتھ ان کو مدینہ لے چلا اور سلمان غلامی در غلامی کی رسوائی سہتے ہوئے مدینہ پہنچے؛ مگر ہاتفِ غیب تسکین دے رہا تھا کہ یہ غلامی نہیں ہے۔

درحقیقت اس غلامی پر جو مقصود وعالم کے آستانے تک پہنچانے کا ذریعہ بن جائے ہزاروں آزادیاں قربان ہیں، جوں جوں محبوب کی منزل قریب آتی جاتی تھی کشش بڑھتی جاتی تھی اور آثار وعلامات بتاتے تھے کہ شاہدِ مقصود کی جلوہ گاہ یہی ہے، اب ان کو پورا یقین ہوگیا اور دیدار جمال کی آرزو میں یہاں دن کاٹنے لگے؛ اس وقت آفتاب رسالت مکہ پر تو افگن ہو چکا تھا؛ لیکن جور وستم کے بالدوں میں چھپا تھا، سلمان رضی اللہ عنہ کو آقا کی خدمت سے اتنا وقت نہ ملتا کہ خود اس کا پتہ لگاتے، آخر انتظار کرتے کرتے وہ روزِ مسعود بھی آگیا کہ مکہ کا آفتاب عالمتاب مدینہ کے افق پر طلوع ہوا، حرماں نصیب سلمان کی شبِ ہجر تمام ہوئی اور صبح اُمید کا اُجالا پھیلا، یعنی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، سلمان کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے کچھ درست کر رہے تھے اور آقا نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ اس کے چچازاد بھائی نے آکر کہا کہ خدا بنی قیلہ کو غارت کرے، سب کے سب قبا میں ایک شخص کے پاس جمع ہیں، جو مکہ سے آیا ہے، یہ لوگ اس کو نبی سمجھتے ہیں، سلمان کے کانوں تک اس خبر کا پہنچنا تھا کہ یارائے ضبط باقی نہ رہا، صبر وشکیب کا دامن چھوٹ گیا، بدن میں سنسناہٹ پیدا ہوگئی اور قریب تھا کہ کھجور کے درخت سے فرشِ زمین پر آجائیں؛ اسی مدہوشی کے عالم میں جلد از جلد درخت سے نیچے اُترے اور بدحواسی میں بے تحاشا پوچھنے لگے، تم کیا کہتے ہو؟ آقا نے اس سوال پر گھونسا مار کر ڈانٹا کہ تم کو اس سے کیا غرض، تم اپنا کام کرو، اس وقت سلمان خاموش ہوگئے؛ لیکن اب صبر کسے تھا کھانے کی کچھ چیزیں پاس تھیں ان کے لے کر دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں اور کچھ غریب الدیار اور اہلِ حاجت آپ کے ساتھ ہیں، میرے پاس یہ چیزیں صدقہ کے لیے رکھی تھیں، آپ لوگوں سے زیادہ ان کے مستحق کون ہوسکتے ہیں؟ اس کو قبول فرمایئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگوں کو کھانے کا حکم دیا؛ مگر خود نوش نہ فرمایا؛ اس طرح سے سلمان رضی اللہ عنہ کو نبوت کی ایک علامت کا مشاہدہ ہوگیا کہ نبی صدقہ نہیں قبول کرتا، دوسرے دن پھر ہدیہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کل آپ نے صدقہ کی چیزیں نہیں نوش فرمائی تھیں، آج یہ ہدیہ قبول فرمایئے، آپ نے قبول فرمایا، خود بھی نوش کیا اور دوسروں کو بھی دیا، اس طرح سے دوسری نشانی یعنی مہرِ نبوت کی بھی زیارت کی اور باچشم پرنم آپ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: سامنے آؤ! وہ سامنے آئے اور اپنی ساری سرگذشت سنائی؛ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دلچسپ داستان اپنے تمام اصحاب کو سنوائی۔

اسلام: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ جب اپنا گوہر مقصود پاچکے تو اس دولت کو اپنے دل کے خزانے میں رکھ کر آقا کے گھر واپس آئے، اتنے مرحلوں کے بعد وہ دین سے ہم آغوش ہوئے۔

آزادی: غلامی کی مشغولیت کے باعث فرائضِ مذہبی ادا نہ کرسکتے تھے؛ اسی وجہ سے غزوۂ بدرواُحد میں شریک نہ ہوسکے، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنے آقا کو معاوضہ دے کر آزادی حاصل کرلو، تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں سے سفارش فرمائی کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، سب نے حسب حیثیت کھجور کے درخت دیے، اس طریقہ سے تین سو درخت ان کو مل گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے ان کو بٹھایا اور زمین وغیرہ ہموار کر کے ایک شرط پوری کردی، اب سونے کی ادائیگی باقی رہ گئی اس کا سامان بھی خدا نے کردیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غزوہ میں مرغی کے بیضہ کے برابر سونا مل گیا، آپ نے سلمان کو دے دیا، یہ وزن میں ٹھیک چالیس اُوقیہ تھا، اس سے گلوخلاصی حاصل کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے۔[1]

مواخات: غلامی سے آزادی کے بعد مسلمانوں کے ساتھ مستقل اقامت اختیار کی، اس وقت بالکل غریب الدیار تھے، کوئی شناسا نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی مہاجرین کی طرح ان سے اور ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مواخاۃ کرادی۔[2]

غزوات: بدر واحد کی لڑائیاں ان کی غلامی کے زمانہ میں ختم ہوچکی تھیں، آزادی کے بعد پہلا غزوۂ خندق پیش آیا، اس میں انھوں نے اپنے حسن تدبیر سے دونوں لڑائیوں کی تلافی کردی، غزوۂ خندق میں تمام عرب کا ٹڈی دل مسلمانوں کے خلاف امنڈ آیا تھا کہ ان کا کامل استیصال کردے، حملہ خود مدینہ پر تھا، جس کے چاروں طرف نہ قلعہ تھا، نہ فصیل تھی اور مقابلہ بھی سخت تھا، ایک طرف کفار کی تعداد ریگستانِ عرب کے ذروں کے برابر تھی اور دوسری طرف مٹھی بھر مسلمان تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں سے مشورہ کیا، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چونکہ ایران کی صف آرائیاں دیکھے ہوئے تھے، اس لیے جنگی اصولوں سے اچھی طرح واقف تھے؛ چنانچہ انہوں نے مشورہ دیا کہ اس انبوہ کا کھلے میدان مقابلہ کرنا اچھا نہیں ہے؛ بلکہ مدینہ کے چاروں طرف خندقیں کھود کر شہر کو محفوظ کردینا چاہیے، یہ تدبیر مسلمانوں کو بہت پسند آئی اور اسی پر عمل کیا گیا۔[3]

---

[1] ماخوذ از مسند احمد بن حنبل: ۵/۴۱ تا ۴۴

[2] بخاری: ۲/۸۹۸،

[3] ابن سعد: ۲/۴۸

خندق کی کھودائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہ نفسِ نفیس شریک ہوئے تھے اور مٹی ڈھوتے ڈھوتے شکم مبارک مٹی سے اٹ گیا تھا اور رجزیہ اشعار زبانِ مبارک پر جاری تھے (بخاری، کتاب المغازی، غزوۂ خندق) ذیقعدہ سنہ ۵ھ میں طرفین میں جنگ شروع ہوئی، عربوں کو اس طریقۂ جنگ سے واقفیت نہ تھی وہ آئے تو تھے کہ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے؛ مگر یہاں آکر دیکھا کہ ان کے اور مدینہ کے بیچ میں خندق کی فصیل حائل ہے، وہ ۲۲/دن تک مسلسل محاصرہ کیے پڑے رہے؛ مگر شہر تک پہنچنا ان کو نصیب نہ ہوا اور آخر کارنا کام واپس پھر گئے، غزوۂ خندق کے علاوہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تمام لڑائیوں میں مسلمانوں کے دوش بدوش شریک رہے (مسند ابن حنبل:۵/۴۴۱) اور غزوۂ خندق کے بعد سے کوئی غزوہ ایسا نہیں ہوا جس میں شریک ہوکر دادِ شجاعت نہ دی ہو۔[1]

عہدِ صدیقی اور عراق: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ عرصہ تک مدینہ میں رہے، عہد صدیقی کے آخر یا عہد فاروقی کی ابتداء میں انہوں نے عراق کی اور ان کے اسلامی بھائی ابودرداء رضی اللہ عنہ نے شام کی سکونت اختیار کرلی؛ یہاں کی اقامت کے بعد ابودرداء رضی اللہ عنہ کو خدا نے مال اور اولاد کی حیثیت سے بہت نوازا؛ انہوں نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ تم سے جدا ہونے کے بعد خدا نے مجھ کو مال و دولت اور اہل وعیال سے سرفراز کیا اور ارضِ مقدس کی سکونت کا شرف بخشا، انھوں نے جواب دیا کہ یادرکھو! مال و دولت اور اولاد کی کثرت میں کوئی خیر نہیں ہے؛ بلکہ خیر اس میں ہے کہ تمہارا حلم زیادہ ہو اور تمہارا علم تم کو نفع پہنچائے، محض ارضِ مقدس کا قیام کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ تمہارا عمل اس قابل نہ ہو اور عمل بھی اس طرح کا ہو کہ گویا خدا تم کو دیکھ رہا ہے اور تم اپنے کو مردہ سمجھو۔[2]

عہد فاروقی: ایران کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے اور چونکہ خود ایرانی تھے اس لیے فتوحات میں بہت قیمتی امداد پہنچائی؛ مگر اصول اسلام کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا، ایک ایرانی قصر کے محاصرہ کے وقت جارحانہ حملے کے پہلے محصورین کو سمجھادیا کہ میں بھی تمہارا ہم قوم تھا؛ لیکن خدا نے مجھ کو اسلام سے نوازا، تم لوگ عربوں کی اطاعت گزاری سے کسی طرح نہیں بچ سکتے، تم کو سمجھائے دیتا ہوں کہ اگر تم اسلام لاکر ہجرت کرکے ہم میں مل جاؤ تو تم کو اہلِ عرب کے حقوق دیئے جائیں گے اور جو قانون ان کے لیے ہے وہی تم پر جاری کیا جائے گا اور اگر اسلام نہیں قبول کرتے اور صرف جزیہ منظور کرتے ہو تو ذمیوں کے حقوق تم کو ملیں گے اور ان کا قانون تم پر نافذ کیا جائے گا، تین دن تک برابر تبلیغ کا فرض ادا کرتے رہے، جب کوئی اثر نہ ہوا تو حملہ کا حکم دے دیا اور مسلمانوں نے قصرِ

---

[1] اُسد الغابہ:۳۳۰

[2] اسد الغابہ:۲/۲۳

مذکور بزورِ شمشیر فتح کرلیا۔[1]

فتح جلولا میں بھی شریک تھے اور وہاں مشک کی ایک تھیلی ان کے ہاتھ آئی تھی (ابن سعد: ۴/۶۶) جس کو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں کام میں لائے۔

گورنری: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدائن کی حکومت پر سرفراز ہوئے، اس کی تفصیلات آئیندہ اخلاق وعادات میں آئیں گی؛ چونکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مقربین بارگاہِ نبوی میں سے تھے؛ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا بہت احترام کرتے تھے، ایک دفعہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اس وقت آپ ایک گدے پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے، سلمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر گدا ان کی طرف بڑھا دیا۔[2]

علالت: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیمار پڑے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عیادت کو گئے تو رونے لگے، سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوعبداللہ رونے کا کون سا مقام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سے خوش خوش دنیا سے اُٹھے، تم ان سے حوضِ کوثر پر ملو گے، بچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ملاقات ہوگی، کہا: خدا کی قسم میں موت سے نہیں گھبراتا اور نہ دنیا کی حرص باقی ہے، رونا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیاوی ساز وسامان ایک مسافر کے زادِ راہ سے زیادہ نہ ہو؛ حالانکہ میرے گرد اس قدر سانپ (اسباب) جمع ہیں، سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کل سامان جس کو سانپ سے تعبیر کیا تھا، ایک بڑے پیالے، ایک لگن اور ایک تسلہ سے زیادہ نہ تھا، اس کے بعد سعد رضی اللہ عنہ نے خواہش کی کہ مجھ کو کچھ نصیحت کیجئے، فرمایا: کسی کام کا قصد کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت اور تقسیم کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو (ابن سعد: ۴/۶۵) اس بیماری کے دوران میں اور احباب نے بھی نصیحت اور وصیت کی خواہش کی، فرمایا: تم میں سے جس سے ہوسکے اس کی کوشش کرے کہ وہ حج، عمرہ، جہاد، یا قرآن پڑھتے ہوئے جان دے دے اور فسق وفجور اور خیانت کی حالت میں نہ مرے۔[3]

وقت آخر آیا تو اپنی بیوی سے وہی مشک کی تھیلی منگائی اور اپنے ہاتھ سے پانی میں گھول کر اپنے چاروں طرف چھڑکوایا اور سب کو اپنے پاس سے ہٹادیا، لوگ تنہا چھوڑ کر ہٹ گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر گئے تو دیکھا کہ مرغ روح قفسِ خاکی سے پرواز کرچکا تھا۔

فضل وکمال: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے دن کا بڑا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزرتا تھا، اس لیے قدرۃً آپ علوم ومعارفِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کافی بہرہ ور ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

---

[1] مسند احمد بن حنبل: ۵/۴۴۱
[2] مستدرک حاکم: ۳/۵۹۹
[3] ابن سعد: ۴/۶۵

آپ کے مبلغ علم کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: ان کو علم اوّل اور علم آخر سب کا علم تھا اور وہ خود ایسا دریا تھے جو پایابی سے نا آشنا رہا، وہ ہمارے اہلِ بیت میں تھے، دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ علم وحکمت میں لقمانِ حکیم کے بار بر تھے۔[1]

علم اوّل سے مراد کتب سابقہ کا علم اور علم آخر سے مقصود آخری کتاب الٰہی یعنی قرآن کا علم ہے اور اہلِ بیت سے ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت واختصاص کی بنا پر اور اس لیے کہ عربوں میں ان کا کوئی خاندان نہ تھا، آپ نے ان کو یہ شرف بخشا کہ اعزازاً اپنے اہلِ بیت میں داخل کرلیا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو خود بھی بہت بڑے عالم اور صاحب کمال صحابی تھے ان کے کمال علم کے معترف تھے؛ چنانچہ ایک مرتبہ اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ چار آدمیوں سے علم حاصل کرنا، ان میں ایک سلمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی تھا۔[2]

ایک موقع پر خود زبانِ نبوت نے ان کے علم وفضل کی ان الفاظ میں تصدیق کی ہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ علم سے لبریز ہیں۔[3]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فضلائے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں تھے۔[4]

آپ کی کوششوں سے حدیث کا کافی حصہ اشاعت پذیر ہوا، آپ کی کوششوں سے حدیث کا کافی حصہ اشاعت پذیر ہوا، آپ کے مرویات کی تعداد ۶۰/ ہے، ان میں سے تین حدیثیں متفق علیہ ہیں، ان کے علاوہ ایک میں مسلم اور تین میں بخاری منفرد ہیں۔[5]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، ابوالطفیل رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، اوس بن مالک اور ابن عجرہ وغیرہ آپ کے زمرۂ تلامذہ میں ہیں۔

گو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ علم اوّل اور آخر کے امین تھے؛ تاہم حدیث بیان کرنے میں بہت محتاط تھے، اس لیے ان کی مرویات کی تعداد ۶۰/ سے زیادہ متجاوز نہ ہوئیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں لوگوں سے ایسی باتیں بیان کرتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کی حالت میں کسی سے فرمائی تھیں لوگ اس کی تصدیق کے لیے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ حذیفہ رضی اللہ

---

[1] ابن سعد: ۴/ ۶۶

[2] ابن سعد: ۴/ ۶۱

[3] ابن سعد: ۴/ ۶۱

[4] اسد الغابہ: ۲/ ۳۳۱

[5] تہذیب الکمال: ۷/ ۱۴

خود زیادہ اچھا جانتے ہیں، لوگوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے آکر کہا کہ ہم نے آپ کی بیان کردہ حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کو سنائی وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ تردید، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آکر سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جو کچھ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اس کی تصدیق کیوں نہیں کرتے، فرمایا بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کچھ غصہ میں کہہ دیتے تھے اور بعض اوقات خوش ہو کر کچھ فرما دیتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ تم اس قسم کی باتوں کو بیان کر کے کسی کو کسی کا دوست اور کسی کو کسی کا دشمن بنا دو گے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ خداوند غصہ کی حالت میں اگر کسی کے متعلق کوئی برا کلمہ نکل جائے تو اس کو بھی اس کے حق میں خیر کر دینا، پھر ان سے کہا کہ تم اس قسم کی باتوں سے باز آؤ نہیں تو میں عمر رضی اللہ عنہ کو آگاہ کر دونگا۔[1]

چونکہ وہ اسلام کے قبل عرصہ تک نصرانی رہ چکے تھے اس لیے عیسائی مذہب کے متعلق بھی کافی معلومات رکھتے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ سلمان رضی اللہ عنہ دو کتابوں کا علم رکھتے ہیں، کلام اللہ کا اور انجیل کا، مذہب عیسوی کے مسائل محض پادریوں کی زبانی نہیں سنے تھے؛ بلکہ خود انجیل کا مطالعہ کیا تھا؛ چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے توراۃ میں دیکھا ہے کہ کھانے کے بعد وضو کرنے سے برکت ہوتی ہے۔[2]

عام حالات میں تقرب بارگاہِ نبوی ﷺ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اس مخصوص زمرے میں تھے جس کو بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خاص تقرب حاصل تھا، مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے علاوہ کم لوگ ایسے تھے جو بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی پذیرائی میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ہمسری کر سکتے ہوں، غزوۂ خندق کے موقع پر جب مہاجرین اور انصار علیحدہ علیحدہ جمع ہوئے تو مہاجرین کہتے تھے کہ سلمان رضی اللہ عنہ ہمارے زمرہ میں ہیں، انصار کہتے تھے کہ ہماری جماعت میں ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان رضی اللہ عنہ ہمارے اہلِ بیت میں ہیں۔[3]

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سلمان رضی اللہ عنہ کی شب کی تنہائی کی صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ہم لوگوں (ازواج رضی اللہ عنھن) کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں ہماری باری کی رات بھی اس نشست میں نہ گزر جائے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے، علی رضی اللہ عنہ، عمار رضی اللہ عنہ اور سلمان فارسی

---

[1] مسند احمد بن حنبل: ۵/۴۱

[2] مسند احمد بن حنبل: ۵/۴۱

[3] مستدرک حاکم: ۳/۵۹۸

رضی اللہ عنہ کی۔[1]

آپ کے تقرب کی آخری مثال یہ ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے فدائی اسلام اور جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعض رفقاء کے بارے میں رنجیدہ ہو گئے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے) چند آدمیوں کے ساتھ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، ان تینوں بزرگوں نے کہا کہ خدا کی کوئی تلوار خدا کے دشمن (ابوسفیان) کے گردن پر نہیں پڑی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ سردار قریش کے متعلق زبان سے ایسا کلمہ نکالتے ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ شادی تم نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا؛ اگر تم نے ان لوگوں کو ناراضکیا تو گویا خدا کو ناراض کیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت نادم ہوئے اور آکر ان بزرگوں سے معذرت کی۔[2]

اخلاق وعادات: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ میں مذہبی جذبہ کی شدت فطری تھی، جس طرح آتش پرستی کے زمانے میں سخت آتش پرست اور نصرانیت کے زمانہ میں سخت عابد وزاہد نصرانی تھے؛ اسی طرح مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد السام کا مکمل ترین نمونہ بن گئے، ان کے اصل فضل وکمال کا میدان یہی ہے۔

زہد وتقویٰ: ان کا زہد وورع اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ جس کے بعد رہبانیت کی حد شروع ہو جاتی ہے، اس کی ادنی مثال یہ ہے کہ عمر بھر گھر نہیں بنایا، جہاں کہیں دیوار یا درخت کا سایہ ملتا پڑے رہتے، ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میں آپ کے لیے مکان بنادوں؟ فرمایا: مجھ کو اس کی حاجت نہیں، وہ پیہم اصرار کرتا رہا، یہ برابر انکار کرتے رہے، آخر میں اس نے کہا کہ آپ کی مرضی کے مطابق بناؤں گا، فرمایا: وہ کیسا؟ عرض کیا کہ اتنا مختصر کہ کھڑے ہوں تو سر چھت سے مل جائے اور اگر لیٹیں تو پیر دیواروں سے لگیں، فرمایا خیر اس میں کوئی مضائقہ نہیں؛ چنانچہ اس نے ایک جھونپڑی بنادی۔[3]

اس زہد کا اثر زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں تھا، مزخرفاتِ دنیاوی کو کبھی پاس نہ آنے دیا وفات کے وقت گھر کا پورا اثاثہ بیس بائیس درہم سے زیادہ کا نہ تھا، بستر میں معمولی سا بچھونا تھا اور دو اینٹیں جن کا تکیہ بناتے تھے، اس پر بھی روتے تھے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کا ساز وسامان ایک مسافر سے

---

[1] جامع ترمذی، مناقب سلمان

[2] مسلم: ۲/ ۶۲ ۳، مصر

[3] استیعاب: ۲/ ۵۷۶

زیادہ نہ ہونا چاہیے اور میرا یہ حال ہے۔[1]

یہ حالت زندگی کے ہر دور میں قائم رہی، جب امارت کے عہدے پر ممتاز تھے، اُس وقت بھی کوئی فرق نہ آیا، حسن بیان کرتے ہیں کہ سلمان رضی اللہ عنہ جب پانچ ہزار تنخواہ پاتے تھے اور تیس ہزار نفوس پر حکومت کرتے تھے، اس وقت بھی صرف ان کے پاس ایک عبا تھی جس میں لکڑیاں جمع کرتے تھے، اس کا آدھا حصہ بچھاتے تھے اور آدھا اوڑھتے تھے۔[2]

زہد وورع کا یہ حال تھا کہ خادم کو گوشت کی بوٹیاں گن کر دیا کرتے تھے کہ مبادا اس کی طرف سے کوئی سوء ظن نہ پیدا ہو۔

رہبانیت سے اجتناب: اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف رہبانیت کی طرف مائل تھے، مذہبی تشدد کے ساتھ ساتھ دنیاوی حقوق کا بھی پورا پورا لحاظ رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے، ان کے اسلامی بھائی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بڑے عابد وزاہد تھے رات بھر نماز پڑھتے تھے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان سے ملنے ان کے گھر جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بہت خراب حالت میں دیکھا، پوچھا تم نے کیا صورت بنا رکھی ہے؛ انھوں نے کہا کس کے لیے بناؤ سنگار کروں، تمہارے بھائی کو تو دنیا کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جب گھر آئے تو بڑے تپاک سے ملے اور کھانا منگوایا؛ مگر خود معذرت کی کہ میں روزے سے ہوں، فرمایا جب تک تم نہ کھاؤ گے میں نہ کھاؤں گا۔ پھر رات کو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان کے پاس ہی لیٹے اور ان کو دیکھتے ہی رہے، جب وہ عبادت کو اُٹھے تو روک کر فرمایا کہ تم پر تمہارے رب، تمہاری آنکھ اور تمہاری بیوی سب کا حق ہے، روزوں کے ساتھ افطار اور شب بیداری کے ساتھ سونا بھی ضروری ہے، اس کے بعد دونوں نے یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کیا، آپ نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سلمان رضی اللہ عنہ تم سے زیادہ مذہب کے واقف کار ہیں۔[3]

سادگی: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تصویر حیات میں تکلف کے آب ورنگ کے بجائے سادگی بہت غالب تھی جو ہر زمانہ میں یکساں قائم رہی، مدائن کی امارت کے زمانہ میں جب کہ شان وشوکت اور خدم وحشم وغیرہ تمام لوازم ان کے لیے مہیا ہو سکتے تھے، اس وقت بھی ان کی سادگی میں کوئی فرق نہیں آیا، لباس میں ایک عبا اور ایک اونچا پائجامہ ہوتا تھا؛ چونکہ ان کے سر کے بال گھنے اور کان لمبے لمبے تھے اس لی اس ایرانی ہیئت کو دیکھ

---

[1] مسند احمد بن حنبل: ۵/ ۴۳۸، ۴۳۹

[2] ابن سعد: ۴/ ۶۲

[3] استیعاب: ۳/ ۵۷۲

کرلوگ، گرگ آمد، گرگ آمد کہتے، ایک مرتبہ اسی امارت کے زمانہ میں اس شان وشوکت سے نکلے کہ سواری میں بلازین کا گدھا تھا، لباس میں ایک تنگ اور چھوٹی قمیص تھی، جو سواری پر سے کسی وجہ سے اُٹھ گئی تھی، جس سے گھٹنے بھی نہ چھپتے تھے، ٹانگیں کھلی ہوئی تھیں، لڑکے اس ہیئت کذائی میں دیکھ کران کے پیچھے لگ گئے، لوگوں نے یہ طوفانِ بدتمیزی دیکھا تو ڈانٹ کران کو ہٹایا کہ امیر کا پیچھا کیوں کرتے ہو، ایک دستہ فوج کی سرداری سپرد ہوئی، فوجی امارت کی شان وشوکت کا تو کیا ذکر یہاں معمولی سپاہی کی بھی وضع نہ تھی؛ چنانچہ فوجی نوجوان دیکھ کر ہنستے اور کہتے کہ یہی امیر ہیں؟ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی والدہ فرماتی ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدائن سے شام آئے، اس وقت وہاں کے گورنر تھے؛ مگر اپنی سادگی کی وجہ سے معمولی لباس اور ابتر حالت میں تھے، ان سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے کو اس قدر ابتر کیوں بنا رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آرام وراحت توصرف آخرت کے لیے ہے۔

ابوقلابہ راوی ہیں کہ ایک شخص حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے یہاں گیا، دیکھا تو بیٹھے آٹا گوندھ رہے ہیں، پوچھا خادم کہاں ہے؟ کہا کام سے بھیجا ہے، مجھ کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دودو کاموں کا باراس پر ڈالوں؛ اس غیرمعمولی سادگی کی وجہ سے لوگوں کوان پر اکثر مزدور کا دھوکا ہوجایا کرتا تھا، ایک مرتبہ ایک عبسی نے جانور کے لیے چارہ خریدا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھڑے تھے ان سے کہا کہ اس کو گھر تک پہنچادو، وہ اُٹھا کر لے چلے، راستہ میں لوگوں نے دیکھا تو کہنے لگے لائیے ہم پہنچادیں، یہ حال دیکھ کر عبسی نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، وہ سن کر بہت نادم ہوا اور کہا کہ آپ تکلیف نہ کیجئے، آپ نے فرمایا اس میں مجھے نیت کا ثواب ملتا ہے، اب میں اس بوجھ کو بغیر پہنچائے ہوئے نیچے نہیں رکھ سکتا۔

فیاضی: فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ بھی آپ کا نمایاں وصف تھا، جو کچھ آپ کو تنخواہ ملتی تھی وہ کل کی کل مستحقین میں تقسیم کردیتے تھے اور خود چٹائی بن کر معاش پیدا کرتے تھے اور چٹائی کی آمدنی کا بھی ایک تہائی اصل سرمایہ کے لے رکھ لیتے تھے، ایک تہائی بال بچوں پر خرچ کرتے اور ایک تہائی خیرات کرتے تھے، ارباب علم کے بڑے قدردان تھے، جب کوئی رقم ہاتھ آجاتی تو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شائقین کو بلا کر کھلا دیتے تھے۔[1]

صدقات سے اجتناب: صدقات سے بہت سخت پرہیز کرتے تھے؛ اگر کسی چیز میں صدقہ کا ادنی شائبہ ہوتا تو اس سے بھی احتراز کرتے، ایک غلام نے خواہش کی کہ مجھ کو مکاتب بنادیجے، فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے، کہا میں لوگوں سے مانگ کر ادا کردونگا، فرمایا تم مجھ کو لوگوں کے ہاتھ کا دھوون کھلانا چاہتے ہو (حالانکہ اس کا مانگنا ان

---

[1] ابن سعد: ۴/ ۶۴

کے لیے صدقہ نہ رہ جاتا)۔[1]

حلیہ: آپ رضی اللہ عنہ کے بال گھنے، کان لمبے اور دراز قامت تھے۔

زریں اقوال: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بہت سے حکیمانہ جملے اور زریں اقوال کتب احادیث میں منقول ہیں، ان میں سے چند جواہر ریزے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

ایک مرتبہ دجلہ کے کنارے جانے کا اتفاق ہوا، ایک شاگرد بھی ساتھ تھا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ گھوڑے کو پانی پلالاؤ، اس نے حکم کی تعمیل کی، آپ نے فرمایا خوب اچھی طرح پلاؤ، جب وہ سیراب ہوگیا تو شاگرد سے مخاطب ہوکر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا اس جانور کے پانی پینے سے دجلہ میں کوئی کمی واقع ہوئی؟ اس نے کہا جی نہیں؛ پھر آپ نے فرمایا کہ علم کی مثال بھی ایسی ہی ہے، اس میں سے جتنا بھی خرچ کیا جائے گھٹتا نہیں چاہیے کہ علم نافع طلب کرو، آپ نے فرمایا کہ علم بہت ہے اور عمر تھوڑی تو بقدر علم دین اسے حاصل کرلو اور ساری دنیا کے علوم کے پیچھے نہ پڑو۔

فرمایا مؤمن کی مثال ایک مریض کی ہے اور اس کے پاس طبیب موجود ہے جو مرض اور اس کے علاج سے بخوبی واقف ہے، مریض کو جب کوئی ایسی چیز کی خواہش ہوتی ہے جو اس کے لیئے مضر ہوتی ہے تو وہ اس کو روکتا ہے؛ اسی طرح وہ برابر اس کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے؛ یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہوجاتا ہے؛ اسی طرح مؤمن کی خواہشات بھی بہت ہوتی ہیں؛ مگر اللہ تعالیٰ اس کو بری اور مضر خواہشات سے بچاتا رہتا ہے؛ حتی کہ اسے موت آجاتی ہے اور وہ جنت کی تمام نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے؛ اگر وہ پہلے باز نہ رکھا گیا ہوتا تو اس کو یہ نعمتیں کیسے ملتیں۔

ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ان کو لکھا کہ آپ ارض مقدس (غالباً بیت المقدس) میں چلے آیئے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب میں لکھا کہ کوئی زمین انسان کو مقدس نہیں بناتی؛ بلکہ اس کو خود اس کا عمل مقدس اور متبرک بناتا ہے؛ پھر آپ نے لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کسی جگہ کے قاضی بنادیے گئے ہو تو اگر تمہارے فیصلوں سے لوگوں میں انصاف ہوتو بہت اچھا ہے اور اگر تم مصنوعی قاضی ہوتو پھر ایسا نہ ہو کہ اپنے فیصلوں سے تمھیں دوزخ میں جانا پڑے، یحیی بن سعید بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد ابودرداء رضی اللہ عنہ کا یہ حال ہوگیا کہ جب دوآدمیوں میں فیصلہ کرتے اور فریقین واپس جانے لگتے تو ان کی طرف ایک نظر ڈالتے اور ان سے فرماتے کہ واقعی میں مصنوعی قاضی ہوں، واپس آؤ اور پھر مجھ سے اپنا مقدمہ بیان کرو، شاید فیصلہ میں غلطی ہوگئی ہو۔

---

[1] ابن سعد: ۴/ ۶۴

فرماتے ہیں کہ مجھے تین آدمیوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے، ایک وہ جو دنیا کی طلب میں پڑا ہوا ہے اور موت اسے طلب کر رہی ہے، دوسرا وہ جو موت سے غافل ہے؛ حالانکہ موت اس سے غافل نہیں ہے، تیسرا وہ جو قہقہے مار کر ہنستا ہے اور نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے یا ناراض، فرمایا تین چیزیں مجھے اس قدر غمگین کرتی ہیں کہ میں رودیتا ہوں، ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کی جدائی، دوسری عذاب قبر، تیسری قیامت کا خطرہ۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے نصیحت کی خواہش ظاہر کی، آپ نے فرمایا: بولو نہیں، اس نے کہا کہ لوگوں میں رہ کر یہ کیسے ممکن ہے، آپ نے فرمایا کہ اگر بولو تو صحیح اور مناسب بات کہو، اس نے کہا کہ کچھ اور ارشاد ہو، فرمایا کہ غصہ نہ کرو، اس نے کہا کہ میں غصہ میں قابو سے باہر ہو جاتا ہوں، فرمایا کہ اپنے ہاتھ اور زبان کو قابو میں رکھو، اس نے کہا اور ارشاد فرمائیے، فرمایا: لوگوں سے ملوجلو نہیں، اس نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ فرمایا اگر ملتے جلتے ہو تو پھر بات میں سچائی سے کام لو اور امانت ادا کر دیا کرو

اعمال کی قبولیت کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی رضا پر ہے

عن أبي عمران الجوني قال: بلغنا أن الملائكة تصف بكتبها في سماء الدنيا كل عشية بعد العصر فينادي الملك: ألق تلك الصحيفة وينادي الملك الآخر: ألق تلك الصحيفة وينادي الملك الآخر: ألق تلك الصحيفة، فيقولون: ربنا قالوا خيرا وحفظنا عليهم، فيقول: إنهم لم يريدوا به وجهي وإني لا أقبل إلا ما أريد به وجهي، وينادي الملك الآخر: اكتب لفلان ابن فلان كذا و كذا فيقول: يارب إنه لم يعمله، يارب إنه لم يعمله فيقول: لأنه نواه.[1]

حضرت ابو عمران جونی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ فرشتے ہر شام عصر کے بعد پہلے آسمان میں اپنے اپنے لکھے ہوئے اعمال ناموں کے احوال بیان کرتے ہیں تو ایک فرشتہ (ایک کراما کاتبین کو) کہتا ہوں اس اعمالنامہ کو پھینک دے، (اسی طرح) ایک اور فرشتہ بھی ندا کرتا ہے کہ اس اعمالنامہ کو پھینک دے تو (یہ اعمالنامے لکھنے والے فرشتے عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! (ہمارے متعلقہ افراد نے) نیکی کی بات کہی تھی اور ہم ان کے محافظ تھے (انہوں نے کوئی گناہ تو نہیں کیا) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان لوگوں نے اس عمل میں میری رضا کا ارادہ نہیں کیا تھا جب کہ میں قبول نہیں کرتا مگر جس میں میری رضا ملتی ہو، جب کہ ایک اور فرشتہ (کراما کاتبین) پکار کر کہتا ہے کہ فلاں ولد فلاں کے فلاں فلاں (نیک اعمال) لکھ تو وہ عرض کرتا ہے اے پروردگار اس نے تو یہ عمل نہیں کیا ہے، اس نے تو یہ عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس نے اس کی نیت تو کی تھی۔

حدیث نمبر ۳۴۳:۔ عن ضمرة بن حبيب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الملائكة

---

[1] زوائد، عبداللہ المجالسۃ دینوری

يصعدون بعمل العبد من عباد الله يكثرونه ويز كونه حتى ينتهوا به حيث شاء الله من سلطانه فيوحى الله إليهم إنكم حفظة على عمل عبدى وأنا رقيب على ما فى نفسه. إن عبدى هذا لم يخلص لى عمله. اجعلوه فى سجين قال: ويصعدون بعمل عبد من عباد الله فيستقلونه حتى ينتهوا به حيث شاء الله من سلطانه فيوحى الله إليهم إنكم حفظة وأنا رقيب على ما فى نفسه فضاعفوه له واجعلوه فى عليين۔[1]

حضرت ضمرہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں سے کسی بندہ کے عمل کو لے کر فرشتے آسمان کی طرف جاتے ہیں (اور) اسے وہ بڑا اور پاکیزہ سمجھ رہے ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسے لے کر وہاں تک پہنچتے ہیں جہاں تک اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت میں چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی فرماتے ہیں کہ تم میرے بندہ کے عمل کے محافظ ہو اور جو کچھ اس کے جی میں ہے میں اس کا نگران ہوں میرے اس بندہ اس نے اپنا (یہ) عمل میرے لئے نہیں کیا اس کا عمل سجین (یہ ساتویں زمین کے نیچے ایک مقام کا نام ہے) میں ڈال دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ (فرشتے) اللہ کے بندوں میں سے کسی بندہ کے عمل کو لے کر چڑھتے ہیں جسے وہ ہلکا اور گھٹیا سمجھ رہے ہوتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت میں جہاں تک چاہتے ہیں یہ (فرشتے) وہاں تک اسے لے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی فرماتے ہیں کہ تم محافظ ہو اور جو کچھ اس کے جی میں ہے میں اس کا نگران ہوں اس عمل کے کئی گنا کر دو اور اسے علیین (ساتوں آسمانوں سے اوپر نیک اعمال کا مقام) میں اس کیلئے رکھ دو۔

فرشتے غم واندوہ کے وقت کے اعمال نہیں لکھتے

عن علی مرفوعا:) يوحى الله إلى الحفظة لا تكتبوا على عبدى عند ضجرة شيئا۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' يوحى الله إلى الحفظة لا تكتبوا على عبدي عند ضجرة شيئا'' (اللہ تعالیٰ) کراماً کاتبین کی طرف وحی فرماتے ہیں کہ میرے بندہ (کے اعمالنامہ میں) غم واندوہ کے وقت کے کوئی اعمال نہ لکھو۔

حالت مرض میں فرشتے گناہ نہیں نیکیاں لکھتے ہیں

عن معاذ قال: إذا ابتلى الله العبد بالسقم قال لصاحب الشمال: ارفع، وقال لصاحب اليمين:

1۔ الدر المنثور ۶/ ۱۰۴۔ وعزاہ السیوطی لابن المبارک فی الزہد وابن ابی الدنیا فی الاخلاص وابی الشیخ فی العظمۃ عن ضمرۃ بن حبیب

2۔ دیلمی

اکتب لعبدی أحسن ما کان یعمل۔[1]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو مرض میں مبتلا فرما دیتا ہے تو (انسان کے) بائیں طرف والے (فرشتہ) سے فرماتا ہے کہ تو (اس کے گناہ لکھنے سے اپنا قلم) اٹھالے، اور دائیں طرف والے سے فرماتے ہیں جو کچھ میرا بندہ (حالت صحت میں) نیک عمل کرتا تھا اب اس کیلئے اس سے بھی بہتر عمل لکھتا رہ۔

عن أبي هريرة قال: إذا مرض العبد المسلم نودي صاحب اليمين: أن أجر على عبدي صالح ما كان يعمل ويقال لصاحب الشمال: أقصر عن عبدي ما كان وثاق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا جب بندۂ مسلم بیمار ہوتا ہے تو دائیں طرف والے فرشتے کو آواز دی جاتی ہے کہ میری صالح بندے کا وہ عمل لکھ جو وہ کیا کرتا تھا اور بائیں طرف والے فرشتے کو کہا جاتا ہے کہ میرے بندے کے گناہ نہ لکھے جو گناہ وہ کیا کرتا تھا۔

بیماری میں نیک اعمال کا اجر

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا ابتلى العبد المسلم ببلاء في جسده قال الله للملك: اكتب له صالح عمله الذي كان يعمل، فإن شفاه غسله وطهره، وإن قبضه غفر له ورحمه۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی مسلمان کے بدن میں کوئی تکلیف ڈالی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے سے فرماتے ہیں اس کے وہ تمام نیک اعمال لکھتا رہ جو یہ (حالت صحت میں) کرتا تھا (اگرچہ اب اس میں کرنے کی ہمت نہیں ہے) پھر اگر (اللہ تعالیٰ) اسے شفاء عطا فرماتے ہیں تو اسے دھو دیتے ہیں اور اسے (گناہوں سے) پاک کر دیتے ہیں اور اگر اس کی روح کو قبض کر لیتے ہیں تو اسے معاف فرما دیتے ہیں اور اپنی رحمت عطا فرماتے ہیں۔

فرشتے ذکر خفی کی خوشبو پالیتے ہیں

عن حجاج بن دينار قال: قلت لأبي معشر: الرجل يذكر الله في نفسه كيف تكتبه الملائكة؟ قال: يجدون الريح۔[3]

---

[1] المصنف ابن ابی شیبہ، شعب الایمان بیہقی

[2] احمد، ابن ابی شیبہ، بیہقی

[3] ابوالشیخ

حضرت حجاج بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو معشر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اللہ جو ذکر انسان دل ہی دل میں کرتا ہے اسے فرشتے کس طرح لکھتے ہیں؟ فرمایا! وہ اس کی خوشبو پا کر لکھتے ہیں۔

جھوٹ کی بو فرشتے ایک میل تک دور چلے جاتے ہیں

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) إذا كذب العبد كذبة تباعد عنه الملك ميلا من نتن ما جاء به.[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی انسان ایک بار جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے ایک میل تک فرشتہ دور چلا جاتا ہے۔

مریض کے نیک اعمال

عن عطاء بن يسار يبلغ به النبی صلی الله علیه وسلم قال:) إذا مرض العبد قال الله للكرام الكاتبين: اكتبوا العبدی مثل الذی كان يعمل حتی أقبضه أو أعافيه.[2]

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: جب کوئی بندہ بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کراماً کاتبین کو حکم دیتے ہیں کہ میرے بندہ کیلئے ویسے اعمال (صالحہ) لکھتے رہو جو وہ (حالت صحت میں) کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ میں اسے موت دے دوں یا صحت دے دوں۔

عن مكحول قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) إذا مرض العبد يقال لصاحب الشمال: ارفع عنه القلم. ويقال لصاحب اليمين: اكتب له أحسن ما كان يعمل فإنی أعلم به وأنا قيدته.[3]

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی انسان بیمار ہوتا ہے تو بائیں طرف (کے گناہ لکھنے) والے (فرشتہ) کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس سے اپنا قلم اٹھا لے اور دائیں طرف والے (فرشتہ) سے کہا جاتا ہے اس کیلئے اس سے بھی بہتر اعمال لکھتا رہ جو وہ (حالت صحت میں) کیا کرتا تھا کیونکہ اس کی (آنے والی حالت) کو میں جانتا ہوں میں نے ہی اسے اس حالت مبتلا کیا ہے۔

مریض کے نا کردہ نیک اعمال

---

[1] الترمذی، ۱۹۷۲، وقال ابوعیسیٰ ہذا حدیث حسن جید غریب لانعرفہ الامن ھذا الوجہ، تفرد بہ عبدالرحیم بن ہارون، مشکاۃ المصابیح ۴۸۴۴، حلیۃ الاولیاء ۸/۱۹۷، جمع الجوامع ۲۵۶۳

[2] کنز العمال ۶۶۷۱، وعزاہ السیوطی لابن ابی شیبہ عن عطاء بن یسار مرسلا، الدر المنثور ۶/۱۰۴، کنز العمال ۶۶۷۵، وعزاہ السیوطی لابن عساکر مرسلا، جمع الجوامع ۲۶۵۰، وعزاہ السیوطی لابن عساکر الدر المنثور ۶/۳۶۷

[3] ابن عساکر

عن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن العبد إذا مرض أوحى الله إلى ملائكته: أنا قيدت عبدي بقيد من قيودي، فإن أقبضه أغفر له له، وإن أعافه فحينئذ يقعد لا ذنب له۔[1]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ مرض (شدید) میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو وحی فرماتے ہیں میں نے اپنے بندہ کو اپنی تکالیف میں سے ایک تکلیف میں مبتلا کیا ہے اگر میں نے روح قبض کر لی تو اسے معاف کر دوں گا اور اگر عافیت دی تو جب یہ (حالت صحت میں) بیٹھے گا تو اس کے کوئی گناہ نہیں ہوں گے۔

بیمار کے نیک اعمال

عن ابن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن العبد إذا اشتكى يقول الله لملائكته: اكتبوا لعبدي ما كان يعمل طلقا حتى يبدو لي أقبضه أم أطلقه۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ جب (کوئی نیک) بندہ کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندہ کے لئے وہ (نیک اعمال) لکھتے رہو جو وہ (حالت صحت میں) کرتا تھا یہاں تک کہ میں فیصلہ کروں کہ اس کی روح قبض کرنی ہے یا مہلت دینی ہے۔

مریض کے مرنے تک نیک اعمال لکھے جاتے ہیں

عن ابن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) ما أحد من المسلمين يصاب ببلاء في جسده إلا أمر الله الحفظة الذين يحفظونه فيقول: اكتبوا لعبدي كل يوم وليلة مثل ما كان يعمل من الخير ما دام محبوسا في وثاقي.[3]

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسلمان کے جسم میں کوئی بیماری پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین (جو انسان کی حفاظت بھی کرتے ہیں) کو حکم فرماتے ہیں کہ میرے بندہ کیلئے ہر روز اور ہر رات اتنے نیک کام لکھو جو وہ کرتا تھا جب تک کہ یہ میری گرہ میں بندھا ہوا ہے.

---

[1] الحاکم ۴/ ۳۱۳، ورواہ بلفظہ وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ، جمع الجوامع ۵۷۲۵، وعزاہ للحاکم وتعقب عن ابی امامہ، الدر المنثور ۲/ ۲۲۹، کنز العمال ۶۶۶۷، الاتحافات السنیۃ ص ۱۵۳

[2] جمع الجوامع ۵۷۲۵، وذکرہ السیوطی بلفظہ وعزاہ للطبرانی عن ابن عمر، کنز العمال ۶۲۰۸، الاتحافات السنیۃ ص ۱۵۳

[3] مسند احمد ۲/ ۱۹۴، ورواہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، الدارمی ۲/ ۳۱۶، الاتحافات السنیۃ ۲۶۶

دائیں طرف تھوک نہ ڈالے

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذا قام أحدكم إلى الصلاة فلا يبزق أمامه فإنه يناجي الله تعالى ما دام في مصلاه، ولا عن يمينه فإن عن يمينه ملكا وليبصق عن يساره أو تحت قدمه.[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتو اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہا ہوتا ہے جب تک کہ اپنی نماز کی جگہ میں رہے، اور نہ اپنے دائیں طرف (تھوکے) کیونکہ اس کے داہنے فرشتہ کراماً کاتبین ہے بلکہ اسے چاہیے کہ اپنے بائیں یا قدموں کے نیچے تھوکے۔

جوتے پاؤں کے نیچے یا سامنے رکھو

عن أبي هريرة قال: أقر نعليك في رجليك أو اجعلهما بين يديك ولا تجعلهما عن يمينك؛ فإن الملك عن يمينك، ولا تجعلهما عن يسارك؛ فيكونا عن يمين أخيك.[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: اپنے جوتے اپنے پاؤں کے درمیان رکھو یا اپنے سامنے رکھو، اپنے داہنے نہ رکھو کیونکہ ایک فرشتہ تیرے داہنے ہے اور انہیں اپنے بائیں (بھی) نہ رکھو کیونکہ وہ جوتے تیرے بھائی (مسلمان) کے دائیں میں ہوں گے۔

آدمی اپنی پشت پیچھے بھی تھوک سکتا ہے۔

دائیں تھوکنا منع ہے

عن حذيفة رفعه قال:) إذا قام أحدكم يصلي فلا يبزقن بين يديه ولا عن يمينه، فإن عن يمينه كاتب الحسنات، ولكن يبزق عن يساره أو خلف ظهره.[3]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتو اپنے سامنے اور اپنے داہنے میں نہ تھوکے کیونکہ اسکے داہنے نیکیاں لکھنے والا (فرشتہ) ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے بائیں یا پشت پیچھے تھوک۔

---

[1] مصنف عبدالرزاق ۱۶۸۶، وذکرہ بمعناہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، کنز العمال ۱۹۹۴۱، جمع الجوامع ۲۳۰۱، وعزاہ السیوطی للبخاری، احمد، ابن حبان، عبدالرزاق عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

[2] سعید بن منصور

[3] ابن ابی شیبہ

قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے

عن أبي سعيد قال: دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم المسجد وبيده عرجون - وكان يحب العراجين - فرأى نخامة في القبلة فحكها، ثم أقبل على الناس فقال:) أيها الناس إن أحدكم إذا قام يصلي استقبله الله وعن يمينه ملك، أفيحب أحدكم أن يستقبله الرجل فيبزق في وجهه؟ فلا يبزق أحدكم في القبلة ولا عن يمينه، وليبزق تحت رجله اليسرى أو عن يساره فإن عجلت به بادرة فليقل هكذا (يعني في ثوبه.[1]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کھجور کا خوشہ تھا آپ کھجور کے خوشوں کو پسند فرماتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ میں بلغم کو دیکھا تو اسے کھرچ دیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے لوگو! جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہوتو وہ اللہ کے سامنے ہوتا ہے اور اس کے داہنے میں فرشتہ ہوتا ہے کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ کسی کے سامنے آئے اور اس کے سامنے تھوک دے؟ تم میں سے کوئی بھی قبلہ کی طرف نہ تھوکے اور نہ اپنے داہنے میں بلکہ اپنے بائیں پاؤں کے نیچے یا بائیں جانب ہو اور اگر تمہیں جلدی ہوتو اس طرح ہلکا کرے یعنی اپنے کپڑے میں (تھوک) دے۔

مسجد میں کنکریاں الٹانا فرشتے کو تکلیف دیتا ہے

عن طلحة بن مصرف قال: تقليب الحصى في المسجد أذى للملك.[2]

حضرت طلحہ بن مصرف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: مسجد میں کنکریاں الٹانا فرشتہ (کراماً کاتبین) کو تکلیف دیتا ہے۔

داہنے میں تھوکنا فرشتہ کو ایذا پہنچاتا ہے

عن عمر بن عبد العزيز أنه قال لابنه عبد الملك وقد بصق عن يمينه وهو في ميسرة: إنك تؤذي صاحبك ابصق عن شمالك.[3]

حضرت عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے صاحبزادے عبد الملک سے فرمایا جب اس نے اپنے دائیں میں تھوک دیا تھا جبکہ وہ چل رہا تھا تو نے اپنے ساتھی (فرشتہ) کو تکلیف میں مبتلا کیا ہے اپنے بائیں تھوکا کر۔

---

[1] ابن ابی شیبہ

[2] مصنف عبد الرزاق، مصنف ابی ابی شیبہ

[3] ابن عساکر

مسجد میں کنکر الٹانا شیطان کی طرف سے ہے

عن ابن عمر قال: لا تقلب الحصى فى الصلاة فإن ذلك من الشيطان۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا نماز میں کنکریاں نہ الٹاؤ کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہے۔

عظیم نیکی جسے فرشتے لکھنے کے لئے مشکل میں پڑ گئے

عن ابن عمر: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حدثهم:) انعبدا من عباد الله قال: يا رب لك الحمد كما ينبغي لجلال وجهك فقالا: يا ربنا عبدك قال مقالة لا ندرى كيف نكتبها فقال الله وهو أعلم بما قال عبده: ماذا قال عبدى؟ قالا: يا رب إنه قال: يارب لك الحمد كما ينبغي لجلال وجهك، ولعظيم سلطانك فقال الله تبارك وتعالى: اكتباها كما قال عبدى حتى يلقانى عبدى فأجزيه بها۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے حدیث بیان فرمائی کہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ نے (اس طرح اللہ تعالیٰ کی) تعریف کی یارب "لك الحمد كما ينبعى لجلال وجهك ولعظيم سلطانك." اے پروردگار آپ کی تعریف اسی طرح ہو جس طرح تیرے چہرہ کے جلال اور تیری سلطنت کی عظمت کے مناسب ہے۔تو فرشتے مشکل میں پڑ گئے اور نہ سمجھ سکے کہ وہ اسے کس طرح سے لکھیں،تو وہ آسمان کی طرف چڑھے اور عرض کیا اے ہمارے پروردگار تیرے بندہ نے ایک ایسا جملہ کہا ہے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اس (کے ثواب) کو کس طرح سے لکھیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبکہ وہ اس کو بہتر طریقہ پر جانتا ہے میرے بندہ نے کیا کہا؟ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار اس نے کہا ہے۔"يارب لك الحمد كماينبغي لجلال وجهك ولعظيم سلطانك" تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اس کلمہ کو اسی طرح لکھو جس طرح سے میرے بندہ نے کہا ہے یہاں تک کہ میرا بندہ جب مجھے ملے گا تو میں اسے اس کا انعام دونگا۔

استغفار کا فائدہ

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) ما من حافظين يرفعان إلى الله تعالى ماحفظا فى يوم فيرى فى أول الصحيفة وآخرها استغفارا إلا قال الله تعالى: قد غفرت لعبدى ما

---

[1] ۔مصنف ابن ابی شیبہ

[2] ۔ابن ماجہ، ۳۸۰۱، ورواہ بنحوہ وقال صاحب الزوائد فی اسنادہ قدامۃ بن ابراہیم، ذکرہ ابن حبان فی الثقات، وصدقۃ بن بشیر، لم ار من جرحہ ولا من ثقۃ وباقی الرجال ثقات، تفسیر قرطبی ۱/ ۱۳۲، کنز العمال ۵۱۲۷، ۶۴۴۱

بين طرفي الصحيفة۔[1]
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی کراما کاتبین اپنے روزانہ کے (بندہ کے) اعمال محفوظ کر کے اللہ تعالی کی طرف نہیں جاتے جب اعمالنامہ کے شروع اور اخیر میں استغفار کو دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو کچھ اس اعمالنامہ کے درمیان (گناہ) ہیں میں نے وہ سب اپنے بندہ کو معاف کئے۔

حالت جماع میں پردہ کیا جائے

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم) إذا أتى أحدكم اهله فليستتر، فإنه إذا لم يستتر استحيت الملائكة وخرجت وحضر الشيطان، فإذا كان بينهما ولد كان للشيطان فيه نصيب۔[2]
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی بیوی کے پاس جائے تو اسے چاہئے کہ پردہ کرلے اگر وہ پردہ نہیں رکھے گا تو رکھے گا تو فرشتہ حیا کرتے ہیں اور (اس گھر سے) نکل جاتے ہیں، اور شیطان آموجود ہوتا ہے، پس اگر ان دونوں کے لئے (اس جماع کی وجہ سے) کوئی اولاد لکھی ہے تو شیطان کا اس میں بھی ایک حصہ (اثرات شیطانی کا) شامل ہوجاتا ہے۔

کراما کاتبین سے حیا کریں

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليهوسلم:) يستحي أحدكم من ملكيه اللذين معه كما يستحي من رجلين صالحين من جيرانه وهما معه بالليل النهار۔[3]
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک اپنے ان دونوں فرشتوں سے حیا کرے جو ان کے ساتھ ہوتے ہیں جس طرح سے وہ اپنے پڑوسیوں میں سے دو نیک انسانوں سے حیا کرتا ہے (اور ان کے سامنے کوئی غلط کام نہیں کرتا)، اور (یہ دونوں فرشتے تو حیا کے زیادہ مستحق ہیں، کیونکہ) یہ رات اور دن (ہر وقت) آدمی کے ساتھ ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۶:۔عن زيد بن ثابت قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) ألم أنهكم عن التعري، ألم أنهكم عن التعري؟ إن معكم من لا يفارقكم في نوم ويقظة إلا حين يأتي أحدكم

---

[1] بزار
[2] طبرانی فی الاوسط
[3] شعب الایمان للبیہقی، وضعفہ

أهله أو حين يأتي خلاءه. ألا فاستحيوهما. ألا فأكرموهما۔[1]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں نے آپ لوگوں کو کپڑے ہٹانے سے منع نہیں کیا؟ کیا میں نے آپ لوگوں کو کپڑے ہٹانے سے منع نہیں کیا؟ تمھارے ساتھ وہ (فرشتہ) ہیں جو تم سے الگ نہیں ہوتے نہ نیند میں نہ بیداری میں، یادرکھو جب بھی تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے یا قضائے حاجت کو جائے تو ان دونوں (فرشتوں) سے حیا کرے، خبردار ان دونوں کی عزت کرو۔

فرشتوں سے حیا کرنا

عن مجاهد قال: يجتنب الملك الإنسان في موطنين: عند غائطه، وعند جماعه۔[2]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں انسان فرشتے سے ننگ کھولنے میں دو جگہوں پر اجتناب کرے قضائے حاجت کے وقت اور جماع کے وقت۔

تین مقامات پر انسان فرشتوں سے حیا کرے

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله ليه وسلم:) إن الله نهاكم عن التعرى، فاستحيوا من ملائكة الله الذين معكم الكرام الكاتبين الذين لا يفارقونكم إلا عند إحدى ثلاث حاجات: الغائط، والجنابة، والغسل۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں کپڑے اتار دینے سے فرماتا ہے اللہ کے ان فرشتوں سے حیا کرو جو تمہارے ساتھ رہتے ہیں کرام کاتبین، جو تم سے علیحدہ نہیں ہوتے مگر تین ضرورتوں کے وقت، قضائے حاجت کے وقت، جنابت (جماع) کے وقت اور غسل کرتے وقت۔

پردہ کی شکلیں

عن ابن عباس قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم عند الظهيرة، فرأى رجلا يغتسل بفلاة من الأرض، فحمد الله وأثنعليه ثم قال:) أما بعد، فاتقوا الله وأكرموا الكرام الكاتبين الذين معكم ليس يفارقونكم إلا عند إحدى منزلتين: حيث يكون الرجل على خلائه، أو يكون

---

[1] بیہقی وضعفہ، نصب الرایۃ ۱ / ۴۳۴، وذکرہ الزیلعی بنحوہ
[2] مصنف عبدالرزاق
[3] الدر المنثور ۶ / ۳۲۳، وعزاہ السیوطی للبزار عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

مع أهله إنهم كرام كما سماهم الله تعالى فليستتر أحدكم عند ذلك بجذم حائط، أو ببعيره، فإنهم لا ينظرون إليه۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ظہر کے وقت باہر نکلے تو ایک آدمی کو دیکھا جو وسیع میدان میں (کپڑے اتار کر) نہار ہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:'' اما بعد فاتقو الله واکرموا لکرام الکاتبین الذین معکم لیس یفار قونکم الا عند احدی منزلتین حیث یکون الرجل علی خلائه اویکون مع اهله انهم کرام سماهم الله تعالی فلیستتر احدکم عند ذلك بجرم حائط او ببعیره فانهم بجرم لا ینظرون الیه'' اللہ کی تعریف کے بعد (میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ) اللہ تعالی سے ڈرو، کراما کاتبین کی عزت کرو جو تمہارے ساتھ رہتے ہیں تم سے کبھی جدا نہیں ہوتے مگر دو مقام پر (۱) جب آدمی قضائے حاجت میں ہوتا ہے (۲) یا اپنی بیوی کے ساتھ ہوتا ہے ۔ یہ (فرشتے) عزت والے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے انکا نام (بھی ''کرام کاتبین'' ''عزت دار'' اعمال لکھنے والے'' رکھا ہے، ایسی ضرورت کے وقت تم میں کا ہر ایک دیوار کے پاس یا اپنے اونٹ (سواری) کے پاس پردہ کرلے کیونکہ یہ پردہ ہیں یہ فرشتے اس کی طرف نہیں دیکھتے۔

کرام کاتبین ختم قرآن پر آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتے ہیں

عن سفيان الثوري قال: إذا ختم الرجل القرآن قبل الملك بين عينيه۔[2]

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب کوئی آدمی قرآن پاک کا ختم کرتا ہے تو (کرام کاتبین) فرشتہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا ہے۔

ستر کھولنے والے سے فرشتہ الگ ہوجاتا ہے

عن علي بن أبي طالب قال: من كشف عورته أعرض عنه الملك۔[3]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جس نے اپنا ننگ کھولا اس سے فرشتہ الگ ہوجاتا ہے۔

قضائے حاجت کے وقت ساتھ نہیں ہوتے

عن عطاء قال: لا تشهد الملائكة وأنت على خلائك۔[4]

---

[1] الدر المنثور ۶/ ۳۲۳، وذکر السیوطی بلفظہ وعزاہ لابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، اتحاف السادۃ المتقین ۹/ ۱۰، الفتاوی الحدیثیہ ص ۳۵

[2] المجالسۃ للدینوری

[3] مصنف ابن ابی شیبہ

[4] مصنف عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ جب تو قضائے حاجت کی حالت میں ہو اس وقت تیرے پاس فرشتے (کراما کاتبین) نہیں آتے۔

حالت طہارت بستر پر آنے کا اجر

عن أبي صالح الحنفي قال: إذا أوى الرجل إلى فراشه طاهرا مسحه الملك۔[1]

حضرت ابوصالح حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ جب کوئی انسان حالت طہارت میں اپنے بستر پر لیٹتا ہے تو فرشتہ اس (کے جسم) پر (اپنا ہاتھ) پھیرتا ہے۔

حالت مرض میں نیکی کا کتنا ثواب لکھتے ہیں

عن ابن مسعود سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:) إن العبد إذا مرض يقول الرب: عبدي في وثاقي. فإن كان نزل به المرض وهو في اجتهاده قال: اكتبوا له من الأجر قدر ما كان يعمل في اجتهاده. وإن كان نزل به المرض في فترة منه قال: اكتبوا له من الأجر ما كان في فترته۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب کوئی بندہ مریض ہوتا ہے تو رب تبارک وتعالی فرماتے ہیں میرا بندہ میری جکڑ میں ہے جب اس کو مرض لاحق ہوئی تھی اور وہ (نیک اعمال میں) محنت کر رہا تھا تو فرماتے ہیں اس کے لیے اتنا ثواب لکھتے رہو جتنا وہ اپنی محنت سے عمل کرتا تھا، اور اگر اس کو اس حالت میں مرض لاحق ہوئی کہ وہ کوئی بھی نیک عمل نہیں کر رہا تھا تو اللہ تعالی فرماتے ہیں اس کے لیے اسکا اجر لکھو جو وہ اپنی فرصت میں کر رہا تھا۔

مریض کے حالت صحت میں کیئے گئے اعمال جیسے اعمال

عن ابن مسعود قال: كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فتبسم فقلنا: يا رسول الله تبسمت؟ قال:) عجبت للمؤمن وجزعه من السقم، ولو يعلم ما في السقم أحب أن يكون سقيما حتى يلقى الله (وقال: رفع رسول الله صلى الله عليه وسلم بصره إلى السماء ثم خفضه فقلنا: يا رسول الله لم صنعت هذا؟ قال:) عجبت من ملكين من الملائكة نزلا إلى الأرض يلتمسان عبدا في مصلاه فلم يجداه. فعرجا إلى السماء إلى ربهما فقالا: يارب كنا نكتب لعبدك المؤمن في يومه وليلته من العمل كذا و كذا فوجدناه قد حبسته في حبالتك فلم نكتب له شيئا فقال تبارك وتعالى: اكتبا لعبدي عمله في يومه وليلته ولا تنقصوه شيئا، على أجر ما حبسته، وله أجر ما كان

1۔ ابن ابی شیبہ

2۔ بیہقی

یعمل۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا تو ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے کیوں تبسم فرمایا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں مومن سے اور اس کی بیماری میں گھبراہٹ سے حیران ہو رہا ہوں اگر یہ بیماری کا ثواب واجر جان لے تو پسند کرے کہ وہ بیمار پڑ جائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نظر مبارک آسمان کی طرف بلند فرمائی پھر جھکالی ،ہم نے عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں فرشتوں میں سے ان دو فرشتوں پر حیران ہوں جو زمین پر نازل ہوئے ایک نیک آدمی کو اس کی جائے نماز پر تلاش کرتے رہے جب اسے نہ پایا تو اپنے رب تعالیٰ کے پاس آسمان پر چلے گئے اور عرض کیا اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کے (فلاں) مومن بندے کے رات دن کے ایسے ایسے اعمال لکھا کرتے تھے۔ اب ہم نے اسے اس حالت میں پایا ہے کہ آپ نے اسے اپنی رسی (بیماری) میں جکڑ رکھا ہے اس لیے ہم نے اس کا کوئی عمل نہیں لکھا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا میرے بندے کے لیے اس کے دن رات کے عمل نہیں لکھتے رہو (جو وہ اپنی حالت صحت میں کیا کرتا تھا) اور میرے اس کو لاچار کر دینے سے اس کے اعمال (صالحہ) (کے لکھنے) میں اجر وثواب کی کمی نہ کرو، اس کے لیے (نیک اعمال کا) وہی اجر ہے جو یہ (حالت صحت میں) کیا کرتا تھا۔

حالت صحت میں کیے جانے والے نیک اعمال کا بدلہ

عن عقبة بن عامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:) لیس من عمل یوم إلا وهو یختم علیه. فإذا مرض العبد المؤمن قالت الملائکة: یا ربنا عبدك فلا قد حبسته فیقول الرب: اختموا له. علیٰ مثل عمله حتی یبرأ أو یموت.[2]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روزانہ کوئی (نیک) عمل ایسا نہیں جس کو تمام کر کے (اگر کوئی) مومن (سخت) بیمار ہو جائے (جس سے نیک اعمال کرنے کی ہمت نہ ہو) تو فرشتے عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! آپ نے اس کو (نیک اعمال کرنے سے) بے بس کر دیا ہے تو اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں جس طرح کا اس نے (نیک) عمل کیا تھا تم اس کا (اس روز کا) عمل (بھی) اسی طرح کا

---

[1] کنز العمال ۶۶۸۷، ۶۷۱۷، وذکرہ بنحوہ وعزاہ للطیالسی والطبرانی فی الاوسط عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ، مجمع الزوائد ۲/۳۰۴، المطالب العالیہ، ۵۴۱۳، اتحاف السادۃ المتقین ۹/۱۴۱، حلیۃ الاولیاء ۴/۲۶۶، الاحکام النبویۃ ۱/۱۳۱

[2] الحاکم ۴/۳۰۹، ورواہ بنحوہ وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد، ولم یخرجاہ، مسند احمد ۴/۱۴۶، مجمع الزوائد ۲/۳۰۳، تفسیر ابن کثیر ۵/۴۹، کنز العمال ۶۶۶۶

تحریر کردو۔ یہاں تک کہ یہ (اپنی اس مرض سے) نجات پالے یا اسے موت آجائے۔

مومن کی وفات کے بعد اس کی قبر پر اس کے لئے تسبیح وتحمید کرتے ہیں

أن النبی صلی الله علیه وسلم:) إن الله وكل بعبده المؤمن ملكين يكتبان عمله فإذا مات قال الملكان اللذان وكلا به: قد مات فائذن لنا أن نصعد إلى السماء فيقول الله: سمائي مملوءة من ملائكتي يسبحوني فيقولان: أفنقيم في الأرض؟ فيقول الله: أرضي مملوءة من خلقي يسبحوني فيقولان: فأين؟ فيقول: قوما على قبر عبدي فسبحاني واحمداني و كبراني وهللاني وا كتبا ذلك لعبدي إلى يوم القيامة (. قال البيهقي: تفرد به عثمان بن مطر وليس بالقوي، ثم رواه من وجه آخر عن أنس وقال: غريب بهذا الإسناد۔[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ومبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوفرشتوں کو اپنے مومن بندے کے سپرد کر رکھا ہے جو اس کے اعمال (خیر وشر) لکھتے رہتے ہیں جب یہ انسان فوت ہوجاتا ہے تو یہ دونوں فرشتے جو مومن کے سپرد کئے گئے تھے کہتے ہیں (اے ہمارے پروردگار) یہ شخص تو اب وفات پاچکا ہے آپ ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں کہ ہم آسمان کی طرف عروج کریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں میرا آسمان میرے فرشتوں سے پر ہے وہ میری تسبیح بیان کررہے ہیں۔ تو وہ عرض کرتے ہیں کیا ہم زمین پر ٹھہرے رہیں؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں زمین بھی میری مخلوق سے بھری ہوئی ہے وہ میری تسبیح پڑھ رہے ہیں (تو وہ عرض کرتے ہیں ہم تسبیح کہاں پر بیان کریں؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) تم میرے (اس) بندے کی قبر پر رکے رہو اور میری تسبیح ،تعریف ، کبریائی اور کلمہ طیبہ کہتے رہو اور یہ سب کچھ میرے (اسی) بندے کے لئے قیامت تک کے لئے لکھتے رہو۔

عن أبي سعيد الخدري: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول:) إذا قبض الله روح العبد صعد ملكاه إلى السماء فقالا: يا ربنا إنك وكلتنا بعبدك المؤمن نكتب عمله، وقد قبضته إليك، فائذن لنا أن نسكن السماء فيقول: سمائي مملوءة من ملائكتي يسبحوني فيقولان: ائذن لنا نسكن الأرض فيقول: أرضي مملوءة من خلقي يسبحوني ولكن قوما على قبره فسبحاني واحمداني وهللاني وا كتباه لعبدي إلى يوم القيامة۔[2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب اللہ تعالیٰ بندے

---

[1] نصب الرایۃ ۱/ ۴۳۴، ورواہ نبحوہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ، المطالب العالیہ ۸۲۶، مسانید الجامع الکبیر ۲/ ۴۱۰، جمع الجوامع ۵۰۸۹، کنز العمال ۴۲۹۶۷، الدر المنثور ۶/ ۱۰۵، تفسیر قرطبی ۱۷/ ۱۲

[2] اللآلی المصنوعۃ ۲/ ۲۳۰

کی روح قبض کرتا ہے دوفرشتے اس کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو وہ دونوں کہتے ہیں اے ہمارے رب بیشک تو نے ہمیں اپنے بندۂ مومن پر مقرر فرمایا ہم اس کے عمل لکھتے رہے تو نے اس کو اپنی طرف قبض کرلیا ہے تو (وہ کہتے ہیں) ہمیں اجازت دیں کہ ہم آسمان میں رہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا آسمان میرے فرشتوں سے بھرا ہوا ہے وہ میری تسبیح کرتے ہیں تو وہ دونوں عرض کرتے ہیں ہمیں اجازت دیں کہ ہم زمین میں سکونت کریں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری زمین میری مخلوق سے بھری ہوئی ہے وہ میری تسبیح کہتے ہیں اور لیکن تم دونوں اس کی قبر پر کھڑے ہوجاؤ۔ تو تم میں تسبیح تحمید و تھلیل بیان کرو اور اس کو میرے بندے کے لئے قیامت تک لکھو۔

عن أبي بكر الصديق قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذا قبض العبد المؤمن صعد ملكاه إلى السماء فقال الله لهما وهو أعلم: ما جاء بكما؛ فيقولان: رب قبضت عبدك فيقول لهما: ارجعا إلى قبره واحمدانى، وهللانى إلى يوم القيامة. فإني قد جعلت له مثل أجر تسبيحكما وتحميدكما وتهليلكما ثوابا له مني. فإذا كان العبد كافرا فمات؛ صعد ملكاه إلى السماء فيقول الله تعالى لهما: ما جاء بكما؛ فيقولان: يا رب قبضت عبدك وجئناك فيقول لهما: ارجعا إلى قبره والعناه إلى يوم القيامة. فإني كذبني وجحدني وإني جعلت لعنتكما عذابا أعذبه يوم القيامة -[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندۂ مومن (کی روح) کو قبض کیا جاتا ہے تو دوفرشتے اسے آسمان کی طرف لے کر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے دونوں سے فرماتا ہے کہ وہ زیادہ جانتا ہے جو وہ دونوں لائے ہیں۔ تو وہ دونوں عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب تو نے اپنے بندے (کی روح) قبض کی، تو اللہ تعالیٰ نے دونوں سے فرماتا ہے اس کی قبر کی طرف لوٹ جاؤ اور میری تحمید و تھلیل قیامت تک بیان کرو۔ پس میں نے اس کے لئے تم دونوں کی تسبیح وتحمید و تہلیل کی مثل اجر بنایا ہے یہ ثواب ہے اس کے لئے میری طرف سے۔ پس جب بندۂ کافر مرتا ہے تو فرشتے اس کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان دنوں سے فرماتا ہے جو وہ دونوں لے کر آئے ہیں۔ تو وہ دونوں عرض کرتے ہیں اے میرے رب! تو نے اپنے بندے کی روح قبض کی اور ہم اسے تیری بارگاہ میں لائے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں سے فرماتا ہے کہ دونوں اس کی قبر کی طرف جاؤ اور اس پر قیامت تک لعنت بھیجو۔ کیونکہ اس نے مجھ کو جھٹلایا اور میرا انکار کی میں تم دونوں کی لعنت اس کے لئے قیامت تک عذاب بنایا ہے۔

عن وهيب بن الورد قال: بلغنا أنه ما من ميت يموت حتى يترايا له الملكان اللذان كانا يحفظان عليه عمله في الدنيا، فإن كان صحبهما بطاعة الله قالا له: جزاك الله عنا من جليس خيرا، فرب

---

[1] ابن جوزی

مجلس صدق قد أجلستناه وعمل صالح قد أحضرتناه وكلام حسن قد اسمعتناه. فجزاك الله تعالى عنا من جليس خيرا، وإن كان صحبهما بغير ذلك مما ليس لله تعالى فيه رضا قلبا عليه الثناء فقالا: لا جزاك الله عنا من جليس خيرا، فرب مجلس سوء قد أجلستناه، وعمل غير صالح قد أحضرتناه، وكلام قبيح قد أسمعتناه. فلا جزاك الله عنا من جليس خيرا قال: فذاك شخوص بصر الميت إليهما[1]

حضرت وہیب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ کوئی میت بھی جب فوت ہونے لگتی ہے تو اسے اس کے کراما کاتبین نظر آتے ہیں اگر تو اس آدمی نے ان کی ہم نشینی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزاری تھی تو یہ فرشتے اس کو مخاطب کر کے کہتے ہیں "اللہ تعالیٰ تجھے ہماری طرف سے جزائے خیر عطاء فرمائے تو (ہمارا) بہترین ہم نشین تھا، بہت سی نیک مجلسوں میں تو نے ہمیں ہم نشین بنایا اور نیک اعمال ہمارے سامنے لایا اور نیک باتیں سنوائیں اللہ تعالیٰ بہترین ہم نشین کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطاء فرمائے۔ اور اگر اس نے اچھی صحبت اختیار نہ کی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بھی نہیں تھی تو اس کی تعریف کی بجائے یہ کہتے ہیں تجھے اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بہترین ہم نشینی کی جزائے خیر نہ دے تو نے ہمیں اکثر بری مجالس میں بٹھایا اور برے اعمال ہمارے سامنے پیش کئے اور گندی باتیں سنائیں اللہ تعالیٰ تجھے ہماری طرف سے بہترین ہم نشینی کی جزائے خیر نہ دے بس اسی وقت جب یہ گناہگار یہ باتیں سنتا ہے تو اس کی آنکھیں انکی طرف کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔

وفات کے بعد کراما کاتبین کا نیک و بد سے خطاب

عن سفيان قال: بلغني أن العبد المؤمن إذا احتضر قال ملكاه اللذان كانا معه يحفظانه أيام حياته عند رنة أهله: دعونا فلنثن على صاحبنا بما علمنا منه فيقولان: رحمك الله وجزاك من صاحب خيرا، إن كنت لسريعا إلى طاعة الله، بطيئا عن معصيته، وإن كنت لممن نأمن غيبك فنعرج فلا تشغلنا عن الذكر مع الملائكة، وإذا احتضر العبد السوء فرن أهله وضجوا قام الملكان فقالا: دعونا فلنثن عليه بما علمنا منه فيقولان: جزاك الله من صاحب السوء إن كنت لبطيئا عن طاعة الله تعالى سريعا إلى معصيته، وما كنا نأمن غيبك، ثم يعرجان إلى السماء.[2]

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب کسی مومن انسان پر موت طاری ہوتی ہے تو وہ فرشتے جو اس کے ساتھ ایام زندگانی میں محافظ (اور کراما کاتبین) کے طور پر رہتے تھے

---

[1] ۔کتاب المحتضرین ابن ابی الدنیا

[2] ۔ابن ابی الدنیا

اس کے اہل خانہ کے آہ وفغان کے وقت کہتے ہیں ہمیں بھی موقعہ دو تا کہ ہم بھی اپنے رفیق کی اپنے علم کے مطابق تعریف بیان کریں اس کے بعد وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے اور جزائے خیر عطاء کرے تو اطاعت خداوندی میں سست تھا اور اس کی نافرمانی میں سست تھا۔اب تیری وفات کے بعد تیرا ذکر فرشتوں میں کرتے رہیں گے۔اور جب کسی بدکار پر موت طاری ہوتی ہے اور اس کے اہل خانہ روتے چلاتے ہیں تو (اس کے متعلقہ) دونوں (کراما کاتبین محافظین) فرشتے کہتے ہیں ہمیں بھی موقعہ دو کہ ہمیں اس کے متعلق جو علم ہے ہم اس کے اظہار کریں پھر وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تجھے گناہگار کی (سی) سزا دے تو خدا کی اطاعت شعاری میں سست تھا اور اس کی نافرمانی میں چست تھا اب تیرے مرنے کے بعد ہم تجھ پر عذاب خداوندی کے نازل نہ ہونے کا اطمینان نہیں کرتے۔اس کے بعد یہ دونوں آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے گناہ کراما کاتبین کو بھلا دیتا ہے

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا تاب العبد أنسى الله الحفظة ذنوبه۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان (اپنے گناہوں سے) توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کراما کاتبین کو بھلا دیتے ہیں۔

کراما کاتبین کو انسان کے منہ کی بدبو سے اذیت ہوتی ہے

عن أبي أيوب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: حبذا المتخللون بالوضوء والمتخللون من الطعام أما تخليل الوضوء: فالمضمضة، والإستنشاق وبين الأصابع، وأما تخليل الطعام: فمن الطعام لأنه ليس أشد على الملكين من أن يريا بين أسنان صاحبهما طعاما وهو قائم يصلي۔[2]

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مبارک ہوں وضو میں خلال کرنے والے، مبارک ہوں طعام میں خلال کرنے والے، وضو میں خلال (کرنے کا معنی) کلی کرنا، ناک میں پانی چڑھنا اور (ہاتھوں اور پاؤں کی) انگلیوں کے درمیان خلال کرنا اور طعام میں خلال یہ ہے کہ کوئی چیز کھانے کی دانتوں میں نہ رہ جائے (اس کو صاف کرنا) کیونکہ یہ ان دونوں فرشتوں کو زیادہ تکلیف دہ ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے دانتوں میں کوئی چیز کھانے کی دیکھیں جب کہ وہ نماز بھی پڑھ رہا ہو۔

---

[1] ابن عساکر ۴/۲۸۶، وذکر الحدیث فی ترجمۃ الحسین بن احمد بن سلمۃ ولہ زیادۃ فی الفاظ الحدیث، واسندہ للحافظ عن انس رضی اللہ عنہ، الترغیب والترہیب، جمع الجوامع ۱۴۸۰، کنز العمال ۱۰۱۷۹

[2] عبدالرزاق وسیمویہ، طبرانی

کھانے کھانے کے بعد دانتوں کو صاف کرنا

عن جابر: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:) حبذا المتخللون من الطعام، و تخللوا من الطعام إذا أكلتم، فإنه ليس شيء أشد على الملكين من أن يرايا المؤمن يصلي وفي فمه وأضراسه شي من الطعام۔[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مبارک ہیں کھانے سے خلال کرنے والے (کھانے کے بعد دانتوں کو صاف کرنے والے) جب تم کھانا کھاؤ تو کھانے سے خلال کرلو (دانتوں کو صاف کرلو) کیونکہ دونوں فرشتوں کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتی جو وہ مومن کو اس حال میں دیکھیں جب وہ نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے منہ اور داڑھوں میں کھانے میں سے کوئی چیز اس کے دونوں ساتھیوں کو (تکلیف دیتی ہے)

دانتوں میں رہنے والے کھانے سے زیادہ کوئی چیز تکلیف دہ نہیں

عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) نقوا أفواهكم بالخلال، فإنها مجلس الملكين الكريمين الحافظين وإن مدادهما الريق وقلمهما اللسان وليس عليهما شيء أضر من بقايا الطعام بين الأسنان۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مونہوں کو خلال (انگلیوں یا مسواک) کے ذریعہ صاف رکھو کیونکہ یہ (منہ) دونوں کراماً کاتبین حافظی فرشتوں کی نشست گاہ ہے ان کی سیاہی انسان کی تھوک ہے اور ان کا قلم (انسان کی) زبان ہے اور فرشتوں پر دانتوں میں باقی رہنے والے طعام سے زیادہ کوئی چیز تکلیف دہ نہیں ہے۔

بغیر تہبند کے حمام میں داخل ہونا

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ "من دخل الحمام بغير مئزر لعنه الملكان"۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی حمام میں بغیر تہبند کے داخل ہو اس پر کراماً کاتبین لعنت کرتے ہیں۔

1۔ الطب ابونعیم
2۔ تاریخ اصبہان ابونعیم
3۔ الالقاب از شیرازی

نیکی کا خیال کرنے سے بھی نیکی لکھی جاتی ہے

عن إسماعيل بن أبي أويس قال: كنا عند سفيان بن عيينة في آخر عمره بمكة فحدثنا عن يحيى بن عبيد الله التيمي عن أبيه عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال:) قال الله تعالى للملائكة: إذا هم عبدي بحسنة فاكتبوها واحدة، فإن عملها فاكتبوها عشرا، وإذا هم عبدي بسيئة فلا تكتبوها، فإن عملها فاكتبوها واحدة (. فقال رجل يا أبا محمد يعلمان الغيب؟ قال: الملكان لا يعلمان الغيب ولكن إذا هم العبد بحسنة فاح منه رائحة المسك فيعلمان أنه قد هم بالحسنة، وإذا هم بالسيئة فاح منه رائحة النتن فيعلمان أنه قد هم بالسيئة.[1]

حضرت اسماعیل بن ابو اویس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم حضرت سفیان بن عینہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کی آخری عمر میں مکہ میں بیٹھے تھے تو انہوں نے ہمیں حضرت یحیٰی بن عبید اللہ تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ (کراماً کاتبین) فرشتوں سے فرماتے ہیں جب میرا بندہ کسی نیکی کا خیال کرے تو اس پر نیکی لکھ دیا کرو اور اگر وہ اس پر عمل بھی کرلے تو اس کے بدلہ میں دس نیکیاں لکھ دیا کرو۔ اور جب میرا کوئی بندہ کسی برائی کا خیال کرے تو اس کا گناہ نہ لکھا کرو اور اس کا ارتکاب کرلے تو بس ایک گناہ لکھا کرو۔

ایک آدمی نے سوال کیا کہ اے ابو محمد کیا یہ غیب جانتے ہیں فرمایا: کراماً کاتبین غیب نہیں جانتے لیکن جب کوئی انسان کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے منہ سے کستوری کی خوشبو آتی ہے جس سے یہ جان لیتے ہیں کہ اس نے نیکی کا ارادہ کیا ہے اور جب کسی گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے منہ سے بدبودار پھوٹتی ہے جس سے وہ جان لیتے ہیں کہ اس نے گناہ کا ارادہ کیا ہے۔

پانچ فرشتے انسان کا دفاع کرتے ہیں

عن ابن المبارك قال: بلغني أن ما أحد من بني آدم إلا ومعه خمسة من الملائكة: واحد عن يمينه، وواحد عن شماله، وواحد خلفه، وواحد أمامه، وواحد فوقه يدفع عنه ما ينزل من فوق أو من الهواء۔[2]

حضرت ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کوئی انسان بھی نہیں مگر اسکے ساتھ پانچ فرشتے ہوتے ہیں ایک انسان کے دائیں ایک بائیں ایک پیچھے ایک آگے اور ایک اوپر ہوتا ہے جو اوپر

---

[1] ۔المجالسۃ از دینوری

[2] ۔دینوری

سے یا فضاء سے نازل ہونے والی بلا سے دفاع کرتا ہے۔

ہرانسان کے ساتھ نگہبان فرشتے مقرر ہیں

عن سفیان بن عیینة فی قول الله تعالی (إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيد) قال:) ملكان بين نابي الإنسان. قال أحمد: لو لم يسمع الرجل من العلم إلا هذا لكان كثيرا۔[1]

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد (إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيد) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو انسان کی داڑھوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر انسان نے علم کی کوئی بات نہ سنی ہو تو اس کیلئے یہی بات بھی بہت ہے۔

مغرب کے بعد دو رکعتوں میں تاخیر

عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) حبس الركعتين بعد المغرب مشقة على الملكين۔[2]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مغرب کے بعد کی دو رکعات میں تاخیر کرنا کراماً کاتبین پر گراں گزرتا ہے۔

بیس فرشتے ہر آدمی کے ساتھ ہوتے ہیں

عن كنانة العدوي قال: دخل عثمان بن عفان على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله أخبرني عن العبد كم معه من ملك؟ فقال) ملك على يمينك على حسناتك وهو أمير على الذى على الشمال، فإذا عملت حسنة كتبت عشرا، وإذا عملت سيئة قال الذى على الشمال للذى على اليمين: أكتب؟ قال لا لعله يستغفر الله ويتوب إليه. فإذا قال ثلاثا، قال: نعم أراحنا الله منه فبس القرين ما أقل مراقبته لله تعالى وأقل استحياءه منه يقول الله تعالى (ما يلفظ من قول إلا لديه رقيب عتيد) وملكان من بين يديك ومن خلفك يقول الله تعالى (لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ الله) الرعد: 11. وملك قابض على ناصيتك فإذا تواضعت لله رفعك وإذا تجبرت على الله قصمك، وملكان على شفتيك ليس يحفظان عليك إلا الصلاة على محمد صلى الله عليه وسلم، وملك قائم على فيك لا يدع أن تدخل الحية فى فيك، وملكان على عينيك فهؤلاء عشرة أملاك على كل آدمي، ينزلون ملائكة الليل على ملائكة النهار لأن ملائكة الليل

---

[1] دینوری، کنز العمال ٦، وعزاه السیوطی للدیلمی عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ

[2] دیلمی

سوی ملائکۃ النھار، فھؤلاء عشرون ملکا علی کل آدمی۔[1]

حضرت کنانہ عدوی سے روایت ہے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے یہ بتلائیں کہ ہر انسان کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ تیرے دائیں میں ہے جو تیری نیکیوں پر مامور ہے اور یہ بائیں والے فرشتہ کا سردار ہے جب تو کوئی اچھا عمل کرتا ہے تو یہ تیرے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب تو کوئی گناہ کرتا ہے تو بائیں والا فرشتہ دائیں سے پوچھتا ہے کہ کیا میں (اس کا یہ گناہ) لکھ دوں؟ تو وہ کہتا ہے نہیں شاید یہ اللہ تعالیٰ سے (اپنے اس گناہ پر) استغفار کرلے اور توبہ کرلے تو جب بائیں والا فرشتہ تین مرتبہ گناہ لکھنے کی اجازت مانگتا ہے تو (دائیں والا) کہتا ہے ہاں (اب لکھ لو) اللہ تعالیٰ نے ہمیں نجات پہنچائی ہے یہ برا رفیق ہے اللہ تعالیٰ کی طرف کتنا ہی کم متوجہ ہوتا ہے اس سے کتنا کم حیاء کرتا ہے (جبکہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس سے ایک تاک لگانے والا تیار (موجود ہوتا) ہے اور دو فرشتے تیرے سامنے اور پیچھے بحکم خدا (بہت سی بلاؤں سے) اس آدمی کی حفاظت کرتے ہیں اور ایک فرشتے نے تیری پیشانی کو تھاما ہوا ہے جب تو خدا کیلئے انکساری اختیار کرتا ہے تو وہ تجھے (مرتبہ میں) بلند کر دیتا ہے اور جب تو خدا کے سامنے تکبر کرتا ہے تو وہ تجھے تباہی میں ڈال دیتا ہے اور دو فرشتے تیرے ہونٹوں پر (جاگزین) ہیں، وہ تجھ پر کسی چیز کی حفاظت نہیں کرتے بس وہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر (انسان کے) درود و سلام کی نگہداشت کرتے ہیں (کہ جب یہ انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم درود بھیجے گا تو ہم اس کو وصول کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائیں گے) اور ایک فرشتہ تیرے منہ پر ہے جو سانپ (اور دیگر جانوروں) کو تیرے منہ میں نہیں گھسنے دیتا۔ اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر (مقرر) ہیں تو یہ ہر آدمی سے متعلق کل دس فرشتے ہوئے، دن والے فرشتے پر رات والے فرشتے اترتے ہیں۔ کیونکہ رات کے فرشتے دن والے فرشتوں سے الگ ہیں تو یہ ہر آدمی سے متعلق بیس فرشتے ہوئے۔

جب موت آتی ہے تو محافظ فرشتے الگ ہوجاتے ہیں

عن ابن عباس فی قولہ تعالی (لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ) قال: ملائکۃ یحفظونہ من بین یدیہ ومن خلفہ فإذا جاء قدرہ خلوا عنہ۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ وہ فرشتے ہیں جو انسان کے سامنے اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہیں جب موت آتی ہے تو یہ اس انسان سے دور ہٹ جاتے ہیں۔

---

[1] ابن جریر

[2] عبدالرزاق، فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم

محافظ فرشتے جنات سے حفاظت کرتے ہیں

عن إبراهيم فى قوله تعالى (يَحفَظونَهُ مِن أَمرِ الله) قال: من الجن.[1]

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "یحفظونہ من أمر الله" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کہ وہ یہ محافظ فرشتے انسان کی جنات سے حفاظت فرماتے ہیں۔

مؤکل فرشتہ نیند اور بیداری کی حالت میں حفاظت کرتا ہے

عن مجاهد قال: ما من عبد إلا به ملك موكل يحفظه فى نومه ويقظته من الجن والإنس والهوام فما منها شيء يأتيه يريده إلا قال: وراءك. إلا شيئا يأذن الله تعالى فيه فيصيبه.[2]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کوئی آدمی بھی نہیں مگر اس کے ساتھ کوئی مؤکل فرشتہ ہوتا ہے جو اس کی نیند اور بیداری کی حالت میں جن، انسان اور موذی جانوروں سے حفاظت کرتا ہے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو انسان کو تکلیف پہنچانے کے درپے ہو، مگر یہ فرشتہ اس کے پیچھے سے تنبیہ کرتا ہے (جس سے وہ مصیبت دور ہو جاتی ہے) ہاں وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ تکلیف دینے کی اجازت دیں تو وہ اسے لاحق ہو جاتی ہے۔

ایک آدمی کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں

عن أبي مجلز قال: جاء من مراد إلى علي فقال: احترس فإن ناسا من مراد يريدون قتلك فقال: إن مع كل رجل ملكين يحفظانه مما يقدر. فإذا جاء القدر خليا بينه وبينه.[3]

حضرت ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی قبیلہ مراد سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان سے آپ کی حفاظت کروں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس پر وارد ہونے والی مصیبتوں سے حفاظت کرتے ہیں لیکن جب موت یا کوئی اور مصیبت آنی مقدور ہوتی ہے تو یہ فرشتے اس مصیبت اور انسان کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں۔

فرشتہ ہر تکلیف دہ چیز دور کرتا ہے

عن أبي أمامة قال: ما من آدمي إلا ومعه ملك يذود عنه حتى يسلم للذى قدر له.[4]

1۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ

2۔ ابن جریر

3۔ ابن جریر

4۔ ابن جریر

حضرت ابو اسامہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہر آدمی کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اس سے ہر تکلیف دہ چیز کو دور کر دیتا ہے اور جو مصیبت مقدر ہو چکی ہو اس سے انسان کا دفاع نہیں کرتا۔

عن السدی فی قولہ (لہ معقبات) الآیۃ قال: لیس من عبد إلا لہ معقبات من الملائکۃ، ملکان یکونان معہ فی النہار فإذا جاء اللیل صعدا وأعقبہما ملکان فکان معہ لیلہ حتی یصبح یحفظونہ من بین یدیہ ومن خلفہ ولا یصیبہ شیء لم یکتب علیہ إذا غشی من ذلک بشیء دفعاہ عنہ ألم ترہ یمر بالحائط فإذا جاز سقط، فإذا جاء الکتاب خلوا بینہ وبین ما کتب لہ وہم من أمر اللہ أمرہم أن یحفظوہ۔[1]

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لہ معقبات" الآیۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کوئی انسان بھی نہیں مگر اس کے ساتھ محافظ فرشتے ہوتے ہیں دو فرشتے تو اس کے ساتھ دن میں ہوتے ہیں جب رات ہوتی ہے تو یہ آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں اور ان کے بعد انسان کے ساتھ دو فرشتے رات میں صبح تک رہتے ہیں، یہ انسان کے سامنے اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہیں جو مصیبت اس پر آنی نہیں لکھی ہوتی وہ اسے تکلیف نہیں پہنچا سکتی، جب کوئی مصیبت اس پر آنے لگتی ہے تو یہ اس کو اس سے ہٹا دیتے ہیں کیا تم نے نہیں دیکھا ایک شخص دیوار کے پاس سے گزر جاتا ہے پھر دیوار گرتی ہے۔ لیکن جب (کسی مصیبت کا) وقت آن پہنچتا ہے تو یہ اس کے اور انسان کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں، یہ فرشتے اللہ کے حکم سے اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حکم فرمایا ہے کہ یہ انسان کی حفاظت (کا فریضہ) سرانجام دیں۔

عن ابن عباس أنہ کان یقول (لَہُ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡ بَیۡنِ یَدَیۡہِ) ورقباء ومن خلفہ من أمر اللہ یحفظونہ[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لَہُ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡ بَیۡنِ یَدَیۡہِ" کو یوں پڑھتے تھے۔ "لہ معقبات من بین یدیہ رقباء ومن خلفہ من امر اللہ یحفظونہ" (کچھ فرشتے انسان کے آگے سے حفاظت کرتے ہیں اور پیچھے سے بھی اللہ حکم سے انسان کی حفاظت کرتے ہیں)

محافظ فرشتے مصیبت کے وقت کہاں ہوتے ہیں؟

عن قتادۃ قال: فی قراءۃ أبی بن کعب) لہ معبات من بین یدیہ ورقیب من خلفہ یحفظونہ من أمر اللہ۔[3]

---

[1] ابو الشیخ

[2] سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر

[3] ابن جریر

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ قرأت ابی بن کعب میں ہے ''کچھ فرشتے انسان کے سامنے سے حفاظت کرتے اور کچھ محافظ اس کے پیچھے سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حفاظت کرتے)

عن الجارود بن أبي سبرة قال " سمعني ابن عباس أقرأ (لَهُ مُعَقِبَاتٌ مِن بَينِ يَدَيهِ وَمِن خَلفِهِ) فقال: ليست هناك. ولكن له معقبات من بين يديه ورقيب من خلفه۔[1]

حضرت جارود بن ابی سبزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا آپ رضی اللہ عنہ نے پڑھا ''لَهُ مُعَقِبَاتٌ مِن بَينِ يَدَيهِ وَمِن خَلفِهِ'' تو کہا ایسے نہیں اور لیکن انسان کے لئے کچھ فرشتے ہیں جو اس کے سامنے سے حفاظت کرتے اور کچھ محافظ اس کے پیچھے سے سے حفاظت کرتے)

محافظ فرشتے دور ہو جاتے ہیں

عن علي في قوله تعالى (لَهُ مُعَقِبَاتٌ مِن بَينِ يَدَيهِ وَمِن خَلفِهِ يَحفَظُونَهُ مِن أَمرِ الله) قال: ليس من عبد إلا ومعه ملائكة يحفظونه من أن يقع عليه حائط أو يتردى في بئر أو يأكله سبع أو غرق أو حرق. فإذا جاء القدر خلوا بينه وبين القدر.[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''لَهُ مُعَقِبَاتٌ مِن بَينِ يَدَيهِ وَمِن خَلفِهِ يَحفَظُونَهُ مِن أَمرِ الله'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں ہر انسان کے ساتھ محافظ فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی نگہبانی میں لگے رہتے ہیں، کوئی دیوار انسان پر نہیں گرتی یا وہ کسی کنویں میں نہیں گرتا یا کوئی جانور اسے نہیں کھاتا یا وہ غرق نہیں ہوتا یا وہ جلتا نہیں یہاں تک کہ وہ مصیبت اس پر لکھی ہوتی ہے، اس وقت محافظ فرشتے انسان سے اور تقدیر کے درمیان سے دور ہو جاتے ہیں۔

عن علي بن أبي طالب قال: لكل عبد حفظة يحفظونه لا يخر عليه حائط أو يتردى في بئر أو تصيبه دابة حتى إذا جاء القدر له خلت عنه الحفظة فأصابه ما شاء الله أن يصيبه.[3]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر انسان کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت میں لگے رہتے ہیں کوئی دیوار انسان پر نہیں گرتی یا وہ کنویں میں نہیں گرتا یا اسے کوئی جانور تکلیف نہیں دیتا یہاں تک کہ تقدیر آجاتی ہے تو وہ محافظ فرشتے انسان سے دور ہو جاتے ہیں اور انسان کو وہ (تکلیف) پہنچتی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

---

[1] سعید بن منصور، ابن جریر، ابن ابی حاتم

[2] ابن المنذر، ابو الشیخ

[3] کتاب القدر از ابوداؤد، ابن ابی الدنیا، ابن عساکر

مومن کے ساتھ تین سو ساٹھ فرشتے ہوتے ہیں

عن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) وكل بالمؤمن ستون وثلثمائة ملك يدفعون عنه ما لم يقدر عليه من ذلك: للبصر سبعة أملاك يذبون عنه كما يذب عن قصعة العسل من الذباب في اليوم الصائف ما لو بدا لكم لرأيتموه على كل سهل وجبل كلهم باسط يديه فاغر فاه وما لو وكل العبد فيه إلى نفسه طرفة عين لاختطفته الشياطين)۔[1]

حضرت ابو امامہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے ساتھ تین سو ساٹھ فرشتے ہوتے ہیں جو مصیبت انسان پر واقع ہونا نہیں لکھی ہوتی اس کو انسان سے دور کرتے رہتے ہیں، صرف آنکھ کیلئے سات فرشتے ہیں۔ یہ (سب) فرشتے انسان سے بلاؤں کو اس طرح سے ہٹاتے رہتے ہیں جس طرح گرمی کے دن شہد کے پیالہ سے مکھیوں کو ہٹایا جاتا ہے، اگر ان فرشتوں کو تمہارے سامنے ظاہر کر دیا جائے تو تم ان کو ہر میدان اور ہر پہاڑ پر اپنے ہاتھوں کو کھولے ہوئے دیکھو انہوں نے اپنا منہ بھی کھولا ہوا ہے اور اگر انسان کی مصیبتیں پلک جھپکنے کے وقت کیلئے اس کی ذات کے سپرد کر دی جائیں تو اس پر شیاطین جھپٹ پڑیں۔

فرشتے انسان کی چاروں اطراف سے حفاظت کرتے ہیں

عن كعب قال: لو تخلى لابن آدم عن بصره لرأى على كل سهل وجبل شيطانا. كلهم باسط عليه يده فاغر إليه فاه يريدون هلكته. فلولا أن الله وكل بكم ملائكة يذبلون عنكم من بين أيديكم ومن خلفكم وعن أيمانكم وعن شمائلكم بمثل الشهب لتخطفوكم۔[2]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اگر ابن آدم کی آنکھ سے پردہ ہٹا دیا جائے تو وہ ہر میدان اور پہاڑ پر شیطان کھڑا دیکھے گا سب اس کے اوپر ہاتھ پھیلائے کھڑے ہوں وہ اس کو ہلاک کرنے کے ارادہ سے اس کی طرف منہ کھولے ہوئے ہوں گے پس اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری حفاظت پر فرشتے مقرر نہ کئے ہوتے وہ تمہارے آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں طرف سے مثل شہاب (شعلے) کے حفاظت کرتے ہیں تاکہ تمہاری حفاظت کریں۔

عن خيثمة قال: تقول الملائكة: يا رب عبدك المؤمن تزو عنه الدنيا وتعرضه للبلاء فيقول للملائكة: اكشفوا لهم عن ثوابه. فإذا رأوا ثوابه قالوا: لا يضره ما أصاب من الدنيا قال: وتقول: عبدك الكافر تزوى عنه البلاء وتبسط له الدنيا. فيقول للملائكة: اكشفوا لهم عن ثوابه. فإذا رأوا ثوابه قالوا: يا رب لا ينفعه ما أصابه من الدنيا.[3]

---

[1] مکاید الشیطان، ابن ابی الدنیا، طبرانی، الصابونی فی المائتین

[2] ابن جریر، ابوالشیخ

[3] ابن ابی شیبہ

حضرت خثیمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرشتے عرض کرتے ہیں اے پروردگار آپ کے مومن بندے کی یہ حالت ہے کہ دنیا اس سے کنارہ کش رہتی ہے اور بلائیں گھیرے رہتی ہیں (یہ کیوں ہے؟) تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں ان مصیبتوں اور تنگ دستی کا ثواب کھول کر دیکھو تو جب وہ ثواب کو ملاحظہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں جو کچھ اس کو دنیا میں تکلیف پہنچی ہے یہ اسے کوئی نقصان دینے والی نہیں۔ حضرت خثیمہ ؒ نے فرمایا (اسی طرح فرشتے) کہتے ہیں تیرا ایک بندہ کافر ہے جس سے مصیبت دور بھاگتی ہے اور دنیا کشادہ رہتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں ان (سوال کرنے والے فرشتوں) کو اس (کافر) کا عذاب دکھاؤ تو جب اسے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں اے پروردگار جو کچھ اس کو دنیا میں (عیش وآرام) ملا وہ اس کو (اس عذاب سے) نجات نہیں دلا سکے گا۔

دنیا کا انعام

عن نوف البكالي قال: انطلق مؤمن وكافر يصيدان السمك. فجعل الكافر يلقي شبكته ويذكر آلهته فتمتلىء ويلقي المؤمن ويذكر اسم الله فلا يجيء شيء. فيعاود ذلك إلى مغيب الشمس ثم إن المؤمن صاد سمكة فأخذها بيده فاضطربت فوقعت في الماء. فرجع المؤمن وليس معه شيء ورجع الكافر وقد امتلأت شبكته. قال الله لملك المؤمن: فأراه مسكن المؤمن في الجنة فقال: ما يضر عبدي المؤمن ما أصابه بعد أن يصير إلى هذا. وأراه مسكن الكافر في النار فقال: هل يغني عنه ما أصابه في الدنيا؟ قال: لا والله يا رب.[1]

حضرت نوف بکالی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک مومن اور ایک کافر مچھلی کے شکار کو چلے جب کافر اپنا جال پھینکتا اور اپنے خدا کا نام لیتا تو اس کا جال مچھلیوں سے بھرا ہوا نکلتا لیکن مومن ڈالتا اور اللہ کا نام لیتا تو کچھ بھی حاصل نہ ہوتا مگر وہ سورج غروب ہونے تک شکار میں لگا رہا بس اس سارے وقت میں ایک مچھلی ہاتھ لگی جس اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا لیکن اس نے ایسی حرکت کی کہ پانی میں جا گری پس مومن اس حالت میں واپس لوٹا کہ اس کے پاس کچھ نہ تھا، اور کافر اس حالت میں لوٹا کہ اس کا جال (مچھلیوں سے) بھرا ہوا تھا۔ (تو) اللہ تعالیٰ نے مومن کے فرشتہ سے فرمایا ادھر آ پھر اس کو مومن کا ٹھکانہ جنت میں دکھلایا اور فرمایا جب میرا مومن بندہ اس مقام میں آجائے تو اسے اس کے بعد کوئی چیز تکلیف نہیں دے سکے گی۔ اس کے بعد اس (فرشتہ) کو دوزخ میں اس کافر کا ٹھکانہ دکھایا تو پوچھا بتاؤ؟ جو کچھ اسے دنیا کا انعام اور عیش ملا وہ اس کے دوزخ کے ٹھکانے سے نجات دلا سکتا ہے؟ تو فرشتے نے عرض کیا پروردگار قسم بخدا کبھی نہیں۔

---

[1] زوائد الزہد عبداللہ بن احمد

الملائكة الموكلون بورق الشجر
درخت کے پتوں پر مقرر فرشتے

اے اللہ کے بندو میری مدد کرو

عن ابن عباس قال: إن لله عز وجل ملائكة في الأرض سوى الحفظة يكتبون ما يسقط من ورق الشجر، فإذا أصاب أحدكم عرجة في الأرض لا يقدر فيها على الأعوان فليصح فليقل: عباد الله أغيثونا أو أعينونا رحمكم الله فإنه سيعان وفي رواية عنده: إن لله ملائكة في الأرض يسمون الحفظة يكتبون ما يقع في الأرض من ورق الشجر، فما أصاب أحد منكم عرجة أو احتاج إلى عون بفلاة من الأرض فليقل: أعينوا عباد الله رحمكم الله، فإنه يعان إن شاء الله۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ محافظ فرشتوں کے علاوہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے بھی ہیں جو درختوں کے گرنے والے پتوں کو (بھی) لکھتے ہیں سو جب تم میں سے کوئی علاقہ میں (راستہ سے) بھٹک جائے اور ایسے میں کوئی مددگار نہ پائے تو اسے چاہیے کہ بلند آواز سے کہے۔ ''اے اللہ کے بندو! ہماری مدد اور اعانت کرو اللہ تم پر رحم فرمائے'' تو اس کی اعانت کی جائے گی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مدد کا واقعہ

حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل سمعت أبي يقول: حججت خمس حجج منها اثنتين راكبا، وثلاث ماشيا، فضللت الطريق في حجة وكنت ماشيا فجعلت أقول: يا عباد الله دلوني على الطريق فلم أزل أقول ذلك حتى وقفت على الطريق۔[2]

حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے پانچ حج کئے ہیں دو کیلئے سواری پر گیا تھا اور تین پیدل چل کر کئے تو ایک حج میں راستہ بھٹک گیا جب میں پیدل سفر کر رہا تھا تو میں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ ''اے اللہ کے بندو! مجھے راستے کی رہنمائی کرو'' بس میں یہ کہتا ہی رہا یہاں تک کہ میں راستہ سے واقف ہو گیا''۔

---

[1] شعب الایمان، امام بیہقی (منہ) طبرانی، مجمع الزوائد

[2] بیہقی بسند صحیح جدا

ما جاء في شراهيل وهراهيل عليهما السلام

شراہیل اور دن ہراہیل علیہا السلام کے بارے میں

سورج سفید دھاگے کو دیکھتا ہے تو طلوع ہو جاتا ہے

عن سلمان قال: الليل موكل به ملك يقال له: شراهيل، فإذا حان وقت الليل أخذ خرزة سوداء فدلاها من قبل المغرب فإذا نظرت إليها الشمس وجبت في أسرع من طرفة العين وقد أمرت الشمس أن لا تغرب حتى ترى الخرزة، فإذا غربت جاء الليل فلا تزال الخرزة معلقة حتى يجيء ملك آخر يقال له: هراهيل بخرزة بيضاء فيعلقها من قبل المطلع، فإذا رآها شراهيل مد إليه خرزته وترى الخرزة البيضاء فتطلع وقد أمرت أن لا تطلع حتى تراها فإذا طلعت جاء النهار۔[1]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رات جس فرشتے کے سپرد ہے اس کا نام شراہیل ہے۔ جب رات کا وقت قریب ہوتا ہے تو یہ غروب آفتاب سے پہلے آفتاب کے سامنے سیاہ دھاگہ دکھاتا ہے تو جب اسے سورج دیکھتا ہے تو پلک جھپکنے کی دیر میں غروب ہو جاتا ہے اور سورج کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس وقت تک غروب نہ ہو جب تک کہ وہ اس دھاگے کو نہ دیکھ لے اور جب یہ غروب ہوتا ہے تو رات آجاتی ہے اور یہ دھاگہ اسی طرح لٹکتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک اور فرشتہ دھاگہ لے کر آتا ہے اس (فرشتہ) کا نام ہراہیل ہے تو یہ اس دھاگے کو سورج طلوع ہونے سے پہلے لٹکا دیتا ہے تو جب حضرت شراہیل اس کو دیکھتے ہیں تو اپنا دھاگہ سمیٹ لیتے ہیں تو سورج سفید دھاگے کو دیکھتا ہے تو طلوع ہو جاتا ہے اور سورج کو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ طلوع نہ ہو یہاں تک کہ اس (دھاگہ) کو دیکھ لے تو جب سورج طلوع ہوتا ہے تو چڑھ جاتا ہے۔

رات کی تاریکی اور دن کی روشنی

عن جابر: أن خزيمة بن حكيم السلمي قال: يا رسول الله أخبرني عن ظلمة الليل وضوء النهار، قال) أما ظلمة الليل وضوء النهار فإن الله تعالى خلق خلقا من غشاء الماء باطنه أسود وظاهره أبيض وطرفه بالمشرق وطرفه بالمغرب تحده الملائكة، فإذا أشرق الصبح طردت الملائكة

---

[1] ابوالشیخ

الضوء حتى تجعله فى طرف الهواء۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت خزیمہ بن حکیم السلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی کے متعلق ارشاد فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کی تاریکی کی روشنی اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کے کیچڑ سے ایک مخلوق کو پیدا کیا جس کا اندرونی حصہ سیاہ ہے اور ظاہر کا حصہ سفید اس کا ایک کنارہ مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں جس کی ذمہ داری فرشتوں پر ہے پس جب صبح طلوع ہوتی ہے تو فرشتے تاریکی کو ہٹا کر مغرب کی طرف کردیتے ہیں اور پردہ کو کھینچ لیتے ہیں اور جب رات تاریک ہوتی ہے تو فرشتے روشنی کو ہٹا دیتے ہیں اور اس کا رخ فضا کی طرف کردیتے ہیں تو یہ باری باری آتے جاتے رہتے ہیں نہ تو پرانے ہوتے ہیں اور نہ ہی ختم ہوتے ہیں۔

ما جاء فى أرتيائيل مسلى الحزن عليه السلام

غم مٹانے والے ارتیائیل علیہ السلام

روم سے لشکر اسلام کی خبر میں تاخیر ہوگئی

عن سعيد بن عبد العزيز: أن أبا مسلم الخولانى استبطأ خبر جيش كان بأرض الروم فبينا هو على تلك الحال إذ دخل طائر فوقع بين يديه فقال: أنا ارتيائيل الملك مسلى الحزن عن قلوب بنى آدم فأخبره خبر ذلك الجيش، فقال له أبو مسلم: ما جئت حتى استبطأتك۔[2]

حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابومسلم خولانی کو ملک روم میں جہاد میں مصروف لشکر اسلام کی خبر کی تاخیر ہوگئی اور یہ اسی حال میں (منتظر) تھے کہ ایک پرندہ آیا اور زمین پر بیٹھ گیا اور کہا کہ میں ارتیائیل ہوں انسانوں کے دلوں سے غم کو مٹاتا ہوں پھر اس نے اس لشکر کی (حضرت ابومسلم کو) اطلاع کی تو حضرت ابومسلم رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا تو بہت تاخیر کرکے آیا ہے۔

حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوگئی

عن العرباض ابن سارية - وكان شيخا من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم - فكان يحب أن

---

[1] الطبرانى فى الاوسط، كنز العمال ۳۵۰۴۳ و ذكره السيوطى فى حديث طويل فى اربع صفحات وفيه الفاظ الحديث الذى بين يدينا وعزاه لابن عساكر وابن شاهين عن خزيمة بن حكيم رضى الله عنه، تهذيب تاريخ ابن عساكر ۵/۱۳۸

[2] ابن عساكر

يقبض فكان يدعو: اللهم كبرت سني ووهن عظمي فاقبضني إليك. قال: فبينا أنا يوما في مسجد دمشق وأنا أصلي وأدعو أن أقبض، إذا أنا بفتى شاب من أجمل الرجال وعليه دواج أخضر فقال: ما هذا الذي تدعو به؟ قلت: و كيف أقول يا بن أخي؟ قال: قل اللهم حسن العمل وبلغ الأجل. قلت: من أنت يرحمك الله؟ قال: أنا أرتيائيل الذي يسلي الحزن من صدور المؤمنين. ثم التفت فلم أر أحدا۔[1]

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے اور بوڑھے ہو چکے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ ان کی روح قبض ہو جائے، یہ ایک دن دعا کر رہے تھے کہ ''اے اللہ! میری عمر بہت ہوگئی ہے، میری ہڈیاں لاغر ہوگئی ہیں، اب آپ مجھے اپنے ہاں بلالیں'' حضرت عرباض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اسی حال میں ایک دن دمشق کی مسجد میں بیٹھا نماز پڑھ رہا تھا اور دعا کر رہا تھا کہ میری وفات ہو جائے (اس حالت میں یہ دیکھتا ہوں کہ) میں انسانوں میں سے حسین ترین نوجوان کے پاس ہوں جس پر سبز جبہ بھی ہے اس نے کہا یہ کیا طریقہ ہے جو تم دعا کر رہے ہو؟ میں نے کہا اے بھائی! میں کس طرح دعا کروں؟ تو ان کہا یوں کہو ''اللهم حسن العمل وبلغ الاجل'' (اے اللہ (میرے) اعمال بہتر فرما اور میرا اجل (مجھ تک) پہنچا۔ میں نے اس سے کہا آپ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ اس نے کہا کہ میں ارتیائیل ہوں جو مومنوں کے دلوں سے غم کو مٹاتا ہے۔ پھر میں نے مڑ کر جو دیکھا تو کسی کو نہ پایا۔

ما جاء في الملك الموكل بالمقابر عليه السلام

قبور پر مقرر فرشتہ کے بارے میں

دفن کر کے جانے والوں سے کیا عمل کرتا ہے

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لله تعالى ملك موكل بالمقابر فإذا دفن الميت وسوى عليه وتحولوا لينصرفوا، قبض قبضة من تراب القبر فرمى بها أقفيتهم وقال: انصرفوا إلى دنياكم وانسوا موتاكم۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ

[1]۔ابن ابی الدنیا، ابن عساکر از سند عروہ بن رویم

[2]۔امالیہ ابن بطہ

ہے جو قبروں سے متعلق ہے جب میت کو دفن کیا جاتا ہے اور اس پر مٹی برابر کر دی جاتی ہے اور واپس جانے کے لئے لوگ مڑتے ہیں۔ تو یہ فرشتہ اس قبر کی مٹی سے ایک مشت اٹھا کر ان جانے والوں کی گدیوں پر پھینکتا ہے اور کہتا ہے ''اپنی دنیا کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنے مردوں کو بھول جاؤ''

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن مشيعي الجنازة قد وكل الله بهم ملكا فهم مهتمون محزونون حتى إذا أسلموه في ذلك القبر ورجعوا راجعين أخذ كفا من تراب فرمى به وهو يقول ارجعوا إلى دنياكم أنساكم الله موتاكم فينسون ميتهم ويأخذون في شرائهم وبيعهم۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنازہ لے جانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ سپرد فرمایا ہے۔ یہ اہل میت غمگین اور نجور ہوتے ہیں لیکن جب اسے قبر میں دفن کر دیتے ہیں اور واپس لوٹتے ہیں تو یہ (فرشتہ) ایک مشت (میت کی قبر کی) مٹی سے اٹھا کر ان پر پھینکتا اور کہتا ہے ''تم اپنی دنیا کی طرف لوٹ جاؤ (اس کا غم نہ کھاؤ) اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اموات بھلا دے'' تو یہ اپنی میت کو بھول جاتے ہیں اور اپنی خرید وفروخت میں لگ جاتے ہیں۔

ما جاء في الملك الحامل للحوت والصخرة والملائكة الذين على أرجائها وعلى زوايا الأرض الرابعة عليهم السلام

مچھلی اور چٹان کو اٹھانے والا فرشتہ اور زمین کے چاروں کونوں اور کناروں کے فرشتے زمین کو اٹھانے والا فرشتہ

پانی سبز چٹان پر ہے

عن ابن عمر: أن النبي صلى الله عليه وسلم سئل عن الأرض على ما هي؟ قال:) على الماء (قيل: أرأيت الماء على ما هو؟ قال: " على صخرة خضراء " قيل: أرأيت الصخرة على ما هي؟ قال: " على ظهر حوت يلتقي طرفاه بالعرض " قيل: أرأيت الحوت على ما هو؟ قال: " على كاهل ملك قدماه في الهواء۔[2]

---

[1] الدیلمی، عیون الاخبار، ابوالفضل طوسی

[2] بزار، ابن عدی، ابوالشیخ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ زمین کس چیز پر ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''پانی پر'' پھر پوچھا گیا کہ آپ کو علم ہے کہ پانی کس پر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سبز چٹان پر'' پھر عرض کیا گیا کیا آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ چٹان کس پر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مچھلی کی پشت پر جس کے دونوں کنارے عرش سے ملے ہوئے ہیں'' عرض کیا گیا آپ کے علم میں ہے کہ مچھلی کس پر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ''ایک فرشتہ کے کندھے پر جس کے قدم ہوا میں ہیں''۔

ساتوں زمینیں چٹان پر ہیں

عن كعب قال: الأرضون السبع على صخرة، والصخرة فى كف ملك، والملك على جناح الحوت، والحوت فى الماء، والماء على الريح.[1]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ساتوں زمینیں چٹان پر ہیں اور چٹان فرشتے کی ہتھیلی میں ہے اور فرشتہ مچھلی کے پر پر ہے اور مچھلی پانی میں ہے اور پانی ہوا میں ہے۔

فرشتہ چٹان پر موجود ہے

عن السدى فى قوله تعالى: (فَتَكُن فِى صَخْرَةٍ) "لقمان: ١٦" قال: هذه الصخرة ليست فى السموات ولا فى الأرض، هى تحت سبع أرضين عليها ملك قائم.[2]

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''فَتَكُن فِى صَخْرَة'' کی تفسیر میں کہ یہ چٹان نہ آسمانوں میں نہ ہے نہ زمین میں بلکہ یہ سات زمینوں سے نیچے ہے جس پر ایک فرشتہ موجود ہے۔

مخلوق کی انتہا

عن أبى مالك قال: الصخرة التى تحت الأرض منتهى الخلق على أرجائها أربعة أملاك رؤوسهم تحت العرض.[3]

حضرت ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ وہ چٹان جو زمین کے نیچے ہے مخلوق کی انتہا ہے۔ اس کے اطراف میں چار فرشتے ہیں جن کے سر عرش کے نیچے ہیں۔

زمین کے نیچے کیا ہے؟

عن كعب أنه سئل: ما تحت هذه الأرض؟ قال: الماء، قيل: وما تحت الماء؟ قال: الأرض، قيل:

1۔ ابوالشیخ

2۔ ابن ابی حاتم

3۔ ابن ابی حاتم، ابوالشیخ

وما تحت الأرض؟ قال: صخرة قيل: وما تحت الصخرة؟ قال: ملك، قيل: وما تحت الملك؟ قال: حوت معلق طرفاه بالعرش، قيل: فما تحت الحوت؟ قال: الهواء والظلمة وانقطع العلم۔[1]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے رواہ ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ انہوں نے کہا پانی ہے کہا گیا پانی کے نیچے کیا ہے؟ کہا گیا اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ کہا چٹان ہے۔ کہا گیا اس چٹان کے نیچے کیا ہے؟ کہا فرشتہ ہے۔ کہا گیا فرشتہ کے نیچے کیا ہے؟ کہا مچھلی ہے جس کے دو کنارے عرش سے ملے ہوئے ہیں۔ کہا گیا مچھلی کے نیچے کیا ہے؟ کہا ہوا اور تاریکی ہے اس کے بعد (انسان) کا علم ختم ہو جاتا ہے۔

چوتھی زمین کے اوپر اور تیسری زمین کے نیچے جنات ہیں

عن ابن عمر قال: إن على الأرض الرابعة وما تحت الأرض الثالثة من الجن ما لو أنهم ظهروا لكم لم تروا معهم نور الشمس، على كل زاوية منها خاتم من خواتيم الله، على كل خاتم ملك من الملائكة، يبعث الله كل يوم ملكا من عنده أن احتفظ بما عندك۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ چوتھی زمین کے اوپر اور تیسری زمین کے نیچے جنات ہیں اگر یہ تمہارے سامنے ظاہر ہو جائیں تو ان کے ساتھ سورج کی کچھ روشنی نہ پاؤ۔ ان میں ہر زاویہ پر اللہ کی مہروں میں سے ایک مہر ہے اور ہر مہر پر فرشتوں میں سے ایک فرشتہ مقرر ہے۔ اللہ کے پاس جو فرشتے ہیں ان میں سے ہر روز اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتے ہیں کہ جو کچھ تیرے پاس ہے اس کی حفاظت کرو۔

مچھلی چٹان پر ہے اور چٹان فرشتہ کے ہاتھ میں ہے

۴۲۱:۔عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الأرضين بين كل أرض والتي تليها مسيرة خمسمائة عام، وهي على ظهر حوت قد التقى طرفاه في السماء، والحوت على صخرة، والصخرة بيد الملك۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر زمین کے اور جو اس ملی ہوئی زمین ہے ان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور یہ (آخری زمین) مچھلی کی پشت پر ہے جس کے دونوں کنارے آسمان سے ملے ہوئے ہیں اور مچھلی چٹان پر ہے اور چٹان فرشتہ کے ہاتھ میں ہے۔

---

[1] ۔ابن ابی حاتم

[2] ۔ابوالشیخ

[3] ۔ابن ابی حاتم، الحاکم ۴/ ۵۹۴، ورواہ الحاکم بزیادۃ طویلۃ، وقال ھذا الحدیث تفرد بہ ابوالسمح عن عیسی بن ھلال، والحدیث صحیح ولم یخرجاہ، کنز العمال: ۱۵۲۱۶، جمع الجوامع ۵۳۷۳، الدر المنثور ۶/ ۲۳۷، الترغیب والترہیب ۴/ ۴۷۴، میزان الاعتدال ۲۶۶۷، الاتحافات السنیۃ ص ۱۵۰

پانی ایک چکنی چٹان پر ہے

عن ابن مسعود وناس من الصحابة قالوا: خلق الله الأرض على حوت وهو الذى ذكره فى قوله (ن والقلم) والحوت فى الماء، والماء على ظهر صفاة والصفاة على ظهر ملك والملك على صخرة والصخرة فى الريح۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو مچھلی پر پیدا فرمایا ہے اور یہ وہی مچھلی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ''ن والقلم'' میں فرمایا ہے اور مچھلی پانی میں ہے اور پانی ایک چکنی چٹان پر ہے اور یہ چٹان ایک فرشتہ کی پشت پر ہے اور فرشتہ ایک چٹان پر ہے اور یہ چٹان ہوا میں ہے۔

ما جاء فى خزنة الريح عليهم السلام
ہوا کے نگران فرشتوں کے بارے میں

قوم عاد کو کتنی ہوا سے برباد کیا گیا؟

عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الريح مسجونة فى الأرض الثانية فلما أراد الله أن يهلك عاد أمر خازن الريح أن يرسل عليهم ريحا تهلك عادا قال: يا رب أرسل من الريح قدر منخر الثور قال له الجبار تعالى: لا، إذا تكفأ الأرض ومن عليها ولكن أرسل عليهم بقدر خاتم۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہوا دوسری زمین میں قید ہے جب اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کے ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا ہوا کے نگران فرشتہ سے فرمایا ان پر تھوڑی سی ہوا چھوڑ دے جو قوم عاد کو برباد کر دے۔ اس نے عرض کیا اے پروردگار (کیا) میں بیل کی ناک برابر ہوا کھول دوں؟ تو اللہ جبار نے فرمایا نہیں اگر ایسا کیا تب تو روئے زمین اور اس پر بسنے والوں کو سب کو تباہ کر دے گی بس ان پر صرف انگوٹھی کے بقدر ہوا چھوڑ۔

قوم عاد کو انگوٹھی سوراخ سے آنے والی ہوا سے ہلاک کیا گیا

عن كعب قال: ساكن الأرض الثانية الريح العقيم لما أراد الله ان يهلك قوم عاد أوحى إلى

---

[1] ابن جریر، ابن المنذر

[2] الدر المنثور ۶/۱۱۵، وذکرہ السیوطی وعزاہ لابن ابی حاتم عن عمر رضی اللہ عنہ

خزنتها أن افتحوا منها باباً قالوا یاربنا مثل منخر الثور؟ قال: إذا تكفأ الأرض بمن عليها افتحوا منها مثل حلقة الخاتم۔[1]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں دوسری زمین میں ہوا ساکن ہے جب اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو ہوا پر مقرر فرشتے کو حکم دیا کہ ان کے لئے (ہوا کا) ایک دروازہ کھول دے تو فرشتوں نے عرض کی اے ہمارے رب کیا بیل کے ناک کے برابر؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تب تو روئے زمین پر بسنے والوں سب کو ہلاک کردے گی اس سے انگوٹھی کے حلقہ کی مثل کھول دو۔

اللہ تعالیٰ آسمان سے ایک ہتھیلی برابر بھی پانی نہیں نازل فرماتا

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم) ما أنزل الله من السماء كفا من ماء إلا بمكيال، ولا كفأ من ريح إلا بمكيال إلا يوم نوح فإن الماء طغى على الخزان فلم يكن لهم عليه سلطان، قال الله (إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ) "الحاقة: ١١" ويوم عاد فإن الريح عتت على الخزان، قال الله تعالى: (بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ) (الحاقة:٦)۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آسمان سے ایک ہتھیلی برابر بھی پانی نہیں نازل فرماتا مگر پیمانہ کے ساتھ، اور اسی طرح ایک ہتھیلی برابر بھی ہوا نہیں چلاتا مگر پیمانہ کے ساتھ۔ مگر حضرت نوح علیہ السلام کے (عذاب کے) دن کیونکہ اس دن نگران فرشتوں کے سامنے پانی کی (بڑی) طغیانی تھی اور اس پر ان فرشتوں کا بس نہیں چلتا تھا (جیسا کہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہم نے جبکہ (نوح علیہ السلام کے وقت میں) پانی کو طغیانی ہوئی تم کو (یعنی تمہارے بزرگوں کو جو مومن تھے) کشتی میں سوار کیا۔ اور قوم عاد کے دن کیونکہ (اس دن) ہوا نگران فرشتوں کے سامنے سرکش ہوگئی تھی (جیسا کہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (قوم عاد کو) ٹھنڈی سناٹے کی ہوا جو ہاتھوں سے باہر ہو جائے۔

عن ابن عباس: ما أرسل الله تعالى شيئا من ريح إلا بمكيال، ولا قطرة من مطر إلا بمكيال إلا يوم نوح ويوم عاد، فأما يوم نوح فإن الماء طغى على خزانة فلم يكن لهم عليه سبيل، ثم قرأ (إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ)، وأما يوم عاد فإن الريح عتت على خزانها فلم يكن لهم عليها سبيل ثم قرأ (بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ).[3]

---

[1]۔ ابوالشیخ

[2]۔ ابوالشیخ، الافراد از دارقطنی، ابن مردویہ، ابن عساکر

[3]۔ فریابی وعبد بن حمید، ابن جریر

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے کوئی چیز نازل نہیں کرتا مگر ایک پیمانے کے ساتھ سوائے حضرت نوح اور حضرت عاد کے پس اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے دن پس پانی پر مقرر فرشتے کے سامنے پانی کی طغیانی تھی۔ پس ان کے لئے اس پر کوئی چارہ نہ تھا پھر انہوں نے آیت پڑھی "إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ" اور عاد کے دن ہوا اپنے نگران کے سامنے سرکش ہوگئی تھی ان کے لئے (اس پر کنٹرول) کا کوئی چارہ نہ تھا۔ پھر انہوں نے پڑھا "بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ"

عن علی بن أبي طالب قال: لم تنزل قطرة من ماء إلا بمكيال على يدى ملك إلا يوم نوح فإنه أذن للماء دون الخزان، فطغى الماء على الخزان فخرج. فذلك قوله تعالى (إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ) ولم ينزل شيء من الريح إلا على يدى ملك إلا يوم عاد. فإنه أذن لها دون الخزان فخرجت فذلك قوله (بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ) عتت على الخزان۔[1]

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کوئی قطرہ پانی کا نازل نہیں ہوتا مگر فرشتے کے ہاتھوں ایک مقدار کے مطابق سوائے نوح علیہ السلام کے دن کیونکہ پانی کو حکم دیا گیا بغیر نگران کے پس پانی کی طغیانی تھی نگران (پانی پر مقرر فرشتے) پر۔ پس وہ پانی نکلا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ" اور ہوائی میں سے کوئی چیز نازل نہیں ہوتی مگر فرشتے کے ہاتھوں سوائے عاد علیہ السلام کے دن پس ہوا کو حکم دیا گیا بغیر نگران (ہوا پر مقرر فرشتے) کے پس وہ ہوا نکلی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ" ہوا سرکش ہوگئی نگران (مقرر فرشتے) پر۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (ما أمر الخزان أن يرسلوا على عاد إلا مثل موضع الخاتم من الريح فعتت على الخزان فخرجت من نواحي الأبواب).[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہوا کے نگران فرشتوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ قوم عاد پر صرف انگوٹھی کے سوارخ سے ہوا چھوڑیں لیکن وہ (اس کے باوجود) ان پر اتنا تیز ہوگئی کہ وہ دروازوں کے کونوں سے بھی نکلنے لگ گئی۔

حدیث نمبر ۴۲۹:۔عن قبيصة بن ذؤيب قال: ما يخرج من الريح شيء إلا عليها خزان يعلمون قدرها وعددها ووزنها و كيلها، حتى كانت التي أرسلت على عاد فإنه تدفق منها شيء لا يعلمون قدره ولا وزنه ولا كيله غضبا لله تعالى، ولذلك سميت عاتية، والماء كذلك حتى كان أمر نوح فلذلك سمي طاغيا.[3]

---

[1] ۔ابن جریر
[2] ۔ابوالشیخ
[3] ۔ابن عساکر

حضرت قبیصہ بن ذویب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہوا کا جتنا حصہ بھی چلتا ہے اس پر نگران (فرشتے) مقرر ہوتے ہیں جو اس کی مقدار، تعداد، وزن اور پیمانہ کا علم رکھتے ہیں، وہ ہوا جو قوم عاد پر چھوڑیں گئی تھی وہ خوب اچھل اچھل کر پڑتی تھی۔ اس کی مقدار، وزن اور ناپ کا علم کسی فرشتے کو نہیں ہوا یہ ہوا اللہ کے غضب سے چلی تھی اسی وجہ سے اس کا نام ''عاتیہ'' سرکش بیان کیا گیا ہے اور اسی طرح طوفان نوح علیہ السلام کا نام بھی ''طاغیا'' سرکش ہے۔

ما جاء فی ملك الشمس والملائكة الموكلين بها عليهم السلام
مؤکل فرشتے اور سورج کے فرشتے علیہم السلام کے بارے میں

سفارش کروانا

عن وهب قال: إن رجلا كان يدعو لملك الشمس عليه السلام فداوم على ذلك زمانا حتى أتاه ملك الشمس، فقال: ما تريد بدعائك؟ قال: أخبرت أنك أكرم الملائكة وأمكن الملائكة عند ملك الموت فاشفع لي إليه۔[1]

حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک آدمی ملک شمس علیہ السلام کو پکارتا رہا اور اسی حالت میں اسے ایک زمانہ گزر گیا یہاں تک کہ اس کے پاس ملک شمس آیا اور پوچھا کہ تو (مجھے) کیونکہ بلایا ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ملک الموت کے نزدیک دیگر فرشتوں کی بہ نسبت مکرم اور زیادہ معتمد ہیں آپ اس کے پاس میری سفارش کر دیں۔

تین سو ساٹھ فرشتے

عن سعيد بن المسيب قال: لا تطلع الشمس حتى ينخسها ثلثمائة وستون ملكا كراهية أن تعبد من دون الله۔[2]

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں سورج اس وقت تک طلوع نہیں ہوتا جب تک اس تین سو ساٹھ فرشتے اس وجہ سے چھپا نہیں لیتے کہ خدا کے علاوہ اس کی پرستش نہ شروع کر دی جائے۔

سات فرشتے سورج کو روزانہ برف سے ٹھنڈا کرتے ہیں

عن أبي أمامة الباهلي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (وكل بالشمس سبعة أملاك

---

[1] ابو الشیخ

[2] ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابو الشیخ

يرمونها بالثلج كل يوم. ولولا ذلك ما أصابت شيئا إلا أحرقته -[1]

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات فرشتے سورج پر مقرر کردیئے گئے ہیں جو اس پر روزنہ برف ڈالتے ہیں اگر وہ اس طرح نہ کریں تو سورج کی گرمی جس شئے پر پہنچے اس کو جلا ڈالے۔

آفتاب کو طلوع ہونے کے لئے ستر ہزار فرشتے بلاتے ہیں

عن عكرمة نقال: ما طلعت شمس حتى يناديها سبعون ألف ملك: اطلعي. فتقول: كيف أطلع وأنا أعبد من دون الله؟. فيدفعها ملكان حتى تستقل.[2]

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: سورج اس وقت تک طلوع نہیں ہوتا جب تک اس کہ اسے طلوع ہونے کے لئے ستر ہزار فرشتے نہ بلائیں تو وہ کہتا ہے میں کس طرح طلوع کروں جبکہ خدا کے علاوہ میری پوجا کی جارہی ہے تو اس سے دو فرشتے مدافعت کرتے ہیں تب وہ طلوع ہوتا ہے۔

ساتوں آسمان اور زمین سورج سے روشن ہوتے ہیں

عن علي بن أبي طالب قال: إن الشمس إذا طلعت يقف معها ملكان موكلان بها يجريان معها ما جرت، حتى إذا وقعت في قطبها حذاء بطنان العرش خرت ساجدة حتى يقال لها: امض بقدرة الله. فإذا طلعت أضاء وجهها السبع سموات وقفاها لأهل الأرض. حتى إذا وقعت في قطبها قام ملك بالمشرق فقال: اللهم أعط منفقا خلفا. وقام ملك بالمغرب فقال: اللهم أعط ممسكا تلفا. فإذا صليت العتمة وذهب من الليل هجر من حجرات السماء قاما فناديا: هل من مستغفر يغفر له؟ هل من تائب يتاب عليه؟ هل من راغب يرد بحاجته؟ هل من مظلوم ينتصر؟ ثم يقولان: إن ربنا لغفور شكور. حتى إذا كان من السحر اطلعا إلى الأرض. فقالا: سبحت ذا العلا. ويقول ملك تحت الأرض السفلى. يقال له الدرابيل: سبحانك حيث أنت.[3]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ فرشتے اس کے ساتھ نگران ہوتے ہیں جب تک وہ چلتا رہتا ہے یہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ اپنے

---

[1] ۔طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ، کشف الخفاء ۲/۵۷۴، وعزاہ العجلونیی للطبرانی عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ، وقال الغماری والحدیث منکر فی سندہ عفیر بن معدان الحمصی منکر الحدیث لیس بثقۃ۔

[2] ۔ابن المنذر

[3] ۔ابن ابی حاتم، ابوالشیخ

قطب میں عرش خداوندی کے بالمقابل درمیان میں پہنچتا ہے تو سجدہ میں گر جاتا ہے یہاں تک کہ اسے حکم دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ آگے بڑھ۔ پس جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے سامنے ساتوں آسمان روشن ہو جاتے ہیں اور یہ دونوں فرشتے اسے باشندگان زمین کے لئے روک لیتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ اپنے قطب میں پہنچتا ہے تو ایک فرشتہ مشرق میں کھڑے ہو کر کہتا ہے ''اے اللہ خرچ کرنے والے کو باقی رہنے والے کو ضائع ہونے والا عوض عطاء فرما پھر جب عشاء کی نماز پڑھ لی جاتی ہے۔ اور رات کا ایک حصہ آسمانی حصوں کے اعتبار سے گزر جاتا ہے تو یہ دونوں فرشتے کھڑے ہو کر منادی کرتے ہیں کوئی بخشش مانگنے والا ہے جسے معاف کی جائے؟ کوئی توبہ کرنے والا ہے جسے توبہ دے جائے؟ کوئی حاجت مند ہے جس کی حاجت پوری کی جائے؟ کوئی مظلوم ہے جس کی امداد کی جائے؟ پھر کہتے ہیں ہمارا رب غفور رحیم ہے حتیٰ کہ جب سحری کا وقت ہوتا ہے تو یہ دونوں زمین پر جھانکتے ہیں ایک کہتا ہے میں بلند و بالا (خدا) کی تسبیح عرض کرتا ہوں اور ان دونوں فرشتوں میں سے جو سب سے نچلی زمین پر ہے جسے ''درابیل'' کہا جاتا ہے وہ کہتا ہے (اے اللہ) آپ پاک ہیں جہاں بھی ہیں۔

ما جاء فی ملك الظل علیہ السلام

سایہ کے فرشتہ کے بارے میں

آگ نمرود میں ظل کی گود میں ابراہیم علیہ السلام کا سر

عن السدی قال: لما طفئت النار عن إبراهيم عليه السلام نظروا إلى إبراهيم فإذا هو ورجل آخر معه وإذا رأس إبراهيم فی حجره يمسح عن وجهه وذكر أن ذلك الرجل ملك الظل۔[1]

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آگ کو بجھا دیا گیا تھا تو لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ایک دوسرے آدمی کو دیکھا جس کی گود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا سر مبارک رکھا ہوا تھا اور وہ آپ علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر اپنا ہاتھ پھیر رہا تھا۔ یہ شخص سایہ کا فرشتہ تھا۔

---

[1] ابن جریر

ما جاء فی ملك الأرحام
رحموں کے فرشتے کے بارے میں

شکم مادر میں سعید وشقی کا فیصلہ

عن أنس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن الله تعالیٰ قد وكل بالرحم ملكا يقول: أي رب نطفة أي رب علقة أي رب مضغة. فإذا أراد الله أن يقضي خلقها قال: أي رب شقي أو سعيد؟ ذكر أو أنثى؟ فما الرزق؟ فما الأجل؟ فيكتب كذلك في بطن أمه۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے پوچھتا ہے اے یہ قطرہ رہے گا یا جما ہوا خون بنے گا یا گوشت کی بوٹی بنے گی۔ جب اللہ تعالیٰ یہ ارادہ فرماتے ہیں کہ اس نطفہ کی تخلیق مکمل فرمائیں تو وہ (فرشتہ) عرض کرتا ہے بد بخت ہوگا یا سعادتمند، مذکر ہوگا یا مونث، اس کا رزق کیا اور کتنا ہوگا اور اس کی موت کب آئے گی یہ سب کچھ اس وقت لکھ دیتا ہے جب وہ اپنے شکم مادر میں ہوتا ہے۔

بچے کی مرحلہ وار پیدائش اور ملائکہ کی ذمہ داریاں

حدیث نمبر ۴۳۷:۔عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن النطفة تكون في الرحم أربعين يوما على حالها لا تتغير. فإذا مضت الأربعون صارت علقة ثم مضغة كذلك، ثم عظاما كذلك. فإذا أراد الله أن يسوي خلقه بعث إليه ملكا، فيقول: أي رب ذكر أم أنثى؟ أشقي أم سعيد؟ أقصير أم طويل؟ ناقص أم زائد؟ قوته وأجله. أصحيح أم سقيم؟ فيكتب ذلك كله۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نطفہ چالیس روز تک رحم میں اپنی حالت میں رہتا ہے (کسی اور حالت میں) تبدیل نہیں ہوتا۔ جب چالیس روز گزر جاتے ہیں تو جما ہوا خون بن جاتا ہے، پھر اسی طرح (چالیس روز میں) گوشت کی بوٹی بن جاتی ہے، پھر اسی طرح (یعنی چالیس روز میں) ہڈیاں (پیدا) ہو جاتی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ انسان کے ڈھانچہ کو درست کرتے ہیں تو اس کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجتے ہیں تو وہ عرض ہے اے پروردگار (یہ) مرد ہوگا یا عورت، بد بخت ہوگا یا سعادت مند، قد و قامت میں

---

[1] مسلم کتاب القدر ب ا، رقم ۵، ورواه بنحوه منه، تفسیر القرطبی، ۸۲، ۷، جمع الجوامع: ۴۹۲۲، کنز العمال: ۵۷۴، احمد

[2] الدر المنثور ۴/ ۳۴۵، وعزاه السیوطی لاحمد وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجمع الزوائد ۸/ ۱۹۲، وذکر الھیثمی وعزاه لاحمد وابوعبیدة لم یسمع من ابی وعلی بن زید سیئ الحفظ، ورواه الطبرانی فی الصغیر بنحو ما فی الصحیح

طویل ہوگا یا پست قد، طاقت کے اعتبار سے کمزور ہوگا یا زائد؟ اس کی موت کب ہوگی؟ یہ تندرست ہوگا یا بیمار؟ تو یہ فرشتہ اس کی اطلاع پا کر یہ سب کچھ لکھ دیتا ہے۔

بدبخت ہوگا یا سعید

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أراد الله أن يخلق نسمة، قال ملك الأرحام: أي رب ذكر أم أنثى؟ فيقضي الله، أي رب شقي أم سعيد؟ فيقضي الله أمره، ثم يكتب بين عينيه ما هو لاق حتى النكبة ينكبها۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے پیدا کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو ملک الارحام عرض کرتا ہے اے پروردگار یہ مرد ہوگا یا عورت؟ تو اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرماتے ہیں وہ پھر عرض کرتا ہے اے پروردگار یہ بدبخت ہوگا یا سعادت مند تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی فیصلہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ انسان پر بیتنے والا ہوتا ہے سب کچھ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان تحریر کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جو تکلیف پہنچنی ہوتی ہے وہ بھی لکھدی جاتی ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے انسان کو بناتا ہے

عن حذيفة بن أسيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا مر بالنطفة ثنتان وأربعون ليلة بعث الله إليها ملكا فصورها وخلق سمعها وبصرها وجلدها وشحمها وعظامها، ثم قال: يا رب ذكر أم أنثى؟ فيقضي ربك ما شاء، ويكتب الملك ثم يقول: يا رب رزقه؟ فيقضي ربك ما شاء ويكتب الملك ثم يخرج الملك بالصحيفة في يده فلا يزيد على ما أمر ولا ينقص۔[2]

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب نطفہ کو (رحم مادر میں) بیالیس روز گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتے ہیں جو اس کی صورت بناتا ہے، اور اس کے کان، آنکھ، جلد، چربی اور ہڈیاں بناتا ہے، پھر وہ (فرشتہ) عرض کرتا ہے اے پروردگار! مذکر ہو یا مونث، تو اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں فیصلہ فرماتے ہیں اور یہ فرشتہ (اس کو) لکھ لیتا ہے پھر عرض کرتا ہے اے رب اس کا رزق (بھی لکھوائیں) تو اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں فیصلہ فرماتے ہیں اور فرشتہ (اس کو بھی) لکھ لیتا ہے پھر یہ فرشتہ اپنے ہاتھ میں ایک کتابچہ کھولتا ہے تو نہ کوئی بات زیادہ ہوتی ہے نہ کم۔

---

[1] مجمع الزوائد ۷/ ۱۹۳، وذکرہ الھیثمی وعزاہ لابویعلی والبزار، ورجال ابی یعلی رجال الصحیح، المطالب العالیۃ: ۲۹۱۸

[2] مسلم کتاب القدر ب ۱ رقم الحدیث ۳، ورواہ بنحوہ، الطبرانی فی الکبیر ۳/ ۱۹۸، الدر المنثور ۴/ ۳۴۵، جمع الجوامع رقم الحدیث ۲۶۲۹، وعزاہ السیوطی لابن ماجۃ عن حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ، کنز العمال رقم الحدیث ۵۲۰، وعزاہ السیوطی لمسلم عن حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ، تفسیر القرطبی ۱۲/ ۷، ۲۰/ ۱۲۱، مشکل الآثار ۳/ ۲۷۹، الفتاوی الحدیثیۃ ص ۵ و ۲۸

عن حذيفة بن أسيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن النطفة إذا استقرت فى الرحم فمضى لها أربعون يوما جاء ملك الرحم فصور عظمه ولحمه ودمه وشعره وبشره وسمعه وبصره، فيقول: يا رب ذكر أم أنثى؟ يا رب شقي أم سعيد؟ فيقضى الله ما شاء، ثم يقول: أى رب أجله؟ فيقضى الله ما شاء، ثم يطوى الصحيفة فلا تنشر إلى يوم القيامة۔ [1]

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب نطفہ رحم میں ٹھہرتا ہے تو وہاں چالیس دن رہتا ہے تو رحم کا فرشتہ آتا ہے وہ اس کی ہڈیاں، گوشت، خون، بال، چہرہ، کان اور آنکھیں بناتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے اے میرے رب! مذکر ہے یا مئونث، اے میرے رب شقی ہے یا سعید تو اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے پھر وہ (ملک الرحم) عرض کرتا ہے اے اللہ! اس کی عمر کتنی ہے تو اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے پھر اس کا صحیفہ لپیٹ دیا جاتا ہے پھر اس کو قیامت تک پھیلایا نہیں جاتا۔

عن حذيفة بن أسيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذا استقرت النطفة فى الرحم اثنين وسبعين صباحا أتى ملك الأرحام فخلق لحمها وعظمها وسمعها وبصرها، ثمس قال: يا رب أشقي أم سعيد؟ فيقضى ربك ما شاء، ويكتب الملك، ثم يكتب رزقه وأجله وعمله ثم يخرج الملك۔ [2]

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب نطفہ رحم میں ستائیس دن رہتا ہے تو ملک الارحام آتا ہے تو اس کا گوشت، اس کی ہڈیاں اس کے کان اور اس کی آنکھیں بناتا ہے پھر عرض کرتا ہے اے میرے رب کیا یہ شقی ہے یا سعدی ہے تو تیرا رب جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے تو پھر فرشتہ لکھتا ہے پھر اس کا رزق اس کی عمر اس کا عمل لکھتا ہے پھر فرشتہ چلا جاتا ہے۔

عن أبى ذر عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:) إذا مكث المنى فى الرحم أربعين ليلة أتاه ملك النفوس فعرج به إلى الرب فقال: يا رب شقي أم سعيد؟ فكتب بين عينيه ما هو لاق۔ [3]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب منی رحم میں چالیس راتیں ٹھہرتی ہے تو ملک النفوس فرشتہ آتا ہے تو فرشتہ اس کو رب تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے تو عرض کرتا ہے

---

[1] ۔ الطبرانی

[2] ۔ جوامع الجوامع رقم الحدیث ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، وعزاہ السیوطی للباوردی عن ابی الطفیل عامر بن واثلہ عن حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ

[3] ۔ الرد علی الجهمية از عثمان بن سعيد دارمی، الدر المنثور ۷/۲۲۷، وذكره السيوطی بالفاظ مختلفة عن ابی ذر الغفاری رضی الله عنه، وعزاه لعبد بن حميد وابن جرير وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردويه عن ابی ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔۔۔۔ وذكر الحديث

اے میرے رب یہ شقی ہے یا سعید ہے تو اس کے آنکھوں کے درمیان جو ہوتا ہے لکھا جاتا ہے۔

اولادِ آدم نے اللہ تعالیٰ سے انصاف نہیں کیا

حدیث نمبر ۴۴۳:۔ عن محمد بن کعب القرظی قال: قرأت فی التوراة - أو قال فی صحف إبراهیم علیه السلام - فوجدت فیها: یقول الله: یا بن آدم ما أنصفتنی، خلقتك ولم تك شیئا، وجعلتك بشرا سویا، خلقتك من سلالة من طین فجعلتك نطفة فی قرار مکین، ثم خلقت النطفة علقة، فخلقت العلقة مضغة، فخلقت المضغة عظاما، فکسوت العظام لحما، ثم أنشأتك خلقا آخر، یا بن آدم فهل یقدر علی ذلك غیری؛ ثم خففت ثقلك عن أمك حتی لا تتبرم بك ولا تتأذی، ثم أوحیت إلی الأمعاء أن اتسعی، وإلی الجوارح أن تفرقی، فاتسعت الأمعاء من بعد ضیقها، وتفرقت الجوارح من بعد تشبیکها، ثم أوحیت إلی الملك الموکل بالأرحام ان یخرجك من بطن أمك فاستخلصك علی ریشة من جناحه، فأطلعت علیك، فإذا أنت خلق ضعیف لیس لك سن تقطع، ولا ضرس تطحن، فاستخلصت لك فی صدر أمك عرقا یدر لبنا، ثم قذفت لك فی قلب والدك الرحمة، وفی قلب أمك التحنن، فهما یکدان علیك ویجهدان ویربیانك ویغذیانك، ولا ینامان حتی ینوماك، یا بن آدم لم فعلت ذلك بك؛ ألشیء استأهلت به منی أو لحاجة استعنت بك علی قضائها؛ ابن آدم فلما قطع سنك وطحن ضرسك، أطعمتك فاکهة الصیف فی أوانها، وفاکهة الشتاء فی أوانها فلما أن عرفت أنی ربك عصیتنی، فادعنی فإنی قریب مجیب، واستغفرنی فإنی غفور رحیم۔[1]

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے یا تو تورات میں پڑھا ہے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں جن میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے آدم کی اولاد! تو نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا میں تجھے پیدا کیا تو کچھ بھی نہ تھا، میں نے تجھے کامل انسان بنایا اور مٹی کے خمیر سے تجھے پیدا کیا اور پھر تجھے نطفہ کی شکل میں ایک محفوظ مقام میں رکھا پھر میں ایک بوند (نطفہ) سے جما ہوا خون بنایا پھر اس جمے ہوئے خون سے گوشت کا لوتھڑا بنایا، پھر گوشت کے لوتھڑے سے ہڈیاں بنائیں پھر میں نے ہڈیاں پر گوشت پہنایا، پھر میں نے تجھے ایک نئی شکل وصورت میں اٹھا کھڑا کیا۔ اے آدم کی اولاد! کیا کوئی میرے سوا اس پر قادر ہے؟ پھر میں نے تیری ماں سے تیرا بوجھ ہلکا کر دیا وہ تجھ سے تنگ دل نہیں ہوتی اور تیرے دکھ میں) اذیت میں مبتلا ہوجاتی ہے پھر میں نے آنتوں کو وحی کی کہ تم نالی دار ہو جاؤ اور اعضاء کی طرف کہ تم الگ الگ ہو جاؤ تو

[1] حلیۃ الاولیاء از ابونعیم

انتیں اپنے تنگ ہونے کے باوجود نالی دار ہو گئیں۔ اور اعضاء باہم الجھنے کے باوجود الگ الگ ہو گئے۔ پھر میں نے رحموں کے فرشتہ کو وحی کی کہ وہ تجھے تیری ماں کے پیٹ سے نکالے تو اس نے تجھے اپنے عضو کے ایک پر کے ذریعے (ماں کے پیٹ سے نکال کر) الگ کیا۔ پھر میں نے تجھے دیکھا تو خلقت کے اعتبار سے کمزور تھا تیرے دانت ایسے نہیں تھے جو کاٹتے اور نہ ڈاڑھیں ایسی تھی جو پیستں تو میں نے تیرے واسطے تیری ماں کے سینہ سے دودھ نکالا جو گرمیون میں ٹھنڈا ہو کر نکلتا ہے اور سردیوں میں گرم اور اس (دودھ) کو میں نے تیرے لئے جلد، خون اور رگوں سے نکالا ہے پھر تیری والدہ کے دل میں میں نے تیرے لئے مہربانی ڈالدی اور تیرے باپ میں شفقت پس وہ دونوں محنت مشقت کر کے تجھے پالتے ہیں اور تجھے خوارک مہیا کرتے ہیں اور اس وقت تک نہیں سوتے جب تک کہ تجھے سلا نہ دیں۔

اے آدم زاد! میں نے یہ تیرے ساتھ کیوں کیا ہے؟ کیا یہ ایسی بات ہے جس کا تو مجھ سے حقدار تھا یا میں نے اپنی کسی حاجت کو پورا کرنے کے لئے تجھے پیدا کر کے مدد چاہی ہے؟

اے آدم زاد! جب تیرے دانت ٹوٹ گئے اور ڈارھیں گر گئیں تو میں نے تجھے گرمی کے پھل ان کے موسم میں اور سردی کے پھل ان کے موسم میں کھلائے تو جب تو نے پہچان لیا کہ میں تیرا رب ہون تو تو نے میری نافرمانی شروع کر دی۔ تو (ہر پریشانی اور دکھ درد میں) مجھے پکار میں تیرے قریب بھی ہوں اور تیری فریاد کو سنتا بھی ہوں۔ تو (ہر غلطی اور گناہ کی معافی کے لئے) مجھ سے بخشش طلب کر بے شک میں غفور ورحیم ہوں۔

الملك الموكل بالجنين عليه السلام
جنین کے فرشتے کے بارے میں

جنین پر مقرر فرشتہ

عن ابن عباس قال: وكل بالجنين ملك إذا نامت الأم أو اضطجعت رفع رأسه لولا ذلك لغرق في الدم۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک فرشتہ جنین کا نگران ہے جب اس کی ماں سوتی یا لیٹ جاتی ہے تو یہ (فرشتہ) اس (جنین) کا سر اوپر کو اٹھا دیتا ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو بچہ خون میں غرق ہو جائے۔

---

[1] ابوالشیخ بسند جید

الملك الموكل بالصلاة على من صلى على النبي ﷺ

دورد شریف پر مقرر فرشتہ جس نے نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا

درود پاک کی فضیلت

عن أبي طلحة قال: قال رسول الله صلى الله عليبه وسلم:) اتانى جبريل فقال: يا محمد من صلى عليك من أمتك صلاة كتب الله تعالى له بها عشر حسنات، ومحا عنه عشر سيئات، ورفعه بها عشر درجات، وقال له الملك مثل ما قال لك. قلت: يا جبريل وما ذاك الملك؟ قال: إن الله تعالى وكل بك ملكا من لدن خلقك إلى أن يبعثك. لا يصلى عليك أحد من أمتك إلا قال: وأنت صلى الله عليك۔[1]

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد ﷺ! آپ کی امت سے جو بھی ایک مرتبہ آپ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے ثواب میں دس نیکیاں لکھ دیتے ہیں اس کے دس گناہ مٹا دیتے ہیں اور دس درجات بلند کردیتے ہیں اور اسے ایک فرشتہ بھی ویسا ہی کہتا ہے جیسا اس نے آپ کے لئے کہا تھا۔ میں نے پوچھا اے جبریل علیہ السلام یہ فرشتہ کون ہے ؟(اور کیا کرتا ہے؟) تو انہوں نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت سے ایک فرشتہ آپ کے متعلق کر رکھا ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پیدا کیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا، آپ ﷺ کی امت میں سے کوئی بھی آپ ﷺ پر درود نہیں پڑھتا مگر یہ فرشتہ کہتا ہے اور تجھ پر بھی اللہ تعالیٰ رحمت بھیجے۔

درود پڑھنے والے پر اللہ اور فرشتے رحمت بھیجتے ہیں

عن أبي طلحة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) أتاني جبريل ببشارة من ربي. قال: إن الله تعالى بعثني إليك أبشرك أنه ليس أحد من أمتك يصلي عليك صلاة إلا صلى الله وملائكته عليه بها عشرا۔[2]

---

[1] جمع الجوامع رقم الحديث ۲۶۱، وعزاه السيوطی للطبرانی عن انس، وعن ابی طلحة وفيه محمد بن ابراهيم الوليد لايعرف وبقية رجاله ثقات، كنز العمال رقم الحديث ۲۱۷۳

[2] جمع الجوامع رقم الحديث ۲۵۹، وعزاه السيوطی للبغوی والطبرانی عن انس عن ابی طلحة رضی الله عنهما

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس جبریل علیہ السلام ایک بشارت لے کر آئے ہیں اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اسلئے بھیجا ہے کہ میں آپ کو خوشخبری سناؤں کہ آپ کی امت میں ایسا کوئی آدمی بھی نہیں جو آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر اس کے ثواب میں دس مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں۔

عن أبي طلحة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) أتاني جبريل فقال: إن الله قال: من صلى عليك صليت عليه أنا وملائكتي عشرا، ومن سلم عليك سلمت عليه أنا وملائكتي عشرا.[1]

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر (ایک مرتبہ) درود پڑھا تو خود میں اور میرے فرشتے اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرتے ہیں اور جس نے آپ پر (ایک مرتبہ) سلام بھیجا تو خود میں اور میرے فرشتے اس پر دس مرتبہ سلامتی نازل کرتے ہیں۔

الملك الذى يصوغ حلى أهل الجنة عليه السلام

اہل جنت کے زیور تیار کرنے والا فرشتہ

عن كعب قال: إن لله ملكا يصوغ حلة أهل الجنة من يوم خلق إلى أن تقوم الساعة.[2]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ وہ بھی ہے جو کائنات کی تخلیق کے وقت سے قیامت قائم ہونے تک جنتیوں کیلئے زیور تیار کر رہا ہے۔

الملك الموكل بتبليغ النبى صلى الله عليه وآله وسلم الصلاة

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک درود پہنچانے والے فرشتے

ساری دنیا کے درود پہنچانے والا فرشتہ

عن عمار بن ياسر عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:) إن لله ملكا أعطاه أسماع الخلائق كلهم

[1] جمع الجوامع رقم الحديث ٢٦٠، وذكره السيوطى بلفظه عن انس، كنز العمال رقم الحديث ٢٢١٠

[2] ابوالشيخ

فهو، قائم على قبري إذا مت إلى يوم القيامة، فليس أحد من أمتي يصلي عليّ صلاة غلا سماه باسمه واسم أبيه، فقال: يا محمد على عليك فلان ابن فلان۔[1]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ایک فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کی باتیں سننے کی طاقت عطاء کر رکھی ہے یہ میری قبر پر قائم ہے جب سے مجھ پر وفات آئے گی قیامت تک میری امت سے کوئی بھی ایسا نہیں جو مجھ پر درود پیش کرے مگر یہ فرشتہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر فلاں بن فلاں نے درود بھیجا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پہنچادیا جاتا ہے

عن عمار بن ياسر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:) إن لله ملكا أعطاه سمع العباد فليس من أحد يصلي علي إلا أبلغنيها۔[2]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک فرشتہ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کی باتیں سننے کی طاقت عطا فرمائی پس کوئی آدمی مجھ پر درود پیش کرتا ہے تو وہ اس کو مجھ تک پہنچاتا ہے

عن يزيد الرقاشي: إن لله ملكا موكلا بمن صلى على النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إن فلانا من أمتك يصلي عليك۔[3]

حضرت یزید رقاشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک فرشتہ مقرر ہے جو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پیش کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے فلاں آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پیش کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درود خود سنتے ہیں

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) من صلى عليّ عند قبري سمعته، ومن صلى عليّ نائيا وكل الله بها ملكا يبلغني۔[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر قبر کے پاس درود

---

[1]۔ العقیلی، الطبرانی، الشیخ، ابن النجار

[2]۔ طبرانی، میزان الاعتدال ترجمۃ رقم ۸۲۹، وذکرہ مجوہ فی ترجمۃ اسماعیل بن ابراہیم ابویحیی (تفرد بہ اسماعیل اسنادا ومتنا) جمع الجوامع رقم ۶۹۴۸، اللآلی المصنوعۃ ۱/۱۴۸

[3]۔ ابن ابی شیبہ

[4]۔ الخطیب

وسلام پیش کرے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو مجھ سے دور سے درود پڑھے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو اس پر متعین کیا ہے جو اسے مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔

عن ابن عباس قال: ليس أحد من أمة محمد صلى الله عليه وسلم يصلي عليه صلاة إلا وهي تبلغه: يقول الملك: فلان يصلي عليك.[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں امت محمد ﷺ میں سے کوئی بھی نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود آپ ﷺ پر پہنچایا جاتا ہے۔ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ فلاں نے آپ ﷺ پر درود شریف بھیجا ہے۔

عن أبي بكر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) أكثروا الصلاة علىّ، فإن الله وكل بي ملكا عند قبري، فإذا صلى علىّ رجل من أمتي قال لي ذلك الملك: يا محمد إن فلان ابن فلان صلى عليك الساعة.[2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر میرے لئے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جب بھی میری امت کا کوئی آدمی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو مجھے یہ فرشتہ کہتا ہے اے محمد (ﷺ)! فلاں بن فلاں نے اس وقت آپ پر درود بھیجا ہے۔

درود پڑھنے والوں کیلئے فرشتوں کا استغفار کرنا

عن الحسن بن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ") عن الله عز وجل وكل بي ملكين، لا أذكر عند عبد مسلم فيصلي علىّ إلا قال ذانك الملكان: غفر الله لك، وقال الله وملائكته جوابا لذينك الملكين: آمين.[3]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے دو فرشتے میرے متعلق (مقرر) فرمائے ہیں میرا ذکر کسی مسلمان بندے کے سامنے نہیں کیا جاتا مگر وہ مجھ پر درود پڑھتا ہے تو یہ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمادے اور اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے ان دونوں فرشتوں کے جواب میں کہتے ہیں۔ آمین۔

جمعہ کے دن درود پڑھنے والے کی سو حاجتیں پوری ہوتی ہیں

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن أقربكم مني يوم القيامة في كل موطن

---

[1] شعب الایمان از بیہقی

[2] جمع الجوامع ۴۰۶۳، وعزاہ السیوطی للدیلمی عن ابی بکر رضی اللہ عنہ

[3] تفسیر ابن کثیر ۶/ ۴۶۶ وذکرہ ابن کثیر بلفظہ وزاد علیہ وقال غریب جدا، سنادہ فیہ ضعف شدید، تفسیر القرطبی ۱۴/ ۲۳۳

أكثركم عليّ صلاة في الدنيا، من صلى عليّ في يوم الجمعة وليلة الجمعة قضى الله له مائة حاجة، سبعين من حوائج الآخرة، وثلاثين من حوائج الدنيا، ثم يوكل الله تعالى بذلك ملكا يدخله في قبري كما يدخل عليكم الهدايا، يخبرني من صلى علي باسمه ونسبه إلى عشيرته فأثبته عندي في صحيفة بيضاء۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ہر مقام پر میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جس نے تم میں سے مجھ پر دنیا میں سب سے زیادہ درود پڑھا ہوگا۔ جس نے مجھ پر جمعہ کے دن میں یا جمعہ کی شب میں درود بھیجا تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک سو حاجتیں پوری کرتے ہیں ستر حاجتیں آخرت سے اور تیس حاجتیں دنیا سے پھر اللہ تعالیٰ اس درود کے متعلق ایک فرشتہ کی ذمہ داری لگا دیتے ہیں اور اس کو میرے پاس داخل فرما دیتے ہیں جیسے تمہارے پاس (گھروں میں) تحفے تحائف داخل ہوتے ہیں جس شخص نے بھی مجھ پر درود پڑھا وہ (فرشتہ) مجھے اس کے نام نسب اور قبیلہ کی اطلاع کرتا ہے تو میں اس (نام ونسب قبیلہ) کو سفید صحیفہ پر لکھ دیتا ہوں۔

فضائل درود شریف

ان ثمرات وبرکات کا بیان جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں.

اس میں اللہ عزوجل کے ساتھ موافقت نصیب ہوتی ہے گو نوعیت میں ہمارا درود بھیجنا اور اللہ کا درود بھیجنا مختلف ہے کیونکہ ہمارا درود دعاء اور سوال ہے اور اللہ تعالیٰ کا درود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت وثنا کی شکل میں عطا ونوال ہے۔

درود پڑھنے سے فرشتوں کے ساتھ بھی موافقت نصیب ہوتی ہے

انَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔[2]

(بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خوب کثرت سے درود وسلام بھیجا کرو)

ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے والے کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے دس رحمتیں نصیب ہوتی ہیں

یک دفعہ درود بھیجنے پر دس درجات بلند کیے جاتے ہیں۔

---

[1]۔ جمع الجوامع: ۵: ۶۲۴۵، وعزاه السیوطی للبیہقی فی شعب الایمان وابن عساکر عن انس رضی اللہ عنہ، کنز العمال ۷: ۲۲۳، الدر المنثور ۵/ ۲۱۹

[2]۔ الاحزاب: ۵۶

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے دس درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔[1]

ایک بار درود شریف پڑھنے سے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اس کے علاوہ درود پاک پڑھنے کے بے شمار فوائد ہیں تفصیل کے کتب سیرت کا مطالعہ فرمائیں

درود کی محفل تلاش کرنے والے فرشتے

عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لله ملائكة سياحين فى الأرض يبلغوني عن أمتي السلام۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جو زمین پر چلتے رہتے ہیں جو مجھے میری امت سے (مسلمان لوگوں کا) درود وسلام پہنچاتے ہیں۔

درس حدیث: جمعہ کا دن ہفتے کے ساتوں دنوں میں سب سے زیادہ افضل اور مبارک دن ہے، خصوصی طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی کچھ اور ہی فضیلت ہے بلاشبہ درود شریف ایک فضیلت والا عمل ہے۔

اللہ ربُّ العزّت نے جو مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطائے فرمایا ہے اتنا مقام کسی اور کو نہیں بخشا، اللہ تعالیٰ نے جہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور خصوصیات سے نوازا وہیں پر ایک خاصیت جو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی خاص ہے وہ درود شریف ہے۔

درود شریف ایک سلام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور اسکے بے بہا فوائد ہیں، جس سے دنیا وآخرت کی بھلائی اور کامرانی ممکن ہے۔

درود شریف ایک دعا بھی ہے جس سے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت طلب کی جاتی ہے اور سلامتی بھی طلب کی جاتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، اطاعت اور محبت کے علاوہ، وہ حقوق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر مشروع کیا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجیں۔

سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوا جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی دن جنت میں داخل کئے گئے، اسی دن جنت سے نکالے گئے اور اسی دن قیامت قائم

---

[1] سنن نسائی: حدیث نمبر ۱۲۹۷

[2] احمد، نسائی، ابن حبان، طبرانی، حاکم، ابوالشیخ، البیہقی

ہوگی"۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، اس دن کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے"۔[2]

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرت سے درود پڑھا کرو، جو ایسا کرے گا تو میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجتے ہیں"۔[3]

ایک سائل حضرت علیؓ کے پاس آیا اور عرض کی کہ مجھے کچھ دیجئے، میں تنگدست ہوں، حضرت علیؓ کے پاس اس وقت دینے کے لیئے کوئی چیز نہ تھی، آپ نے دس بار درود پڑھ کر سائل کی ہتھیلی پر پھونک مار کر فرمایا ہتھیلی بند کر دو، سائل نے باہر جا کر جب ہتھیلی کھولی تو سونے کے دیناروں سے بھری پڑی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قبر کو عبادت گاہ نہ بناؤ، اور مجھ پر درود بھیجو، بلاشبہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے، چاہے تم جہاں رہو"۔[4]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "حقیقی معنوں میں بخیل وہ شخص ہے، جس کے پاس میرے نام کا تذکرہ ہوا، لیکن اس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا"۔[5]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھتا ہے، قیامت کے روز وہ سب سے زیادہ میرے قریب ہوگا۔[6]

اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر کم از کم صلی اللہ علیہ وسلم کہے۔

مشکل جو سر پر آ پڑی تیرے ہی نام سے ٹلی　　مشکل کشا ہے تیرا نام تجھ پر لاکھوں درود و سلام

1۔ صحیح مسلم
2۔ ابوداؤد، ابن ماجہ
3۔ جامع ترمذی
4۔ سنن ابوداؤد
5۔ جامع ترمذی
6۔ جامع ترمذی

الملك الموكل بالركن اليمانى
رکن یمانی کے فرشتے کے بارے میں

رکن یمینی کا وظیفہ

عن ابن عباس قال:) إن ملكا موكل بالركن اليمانى منذ خلق الله السموات والأرض يقول: آمين آمين فقولوا (رَبَّنا آتِنا فِى الدُّنيا حَسَنَةً وَفِى الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنا عَذابَ النار).[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک فرشتہ ہے جو رکن یمانی سے متعلق ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تب سے یہ آمین آمین کہہ رہا ہے تم "ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار" پڑھا کرو (تاکہ تم بھی اس دعا کرنے والے اس کی آمین کے مستحق بن جاؤ)

رکن یمانی کے فرشہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليهوسلم) ما مررت على الركن إلا رأيت عليه ملكا يقول: آمين. فإذا مررتم عليه فقولوا (رَبَّنا آتِنا فِى الدُّنيا حَسَنَةً وَفِى الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنا عَذابَ النَّار).[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں (کسی وقت بھی) رکن یمانی سے نہیں گزرا مگر میں نے اس پر ایک فرشتہ کو دیکھا ہے جو آمین کہہ رہا ہے پس تم جب اس کے پاس سے گزرو تو (ربنا آتنا فی الدین حسنة و فی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار) پڑھا کرو۔

عن عطاء بن أبي رباح أنه سئل عن الركن اليمانى وهو فى الطواف، فقال: حدثنى أبو هريرة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال:) وكل به سبعون ملكا، فمن قال: اللهم إنى أسألك العفو والعافية فى الدنيا والآخرة (رَبَّنا آتِنا فِى الدُّنيا حَسَنَةً وَفِى الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنا عَذابَ النَّار) قالوا: آمين.[3]

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے ان سے رکن یمانی (کی فضیلت) کے بارے میں سوال کیا گیا

---

[1] البقرة:۲۰۱

[2] الدر المنثور ۱/ ۲۳۳، وعزاہ السیوطی لابن مردویہ عن عباس رضی اللہ عنہما، تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۵۶

[3] اتحاف السادة المتقین ۴/ ۳۵۱، وعزاہ الزبیدی لابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

جبکہ وہ طواف کررہے تھے تو انہوں نے فرمایا مجھے حضرت ابوہریرہ ؓ نے حدیث بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار) تو یہ فرشتے آمین کہتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ سے اس دعا کے قبول کرنے کی درخواست کرتے ہیں)

رکن یمانی

رکن یمانی خانہ کعبہ کے جنوب مغربی کونے کو کہتے ہیں۔

رکن یمانی کے فضائل: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رکن یمانی اور حجر اسود دونوں جنت کے دروازے ہیں۔[1]

عن ابن عمر قال علی الرکن الیمانی ملکان یؤمنان علی دعاء من مر بهما و ان علی الحجر الاسود ما لا یحصی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رکن یمانی پر دو فرشتے ہیں جو وہاں سے گذرنے والے کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور حجر اسود پر تو بے شمار فرشتے ہوتے ہیں"۔[2]

روایت میں آیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے مقام ابراہیم کے پیچھے یہ دعا فرمائی:

اللهم انك تعلم سری و علانیتی فاقبل معذرتی و تعلم حاجتی فاعطنی سؤلی و تعلم ما فی نفسی فاغفر لی ذنوبی۔ اللهم انی اسألك ایماناً یباشر قلبی و یقیناً صادقاً حتی اعلم انه لا یصیبنی الا ما کتبت لی و رضاً بما قسمت لی یا ارحم الراحمین۔

"اے اللہ! آپ میرے چھپے اور کھلے کے جاننے والے ہیں' میری معذرت قبول فرمالیجئے اور آپ میری ضرورت کو جانتے ہیں مجھ کو میری حاجت کی چیز عطا فرما دیجئے اور آپ جانتے ہیں جو کچھ مجھ میں ہے' میرے گناہ بخش دیجئے' اے اللہ! میں آپ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں رچ جائے اور وہ سچا یقین کہ میں خوب جان لوں کہ وہ بات جو آپ نے میری تقدیر میں لکھ دی ہے بس وہی مجھ کو پیش آسکتی ہے اور رضامندی مانگتا ہوں (اس زندگانی پر) جو آپ نے میرے لیے تقسیم فرمادی ہے"۔

استلام: رکن یمانی پر استلام کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں: استلام، رکن یمانی پر بھی استلام کرنا مستحب ہے۔ یہاں صرف دایاں ہاتھ یا دونوں ہاتھ رکن یمانی پر لگائے جاتے ہیں۔

---

[1]۔ جامع اللطیف، ماخوذ تاریخ مکۃ المکرمۃ ج:2،ص:227

[2]۔ الازرقی، 1/341، فضل الحجر الاسود، ص:4

الملك الموكل بالجمار علیہ السلام

رمی جمار کا فرشتہ علیہ السلام

عن ابن عباس أنه سئل: هذه الجمار ترمى فى الجاهلية والإسلام كيف لا تكون هضابا تسد الطريق؟ فقال: إن الله عز وجل وكل بها ملكا فما يقبل منه رفع، وما لم يقبل منه ترك۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہما سوال کیا گیا کہ (ایام حج میں حجاج کرام) رمی جمار کرتے (یعنی میدان منیٰ میں شیاطین کو کنکریاں مارتے) ہیں اور یہ عمل زمانہ جاہلیت (قبل از اسلام) میں بھی اور زمانہ اسلام میں بھی ہے تو یہ اتنا بڑا ڈھیر کیوں نہیں بنتا جو راستہ کو بند کر دے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو کنکری مقبول ہو جاتی ہے اس کو وہ اٹھا لیتا ہے اور جو مقبول نہیں ہوتی اس کو چھوڑ دیتا ہے۔

رمی جمار کرنا

رمی جمار یا رمی حج سے متعلقہ ایک اسلامی اصطلاح ہے۔ مسلمان دوران حج تین علامتی شیطانوں کو کنکر مارتے ہیں۔ یہ حج کا ایک رکن ہے۔ دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو یہ عمل کیا جاتا ہے، اس میں ہر حاجی پر لازم ہے کہ تین شیطانوں کو سات سات کنکر ترتیب وار مارے۔ یہ عمل اسلام میں نبی ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے طور پر جاری ہے۔ بعض حالات میں تیرہ ذوالحجہ کو بھی پتھر مارنے ضروری ہو جاتے ہیں۔

الملك الموكل بالقرآن عليه السلام

قرآن کا فرشتہ علیہ السلام

غلط پڑھنے والے کی تلاوت کی اصلاح کرتا ہے

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ملك موكل فمن قرأه من أعجمي أو عربي فلم يقومه قومه الملك ثم رفعه قواما۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ قرآن پاک کے سپرد ہے

---

[1] تاریخ مکہ از ازرقی

[2] الحاکم فی تاریخہ، والشیرازی فی الالقاب

جب بھی کوئی شخص اس کو عجمی طریقہ پر یا عربی طریقہ پر تلاوت کرے لیکن اس کو صحیح طریقہ پر ادا نہ کر سکے تو اس (کی تلاوت) کو یہ فرشتہ درست کرتا ہے پھر اس کو (بارگاہ خداوندی میں) درست شکل میں پیش کرتا ہے۔

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن ملكا موكل بالقرآن فمن قرأ منه شيئا لم يقومه قومه الملك ورفعه۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ قرآن کے متعلق کر دیا گیا ہے پس جو شخص بھی قرآن پاک سے کچھ تلاوت کرتا ہے لیکن اس کو صحیح طریقہ سے تلاوت نہیں کر سکتا تو اس کو یہ فرشتہ درست کر کے (خدا کے حضور) پیش کرتا ہے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذا قرأ القارىء فأخطأ أو لحن أو كان أعجميا كتبه الملك كما أنزل۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی تلاوت کرنے والا تلاوت کرتا ہے اور خطا کرتا ہے یا معمولی غلطی کرتا ہے یا عجمی (غیر عربی لہجہ) میں پڑھتا ہے تو یہ فرشتہ اس کو اسی طرح لکھتا ہے جس طرح سے یہ نازل کیا گیا ہے۔

عن ابن عمرو قال:) إذا قرأ الرجل القرآن بالفارسية أو أخطأ أو أو تخطرف كتبه الملك على الصواب ثم رفعه۔[3]

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی قرآن پاک کو فارسی وغیرہ کے انداز میں پڑھتا ہے یا غلطی کرتا ہے یا تیزی میں پڑھ جاتا ہے تو اس کو فرشتہ صحیح کر کے لکھتا ہے پھر اس کو بارگاہ خداوندی میں پیش کرتا ہے۔

تلاوت قرآن کریم کی فضیلت

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ آخری اور مستند ترین کتاب ہے جسے دین کے معاملے میں انسانیت کی ہدایت کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ اِس کتاب ہدایت سے استفادہ انسان تب ہی کر سکتا ہے جب وہ اِسے

---

[1] تاریخ قزوین، جمع الجوامع ۷۱۰۵، ۸۶۷۹، وذكره السيوطى الا بلفظ (رفعه) فقد دخلت على سند الحديث (ورفعه ابو سعد السمان فى مشيخته والرافعى عن انس رضى الله عنه) والحديث قد رمزله بالضعف، وقد رواه البخارى فى الضعفاء ومن الميزان وماه السفيانان بالكذب فى الصغير

[2] جمع الجوامع ۲۳۳۳، وعزاه السيوطى للديلمى عن ابن والحديث فى الصغير برقم ۹۲، ورمزله بالضعف وفيه هشيم بن بشير قال الذهبى حافظ حجة مدلس عن ابى بشير مجهول

[3] تاریخ، از خطیب

پڑھے گا، اِس کی تلاوت اور اِس کا مطالعہ کرے گا۔ تلاوت قرآن کی فضیلت احادیث کی روشنی میں واضح ہے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھلائے۔[1]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو سرفراز فرمائے گا اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلیل کردے گا۔[2]

اللہ کے حکم سے وہی سرفراز ہوں گے جو قرآن کے احکام کی پیروی کریں گے۔ ابتدائی چند صدیوں میں مسلمان جب ہر جگہ قرآن کے حامل اور عامل تھے' اِس پر عمل کی برکت سے وہ دین ودنیا کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوئے۔ لیکن مسلمانوں نے جب سے قرآن کے احکام وقوانین پر عمل کرنے کو اپنی زندگی سے خارج کردیا تب سے ہی ان پر ذلت ورسوائی کا عذاب مسلط ہے۔ کاش مسلمان دوبارہ قرآن کریم سے اپنا رشتہ جوڑیں تاکہ ان کی عظمت رفتہ بحال ہوسکے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک وہ شخص جس کے دل میں قرآن کا کچھ حصہ (یاد) نہ ہو، وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ یعنی جیسے ویران گھر خیر وبرکت اور رہنے والوں سے خالی ہوتا ہے، ایسے ہی اس شخص کا دل خیر وبرکت اور روحانیت سے خالی ہوتا ہے جسے قرآن مجید کا کوئی بھی حصہ یاد نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کو قرآن مجید کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور زبانی یاد کرنا اور رکھنا چاہیے تاکہ وہ اس وعید سے محفوظ رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن پاک کا ایک حرف پڑھے اس کو دس نیکیوں کے برابر نیکی ملتی ہے۔ خیال رہے کہ الم ایک حرف نہیں بلکہ الف، لام، میم تین حروف ہیں۔ لہٰذا فقط اتنا پڑھنے سے تیس نیکیاں ملیں گے۔ خیال رہے کہ الم متشابہات میں سے ہے جس کے معنی ہم تو کیا جبریل بھی نہیں جانتے۔ مگر اس کے پڑھنے پر ثواب ہے۔ معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کا ثواب اس کے سمجھنے پر موقوف نہیں بغیر سمجھے بھی ثواب ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: تم قرآن پڑھو اس لئے کہ قرآن قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارشی بن کر آئے گا۔[3]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ قرآن کی سفارش کو قبول کیا جائے گا۔ قرآن کو پڑھنے کے بعد اس کو اپنی عملی زندگی میں لانے والوں کے لئے بھی طرفداری کرے گا اور نجات دلائے گا۔ رسول اللہ نے فرمایا: "قیامت کے دن قرآن اور قرآن والے جو اس پر عمل کرتے تھے، ان کو لایا جائے گا۔ تو سورۃ بقرہ اور آل عمران پیش پیش ہوں گی

۱۔ صحیح بخاری
۲۔ صحیح مسلم
۳۔ صحیح مسلم

اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی۔[1]
چنانچہ جو لوگ قرآن کو مضبوطی سے تھام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بلند کر دیتا ہے۔ وہ دنیا میں بھی عزت حاصل کرتا ہے اور آخرت میں جنت میں داخل ہوگا۔ انشاء اللہ۔ جو قرآن کی تلاوت اور تعلیمات سے دور ہوتے ہیں اور اپنی زندگی اپنی مرضی اور چاہت سے بسر کرتے ہیں تو پھر ایسوں کو اللہ ذلیل وخوار کر دیتے ہیں۔
حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو وہ اپنے کھلیان میں قرآن پڑھ رہے تھے کہ ان کا گھوڑا (جو ایک طرف کھڑا ہوا تھا) بدکا۔ (انھوں نے اسے ایک نظر دیکھا) اور پھر پڑھنے لگے، کہ وہ دوبارہ بدکا، (انھوں نے اسے دیکھا اور) پھر پڑھنے میں مصروف ہو گئے تو وہ پھر بدکا۔ اسید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حتیٰ کہ مجھے اندیشہ محسوس ہوا کہ کہیں وہ (میرے لڑکے) یحییٰ کو نہ روند ڈالے چنانچہ میں گھوڑے کی طرف گیا تو دیکھا کہ میرے اوپر سائبان کی مثل کوئی چیز ہے اس میں دیے سے روشن ہیں، (میرے دیکھنے پر) وہ فضا میں اوپر چڑھنے شروع ہو گئے حتیٰ کہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سارا ماجرا آپ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے قرآن مجید پڑھنے ہی کا حکم دیا۔ میں نے پھر (دوسری رات کو) پڑھا تو گھوڑا اسی طرح بدکا، میں نے پھر آکر بتلایا، تو آپ نے پڑھنے ہی کا حکم دیا۔ میں نے پھر (رات کو) پڑھا تو اسی طرح کا منظر سامنے آیا اور مجھے یحییٰ کے کچلے جانے کا اندیشہ محسوس ہوا اور سائبان کی مثل چیز دیکھی جس میں چراغ سے روشن تھے، وہ آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے شروع ہو گئے حتیٰ کہ وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فرشتے تھے جو تیرا قرآن سن رہے تھے اور اگر تو پڑھتا رہتا تو صبح کو یہ منظر لوگ بھی دیکھتے۔[2]
حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد نبوی کے صفے (چبوترے) پر (جہاں اصحاب صفہ ہوتے تھے) بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ روزانہ صبح صبح بطحان جگہ یا وادی عقیق جائے اور وہاں سے بغیر کسی گناہ یا قطع رحمی کے دو بلند کوہان اونٹ لے کر آئے۔ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہم (سب ہی) یہ پسند کرتے ہیں (کہ اس طرح روزانہ دو اونٹ ہمیں مل جائیں) آپ نے فرمایا: ''تو پھر تم میں سے ایک آدمی صبح کے وقت مسجد میں جا کر اللہ عزوجل کی کتاب کی دو آیتیں کیوں نہیں پڑھتا یا ان کا علم کیوں حاصل نہیں کرتا۔ یہ اس کے لیے دو اونٹوں سے بہتر ثابت ہوں گی اور تین تین اونٹوں سے اور چار چار سے اور اسی طرح جتنی آیتیں وہ پڑھے یا جانے گا، اتنے ہی اونٹوں سے وہ اس کے

---
[1] صحیح مسلم
[2] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن، ح:۷۹۶

لیے بہتر ہوں گی۔"[1]

تلاوت قرآن کریم کے آداب:

۱۔تلاوت قرآن کریم کے اندر اخلاص وللّٰہیت ہو یعنی اس کا مقصد اللہ تعالی کی خوشنودی اور ثواب ہو کیوں کہ تلاوت یہ عبادات میں سے ہے ، اور اللہ تعالی نے عبادتوں سے متعلق فرمایا:(وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ)اور انہیں حکم تو یہی دیا گیا ہے کہ وہ خالص اللہ کی عبادت کریں اسی کیلئے دین کو خالص رکھیں،،(سورۂ بینہ:۵).

۲۔حدث سے پاک ہو کر تلاوت کرے (یعنی باوضو ہو) خواہ وہ حدث چھوٹا ہو یا بڑا کیوں کہ باوضو قرآن کی تلاوت کرنے میں اللہ کے کلام کی تعظیم اور احترام ہے۔ارشاد باری تعالی ہے(لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ) اسے صرف پاک لوگ ہی چھوتے ہیں،،۔[2]

۳۔تلاوت سے پہلے"اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ،،پڑھے اور اگر کسی سورت کی ابتداء سے پڑھے تو اَعُوْذُ بِاللہ کے بعد"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ،، پڑھے سوائے سورۂ توبہ کے۔

٤۔قرآن کریم کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کرے ارشاد باری تعالی ہے(وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا)اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر (صاف) پڑھا کیجئے،،۔[3]

۵۔بہتر یہ ہے کہ تلاوت کے وقت قبلہ رخ ہو کیوں کہ یہ سمت سب سمتوں سے افضل ہے۔

٦۔اچھی آواز میں تلاوت کرنے کی کوشش کرے کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ تعالی نے نبی کو کسی دوسری چیز کیلئے ویسی اجازت نہیں دی جس طرح قرآن کو ترنم،اچھے طرز و باآواز بلند پڑھنے کی اجازت دی ہے،،[4]

ایک دوسری حدیث میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"زینوا القرآن باصواتکم "قرآن کو اپنی آواز سے مزین کرو،،۔[5]

۷۔پڑھتے وقت ہر حرف کی ادائیگی کا حق ادا کرے تا کہ لفظ پورا ہونے پر کلام واضح ہو جائے کیوں کہ ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا اس کیلئے ایک نیکی

---

[1] صحیح مسلم،صلاۃ المسافرین،باب فضل قراءۃ القرآن فی الصلاۃ وتعلمہ ح:۸۰۳

[2] سورۂ واقعہ:۷۹

[3] سورۂ مزمل:٤

[4] صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب:۳٤ حدیث:۲۳۳

[5] سنن ابوداود کتاب الوتر باب:۲۰ حدیث:۱٤٦۸

ہے اور وہ نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔[1]

۸۔قرآن کریم کو تجوید کے قواعد کے مطابق پڑھے۔

۹۔آیت سجدہ سے گزرے تو سجدہ کرے، سجدۂ تلاوت کی یہ دعا ہے'' سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ، وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ''[2]

اور حاکم نے اسے روایت کر کے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی اور یہ زائد لفظ ''فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ'' بھی حاکم کے ہیں۔

۱۰۔گندی جگہوں میں یا ایسے مجمعوں میں نہ پڑھے جہاں قرآن کی تلاوت کے وقت لوگ خاموش نہ رہیں کیوں کہ ایسی جگہوں میں قرآن کی تلاوت اس کی توہین ہے۔

۱۱۔قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے مسواک کر کے اپنا منہ پاک وصاف کر لے۔

۱۲۔رحمت کی آیت کے وقت اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرے اور عذاب کی آیت کے وقت اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ طلب کرے۔

۱۳۔خشوع وخضوع، اطمینان ووقار کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرے۔

۱٤۔تلاوت کے وقت آیتوں کے معانی کو سمجھنے کی کوشش کرے، غور وفکر اور تدبر کے ساتھ پڑھے ارشاد باری تعالیٰ ہے (وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ) اور بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنی والا ہے؟''۔[3]

۱۵۔ایسی باتوں کیلئے تلاوت کو منقطع نہ کرے جن کا کوئی فائدہ نہ ہو۔

---

[1]۔ترمذی کتاب فضائل القرآن باب:۱٦ حدیث:۲۹۱۰

[2]۔ترمذی کتاب الدعوات باب:۳۳ حدیث:۳٤۲۵

[3]۔سورۂ قمر:۱۷

الملك الموكل بمن يقول يا أرحم الراحمين عليه السلام
یا ارحم الراحمین کہنے والوں سے متعلق فرشتہ

عن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن ملكا موكل بمن يقول: يا أرحم الراحمين فمن قالها ثلاثا قال له الملك: إن أرحم الراحمين قد أقبل عليك فاسأ[1]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ یا ارحم الراحمین کہنے والے آدمی کے سپرد کیا گیا ہے تو جب یہ آدمی اس کلمہ کو تین مرتبہ کہتا ہے تو وہ اس کو فرشتہ کہتا ہے (اے انسان) ''ارحم الراحمین'' (یعنی اللہ تعالیٰ) تیری طرف متوجہ ہے تو (جو چاہے اس سے) مانگ۔

راوی حدیث کا مختصر تعارف

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کا نام صدی بن عجلان ہے مگر یہ اپنی کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہیں۔ بنو باہلہ کے خاندان سے ہیں اس لئے باہلی کہلاتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد سب سے پہلے صلح حدیبیہ میں شریک ہوکر بیعۃ الرضوان کے شرف سے سرفراز ہوئے۔

دوسو پچاس حدیثیں ان سے مروی ہیں اور حدیثوں کے درس واشاعت میں ان کو بے حد شغف تھا، پہلے مصر میں رہتے تھے پھر حمص چلے گئے اور وہیں ۸۶ھ میں اکانوے برس کی عمر میں وفات پائی۔ بعض مؤرخین نے ان کا سال وفات ۸۱ھ تحریر کیا ہے۔ یہ اپنی داڑھی میں زرد رنگ کا خضاب کرتے تھے۔

ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ جس کو وہ خود بیان فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو بھیجا کہ تم اپنی قوم میں جاکر اسلام کی تبلیغ کرو چنانچہ حکم نبوی کی تعمیل کرتے ہوئے یہ اپنے قبیلہ میں پہنچے اور اسلام کا پیغام پہنچایا مگر ان کی قوم نے ان کے ساتھ بہت برا سلوک کیا، کھانا کھلانا تو بڑی بات ہے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیا بلکہ ان کا مذاق اڑاتے ہوئے اور برا بھلا کہتے ہوئے ان کو بستی سے باہر نکال دیا۔

یہ بھوک پیاس سے انتہائی بے تاب اور نڈھال ہو چکے تھے لاچار ہوکر کھلے میدان ہی میں ایک جگہ سو گئے تو خواب میں دیکھا کہ ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور ان کو دودھ سے بھرا ہوا ایک برتن دیا۔ یہ اس دودھ کو پی کر خوب جی بھر کر سیراب ہو گئے۔ خدا کی شان دیکھئے کہ جب نیند سے بیدار ہوئے تو نہ بھوک تھی نہ پیاس۔

---

[1] جمع الجوامع ۷/۱۰۴، وعزاہ السیوطی للحاکم عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ

اس کے بعد گاؤں کے کچھ خیر پسند اور سلجھے ہوئے لوگوں نے گاؤں والوں کو ملامت کی کہ اپنے ہی قبیلہ کا ایک معزز آدمی گاؤں میں آیا اور تم لوگوں نے اس کے ساتھ شرمناک قسم کی بدسلوکی کر ڈالی جو ہمارے قبیلہ والوں کی پیشانی پر ہمیشہ کے لیے کلنک کا ٹیکہ بن جائے گی۔

یہ سن کر گاؤں والوں کو ندامت ہوئی اور وہ لوگ کھانا پانی وغیرہ لے کر میدان میں ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تمہارے کھانے پانی کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے مجھ کو تو میرے رب نے کھلا پلا کر سیراب کر دیا ہے اور پھر اپنے خواب کا قصہ بیان کیا۔

گاؤں والوں نے جب یہ دیکھ لیا کہ واقعی یہ کھا پی کر سیراب ہو چکے ہیں اور ان کے چہرے پر بھوک و پیاس کا کوئی اثر ونشان نہیں حالانکہ اس سنسان جنگل اور بیابان میں کھانا پانی کہیں سے ملنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو گاؤں والے آپ کی اس کرامت سے بے حد متاثر ہوئے یہاں تک کہ پوری بستی کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی سخی اور فیاض آدمی تھے۔ کسی سائل کو بھی اپنے دروازے سے نامراد نہیں لوٹاتے تھے۔

ایک دن ان کے پاس صرف تین ہی اشرفیاں تھیں اور یہ اس دن روزہ سے تھے اتفاق سے اس دن تین سائل دروازہ پر آئے اور آپ نے تینوں کو ایک ایک اشرفی دے دی۔ پھر سو رہے۔ باندی کہتی ہیں کہ میں نے نماز کے لیے انہیں بیدار کیا اور وہ وضو کر کے مسجد میں چلے گئے۔

مجھے ان کے حال پر بڑا ترس آیا کہ گھر میں نہ ایک پیسہ ہے نہ اناج کا ایک دانہ، بھلا یہ روزہ کس چیز سے افطار کریں گے؟ میں نے ایک شخص سے قرض لے کر رات کا کھانا تیار کیا اور چراغ جلایا۔

پھر میں جب ان کے بستر کو درست کرنے کے لیے گئی تو کیا دیکھتی ہوں تین سو اشرفیاں بستر پر پڑی ہوئی ہیں۔ میں نے ان کو گن کر رکھ دیا وہ نماز عشاء کے بعد جب گھر آئے اور چراغ جلتا ہوا اور بچھا ہوا دستر خوان دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا کہ آج تو ماشاء اللہ میرے گھر میں اللہ عزوجل کی طرف سے خیر ہی خیر ہے۔

پھر میں نے انہیں کھانا کھلایا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ ان اشرفیوں کو یونہی لاپرواہی کے ساتھ بستر پر چھوڑ کر چلے گئے اور مجھ سے کہہ کر بھی نہیں گئے کہ میں ان کو اٹھا لیتی آپ نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیسی اشرفیاں؟ میں تو گھر میں ایک پیسہ بھی چھوڑ کر نہیں گیا تھا۔

یہ سن کر میں نے ان کا بستر اٹھا کر جب انہیں دکھایا کہ یہ دیکھ لیجئے اشرفیاں پڑی ہوئی ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے لیکن انہیں بھی اس پر بڑا تعجب ہوا۔ پھر سوچ کر کہنے لگے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری امداد غیبی ہے میں اس کے بارے میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں۔[1]

---

[1] ۔ کرامات صحابہ، ص: 212 تا 215

الملك الموكل بالدعاء للغائب عليه السلام
غائب کے لئے دعا کے متعلق فرشتہ علیہ السلام

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا عمل

عن أم الدرداء قالت: كان لأبي الدرداء ستون وثلثمائة خليل في الله، يدعو لهم في الصلاة، قالت أم الدرداء: فقلت له في ذلك فقال: إنه ليس رجل يدعو لأخيه في الغيب إلا وكل الله به ملكين يقولان: ولك بمثل ذلك، أفلا أرغب أن تدعو لي الملائكة؟ وأخرج ابن أبي شيبة ومسلم وأبو داود وابن ماجه عن أبي الدرداء عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:) إن دعوة المؤمن مستجابة لأخيه بظهر الغيب، عند رأسه ملك يؤمن على دعائه كلما دعا له بخير قال: آمين ولك بمثل ذلك۔[1]

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ (میرے خاوند حضرت) ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے تین سو ساٹھ دوست تھے جن سے ان کو صرف اللہ کے لئے محبت تھی اور یہ ان کے لئے نماز میں (بھی) دعا کرتے تھے۔

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے ان سے اس بارے میں کہا تو انہوں نے فرمایا کوئی آدمی بھی اپنے بھائی (اور دوست) کے لئے اس کی پشت پیچھے دعا نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے متعلق دو فرشتے سپرد فرماتے ہیں جو اس دعا کرنے والے کے لئے کہتے ہیں کہ آپ کے لئے بھی ویسا ہی ہو (جیسا تم نے اس کے لئے دعا کی) تو کیا میں اس کا شوق نہ کروں کہ میرے لئے فرشتے دعا کریں؟۔

کسی کے لئے پشت پیچھے کی دعا قبول ہوتی ہے

عن أم الدرداء قالت: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إنه يستجاب للمرء بظهر الغيب لأخيه، ما دعا لأخيه بدعوة إلا قال الملك: ولك بمثل ذلك[2]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پشت پیچھے اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے مؤمن کی دعا قبول کی جاتی ہے اس (دعا کرنے والے) کے سر کے پاس ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اس کی دعا

[1] طبقات ابن سعد

[2] ابن ابی شیبہ، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، ابن ابی شیبہ ۱۰ / ۱۹۷، کنز العمال ۳۳۶۲، مسند احمد ۵ / ۱۹۵

پر آمین کہتا ہے جب بھی اپنے مسلمان بھائی کے لئے کوئی دعائے خیر کرے تو یہ کہتا ہے'' آمین اور تیرے لئے بھی اسی طرح کی دعا ہے''۔ (یعنی تیرے بھی اسی طرح کی دعا قبول ہے)

عن أم الدرداء قالت: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إنه يستجاب للمرء بظهر الغيب لأخيه، ما دعا لأخيه بدعوة إلا قال الملك: ولك بمثل ذلك.[1]

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ انسان کی کسی مسلمان بھائی کے لئے غائبانہ دعا قبول ہوتی ہے، یہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے کوئی دعا نہیں کرتا مگر (یہ) فرشتہ کہتا ہے'' اور تیرے لئے بھی ویسا ہی ہو جس طرح تو نے اس کے لئے دعا کی''۔

اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں کی جانے والی دعا کبھی رد نہیں ہوتی

عن أم الدرداء قالت: دعوة المرء المسلم لأخيه وهو غائب لا ترد، وقالت: إلى جنبه ملك لا يدعو له بخير إلا قال: آمين ولك.[2]

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں جب مسلمان آدمی اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے اس حال میں کہ وہ غائب ہوتا ہے تو وہ دعا رد نہیں ہوتی اور فرماتی ہیں ہیں کہ اس کے پہلو میں فرشتہ ہوتا ہے جب بھی وہ بھلائی کی دعا کرتا ہے تو وہ فرشتہ آمین کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی۔

درس حدیث: وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ دعا ریا کاری سے بعید ہوتی ہے محض خلوص ومحبت کی بنیاد پر کسی کے لیے اس کی پیٹھ کے پیچھے جو دعا کی جاتی ہے اس میں اخلاص بھی بہت ہوتا ہے اس کے علاوہ غائب کی دعا غائب کے لیے بڑی تیزی سے قبول ہو جاتی ہے۔ اس لیے دوسروں سے دعا کی درخواست کرنا بھی مسنون ہے۔

نیز ان احادیث پاک سے اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے کتنی محبت ہے کیسی ہی گنہگار سہی مگر ان کے لیے دعا کرنے والوں کی دعا قبول کرنے اور اسے پہلے دینے کا برملا اعلان فرمایا جا رہا ہے اس کے علاوہ اس حدیث پاک میں حقوق العباد اور اخوت اسلامی کا درس بھی دیا جا رہا ہے۔

ایک حدیث پاک میں اس طرح وارد ہوا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں پہلے تجھ سے شروع کروں گا یعنی تم جو دعائیں دوسروں کے لیے مانگ رہے ہو وہ سب دعائیں میں پہلے تمہارے حق میں قبول کروں گا پہلے تمہیں دوں گا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کی دعا اس کے بھائی کے حق میں (غائبانہ

---

[1] ابن ابی شیبہ، مسند احمد ۶/ ۴۵۳

[2] ابن ابی شیبہ

دعا) اس قدر زیادہ قبول ہوتی ہے کہ خود اس کے حق میں اتنی قبول نہیں ہوتی۔

فرشتوں سے اپنے لیے دعا کرانے کی بہترین تدبیر:۔ حدیث پاک میں ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کے لیے خیر وفلاح کی کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے کہتے ہیں۔ وَلَكَ مِثْلُ ذَالِكَ یعنی اللہ کے بندے، یہی چیز اللہ تعالیٰ تجھے بھی عطا فرمادے۔ بس ہر مسلمان کے لیے کسی بہتری کی دعا کرنا، یہ درحقیقت فرشتوں سے اپنے لیے دعا کرانے کی ایک یقینی تدبیر ہے۔

سب سے زیادہ قبول ہونے والی دعا یہ ہے:۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ دعائیں (ضرور) قبول کی جاتی ہیں: (۱) مظلوم کی (۲) حاجی کی (۳) مریض کی (۴) مجاہد کی (۵) اور ایک مسلمان بھائی کی دعا دوسرے مسلمان بھائی کے لیے اس کی پیٹھ پیچھے جو کی جاتی ہے۔ یہ پانچ دعائیں فرمانے کے بعد پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا: ان دعاؤں میں سب سے زیادہ قبول ہونے والی وہ دعا ہے جو ایک مسلمان بھائی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لیے اس کی پیٹھ کے پیچھے دعا کرے۔[1]

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی مسلمانوں کی غم خواری نہ کرے وہ ان میں (یعنی مسلمانوں میں) سے نہیں۔[2]

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کی دعا اپنے بھائی کے لیے اس کی غیبت (غیر موجودگی) میں رد نہیں ہوتی یعنی ضرور قبول کر لی جاتی ہے۔[3]

مسلمانوں کی حاجت روائی کے لیے دعا مانگنا:۔ کتب تفاسیر میں لکھا ہوا ہے کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا یہ بھی شفاعت حسنہ میں داخل ہے اور دعا کرنے والے کو بھی اس کا اجر ملتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے نبیء کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ تیری بھی حاجت پوری فرمائیں۔

دوسروں کے متعلق دعا کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے: حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں بیت اللہ شریف میں ہمیشہ رات کو ایسے موقع کا متلاشی اور خواہش مند تھا کہ خانہ کعبہ خالی ہو ایسے وقت میں عبادت کروں۔

چنانچہ ایک رات جبکہ بارش ہو رہی تھی خانہ کعبہ میں صرف میں ہی اکیلا طواف کر رہا تھا میں نے موقع غنیمت جان کر کعبہ کے حلقہ (باب کعبہ) میں ہاتھ ڈالا اور گناہوں کی پاکی (یعنی مغفرت) طلب کی تو اس وقت غیب سے

---

[1]۔ رواہ بیہقی فی الدعوات الکبیر

[2]۔ رواہ حاکم وطبرانی

[3]۔ مسلم شریف

آواز آئی کہ تمام مخلوق مجھ سے یہی چاہتی ہے یہ سن کر میں نے کہا کہ یا اللہ آپ صرف میرے ہی گناہوں کو بخش دیں۔

تو پھر آواز آئی کہ اے میرے بندے! تم دوسری ساری مخلوق کے متعلق ہمارے ساتھ گفتگو کرو یعنی اپنے علاوہ دوسروں کے متعلق دعا کرو لیکن اپنے لیے کوئی بات نہ کرو کیونکہ تمہارے متعلق دوسروں کا کہنا (دعا کرنا) زیادہ زیبا ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لیے دعا مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے سورج کو نیک و بد ہر قسم کے انسانوں پر چمکاتا ہے (روشنی پہنچاتا ہے) راست باز اور بدکار دونوں پر مینہ (بارش) برساتا ہے

الملك الموكل بالبكاء عليه السلام

رونے کے متعلق فرشتہ علیہ السلام

عن كعب: إن العبد لا يبكي حتى يبعث إليه ملكا فيمسح كبده بجناحه فإذا مسح كبده بكى۔[1]

حضرت کعب سے مروی ہے کہ انسان اس وقت تک نہیں روتا جب تک کہ اس کے پاس ایک فرشتہ نہیں بھیجا جاتا (وہ آکر کے) اس کے جگر پر اپنا پر رگڑتا ہے تو اس کے جگر کو رگڑنے سے انسان رونے لگتا ہے۔

رونے کی فضیلت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے خوف اور ڈر سے رونے والا شخص جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک کہ دودھ تھن میں واپس نہ پہنچ جائے اور اللہ کی راہ کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں دونوں اکٹھا نہیں ہو سکتے"۔[2]

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نہ کبھی دودھ تھن میں واپس ہوگا اور نہ ہی اللہ کے خوف سے رونے والا جہنم میں ڈالا جائے گا، اسی طرح راہ جہاد میں نکلنے والا بھی جہنم میں نہیں جا سکتا، کیونکہ جہاد مجاہد کے لیے جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے، معلوم ہوا کہ جہاد کی بڑی فضیلت ہے، لیکن یہ ثواب اس مجاہد کے لیے ہے جو کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا ہو۔ معلوم ہو جائے تو بہت کم ہنسو گے اور بہت زیادہ روؤ گے۔

---

[1]۔ ابن عساکر

[2]۔ امام ترمذی کہتے ہیں: ۱۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے، ۲۔ اس باب میں ابوریحانہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں، ۳۔ محمد بن عبدالرحمٰن آل طلحہ کے آزاد کردہ غلام ہیں مدنی ہیں، ثقہ ہیں، ان سے شعبہ اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے۔

الملائكة الموكلون بالإيمان والحياء وغير ذلك عليهم السلام

ایمان، حیاء وغیرہ کے متعلق فرشتے علیہم السلام

عن أنس بن مالك قال: لما حشر الله الخلائق إلى بابل، بعث ريحا شرقية وغربية، وقبلية وبحرية فجمعهم إلى بابل، فاجتمعوا يومئذ ينظرون لما حشروا له، إذ نادى مناد: من جعل المغرب عن يمينه، والمشرق عن يساره، واقتصد إلى البيت بوجهه، فله كلام أهل السماء فقام يعرب ابن قحطان فقال: يا يعرب بن قحطان أنت هو، فكان أول من تكلم بالعربية، ولم يزل المنادي ينادي: من فعل كذا وكذا فله كذا، حتى افترقوا على اثنين وسبعين لسانا وانقطع الصوت وتبلبلت الألسنس وهبطت ملائكة الخير والشر، وملك الحياء وملك الإيمان وملك الصحة، وملك الشقاء وملك الغنى، وملك الشرف وملك المروءة، وملك الجفاء وملك الجهل، وملك السيف وملك اليأس، فساروا حتى انتهوا إلى العراق فقال بعضهم لبعض: افترقوا، فقال ملكالإيمان: أنا أسكن المدينة ومكة، فقال ملك الحياء: وأنا معك، وقال ملك الشقاء: أنا أسكن البادية فقال: ملك الصحة: أنا معك، وقال ملك الجفاء، أنا أسكن المغرب، قال ملك الجهل: أنا معك وقال ملك السيف: أنا أسكن الشام، فقال ملك البأس: أنا معك وقال ملك الغنى: وأنا أقيم ههنا، فقال ملك المروءة: أنا معك فقال ملك الشرف: أنا معكما۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو بابل میں جمع کیا، تو (ان کے جمع کرنے کے لئے) مشرقی، مغربی، شمالی، جنوبی اور سمندری ہوائیں چلائیں جنہوں نے ان کو بابل میں جمع کر دیا۔ جب وہ اس روز جمع ہوئے تو اس انتظار میں رہے کہ ہمیں یہاں پر کیوں جمع کیا گیا ہے تو اچانک ایک منادی نے پکارا (تم انسانوں میں سے) جس نے مغرب کو اپنے داہنے اور مشرق کو اپنے بائیں کیا اور اپنا رخ قبل (بیت اللہ) کی طرف کیا تو آسمان والوں کی زبان بولے گا (یعنی س کی قوم ی زبان عربی ہوگی)، تو یعرب بن قحطان کھڑا ہوا تو اس (منادی کرنے والے) فرشتے نے کہا اے یعرب بن قحطان تو ہی وہ آدمی ہے، تو یہی وہ

---

[1] المجالسۃ از دینوری

انسان ہے جس نے سب سے پہلے عربی میں کلام کیا۔اس کے بعد یہ منادی فرشتہ اسی طرح ندائیں دیتا رہا کہ جس نے یہ اور اور یہ کیا تو اس کے لئے ایسا (ایسا) ہے حتی کہ (یہ سب موجود حضرات) بہتر (۷۲) زبانوں میں بٹ گئے اور یہ آواز ختم ہوگئی۔اور زبانیں مختلف ہوگئیں اور خیر وشر، حیا، ایمان، صحت، بدبختی، دولتمندی، شرف، مروت ،ظلم، جہالت، تلوار اور جنگ کے فرشتے نازل ہونے لگے اور یہ سب عراق میں جمع ہوگئے تو بعض نے بعض کو کہا تم بکھر جاؤ۔تو ایمان کے فرشتے نے کہا میں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں رہوں گا اور حیاء کے فرشتے نے اسے کہا اور میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ بدبختی کے فرشتے نے کہا کہ میں دیہاتوں میں رہوں گا تو صحت کے فرشتے نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ظلم اور ناانصافی کے فرشتہ نے کہا میں مغرب (کے علاقوں) میں رہوں گا تو جہالت کے فرشتہ نے کہا میں تمہارے ساتھ رہوں گا (شاید اس وجہ سے مغربی اقوام میں عموماً دینی علوم سے ناواقفیت ہے)۔تلوار کے فرشتہ نے کہا کہ میں (علاقہ) شام میں رہوں گا تو جنگ کے فرشتہ نے کہا میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا۔ دولتمندی کے فرشتہ نے کہا میں بھی اسی علاقہ (بابل) میں رہوں گا تو مروت کے فرشتہ نے کہا میں آپ کے ساتھ رہوں گا تو شرف کے فرشتے نے کہا کہ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں گا (شاید اسی شرف کی وجہ سے ملک شام میں ابدالوں کے رہنے کا حدیث میں ذکر آیا ہے)۔

الملائكة الموكلون بالأرزاق عليهم السلام
رزق پر مقرر فرشتے علیہم السلام

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لله ملائكة موكلين بأرزاق بني آدم قال لهم: أيما عبد وجدتموه جعل الهم هما واحدا فضمنوا رزقه السموات والأرض وبني آدم وأيما عبد وجدتموه طلب، فإن تحرة الصدق فطيبوا له ويسروا، وإن تعدى إلى غير ذلك فخلوا بينه وبين ما يريد، ثم لا ينال فوق الدرجة التي كتبتها له۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فرشتے ایسے ہیں جو انسانوں کے رزق پر متعین ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم فرمایا ہے کہ جس آدمی کو تم اس حالت میں پاؤ جس نے صرف (رزق کمانے کو) اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے تو تم اس کو آسمانوں اور زمین کے رزق مہیا کردو، اور دیگر

[1] جمع الجوامع ،۶۹۵۱، وعزاه السيوطي للحكيم الترمذي عن ابي هريرة ، كنز العمال، وقال الغماري وهذا الحديث ضعيف يعمل به في الفضائل

انسانوں کو بھی حصہ دو، اور جس آدمی کو تم اس کے علاوہ کی طلب کرتا پاؤ تو اس کو اس کے ارادہ سمیت مہلت دیدو، یہ شخص اس درجہ سے زیادہ روزی حاصل نہیں کر سکے گا جتنا میں نے اس کے لئے مقرر فرما رکھی ہے۔

رزق حلال کی فضیلت

اسلام میں انسانی تخلیق کا بنیادی مقصد اگر چہ معاش نہیں؛ لیکن اسلام انسان کے معاشی مسئلے سے بے فکر بھی نہیں ہے، شریعت اسلامیہ آدمی کو صرف دنیا ہی کا ہو کر رہ جانے سے ممانعت کرتی ہے؛ لیکن کسب دنیا اور تحصیل معاش سے منع نہیں کرتی۔ انسان مسئلہ معاش کو مقصد زندگی نہ بنائے اسلامی اصول وقوانین کے حدود میں رہتے ہوئے جتنا چاہے دنیا کمائے اور دنیا کی چیزوں سے خوب مستفید ہو، اللہ تعالیٰ نے ساری چیزوں کی تخلیق اسی انسان کے لئے کی ہے گویا انسان زندہ رہنے کے لئے کمائے نہ کہ کمانے کے لئے زندہ رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔ پھر آسمان کی طرف استوا (قصد) فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے وہ سب کچھ جانتا ہے۔[1]

اور بیشک ہم نے تمہیں زمین میں جماؤ (ٹھکانا) دیا اور تمہارے لیے اس میں زندگی کے اسباب بنائے بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔[2]

اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے دریا مسخر کیا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور اس میں سے گہنا (زیور) نکالتے ہو جسے پہنتے ہو اور تو اس میں کشتیاں دیکھے کہ پانی چیر کر چلتی ہیں اور اس لیے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور کہیں احسان مانو۔[3]

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ، اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اس کی طرف چل دیے اور تمہیں خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے، اور اللہ کا رزق سب سے اچھا۔[4]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ۔ رزق حلال کمانے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال اور پاک روزی کمانا فرض ہے فرائض کے بعد۔[5]

---

[1] البقرة:۲۹

[2] الاعراف:۱۰

[3] سورۃ النحل:۱۴

[4] سورۃ الجمعۃ:۱۰

[5] مشکوۃ شریف ار ۲۴۲

یعنی اپنی اور اپنے اہل وعیال کی معاشی ضروریات کی کفالت کے لئے اپنے دست وبازو کی محنت سے کمانا فرض ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے جو فرائض مقرر کئے ہیں جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ پہلے ان کا درجہ ہے، ان فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حلال روزی کمانا فرض ہے۔ اس حدیث میں کمانے کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ کمائی کرنا فرض بھی ہے اور مستحب بھی، اور اسی طرح مباح بھی ہے اور حرام بھی؛ چنانچہ اتنا کمانا فرض ہے جو کمانے والے اور اس کے اہل وعیال کی معاشی ضروریات کے لئے اور اگر اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کی ادائیگی کے لئے کافی ہو جائے اور اس سے زیادہ کمانا مستحب ہے، بشرطیکہ اس نیت کے ساتھ زیادہ کمائے کہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات سے جو بچے گا وہ فقراء ومساکین اور اپنے دوسرے مستحق اقرباء پر خرچ کروں گا، اسی طرح ضروریات زندگی سے زیادہ کمانا اس صورت میں مباح ہے؛ جبکہ نیت اپنی شان وشوکت اور اپنے وقار وتمکنت کی حفاظت ہو؛ البتہ محض مال ودولت جمع کر کے فخر وتکبر کے اظہار کے لئے زیادہ کمانا حرام ہے؛ اگرچہ حلال ذرائع ہی سے کیوں نہ کمایا جائے۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پاکیزہ کھانا جو تم کھاتے ہو تمہاری کمائی کا ہے۔[2]

حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبھی کسی نے اپنے ہاتھ کی محنت کی روزی سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمائی روزی کھاتے تھے۔[3]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز تم کھاتے ہو اس میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاؤ اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔[4]

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: بہترین کمائی ان تاجروں کی ہے، جو جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، وعدہ خلافی نہیں کرتے اور خریدتے وقت اس چیز کی مذمت نہیں کرتے (تاکہ بیچنے والا قیمت کم کر کے دیدے) اور جب (خود) بیچتے ہیں تو (بہت زیادہ) تعریف نہیں کرتے (تاکہ زیادہ نفع ملے) اور اگر ان کے ذمہ کسی کا کچھ (حق) نکلتا ہو تو ٹال مٹول نہیں کرتے اور اگر خود ان کا کسی کے ذمہ نکلتا ہو تو وہ وصول کرنے میں تنگ

---

[1] مظاہر حق ۳/۷

[2] مشکوۃ شریف ۱/۲۴۲، بخاری شریف ۱/۲۷۸، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ

[3] مشکوۃ شریف ۱/۲۴۱

[4] ترمذی شریف ۱/۲۵۲، باب ماجاء ان الوالد یاخذ من مال ولدہ، نسائی بحوالہ مشکوۃ شریف ۱/۲۴۲

نہیں کرتے۔[1]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی پاکیزہ کمائی کونسی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا اور ہر وہ تجارت جو مقبول ہو (یعنی شرعی اصول وقوانین کے مطابق ہو)[2]

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ گذشتہ زمانہ میں مال کو برا سمجھا جاتا تھا (کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں میں زہد وقناعت پسندی بہت زیادہ تھی، علاوہ ازیں اس وقت کے بادشاہوں، حاکموں کی طرف سے اپنی رعایا کی بنیادی ضرورتوں کی فراہمی کا خاص انتظام ہوتا تھا، اورلوگ بلاکسی سعی وکوشش کے اور بغیر کسی الجھن و پریشانی کے گھر بیٹھے قوت لایموت حاصل کر لیتے تھے؛ اس لئے روپیہ پیسہ کمانے اور مال و دولت حاصل کرنے کو برا سمجھا جاتا تھا) لیکن جہاں تک اس زمانہ کا تعلق ہے تو اب مال و دولت مسلمانوں کی ڈھال ہے (کیونکہ آج کل کے لوگوں میں زہد وقناعت کے جذبات مضمحل ہو گئے ہیں اور ضروریات زندگی کی احتیاج کا بہت زیادہ غلبہ ہو گیا ہے؛ علاوہ ازیں اب سلاطین وامراء اور حکومتوں کی طرف سے لوگوں کی کفالت کا کوئی نظم بھی باقی نہیں رہا ہے، نتیجہ کے طور پر اگر کوئی شخص کسب ومحنت کر کے مال حاصل نہ کرے تو اس کو اپنی ضروریات زندگیکی فراہمی کے لئے ان لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے، جو مالی واخلاقی مدد واعانت سے زیادہ ذلیل وخوار کرتے ہیں، اس صورت حال میں حلال مال مومن کے لئے بہت بڑی ڈھال ہے، جس کے ذریعہ وہ نہ صرف حرام ومشتبہ معاملات میں پڑنے سے بچتا ہے؛ بلکہ دنیادار امراء اور ظالموں کی مصاحبت وحاشیہ نشینی کی ذلت وخواری سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا: اگر (ہم لوگوں کے پاس) یہ درہم ودینار اور روپیہ پیسہ نہ ہوتے تو یہ (آج کے سلاطین وامراء ہمیں ذلیل وپامال کر ڈالتے)۔ نیز انہوں نے فرمایا: کسی شخص کے پاس اگر تھوڑا ہی مال ہوتو اس کو چاہئے کہ اس کی اصلاح کرے (یعنی اس تھوڑے سے مال کو یوں ہی ضائع نہ ہونے دے؛ بلکہ تدبیر وہنرمندی کے ساتھ خرچ کرے تاکہ جلدی ختم نہ ہو جائے) کیونکہ ہمارا زمانہ ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی محتاج ومفلس ہوگا تو (دنیا حاصل کرنے کی خاطر) اپنے دین کو اپنے ہاتھ سے کھونے والا سب سے پہلا شخص وہی ہوگا، حضرت سفیان ثوریؒ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ حلال مال اسراج کا روادار نہیں ہوتا۔[3]

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جس عہد میں مسلمانوں کو یہ مشورے دیئے تھے، وہ آج سے بہت زیادہ اچھا عہد تھا

---

[1] الترغیب والترہیب ۵۸۶/۳

[2] مشکوۃ شریف ۲۴۲/۱

[3] شرح السنۃ، مشکوۃ شریف ۴۵۱/۲

اسلامی خلافت وامارت کا زمانہ تھا مسلمانوں کے لئے اقتصادی ومعاشی زندگی کے یہ وہ خطرات بالکل نہیں تھے جو آج ہیں اور نہ مسلمانوں کے سامنے وہ بدترین داخلی وخارجی مسائل تھے، جو آج منہ پھاڑے کھڑے ہیں نہ وہ خفیہ پالیسیاں اور ریشہ دونیاں تھیں، جن سے آج مسلمان دوچار ہیں؛ لہٰذا کل کے مقابلہ میں آج اس مشورہ پر عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

جہاں آپ نے کسب حلال کی تلقین فرمائی ہے، اس کو سراہا ہے، اور حوصلہ افزائی فرمائی ہے وہیں یہ بھی ہدایت دی ہے کہ اس میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کی جائے، حقیقت یہ ہے کہ دولت کی حرص اور طمع بعض اوقات انسان کے ذہن ودماغ پر جنون وآسیب کی طرح سوار ہو جاتی ہے اور وہ اس میں ایسا اندھا ہو جاتا ہے کہ حلال وحرام کی ساری حدوں کو پھلانگ جاتا ہے، تہذیب واخلاق کی دیواروں کو ڈھا دیتا ہے اور خدا فراموشی اور خود فراموشی میں مبتلا ہو جاتا ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دولت مال کی کثرت کا نام نہیں؛ بلکہ قلب کے استغناء کا نام ہے، جو کچھ مقدر میں ہے وہ مل کر رہے گا؛ اس لئے طلب معاش میں اعتدال سے کام لو"فاجملوا فی الطلب"[1]

اسی لئے قرآن مجید نے ایسے لوگوں کی تعریف کی ہے جن کے لئے تجارت اور کاروبار نماز وزکوۃ اور ذکر الٰہی کے لئے رکاوٹ نہیں بنتے تھے۔[2]

اور اسی لئے حدیثوں میں بازار کو خراب جگہ قرار دیا گیا ہے۔[3]

کسب معاش میں اعتدال یہ ہے کہ فرائض وواجبات سے غفلت نہ ہو، حرام اور ممنوع طریقوں کا ارتکاب نہ ہو، حسد اور رقابت کی آگ سے اپنے سینوں کو نہ جلائے۔ اور دین وآخرت کی فکر کے بجائے صرف طلب دنیا کو اپنی تمام فکر اور عمل کا مقصود ومطلوب نہ بنالے۔

تجارت کی ان صورتوں میں کہ شریعت نے ان سے منع کیا ہے، یہ بھی ہے کہ وہ خالص عبادت میں خلل کا باعث بنتی ہو، قرآن مجید نے جمعہ کے بارے میں خصوصیت سے تاکید کی کہاے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ الجمعۃ:۹)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کے وقت فوراً کاروبار بند کر کے اللہ کی عبادت کے لئے مسجدوں کی طرف چل پڑتے تھے، اللہ کے ذکر اور نماز کے مقابلہ میں وہ کسی بڑے سے بڑے دنیوی فائدہ کا بھی خیال نہیں کرتے تھے، ان کی اس صفت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

---

[1] مجمع الزوائد، کتاب الاکتساب فی طلب الرزق ۴/۱۷

[2] سورۃ النور: ۳۷

[3] تخریج عراقی علی حدیث احیاء ۲/۸۶

وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید وفروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت بازار والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ان کے صاحبزادے حضرت سالم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بازار سے گزرے تو نماز کا وقت ہو گیا تھا، لوگوں کو دیکھا کہ دوکانیں بند کر کے مسجد کی طرف جا رہے ہیں تو فرمایا کہ انہی لوگوں کے بارے میں قرآن کا یہ ارشاد ہے۔

عہد رسالت میں دو صحابی تھے، ایک تجارت کرتے تھے اور دوسرے صنعت وحرفت عنی لوہار کا کام کرتے تھے، اور تلواریں بنا کر بیچتے تھے، پہلے صحابی کی تجارت کا حال یہ تھا کہ اگر سودا تولنے کے وقت اذان کی آواز کان میں پڑ جاتی تو وہیں ترازو کو پٹخ کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ دوسرے بزرگ کا یہ عالم تھا کہ اگر گرم لوہے پر ہتھوڑے کی ضرب سے کام لین بھی گوارا نہ تھا، ان کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی۔[2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس بدنے حرام مال سے پرورش پائی ہوگی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔[3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس (انسانی) گوشت نے حرام آمدنی سے نشوونما پائی وہ (بغیر سزا بھگتے) جنت میں داخل نہیں ہوگا۔[4]

اسی حدیث میں آگے فرمایا گیا: اور جو گوشت (جسم) مال حرام سے نشوونما پائے وہ دوزخ کی آگ ہی کے لائق ہے۔[5]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے۔ اور قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈال لیتا ہے تو اس کا چالیس دن تک کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔[6]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص ایک کپڑا دس درہم میں خریدے اور اسمیں ایک درہم حرام

---

[1] سورۃ النور: ۳۷

[2] قرطبی

[3] مشکوۃ شریف ۱/ ۲۴۳

[4] مشکوۃ شریف ۱/ ۲۴۲

[5] مشکوۃ شریف ۱/ ۲۴۲

[6] الترغیب والترہیب ۲/ ۵۳۵

مال کا ہوتو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس شخص کی نماز قبول نہیں کرے گا؛ جب تک اس کے جسم پر وہ کپڑا ہوگا۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی شہادت کی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں اور فرمایا کہ یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے نہ سنا ہو۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (تمام کمی اور عیوب سے) پاک ہے اس پاک ذات کی بارگاہ میں صرف وہی (صدقات واعمال) مقبول ہوتے ہیں جو (شرعی عیوب اور نیت کے فساد سے) پاک ہوں۔[3]

حضرت اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو تم کھاتے ہو اُن میں سب زیادہ پاکیزہ وہ ہے جو تمہارے کسب سے حاصل ہوا اور تمہاری اولاد بھی منجملہ کسب کے ہے''۔[4]

''اللہ تعالیٰ کے فرائض کے بعد اہم فریضہ کسب حلال ہی''۔[5]

یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج کے بعد مسلمان پر اہم فرض رزق حلال کمانا ہے۔ اس کے یہ معنی بھی ہوئے کہ مسلمان جب روزی کمانے کی سعی کرتا ہے اور روزی کمانے میں سرگرداں رہتا ہے تو دین اسلام روزی کمانے سے اُسے منع نہیں کرتا بلکہ روزی کمانے کے لئے کچھ حدود وقیود مقرر کرتا ہے تا کہ اُن حدود وقیود کی پابندی کرتے ہوئے وہ اپنے لئے اور اپنے اہل خانہ کیلئے رزق حلال کمائے حلال رزق میں برکت ہوتی ہے اور رزق حرام دیکھنے میں زیادہ، لیکن حقیقت میں اُس میں برکت نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر رزقِ حلال سے تیار کیا گیا 3 افراد کا کھانا 5 افراد کھائیں تو کھانا پھر بھی بچ جاتا ہے جبکہ حرام کی کمائی سے تیار شدہ 3 افراد کا کھانا 3 افراد کی کفایت بھی نہیں کرتا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو بندہ مال حرام حاصل کرتا ہے اگر اس کو صدقہ کرے تو مقبول نہیں اور خرچ کرے تو اس کے واسطے اس میں برکت نہیں اور اپنے بعد چھوڑ مرے تو جہنم جانے کا سامان ہے...... الخ۔''[6]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں وہ گوشت داخل نہیں ہوگا جو حرام

---

[1] الترغیب والترہیب ۲/۵۳۶

[2] مشکوۃ شریف ۱/۲۴۳

[3] الترغیب والترہیب ۲/۵۳۲۔۵۳۳

[4] ترمذی، ابن ماجہ

[5] کنز العمال

[6] مسند احمد بن حنبل

کھانے سے بڑھا ہوا اور ہر وہ گوشت جو حرام خوری سے بڑھا ہو دوزخ کے زیادہ لائق ہے"۔[1]

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث، فقیہ گزرے ہیں۔ اُن کی وفات کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ حضرت کیا معاملہ پیش آیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے لیکن میرے گھر کے سامنے جو لوہار تھا اُسے بلند مرتبہ ملا ہے۔ وہ شخص حیران ہوا۔ صبح اُس کی بیوی سے جا کر ملا اور پوچھا کہ تیرا شوہر ایسا کیا عمل کرتا تھا کہ اسے جنت میں عبداللہ بن مبارک سے بھی اونچا رتبہ ملا ہے۔ اُس کی بیوی نے کہا اور تو خاص نہیں۔ ایک تو جب آخر شب عبداللہ بن مبارک نمازِ تہجد کیلئے بیدار ہوتے تو یہ کہتا تھا کہ اے اللہ! کاش میرے رزق میں فراخی ہوتی تو میں بھی رات کے اس پہر تیرے سامنے سر بسجود ہوتا۔ دوسرا اس کا عمل یہ تھا کہ جب یہ دوکان پر ہتھوڑا مارنے کیلئے اوپر اٹھاتا اور اذان ہو جاتی تو فوراً ہتھوڑا پیچھے کی جانب گرا دیتا تھا کہ اللہ نے پکارا ہے۔ بس یہ دو عمل تھے۔ اس کے اور تو کچھ خاص نہیں۔

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ رزق حلال کمانے کی برکت اور کسب حلال کے ساتھ اللہ کے فرائض کی پابندی ایسا عظیم الشان عمل ہے جس سے انسان بڑے بڑے زاہدوں سے بھی روزِ محشر بڑھ سکتا ہے۔

اِس زمانے میں لوگ لقمۂ حلال کی بالکل پروا نہیں کرتے، جو چیز نظر آتی ہے آنکھیں بند کر کے کھا جاتے ہیں اور پھر تاویل کرتے ہیں کہ یہ یوں ہے اور یوں نہیں۔ شریعت ہمارے لئے کیا چیز حلال کرتی ہے اور ہم مسلمانوں کا کیا حال ہو گیا ہے، نہ حلال کی پرواہ کرتے ہیں نہ حرام کی، اور حرام کو مباح بنا کر کھا جاتے ہیں۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ حلال اور حرام کے متعلق صریحی اور قطعی نصوص کو ترک کر دیا جاتا ہے اور بعض ظنی اور بعید از قیاس آیات واحادیث سے استدلال کر کے حرام کو حلال بنا دیا جاتا ہے۔

آج ہم نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں، اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے نقوشِ پاء پر چل رہے ہیں۔ اولیائے کرام سے محبت کا دم بھرتے نہیں تھکتے مگر انکی تعلیمات سے روگردانی کر رہے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ پھر سے دنیا میں مسلمانوں کو عروج حاصل ہو، تو اس کیلئے ہمیں اسلاف سے رشتہ کو مضبوط سے مضبوط تر کرنا ہوگا۔ نوجوان نسل کو اسلاف کی زندگیوں سے، اُن کے کارہائے نمایاں سے روشناس کرانا ہوگا تا کہ ان میں اپنے اسلاف کے نقش پاء پر چلنے کا جذبہ پیدا ہو، تب ہی ہم دوبارہ مسندِ عروج پر متمکن ہو سکتے ہیں۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

ڈالی گئی جو فصل خزاں میں شجر سے ٹوٹ — ممکن نہیں ہری ہو سحابِ بہار سے
ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ — پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

---

[1] مسند احمد بن حنبل، بیہقی

الملك الموكل بالصلاة عليه السلام

نماز پر مقرر فرشتہ علیہ السلام

نماز سے دوزخ کو بجھانے کی دعوت دیتا ہے

عن أنس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لله ملكا ينادي عند كل صلاة يا بني آدم قوموا إلى نيرانكم التي أوقدتموها على أنفسكم فأطفئوها بالصلاة۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ وہ ہے جو ہر نماز کے وقت یہ پکارتا ہے اے اولاد آدم! اپنی آگوں کی طرف اٹھو جن کو تم نے اپنے لئے جلا رکھا ہے ان کو نماز سے بجھا دو۔

درس حدیث: لغت میں "صلوٰۃ" دعا کو کہتے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں صلوٰۃ چند مخصوص اقوال و افعال کو کہتے ہیں جن کی ابتداء تکبیر سے اور انتہاء سلام پر ہوتی ہے۔ صلوٰۃ کے مادہ اشتقاق کے بارے میں کئی اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔

امام نووی نے مسلم کی شرح میں کہا ہے کہ صلوٰۃ کا مادہ اشتقاق "صلوین" ہے جو سرین کی دونوں ہڈیوں کو کہتے ہیں چونکہ نماز میں ان دونوں ہڈیوں کی رکوع و سجود کے وقت زیادہ حرکت ہوتی ہے اس لئے اس مناسبت سے نماز کو صلوٰۃ کہا گیا ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں" صلوٰۃ" مصلی سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ٹیڑھی لکڑی کو آگ سے سینک کر سیدھا کرنا چنانچہ نماز کو صلوٰۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انسان کے مزاج میں نفس امارہ کی وجہ سے ٹیڑھا پن ہے لہٰذا جب کوئی آدمی نماز پڑھتا ہے۔ تو رب قدوس کی عظمت و ہیبت کی گرمی جو اس عبادت میں انتہائی قرب الٰہی کی بناء پر حاصل ہوتی ہے اس کے ٹیڑھے پن کو ختم کر دیتی ہے گویا مصلی یعنی نمازی اس مادہ اشتقاق کی رو سے اپنے نفس امارہ کو عظمت الٰہی اور ہیبت زبانی کی تپش سے سینکنے والا ہوا۔ لہٰذا جو آدمی نماز کی حرارت سے سینکا گیا اور اس کا ٹیڑھا پن نماز کی وجہ سے دور کیا گیا تو اس کو آخرت کی آگ یعنی دوزخ سے سینکنے کی ضرورت نہیں رہے گی کیونکہ اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ اپنے اس بندے کو جس نے دنیا میں نماز کی پابندی کی اور کوئی ایسا فعل نہ کیا جو اللہ

---

[1] الطبرانی فی الصغیر، ۲/ ۱۳۰، ورواه الطبرانی بنحوه، وقال لم يروه عن ابی عون الا انه تفرد به يحيیٰ بن زهير، جمع الجوامع ۶۹۴۳، کنز العمال ۱۸۸۸۱، الدر المنثور ۳/ ۴۵۵، الترغيب والترهيب ۱/ ۲۳۵، اتحاف السادة المتقين ۳/ ۱۱

تعالیٰ کے عذاب کا موجب ہوتو اسے جہنم کی آگ میں نہ ڈالے گا۔
اس اصطلاحی تعریف کے بعد یہ سمجھ لیجئے کہ نماز اسلام کا وہ عظیم رکن اور ستون ہے جس کی اہمیت وعظمت کے بارے میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ اثر منقول ہے کہ:
" جب نماز کا وقت آتا تو ان کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ لوگوں نے پوچھا کہ امیر المومنین! آپ کی یہ کیا حالت ہے؟ فرماتے ہیں کہ اب اس امانت (یہ اشارہ ہے اس آیت قرآنی کی طرف: (اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا) الاحزاب:72)
کا وقت آگیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، پہاڑوں اور زمین پر پیش فرمایا تھا اور وہ سب اس امانت کے لینے سے ڈر گئے اور انکار کر دیا۔" (احیاء العلوم)
نماز کی تاکید اور اس کے فضائل سے قرآن مجید کے مبارک صفحات مالا مال ہیں، نماز کو ادا کرنے اور اس کی پابندی کرنے کے لئے جس سختی سے حکم دیا گیا ہے وہ خود اس عبادت کی اہمیت وفضیلت کی دلیل ہے۔ ایمان کے بعد شریعت نے سب سے زیادہ نماز ہی پر زور دیا ہے چنانچہ قرآن کریم کی یہ چند آیتیں ملاحظہ فرمائے۔
(اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا) النساء:103)
" بے شک ایمان والوں پر نماز فرض ہے وقت مقرر پر۔"
(حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى) البقرة:238)
" نمازوں کی خصوصاً درمیانی نماز (عصر) کی پابندی کرو۔"
(اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ) ہود:114)
" بے شک نیکیاں (یعنی نمازیں) برائیوں کو معاف کرا دیتی ہیں۔"
(اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ) العنکبوت:45)
" بے شک نماز برے اور خراب کاموں سے انسان کو بچاتی ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر کا بڑا مرتبہ بڑا اثر ہے۔"
بہر حال! نماز ایک ایسی پسند اور محبوب عبادت ہے جس کی برکتوں اور سعادتوں سے خداوند کریم نے کسی بھی نبی کی شریعت کو محروم نہیں رکھا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام رسولوں کی امت پر نماز فرض تھی۔ ہاں نماز کی کیفیت اور تعینات میں ہر امت کے لئے تغیر ہوتا رہا۔ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ابتدائے رسالت میں دو وقت کی نماز فرض تھی ایک آفتاب کے نکلنے سے قبل اور ایک آفتاب ڈوبنے سے بعد۔ ہجرت سے ڈیڑھ برس پہلے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں ذات حق

جل مجدہ کی قربت حقیقی کا عظیم وافضل ترین شرف پایا تو اس مقدس اور باسعادت موقعہ پر پانچ وقت کی نماز کا عظیم واشرف ترین تحفہ بھی عنایت فرمایا گیا۔ چنانچہ فجر، ظہر، مغرب، عشاء ان پانچ وقتوں کی نماز کا فریضہ صرف اسی امت کی امتیازی خصوصیت ہے اگلی امتوں پر صرف فجر کی نماز فرض تھی نیز کسی پر ظہر کی اور کسی پر عصر کی۔

اسلام کی تمام عبادات میں صرف نماز ہی وہ عبادت ہے جس کو سب سے افضل اور اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ چنانچہ اس پر اتفاق ہے کہ نماز اسلام کا رکن اعظم ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اسلام کا دارومدار اسی عبادت پر ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

ہر مسلمان عاقل بالغ پر ہر روز پانچ وقت نماز پڑھنا فرض عین ہے امیر ہو یا فقیر، تندرست ہو یا مریض اور مقیم ہو یا مسافر ہر ایک کو پانچوں وقت ان آداب وشرائط اور طریقوں کے ساتھ جو اللہ اور اللہ کے رسول نے نماز کے سلسلہ میں بتائے ہیں اللہ کے دربار میں حاضری دینا اور رب قدوس کی عظمت و بڑائی اور اپنی بے کسی ولاچاری اور عجز و انکساری کا مظاہرہ کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ جب میدان کارزار میں جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں اور عورت سب سے زیادہ اور شدید تکلیف دردزہ میں مبتلا ہو تب بھی نماز کو چھوڑنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کی ادائیگی میں دیر کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کسی عورت کے بچے کی پیدائش کے وقت بچے کا کوئی جزو نصف سے کم اس کے خاص حصے سے باہر آ گیا ہو خواہ خون نکلا ہو یا نہ نکلا ہو اس وقت بھی اس کو نماز پڑھنے کا حکم ہے اور نماز میں توقف کرنا جائز نہیں ہے

جو آدمی نماز کی فرضیت سے انکار کرے وہ کافر ہے اور اس کو ترک کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب اور فاسق و فاجر ہے بلکہ بعض جلیل القدر صحابہ کرام مثلاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ نماز چھوڑنے والے کو کافر کہتے ہیں امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے امام شافعی و امام مالک رحمہا اللہ تعالیٰ علیہما نماز چھوڑنے کو گردن زنی قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اگرچہ اس کے کفر کے قائل نہیں تاہم ان کے نزدیک بھی نماز چھوڑنے والے کے لئے سخت تعزیر ہے

الملائكة الموكلون بالجنازة عليهم السلام

جنازہ پر مقرر فرشتے علیہم السلام

ملائکہ جنازہ کے ساتھ چلتے ہیں

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لله ملائكة يمشون مع الجنازة يقولون: سبحان من تعزز بالقدرة وقهر العباد بالموت۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے (بہت سے) فرشتے جنازہ کے ساتھ چلتے ہیں اور کہتے ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جو اپنی قدرت سے (سب پر) غالب ہے اور اپنے بندوں پر موت کے ذریعہ سے قہار ہے۔

آخرت کے لئے میت کے اعمال کا پوچھتے ہیں

عن ابن غفلة قال: إن الملائكة لتمشي أمام الجنازة ويقولون: ما قدم فلان؟ ويقول الناس: ما ترك فلان؟۔[2]

حضرت ابن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرشتے جنازہ کے آگے آگے چلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (اس) فلاں نے آخرت کے لئے کیا بھیجا؟ جبکہ لوگ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ (اس) فلاں نے ترکہ میں کیا چھوڑا؟۔

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا مات الميت تقول الملائكة: ما قدم فلان؟ وتقول الناس: ما خلف؟۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب آدمی فوت ہوجاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ فلاں نے آگے کیا بھیجا اور لوگ کہتے ہیں پیچھے کیا چھوڑا؟

---

[1] جمع الجوامع ۶۹۴۴، وعزاہ السیوطی للرافعی عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

[2] سعید بن منصور

[3] جمع الجوامع ۲۶۰۸، وعزاہ السيوطی فی شعب الایمان والدیلمی عن ابی هريرة رضی الله عنه وقد ذكره بلفظ (اذا مات الميت تقول الملائكة ماقدم، ويقول الناس ماآخر۔ "جب کوئی آدمی فوت ہوتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں آگے کیا بھیجا اور لوگ کہتے ہیں پیچھے کیا چھوڑا) ورمزلہ بالضعف ۷۴۹ فی الصغیر، کنز العمال ۴۲۷۳۵

الملك الذى بشر بالحسن والحسين عليهم السلام

وہ فرشتہ علیہ السلام جس نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کو بشارت دی

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کیلئے جنت کے نوجوانوں کی سرداری کی بشارت

عن حذيفة بن اليمان قال: بنت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة فرأيت شخصا فقال لى النبى صلى الله عليه وسلم:) هل رأيت؟ قلت: نعم، قال) هذا ملك هبط علىّ من السماء لم يهبط علىّ منذ بعثت إلا ليلتى هذه فبشرنى أن الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة۔[1]

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گزاری اور میں نے ایک شخص کو دیکھا تو مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو نے (اس کو) دیکھا؟ میں نے عرض کیا ہاں، فرمایا یہ فرشتہ تھا جو آسمان سے زمین پر نازل ہوا تھا جب سے میں نبی بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں اس رات کے علاوہ یہ کبھی نازل نہیں ہوا اس نے مجھے بشارت سنائی ہے کہ حسن وحسین جنتی جوانوں کے سردار ہوں گے۔

حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی

حدیث نمبر ۴۷۹:۔ عن حذيفة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال) إن لله ملكا لم يهبط إلى الأرض قبل الساعة استأذن ربه عز وجل فى السلام علىّ، فسلم علىّ وبشرنى: أن الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة وأن فاطمة سيدة نساء أهل الجنة۔[2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ایسا ہے جو اس وقت سے قبل کبھی نازل نہیں ہوا اس نے اپنے پروردگار عزوجل سے مجھے سلام عرض کرنے کی اجازت طلب کی ہے اور مجھے سلام بھی کہا اور مجھے خوشخبری بھی سنائی کہ حضرات حسنین کریمین جنتی جوانوں کے سردار ہوں گے اور (میری بیٹی) حضرت فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی۔

---

[1] ۔الطبرانی، ابن عساکر

[2] ۔ابن مندہ اور ابن عساکر دوسری سند سے روایت کرتے ہیں

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی صاحبِ عزت نہیں

عن عبد الرحمن بن غنم الأشعري وكانت له صحبة قال: كنا جلوسا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد، فإذا سحابة. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نزل عليّ ملك ثم قال لي: لم أزل أستأذن ربي في لقائك حتى كان هذا أوان أذن لي وإني أبشرك ليس أحد أكرم على الله عز وجل منك.[1]

حضرت عبدالرحمن بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مسجد نبوی میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک بادل اترا تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ نازل ہوا ہے اور مجھے بتلایا ہے کہ میں ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ سے آپ سے ملاقات کی اجازت مانگتا رہا یہاں تک کہ یہ وقت آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دیدی، میں آپ کو خوشخبری دیتا ہے ہوں کہ اللہ تعالیٰ عز وجل کے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی صاحب عزت نہیں ہے۔

شان وعظمت والا فرشتہ

عن أم سلمة قالت: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم) أصلحي لنا المجلس فإنه ينزل ملك إلى الأرض، لم ينزل إلى الأرض قط.[2]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے بیٹھنے کے لئے جگہ درست کرو کیونکہ (آج) ایسا فرشتہ نازل ہونے والا ہے جو زمین پر (اس سے پہلے کبھی) نازل نہیں ہوا۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں

عن حذيفة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:) هذا ملك من الملائكة استأذن ربه ليسلم عليّ ويزورني لم يهبط إلى الأرض قبلها فبشرني أن حسنا وحسينا سيدا شباب أهل الجنة.[3]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جس نے اپنے رب سے مجھے سلام کرنے اور میری زیارت کرنے کے لئے اجازت طلب کی ہے اور یہ اس سے قبل زمین پر (کبھی) نہیں اترا، اس نے مجھے بشارت سنائی ہے کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار

---

[1] ابن مندہ، المعرفۃ از ابونعیم، ابن عساکر

[2] مسند احمد ۶/ ۲۹۶۔ ورواہ بنحوہ، الترغیب والترہیب ۳/ ۳۶۷، تفسیر ابن کثیر ۵/ ۲۴۴، مجمع الزوائد ۸/ ۱۸۴، قال الهيثمي رواه احمد وفيه راو لم يسم وبقية رجاله ثقات

[3] الطبرانی فی الکبیر ۳/ ۲۷ ورواہ بلفظہ

ہوں گے۔

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:) إن ملكا من السماء لم يكن زارني فاستأذن الله في زيارتي فبشرني أن الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فرشتہ آسمان میں ہے اس نے میری زیارت نہیں کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے میری زیارت کی اجازت طلب کی تو اس نے مجھ کو بشارت دی کہ حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کیلئے جنت کی بشارت

عن حذيفة قال: صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم خرج فتبعته فإذا عارض قد عرض له فقال لي:) يا حذيفة هل رأيت العارض الذي عرض لي؟ قلت: نعم، قال: ذاك ملك من الملائكة لم يهبط إلى الأرض قبلها إستأذن ربه فسلم علي وبشرني بالحسن والحسين أنهما سيدا شباب أهل الجنة، وان فاطمة سيدة نساء أهل الجنة۔[2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور چلے گئے تو میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا پس اچانک ایک شخص حضور کے سامنے رک گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے حذیفہ تم نے میرے سامنے آنے والے شخص کو دیکھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، تو آپ نے فرمایا ای فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا جو اس سے قبل (کبھی) نہیں اترا اس نے اپنے رب سے (میری زیارت کی) دعا مانگی تھی، اس نے مجھے سلام بھی کیا ہے اور حسن وحسین کے بارہ میں بشارت بھی سنائی ہے کہ یہ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے اور فاطمہ (میری بیٹی) جنت کی عورتوں کی سردار ہوگی۔

1۔ الطبرانی فی الکبیر ۳/۲۶ ورواہ بلفظہ، جمع الجوامع: ۱۰۶۰۷، کنز العمال: ۳۴۲۷۴، السلسلۃ الصحیحۃ: ۴۴۶۲، مجمع الزوائد ۹/۱۸۱، ۲۰۱

2۔ کنز العمال: ۳۷۶۹۵، وعزاہ السیوطی للطبرانی عن حذیفہ، وذکر الحدیث بمعناہ مع اختلاف اکثر الفاظ الحدیث

الملائكة الموكلون بالنبات عليهم السلام
نباتات پر مقرر کے فرشتے علیہم السلام

عن كعب قال: ما من شجرة رطبة ولا يابسة ولا موضع من إبرة إلا وملك موكل بها يرفع عليه ذلك إلى الله، وإن ملائكة السماء أكثر من عدد التراب وإن حملة العرش ما بين كعب أحدهم إلى منكبه مسيرة خمسمائة عام۔[1]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ کوئی خشک وتر درخت نہیں ہے اور نہ سوئی کے برابر ایسی جگہ ہے مگر وہاں پر ایک فرشتہ موجود ہے جو اس کی اللہ تعالیٰ کو اطلاع دیتا ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس کو جانتے بھی ہوتے ہیں)، اور آسمان کے فرشتے مٹی کے ذرات سے بھی زیادہ ہیں، اور عرش خداوندی کو اٹھانے والے فرشتوں کے سینے سے کندھے تک کا فاصلہ پانچ سو سال کا ہے۔

الملك الموكل بالبحر عليه السلام
سمندر کا مقرر فرشتہ علیہ السلام

سمندر کا ابلنا اور سمٹنا

عن ابن عباس أنه سئل عن المد والجزر، فقال: إن ملكا موكل بقاموس البحر، فإذا وضع رجله فاضت وإذا رفعها غاضت، فذلك المد والجزر۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہما سے سمندر کے پھیلنے اور پیچھے ہٹنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ بڑے اور گہرے سمندر پر متعین ہے پس جب وہ (سمندر پر) اپنا پاؤں رکھتا ہے تو سمندر ابل پڑتا ہے اور جب اٹھالیتا ہے تو سمٹ جاتا ہے پس اس کا مدوجزر (پھیلنا اور سمٹنا) اسی وجہ سے ہے۔

اگر سمندر فرشتے کی گرفت سے آزاد ہو جائے؟

عن عبد الله بن عمرو قال: بلغني أن البحر زق بيد ملك، لو يغفل عنه الملك لطم على الأرض۔[3]

1۔ ابن ابی حاتم، ابوالشیخ از سند عبداللہ بن الحارث
2۔ مسند احمد، ابوالشیخ
3۔ ابن ابی حاتم

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ سمندر ایک فرشتہ کی گرفت میں ہے اگر وہ اس سے غافل ہو جائے (اور سمندر کو اپنی گرفت سے آزاد کر دے) تو اس کی موجیں زمین پر ٹوٹ پڑیں۔

الملائكة الموكلون بالقبر الشريف عليهم السلام

روضہ اطہر پر مقرر فرشتے علیہم السلام

ستر ہزار فرشتے ہر صبح وشام صلوۃ وسلام پیش کرتے اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں

عن كعب قال: ما من فجر يطلع إلا نزل سبعون ألف ملك حتى يحفوا بقبر النبي صلى الله عليه وسلم يضربون بأجنحتهم، ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم، حتى إذا أمسوا عرجوا وهبط أمثالهم فصنعوا مثل ذلك حتى إذا انشقت الأرض خرج في سبعين ألفا من الملائكة يوقرونه۔[1]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کوئی فجر ایسی طلوع نہیں ہوتی مگر ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ اطہر کے پاس جمع ہوتے اور خوشی سے اپنے پر ہلاتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں جب شام ہوتی ہے تو یہ اوپر چلے جاتے ہیں اور اتنے ہی فرشتے شام کے وقت اور اترتے ہیں وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ جب زمین (قبر شریف) کھلے گی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستر ہزار فرشتوں کی تعظیم وتکریم کے ساتھ باہر تشریف لائیں گے۔

در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہونے والے فرشتہ کی قیامت تک باری نہیں آتی

عن مقاتل: يرفع الحديث إلى النبي صلى الله عليه وسلم قال) سمي البيت المعمور لأنه يصلي فيه كل يوم سبعون ألف ملك ثم ينزلون إذا أمسوا فيطوفون بالكعبة، ثم يسلمون على النبي صلى الله عليه وسلم، ثم ينصرفون فلا تنالهم النوبة حتى تقوم الساعة۔[2]

حضرت مقاتل رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (فرشتوں کی عبادت گاہ کا) نام اس لئے بیت المعمور (آباد گھر) رکھا گیا کیونکہ اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں جب شام ہوتی ہے تو یہ (بیت المعمور سے) اتر کر بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں پھر (روضہ اطہر پر حاضر ہو کر) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پیش کرتے ہیں اس کے بعد یہ واپس ہو جاتے ہیں پھر قیامت تک ان کی باری نہیں آئے

---

[1] ابوالشیخ

[2] تاریخ مکہ از الازرقی

گی۔

ما جاء فی الکروبیین علیہم السلام
کروبیون علیہم السلام کے بارے میں

کروبین کی جسامت

عن جابر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن للہ ملائکۃ وھم الکروبیون من شحمۃ أذن أحدھم إلی ترقوتہ مسیرۃ خمسمائۃ عام للطائر السریع فی انحطاط۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے وہ ہیں جن کو کروبیون کہا جاتا ہے ان میں سے (ہر) ایک کے کان کی لو سے اس کی پسلی کی ہڈی تک، اترنے میں تیز پرندے کی رفتار کے حساب سے پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔

ہواؤں کے خزانے اٹھانے والے کروبین کے پروں کے نیچے ہیں

عن عثمان الأعرج قال: إن مساکن الریاح تحت أجنحۃ الکروبیین حملۃ العرش۔[2]

حضرت عثمان الاعرج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہواؤں کے خزانے عرش کو اٹھانے والے کروبی فرشتوں کے پروں کے نیچے ہیں۔

ما جاء فی الروحانیین علیہم السلام
روحانیون علیہم السلام کے بارے میں

یہ حظیرۃ القدس کے فرشتے ہیں لیلۃ القدر میں اترتے ہیں

عن علی بن أبی طالب قال: إن فی السماء السابعۃ حظیرۃ بیقال لھا حظیرۃ القدس، فیھا ملائکۃ یقال لھم الروحانیون، فإذا کان لیلۃ القدر استأذنوا ربھم فی النزول إلی الدنیا فیأذن لھم فلا

---

[1] جمع الجوامع: ۶۹۸۷، وعزاہ السیوطی لابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ عنہ، مع اختلاف یسیر فی الفاظ الحدیث، اتحاف السادۃ المتقین ۱۰/۲۱۷ و ۲۶۶، السلسلۃ الضعیفۃ: ۹۲۳

[2] ابو الشیخ

یمرون علی مسجد یصلی فیه ولا یستقبلون أحدا فی طریق إلا دعوا له فأصابه منهم برکة۔[1]
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے جس کا نام حظیرة القدس ہے اس میں (بہت سے) فرشتے ہیں جن کو "روحانیون" کہا جاتا ہے، جب لیلۃ القدر آتی ہے تو یہ رب تعالیٰ سے دنیا کی طرف اترنے کی اجازت مانگتے ہیں جب ان کو اجازت دی جاتی ہے تو یہ کسی مسجد سے نہیں گزرتے جس میں نماز پڑھی جارہی ہو یا یہ راستہ میں کسی کا استقبال نہیں کرتے مگر ان دونوں کے لئے دعائے خیر فرماتے ہیں، تو ان (مسجد والوں اور راستہ میں ملنے والوں) کو ان فرشتوں کی طرف سے برکت عطاء کی جاتی ہے۔

ما جاء فی صفة ملائکة علی الإبهام من غیر تسمیة

مختلف فرشتوں کے احوال کے بارے میں

سب آسمانوں زمینوں کو ایک لقمہ بنالینے والا فرشتہ

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن لله عز وجل ملکا لو قیل له التقم السموات السبع والأرضین بلقمة واحدة لفعل، تسبیحه: سبحانك حیث کنت۔[2]
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کا ایک فرشتہ ایسا ہے کہ اگر اسے کہا جائے تو ساتوں آسمانوں اور سب زمینوں کو ایک لقمہ کرلے تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔ اس کی تسبیح یہ ہے سبحانك حیث کنت (آپ پاک ہیں جہاں بھی ہیں)۔

بہت بڑا فرشتہ

عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: أمرت أن أحدث عن ملك فی السماء ما بین عاتقه إلی منتهی رأسه کطیران ملك سبعمائة عام، وما یدری أین ربه فسبحانه۔[3]
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آسمان کے ایک فرشتہ کے متعلق بتلاؤں، اس کندھے سے سر کے آخری حصہ تک کا فاصلہ ایک فرشتہ کے سات سو سال تک چلنے کے برابر ہے وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کا رب کہاں

---

[1] الطبرانی
[2] طبرانی، حلیة الاولیاء ۳/۳۱۷، وذکرہ بلفظہ وقال ابونعیم ھذا حدیث غریب من حدیث الاوزاعی عن عطاء لم نکتبه الا من حدیث بشر بن کر، جمع الجوامع: ۶۹۳۹، کنز العمال: ۲۹۸۳۲، تفسیر ابن کثیر ۵/۱۱۳، ۸/۱۷۸، مجمع الزوائد ۱/۸۰
[3] ابوالشیخ

ہے۔بس وہ اس کی تسبیح بیان کرتا رہتا ہے۔

آگ اور برف کے جسم والے فرشتے کی دعا

عن معاذ بن جبل عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:) إن لله ملكا نصف من نور ونصفه من ثلج يقول: سبحانك يا مؤلف الثلج إلى النور ولا يطفيء النور برد الثلج ولا برد الثلج حر النور، ألف بين قلوب عبادك المؤمنين۔[1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کا نصف آگ کا ہے اور نصف برف کا ہے۔ وہ یہ دعا کرتا ہے: اے اللہ! آپ کی ذات پاک ہے اے برف کی آگ سے الفت قائم کرنے والے (جس سے) آگ برف کی ٹھنڈک کو اور برف کی ٹھنڈک آگ کی گرم کو نہیں بجھاتی اپنے مؤمن بندوں کے دلوں میں الفت اور محبت قائم فرما۔

عن خالد بن معدان قال: إن ملكا نصفه من نور ونصفه ثلج يقول: سبحانك اللهم كما ألفت بين هذا النور وهذا الثلج فألف بين قلوب المؤمنين، ليس له تسبيح غيره.[2]

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک فرشتہ جس کا نصف نور سے ہے اور نصف برف سے ہے وہ کہتا ہے "اے اللہ! تو پاک ہے۔ جس طرح تو نے اس نور اور برف میں الفت پیدا کی ہے اسی طرح مومنین کے دلوں میں الفت پیدا فرما" اس کے علاوہ اس کی کوئی تسبیح نہیں۔

عن زياد بن أبي حبيب قال: إن في السماء ملكا خلق من ثلج ونار، فمن دعاء ذلك الملك: اللهم كما ألفت بين الثلج والنار فألف بين عبادك المؤمنين۔[3]

حضرت زیاد بن ابو حبیب سے مروی ہے فرماتے ہیں بے شک آسمان میں ایک فرشتہ ہے جو آگ اور نور سے تخلیق کیا گیا ہے اس فرشتے کی دعا ہے اے اللہ! جس طرح تو نے برف اور آگ میں الفت پیدا فرمائی پس تو اپنے مومن بندوں میں محبت پیدا فرما۔

تقریباً سنتالیس ملین لغات والا فرشتہ

عن الضحاك قال: إن لله ملكا إذا جهر بصوته صمتت الملائكة كلها تعظيما لذلك الملك، لا

---

[1] ۔اتحاف السادۃ المتقین ٦/١٧٨، وذکرہ الزبید بنحوہ مع اختلاف فی بعض الفاظ وقال کذا فی القوت، قال العراقی رواہ ابوالشیخ ابن حبان فی کتاب العظمۃ من حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

[2] ۔خالد بن معدان

[3] ۔ابوالشیخ

یذکرون إلا فی أنفسهم لأنهم لا یفترون عن التسبیح، قیل: وما ذلك الملك؟ قال: ملك له ستون وثلثمائة رأس فی کل رأس ستون وثلثمائة لسان لکل لسان ستون وثلثمائة لغة.[1]

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جب وہ اپنی آواز بلند کرات ہے تو سب فرشتے اس کی تعظیم کی وجہ سے خاموش ہو جاتے ہیں اور اللہ کا ذکر اپنے دلوں میں کرنے لگتے ہیں، کیونکہ فرشتے تسبیح خداوندی میں وقفہ نہیں کرتے، عرض کیا گیا وہ فرشتہ کیسا ہے؟ فرمایا اس کے ۳۶۰ سر ہیں، ہر سر میں ۳۶۰ زبانیں ہیں اور ہر زبان میں ۳۶۰ لغتیں ہیں۔

عرش فرشتوں کے سینگوں پر ہے

عن مالك بن دینار قال: بلغنا أن فی بعض السموات ملائکة کلها تسبح فمنهم ملك وقع من تسبیحه ملك قائم یسبح، وفی بعض السموات ملك له من العیون عدد الحصی والثری وعدد نجوم السماء ما فیها عین إلا وتحتها لسان وشفتان یحمد الله بلغة لا تفقهها صاحبتها وإن حملة العرش لهم قرون بین أطراف قرونهم ورؤوسهم مقدار خمسمائة سنة والعرش فوق القرون.[2]

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کسی آسمان میں کچھ فرشتے ایسے ہیں جو سب کے سب تسبیح کرتے ہیں اور کوئی تو تسبیح کرتے ہوئے سجدہ میں ہے اور کوئی قیام میں ہے۔ اور ایک آسمان میں ایسا فرشتہ ہے جس کی کنکریوں، زمین کے ذرات اور آسمان کے ستاروں کی تعداد میں آنکھیں ہیں اور ہر آنکھ کے نیچے ایک زبان اور دو ہونٹ ہیں جو ایسی زبان میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کہتی ہے جس کو دوسری زبان نہیں سمجھ سکتی، اور عرش بردار فرشتوں کے سینگ ہیں ان کے سینگوں اور سروں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور عرش ان کے سینگوں پر ہے۔

عرش کے اردگرد فرشتوں کی تسبیحات وتعداد

عن وهب قال: إن حول العرش سبعین ألف صف من الملائکة صفا خلف صف یدورون حول العرش اللیل والنهار یقبل هؤلاء ویدبر هؤلاء، وإذا استقبل بعضهم بعضا هلل هؤلاء وکبر هؤلاء ومن ورائهم سبعون ألف صف قیام أیدیهم إلی أعناقهم قد وضعوها علی عواتقهم، وإذا سمعوا تهلیل أولئك وتکبیرهم رفعوا أصواتهم وقالوا: سبحانك وبحمدك أنت الذی لا إله أنت الأکبر ذخر الخلائق کلهم، ومن وراء هؤلاء مائة ألف صف من الملائکة قد وضعوا الید الیمنی

1۔ ابوالشیخ
2۔ ابوالشیخ

على اليسرى على نحورهم إلى أقدامهم شعر ووبر زرغب وريش ليس فيها شعرة ولا وبرة ولا زغبة ولا ريشة ولا مفصل ولا قصبة ولا عظم ولا جلد ولا لحم إلا وهو يسبح الله ويحمده بلون من التسبيح والتحميد لا يسبحه الآخر وما بين جناحي الملك مسيرة ثلثمائة عام وما بين شحمة أذنه إلى عاتقه مسيرة أربعمائة عام وما بين كتفي أحدهم خمسمائة عام۔[1]

حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ عرش کے اردگرد فرشتوں کے آگے پیچھے ستر ہزار صفیں ہیں جو رات دن عرش کے اردگرد طواف کرتے ہیں۔ ان کے پیچھے ستر ہزار صفیں فرشتوں کی قیام میں ہیں ان کے ہاتھ گردنوں کی طرف ہیں جن کو انہوں نے اپنے کندھوں پر رکھا ہوا ہے، جب یہ سامنے والے فرشتوں کی تکبیر و تہلیل (کلمہ طیبہ) سنتے ہیں تو اونچی آوازوں سے یہ کہتے ہیں۔ ''سبحانك وبحمدك انت الذی لا اله الا انت الا كبر ذخر الخلائق كلهم ''(آپ پاک ہیں، اور اپنی تعریف کے ساتھ موصوف ہیں آپ وہ ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، آپ سب سے بڑے ہیں، ساری مخلوقات کے خالق ہیں)۔ ان کے پیچھے فرشتوں کی ایک لاکھ اور صفیں ہیں جنہوں نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر اپنے سینوں پر باندھا ہوا ہے، ان کے پاؤں تک بال، اون پروں کی روئیں اور پر ہیں۔ ان میں کوئی بال، اون، پرک روں، پر، جوڑ، بالوں کا گچھا، ہڈی، جلد اور گوشت بھی نہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد ایسے انداز میں پیش کرتا ہے جس میں دوسرا نہیں کرتا اور اس فرشتہ کے دو پروں کے درمیان تین سو سال چلنے کا فاصلہ ہے، اس کے کان کی لو سے کندھے تک چار سو سال چلنے کا فاصلہ ہے اور ان میں سے ہر ایک کے دونوں کندھوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔

مشرق ومغرب کے آٹھ فرشتے اور انکا وظیفہ

عن مجاهد قال: إن لله ثمانية أملاك. أربعة بالمشرق وأربعة بالمغرب. فإذا أمسى الذى بالمشرق قال: يا باغي الخير أقبل. فيقول الذى بالمغرب: يا باغي الشر أقصر. فإذا مضى ثلث الليل قال الذى بالمشرق: اللهم أعط لكل منفق خلفا ويقول الذى بالمغرب: اللهم أعط لكل ممسك تلفا فإذا مضى ثلثا الليل قال الثالث الذى بالمشرق: سبحان الملك القدوس ويقول الذى بالمغرب: سبحان الملك القدوس. والرابع واضع الصور على فيه ينتظر متى يؤمر بالنفخة والآخر مقابلة۔[2]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے آٹھ فرشتے ایسے ہیں (جن میں سے چار مشرق میں اور چار مغرب میں ہیں، جب مشرق والوں کی شام آتی ہے تو وہ یہ کہتے ہیں اے نیکی سے دور بھاگنے والے

1۔ ابو الشیخ

2۔ ابو الشیخ

نیکی کی طرف متوجہ ہو۔ اور جو مغرب میں ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں اے گناہ میں رغبت کرنے والے رک جا۔ جب تہائی رات گزر جاتی ہے تو مشرق والا فرشتہ کہتا ہے۔ اے اللہ! ہر ایک (انسان) کو ایسا نصیب عطاء فرمایا جو اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو فائدہ پہنچائے مثلاً صدقہ وغیرہ سے باقی رہے، اور جو مغرب میں ہوتا ہے وہ کہتا ہے ہر ایک کو ایسا مال دے جو اس کے پاس ہی رہے مگر بے کار، اور جب رات کی دو تہائی گزر جاتی ہے تو تیسرا فرشتہ جو مشرق میں ہوتا ہے کہتا ہے سبحان الملک القدوس اور جو مغرب میں ہوتا ہے وہ بھی کہتا ہے سبحان الملک القدوس اور چوتھے نے صور اپنے منہ میں رکھا ہوا ہے اور اس انتظار میں ہے کہ اسے صور پھونکنے کا حکم کب ملتا ہے اور باقی (فرشتے) اس کے بالمقابل ہیں۔

سب سے پہلے شفاعت کرنے والے

عن عائشة وابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أتاني ملك جرمه يساوي الكعبة فقال: اختر أن تكون نبيا ملكا أو نبيا عبدا، فأومأ إلى جبريل أن تواضع لله فقلت: بل أحب أن أكون عبدا نبيا فشكر ربي ذلك فقال: أنت أول من تنشق عنه الأرض وأول شافع.[1]

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کا جسم کعبہ شریف کے مساوی تھا اس نے کہا (اے محمد) آپ پسند کریں کہ نبی ہونے کے ساتھ بادشاہ بنیں گے یا نبی ہونے کے ساتھ اللہ کے بندے بنیں گے؟ تو جبرائیل نے مجھے اشارہ کیا کہ آپ اللہ کے لئے عاجزی اختیار فرمائی، تو میں نے کہا بلکہ میں پسند کرتا ہوں کہ خدا کا بندہ نبی بنوں۔ تو اللہ تعالیٰ کو میری یہ بات پسند آئی اور ارشاد فرمایا آپ سب سے پہلے ہوں گے جن سے زمین شق ہوگی (یعنی روز قیامت قبر شریف سب سے پہلے آپ کی کھلے گی) اور آپ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ (اس شفاعت سے شفاعت کبریٰ مراد ہے جس سے پہلے کسی نبی اور ولی کو شفاعت کرنے کی ہمت نہ ہوگی بعید نہیں کہ شفاعت کبریٰ کے بعد دوسری شفاعت میں بھی آپ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہوں)۔

فرشتے اولاد آدم اور ان کے اعمال کو دیکھتے ہیں

عن أبي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن لله ملائكة في السماء أبصر ببني آدم وأعمالهم من بني آدم بنجوم السماء فإذا أبصروا إلى عبد يعمل بطاعة الله ذكروه فيما بينهم وسموه وقالوا: أفلح الليلة فلان نجا الليلة فلان، وإذا أبصروا إلى عبد يعمل بمعصية الله ذكروه

---

[1] جمع الجوامع: ۲۹۵، شعب الایمان از بیہقی عن ابو عباس، احمد، ابویعلیٰ عن ابی ہریرۃ باسناد جید

فیما بینهم وسموه، وقالوا: خاب اللیلة فلان، خسر اللیلة فلان، هلك اللیلة فلان.[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے آسمان میں ایسے ہیں جو اولاد آدم کو اور ان کے اعمال کو انسانوں کے ستاروں کو دیکھنے سے زیادہ دیکھتے ہیں تو جب وہ کسی بندے کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہوا دیکھتے ہیں تو اپنے درمیان اس کا ذکر کرتے اور نام لیتے اور کہتے ہیں اس رات فلاں کامیاب ہوگیا اس رات فلاں نجات پا گیا۔ اور جب کسی ایسے آدمی کو دیکھتے ہیں جو خدا کی نافرمانی کو رہا ہوتا ہے تو اس کا آپس میں ذکر کرتے ہیں اور اس کا نام لیتے اور کہتے ہیں آج رات فلاں نقصان میں رہا آج رات فلاں تباہ ہوگیا۔

آسمان کے دروازوں کے فرشتے اور ان کی ندائیں

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:) إن ملكا بباب من أبواب السماء يقول: من يقرض اليوم يجد غدا، وملك بباب آخر ينادي: اللهم اعط منفقا خلفا، وأعط ممسكا تلفا، وملك بباب آخر ينادي: يأيها الناس هلموا إلى ربكم، ما قل و كفى خير مما كثر وألهى، وملك ينادي بباب آخر: يابني آدم لدوا للموت وابنوا للخراب.[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ایک فرشتہ ہے جو یہ کہتا ہے کوئی ہے جو آج (خدا کے نام پر) قرض (صدقہ خیرات) دے اور کل (روز قیامت اس کا اجر ثواب) وصول کرے۔ اور ایک فرشتہ ایک اور دروازہ پر ہے جو یہ دعا کرتا ہے اے اللہ (اپنے نام پر علم اور دولت) خرچ کرنے والے کو باقی رہنے والا مال اور علم عطاء فرما اور (علم دولت کو) روک رکھنے والے کو ضائع ہونے والا (مال اور علم) عطاء فرما، ایک اور فرشتہ ایک اور دروازہ پر یہ پکارتا ہے اے لوگو! اپنے رب کی طرف دوڑو جو (رزق) کم (لیکن) باکفایت ہو وہ اس سے بہتر ہے جو بہت ہو اور فضولیات میں خرچ ہو۔ اور ایک فرشتہ ایک اور دروازہ پر یہ آواز دیتا ہے اے اولاد آدم! مرنے کے لئے جنو اور ویران ہونے کے لئے تعمیرات کرو۔

تسبیح کی تاکید کرنے والا فرشتہ

عن الزبير عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:) ما من صباح يصبح العباد إلا وصارخ يصرخ:

---

[1] ابوالشیخ

[2] مسند احمد ۲ / ۳۰۵، ورواہ احمد عن ابی ہریرۃ بلفظ تحوق لفظہ ولم یذکر آخر الحدیث (وملکا ینادی یا ایھا الناس۔۔۔ الخ) وانظر جمع الجوامع ۷۱۰۹، کنز العمال ۱۶۱۱۱۹، الدر المنثور ۱ / ۳۱۳، کشف الخفاء ۲ / ۲۰۱ و ۲۶۸

يأيها الخلائق سبحوا الملك القدوس۔[1]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر صبح جس میں لوگ بیدا ہوتے ہیں اس میں ایک پکارنے والا فرشتہ پکارتا ہے اے خلائق (لوگو!) تم ملک قدوس کی تسبیح بیان کرو۔

حدیث نمبر ۵۰۶:۔عن الزبير بن العوام قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) ما من صباح يصبح العباد إلا وصارخ يصرخ: أيها الخلائق سبحوا الملك القدوس۔[2]

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر صبح جس میں لوگ بیدار ہوتے ہیں اس وقت ایک پکارنے والا (فرشتہ) ندا کرتا ہے کہ اے مخلوقات تم ملک قدوس (اللہ تعالیٰ) کی تسبیح بیان کرو۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے فضیلت

عن عبد الرحمن بن أبي سبرة الجعفي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:) أما علمت أن ملكا ينادي في السماء يقول: اللهم اجعل لمال منفق خلفا، واجعل لمال ممسك تلفا[3]

حضرت عبدالرحمن بن ابی سبرۃ الجعفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ ایک فرشتہ آسمان میں ندا کرتا ہے وہ کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو پیچھے آنے والا بنا دے (یعنی جو تیری راہ میں خرچ کرے اس کو اور مال عطا فرمادے) اور روکنے والے کے مال کو تلف فرمادے (یعنی ضائع فرمادے)

مجالس ذکر تلاش کرنے والے فرشتے

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن لله ملائكة سياحين في الأرض - فضلا عن كتاب الناس - يطوفون في الطرق يلتمسون أهل الذكر فإذا وجدوا قوما يذكرون الله تعالى تنادوا: هلموا إلى حاجتكم، فيحفونهم بأجنحتهم إلى السماء الدنيا، فيسألهم ربهم وهو أعلم منهم: ما يقول عبادي؟ فيقولون: يسبحونك ويكبرونك ويحمدونك ويمجدونك. فيقول: هل رأوني؟ فيقولون: لا والله ما رأوك. فيقول: كيف لو رأوني؟ فيقولون: لو رأوك كانوا أشد لك عبادة وأشد لك تمجيدا وأكثر لك تسبيحا. فيقول: فما يسألوني؟ فيقولون: يسألونك الجنة.

---

[1]۔ابویعلی، ابن عساکر

[2]۔ابن عساکر ۴/ ۶۰ ۳ وذکرہ بنحوہ

[3]۔مجمع الزوائد ۳/ ۱۲۲، وذکرہ الھیثمی وعزاہ للطبرانی فی الکبیر وفیہ موید بن عبدالعزیز وھوضعیف، جمع الجوامع ۴۲۱۴، کنز العمال: ۱۶۰۱۷م ۱۶۱۲۵، قال الغماری ھذا الحدیث ضعیف، جمع الجوامع: ۴۲۱۴، کنز العمال: ۱۶۰۱۷و ۱۶۱۲۵ وقال الغماری ھذا الحدیث ضعیف ولکن لہ طریق منہا عن ابی ہریرۃ۔ وما من یوم یصبح فیہ العباد الا ملکان ینزلان یقول احدھما اللھم اعطی منفقا خلفا ویقول الآخر اللھم اعطی ممسکا تلفا، رواہ الشیخان وسھا عنہ المولف

فیقول: وهل رأوها؟ فیقولون: لا والله یا رب ما رأوها، فیقول: فکیف لو انهم رأوها؟ فیقولون: لو رأوها کانوا أشد علیها حرصا وأشد لها طلبا وأعظم فیها رغبة، قال: فمم یتعوذون؟ فیقولون: من النار، فیقول الله عز وجل: وهل رأوها؟ فیقولون: لا والله یا رب ما رأوها، فیقول: فکیف لو رأوها؟ فیقولون: لو رأوها کانوا أشد منها فرارا وأشد لها مخافة فیقول: فأشهد کم أنی قد غفرت لهم، فیقول ملك من الملائکة: فیهم فلان لیس منهم إنما جاء لحاجة، فیقول: هم القوم لا یشقی بهم جلیسهم ۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی کے (بہت سے) فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں یہ لوگوں کے اعمالنامہ لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ ہیں، یہ راستوں میں گھومتے ہوئے ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں، بس جب کسی جماعت کو اللہ تعالی کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ اپنی ضرورت یہاں موجود ہوئے تو وہ ذاکرین کو آسمان تک اپنے پروں سے چھپا لیتے ہیں، اوران سے انکا رب سوال کرتا ہے جبکہ وہ ان سے زیادہ باخبر ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ تو وہ بتاتے ہیں کہ آپ کی تسبیح ،تکبیر، تعریف اور بزرگی بیان کر رہے تھے تو اللہ تعالی پوچھتے ہیں کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ تو وہ عرض کرتے ہیں نہیں اللہ کی قسم انہوں نے آپ کی نہیں دیکھا ۔تو اللہ تعالی فرماتے ہیں اگرف وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہوگی؟ عرض کرتے ہیں اگر وہ آپ کو دیکھ لیں تو آپ کی عبادت بھی خوب کریں، بزرگی بھی خوب بیان کریں اور تسبیح بھی خوب کہیں ۔تو اللہ تعالی پوچھتے ہیں اچھا یہ بتلاؤ وہ مجھ سے کیا طلب کرتے تھے؟ تو وہ عرض کرتے ہیں کہ وہ آپ سے جنت طلب کرتے تھے ۔تو اللہ تعالی پوچھتے ہیں کیا انہوں نے اس کو دیکھا ہے؟ تو وہ عرض کرتے ہیں نہیں اللہ کی قسم اے پروردگار انہوں نے اسے نہیں دیکھا ۔تو اللہ تعالی پوچھتے ہیں اگر یہ لوگ اس کو دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہوگی؟ عرض کرتے ہیں اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو اس کی بہت زیادہ حرص بہت زیادہ طلب اور بہت زیادہ رغبت کرنے لگیں ۔اللہ تعالی ان سے پرچھتے ہیں کہ یہ لوگ کس چیز سے پناہ مانگتے تھے؟ تو وہ عرض کرتے ہیں دوزخ سے ،تو اللہ تعالی ان سے پوچھتے ہیں کیا انہوں نے اس کو دیکھا تھے؟ تو وہ عرض کرتے ہیں نہیں قسم بخدا انہوں نے اس کو نہیں دیکھا، تو اللہ تعالی پوچھتے ہیں ان کی کیا حالت ہوگی اگر وہ اس کو دیکھ لیں؟ تو وہ عرض کرتے ہیں اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو اس سے خوب بھاگنے والے اور خوب ڈرنے والے ہوں ۔تو اللہ تعالی فرماتے ہیں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو معاف کردیتے ہے ۔تو اللہ تعالی فرماتے ہیں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو معاف کر دیا ہے ۔ان

[1] البخاری، مسلم، ترمذی، ابن حبان، حلیۃ الاولیا از ابونعیم

فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے فلاں آدمی ان ذاکرین سے نہیں تھا اس کو تو اس کی کوئی مجبوری لائی تھی۔ تو اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں یہ ذاکرین ایسی قوم ہیں کہ ان کا ہم نشین محروم نہیں ہوگا۔

عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لله عز وجل سرايا من الملائكة تحل وتقف على مجالس الذكر في الأرض.[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی کے کچھ فرشتے (زمین پر) چلنے والے ہیں (جو آسمان سے) نازل ہوتے اور زمین پر مجالس ذکر میں شرکت کرتے ہیں۔

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لله عز وجل سيارة من الملائكة يبتغون حلق الذكر، فإذا مروا بحلق الذكر قال بعضهم لبعض: اقعدوا، فإذا دعا القوم أمنوا على دعائهم، فإذا صلوا على النبي صلى الله عليه وسلم صلوا معهم حتى يفرغوا ثم يقول بعضهم لبعض: طوبى لهم لا يرجعون إلا مغفورا لهم.[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے (زمین پر) چلنے والے ہیں جو مجالس ذکر کی جستجو میں رہتے ہیں جب یہ مجلس دعا مانگتی ہے تو یہ ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھتے ہیں تو یہ بھی ان کے ساتھ درود وسلام پڑھتے ہیں جب وہ اپنے ذکر اور درود سے فارغ ہو جاتے ہیں (تو یہ مجلس سے اٹھ جاتے ہیں، اور ایک دوسرے سے کہتے ہیں ان (شرکائے مجلس ذکر و درود) کو مبارک ہو یہ (اپنے گھروں کو) نہیں لوٹ رہے مگر ان کے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔

چار سو نوے ملین پروں کی طاقت والا فرشتہ

عن الشعبي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: العرش ياقوتة حمراء، وإن ملكا من الملائكة نظر إليه وإلى عظمه فأوحى الله إليه: إني قد جعلت فيك قوة سبعين ألف ملك، لكل ملك سبعون ألف جناح فطر، فطار الملك بما فيه من القوة والأجنحة ما شاء الله أن يطير فوقف فنظر فكأنه لم يرم.[3]

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرش الہی سرخ یاقوت کا ہے۔

---

[1] الحاکم ۱/ ۴۹۴، ورواہ الحاکم بزیادۃ طویلۃ وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ، جمع الجوامع ۶۹۴۶، کنز العمال: ۱۸۸۷، میزان الاعتدال ۶۱۵۵، الضعفاء والمجروحین ۲/ ۸۱، الترغیب والترہیب ۲/ ۴۰۵، الحاوی للفتاوی ۲/ ۲۴

[2] جمع الجوامع: ۶۹۴۶، وعزاہ السیوطی لابن النجار عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، کنز العمال: ۱۸۷۶، الدر المنثور ۱/ ۱۵۲، الترغیب والترہیب ۲/ ۴۰۴، حلیۃ الاولیاء ۶/ ۲۶۸، مجمع الزوائد ۱۰/ ۷۷، اتحاف السادۃ المتقین ۵/ ۶۰، الحاوی للفتاوی ۲/ ۲۹۷

[3] الدر المنثور ۳/ ۲۹۷، وعزاہ السیوطی لابن الشیخ عن الشعبی رضی اللہ عنہ، کنز العمال ۱۵۱۹۵

فرشتوں میں سے ایک فرشتہ نے (جب) اسے دیکھا تو اس کی نظر میں اس کی بڑی عظمت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تیرے اندر ستر ہزار فرشتوں کی طاقت رکھی ہے جن میں سے ہر ایک کے ستر ہزار پر ہوں، تو یہ فرشتہ اپنی پوری قوت اور پروں کے ساتھ اڑتا رہا جتنا اللہ نے چاہا اڑا۔ جب وہ رکا تو اس نے دیکھا کہ وہ اپنے مقام پر ہے اور اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکا۔

رات کو جہاد کی سواریوں کی تھکاوٹ دور کرنے والے فرشتے

عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لله ملائكة ينزلون فى كل ليلة يحسون الكلال عن دواب الغزاة إلا دابة في عنقها جرس۔[1]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو رات کے وقت اترتے ہیں اور جہاد کے جانوروں اور سواریوں کی تھکاوٹ دور کرتے ہیں مگر اس جانور کی تھکاوٹ دور نہیں کرتے جس کی گردن میں گھنٹی ہوتی ہے۔

جس نے اپنے اہل وعیال اور پڑوسیوں پر کشادگی کی

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لله عز وجل أملاكا خلقهم كيف شاء وصورهم على ما شاء تحت عرشه ألهمهم أن ينادوا قبل طلوع الشمس وقبل غروب الشمس فى كل يوم مرتين: ألا من وسع على عياله وجيرانه وسع الله عليه فى الدنيا، ألا من ضيق ضيق الله عليه۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کو اللہ نے جیسا چاہا تخلیق فرمایا اور جیسا چاہا اپنے عرش کے نیچے ان کی صورتیں بنائیں ان کو اس کا الہام فرمایا کہ سورج طلوع ہونے سے اور غروب ہونے سے قبل روزانہ دومرتبہ یہ ندا کیا کریں ''یاد رکھو! جس نے اپنے اہل وعیال اور پڑوسیوں پر کشادگی کی اللہ تعالی اس پر دنیا میں کشادگی فرمائیں گے، خبردار جس نے تنگی پیدا کی اللہ تعالی اس پر تنگی کو مسلط فرمائیں گے''

سفر حج پیدل کرنے والوں کے لئے دعا کرنے والے فرشتے

عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لله ملائكة موكلين بأنصاب الحرم منذ

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین ۹/ ۱۲۵، وعزاہ الزبیدی للطبرانی بسند ضعیف عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ، جمع الجوامع ۶۹۵۰، مجمع الزوائد ۵/ ۲۶۷

[2] مکارم الاخلاق از ابن لال

خلق الله الدنیا إلی أن تقوم الساعة یدعون لمن حج من مصره ماشیا۔[1]
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: اللہ کے کچھ فرشتے حرم بیت اللہ کے متعلق ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جس نے اپنے شہر سے پیدل چل کو حج کیا یہ اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔

انسانوں میں موجود خیرہ شر کی باتیں

عن أنس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) إن لله عز وجل ملائکة فی الأرض تنطق علی ألسنة بنی آدم بما فی المرء من الخیر والشر۔[2]
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین پر ایسے ہیں جو انسانوں میں موجود خیرہ شر کی باتوں کو ان کی زبانوں پر لاتے ہیں۔

اے ساٹھ سال کی عمر والو! حساب کی طرف متوجہ ہو جاؤ

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) إن لله تعالی ملکا ینادی فی کل یوم ولیلة: أبناء الأربعین زرع قد دنا حصاده، أبناء الخمسین وأبناء الستین هلموا إلی الحساب ماذا قدمتم وماذا عملتم؟ أبناء السبعین لیت الخلائق لم یخلقوا ولیتهم إذ خلقوا علموا لماذا خلقوا۔[3]
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی کا ایک فرشتہ وہ ہے جو روزانہ رات دن یہ پکارتا ہے اے چالیس سال کی عمر والو! تم اعمال کی کھیتی تیار کر چکے ہو جس کی کٹائی قریب آ چکی ہے۔ (یعنی چالیس سال کی عمر بہت ہے جو تم گزار چکے ہو معلوم نہیں کب موت آ جائے اور تمہیں اپنے اعمال کا حساب دینا پڑ جائے اس لئے اپنی آخرت کی فکر کو لو)۔ اے ساٹھ سال کی عمر والو! حساب کی طرف متوجہ ہو جاؤ تم نے اپنے لئے کیا آگے بھیجا اور کون سے اعمال کئے۔ اے ستر سال والو! کاش مخلوقات پیدا نہ کی جاتیں اور کاش جب پیدا کر دی گئیں تو یہ بھی جان لیتیں کہ کس لئے پیدا کی گئی ہیں۔

بیت المعمور پر روزانہ ستر ہزار فرشتے حاضری دیتے ہیں

عن أنس قال صلی الله علیه وسلم: البیت المعمور فی السماء السابعة، یدخله کل یوم سبعون

---

[1] الدیلمی
[2] الدیلمی
[3] الدیلمی

ألف ملك لا یعودون إلیه حتی تقوم الساعة۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت المعمور ساتویں آسمان میں ہے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو اس کی طرف قیامت تک لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ (قیامت تک ان کی باری نہیں آئے گی)

حدیث نمبر ۵۱۸:۔ عن أبی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال:) فی السماء بیت یقال له البیت المعمور بحیال الکعبة. وفی السماء الرابعة نهر یقال له الحیوان یدخله جبریل کل یوم فینغمس انغماسة ثم یخرج فینتفض انتفاضة یخر عنه سبعون ألف قطرة. یخلق الله تعالی من کل قطرة ملکا، یؤمرون أن یأتوا البیت المعمور فیصلون فیفعلون ثم یخرجون فلا یعودون إلیه أبدا ان ویولی علیهم۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کعبہ شریف کے بالمقابل آسمان میں ایک گھر ہے جس کا نام المعمور (یعنی آباد شدہ گھر) ہے اور چوتھے آسمان پر ایک نہر ہے جس کا نام نہر حیات ہے حضرت جرائیلؑ اس میں روانہ ایک مرتبہ غوطہ لگاتے ہیں اس کے بعد نکل کر ایک مرتبہ اپنے آپ کو ہلاتے ہیں جس سے ستر ہزار قطرے گرتے ہیں اور ہر قطرہ سے اللہ تعالی ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے، ان کو حکم دیا جاتا ہے کہ یہ بیت المعمور میں حاضری دیں تو یہ اس میں نماز ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالی کے اس حکم کی پیروی کرتے ہیں پھر یہ واپس لوٹتے ہیں اور ان کو پھر کبھی اس کی طرف واپس آنے کا موقع نہیں ملے گا، ان فرشتوں پر انہی میں سے ایک کو نگران بنا دیا جاتا ہے اور اس کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان کے ساتھ آسمان میں اپنی مخصوص جگہ پر ٹھہرے، یہ سب فرشتے قیامت قائم ہونے تک اس مقام میں اللہ تعالی کی تسبیح ادا کرتے ہیں۔

فرشتوں کی عبادت گاہ

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) لما عرج بی الملك إلی السماء السابعة انتهیت إلی بناء فقلت للملك: ما هذا؟ قال: هذا بناء بناه الله للملائکة. یدخله کل یوم سبعون ألفا یقدسون الله ویسبحونه. لا یعودون فیه۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے فرشتہ ساتویں آسمان

---

[1] ۔مسند احمد ۳/ ۱۵۳، ورواہ بنحوہ، الحاکم ۲/ ۴۶۷، مجمع الزوائد ۷/ ۱۱۳، الدر المنثور ۶/ ۱۱۷

[2] ۔الدر المنثور ۶/ ۱۱۷، وعزاہ السیوطی للعقیلی وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابی ہریرۃ بسند ضعیف

[3] ۔الطبرانی وابن مردویہ

پر لے گیا (یہاں تک کہ) میں ایک عمارت کے پاس جا پہنچا تو میں نے اس فرشتہ سے پوچھا یہ کیا عمارت ہے۔کہا یہ وہ عمارت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لئے بنایا ہے اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں ان کو دوبارہ واپس آنے کا موقع نہیں ملے گا۔

ہر روز ستر ہزار فرشتے بیت المعمور میں نماز پڑھتے ہیں

عن علی قال: البیت المعمور یصلی فیه کل یوم سبعون ألفا من الملائکة لا یعودون إلیه أبدا۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں ان کو دوبارہ واپس آنے کا موقع نہیں ملے گا۔

فرشتے آسمان میں سجدہ یا قیام میں ہیں

عن ابن عمرو قال: البیت المعمور یصلی فیه کل یوم سبعون ألف ملك وما من السماء موضع إهاب إلا وعلیه ملك ساجد أو قائم۔[2]

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں اور آسمان میں ایک انسان کے جسم برابر بھی جگہ نہیں مگر اس پر کوئی فرشتہ سجدہ میں ہے یا قیام میں ہے۔

فرشتے بیت المعمور میں جا کر حج کرتے ہیں

عن عبد اللہ بن طاوس قال: إن البیت المعمور فی السماء السابعة بحذاء هذا البیت تحج إلیه الملائکة یوم حجکم هذا۔[3]

حضرت عبداللہ بن طاؤس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بیت المعمور ساتویں آسمان پر بیت اللہ شریف کے بالمقابل ہے جس دن تم (مسلمان) بیت اللہ شریف کا حج کرتے ہو فرشتے بھی اسی روز اسکے حج کو جاتے ہیں

حضرت آدمؑ کو فرشتوں کی طرح طواف کعبہ کا حکم

عن عطاء قال: أوحی اللہ عز وجل إلی آدم ابن لی بیتا فاحفف فیه کما رأیت الملائکة تحف ببیتی الذی فی السماء۔[4]

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے

---

[1] مسند احمد ۳/ ۱۵۳، ورواہ بنحوہ، حاکم ۲/ ۴۶۷، الدر المنثور ۶/ ۱۱۷، مجمع الزوائد ۷/ ۱۱۳

[2] بیہقی

[3] فضائل مکہ از جندی

[4] عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، الجندی

لئے ایک گھر تعمیر کراوراس کا طواف کرجس طرح پر تو نے فرشتوں کو دیکھا ہے جو میرے اس گھر (بیت المعمور) کا جو آسمان میں ہے طواف کرتے ہیں۔

فرشتے عرش کے اردگرد نماز پڑھنے اور طواف کرتے ہیں

عن ابن عمرو قال: لما هبط آدم من الجنة قال: إني مهبط معك بيتا يطاف حوله كما يطاف حول العرش ويصلي عنه كما يصلي عند العرش۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا تو فرمایا میں تمہارے ساتھ ایک گھر بھی اتار رہا ہوں جس کے اردگرد اس طرح طواف کیا جائیگا جس طرح عرش کے اردگرد کیا جاتا ہے اور اسکے پاس اسطرح سے نماز پڑھی جائیگی جس طرح عرش کے پاس پڑھی جاتی ہے۔

حدودِ حرم کے حرم ہونے کی وجہ

عن حسين بن القاسم قال: سمعت بعض أهل العلم يقول: إنه لما خاف آدم على نفسه من الشيطان استعاذ بالله فأرسل الله ملائكة حفوا بمكة من جانب ووقفوا حواليها فحرم الله الحرم من حيث كانت الملائكة وقفت۔[2]

حضرت حسین بن قاسم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے بعض اہل علم سے سنا ہے کہ جب حضرت آدمؑ نے شیطان سے اپنے بارے میں خوف کیا تو اللہ تعالی سے پناہ مانگی تو اللہ تعالی نے (انکی حفاظت کرنے کے لئے) فرشتے نازل فرمائے جنہوں نے مکہ شریف کو ہر طرف سے گھیر لیا اور اس کے اطراف میں رک گئے تب سے اللہ تعالی نے حرم مکہ کو وہاں تک حرم بنا دیا جہاں جہاں تک (یہ) فرشتے ٹھہرے تھے۔

راہ خدا میں خرچ کرنے والے اور بخیل کے متعلق فرشتوں کی دعا

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن في السماء لملكين مالهما عمل إلا يقول أحدهما: اللهم أعط منفقا خلفا، ويقول الآخر: اللهم ابغ ممسكا تلفا۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان میں دو فرشتے ایسے ہیں جن کا سوائے اس کے کوئی کام نہیں کہ ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو باقی رہنے والا (مال ومتاع) عطاء فرما، اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کو ضائع ہونے والا (مال ومتاع) دے۔

---

[1] ابن جریر

[2] الازرقی

[3] جمع الجوامع ۲۷۰۷، وعزاه السیوطی لهناد عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام ومرتبہ

عن رافع بن خدیج قال: جاء جبریل إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال:) ما تعدون من شھد بدرا فیکم؟ قالوا: خیارنا. قال: و کذلك ھم عندنا خیار الملائکة.[1]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا: جولوگ آپ میں سے جنگ بدر میں شریک ہوئے وہ آپ کے نزدیک کس مرتبہ پر ہیں فرمایا وہ ہم میں بہترین درجہ کے حضرات ہیں، تو حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا اسی طرح ہمارے ہاں بھی وہ فرشتے بہترین درجہ پر فائز ہیں (جو جنگ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی مدد کرنے کے لئے نازل ہوئے تھے)

جنگ بدر میں شریک ملائکہ کو دیگر ملائکہ پر فضیلت

عن رافع بن خدیج قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:) إن للملائکة الذین شھدوا بدرا فی السماء لفضلا علی من تخلف منھم.[2]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے جو (مسلمانوں کی مدد کرنے کے لئے) جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے، آسمان میں ان کی ان فرشتوں پر فضیلت ہے جو ان میں پیچھے رہ گئے تھے۔

جنگ بدر میں تین ہزار فرشتوں کی کمان کرنے والے فرشتے

عن علی قال :نزل جبریل فی ألف من الملائکة عن میمنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونزل میکائیل فی ألف من الملائکة، إسرافیل فی ألف من الملائکة عن میسرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم.[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں (جنگ بدر میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے میں حضرت جبرائیل ایک ہزار فرشتے لیکر نازل ہوئے اور حضرت میکائیل بھی ایک ہزار فرشتے لے کر نازل ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں حضرت اسرافیل ایک ہزار فرشتے لے کر نازل ہوئے۔

---

[1] کنز العمال ۳۷۹۶۴، وعزاہ السیوطی لابن ابی شیبہ عن رافع بن خدیج، الجامع الکبیر ۲/۳۸۹، تفسیر ابن کثیر ۴/۲۹۸، ۷/۳۲۵، تفسیر قرطبی، ۷/۳۷۶

[2] جمع الجوامع ۷۰۳۷، وعزاہ السیوطی للطبرانی عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، کنز العمال ۳۳۸۹۱ و ۳۷۹۶۵

[3] ابن جریر، ابو یعلی، حاکم، الدلائل از بیہقی

فرشتوں نے بدر کے علاوہ کوئی جنگ نہیں کی

عن مجاهد قال: لم تقاتل الملائكة غلا يوم بدر۔[1]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرشتوں نے بدر کے دن کے علاوہ کبھی جنگ نہیں کی۔

فرشتوں کی پگڑیوں کے سفید اور سرخ رنگ

عن ابن عباس قال: كانت سيما الملائكة يوم بدر عمائم بيضا قد أرسلوها في ظهورهم، ويوم حنين عمائم حمرا، ولم تضرب الملائكة في يوم سوى يوم بدر وكانوا يكونون عددا ومددا لا يضربون۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں جنگ بدر میں فرشتوں کی علامت سفید پگڑیاں تھیں جن کا ایک کنارہ انہوں نے اپنی پشتوں پر چھوڑا ہوا تھا اور جنگ حنین میں سرخ پگڑیاں تھیں، اور جنگ بدر کے علاوہ کسی جنگ میں فرشتوں نے جنگ نہیں لڑی بلکہ جنگ حنین میں ان کی تعداد بہت تھی لیکن یہ جنگ نہیں لڑ رہے تھے۔

عن الربيع بن أنس قال: كان الناس يم بدر يعرفون قتلى الملائكة ممن قتلوهم بضرب على الأعناق وعلى البنان مثل سمة النار قد أحرق به۔[3]

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا غزوہ بدر کے لوگ فرشتوں کے ہاتھوں قتل ہونے والوں کو پہنچانتے کہ ان کی گردنوں پر ضرب اور انگلیوں پر آگ سے جلانے کے نشان ہوتے جس سے ان کو جلایا گیا۔

عن ابن عباس قال: كانت سيما الملائكة يوم بدر عمائم سودا، ويوم حنين عمائم حمرا۔[4]

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا ہیں کہ غزوہ بدر کے فرشتوں کے نشانی ان کے سیاہ عمامے اور غزوہ حنین میں سرخ عمامے تھے۔

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ نے فرشتوں کو آتے دیکھا

عن أبي أسيد - وكان بدريا - أنه كان يقول: لو أن بصري معي ثم ذهبتم معي إلى أحد لأخبرتكم بالشعب الذي خرجت منه الملائكة في عمائم صفر قد طرحوها بين أكتافهم۔[5]

---

[1] ۔طبرانی
[2] ۔طبرانی
[3] ۔ابن ابی حاتم
[4] ۔طبرانی، ابن مردویہ
[5] ۔ابن جریر

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی ہیں سے روایت ہے وہ فرمایا کرتے تھے اگر میری بینائی میرے ساتھ ہوتی اور تم میرے ساتھ مقام احد کی طرف چلتے تو میں تمہیں اس گھاٹی کا پتہ بتلاتا جس سے پیلی پگڑیوں میں فرشتے نکلے اور جنگ احد میں شریک ہوئے انہوں نے ان پگڑیوں کے کنارے کو اپنے کندھوں کے درمیاں ڈالا ہوا تھا۔

اون پہننا

عن عمير بن إسحاق قال: إن أول ما كان الصوف ليوم بدر، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تسوموا فإن الملائكة قد تسومت (فهو أول يوم وضع الصوف.[1]

حضرت عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں سب سے پہلے اون جنگ بدر میں پہنی گئی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اون پہنا کرو کیونکہ (جنگ بدر میں) فرشتوں نے اون پہنی ہے تو یہی وہ پہلا دن ہے جس میں اون کا استعمال شروع ہوا۔

جنگ بدر میں فرشتوں کے گھوڑوں کی علامتیں

عن علي بن أبي طالب قال: كان سيما الملائكة يوم بدر الصوفن الأبيض في نواصي الخيل وأذنابها.[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جنگ بدر میں فرشتوں کی علامت ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں اور دموں میں سفید اون تھی۔

جنگ بدر میں فرشتوں کے گھوڑوں کا رنگ

عن قتادة في قوله تعالى (مسومين) قال ذكر لنا أن سيماهم يومئذ الصوف بنواصي خيلهم وأذنابها وأنهم على خيل بلق.[3]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ارشاد باری تعالیٰ (مسومین) کی تفسیر میں فرماتے ہیں ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ ان فرشتوں کی علامت یہ تھی کہ ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں اور دموں پر اون تھی اور یہ سفید اور سیاہ نشان کے تھے۔

بدر میں فرشتوں کا قتال

حدیث نمبر ۵۳۸:۔عن ابن عباس قال: بينما رجل من المسلمين يشتد في أثر رجل من المشركين

۱۔ابن ابی شیبہ، ابن جریر

۲۔ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم

۳۔عبد بن حمید، ابن جریر

أمامه إذ سمع ضربة بالسوط فوقه وصوت الفارس يقول: أقدم حيزوم، إذ نظر إلى المشرك أمامه خر مستلقيا، فنظر إليه فإذا هو قد حطم، شق وجهه كضرب السوط فاخضر ذلك أجمع، فجاء الأنصاري فحدث بذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال:) صدقت ذاك من مدد السماء الثالثة۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں مسلمانوں میں سے ایک آدمی ایک مشرک کے پیچھے اس کے قتل کرنے کے لئے دوڑ رہا تھا اور وہ مشرک آگے آگے بھاگ رہا تھا کہ اچانک اس نے اپنے اوپر سے کوڑے کی اور گھڑسوار کی آواز سنی جو کہ رہا تھا ''اے حیزوم آگے ہو'' پھر اچانک (اس صحابی) نے اپنے سامنے مشرک کو دیکھا کہ وہ منہ کے بل گرا ہوا تھا اور اس کے منہ کا ایک حصہ جلا ہوا تھا جس طرح پر کوڑے کی ضرب (سے چمڑے کا حصہ خون جمنے کی وجہ) سے جلا ہوا سیاہ نظر آتا ہے (اور اس کی ضرب سے) اس کا سارجسم سبز پڑ چکا تھا تو یہ انصاری (صحابی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ بات بیان فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تم نے سچ کہا وہ تیسرے آسمان سے امداد کرنے والے فرشتوں میں سے تھا''

جاموسوں کے جوڑ کٹے ہوئے تھے

حدثني أمية بن عبد الله بن عمرو بن عثمان بن عفان أنه حدث أن مالك بن عوف بعث عيونا يوم حنين فأتوه وقد تقطعت أوصالهم، فقال: ويلكم ما شأنكم؟ فقالوا: أتانا رجال بيض على خيل بلق، فو الله ما تمسكنا أن أصابنا ما ترى۔[2]

حضرت امیہ بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ انہوں نے حدیث بیان کی کہ مالک بن عوف نے جنگ حنین کے دن چند (کافر) جاسوس بھیجے تو جب وہ اس کے پاس واپس پہنچے تو ان کے جوڑ کٹے ہوئے تھے تو اس نے کہا تم برباد ہو جاؤ تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی تو انہوں نے کہا ہمارے پاس سفید رنگ کے کچھ لوگ سفید اور سیاہ نشانات کے گھوڑوں پر آئے قسم بخدا ہم ان کو بالکل نہ روک سکے یہاں تک یہ مصیبت ہمیں آ پہنچی جو تم دیکھ رہے ہو۔

حیزوم کون سا فرشتہ ہے؟

عن خارجة بن إبراهيم عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لجبريل:) من القائل

---

[1] احمد ومسلم

[2] الدلائل از ابونعیم وبیہقی

يوم بدر من الملائكة أقدم حيزوم؟ فقال جبريل: ما كل أهل السماء أعرف۔[1]

○ حضرت خارجہ بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا جنگ بدر کے دن فرشتوں میں سے اقدم حیزوم (آگے ہو حیزوم) کہنے والا کون تھا؟ تو حضرت جبرائیل نے عرض کیا میں آسمان والے سب فرشتوں کو نہیں جانتا۔

حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی عظمت شان

عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إني رأيتني الليلة يا أبا بكر على قليب فنزعت ذنوباً أو ذنوبين وإنك لضعيف يرحمك الله ثم جاء عمر فنزع منه حتى استحالت غرباً وضرب الناس بعطن فعبرها يا أبا بكر (فقال: أي الأمر بعدك ثم يليه عمر. قال:) بذلك عبرها الملك۔[2]

حضرت بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات میں نے اے ابوبکر تمہیں ایک کنویں پر دیکھا ہے کہ تم نے ایک یا دو ڈول کھینچے اور تو کمزور تھا اللہ تجھ پر رحم فرمائے، پھر عمر آئے تو انہوں نے بھی اس سے ڈول کھینچا تو ان کا ڈول بھرا ہوا آیا اور لوگوں نے اونٹوں کو سیراب کرنے کے لئے اس کنویں کے پاس اپنے اونٹ بٹھلائے اے ابوبکر اس کی تعبیر بیان کرو۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد حکومت میرے سپرد کی جائے گی، پھر عمر کے سپرد کی جائے گی تو آپ نے فرمایا کہ فرشتے نے بھی یہی تعبیر دی ہے۔

فرشتے کی تعبیر کے مطابق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعبیر

عن أبي أيوب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:) إني رأيت في المنام غنما سودا يتبعها غنم عفر. يا أبا بكر عبرها. قال: هي العرب تتبعك. ثم يتبعها العجم قال: هكذا عبرها الملك سحرا۔[3]

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں کالی بکریوں کو دیکھا جن کے پیچھے پیچھے خاکستری رنگ کی بکریاں آئی ہیں۔ اے ابوبکر! اس کی تعبیر بیان کرو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ (کالی بکریاں) اہل عرب ہیں جو آپ کی پیروی کریں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسی طرح پر فرشتے نے سحری کے وقت اس کی تعبیر بیان کی تھی

---

[1] واحدی، الدلائل از بیہقی

[2] کنز العمال ۳۶۱۳۶، وعزاہ السیوطی لابی نعیم فی فضائل الصحابہ، الجامع الکبیر ۲/ ۴۵۹

[3] الحاکم ۴/ ۳۹۵، ورواہ الحاکم عن ایوب بنحوہ، کنز العمال ۱۳/ ۳۲، اللآلی المصنوعۃ ۱/ ۱۷

غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

عن خزیمة بن ثابت قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:)إن رأيت الملائكة تغسل حنظلة بن أبي عامر بين السماء والأرض بماء المزن في صحاف الفضة۔[1]

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روای ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کو آسمان اور زمین کے درمیان بادل کے پانی سے چاندی کے برتنوں میں غسل دے رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام لانے والے فرشتے کی لمبائی

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:)أتاني ملك-لم ينزل إلى الأرض قبلها ق -برسالة من الله ثم رفع رجله فوضعها فوق السماء ورجله الأخرى ثابتة في الأرض لم يرفعها۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر ایک فرشتہ آیا ہے جو اس سے پہلے زمین پر کبھی نہیں اترا (وحی پہنچانے کے بعد) اس نے اپنا ایک پاؤں آسمان پر رکھا جب کہ اس کا دوسرا پاؤں زمین پر موجود تھا اس کو اس نے نہیں اٹھایا تھا۔

بعض فرشتوں کی جسامت

عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:)إن لله ملائكة ما بين شحمة أذن أحدهم إلى ترقوته مسيرة سبعمائة عام للطير السريع الطيران۔[3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کے کان کی لو سے اس کی ہنسلی کی ہڈی تک کا فاصلہ تیز ترین پرواز کرنے والے پرندے کے سو سال کے سفر کے برابر ہے۔

---

[1] کنز العمال ۳۳۲۵۷، وعزاہ السیوطی لابن سعد عن خزیمہ بن ثابت وصححہ الحاکم واقرہ الذہبی، الحاکم ۳/ ۲۰۴ و ۲۰۵

[2] جمع الجوامع ۲۹۸ وعزاہ السیوطی للطیالسی وابو الشیخ فی العظمۃ عن ابی ہریرۃ (وفیہ صدقۃ بن عبداللہ السمین، ضعفہ الاکثرون ووثقہ یحیی بن معین ودحیم) قال العزیزی حدیث حسن،، مجمع الزوائد ۱/ ۸۰

[3] کنز العمال ۵۱۶۰، وعزاہ السیوطی لابو الشیخ فی العظمۃ عن جابر رضی اللہ عنہ، جمع الجوامع ۶۹۸۱، اتحاف السادۃ المتقین ۱۰/ ۲۱۷ و ۲۶۵، وعزاہ الزبیدی لابی الشیخ فی العظمۃ من حدیث جابر رضی اللہ عنہ

جامع أخبار الملائكة

فرشتوں کے مجموعی حالات

فرشتوں کے پیٹ نہیں ہیں

عن يحيى بن أبي كثير قال: خلق الله الملائكة صمدا ليس لهم أجواف.[1]

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو "صمد" پیدا کیا ہے (یعنی) ان کے پیٹ نہیں ہیں۔

فرشتوں کے سانس تسبیح ہیں

عن الحسن فی قوله (يسبحون الليل والنهار لا يفترون) قال: جعلت أنفاسهم لهم تسبيحا.[2]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے آپ ارشاد باری تعالیٰ "یسبحون اللیل والنهار لا یفترون" (فرشتے رات دن تسبیح بیان کرتے ہیں رکتے نہیں) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ فرشتوں کے سانسوں کو ان کی تسبیح قرار دیا گیا ہے۔

فرشتوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا

عن ابن عمرو قال: خلق الله الملائكة لعبادته.[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنی عبادت کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

فرشتوں کے سانس ان کی تسبیح ہیں

عن عبد الله بن الحارث قال: قلت لكعب أرأيت قول الله (يُسَبِّحونَ اللَّيلَ وَالنَّهارَ لا يَفتَرونَ) (الأنبياء ٢٠) أما تشغلهم رسالة؛ أما تشغلهم حاجة. قال: جعل الله لهم التسبيح كما جعل لكم النفس. ألست تأكل وتشرب وتقوى وتجلس وتجيء وتذهب وتتكلم وأنت تتنفس،

1۔ ابوالشیخ

2۔ ابوالشیخ

3۔ تاریخ کبیر از امام بخاری

فکذلك جعل لهم التسبيح۔[1]

حضرت عبداللہ بن حارث رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: "یسبحون اللیل والنھار لایفترون" (یہ فرشتے رات دن اللہ کی تسبیح میں وقفہ نہیں کرتے) کیا ان کو پیغام رسالت پہنچانا اور ضرورت میں مصروف ہونا نہیں روکتا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تسبیح کو اس طرح سے مقرر کیا ہے جس طرح سے تمہارے لئے سانس کو، کیا تو کھاتا، پیتا، اٹھتا، بیٹھتا، آتا جاتا اور باتیں نہیں کرتا جب کہ تو سانس بھی لے رہا ہوتا ہے تو تسبیح بھی ان کے لئے ایسے ہی ہے

فرشتوں کی ایک دعا

عن وهيب بن الورد في قوله (وَهُم مِن خَشيَتِهِ مُشفِقون) (الأنبياء ۲۸) قال: بلغني أن من دعائهم ربنا مالم تبلغه قلوبنا من خشيتك فاغفره لنا يوم نقمتك من أعدائك۔[2]

حضرت وہیب بن الورد سے مروی ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد (وهم من خشيته مشفقون) اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں) کے متعلق فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی کہ بعض فرشتوں کی دعا یہ ہے "ربنا مالم تبلغه قلوبنا من خشيتك فاغفره لنا يوم نقمتك من اعدائك" (اے ہمارے رب! جہاں تک ہمارے دل آپ کی ہیبت کو نہیں پہنچے اس کے متعلق ہمیں اس روز معاف فرمادے جس دن آپ نے اپنے دشمنوں سے انتقام لینا ہے۔

ملائکہ کی عبادت کی حالتیں

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: خلق الله الملائكة لعبادته أصنافا. وإن منهم لملائكة قياما صافين منيوم خلقهم إلى يوم القيامة وملائكة ركوعا خشوعا من يوم خلقهم إلى يوم القيامة وملائكة سجودا منذ خلقهم إلى يوم القيامة. فإذا كان يوم القيامة تجلى لهم تبارك وتعالى ونظروا إلى وجهه الكريم قالوا: سبحانك ما عبدناك حق عبادتك۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنی عبادت کے لئے کئی اقسام پر پیدا فرمایا ہے ان میں سے بعض فرشتے جب سے پیدا کئے گئے ہیں قیامت تک کے لئے صف بستہ کھڑے ہیں۔ اور بعض فرشتے جب سے پیدا کئے گئے ہیں قیامت تک کے لئے حالت رکوع میں اپنی عاجزی کا

---

[1] ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، شعب الایمان للبیہقی

[2] ابوالشیخ

[3] کتاب الرؤیۃ از بیہقی، ابن عساکر

اظہار کر رہے ہیں اور کچھ فرشتے جب سے انہیں پیدا کیا گیا قیامت تک کے لئے سجدہ میں رہیں گے۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کو اللہ تعالیٰ اپنی زیارت سے مشرف کریں گے تو جب وہ اللہ کریم کے چہرہ مبارک کی طرف نظر کریں گے تو کہیں گے "سبحانك ما عبدناك حق عبادتك" آپ کی ذات پاک ہے ہم نے آپ کی اس طرح سے عبادت نہیں کی جس طرح سے کرنے کا حق تھا۔

فرشتے شیاطین کو ڈانٹتے ہیں

عن يحيى بن سليم الطائفي عن شيخ له قال: الكلمة التي تزجر بها الملائكة الشياطين حين يسترقون السمع: ما شاء الله.[1]

حضرت یحییٰ بن سلیم طائفی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے ان کے ایک استاد فرماتے ہیں وہ کلمہ جس سے فرشتے شیاطین کو اس وقت ڈانٹتے ہیں جب وہ باتیں چرا رہے ہوتے ہیں۔ "ماشاء اللہ" ہے۔

مظلوم کی حمایت

عن يوسف بن عبد الله بن سلام قال: إن الله خلق الملائكة فاستووا على أقدامهم رافعي رؤوسهم، قالوا: ربنا مع من أنت؟ قال: مع المظلوم حتى يؤدى إليه ظلامته.[2]

حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا اور یہ اپنے سر اٹھا کر اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے تو پوچھا اے ہمارے رب! آپ کس کے ساتھ ہیں؟ فرمایا مظلوم کے ساتھ ہوں یہاں تک کہ اس کا حق اسے واپس لوٹا دیا جائے۔

فرشتوں کی چار فوجیں

عن نوف البكالي قال: إذا مضى ثلث الليل بعث الله أربعة أفواج من الملائكة فأخذ فوج منهم بشرقي السماء وفوج منهم بغربي السماء، وفوج حيث تجيء الجنوب، وفوج حيث تجيء الشمال، فقال هؤلاء: سبحان الله وقال هؤلاء: الحمد لله، وقال هؤلاء: لا إله إلا الله، وقال هؤلاء: الله أكبر، حتى تصرخ الديوك من السحر.[3]

حضرت نوف بکالی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہتے ہیں جب رات کی تہائی گزر جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کی چار فوجیں بھیجتے ہیں ایک ان میں سے آسمان کے مشرق میں، ایک آسمان کے مغرب میں اور ایک جنوب کی طرف اور ایک

---

[1] الزہد از امام احمد

[2] ابوالشیخ

[3] ابوالشیخ

شمال کی طرف چلی جاتی ہے، اوران میں سے ایک فوج سبحان اللہ کہتی ہے، دوسری الحمد اللہ کہتی ہے، تیسری لا الہ الا اللہ کہتی رہتی ہے چوتھی اللہ اکبر کہتی ہے، یہاں تک کہ سحری کے وقت مرغ اذان دینے لگ جاتے ہیں۔

جو فرشتہ اپنے کلام میں تسبیح پیش نہ کرے اللہ اس سے کلام نہیں فرماتا

عن زيد بن أسلم قال: إن الله لم يكلم ملكا قط فيبدأ أفكلمه حتى يسبحه ولا يجيبوه حتى يبدؤه بالتسبيح ثم قرأ (أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلاءِ إِن كُنتُم صَادِقِينَ قَالُوا سُبْحَانَكَ لا عِلْمَ لَنَا) (البقرة: ۳۱، ۳۲) وقرأ (أَهَؤُلاءِ إِيَّاكُم كَانُوا يَعْبُدُونَ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم). (سبا: ۴۰، ۴۱)[1]

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کس فرشتے سے بھی کلام نہیں فرماتے جب تک کہ وہ اپنی کلام کی ابتداء میں اللہ کی تسبیح پیش نہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کو فرشتے اس وقت تک جواب نہیں دیتے جب تک کہ (جواب کی) ابتداء تسبیح سے نہ کریں پھر انہوں نے (یہ آیات) پڑھیں (أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلاءِ إِن كُنتُم صَادِقِينَ قَالُوا سُبْحَانَكَ لا عِلْمَ لَنَا) اور پڑھا (أَهَؤُلاءِ إِيَّاكُم كَانُوا يَعْبُدُونَ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم)

فرشتوں تک اللہ کا فرمان کیسے پہنچتا ہے؟

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا قضى الله أمرا سبح حملة العرش ثم يسبح أهل السماء الذين يلونهم، حتى يبلغ التسبيح أهل هذه السماء، ثم يسأل أهل السماء حملة العرش: ما قال ربكم؟ فيخبرونهم، ثم يستخبر كل سماء التي تليها حتى ينتهي إلى هذه السماء.[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کس بات کا فیصلہ فرماتے ہیں تو عرش کو اٹھانے والے فرشتے تسبیح کہتے ہیں، پھر اس آسمان والے فرشتے تسبیح کہتے ہیں جو ان سے قریب ہے یہاں تک کہ اس (نچلے) آسمان والوں تک تسبیح پہنچ جاتی ہے۔ پھر ساتویں آسمان کے فرشتے عرش کو اٹھانے والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں آپ کے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ ان کو بتلاتے ہیں پھر ہر نچلے آسمان والے اوپر کے آسمان والوں سے پوچھتے ہیں یہاں تک کہ وہ حکم اور ارشاد اس آسمان دنیا تک آ پہنچتا ہے۔

---

[1] ابوالشیخ

[2] ابوالشیخ۔

ملائکہ گھبرا جاتے ہیں

حضرت سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن مسعود: قال إذا تكلم بالوحي سمع أهل السموات صلصلة كصلصلة الحديد على الصوان فيفزعون فيخرون سجدا وظنوا أنه أمر الساعة فإذا فزع عن قلوبهم قالوا: ماذا قال ربكم؟ قالوا: الحق وهو العلي الكبير

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ وحی فرماتے ہیں تو تمام آسمانون والے (فرشتے) زنجیر ہلنے کی آواز سنتے ہیں جیسے لوہے کی زنجیر چکنے پتھر پر (لگنے سے) بجتی ہے تو سب فرشتے گھبرا جاتے ہیں اور سجدہ میں گر جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ (شاید) اللہ تعالیٰ نے قیامت قائم ہونے کا حکم فرما دیا ہے۔ پس جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو پوچھتے ہیں آپ کے رب نے کیا ارشاد فرمایا تو وہ جواب دیتے ہیں (جو فرمایا) حق فرمایا ہے اس کی ذات نہایت بلند اور کبریائی کی مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خوف کی شدت سے آسمان کانپنے لگتے ہیں

عن النواس بن سمعان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أراد الله أن يوحي بأمره تكلم بالوحي، فإذا تكلم بالوحي أخذت السموات رجفة شديدة خوفا من الله، فإذا سمع بذلك أهل السموات صعقوا وخروا لله سجدا، فيكون أول من يرفع رأسه جبريل، فيكلمه الله من وحيه بما أراد فينتهي به جبريل على الملائكة، كلما مر بسماء سأله أهلها: ماذا قال ربنا يا جبريل؟ فيقول جبريل: قال الحق وهو العلي الكبير، فيقولون كلهم مثل ما قال جبريل وينتهي جبريل بالوحي حيث أمره الله من السماء والأرض۔[1]

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی کام کے پورا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو وحی کے ذریعہ کلام کرتا ہے جب بھی وحی کے ذریعہ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے خوف کی وجہ سے سب آسمان شدت سے کانپنے لگتے ہیں پس جب آسمانوں والے وحی اترنے کی بات سنتے ہیں تو ان کی چیخ نکل جاتی ہے او اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ پس سب سے پہلے جو سر اٹھاتا ہے وہ حضرت جبرائیل ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے جس بات کا ارادہ ہوتا ہے اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں تو جب حضرت جبرائیل وحی لے کر فرشتوں کے پاس پہنچتے ہیں تو جس آسمان سے بھی گذرتے ہیں وہاں کے فرشتے اس کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ جبرائیل ہمارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو جبرائیل جواب دیتے ہیں حق فرمایا ہے اور وہ (جھوٹ

[1] جمع الجوامع: ۷۱۲۷ وعزاہ السیوطی لابن جدید وابن ابی حاتم والطبرانی والعظمة لابی شیخ، ابن مردویہ، الاسماء والصفات للبیہقی عن النوان بن سمعان رضی اللہ، کنز العمال: ۳۰۲۸، الدر المنثور ۵ /۲۳۶، مجمع الزوائد ۷ / ۹۴، تفسیر ابن کثیر ۶ / ۵۰۴

سے) بہت بلند وبالا ہے اور بڑی کبریائی کا مالک ہے، تو یہ سب فرشتے بھی وہی کہتے ہیں جیسے جرائیلؑ نے کہا، یہاں تک کہ حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر وہاں پہنچتے ہیں آسمان اور زمین میں سے جہاں کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم فرمایا ہوتا ہے۔

زمین سے اڑتے وقت فرشتے کا وظیفہ

عن صفوان بن سليم قال: ما نهض ملك من الأرض حتى يقول: لا حول ولا قوة إلا بالله[1]

حضرت صفوان بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ کوئی فرشتہ بھی زمین سے اس وقت تک نہیں اڑتا جب تک کہ وہ ''لا حول ولا قوة الا باللہ'' نہیں پڑھ لیتا۔

آسمان والوں کا کلام

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) كلام أهل السموات لا حول ولا قوة إلا بالله

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کلام اهل السموات لا حول ولا قوة الا باللہ'' آسمان والوں کا کلام ''لا حول ولا قوة الا باللہ'' ہے۔[2]

فرشتوں کی نماز

عن سعيد بن جبير قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي فمر عمر على رجل من المنافقين فقال له: يا فلان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي وأنا جالس؟ فقال له: امض إلى عملك. قال له: هذا من عملي. فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم. قال " فهلا ضربت عنقه؟ فقام مسرعا. فقال النبي صلى الله عليه وسلم) يا عمر ارجع فإن غضبك عز ورضاك حكم. إن في السموات السبع ملائكة يصلون له غني عن صلاة فلان. فقال عمر: يا نبي الله وما صلاتهم؟ فلم يرد عليه شيئا. فأتاه جبريل فقال: اقرأ على عمر السلام. والملكوت. وأهل السماء الدنيا سجود إلى يوم القيامة يقولون: سبحان ذي الملك. والملكوت. وأهل السماء الثانية قيام إلى يوم القيامة. يقولون: سبحان ذي العزة والجبروت. وأهل السماء الثالثة قيام إلى يوم القيامة. يقولون: سبحان الحي الذي لا يموت.[3]

---

[1] ـ کنز العمال: ۱۹۵۴، وعزاہ السیوطی للخطیب عن انس رضی اللہ عنہ، تاریخ بغداد ۸ / ۳۳۳ و ۳۶۷

[2] ـ امام خطیب اور امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

[3] ـ کنز العمال ۳۵۸۶۶، وذکرہ السیوطی بنحوہ عن سعید بن جبیر وعزاہ لابن عساکر، الحاکم ۳ / ۸۷، وقد رواہ بنحوہ سمی الرجل باسمہ وھو (ابو جحش اللیثی)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہا تھے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ منافقین میں سے کسی آدمی کے پاس گزرے تو اسے فرمایا۔ اے فلاں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور توں یہاں بیٹھا ہوا ہے؟ تو اس نے کہا جا اپنا کام کر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میرا کام یہی ہے، پھر یہ واقعہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے اس کی گردن کیوں نہیں ماردی؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! لوٹ آ تیرا غصہ قابل تعریف ہے اور تیری خوشنودی (میرا) حکم ہے۔ ساتوں آسمان کے فرشتے اللہ کی نماز ادا کرتے ہیں وہ (اللہ کریم) اس کی نماز کا محتاج نہیں ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کی نماز کیسی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کہیں اور یہ بتلادیں کہ پہلے آسمان کے فرشتے قیامت تک حالت سجدہ میں ہیں جو سبحان ذی الملك والملکوت۔ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور دوسرے آسمان والے قیام میں ہیں جو ''سبحان الحی الذی لا یموت'' کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ اور تیسرے آسمان والے قیامت تک کہتے ہیں ''سبحان الحیَ الذی لا یموت''

عن ابن عمر أن النبی صلی الله علیه وسلم قال:) إن لله فی سمائه ملائکة خشوعا لا یرفعون رؤوسهم حتی تقوم الساعة. فإذا قامت الساعة رفعوا رؤسهم قالوا: ربنا ما عبدناك حق عبادتك. وإن لله فی سمائه الثانیة ملائکة سجودا لا یرفعون رؤوسهم حتی تقوم الساعة. فإذا قامت الساعة رفعوا رؤسهم وقالوا: سبحانك ما عبدناك حق عبادتك. فقال عمر: وما یقولون یا رسول الله؟ قال: أما أهل سماء الدنیا فیقولون: سبحان ذی العزة والجبروت. وأما أهل السماء الثالثة فیقولون: سبحان الحی الذی لا یموت۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان میں اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتہ ایسے ہیں جو (سر جھکا کر) خشوع کی حالت میں کھڑے ہیں اپنے سروں کو نہیں اٹھاتے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی بس جب قیامت قائم ہو گی تو اپنے سر اٹھا کر کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے آپ کی اس طرح سے عبادت نہیں کی جس طرح سے عبادت کرنے کا حق تھا۔ اور اللہ کے دوسرے آسمان میں بھی کچھ فرشتے ایسے ہیں جو سجدہ کی حالت میں پڑے ہیں وہ بھی اپنے سر نہیں اٹھاتے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی پس جب قیامت قائم ہو گی تو یہ اپنے سر اٹھائیں گے اور عرض کریں گے کہ (اے باری تعالیٰ!) آپ کی ذات پاک ہے ہم نے

[1] ابوالشیخ، حاکم، شعب الایمان للبیہقی

آپ کی عبادت اس طرح سے نہیں کی جس طرح سے آپ کی عبادت کرنے کا حق تھا، اور اللہ کے تیسرے آسمان میں بھی کچھ فرشتے ایسے ہیں جو حالت رکوع میں ہیں وہ بھی اپنے سر نہیں اٹھاتے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی پس جب قیامت قائم ہوگی تو اپنے سر اٹھائیں گے اور کہیں گے (اے باری تعالیٰ!) آپ کی ذات پاک ہے ہم نے آپ کی اس طرح سے عبادت نہیں کی جس طرح سے آپ کی عبادت کرنے کا حق تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا پڑھتے ہیں تو فرمایا پہلے آسمان والے تو یہ کہتے ہیں۔

سبحان ذی الملك والملكوت

اور دوسرے آسمان والے کہتے ہیں

سبحان ذی العزة والجبروت

اور تیسرے آسمان والے کہتے ہیں

سبحان الحی الذی لا یموت

ساتوں آسمانوں کے فرشتوں ک تسبیحات

عن لوط بن أبی لوط قال: بلغنی أن تسبیح أهل سماء الدنیا: سبحان ربنا الأعلی، والثانیة: سبحانه وتعالی، والثالثة: سبحانه وبحمده، والرابعة: سبحانه لا حول ولا قوة إلا بالله، والخامسة: سبحانه محیی الموتی وهو علی کل شیء قدیر، والسادسة: سبحان الملك القدوس، والسابعة: سبحان الذی ملأ السموات السبع والأرضین السبع عزة ووقارا۔[1]

حضرت لوط بن ابی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ پہلے آسمان والوں کی تسبیح سبحان ربنا الاعلی ہے اور دوسرے والوں کی سبحانہ وتعالیٰ ہے اور تیسرے والوں کی سبحانہ وبحمدہ ہے اور چوتے والوں کی سبحانہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے اور پانچویں والوں کی سبحانہ یحی الموتی وھو علی کل شیء قدیر ہے اور چھٹے والوں کی سبحان الملک القدوس ہے اور ساتویں والوں کی سبحان الذی ملا السموات والرضین السبع عزۃ ووقارا ہے۔

صفت بستہ فرشتوں کی تسبیحات

عن خالد بن معدان قال: إن لله ملائکة صفوفا یقول أولهم: سبحان الملك ذی الملك، ویقول الذی یلیه: سبحان ذی العزة والجبروت، ویقول الذی یلیه: سبحان الحی الذی لا یموت، ویقول الذی یلیه: سبحان الذی یمیت الخلائق ولا یموت، فمنهم صفوف ملائکة مصفوفة بعضها إلی بعض ترعد فرائصهم من خشیة الله، ما نظر واحد منهم إلی وجه صاحبه ولا ینظر إلیه إلی یوم

[1] ابوالشیخ

القیامۃ۔[1]

حضرت کالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے صف بدستہ ہیں۔

پہلی صف والے یہ کہتے ہیں

سبحان الملك ذی الملك

اور اس کے بعد والے کہتے ہیں

سبحان ذی العزۃ والجبروت

اور اس کے بعد والے کہتے ہیں

سبحان الذی یمیت الخلائق ولا یموت

اور اس کے بعد والے کہتے ہیں

سبحان الحی الذی لا یموت

اور یہ صفت بستہ ہی رہتے ہیں اور بعض فرشتے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آمنے سامنے صفیں بنائی ہوئی ہیں اللہ کے خوگ سے ان کے جوڑ جوڑ کانپتے ہیں، ان میں سے کسی ایک نے بھی اپنے ساتھی کے چہرے کو نہیں دیکھا اور نہ ہی قیامت تک اس کی طرف دیکھے گا۔

ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کے احوال.

عن أبی بکر بن عبد الله بن أبی الجهم أن النبی صلی الله علیه وسلم قال:) خلق الله السماء الدنیا فجعلها سقفا محفوظا وجعل فیها حرسا شدیدا وشهبا ساکنها من الملا کة أولی أجنحة مثنی وثلاث ورباع فی صورة البقر مثل عدد النجوم " شرابهم النور والتسبیح " لا یفترون من التسبیح والتهلیل والتکبیر. وأما السماء الثانیة فساکنها عدد القطر فی صورة العقبان لا یسألمون ولا یفترون ولا ینامون منها ینشق السحاب حتی یخرج من تحت الخافقین فینتشر فی جو السماء معه ملائکة یصرفونه حیث أمروا به أصواتهم التسبیح ولتسبیحهم تخویف. وأما السماء الثالثة فساکنها عدد الرمل فی صورة الناس) ملائکة ینفخون فی البروج کنفخ الریح (یجأرون إلی الله اللیل والنهار) وکأنما یرون ما یوعدون (وأما السماء الرابعة فساکنها عدد أوراق الشجر صافون مناکبهم، فی صورة الحور العین من بین راکع وساجد، تبرق سبحات وجوههم ما بین السموات السبع والأرض السابعة. وأما السماء الخامسة فإن عددها یضعف علی سائر الخلق

---

[1] ابوالشیخ

فی صورۃ النسر، منهم الکرام البررۃ، والعلماء السفرۃ) إذا کبروا اھتز العرش من مخافتھم (،
وأما السماء السادسة فحزب الله الغالب وجنده الأعظم، فی صورۃ الخیل المسومة وأما السماء
السابعة ففیھا الملائکة المقربون والذین یرفعون الأعمال فی بطون الصحف ویحفظون الخیرات،
فوقھا حملة العرش الکروبیون.[1]

حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن ابی جہم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمان دنیا کو پیدا فرمایا تو اسے محفوظ چھت بنا دی اور اس میں حفاظت کے لئے طاقتور محافظ اور شہاب رکھ دیئے، اس کے باشندگان دو دو تین تین اور چار چار پروں والے بیل کی شکل فرشتے ہیں جن کی تعداد ستاروں کے برابر ہے جو تسبیح، کلم طیبہ اور تکبیر کسی وقت بھی ترک نہیں کرتے، اور دوسرے آسمان کے رہنے والے فرشتے بارش کے قطرات کے برابر عقاب کی شکل میں ہیں نہ تو وہ (تسبیح پڑھتے ہوئے) اکتاتے ہیں اور نہ (اس میں) وقفہ کرتے ہیں اور نہ ہی وہ سوتے ہیں، اسی (دوسرے) آسمان سے بادل ظاہر ہوتے ہیں جو آسمان کے کناروں کے نیچے سے نکل کر (نچلے) آسمان کی فضاء میں منتشر ہو جاتے ہیں ان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں جو ان کو وہیں پر لے کر جاتے ہیں جہاں پر لے جانے کا حکم دیا ہوتا ہے ان کی ابتدائی آواز تسبیح ہوتی ہے جو ان بادلوں کے لئے دھمکی بھی ہوتی ہے۔ اور تیسرے آسمان کے رہنے والے (فرشتے) ریت (کے ذرات) کے برابر انسانوں کی صورت میں ہیں جو اللہ تعالیٰ سے رات دن پناہ طلب کرتے رہتے ہیں۔ اور چوتھے آسمان کے رہنے والے درختوں کے پتوں کے برابر ہیں جنہوں نے اپنے کندھے ایک دوسرے سے ملائے ہوئے ہیں ان کی شکل وصورت حورعین کی طرح ہے بعض تو رکوع کی حالت میں ہیں اور بعض سجدہ کی حالت میں ہیں، ان کے مونہہ کی تسبیحات اور ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کے درمیان نورانیت چمکتی ہے۔ پانچویں آسمان کے رہنے والے فرشتے تمام مخلوق (جانداروں) سے دوگنے ہیں ان کی شکل گدھ کی ہے (جو پرندوں کا بادشاہ کہلاتا ہے) ان میں سے کچھ بڑے درجہ کے ہیں اور بعض واقف کار (احکام واعمال) لکھنے والے ہیں۔ چھٹے آسمان میں رہنے والے فرشتے اللہ کی غالب رہنے والی جماعت ہے اور اس کا لشکر اعظم ہے جو نشان زدہ گھوڑوں کی شکل میں ہیں۔ اور ساتویں آسمان کے فرشتے مقرب فرشتے ہیں اور وہ فرشتے بھی ہیں جو اعمال کو صحیفوں کے درمیان میں رکھ کر اوپر کو پہنچاتے اور اچھے کاموں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان کے اوپر عرش خداوندی کو اٹھانے والے فرشتے ہیں جن کو کروبیون کہا جاتا ہے۔

فرشتوں کا حج

عن محمد بن کعب القرظی قال: حج آدم علیه السلام فلقیته الملائکة فقالوا: بر حجك یا آدم لقد

1۔ ابوالشیخ

حججنا قبلك بألفي عام.[1]
حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے حج کیا تو ان سے فرشتوں نے ملاقات کی اور بتلایا کہ اے آدم علیہ السلام! آپ کا حج قبول ہو چکا ہے۔ ہم نے آپ علیہ السلام سے دو ہزار سال قبل حج (بیت اللہ) کیا تھا۔

اذان اور اقامات کے ساتھ اکیلے نماز پڑھنے سے فرشتے شامل ہوتے ہیں

عن سلمان الفارس قال: إذا كان الرجل في أرض فيء فأقام الصلاة صلة خلفه ملكان فإن أذن وأقام صلى خلفه من الملائكة ما لا يرى طرفاه. يركعون بركوعه ويسجدون بسجوده ويؤمنون على دعائه۔[2]
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اگر کوئی آدمی کسی علاقے میں (اکیلا) ہو اور نماز کی اقامت کہے تو دو فرشتے اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، اور اگر اس نے اذان بھی دی اور اقامت بھی کہی تو اس کے پیچھے اتنے زیادہ فرشتے نماز پڑھتے ہیں جن کی صفوں کے کنارے تک نظر نہیں آتے۔ یہ اس کے رکوع کرتے وقت رکوع کرتے ہیں، اسکے سجدہ کرتے وقت سجدہ کرتے ہیں اور اس کی دعا کے وقت آمین کہتے ہیں۔

وأخرج البيهقي من وجه آخر عن سلمان مرفوعا وأخرج عبد الرزاق وسعيد بن منصور عن سعيد بن المسيب قال: إذا أقام الرجل الصلاة وهو في فلاة من الأرض صلى خلفه ملكان. فإن أذن وأقام صلى خلفه من الملائكة أمثال الجبال.[3]
امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری سند سے مرفوعا روایت کی ہے اور امام عبدالرزاق اور سعید بن منصور نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی کسی جنگل میں نماز کے لئے تکبیر کہے تو اس کے پیچھے دو فرشتے نماز ادا کرتے ہیں، اور اگر اس نے اذان بھی دی اور تکبیر بھی کہی تو اس کے پیچھے پہاڑوں کی تعداد کے برابر فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔

عن مكحول قال: من أقام صلى معه ملكان فإن أذن وأقام صلى خلفه سبعون ملكا. ولفظ عبد الرزاق: صلى معه من الملائكة ما يملأ الأرض.[4]
حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جس کے اقامت کہی اس کے ساتھ دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور

1۔ الشافعی فی الام، والبیہقی فی الدلائل
2۔ سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ فی المصنف، البیہقی فی سننہ
3۔ بیهقی، عبدالرزاق وسعید بن منصور
4۔ عبدالرزاق، سعید بن منصور

جب اس نے اذان اور اذان کہی اور اقامت کہی تو اس کے پیچھے ستر فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور عبدالرزاق کے لفظ ہیں کہ اس کے ساتھ اتنے فرشتے نماز پڑھتے ہیں جن سے زمین بھر جاتی ہے۔

عن طاوس قال: إذا صلى الرجل وأقام. صلى معه ملكاه. فإن أذن وأقام صلى معه من الملائكة كثير۔[1]

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب آدمی نماز پڑھتا ہے اور اقامت کہتا ہے اس کے ساتھ دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں پس جب وہ اذان اور اقامت کہتا ہے تو اس کے کثیر تعداد میں فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔

عن عبد الله بن عمرو قال: إذا كان الرجل بفلاة من الأرض فأذن وأقام وصلى، صلى معه أربعة آلاف من الملائكة۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب آدمی زمین کے بیابان میں ہو تو وہ اذان کہے اور اقامت کہے اور نماز پڑھے تو اس کے ساتھ ملائکہ میں سے چار ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔

فرشتے مسجد کے اگلے حصہ میں نماز پڑھتے ہیں

عن عبد الرحمن بن عامر قال: دخل حابس بن سعد المسجد فى السحر وكانت له صحبة. فرأى الناس يصلون فى صفة المسجد فقال: إن الملائكة تصلى فى السحر فى مقدم المسجد۔[3]

حضرت عبدالرحمن بن عامر نے روایت کی فرماتے ہیں کہ حضرت حابس بن سعد رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں سحری کے وقت تشریف لائے تو انہوں نے لوگوں کو دیکھا جو مسجد کے صفہ (سایہ دار چبوترہ) میں نماز پڑھ رہے تھے تو فرمایا فرشتے سحری کے وقت مسجد کے اگلے حصہ میں نماز پڑھتے ہیں۔

فجر کی نماز فرشتوں کی نماز ہے

عن ابن مسعود أنه دخل المسجد لصلاة الفجر، فإذا قوم قد أسندوا ظهورهم إلى القبلة. فقال: هكذا عن وجوه الملائكة. ثم قال: لا تحولوا بين الملائكة وبين صلاتها فإن هذه الركعتين صلاة الملائكة۔[4]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فجر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو کچھ لوگوں کو دیکھا جنہوں نے قبلہ کی طرف اپنی پشت کی ہوئی ہے تو فرمایا فرشتوں کے سامنے سے ہٹ جاؤ، پھر فرمایا فرشتوں

---

[1]۔ عبدالرزاق

[2]۔ عبدالرزاق

[3]۔ مسند احمد بن حنبل۔

[4]۔ سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ

کے اوران کی نماز کے درمیان پردہ نہ ہو کیونکہ (فجر کی) یہ دو رکعتیں فرشتوں کی نماز ہے۔

فرضوں کے بعد قبلہ کی طرف ٹیک لگانا

عن إبراهيم النخعي قال: كانوا يكرهون التساند إلى القبلة بعد ركعتي الفجر.[1]

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فجر کی دو رکعتوں (فرضوں) کے بعد قبلہ کی طرف ٹیک لگانے کو حضرات (اسلاف) ناپسند کرتے تھے۔

فرشتوں کے لئے نماز سے افضل کوئی عبادت نہیں

عن أبي سعيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله تعالى لم يفترض شيئا أفضل من التوحيد والصلاة، ولو كان شيء أفضل منهما لافترضه على ملائكته منهم راكع ومنهم ساجد.[2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے توحید اور نماز سے بڑھ کر کوئی چیز فرض نہیں فرمائی اگر کوئی چیز اس (نماز) سے افضل ہوتی ہے تو اسے اپنے فرشتوں پر فرض فرماتے ان میں سے کوئی تو رکوع میں ہے اور کوئی سجدہ میں ہے۔

سجدہ کا نشان

عن عبيد بن عمير قال: لا تزال الملائكة تصلي على الإنسان ما دام أثر السجود في وجهه.[3]

حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب تک سجدہ کا نشان انسان کے چہرے پر باقی رہتا ہے تب تک فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا فرماتے رہتے ہیں۔

نماز تہجد فرشتوں کی نماز ہے

عن أبي المنهال سيار بن سلامة أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه سقط عليه رجل من المهاجرين وعمر يتهجد من الليل يقرأ بفاتحة الكتاب لا يزيد عليها، ويكبر ويسبح ويسجد فلما أصبح الرجل ذكر ذلك لعمر فقال عمر: أليست تلك صلاة الملائكة؟.[4]

حضرت ابومنہال سیار بن سلامہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ

---

[1] سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ

[2] دیلمی

[3] سنن بیہقی

[4] فضائل القرآن از ابوعبید

پر مہاجرین کا ایک آدمی گر گیا جبکہ وہ رات کو تہجد کی نماز ادا کر رہے تھے جس میں آپ سورۂ فاتحہ پڑھ رہے تھے اس کے علاوہ کچھ نہیں پڑھتے تھے تکبیر بھی کہتے تھے تسبیح بھی کہتے تھے اور سجدہ بھی کرتے تھے جب صبح ہوئی تو گرنے والے آدمی نے اپنی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ (تہجد کی نماز) فرشتوں کی نماز نہیں ہے؟ (تو جب یہ فرشتوں کی نماز ہے تو ان کی طرح پورے سکون اور توجہ سے نماز پڑھنی چاہئے اس لئے میں بھی اس پر عمل کر رہا تھا اس لئے مجھے تمہارے مجھ پر گرنے کا علم نہ ہوا)۔

ملائکہ کے قرآن سننے کی شدید خواہش

عن علي بن أبي طالب قال: عليكم بالسواك، إن الرجل إذا قام إلى الصلاة جاءه الملك يسمع ويدنو حتى يضع فاه على فيه شهوة لما يتلو.[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں تم مسواک ضرور کیا کرو کیونکہ جب انسان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے جو اس کی آواز کو سنتا اور اس کے قریب ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کی تلاوت سننے کی زبردست خواہش کی وجہ سے اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا ہے۔

قاری قرآن کی فضیلت

عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذا قام أحدكم يصلي من الليل فليستك فإن أحدكم إذا قرأ في صلاته وضع ملك فاه على فيه ولا يخرج من فيه شيء إلا دخل فم الملك.[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی رات کو (تہجد کی) نماز پڑھے تو اسے چاہئے کہ مسواک کر لے کیونکہ تم میں سے جب کوئی اپنی نماز میں تلاوت کرتا ہے تو ایک فرشتہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا ہے پس کوئی شئے بھی اس کے منہ سے نہیں نکلتی مگر فرشتے کے منہ میں داخل ہوتی ہے۔

فرشتہ نمازی کے منہ کے قریب ہو جاتا ہے

عن عبد الله من جعفر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذا قام أحدكم إلى الصلاة فليغسل يده من الغمر، فإنه ليس شيء أشد على الملك من ريح الغمر، ما قام عبد إلى صلاة قط إلا

---

[1] سعید بن منصور

[2] جمع الجوامع: ۲۲۹۳، وعزاہ السیوطی للبیہقی فی الشعب، وتمام والدیلمی والضیاء عن جابر رضی اللہ عنہ (الحدیث فی الصغیر برقم ۷۸۰، ورمزلہ بالصحۃ ورواہ عنہ ابونعیم قال ابن دقیق العید: رواتہ ثقات

التقم فاہ ملك ولا یخرج من فیہ آیۃ إلا فی فی الملك.[1]

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی نماز کے لئے کھڑا ہوتو اپنا ہاتھ (سالن کی) چکناہٹ سے دھولے کیونکہ (نماز کے) فرشتہ کے لئے (گوشت وغیرہ) کی چکناہٹ سے زیادہ تکلیف دہ چیز کوئی نہیں ہے، جب بھی انسان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اسکے منہ کے بالکل قریب ہوجاتا ہے کوئی آیت بھی اس کے منہ سے نہیں نکلتی مگر (سیدھی) فرشتہ کے منہ میں جاتی ہے

گیارہ بلین زبانوں میں میں تسبیح کہنے والے فرشتہ

عن الحسن قال: بلغنی أن للہ تعالی ملکا فی السماء لہ ألف ألف رأس، فی کل رأس ألف ألف وجہ، فی کل وجہ ألف ألف فم، فی کل فم ألف ألف لسان یسبح اللہ بکل لسان، کل لسان بلغۃ. قال: فقال الملك: ھل خلقت خلقا أکثر تسبیحا لك منی؟ فقال الرب تعالی: إن لی فی الأرض عبدا أکثر تسبیحا منك. فقال الملك: یارب أفتأذن لی فآتیہ؟ قال: نعم فأتی الملك ینظر إلی تسبیحہ فکان الرجل یقول: سبحان اللہ عدد ما سبحہ المسبحون منذ قط إلی الأبد أضعافا مضاعفۃ أبد سرمدا إلی یوم القیامۃ والحمد للہ عدد ما حمدہ الحامدون منذ قط إلی الأبد أضعافا کذلك، ولا إلہ إلا اللہ عدد ما ھللہ المھللون منذ قط إلی الأبد کذلك، واللہ أکبر عدد ما کبرہ المکبرون منذ قط إلی الأبد کذلك، ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ عدد ما مجدہ الممجدون منذ قط إلی الأبد کذلك.[2]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آسمان میں اللہ تعالی کا ایک فرشتہ ہے جس کے ایک لاکھ سر ہیں اور ہر سر میں ایک لاکھ منہ ہیں اور ہر منہ میں ایک لاکھ زبانیں ہیں اور ہر زبان سے ایک الگ لغت میں اللہ کی تسبیح کہتا ہے حضرت حسنؒ فراتے ہیں اس فرشتہ نے (اللہ تعالی سے) پوچھا کیا آپ نے کوئی ایسی مخلوق بھی پیدا فرمائی ہے جو مجھ سے بھی زیادہ آپ کی تسبیح کہتی ہو؟ تو رب تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا ہاں زمین میرا ایک بندہ ہے جو تسبیح کہنے کے لحاظ سے تم سے آگے ہے تو فرشتہ نے درخواست کی کہ اے پروردگار کیا آپ مجھے اجازت عنایت فرمائیں گے کہ اسکے پاس حاضری دوں؟ فرمایا اجازت ہے تو وہ فرشتہ اس بندہ کے پاس پہنچا اور اس کی تسبیح کو دیکھنے لگا تو وہ بندہ کہہ رہا تھا:

"سبحان اللہ عدد ما سبحہ المسبحون منذ قط إلی الأبد أضعافا مضاعفۃ أبد سرمدا إلی یوم القیامۃ والحمد للہ عدد ما حمدہ الحامدون منذ قط إلی الأبد أضعافا کذلك، ولا إلہ إلا اللہ عدد ما

---

[1] دیلمی

[2] تاریخ قزوین از رافعی

هلله المهللون منذ قط إلى الأبد كذلك، والله أكبر عدد ما كبره المكبرون منذ قط إلى الأبد كذلك، ولا حول ولا قوة إلا بالله عدد ما مجده الممجدون منذ قط إلى الأبد كذلك۔

اتنی تعداد میں ''سبحان اللہ'' پڑھتا ہوں جتنی مقدار میں اللہ کی تسبیح کہنے والوں نے کہا ہے ازل سے ابد تک دگنا درگنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قیامت تک، اور ''الحمد للہ'' پڑھتا ہوں جتنی مقدار میں اللہ کی حمد اور تعریف کرنے والوں نے پڑھتا ہے شروع سے اسی طرح ہمیشہ تک دگنا درد گنا ''لا الہ الا اللہ'' پڑھتا ہوں اتنی تعداد میں جتنا اس کی تہلیل کہنے والوں نے شروع سے ہمیشہ تک کہا ہے اسی طرح (یعنی قیامت تک) اور ''اللہ اکبر'' بھی اتنی تعداد میں ادا کرتا ہوں جتنی مقدار میں اس کی بڑائی بیان کرنے والوں نے بڑائی بیان فرمائی ہے شروع سے ہمیشہ تک اسی طرح (دگنا در دگناہ قیامت تک)، اور ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ'' کہتا ہوں اتنی مقدار میں جتنی میں اس کی بزرگی بیان کرنے والوں نے اس کی بزرگی بیان فرمائی ہے شروع سے ہمیشہ تک اسی طرح (دگنا در دگناہ قیامت تک)۔

تصویر والے گھروں میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن البيت الذي فيه الصور لا تدخله الملائكة۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ گھر (اور جگہ) جس میں تصویریں ہوں اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

عن أبي سعيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن الملائكة لا تدخل بيتا فيه تماثيل أو صورة۔[2]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں مجسمے یا تصوریں ہوں

کتے اور تصویر والے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن الملائكة لا تدخل بيتا فيه كلب ولا

[1] ۔ البخاری ۴/ ۸۳، ۷/ ۴۳ و ۲۱۷ ورواہ بلفظه "ان البيت الذي فيه الصور لا تدخله الملائكة"۔ (ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ بے شک وہ گھر جس میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے)، مسلم کتاب اللباس ب ۲۶ رقم الحدیث ۹۶، البیہقی ۷/ ۲۶۷، شرح السنۃ ۹/ ۱۴۷، فتح الباری ۱۰/ ۳۹۲، ۹/ ۲۴۹، جمع الجوامع ۵۴۱۹، وعزاہ السیوطی لاحمد، والترمذی وابن حبان عن ابی سعید

[2] ۔ موارد الظمآن ۱۴۸۶، ورواہ بلفظه، کنز العمال ۴۱۵۶۶، وعزاہ السیوطی لاحمد والترمذی وابن حبان عن ابی سعید

صور۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا ہو یا تصاویر ہوں۔

گھنٹی پاس رکھنے والوں کے ساتھ فرشتے نہیں رہتے

عن حوط ابن عبد العزی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إن الملائکۃ لا تصحب رفقۃ فیھا جرس[2]

حضرت حوط بن عبد العزی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے ان رفقاء کے پاس نہیں رہتے جن کے پاس گھنٹی ہو۔

جس کے پاس کتا ہو رحمت کے فرشتے نہیں آتے

عن أبی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) لا تصحب الملائکۃ رفقۃ فیھا کلب ولا جرس۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحمت کے فرشتے ان لوگوں کے پاس نہیں رہتے جن کے پاس کتا یا گھنٹی ہو۔

عن عائشۃ قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:) لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ جرس ولا

---

[1]۔ الدارمی ۲ / ۲۸۴، وروی حدیثا عن علی "ان الملائکۃ لاتدخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ ولا جنب" وکذالک رواہ ابن ماجہ رقم ۳۶۵، الطبرانی فی الکبیر ۸ / ۳۴۴، کنز العمال ۱۵۶۷۴ و ۱۵۶۸۴، وعزاہ السیوطی لابن ماجہ عن علی رضی اللہ عنہ، جمع الجوامع ۲۷۳، وعزاہ السیوطی لابن ماجہ عن علی رضی اللہ عنہ، الحدیث فی الغیز و رمز لصحتہ

[2]۔ مسند احمد ۲ / ۷۶۴ ورواہ بلفظہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، مصنف عبد الرزاق ۱۹۶۹۸، ورواہ بلفظہ، ابوداؤد از سالم از ابوالجراح ص ۳۴۶، ابوداؤد ب ۵۱، الجہاد، حدیث ۲۵۵۴، ورواہ بلفظہ، مسلم حدیث ۲۱۱۳ فی اللباس، الترمذی حدیث ۱۷۰۳ من الجہاد، خزیمۃ ۲۵۵۳، جمع الجوامع ۵۹۲۷، وعزاہ السیوطی لمسدد، ابن قانع، البغوی والباوردی، ابونعیم عن حویطب بن عبد العزی وصحح، کنز العمال ۱۵۷۵ و ۱۷۶۲۹، الترغیب والترھیب ۴ / ۷۵ وذکرہ المنذری وعزاہ لابی داؤد والنسائی وابن حبان، المطالب العالیۃ ۲۶۸۳، وقال الغماری الحدیث رواہ ایضا یحیٰ الحمانی فی مسندہ، والبخاری فی التاریخ وابن السکن کلھم من طریق عبد الوارث بن سعید بن حسین المعلم عن عبد اللہ بن بریدۃ عن حوط عبد العزی بہ ورجال الاسناد ثقات الا ان اباحاتم قال فی حوط لا تصح لہ صحبۃ

[3]۔ ابوداؤد کتاب الجہاد ب ۵۰، ورواہ بلفظہ ۲۵۵۵، الترغیب والترھیب ۴ / ۷۴، وذکرہ المنذری بلفظہ وعزاہ لمسلم وابی داؤد والترمذی، الدارمی ۲ / ۲۸۸، شرح السنۃ ۱۱ / ۲۵، ریاض الصالحین ۱۶۱۳، الترغیب والترھیب ۴ / ۷۴

تصحب رکبا فیہ جرس۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رحمت کے فرشتے اس گھر میں بھی داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہوتی ہے اور نہ اس جماعت کے ساتھ جاتے ہیں جن کے پاس گھنٹی ہوتی ہے۔

جسگھر میں پیشاب رکھا ہو اس میں فرشتے نہیں آتے

عن ابن عمر قال: لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ بول۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں پیشاب رکھا ہو

عن عبد اللہ بن یزید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:) لا ینقع بول فی طست فی البیت، فإن الملائکۃ لا تدخل بیتا فی بول منتقع۔[3]

حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات کے وقت کسی تھال (وغیرہ) میں پیشاب جمع کر کے گھر میں نہ رکھا جائے کیونکہ (رحمت کے) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں پیشاب جمع کر کے رکھا گیا ہو۔

درس حدیث:۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی گھر کے جس کمرہ میں رات کو سوتا ہے اس میں پیشاب جمع کر کے نہ رکھا جائے بلکہ اگر رات کو اس کمرہ میں پیشاب کرنے کی ضرورت ہوئی تو پیشاب کے کسی برتن میں فراغت حاصل کرلے اور صبح ہوتے ہی اس کو باہر کردے، اس طرح سے مریض کو بھی اس کی ضرورت پڑتی ہے لیکن دوسری شام تک کے لئے اس کو اسی کمرہ میں نہ رہنے دے اس سے فرشتوں کو اذیت ہوتی ہے۔ اس صورت میں آج کل کی جو سہولت ہے کہ بڑے گھروں میں بیڈروم کے ساتھ ہی بیت الخلاء بنے ہوتے ہیں وہ اس سہولت کو استعمال کریں تو زیادہ بہتر ہے ورنہ اس صورت میں بھی اتنی دیر اس رہائشی کمرہ میں پیشاب جمع رکھنے میں گناہ نہیں ہوگا حضرت امیمہ بنت رقیقہ کی حدیث میں ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جسے آپ اپنے تخت کے نیچے رکھتے تھے اور رات کو اس میں پیشاب کرتے تھے" اس حدیث سے گذشتہ مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

---

[1] ابوداؤد الخاتم ب ٦ ورواہ بلفظ "لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ جرس" (رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو) الترغیب والترہیب ۴/ ۵۷و۷٦ وذکرہ المنذری بنحوہ، کنز العمال: ۴۱۵٦۲و۴۱۵٦۹ وذکر السیوطی بلفظ "لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ جرس" (رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو) وعزاہ لابی داؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، قال الغماری صححہ الحاکم

[2] سعید بن منصور وابن ابی شیبہ

[3] مجمع الزوائد ا/ ۲۰۴، وذکرہ الھیثمی وزاد علیہ "ولاتبولن فی مغسلك" وعزاہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ حسن، الترغیب والترہیب ا/ ۱۳٦

دف والے گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے

عن سويد قال: لا تدخل الملائكة بيتا فيه دف.[1]

حضرت سوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جس گھر میں دف ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

عن شريح قال: الملائكة لا يدخلون بيتا فيه دف.[2]

حضرت قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں دف ہو۔

جنبی اور زیادہ خوشبو والے کے پاس فرشتے نہیں آتے

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الملائكة لا تحضر الجنب ولا المتضمخ بالخلوق حتى يغتسلا۔[3]

حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے نہ تو حالت جنابت والے کے پاس آتے ہیں اور نہ ہی خوشبو میں لتھڑے ہوئے کے پاس آتے ہیں یہاں تک کہ وہ دونوں (قسم کے لوگ) غسل کرلیں۔

رحمت کے فرشتے کس کس کے پاس نہیں جاتے

عن عمار بن ياسر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلمك) إن الملائكة لا تحضر جنازة الكافر بخير ولا المتضمخ بالزعفران ولا الجنب.[4]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے بھلائی لیکر کافر کے جنازہ میں نہیں آتے اور نہ ہی زعفران (ایک قسم کی خوشبو) میں لتھڑے ہوئے کے پاس اور نہ ہی حالت جنابت والے کے پاس آتے ہیں (جس پر غسل واجب ہو)

قطع رحمی کرنے والی قوم

عن عبد الله بن أبي أوفى أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:) عن الملائكة لا تنزل على قوم فيهم

---

[1] ۔ابن ابی شیبہ

[2] ۔ابن ابی شیبہ

[3] ۔جمع الجوامع ۵۹۲۴، وعزاه السیوطی للطبرانی عن ابن عباس، مجمع الزوائد ۱/ ۲۷۵، کتاب الطہارۃ، وھوفی سندہ یوسف بن خالد السمنی کذاب ،خبیث عدو اللہ (اس کی سند میں یوسف بن خالد سمنی کذاب ہے، خبیث اللہ کا دشمن ہے

[4] ۔جمع الجوامع ۵۹۳۱ و ۵۹۳۸ وعزاه السیوطی لابی داؤد، احمد، الطبرانی، عن عمار بن یاسر (الحدیث فی الصغیر برقم ۲۱۲۸ ورمز لحسنہ

قاطع رحم۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس قوم پر بھی نازل ہوتے جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہوتا ہے۔

تصویر، کتے اور جنابت والے گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے

عن علی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ صورۃ ولا کلب ولا جنب۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو یا کتا ہو یا حالت جنابت والا انسان ہو۔

گھنگرو یا جھانجر والوں ساتھ بھی رحمت کے فرشتے نہیں رہتے

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تصحب الملائکۃ رفقۃ فیھا جلجل۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: فرشتے اس رفقاء کی جماعت کے ساتھ بھی نہیں رہتے جس میں گھنگرو یا جھانجر یا ہوں۔

چیتے کی کھال والی جماعت

عن أبی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تصحب الملائکۃ رفقۃ فیھا جلد نمر۔[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس جماعت رفقاء کے ساتھ بھی نہیں رہتے جس میں چیتے کی کھال ہو۔

درس حدیث:۔ اس زمانہ میں چیتے کی کھال بطور تفاخر پہنی جاتی تھی جس کی وجہ سے اس کے متعلق یہ ارشاد وارد ہو

---

[1] جمع الجوامع ۵۹۲۶، وعزاہ السیوطی للطبرانی عن ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ، کنز العمال ۶۹۷۴۰، الترغیب والترہیب ۳/ ۳۴۵، مجمع الزوائد ۸/ ۱۵۱

[2] البیہقی ۱/ ۲۰۱، ۷/ ۲۷۱، ورواہ بنحوہ عن علی رضی اللہ عنہ، موارد الظمآن ۱۴۸۴، ابوداؤد حدیث نمبر ۲۲۷، کتاب الطہارۃ ۱/ ۱۵۴ ورواہ بلفظہ، شرح السنۃ ۲/ ۳۶، مشکاۃ المصابیح ۴۴۸۹، الترغیب والترہیب ۱/ ۱۴۸، مجمع الزوائد ۵/ ۱۷۳ و ۱۷۴، کنز العمال ۴۱۵۶۴، وعزاہ السیوطی لابی داؤد والنسائی والحاکم عن علی رضی اللہ عنہ

[3] النسائی کتاب الزینۃ ۵۱، ورواہ بلفظہ

[4] ابوداؤد کتاب اللباس ب ۴۳، ۴۱۳۰، ورواہ بلفظہ، مشکاۃ المصابیح ۴۱۹۲۴، الترغیب والترہیب ۴/ ۴۷، کنز العمال ۱۷۵۶۵، الحاوی للفتاوی ۱/ ۳۷

اب اگر اب بھی کوئی اس کا لباس بنائے اور اس کو اپنے پاس رکھے تو بھی خدا کی رحمت کے فرشتے اس کے پاس نہیں آئیں گے۔ نیز اگر کوئی دوسرے قسم کا لباس فخر کے طور پر پہنے گا تو وہاں پر رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے۔

دستر خواں جب تک بچھا رہے فرشتے دعا کرتے ہیں

عن عائشة رضی الله عنها عن رسول اللهﷺ قال : ان الملائكة لا تزال تصلی علی احدكم مادامت مائدته موضوعة۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک تم میں سے کسی کا دستر خوان سامنے رکھا رہتا ہے فرشتے تم سے اس وقت تک مسلسل دعائے رحمت اور برکت کرتے رہتے ہیں۔

تھوم، پیاز اور گیندنا کھانے والا ہماری مسجد میں نہ آئے

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:) من أكل من هذه الشجرة الثوم والبصل والكراث فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنسان.[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس درخت تھوم، پیاز اور گیندنے سے کچھ کھایا تو وہ ہماری مسجد کے ہرگز قریب نہ آئے کیونکہ فرشتے بھی اس شئے (کی بو) سے اذیت پاتے ہیں جس سے انسان کو اذیت ہوتی ہے۔

درس حدیث:۔ گیندنا ایک ایسی ترکاری ہے جو پیاز یا تھوم کے مشابہ ہوتی ہے ان تینوں چیزوں کے کھانے سے انسان کے منہ میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے تو جب کوئی آدمی ان میں سے کچھ کھا کر بغیر منہ کی صفائی کے مسجد میں آتا ہے تو اس سے مساجد اور عبادات وغیرہ سے متعلق فرشتوں کو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے اس لئے کوئی سی عبادت شروع کرنے یا مسجد کو جاتے ہوئے ان اشیاء کے کھانے کے بعد اچھی طرح سے کلی کرلی جائے یا مسواک کرلی جائے۔

حدثنا سفيان قال: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم فقلت: يا رسول الله أرأيت هذا الذي يحدث عنك أن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه بنو آدم؟ فقال: حق.[3]

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کی جاتا ہے کہ فرشتے ان چیزوں سے تکلیف میں مبتلا

---

[1] البیہقی فی شعب الایمان

[2] فتح الباری ۹/۵۷۵ وذکر نحوا منہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، الترمذی ۱۸۰۶ وروی نحوا منہ عن جابر رضی اللہ عنہ، النسائی المساجد ب۱۶، البیہقی ۳/۷۶ و۷۷، ابن خزیمہ ۱۶۶۵، الطبرانی فی الصغیر ۲/۳۵، کنز العمال ۴۰۹۱۷ و۴۰۹۲۳، اللآلی المصنوعۃ ۲/۳۱، تغلیس التعلیق ص ۳۵۰

[3] شعب الایمان للبیہقی

ہوتے ہیں جن سے انسان تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا (ہاں) درست ہے۔

ملائکہ خوشبو کو پسند کرتے ہیں

عن عطاء أن سلمان أصاب مسكا فاستودعه امرأته فلما حضره الموت قال أين الذى كنت استودعتك؟ قالت: هو ذا، قال: فأذيفيه بالماء ورشيه حول فراشي فإنه يحضرني خلق من خلق الله لا يأكلون الطعام ولا يشربون الشراب ويجدون الريح۔[1]

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس کستوری آئی تو انہوں نے اس کو اپنی اہلیہ محترمہ کے پاس امانت کے طور پر رکھ دیا جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو پوچھا وہ امانت کہاں ہے جو میں نے تمہارے پاس رکھی تھی؟ تو انہوں نے کہا یہ ہے، فرمایا اس کو پانی میں گھول دے اور میرے بستر کے اردگرد چھڑک دے کیونکہ میرے پاس اللہ کی ایسی مخلوق آنے والی ہے جو نہ تو کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں بس خوشبو سونگھتے ہیں۔

عجیب واقعہ

عن جرير قال: خرجت إلى فارس فقلت: ما شاء الله لا حول ولا قوة إلا بالله، فسمعني رجل فقال: ما هذا الكلام الذى لم أسمعه من أحد منذ سمعته من السماء؟ فقال: ما أنت وخبر السماء؟ قال: إني كنت مع كسرى فأرسلني فى بعض أموره فخرجت ثم قدمت فإذا شيطان خلفني فى أهلي على صورتي، فبدا لي فقال: شارطني على أن يكون لي يوم ولك يوم، وإلا أهلكتك، فرضيت بذلك فصار جليسي يحدثني وأحدثه، فقال ذات يوم، إني ممن يسترق السمع، والليلة نوبتي فقلت: هل لك أن اجيء معك؟ قال: نعم فتهيأ ثم أتاني فقال خذ بمعرفتي وإياك أن تتركها فتهلك، فأخذت بمعرفته، فعرج حتى لمستب السماء، فإذا قائل يقول: ما شاء الله لا حول ولا قوة إلا بالله، فسقطوا لوجوههم وسقطت فرجعت إلى أهلي فإذا أنا به يدخل بعد أيام فجعلت أقول: ما شاء الله لا حول ولا قوة إلا بالله قال: فيذوب لذلك حتى يصير مثل الذباب، ثم قال لي: قد حفظته؟ فانقطع عنا۔[2]

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں ایک گھڑسوار کے پاس گیا اور "ماشا اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ" کہا، یہ کلمہ مجھ سے ایک آدمی نے سنا تو کہا یہ کونسا کلمہ ہے جسے میں نے جب سے آسمان سے سنا ہے پھر کسی سے نہیں سنا، تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو کون ہے اور آسمان کی بات کیسی ہے؟ تو اس نے

---

[1] سعید بن منصور

[2] الصحابہ از ابن مندہ

بتلایا میں کسری بادشاہ کے ساتھ تھا اس نے مجھے اپنے کسی کام کی طرف بھیجا تو میں چلا گیا جب واپس لوٹا تو شیطان میری شکل اختیار کر کے میری بیوی کے پاس جاتا رہا، پھر وہ میرے سامنے ظاہر ہوا اور کہنے لگا کہ میرے ساتھ شرط باندھو کہ ایک دن میرا ہوگا اور ایک دن تیرا ورنہ میں تجھے ہلاک کردوں گا، تو میں اس کی بات پر رضامند ہو گیا اور وہ میرہمنشین بن گیا وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور میں اس سے۔ اس نے ایک دفعہ بتلایا کہ میں ان شیاطین سے ہوں جو (آسمان سے) باتیں چرالاتے ہیں آج رات میری باری ہے۔ میں نے کہا کیا تجھ میں اس کی قوت ہے کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں؟ اس نے کہاں ہاں پھر اس نے تیاری کی اور میرے پاس آیا تو کہا میرے گدی کے بالوں سے پکڑ لے خبردار ان کو چھوڑ مت ورنہ ہلاک ہو جائے گا، پھر وہ اڑتے لگا حتی کہ میں نے آسمان کو جا چھوا تو میں نے ایک کہنے والے (فرشتے) سے سنا جو کہہ رہا تھا ''ماشاء الله لا حول ولا قوة الا بالله'' تو باتیں چرانے والے جنات منہ کے بل گر گئے اور میں بھی گر گیا پھر جب میں اپنے گھر لوٹا میں نے اس جن کو دیکھا جو کئی دنوں کے بعد میرے گھر لوٹا تو میں نے یہی کہنا شروع کر دیا ''ماشاء الله لاحول ولا قوة الا بالله'' تو وہ اس سے پگھلنا شروع ہو گیا حتی کہ مکھی جتنا ہو گیا، پھر اس نے مجھ سے کہا تو نے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا تو اس طرح سے وہ ہم سے الگ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کام

عن أبي ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحب الكلام إلى الله تعالى ما اصطفاه الله لملائكته، سبحان ربي وبحمده، سبحان ربي وبحمده، سبحان ربي وبحمده.[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کلام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ ''سبحان ربي وبحمده سبحان ربي وبحمده سبحان ربي وبحمده'' اللہ کی ذات پاک ہے وہ اپنی تعریف کے ساتھ ہے، اللہ کی ذات پاک ہے وہ اپنی تعریف کے ساتھ ہے، اللہ کی ذات پاک ہے وہ اپنی تعریف کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ملائکہ کے سامنے فخر کرنا

عن أبي حبيب الفارضي قال: إن الله ليباهي الملائكة بالشباب المتعبدين.[2]

حضرت ابوحبیب القاضی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے نوجوان عبادت گزاروں

---

[1] الدر المنثور ۱/۴۶، وعزاہ السیوطی لابن ابی شیبہ واحمد ومسلم والترمذی والنسائی عن ابی ذر رضی اللہ عنہ، جمع الجوامع ۶۱۰، کنز العمال ۲۰۱۰، کشف الخفاء ۱/۵۳

[2] الزہد، احمد

پر فخر فرماتے ہیں۔

زیادہ درود پڑھنے والوں کے نام لکھنے والے ملائکہ

عن أبي هريرة مرفوعا) إذا كان يوم الخميس بعث الله ملائكة معهم صحف من فضة وأقلام من ذهب يكتبون يوم الخميس وليلة الجمعة أكثر الناس صلاة على النبي صلى الله عليه وسلم۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعرات کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کچھ فرشتے بھیجتے ہیں جن کے پاس چاندی کے اوراق اور سونے کے قلم ہوتے ہیں، یہ جمعرات کے دن اور شب جمعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ درود پیش کرنے والے حضرات (کے نام) درج کرتے ہیں۔

دمشق شہر کے شب جمعہ کے فرشتے ڈھانپ لیتے ہیں نیز جمعرات کا درود لکھنے والے ملائکہ

عن واثله بن الاسقع قال: ان الملائكة تغشى مدينتكم هذه يعني دمشق، ليلة الجمعة فاذا كان بكرة افترقوا على ابواب دمشق برايأتهم وبنودهم فيكونون سبعين رجلا ثم ارتفعوا ويدعون الله لهم: اللهم اشف مريضهم ورد عليهم۔[2]

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ فرشتے تمہارے اس دمشق شہر کو جمعہ کی رات کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ پس جب صبح پھوٹتی ہے۔ تو یہ اپنے اپنے (چھوٹے) جھنڈوں اور بڑے جھنڈوں کے ساتھ دمشق کے مختلف دروازوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور یہ ستر افراد ہوتے ہیں۔ (پھر یہ (آسمان کی طرف) چڑھ جاتے ہیں۔ اور یہ دعا کرتے (جاتے) ہیں۔ اللهم اشف مريضهم و رد عليهم (اے اللہ ان کے بیماروں کو شفاء عطاء فرما اور ان کے گھروں سے باہر گئے ہوئے لوگوں کو واپس لوٹا دے)۔

چاندی کے اوراق اور سونے کے قلم

عن جعفر بن محمد قال: إذا كان يوم الخميس عند العصر أهبط الله ملائكة من السماء إلى الأرض معهم صحائف من فضة وأقلام من ذهب تكتب الصلاة على محمد في ذلك اليوم وتلك الليلة إلى الغد إلى غروب الشمس۔[3]

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب جمعرات کا عصر کا وقت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں

1۔ ابن عساکر

2۔ ابن عساکر

3۔ شعب الایمان للبیہقی

کوآسمان سے زمین کی طرف بھیجتے ہیں ان کے ساتھ چاندی کے اوراق اور سونے کے قلم ہوتے ہیں اوراس دن اوراس رات کا صبح سے لیکر سورج غروب ہونے تک کا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر پڑھنا درود شریف لکھتے ہیں۔

نور کے کاغذات پر درود لکھنے والے فرشتے

عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن لله تعالى ملائكة خلقوا من النور لا يهبطون إلا ليلة الجمعة ويوم الجمعة بأيديهم أقلام من ذهب، ودوى من فضة، وقراطيس من نور، لا يكتبون إلا الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم.[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور شب جمعہ اور جمعہ کے دن کے علاوہ (کسی اوردن میں) نہیں اترتے ان کے ہاتھوں میں سونے کے قلم، چاندی کے دوات اور نور کے کاغذات ہوتے ہیں جو صرف اور صرف حضور ﷺ پر (سب جمعہ اورروز جمعہ میں) پڑھا جانے والا دورد شریف لکھتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی قبول حج

عن محمد بن كعب: أن آدم عليه السلام طاف بالبيت الحرام فقالت الملائكة: بر نسكك يا آدم قد طفنا بهذا البيت قبلك بألفي عام.[2]

حضرت محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے جب حضرت آدم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو فرشتوں نے کہا اے آدم! آپ کا حج قبول ہو چکا، ہم نے اس گھر کا طواف آپ سے دوہزار سال قبل کیا تھا۔

ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں

عن أبي سعيد قال: من قال إذا خرج إلى الصلاة: اللهم إني أسألك بحق السائلين عليك وبحق ممشاي هذا لم أخرجه أشرا ولا بطرا ولا رياء ولا سمعة، خرجته ابتغاء مرضاتك واتقاء سخطك أسألك أن تنقذني من النار وأن تغفر لي ذنوبي إنه لا يغفر الذنوب إلا أنت أقبل الله عليه بوجهه حتى ينصرف ووكل به سبعين ألف ملك يستغفرون له.[3]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جو آدمی نماز کے لئے چلا اور یہ کہا: ''اللهم إني أسألك بحق السائلين عليك وبحق ممشاي هذا لم أخرجه أشرا ولا بطرا ولا رياء ولا سمعة، خرجته ابتغاء

---

[1] جمع الجوامع ۶۷۹ وعزاہ السیوطی للدیلمی عن علی رضی اللہ عنہ، کنز العمال: ۲۲۳۸

[2] ابوالشیخ

[3] ابن ابی شیبہ

مرضاتك واتقاء سخطك أسألك أن تنقذني من النار وأن تغفر لي ذنوبي إنه لا يغفر الذنوب إلا أنت "(اے اللہ میں آپ سے سائلین کے حق کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اوراپنے اس چلنے کے حق کے وسیلہ سے میں نہیں چلا ہوں غرور میں اترا کر دکھلاوے کے لئے شہرت کے لئے ، بلکہ میں آپ کی خوشنودی کی تلاش میں اورآپ کی ناراضگی سے بچنے کی غرض سے نکلا ہوں، میں آپ سے التجاء کرتا ہوں کہ مجھے دوزخ سے بچالیجئے اورمیری خطائیں معاف کردیجئے کیونکہ آپ کے سوا خطاؤں کو معاف کرنے والا کوئی نہیں ہے۔)

اللہ تعالی اس کی طرف اس وقت تک متوجہ رہتے ہیں جب تک کہ وہ نماز کا سلام نہیں پھیر لیتا، اوراس آدمی کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر کردیتے ہیں جو اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

شیاطین پیچھا کرتے ہیں

عن كعب قال: إذا خرج الرجل من منزله استقبلته الشياطين فإذا قال: بسم الله، قالت الملائكة، هديت، وإذا قال: توكلت على الله قالت: كفيت، وإذا قال: لا حول ولا قوة إلا بالله قالت: حفظت، فتقول الشياطين بعضها لبعض: ما سبيلكم على من كفي وهدي وحفظ۔[1]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب کوئی مرد اپنے گھر سے نکلتا ہے تو شیاطین اس کا پیچھا کرتے ہیں پس جب وہ "بسم الله" کہہ لیتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں تو نے درست کیا، جب "توكلت على الله" کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں تو نے (اپنے آپ کو شیاطین سے) بچالیا، اور جب "لاحول ولا قوة الا بالله" کہتا ہے تو فرشتے کہتے تو (شیاطین کے شر سے پوری طرح سے) محفوظ ہوگیا، تو اس وقت شیاطین ایک دوسرے سے کہتے ہیں تمہارا اس پر کوئی بس نہیں چلے گا جو کفایت بھی کیا گیا، ہدایت بھی دیا گیا اور محفوظ بھی کردیا گیا۔

آفات سے حفاظت

عن عون بن عبد الله بن عتبة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:) إذا خرج الرجل من بيته أو أراد سفرا فقال: بسم الله، حسبي الله، توكلت على الله، قال الملك: كفيت وهديت ووقيت۔[2]

حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی آدمی اپنے گھر سے نکلتا ہے یا کسی سفر کا ارادہ کرتا ہے اور "بسم الله حسبي الله توكلت على الله" پڑھ لیتا ہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے تو کفایت کیا گیا ہدایت دیا گیا اور (آفات سے) محفوظ کردیا گیا۔

---

[1] ابن ابی شیبہ، مکارم الاخلاق از خرائطی

[2] جمع الجوامع ۱۶۶۵ وعزاہ السیوطی لابن صصری فی امالیہ وحسنہ تن عرا۔ بن عبداللہ بن عتبہ مرسلا، کنز العمال: ۱۷۵۳۲، تفسیر القرطبی ۱۰/۲۰۷، حلیۃ الاولیاء ۷/۲۵۴

گھر سے نکلنے کا وظیفہ

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خرج الرجل من باب بيت - أو من باب داره - كان معه ملكان موكلان به، فإذا قال: بسم الله، قالا: هديت، وإذا قال: لا حول ولا قوة إلا بالله، قالا: وقيت، وإذا قال: توكلت على الله قالا: كفيت. فيلقاه قريناه فيقولان: ما تريدان من رجل قد هدي و كفي ووقي۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مرد اپنے کمرہ کے دروازہ سے نکلتا ہے یا اپنے گھر کے دروازہ سے تو اس کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہو ہوتے ہیں جب وہ ''بسم اللہ'' کہتا ہے تو یہ دونوں کہتے ہیں تو ہدایت دیا گیا، اور جب وہ ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' کہتا ہے تو یہ دونوں کہتے ہیں تو (اپنے گھر اور ذات کے بارہ میں آفات اور شرارتوں سے) بچا دیا گیا، اور جب وہ کہتا ہے ''توکلت علی اللہ'' تو یہ دونوں کہتے ہیں تو (اپنے دشمنوں اور آفات کے بارے میں) کفایت کر دیا گیا۔

فرشتوں کی آمین کے موافق آمین ہو جائے

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا أمن الإمام فأمنوا، فإنه من وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے مطابق ہو جائے تو اس کے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أمن القارىء فأمنوا، فإن الملائكة تؤمن فمن وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قرآن پڑھنے والے

---

[1] کنز العمال: ۴۱۵۳۸، وعزاه السیوطی لابن ماجه (باب ما یدعو به الرجل) عنه ابی هریرة رضی الله عنه وفی اسناده (عبد الله بن حسین) ضعیف

[2] البخاری ۱ / ۱۹۸، ورواه بنحوه عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، فتح الباری ۲ / ۲۶۲، مسلم الصلوٰۃ ب ۱۸، رقم الحدیث ۷۲، الترمذی رقم الحدیث ۲۵۰، النسائی الافتتاح ب ۳۲، ابوداؤد رقم الحدیث ۹۳۶، البیہقی ۲ / ۵۵ و ۵۷، ابن خزیمہ ۵۷۰ و ۱۵۸۳، شرح السنۃ ۳ / ۶۰، مشکاۃ المصابیح رقم ۸۲۵، نصب الرایۃ ۱ / ۳۶۸، جمع الجوامع رقم الحدیث ۱۳۹۲، الدر المنثور ۱ / ۱۷، کنز العمال رقم الحدیث ۱۹۷۱۴، تفسیر القرطبی ۱ / ۱۲۷، تفسیر ابن کثیر ۱ / ۴۸، الحاوی للفتاویٰ ۲ / ۲۵۵ وذکرہ بنحوہ عزاہ للستۃ ومالک والشافعی

[3] البخاری ۸ / ۱۰۶ ورواہ بلفظہ، النسائی کتاب الافتتاح ب ۱۲، ابن ماجہ رقم الحدیث ۸۵۱، البیہقی ۲ / ۵۵، مسند احمد ۲ / ۲۳۸، ابن خزیمہ رقم الحدیث ۵۶۹، مشکاۃ رقم الحدیث ۸۲۵، جمع الجوامع: ۱۳۹۳، کنز العمال رقم الحدیث ۱۹۷۱۱

آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ پس فرشتے آمین کہتے ہیں تو جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی ان کے تمام گزشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

درس حدیث:۔ یہ اور اسی مضمون کی متعدد حدیثوں سے جس میں قال فقولون کے الفاظ آتے ہیں۔ آمین بالجہر کا استدلال کیا جاتا ہے۔ جس کی تقریر یہ ہے کہ قول کے ساتھ جب خطاب ہو اور اس میں اسرار اور اخفاء کی قید نہ ہو تو وہ جہر پر محمول ہوگا۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ **فقولوا** اس سے مراد یہ ہی ہے کہ آمین بلند آواز سے کہی جائے اور جب امام بلند آواز سے آمین کہے گا تو مقتدی کو بھی امام کی متابعت میں بلند آواز سے آمین کہنا لازم ہے۔

لیکن یہ استدلال درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ **قولوا** کے معنی "بلند آواز سے کہنے" کے کرنا غلط ہے۔ بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں "کہو تم"۔ اگر یہ اُصول مان لیا جائے کہ جہاں بھی لفظ قول مطلق وارد ہو اس سے جہر مراد ہوگا تو "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۞" "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۞" اور "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۞" سے بھی جہر ثابت ہوگا۔ اسی طرح احادیث میں آیا ہے۔

(۱) کہ جب صبح کو بیدار ہو تو یوں کہو (۲) جب بستر پر سونے کے لیے جاؤ تو یوں کہو (۳) جب کھانا کھاؤ تو یوں کہو۔ (۴) اور جب قرآن ختم کرو تو یوں کہو۔ تو ان مواقع پر جس قدر دعائیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ سب کی سب جہر پر محمول کرنی پڑیں گی۔ اسی طرح حدیث میں آیا ہے جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو اسی طرح التحیات کے متعلق بھی لفظ یہ کہنا چاہیے کہ ان کا بھی بلند آواز سے پڑھنا مسنون ہے۔ لہٰذا لفظ **قولوا** سے جہر کا استدلال درست نہیں ہے۔ اور **قولوا** کا مفاد صرف یہ ہے کہ آمین کہو۔ رہا یہ سوال کہ آمین جہراً کہی جائے یا سراً۔ یہ متعدد حدیثوں سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین آہستہ کہی ہے۔

مسئلہ آمین بالسر: حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ الحمد کے ختم کرنے کے بعد امام و مقتدی و منفرد کو آہستہ آمین کہنا مسنون ہے۔ اور بلند آواز سے آمین کہنا سنت نہیں ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دلائل یہ ہیں۔

حدیث اوّل: حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۞" پر پہنچے

قال امين واخفے بها صوته۔[1]

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آمین کہی۔

---

[1] مسند امام احمد

اس حدیث کو ابوداؤد، طیاسی، ابویعلی، موصلی، طبرانی، دارقطنی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث دوم: ابوداؤد، ترمذی وابن ابی شیبہ نے حضرت وائل سے روایت کی۔ کہ حضور ﷺ نے جب

''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' پڑھا تو

فقال امین و خفض بها صوته

تو آہستہ آمین کہی۔

بحث سماع علقمہ عن ابیہ

اس حدیث کی سند یہ ہے کہ عن شعبة عن سلمة بن كهيل عن علقمة عن وائل بن حجر شعبہ کو عینی اور تقریب ابن حجر میں امام المحدثین لکھا ہے اور حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ غیر مقلد حضرات کی یہ عادت ہے کہ جب جواب نہ بن پڑے تو وہ خواہ مخواہ حدیث کو ضعیف قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس حدیث جس میں خفض بها وارد ہے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس کی سند میں علقمہ ہیں۔ جنھوں نے اپنے والد سے نہیں سنا جیسا کہ تقریب میں یہ تصریح ہے صدوق الا انہ لم یسمع من ابیہ لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے قابل احتجاج نہ رہی ـــــ اس کے متعدد جواب ہیں۔ اوّل یہ کہ حدیث منقطع ہمارے نزدیک حدیث مرسل کی طرح حجت ہے بشرطیکہ اس کے راوی ثقہ و عادل ہوں۔ امام ابن ہمام نے کتاب الحدود میں لکھا ہے ان الانقطاع عندنا داخل فی الارسال بعد عدالة الرواة اور ظاہر ہے کہ حدیث ہٰذا کے تمام راوی ثقہ و عادل ہیں۔ لہٰذا حدیث ہٰذا قابل عمل ہے۔ دوم یہ کہ حافظؒ نے تقریب میں اگرچہ عدم سماع علقمہ کی تصریح کی ہے۔ مگر دراصل یہ نفی انھوں نے عدم اطلاع کی وجہ سے کی تھی اور دلیل اس کی یہ دلیل ہے۔ خود حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے مقامات پر علقمہ کے سماع کا قول کیا ہے چنانچہ حافظؒ تہذیب میں ترجمہ علقمہ میں لکھتے ہیں:

حکی العسکری عن ابن معین انه قال علقمه بن وائل عن ابیه عسکری نے ابن معین سے حکایت کی کہ ابن معین نے کہا کہ روایت کی علقمہ بن وائل نے اپنے باپ سے۔

اور بلوغ المرام باب صفت الصلوٰۃ میں حدیث وائل صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکان یسلم عن یمینه کے متعلق لکھا ہے رواہ ابو داؤد باسناد صحیح یعنی ابوداؤد نے اس حدیث کو باسناد حسن روایت کیا۔ پس حافظ ابن حجرؒ کا اس حدیث کی صحت اسناد کا حکم کرنا اس امر کو مستلزم ہے۔ یہ حدیث متصل ہے مرسل و منقطع نہیں ہے۔ اور ابوداؤد میں یہ حدیث بطریق علقمہ عن ابیہ ہی مروی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حافظؒ کا مختار یہ ہی ہے کہ علقمہ کا سماع اپنے والد سے درست ہے۔ نیز روایت علقمہ عن ابیہ تو باجماع محدثین محققین ثابت ہے۔ امام ترمذی کتاب الحدود باب ما جاء فی المرأة حدیث علقمہ کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ علقمہ بن وائل بن حجر (سمع من ابیه وهو اکبر) نے اپنے باپ سے سنا ہے۔ اور یہ اپنے بھائی عبدالجبار بن

وائل سے بڑے ہیں۔ البتہ عبدالجبار کا سماع ثابت نہیں ہے۔

امام مسلم نے باب وجوب ملازمت جماعت المسلمین عند ظہور الفتن کے شروع میں حدیث محمد بن مثنی کی اسناد میں لکھا ہے عن علقمہ بن وائل ن الحضرمی عن ابیہ ظاہر ہے کہ امام مسلم اُصول میں کوئی منقطع حدیث نہیں لاتے۔ پس امام مسلم کے نزدیک بھی سماع علقمہ عن ابیہ ثابت ہے۔ اسی طرح اکابر محدثین امام بخاری وسمعانی وابن عبدالبر وجزری وابوالمحاسن شارح ترمذی، قاسم بن قطلوبا، علی قاری وشیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نزدیک بھی علقمہ کا سماع عن ابیہ درست ہے۔

حدیث سوم: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب امام "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ؏" کہے تو تم آمین کہو فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔

وان الامام یقول آمین۔[1]

اور امام بھی آمین کہتا ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ امام بھی آمین کہتا ہے اور مقتدی کو بھی آمین کہنی چاہیے۔ اور آمین کا وقت سورہ فاتحہ کے بعد ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ آمین آہستہ کہنی چاہیے۔ کیونکہ اگر آمین بلند آواز ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرمانے کی ضرورت نہ تھی کہ امام بھی آمین کہتا ہے کیونکہ امام کی آمین تو خود ہی سنائی دیتی۔

حدیث چہارم: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اربع یخفیہن الامام التعوذ و الثناء و التسمیۃ و التامین۔[2]

چار چیزوں کو امام آہستہ کہے۔ اعوذ، سبحانك اللهم، بسم الله اور آمین۔

حدیث پنجم۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ سمرہ بن جندب وعمران بن حصین کا آپس میں مذاکرہ ہوا۔ سمرہ بن جندب نے حدیث بیان کی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سکتوں کو یاد رکھا ہے۔

سکتہ اذا کبر و سکتہ اذا فرغ من قرأۃ غیر المغضوب علیھم و لا الضآلین۔[3]

ایک سکتہ جب آپ تکبیر کہتے اور دوسرا سکتہ جب آپ قرأۃ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین سے فارغ ہوتے۔

تو حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے ان سکتوں کو یاد رکھا اور عمران نے اس کا انکار کیا۔ تو دونوں نے ابی بن کعب کو لکھا۔ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے سمرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر تحریمہ کے بعد سکوت فرماتے تھے۔ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تکبیر تحریمہ کے بعد سکوت فرمانا ثناء کو آہستہ پڑھنے کے

---

[1] احمد ونسائی، ص ۱۸۱ آثار السنن، ج ۱، ص ۹۱

[2] فتح القدیر

[3] ابوداؤد

لیے تھا اور دوسرا سکتہ والا الضالین کے بعد فرماتے تھے اور یہ سکتہ آمین آہستہ کہنے کے لیے ہی ہو سکتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضور ﷺ آمین آہستہ کہتے تھے۔ ورنہ سورہ فاتحہ کے بعد سکوت فرمانے کی اور کوئی صورت ہو ہی نہیں سکتی۔۔۔ اگر یہ کہا جائے کہ الحمد کے بعد حضور ﷺ کا سکوت فرمانا ذرا دم لینے کے لیے تھا تو اس سے لازم آئے گا کہ مقتدیوں کی آمین امام کی آمین سے پہلے واقعہ ہو۔ کیونکہ مقتدیوں کو تو امام کے ولا الضالین ختم کرنے کے بعد آمین کہنے کا حکم ہے۔ تو اب اگر حضور ﷺ نے سکوت فرمایا اور مقتدیوں نے آمین کہی تو ان کی آمین امام کی آمین سے پہلے ہوگئی۔ حالانکہ امام سے سبقت کرنا منع ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضور ﷺ آمین آہستہ کہتے تھے اور آمین کا آہستہ کہنا ہی مسنون ومطلوب ہے۔

حدیث ششم: عن ابی وائل قال کان عمرو علی لا یجھران بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بآمین[1]

حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت عمر وعلی رضی اللہ عنہما بسم اللہ، اعوذ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔

یہ اور اس مضمون کی دیگر احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ الحمد کے بعد امام ومنفرد ومقتدی کو آمین آہستہ کہنی مسنون ہے اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل ہے۔

تصریحات: حدیث ابوداؤد عن وائل ابن حجر میں ہے کہ حضور ﷺ نے جب ولا الضالین پڑھا تو آمین کہی و رفع بھا صوتہ اور اپنی آواز بلند کی۔ (۲) اور بعض روایات میں مد بھا صوتہ بھی آیا ہے۔ محدثین نے اس کے معنی اطال یعنی دراز کیا کے لکھے ہیں اور بعض محدثین نے مد سے مدِ عارضی جو اول کلمہ میں ہوتا ہے یا آخر کلمہ میں وہ مراد لیا ہے۔ یعنی یہ مد مقابل حذف کے ہے حفض کے مقابل نہیں ہے لہٰذا اس سے جہر ثابت نہیں ہوگا۔ ورنہ امام بخاری اس حدیث کو ضرور اپنی صحیح میں درج کرتے یا کسی علت قادحہ کے سبب انھوں نے اس کو ترک کیا ہوگا۔ غرضیکہ وائل بن حجر کی اصل روایت میں مَدَّ ہے کما فی الترمذی جس کے معنی کھینچنے کے ہیں نہ کہ بلند آواز کے۔ لہٰذا رفع بھا صوتہ کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ یا یہ روایت بامعنی ہے۔ بعض راویوں نے مد کی تفسیر رفع سے کر دی اور مد کے معنی اطالت کے ہیں یا مد عارضی کے۔ اور اگر بالفرض رفع کے بھی ہوں تو مراد اس سے اتنی بلند آواز ہے کہ صف اول میں سے جو امام کے قریب ہوں وہ سن لیں۔ اور یہ بات اخفاء کے منافی نہیں ہے۔ اس لیے کہ بسا اوقات سری نمازوں میں بھی امام سے قریب والے امام کی قرأت سن لیتے ہیں چنانچہ اس کی تائید روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے جس میں یہ ہے:

قال امین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول۔[2]

[1] ۔ طحاوی وطبرانی

[2] ۔ ابوداؤد

کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آمین کہی حتیٰ کہ جو صف اول میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قریب تھا اس نے سن لی غرضیکہ رفع بہا صوتہ سے جہر کا استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۲) واضح ہو کہ آمین وقراۃ خلف الامام ورفع یدین وغیرہ ایسے مسائل نہیں ہیں جن کی بنیاد پر ایک دوسرے پر زبان طعن دراز کی جائے اور گمراہی و بے دینی کے فتوے دیے جائیں۔ یہ فروعی مسائل ہیں اور سلف میں بھی ان کے متعلق دو رائیں تھیں اور ائمہ دین امام اعظم ابوحنیفہ وشافعی و مالک و احمدؒ کے درمیان بھی ان مسائل میں اختلاف رہا ہے اور ہے اور ہر ایک فریق نے کتاب وسنت کو سامنے رکھ کر دیانت داری سے جو کچھ سمجھا ہے اس پر عمل کیا ہے۔

غیر مقلد وہابی ان مسائل میں جو غلو کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض تو احناف پر حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پس پشت ڈال دینے تک کا الزام لگاتے ہیں۔ یہ ان کی سخت نادانی ہے انھیں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ ان مسائل میں غلو سے باز رہنا چاہیے۔ ہم اہل سنت و جماعت کے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ آمین ورفع یدین کرنے والوں کو گمراہ سمجھتے ہیں یہ بھی غلط ہے ہم ان فروعی مسائل کی بنیاد پر کسی کو گمراہ و بے دین نہیں قرار دیتے۔ البتہ غیر مقلدین وہابیوں سے ہمارا اصل اختلاف عقائد کا اختلاف ہے جس کی بنا پر ہم انھیں حق پر نہیں سمجھتے۔[1]

زمین والوں کی آمین آسمان والوں کی آمین کے موافق ہو جائے تو؟

عن عكرمة قال: صفوف أهل الأرض على صفوف أهل السماء، فإذا وافق آمين في الأرض آمين في السماء غفر للعبد.[2]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ زمین رہنے والوں کی صفیں آسمان میں رہنے والوں کی صفوں کی طرح ہیں جب زمین والوں کی آمین آسمان کی آمین کے موافق ہو جائے تو (اس آمین کہنے والے) بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

گناہ معاف ہو جاتے ہیں

عن عكرمة قال: إذا أقيمت الصلاة فصف أهل الأرض صف أهل السماء، فإذا قال قارئ الأرض: ولا الضالين، قالت الملائكة: آمين، فإذا وافقت آمين أهل الأرض آمين أهل السماء غفر لأهل الأرض ما تقدم من ذنوبهم.[3]

1۔ فیض الباری ۲/ ۵۹۳ تا ۵۹۷

2۔ مصنف عبدالرزاق

3۔ امام سنید رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب جماعت کھڑی ہوتی ہے اور زمین والے آسمان والوں کی صف کی طرح صف بنا لیتے ہیں، اور زمین کا قاری ولا الضالین کہتا ہے تو فرشتے آمین کہتے ہیں تو جب زمین والون کی آمین آسمان والوں کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے تو زمین والوں۔ کے سابقہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

فرشتے ربنا لک الحمد کہتے ہیں

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذا قال الإمام: سمع الله لمن حمده فقولوا: اللهم ربنا لك الحمد، فإنه من وافق قوله قول الملائكة، غفر له ما تقدم من ذنبه -[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللهم ربنا لك الحمد کہا کرو پس جس کی بات فرشتوں کے قول کے موافق ہو جائے تو اس کے سابقہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

جماعت کی پہلی صف

عن ابی بن کعب قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم "الصف الاول على مثل صف الملائكة"۔[2]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (جماعت کی) پہلی صف فرشتوں صف کی طرح ہونی چاہیے۔

درس حدیث: ۔حدیث ہذا میں جماعت کی نماز میں پہلی صف کی فضیلت کو بیان کیا جارہا ہے۔جس طرح اللہ کے فرشتے اطاعت الٰہی اور خوف رب کائنات اور نہایت اطاعت شعاری کے ساتھ پوری صف بندی کے ساتھ سلیقہ سے صف بناتے ہیں اور مل کر کھڑے ہوتے ہیں ان میں سے کوئی آگے کوئی پیچھے کو نکلا ہوا نہیں ہوتا۔ اور اس اطاعت شعاری میں جو پہلی صف میں ہوگا اس کا اجر وثواب بہت زیادہ ہوگا اسی طرح جب مسلمان نماز با جماعت میں شامل ہوں تو انہیں بھی چاہیے اسی طرح سے پہلی صف بنائیں اور صفوں کو درست کرنے پر توجہ دیں اور امام بھی صفوں کی درستگی پر پوری توجہ دے

---

[1] ۔البخاری ۱/۲۰۱، ۴/۱۳۹، رواہ بلفظہ، مسلم کتاب استفتاح الصلاۃ باب ۴۹، النسائی کتاب الافتتاح ب ۱۰۹، الترمذی رقم الحدیث ۲۶۷، ابن ماجہ رقم الحدیث ۸۷۶، ۸۸۷، مسند احمد ۲/۱۶۲، موارد الظمان ۵۰۵، البیہقی ۲/۹۶، الدارقطنی ۱/۳۰۰، شرح السنۃ ۳/۱۱۲، مشکاۃ المصابیح ۸۷۴، نصب الرایۃ ۱/۳۷۷ و ۳۷۸، جمع الجوامع رقم الحدیث ۲۲۶۱، ۲۲۶۶، ۲۲۷۱، کنز العمال رقم الحدیث ۱۹۷۴۵ و ۲۰۴۷۱ و ۲۰۴۷۲

[2] ۔النسائی کتاب الامامۃ ب ۴۵/۱۰۴، ورواہ فی حدیث طویل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، البیہقی ۳/۶۸، الحاوی للفتاوی ۲/۲۵۵

جس طرح کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اہتمام فرماتے تھے۔

ملائکہ کی صف بندی

عن جابر بن سمرة: أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج على أصحابه فقال:) ألا تصفون كما تصف الملائكة عند ربها؟.. قال: يتمون الصفوف الأولى ويتراصون في الصف۔[1]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم اس طرح سے صفیں نہیں بناتے جس طرح کہ فرشتے اپنے رب کے پاس صف بناتے ہیں (پھر آپؐ نے ان کے صفیں بنانے کے متعلق) بتلایا کہ وہ اگلی صفوں کو (پہلے) پر کرتے ہیں اور صف میں باہم مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت

انفرادی نماز پڑھنے کے مقابلے میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت اور اجر ستائیس گنا زیادہ ہے، مگر با جماعت نماز میں بھی پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت اور اجر وثواب سب سے زیادہ ہے۔ اتنا زیادہ کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ پہلی صف کا اجر وثواب کیا ہے تو پہلی صف میں کھڑے ہونے کے لیے قرعہ اندازی کرنی پڑتی۔[2]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں۔[3]

حضرت عرباض بن سارس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی صف ک لیے تین مرتبہ اور دوسری صف کے لیے ایک مرتبہ استغفار فرماتے تھے۔[4]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس خوف سے پہلی صف کو چھوڑ نے کہ کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے پہلی صف کے ثواب سے دوگنا ثواب عطا فرمائے گا۔[5]

اسی طرح جماعت کے دوران سفوں کو سیدھا رکھنا اور صفوں کے درمیانی خلا کو پر کرنے کی بھی شریعت نے بہت تاکید فرمائی

---

[1] مسلم کتاب الصلوٰۃ ب ۲۷ رقم ۱۱۹، ورواہ فی الحدیث طویل عن جابر بن سمرہ، ابن ماجہ رقم ۹۹۲، ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ب ۹۴، النسائی کتاب الامامة ب ۲۸ ورواہ بخوہ، البیہقی ۳/ ۱۰۱، مسند احمد ۵ / ۱۰۱، شرح السنة ۳/ ۳۶۶، تفسیر القرطبی ۱۵ / ۷ ۱۳، ۱۸ / ۲۹۳، الطبرانی فی الکبیر ۲ / ۲۱۹ و ۲۱۷، کنز العمال رقم الحدیث ۲۰۵۵۵، وعزاہ السیوطی لاحمد، ومسلم ۴۳۰، والنسائی وابن ماجہ عن جابر بن سمرة

[2] صحیح مسلم

[3] مسند احمد

[4] ابن ماجہ

[5] الترغیب ج ۱ ص ۲۸۵

ہے۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا؛ جو شخص کسی صف کو ملائے یعنی درمیانی خلا کو پر کرے اللہ اس کو اپنے قرب سے نوازتے ہیں۔[1]
روز پگڑی باندھ کر جمعہ میں حاضر ہونے والوں اور پگڑی والوں سے سلام کرتے ہیں۔

جمعہ کے روز پگڑی باندھنے کا اہتمام

عن ابن عمر قال: أن الملائكة يشهدون يوم الجمعة معتمين فيسلمون على أهل العمائم حتى تغيب الشمس۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں فرشتے جمعہ کے روز پگڑیاں باندھ کر (نماز جمعہ میں) حاضر ہوتے ہیں اور پگڑی والوں کو سورج کے غروب ہونے تک سلام کہتے ہیں۔

درس حدیث:۔ عمامہ یعنی پگڑی باندھنا نبی کریم ﷺ کی ایک خوبصورت اور محبوب سنت ہے...... عمامہ ایک ایسا مقدس عمل ہے جس پر حضور اکرم ﷺ نے مداومت فرمائی ہے، سفر ہو یا حضر کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک کو پگڑی سے مزین نہ فرمایا ہو۔

نبی کریم ﷺ سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

''عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔''[3]

ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

''عمامہ باندھا کرو، عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے۔''[4]

افسوس! کہ آج مسلمانوں میں اس سنت پر عمل بھی بہت محدود ہوتا جا رہا ہے...... اس صورتحال کے پیش نظر قارئین گرامی کے لیے عمامہ کے کچھ فضائل و مسائل پیش کیے جا رہے ہیں...... دعا ہے کہ اللہ پاک اس کو قبول فرمائے اور امت مسلمہ کے لیے نافع بنائے آمین۔

عمامہ باندھنے کی تاکید

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عمامے تم پر لازم ہیں

1۔ سنن نسائی
2۔ ابن عساکر
3۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری
4۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری

اس لئے کہ عمامے ملائکہ کی علامت ہیں اور عمامے شملہ پیٹھ کے پیچھے لٹکاؤ''۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عمامے تم پر لازم ہیں اور عمامے کے شملے اپنی پشتوں کے پیچھے لٹکاؤ اس لئے کہ یہ فرشتوں کی نشانی ہے''۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عمامہ باندھنے پر دوام

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ عمامہ باندھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے عمامے کے شملے کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے''۔[3]

مؤمن ومشرک میں فرق

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہمارے اور مشرکین کے درمیان امتیازی علامت ہے، ٹوپی پر عمامہ باندھنے والے کو ہر پیچ پر جو وہ اپنے سر پر پھیرتا ہے اس کے بدلے قیامت کے دن نور دیا جائے گا''۔[4]

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامے باندھنے کا ہے''۔[5]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے بدر اور حنین کے دن میری مدد فرمائی ایسے فرشتوں سے جو یہ عمامے باندھے ہوئے تھے، بے شک عمامہ کفر وایمان کے درمیان فرق کرنے والا ہے''۔[6]

عمامہ اور نماز

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو نفل اور فرض عمامہ باندھ کر پڑھے جائیں وہ بغیر عمامہ والے پچیس نفل وفرض نماز کے برابر ہیں، اور عمامہ باندھ کر پڑھا جانے والا جمعہ بے عمامہ ستر جمعوں کے برابر ہے''۔[7]

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو صحیح قرار دیا ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ/کنز العمال
[2] خصائص کبریٰ
[3] طبقات ابن سعد
[4] کنز العمال
[5] کنز العمال
[6] کنز العمال
[7] تاریخ ابن عساکر/ابن النجار

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایسی دو رکعتیں جو عمامہ باندھ کر پڑھی جائیں وہ بغیر عمامہ والی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں''۔ (الجامع الصغیر)

فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر عمامہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باندھا تھا''۔[1]

روز جمعہ عمامہ باندھنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرشتے جمعہ کے روز پگڑیاں باندھ کر (نماز جمعہ میں) حاضر ہوتے ہیں اور پگڑی والوں کو سورج کے غروب ہونے تک سلام کہتے ہیں''۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خود عمامہ باندھا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غَدِیرِ خُم کے دن مجھے عمامہ باندھا جس کا ایک سرا میری پشت پر لٹکا دیا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے بدر اور حنین میں میری ان فرشتوں کے ساتھ مدد فرمائی جنہوں نے عمامے باندھ رکھے تھے''۔[3]

فرشتے پگڑیاں باندھتے ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے جن فرشتوں کو دیکھا ہے ان میں اکثر کو پگڑیوں میں دیکھا ہے''۔[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم پر ضروری ہے کہ عمامہ باندھا کرو، کیونکہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اور عمامہ (کے شملہ) کو اپنی پشت پر ڈھیلا چھوڑ دیا کرو''۔[5]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو فرشتے جنگ بدر میں نازل ہوئے تھے وہ سیاہ وسفید نشانات والے گھوڑوں پر سوار تھے اور زرد رنگ کے عمامے باندھے ہوئے تھے''۔[6]

1۔ ترمذی/ ابوداؤد/ نسائی/ ابن ماجہ/ شمائل ترمذی/ مصنف ابن ابی شیبہ
2۔ تاریخ ابن عساکر
3۔ ابوداؤد/ جامع کبیر/ جمع الجوامع
4۔ کنز العمال
5۔ طبرانی کبیر
6۔ طبرانی کبیر/ کنز العمال/ الجامع الصغیر/ فیض القدیر

عمامہ کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عمامے عربوں کے تاج ہیں، گوٹ باندھ کر بیٹھنا ان کی دیوار ہے اور ان کا مسجد میں بیٹھنا ان کا رباط ہے''۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً منقول ہے، فرماتے ہیں کہ: ''عمامہ باندھا کرو، تمہاری بردباری بڑھ جائے گی''۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً منقول ہے فرماتے ہیں کہ: ''عمامہ کو لازم پکڑو، یہ ملائکہ کی نشانی ہے اور پیچھے لٹکایا کرو''۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً منقول ہے فرماتے ہیں کہ: ''عمامہ باندھا کرو حلم میں بڑھ جاؤ گے''۔(المستدرک)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''فرشتوں کے تاج ایسے ہوتے ہیں''۔[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا''۔[5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عمامہ باندھو اگلی امتوں یعنی یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو وہ عمامے نہیں باندھتے''۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عماموں والوں پر''۔[6]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے''۔[7]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں اور ان کے شملے اپنی پشت پر چھوڑو''۔[8]

---

[1] ۔ دیلمی
[2] ۔ بیہقی
[3] ۔ بیہقی
[4] ۔ ابن شاذان
[5] ۔ رواہ ابو عبد اللہ محمد وابن رزاح فی فصل لباس العمائم عن مالد ابن مادام مرسلاً
[6] ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر
[7] ۔ رواہ الدیلمی
[8] ۔ بیہقی

طالب علم کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں

عن صفوان بن عسال عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:) إن الملائكة لتضع أجنحتها لطالب العلم رضی بالطلب[1]

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ملائکہ کرام اپنے پر بچھتے ہیں اس طالب علم کے لئے اس کی طلب اور جستجو کی خوشنودی میں۔[2]

عن عائشة قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:) إن الملائكة تبسط أجنحتها لطالب العلم۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ کرام علیہم السلام طالب علم کے لئے اپنے پر بچھتے ہیں۔

علم کی فضیلت

جو علم کی طلب میں ہے (تو) جنت اس کی طلب میں ہے اور جو معصیت کی طلب میں ہے (تو جہنم کی) آگ اس کی طلب میں ہے۔[4]

جب تو علم کا ایک باب سیکھے گا (تو وہ) تیرے لیے ہزار رکعت مقبول نفلی نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور جب تو وہ علم لوگوں کو سکھائے گا اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے تو وہ تیرے لیے ہزار رکعت مقبول نفلی نماز سے بہتر ہے۔[5]

۔جس نے دو حدیثیں سیکھیں تو وہ نفع دیتا ہے ان کے ذریعے اپنی جان کو یا وہ اپنے سوا کو دو حدیثیں سکھاتا ہے اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تو یہ اس کے لیے ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔[6]

---

[1] ۔ابوداؤد کتاب العلم ب ۱۱ ۳۶۴۱ اور روی نحوا منہ، ابن ماجہ رقم ۲۲۳، مسند احمد ۴/ ۲۳۹، کنز العمال ۲۸۷۴۷، جمع الجوامع ۵۹۲۰، تفسیر ابن کثیر ۶/ ۵۵۳۶، تفسیر البغوی ۷/ ۵۲، تفسی القرطبی ۱/ ۲۷۷و۲۷۹، قال الغماری رواہ ایضا الترمذی وابن ماجہ وصححہ ابن حبان والحاکم ورواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ من حدیث ابی الدرداء ایضا وصححہ ابن حبان

[2] ۔مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ابوداور وطیالسی کے حوالہ سے نقل کیا ہے جبکہ ابوداور وطیالسی کے مطبوعہ نسخوں میں رضی بالطلب کے بجائے رضا بما یطلب ہے اور علامہ سیوطی کی ایک دوسری تالیف الجامع الصغیر میں بھی ''رضا بما یطلب'' شاید کہ ناقلین سے تصحیف ہوئی ہے۔

[3] ۔الحاکم ۱/ ۱۰۰ اور روی نحوا منہ مع اختلاف فی الفاظ والحدیث عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ جمع الجوامع رقم ، وعزاہ السیوطی للبیقھی فی الشعب عن عائشة رضی اللہ عنہا، کنز العمال: ۲۷۴۴

[4] ۔ابن النجار عنالی

[5] ۔الدیلمی عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[6] ۔الدیلمی

جس شخص نے ایک کلمہ یا دو تین یا چار یا پانچ کلمے اس چیز سے سیکھے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرض کیا پھر ان کا علم رکھا اور انھیں سکھایا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔[1]

تم علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اور تم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔[2]

نہیں ہے کوئی شخص مگر اس کے دروازے پر دو فرشتے ہوتے ہیں پس جب وہ نکلتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں صبح کر اس حال میں کہ تو عالم ہو یا متعلم اور تو تیسرا نہ ہونا۔[3]

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! تو علما کی مجالس کو لازم کر اور حکما کا کلام غور سے سن کیوں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل مردہ دل کو حکمت کے نور سے زندہ کرتا ہے جیسے مردہ زمین کو موسلا دھار بارش کے ذریعے زندہ کرتا ہے۔[4]

بے شک افضل ہدیہ یا افضل عطیہ کلام حکمت کا کلمہ ہے بندہ اسے سنتا ہے پھر اسے سیکھتا ہے اس کے بعد اسے اپنے بھائی کو سکھاتا ہے تو یہ اس کے لیے ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔[5]

حکمت کی بات جسے آدمی سنتا ہے وہ اس کے لیے ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور علمی مذاکرہ کے وقت ایک ساعت بیٹھنا ایک غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔[6]

ہر چیز کے لیے ستون ہے اور اسلام کا ستون دین میں تفقہ (سمجھ) ہے اور ضرور ایک فقیہ (احکامِ شرعیہ کا تفصیلی علم رکھنے والا) شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔[7]

علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور بے شک علم کے طلب کرنے والے کے لیے ہر چیز استغفار کرتی ہے حتیٰ کہ مچھلیاں سمندر میں" اس کے لیے استغفار کرتی ہیں۔[8]

ایک گھڑی علم کی طلب وتلاش کرنا پوری رات قیام کرنے سے بہتر ہے اور ایک دن علم کی تلاش وطلب کرنا تین ماہ کے

---

[1]۔ابن النجار

[2]۔الدارقطنی

[3]۔ابونعیم

[4]۔الطبرانی فی الکبیر

[5]۔ابن عساکر

[6]۔الدیلمی

[7]۔ابن عدی فی الکامل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کنز العمال

[8]۔ابن عبدالبر

روزوں سے بہتر ہے۔[1]

علم، اسلام کی حیات اور دین کا ستون ہے اور جس نے علم سکھایا (تو) اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کا اجر وثواب پورا کرے گا ۔اور جو (علم) سیکھ کر (اس پر) عمل کرے گا (تو) اسے (وہ) سکھائے گا جو وہ نہیں جانتا۔[2]

علم میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث ہے۔[3]

عالم زمین پر اللہ تعالیٰ کا امین ہے۔[4]

عالم باعلم

عالم، علم اور عمل جنت میں ہیں پس جب عالم اس پر عمل نہیں کرے گا جسے وہ جانتا ہے (تو) علم اور عمل جنت میں ہوں گے اور علم (جہنم کی) آگ میں ہوگا۔[5]

انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث

علما انبیاء کرام علیہم السلام کے جانشین ہیں۔ آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں اور مچھلیاں سمندر میں ان کے لیے دعائے استغفار کرتی ہیں قیامت تک جب وہ فوت ہوجاتے ہیں۔[6]

جنت کے باغ

جب تم جنت کے باغات سے گذرو تو کچھ چر لیا کرو۔ کسی نے عرض کی: جنت کہ باغات کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: علم کی مجالس۔[7]

جنت کا راستہ

جو ایسا راستہ چلے جس میں وہ علم کی طلب کرے (تو) اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسان کردے گا وہ راستہ جو جنت کی طرف ہے۔[8]

---

[1]۔ الدیلمی فی مسند الفردوس

[2]۔ ابوالشیخ

[3]۔ الدیلمی فی مسند الفردوس

[4]۔ ابن عبدالبر فی العلم

[5]۔ الدیلمی فی مسند الفردوس

[6]۔ ابن النجار

[7]۔ الطبرانی فی الکبیر

[8]۔ جامع ترمذی

علم کی تلاش گناہوں کا کفارہ

جس نے علم کی طلب وتلاش کی (تو) وہ تلاش گذشتہ گناہوں کے لیے کفارہ ہوگی۔[1]

جس نے علم کی تلاش کی تو وہ اللہ کے راستے میں ہے یہاں تک کہ وہ واپس لوٹے۔[2]

جس نے (کسی کو) علم سکھایا تو اس کے لیے اس کا اجر وثواب ہے جو اس پر عمل کرے (اور) عمل کرنے والے کے اجر وثواب سے (بھی) کمی نہیں ہوگی۔[3]

علم عطائے ربانی ہے

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے دین میں فقیہ وعلم شریعت کا (ماہر) بنا دیتا ہے۔[4]

صبح وشام دین سکھانے والا

جو صبح وشام جائے اس حال میں (کہ) وہ اپنا دین سکھانے میں (مصروف) ہوتو وہ جنت میں ہے۔[5]

طالب علم شان وعظمت

طالب علم کے لیے فرشتے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں اس چیز کی رضا کے لیے جو وہ طلب کرتا ہے۔[6]

علم کا متلاشی (تلاش کرنے والا) جاہلوں کے درمیان ایسا ہے جیسا مُردوں کے درمیان زندہ۔[7]

تُو صبح کر اس حال میں (کہ) عالم ہو یا متعلم یا دھیان سے (دین کی باتیں) سننے والا یا محبت کرنے والا (عالم دین سے علم دین کی وجہ سے) اور تُو پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہوجائے گا۔[8]

بے شک اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی سمندر میں لوگوں کو بھلائی (کی باتیں) سکھانے والے کے لیے استغفار کرتی ہیں۔[9]

---

[1]۔ جامع ترمذی

[2]۔ حلیۃ الاولیاء

[3]۔ ابن ماجہ

[4]۔ احمد، بیہقی، ترمذی، ابن ماجہ

[5]۔ حلیۃ الاولیاء

[6]۔ ابن عساکر

[7]۔ العسکری فی الصحابۃ وابوموسیٰ فی الذیل

[8]۔ البزار، الطبرانی فی الاوسط

[9]۔ الطبرانی فی الکبیر والضیاء

جس دل میں حکمت ودانائی سے کچھ نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے پس تم سیکھو اور سکھاؤ اور (دین میں) سمجھ حاصل کرو اور جاہلوں کی موت مت مرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ لاعلمی کا عذر قبول نہیں فرماتا۔[1]

علماء کا مقام ومرتبہ

علما کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے۔[2]

عالم کی دو رکعت (نماز پڑھنا) غیر عالم کی ستر رکعت (نماز پڑھنے) سے افضل ہے۔[3]

مومن عالم کو مومن عابد پر ستر درجہ فضیلت ہے۔[4]

تھوڑا عمل (بھی) علم کے ساتھ نفع دیتا ہے اور زیادہ عمل جہالت کے ساتھ فائدہ نہیں دیتا۔[5]

ہر چیز کے لیے ایک راستہ ہے اور جنت کا راستہ علم ہے۔[6]

جس نے میری امت کو ایک حدیث پہنچائی تاکہ اس کے ذریعے سنت کو قائم کیا جائے یا بدعت کو ختم کیا جائے تو وہ جنت میں ہے۔[7]

جو شخص قدم اٹھائے تاکہ وہ علم سیکھے (تو) اس کے قدم اٹھانے سے پہلے اس کے (گناہوں کو) معاف کر دیا جاتا ہے۔[8]

جو کوئی میری سنت سے چالیس احادیث یاد کر کے میری امت کو پہنچائے (تو) میں اسے قیامت کے دن اپنی شفاعت میں داخل کروں گا۔[9]

جس نے کتاب اللہ (قرآن) کی ایک آیت یا علم (دین) کا ایک باب سکھایا تو اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کا اجر وثواب بڑھائے گا۔[10]

1۔ ابن السنی
2۔ الدیلمی فی مسند الفردوس
3۔ ابن النجار
4۔ ابن عبدالبر
5۔ الدیلمی فی مسند الفردوس
6۔ الدیلمی فی مسند الفردوس
7۔ حلیۃ الاولیاء
8۔ الشیرازی
9۔ ابن النجار
10۔ ابن عساکر

فقہ کا طلب کرنا ہر مسلمان پر لازم وواجب ہے۔[1]

جس نے علم کا ایک باب حاصل کیا تا کہ اس کے ذریعے اپنے نفس کی اصلاح کرے یا اپنے بعد والے کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ریگستان کی ریت کے برابر اجر لکھتا ہے۔[2]

گھڑدوڑ اور تیراندازی میں ملائکہ کی شرکت

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:) ما تشھد الملائکۃ من لھو کم إلا الرھان والنضال۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے تمہارے مقابلہ میں شریک نہیں ہوتے مگر گھڑدوڑ اور تیراندازی میں۔

مقابلے کی تیاری

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ (سورۃ انفال: ۶۰)

اوران کافروں سے لڑائی کے لئے تم تیاری کرو جس قدر تم سے ہوسکے قوت سے (یعنی ہتھیار وغیرہ)۔

بعض علماء کرام نے اسی آیت کی بناء پر تیراندازی کو واجب قرار دیا ہے کیونکہ صحیح حدیث میں قوۃ کے معنی تیراندازی بیان کئے گئے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ (کفار پر چلائے جانے والے) ایک تیر کے بدلے میں تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرتا ہے ایک تو اس تیر کے بنانے والے کو جب کہ وہ اپنے روزگار کے ساتھ ثواب کی بھی امید رکھے (یعنی جب جب وہ تیر بنائے تو اپنے روزگار کے ساتھ نیت بھی رکھے کہ میں یہ تیر جہاد میں کام آنے کے لئے بنارہا ہوں) (دوسرے) جہاد میں تیر چلانے والے کو اور (تیسرے) تیر دینے والے کو (یعنی وہ شخص جو تیر کے بنانے والے کو جب کہ وہ اپنے روزگار کے ساتھ ثواب کی بھی امید رکھے (یعنی جب وہ تیر بنائے تو اپنے روزگار کے ساتھ نیت بھی رکھے کہ میں یہ تیر جہاد میں کام آنے کے لئے بنارہا ہوں) (دوسرے) جہاد میں تیر چلانے (والے اور (تیسرے) تیر دینے والے کو (یعنی وہ شخص جو تیرانداز کے ہاتھ میں اپنا یا اسی کا تیر دے اور خواہ پہلے ہی دے یا نشانے پر سے اٹھا کر دے) لہٰذا تم تیراندازی کرو اور گھوڑوں پر سواری کرو یعنی تیر

---

[1] الحاکم فی تاریخہ

[2] ابن عساکر

[3] کنزالعمال: ۴۰۶۱۵، وعزاہ السیوطی للطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، السلسلۃ الضعیفۃ ۸۱۴

اندازی اور گھوڑ سواری کی مشق کرو اور تمہاری تیر اندازی میرے نزدیک سواری کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور یاد رکھو انسان جس چیز کو لہو ولعب (یعنی محض کھیل اور تفریح) کے طور پر اختیار کرے وہ باطل اور ناروا ہے مگر اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا اپنے گھوڑے کو سدھارنا اور اپنی بیوی کے ساتھ کھیل وتفریح کرنا یہ سب چیزیں حق ہیں۔ترمذی ابن ماجہ ابوداؤد اور دارمی نے (اپنی روایت میں) یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ اور جو شخص تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس کو بے نیازی اور بیزاری کے جذبہ سے چھوڑ دے تو وہ تیر اندازی ایک نعمت ہے جس کو اس نے چھوڑ دیا ہے یا یہ فرمایا کہ اس نے اس نعمت کا کفران کیا۔''

''یہ چیزیں حق ہیں'' ان چیزوں کے حکم میں ہر وہ چیز داخل ہے جو حق وبھلائی کی راہ میں معاون ہو خواہ وہ علم کے قبیل سے ہو یا عمل کے قبیل سے جب کہ وہ مقابلہ بازی کی قسم سے ہو جیسے پیدل چلنے اور دوڑنے، گھوڑ سواری اور اونٹوں کی دوڑ کا مقابلہ وغیرہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر فرما رہے تھے: اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ اور ان کافروں سے لڑائی کے لئے تم تیاری کرو جس قدر تم سے ہو سکے قوت سے، خبردار قوت تیر اندازی ہے۔ خبردار قوت تیر اندازی ہے۔[1]

ایک تیر کی بدولت تین آدمی جنت میں

حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تیر انداز آدمی تھا، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ جب بھی میرے پاس تشریف لاتے تو ارشاد فرماتے اے خالد! چلو تیر اندازی کرتے ہیں ایک بار میں نے کچھ سستی کی تو حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے خالد! کیا میں تمھیں وہ بات نہ بتاؤں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کی بدولت تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے (۱) اس تیر کے بنانے والے کو جو بناتے وقت نیکی (یعنی جہاد) کی نیت کرے۔ (۲) اس تیر کو (دشمن کی طرف) چلانے والے کو (۳) تیر انداز کے ہاتھ میں پکڑنے والے کو۔ (اے مسلمانو) تم تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو اور تمھارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک تمھارے سوار ہونے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور تین کھیلوں کے سوا کوئی کھیل درست نہیں۔ (۱) آدمی کا اپنے گھوڑے کو تربیت دینا (۲) اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (۳) تیر اندازی کرنا۔ اور جس شخص نے تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دی تو اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا یا نعمت کی ناشکری کی۔[2]

ابن المنذر نے اس روایت کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تو انہوں نے ستر (

---

[1] مسلم شریف

[2] مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ المستدرک

۷۰) کمانیں چھوڑیں اور ہر کمان کے ساتھ ترکش اور تیر بھی تھے آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ یہ سب ہتھیار میرے بعد جہاد میں دے دیئے جائیں۔[1]

حضور اکرم ﷺ خود تیر انداز تھے

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جو تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اسماعیل کی اولاد تیر اندازی کیا کرو کیونکہ تمھارے والد (حضرت اسماعیل علیہ السلام) تیر انداز تھے تم تیر اندازی کرو اور میں بنو فلاں کے ساتھ ہوں (یعنی میں بھی ایک گروپ کی طرف سے مقابلے میں حصہ لیتا ہوں) روای فرماتے ہیں (یہ سن) دوسرے فریق نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں نے تیر اندازی کیوں بند کردی۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ جب دوسرے فریق کے ساتھ ہو گئے ہیں تو ہم (آپ کے مقابلے میں) کس طرح سے تیر اندازی کریں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: (اچھا) تم تیر اندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔[2]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب علاقے تمھارے ہاتھوں فتح ہوں گے اور دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تمہارے طرف سے کافی ہو جائیں گے۔ تب بھی تم میں سے کوئی تیر اندازی نہ چھوڑے۔[3]

تیر اندازی غم کا علاج ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص تفکرات (اور غم) میں مبتلا ہو جائے تو اسے چاہئے کہ تیر کمان اپنے گلے سے لٹکائے اس سے اس کا غم دور ہو جائے گا۔[4]

تیر اندازی بہترین کھیل

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم تیر اندازی کو لازم پکڑو کیونکہ یہ تمہارے کھیلوں میں بہترین کھیل ہے۔[5]

---

[1] الاوسط
[2] صحیح بخاری
[3] صحیح مسلم شریف
[4] المعجم الصغیر
[5] کشف الاستار۔ البزار۔ الطبرانی باسنادہ ورجالہ ثقات

تیراندازی میں فرشتوں کی حاضری

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے تمہارے کھیلوں میں صرف گھڑ دوڑ اور تیر اندازی میں حاضر رہتے ہیں۔[1]

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے صرف تین طرح کے کھیل میں حاضر رہتے ہیں (۱) آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (۲) گھوڑوں کی دوڑ (۳) تیر اندازی۔

تیراندازی کھیل مگر حق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا کے سارے کھیل باطل ہیں سوائے تین کھیلوں کے (۱) تیر اندازی (۲) گھوڑے کو تربیت دینا (۳) بیوی کے ساتھ دل لگی کرنا کیونکہ یہ تینوں حق ہیں۔[2]

عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر ابن عمیر انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ دونوں تیر اندازی فرمارہے تھے۔ ان دونوں میں ایک اکتا کر بیٹھ گئے تو دوسرے نے فرمایا کیا آپ ست ہو گئے؟ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ چیز جو ذکر اللہ میں سے نہ ہو وہ بے کار ہے سوائے چار کاموں کے (۱) آدمی کا تیر دو ہدفوں کے درمیان چلنا (۲) اپنے گھوڑے کو تربیت دینا (۳) بیوی سے دل لگی کرنا (۴) تیراکی سیکھنا۔[3]

فرشتوں کا تہبند

عن ابن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) ائتزروا كما رأيت الملائكة تأتزر عند ربها إلى أنصاف سوقها.[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اسی طرح سے تہبند (شلوار چادر وغیرہ) باندھا کرو جس طرح سے میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے وہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے پاس اپنی پنڈلیوں کے درمیان تک تہبند باندھتے ہیں۔

---

[1] سنن سعید

[2] المستدرک

[3] نسائی۔ الطبرانی فی الکبیر باسناد جید

[4] مجمع الزوائد ۵ / ۱۲۳، ذکرہ الھیثمی نبحوہ، وقال رواہ الطبرانی فی الاوسط، فیہ المثنی بن الصباح وثقۃ ابن معین وضعفہ احمد وجمہور الائمۃ، کنزالعمال: ۴۱۰۹۴، وعزاہ السیوطی للدیلمی فی الفردوس عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ (واخرجہ الدیلمی، وفی الصغیر: ۳۵، وقال المناوی فی الفیض ۱ / ۷۰ ضعیف

درس حدیث: تہبند کو ٹخنوں سے اوپر اور گھٹنوں کے نیچے کسی جگہ تک بھی رکھ سکتے ہیں اگر کوئی ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکائے گا تو جسم کا اتنا حصہ دوزخ میں جلے گا اور اگر گھٹنوں سے اوپر باندھا تو اس نے اپنا ننگ ظاہر کیا یہ بھی گناہ ہے بلکہ اپنی شلوار، جبہ، چادر وغیرہ گھٹنوں اور ٹخنوں کے درمیان تک رکھے۔

تہبند اور لباس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی چادر تکبر سے نیچے رکھ کر کھینچی تو اللہ تعالیٰ اس کی جانب نہیں دیکھے گا۔[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:

إياك وإسبال الإزار فإنها من المخيلة وإن الله لا يحب المخيلة

تم چادر ٹخنوں سے نیچے رکھنے بچا کرو، کیونکہ یہ چیز تکبر میں سے ہے، اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔[2]

جنگ بدر اور جنگ حنین میں فرشتوں کی پگڑیاں

علی قال: عممني رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم غدير بعمامة سدلها خلفي ثم قال:) إن الله أمدني يوم بدر وحنين بملائكة يعتمون هذه العمة[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے دن مجھے عمامہ باندھا جس کا ایک سرا میری پشت پر لٹکا دیا اور فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے روز بدر اور روز حنین میں ان فرشتوں کے ساتھ میری مدد فرمائی جنہوں نے یہ عمامے (پگڑیاں) پہن رکھے تھے''

عمامہ یا پگڑی باندھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ شریف باندھا اور ٹوپی مبارک بھی پہنی، لہٰذا یہ دونوں عمل ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ میں شامل ہیں جیسا کہ درج ذیل مستند احادیث مبارکہ سے ثابت ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ.

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ گویا میں (اس وقت بھی تصور میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر مبارک پر تشریف فرما دیکھ رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاہ عمامہ شریف باندھا ہوا ہے اور اُس کے

---

[1] بخاری، کتاب اللباس

[2] ابوداؤد، کتاب اللباس

[3] سنن الطیالسی وسنن البیہقی ۱۰/ ۱۴، ورواه بلفظه عن علی رضی اللہ عنہ، الجامع الکبیر ۲/ ۵۱، جمع الجوامع ۴۰۷۴، المطالب العالیة ۲۱۵۷، منحة الفتاح: ۱۱۸۱

دونوں شملوں کو اپنے مبارک کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا ہے۔[1]

اور درج ذیل حدیث مبارکہ میں بھی سیاہ عمامہ باندھ کر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ذکر ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے روز سیاہ عمامہ باندھے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔[2]

عمامہ شریف کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان ہونے کا ذکر ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ.[3]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عمامہ شریف باندھتے تو اُس کا شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان رکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض وصال کے ایام میں سر پر زرد صافہ باندھنا ثابت ہے:

عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم، فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، وَعَلَى رَأْسِهِ عِصَابَةٌ صَفْرَاءُ. فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ. فَقَالَ: يَا فَضْلُ. قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: اشْدُدْ بِهَذِهِ الْعِصَابَةِ رَأْسِي. قَالَ: فَفَعَلْتُ. ثُمَّ قَعَدَ فَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى مَنْكِبَيَّ ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ فِي الْمَسْجِدِ.[4]

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وصال کے ایام میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر زرد رنگ کا صافہ تھا۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فضل! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِس صافہ سے میرا سر کس کر باندھ دو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھے اور اپنے دونوں دست مبارک میرے کندھوں پر رکھ کر کھڑے ہوئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے۔

زعفران سے رنگا ہوا عمامہ شریف باندھنا بھی ثابت ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ رضی الله عنه، قَالَ: رَأَيْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم ثَوْبَيْنِ، مَصْبُوغَيْنِ

---

[1] مسلم: ۱۳۵۹، ابوداؤد: ۴۰۷۷، نسائی: ۵۳۴۶، ابن ماجہ: ۱۱۰۴

[2] مسلم: ۱۳۵۸، مسند احمد بن حنبل: ۱۴۹۴۷، ابوداؤد: ۴۰۷۶، نسائی: ۲۸۶۹، ابن ماجہ ۲۸۲۲

[3] ترمذی، بیہقی

[4] ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ابن عساکر، تاریخ دمشق

بِزَعْفَرَانٍ وَرِدَاءٍ وَعِمَامَةٍ۔[1]

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اَطہر پر زعفران میں رنگے ہوئے دو کپڑے، چادر اور عمامہ مبارک دیکھے۔

عمامہ شریف باندھنے کا طریقہ مبارک بھی بیان کیا گیا ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: كَانَ يُدِيْرُ الْعِمَامَةَ عَلٰى رَأْسِهٖ وَيَغْرِزُهَا مِنْ وَرَائِهٖ وَيُرْسِلُ لَهَا ذُؤَابَةً بَيْنَ كَتِفَيْهِ۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامہ شریف باندھتے ہوئے اُسے گولائی میں سرِ اقدس کے گرد لپیٹتے اور آخری حصہ کو سرِ اقدس کی پچھلی جانب اُڑس لیتے اور ایک کنارہ دونوں مبارک کندھوں کے درمیان لٹکائے رکھتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹوپی مبارک بھی پہنی جس کا ذکر روایات میں موجود ہے:

عَنْ أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَلَنْسُوَةٌ شَامِيَةٌ بَيْضَاءُ۔[3]

امام اعظم ابوحنیفہ بواسطہ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک سفید شامی ٹوپی مبارک تھی۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يَلْبَسُ قَلَنْسُوَةً بَيْضَاءَ۔[4]

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید ٹوپی مبارک پہنا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ تر سیاہ اور سفید عمامہ شریف اور ٹوپی مبارک کا استعمال فرمایا لیکن کسی رنگ کا عمامہ باندھنے سے منع نہیں فرمایا، لہٰذا شخصیت کے مطابق جو رنگ خوبصورت لگے اُسی رنگ کا عمامہ باندھ سکتے ہیں۔

عمامہ کی لمبائی ضرورت کے مطابق رکھ سکتے ہیں کوئی شرعی قید نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمامہ باندھنے کا کوئی طریقہ مختص نہیں فرمایا، لہٰذا جو مناسب ہو وہ طریقہ اپنا سکتے۔

عمامہ پر نقش وغیرہ کی ممانعت نہیں ہے لیکن شخصیت کے مطابق خوبصورت لگنا چاہیے۔

عمامہ کے لئے کوئی رنگ ناپسندیدہ نہیں لیکن جس رنگ کا بھی عمامہ پہنا جائے باوقار ہونا چاہیے۔

---

[1] المستدرک علی الصحیحین: ۱۵/۶۳، طبقات ابن سعد

[2] بیہقی، ابن عساکر، تاریخ دمشق

[3] جامع المسانید لا - ابی حنیفہ ۱/۱۹۸

[4] شعب الایمان، مجمع الزوائد

زعفران سے رنگا ہوا عمامہ پہننا سنت سے ثابت ہے لیکن پہلے بھی بیان کر دیا ہے کہ کسی رنگ کی قید نہیں ہے۔
حضور ﷺ نے عمامہ شریف باندھنے کا جو طریقہ اپنایا وہ ہم نے مذکورہ بالا میں نقل کر دیا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی طریقہ مسلمانوں کے لئے خاص نہیں کیا، لہٰذا ہمارے لئے کوئی طریقہ مخصوص نہیں ہے مگر یہ ہوسکتا ہے کہ غیر مسلم کسی طریقہ کو اپنے لئے خاص کر لیں یعنی اس طرز کا عمامہ دیکھتے ہی لوگ سمجھیں کہ یہ فلاں مذہب کا شخص ہے تو ایسی صورت میں مسلمانوں کو چاہیے کہ اس امتیازی طریقہ کار سے پرہیز کریں۔ مسلکی بنیاد پر عمامہ کی کوئی تقسیم نہیں ہے۔
پگڑی باندھنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور پگڑی نہ باندھنا بھی آپ ﷺ سے منقول ہے اگر پگڑی باندھ کر نماز پڑھی جائے بلکہ نماز جمعہ میں سمولیت اختیار کی جائے تو بڑی فضلیت کی بات ہے۔ بعض مساجد میں ائمہ کرام پر یہ ضروری قرار دیا جارہا ہے کہ پگڑی باندھ کر امامت کرائیں یہ اصرار قابل ترک ہے۔
غدیر خم مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع سے واپسی پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور اس میں کتاب اللہ کے بعد اپنی عترت کے بارے میں وصیت فرمائی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا تھا من کنت مولاہ فعلی مولاہ جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے۔
تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابن ابو طالب ! آپ کو مبارک ہو آپ نے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کا ولی بن کر صبح وشام کی ہے۔
علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ اور الصارم المسلول میں اس حدیث موالاۃ پر کلام کیا ہے۔
جبکہ علامہ جلال الدین سیوطی اس حدیث کو متواتر کہتے ہیں۔
بہر حال یہ روایت درجہ حسن سے کم میں نہیں ہے موسوعتہ اطراف الحدیث النبوی میں اس روایت کو انتیس کتب حدیث سے تقریباً ڈیڑھ صد حوالہ جات سے نقل فرمایا ہے۔

ملائکہ اکثر پگڑیوں میں ہوتے

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) رأيت أكثر من رأيت من الملائكة متعممين.
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے جن فرشتوں کو دیکھا ہے ان میں اکثر کو پگڑیوں میں دیکھا ہے۔

پگڑی فرشتوں کا نشان ہے

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) عليكم بالعمائم فإنها سيما الملائكة.

---

[1] ابن عساکر، تاریخ دمشق، ابن عساکر ۶ / ۲۳۲، کنز العمال: ۴۲۸۹۳

وارخوا لها خلق ظهور كم.[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر ضروری ہے کہ پگڑیاں باندھا کرو کیونکہ یہ فرشتوں کا نشان ہیں اور ان کو اپنی پشت پر ڈھیلا چھوڑ دیا کرو۔

اس حدیث کی شرح کے لئے پچھلے صفحات ملاحظہ فرمائیں۔

گھوڑے اللہ کے دوستوں کے فرمانبردار ہیں

عن ابن عباس قال: لما أراد الله أن يخلق الخيل قال للريح الجنوبي: إني خالق منك خلقا عزا لأوليائي ومذلة لأعدائي وجمالا لأهل طاعتي قالت: اخلق فقبض منها فرسا. فقال: سميتك فرسا. قالت الملائكة: فما ذا لنا؟ فخلق للملائكة خيلا بلقا لها اعناق كأعناق البخت أمدها من شاء من أنبيائه ورسله.[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ست روایت ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنوبی ہوا سے فرمایا میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہوں جو میرے دوستوں کے لئے عزت کا باعث ہوگی، میرے دشمنوں کے لئے ذلت کا باعث ہوگی اور میرے فرمانبرداروں کے لئے زینت کا سامان ہوگی۔ تو اس نے عرض کیا آپ پیدا کرلیں تو اللہ تعالیٰ نے اس سے گھوڑے کو پیدا کیا اور فرمایا میں نے تیرا نام "فرس" (گھوڑا) رکھا ہے۔ تو فرشتوں نے عرض کیا آپ نے ہمارے لئے کیا پیدا کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سیاہ سفید نشان والا گھوڑا پیدا فرمایا جس کی گردن بڑے اونٹ کی گردن کی طرح تھی اس قسم کے گھوڑوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے جن انبیاء اور رسولوں کی مدد کرنا چاہی مدد فرمائی۔

جنگ بدر میں فرشتوں کے عمامے

عن عروة قال: نزلت الملائكة يوم بدر علىخيل بلق عليهم عمائم صفر.[3]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جو فرشتے جنگ بدر میں نازل ہوئے تھے وہ سیاہ سفید نشانات کے گھوڑوں پر سوار تھے اور پیلے رنگ کے عمامے (پگڑیاں) باندھے ہوئے تھے۔

---

[1] السلسلة الضعيفة: ٦٦٩، وذكره اللباني وقال: منكر، الطبراني في الكبير، الحاوي للفتاوى ١/ ٤٧٠، اللآلي المصنوعة ٢/ ١٤٠، تذكرة الموضوعات ص ٢٥٥، الطبراني في الكبير ٣/ ٢٠١/ ١

[2] ابوالشیخ

[3] عبدالرزاق، عبد بن حمید

مریض سے متعلقہ فرشتے

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) ما مرض مسلم قط إلا وكل الله له ملكين من ملائكته لا يفارقانه حتى يقضي الله فيه بإحدى الحسنيين؛ إما بموت وإما بحياة. فإذا قال له العواد: كيف تجدك؛ قال: أحمد الله أجدني والله بخير، قال له الملكان: أبشر بدم هو خير من دمك وبصحة هي خير من صحتك. فإذا قال له العواد: كيف تجدك؛ قال: أجدني مجهودا مكروبا في بلاء قال له الملكان: أبشر بدم هو شر من دمك وبلاء هو أطول من بلائك۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی مسلمان بھی بیمار نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ دو فرشتے اس کے سپرد کر دیتا ہے جو اس سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق دو اچھائیوں میں سے ایک کا فیصلہ فرما دے (یعنی) موت کا یا زندگی کا۔ پس جب کوئی عیادت کرنے والا مریض سے کہتا ہے تیرا کیا حال ہے؟ تو وہ کہتا ہے الحمد اللہ میں اپنے آپ کو قسم بخدا بہتر پاتا ہوں تو فرشتے اسے کہتے ہیں اس خون کے بدلہ میں خوش ہو جا جو تیرے خون سے بہتر ہے اور تجھے صحت کی خوشخبری ہو جو تیری (اس) صحت سے بہتر ہوگی۔ اور جب مریض سے عیادت کرنے والا پوچھتا ہے (تیرا کیا حال ہے) تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ (اور) وہ جواب دیتا ہے میں اپنے آپ کو مرض کی مشقت میں دکھیا پاتا ہوں تو اسے فرشتے کہتے ہیں خوش ہو جا تیرے لئے ایسا خون ہے جو تیرے (موجودہ) خون سے بدترین ہے اور ایک مصیبت ہے جو تیری (اس) مصیبت سے زیادہ طویل ہے۔

صبر کا لغوی معنیٰ ہے

کسی خوشی، مصیبت، غم اور پریشانی وغیرہ کے وقت میں خود کو قابو میں رکھنا

صبر کا شرعی مفہوم ہے

کسی خوشی، مصیبت، غم اور پریشانی وغیرہ کے وقت میں خود کو قابو میں رکھتے ہوئے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی مقرر کردہ حدود میں رہنا

عربی لغت میں صبر کا معنی برداشت سے کام لینے۔ خود کو کسی بات سے روکنے اور باز رکھنے کے ہیں۔ جبکہ شکر کے معانی عربی لغت میں اظہارِ احسان مندی، جذبہ سپاس گزاری کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں صبر کا مفہوم یہ ہے کہ نفسانی خواہشات کو عقل پر غالب نہ آنے دیا جائے اور شرعی حدود سے تجاوز نہ کیا جائے۔ صبر کے عمل میں ارادے کی مضبوطی اور عزم کی پختگی ضروری ہے۔ بے کسی، مجبوری اور لاچاری کی حالت میں کچھ نہ کر سکنا اور رو کر کسی تکلیف و مصیبت کو برداشت کر لینا ہرگز

---

[1] شعب الایمان للبیہقی

صبر نہیں ہے بلکہ صبر کا تانا بانا استقلال و ثابت قدمی سے قائم رہتا ہے۔ اس وصف کو قائم رکھنا ہی صبر ہے۔ مسلمان کی پوری زندگی صبر و شکر سے عبارت ہے۔ دین اسلام کی ہر بات صبر و شکر کے دائرے میں آجاتی ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے صبر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

أُولَئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝[1]

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا اجر دوبار دیا جائے گا اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا اور وہ برائی کو بھلائی کے ذریعے دفع کرتے ہیں اور اس عطا میں سے جو ہم نے انہیں بخشی خرچ کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے دیگر نیک اعمال کے مقابلہ میں صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر عطا فرمائے گا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر، 10:39)

''(محبوب میری طرف سے) فرما دیجئے: اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے جو اس دنیا میں صاحبانِ احسان ہوئے، بہترین صلہ ہے، اور اللہ کی سرزمین کشادہ ہے، بلاشبہ صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بے حساب انداز سے پورا کیا جائے گا۝''

شکر اخلاق، اعمال اور عبادات کا بنیادی جزو ہے۔ جذبہ شکر کے بغیر تمام اعمال و عبادات بے معنی ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں شکر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

مَّا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ۝[2]

''اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لے آؤ، اور اللہ (ہر حق کا) قدر شناس ہے (ہر عمل کا) خوب جاننے والا ہے۝''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ شکر کو ملا کر ذکر کیا اور ان دونوں کو رفع عذاب کا باعث قرار دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو کثرت سے قیام فرماتے اور عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ کثرتِ قیام کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک پاؤں سوج جاتے۔ آپ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ تو اللہ تعالیٰ کے محبوب اور برگزیدہ بندے ہیں پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔''[3]

حضرت مغیرہ بن عامر سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''صبر نصف ایمان ہے، اور شکر نصف

---

[1] القصص، 54:28

[2] النساء، 147:4

[3] صحیح مسلم

ایمان اور یقین کامل ایمان ہے۔"
یعنی یقین دونوں کی اصل ہے اور یہ دونوں اس کے پھل ہیں۔
اگر کوئی دکھ کی حالت میں بھی صبر کرے اور اللہ کی تعریف کا کلمہ زبان سے نکالے تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ صحت اور سلامتی عطاء فرماتے ہیں اور جو بے صبری کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شکایت کرتا ہے اس کی مرض بڑھ جاتی ہے اور دکھ بھی طویل ہو جاتا ہے۔
مسلمان کیلئے موت اللہ تعالی سے ملاقات کا ذریعہ ہے جس کی وجہ سے ایک حدیث مبارک میں فرمایا گیا ہے کہ مومن کیلئے موت تحفہ ہے اس لئے اگر اللہ تعالی نے مسلمان کیلئے موت کا فیصلہ فرمایا تو یہ بھی اس کیلئے خیر ہے۔ اور زندگی کا فیصلہ بھی مومن کیلئے خیر ہے کیونکہ فطرت انسانی زندگی کی طلبگار ہے، اور زندگی کی طوالت سے مسلمان کو اعمال خیر کا مزید موقع مل جاتا ہے۔
ایک حدیث میں مذکورہ روایت کی مختصر طور پر کچھ تفصیل بھی موجود ہے جس کا علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ذیل میں ذکر فرمایا ہے۔

مریض کی عیادت

عن عطاء بن يسار أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:) إذا مرض العبد بعث الله إليه ملكين، فيقول: انظرا ما يقول لعواده. فإن هو إذا جاؤوه حمد الله وأثنى عليه رفعا إلى الله عز وجل وهو أعلم - فيقول: لعبدي عليّ إن توفيته أن أدخله الجنة وإن أنا شفيته أن أبدله لحما خيرا من لحمه ودما خيرا من دمه، وأن أكفر عنه سيئاته۔[1]

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی انسان بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس دو فرشتے بھیج دیتے ہیں اور فرماتے ہیں اس کی نگرانی کرو یہ اپنے عیادت کرنے والوں کو کیا جواب دیتا ہے۔ پس جب وہ اس کے پاس آتے ہیں اور یہ اللہ کی تعریف اور اسکی ثناء بیان کرتا ہے تو یہ فرشتے اس کی رپورٹ لے کر اللہ تعالی کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں تو اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں میرے (اس) بندے کے لئے انعام (یہ) ہے کہ اگر میں نے اسے وفات دی تو اسے جنت میں داخل کر دوں گا اور اگر شفا بخشی تو اسکے گوشت

---

[1] اتحاف السادة المتقين ٦/ ٢٩٦، ٩/ ٥٢٥ و ٥٣٧، وذكره الزبيدي، وقال، قال العراقي، رواه مالك في الموطا مرسلا من حديث عطاء بن يسار ووصله ابن عبد البر في التمهيد من روايته عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه، التحائف السنية ص ١١٦، كنز العمال رقم ٦٧٠٤، جمع الجوامع: ٢٦٥١، امالي الشجري ٢/ ٣٠٩، اللالي ء ٢/ ٢١٢، لسان الميزان ٢/ ٦٩٠، السلسلة الصحيحة ٣/ ١٤٦، الاحكام النبوية في الصناعات الطبية ١/ ١٣١، مجمع الزوائد ٨/ ٥٧، وذكر الهيثمي بلفظه وقال رواه الطبراني في الكبير والاوسط وفيه عطاء بن السائب وقد اختلط طب ابن السني، جمع الجوامع ٢١٩٩، كنز العمال ٢٥٥٢١

کو بہتر گوشت میں تبدیل کروں گا اور اس کے خون کو بہتر خون سے تبدیل کردوں گا اور اس کے گناہ بھی مٹادوں گا۔

عن عطاء بن یسار عن أبي سعید الخدری موصولا به[1]

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث موصولا روایت کی ہے۔

درس حدیث :۔ چونکہ حضرت عطاء بن یسار تابعی ہیں اس لئے یہ روایت مرسل ہے علامہ سیوطیؒ نے اس کے بعد امام بیہقی کی شعب الایمان کے حوالہ سے حضرت عطاء کے بعد حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا طریق بیان کر کے اس روایت کا موصول ہونا بھی واضح فرمادیا ہے۔

چھینک کا جواب

عن إبن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال:) إذا عطس أحدکم فقال: الحمد لله، قالت الملائکة: رب العالمین، فإذا قال: رب العالمین، قالت الملائکة: رحمك الله[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی چھینکتا ہے اور الحمد للہ کہتا ہے تو فرشتے ''رب العالمین'' کہتے ہیں اور جب چھینکنے والا (الحمد للہ کو) رب العالمین (سمیت) کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں رحمك الله (اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمائے)۔

عن ابن عباس قال: إن الملائکة یحضرون أحدکم إذا عطس فإذا قال: الحمد لله، قالت الملائکة: رب العالمین، فإذا قال: رب العالمین، قالت الملائکة: یرحمك الله۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں جب تم میں سے کسی کو چھینکتا ہے تو تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتے آتے ہیں تو وہ کہتا ہے ''الحمد لله'' تو فرشتے کہتے ہیں ''رب العالمین'' تو جب چھینکنے والا (الحمد لله) ''رب العالمین'' کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں ''یرحمك الله'' (اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرماتا ہے)

چھینک آنے اور اس کے جواب کے متعلق احادیث کریمہ

حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ہم لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا ہمیں مریض کی عیادت کرنے، جنازے کے پیچھے چلنے، چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینے، دعوت کرنے والے کی دعوت کو قبول کرنے، سلام کا جواب دینے اور مظلوم کی مدد اور قسم کو پورا کرنے کا حکم دیا اور سات

---

[1] شعب الایمان للبیہقی

[2] طبرانی، ابن السنی

[3] شعب الایمان للبیہقی

چیزوں سے منع کیا سونے کی انگوٹھی یا سونے کا چھلا (راوی کو شک ہے) حریر، دیباج، سندس (دیباج سے باریک ریشمی کپڑا) اور میاثر (ریشمی زین) (سے منع فرمایا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص چھینکے تو الحمد للہ کہے اور اس کا بھائی یا ساتھی یرحمک اللہ کہے تو اور جب اس نے یَرْحَمُکَ اللہُ کہا (تو چھینکنے والا) یَھْدِیکُمُ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ بالکم (یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت کرے اور تمہارے دل کی اصلاح کرے) کہے۔[1]

حضرت ایاس بن سلمہ رضی اللہ عنہما بن الاکوع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعا دی اور فرمایا (یرحمک اللہ) اللہ تجھ پر رحم فرمائے اس نے پھر چھینک ماری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے زکام ہے۔[2]

پہلی بار چھینک کا جواب دینا لازم ہے اس کے بعد نہیں جیسے صحیح مسلم سے بھی اشارہ ملتا ہے۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دو آدمیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینک آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی چھینک کا جواب دیا لیکن دوسرے کی چھینک کا جواب نہیں دیا۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اس کی چھینک کا جواب دیا لیکن میری چھینک کا جواب نہیں دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے الحمد للہ کہا اور تو نے نہیں کہا۔[4]

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر چھینکتے اس امید پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یَرْحَمُکُمُ اللہُ کہیں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یَھْدِیکُمُ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ کہتے۔[5]

اپنی چھینک پر فرشتوں کا جواب اور دعا لینے کے لئے پورا ''الحمد للہ رب العالمین'' پڑھا جائے۔

شیطان فرشتوں کی باتیں چراتے ہیں

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن الاملائكة تنزل فى العنان - وهوالسحاب - فتذكر الأمر قضى فى السماء، فتسترق الشياطين السمع فتسمعه فتوحيه إلى الكهان فيكذبون معها مائة كذبة من عند أنفسهم.[6]

---

[1] صحیح بخاری

[2] سنن ابوداؤد

[3] صحیح مسلم

[4] صحیح بخاری

[5] سنن ابی داؤد

[6] البخاری ۴/ ۱۳۵، ورواہ بلفظ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا، مشکاۃ المصابیح ۴۵۹۴، جمع الجوامع ۵۹۲۹، کنز العمال ۱۷۶۷۳، تفسیر القرطبی ۷/ ۶۰، تفسیر الطبری ۲۳/ ۲۶، تفسیر البغوی ۴/ ۶۰

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے جب بادلوں میں اترتے ہیں تو آسمان میں جس امر کا فیصلہ کیا گیا ہوتا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہیں جس کو شیاطین چوری چھپے سن لیتے ہیں اور کاہنوں (جادوگروں اور نجومیوں وغیرہ) کو آکر بتلاتے ہیں تو جادوگر اور نجومی اس کے ساتھ اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر (آگے) بیان کر دیتے ہیں۔ تو انہوں نے اس (ایک سچ) کے ساتھ سو جھوٹ بھی اپنی طرف سے ملائے ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث کی تائید میں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے بارے میں پوچھا (کہ ان کی بتائی ہوئی باتوں پر اعتماد کیا جا سکتا ہے یا نہیں) تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ وہ کچھ نہیں ہیں یعنی وہ جن باتوں کا دعوی کرتے ہیں وہ بے بنیاد ہوتی ہیں اس لئے ان کی بتائی ہوئی باتوں پر اعتماد بھروسہ مت کرو۔ ''لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بعض دفعہ وہ ایسی بات بتاتے ہیں یا ایسی خبر دیتے ہیں۔ جو سچ ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بات حق ہوتی ہے جس کو جن (یعنی شیطان) اچک لیتا ہے اور اپنے دوست (کاہن) کے کان میں اس طرح ڈال دیتا ہے۔ جس طرح مرغ کوئی دوسرے مرغ کو دانہ لینے کے لئے بلاتا ہے پھر وہ کاہن اس بات میں سو سے زیادہ جھوٹی باتیں ملا دیتے ہیں۔[1]

''وہ بات حق ہوتی ہے جس کو جن اچک لیتا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ کاہنوں کی جو باتیں یا بعض چیزیں صحیح ثابت ہوتی ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب ذات حق جل مجدہ سے کوئی حکم بذریعہ وحی فرشتوں تک آتا ہے یا لوح محفوظ کی کوئی بات فرشتوں پر منکشف ہوتی ہے تو کسی طرح سے جنات و شیاطین ان فرشتوں سے اس بات یا حکم کو سن لیتے ہیں اور اس کو ان لوگوں کے کان میں پھونک دیتے ہیں جو ان جنات اور شیاطین کے پیروکار ہوتے ہیں (یعنی وہ کاہن) اور پھر وہ کاہن اس ایک بات میں سینکڑوں جھوٹی باتیں ملا کر لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں۔

بعض حضرات نے لفظ ''یقرھا فی اذن ولیہ قر الدجاجۃ'' کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ جس طرح مرغ اپنی مرغی سے جفتی کے وقت اس طرح منی ڈالتا ہے کہ کسی آدمی کو معلوم نہیں ہوتا اسی طرح وہ جن اس آسمانی بات کو اپنے پیروکار کے کان میں اس طور سے ڈالتا ہے کہ اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کو اس کا علم نہیں ہوتا

فرشتوں کے ہاتھ میں انسان کے سر کی ذلت اور بلندی کی لگام

عن ابن عباس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:) ما من آدمی إلا فی رأسہ حکمۃ بید

[1] بخاری و مسلم

ملك، فإذا تواضع قيل للملك ارفع حكمتك، وإذا تكبر قيل للملك: ضع حكمتك.[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر آدمی کے سر میں (مخفی طور پر ایک) لگام ہے جسے ایک فرشتے نے پکڑا ہوا ہے جب انسان تواضع کرتا ہے تو اس کو حکم ہوتا ہے اس کی لگام کو بلند کردے، اور جب تکبر کرتا ہے تو اسے حکم ہوتا ہے اس کی لگام پست کردے۔

وأخرج البزار والبيهقي في الشعب من حديث أبي هريرة مثله

بزار اور شعب الایمان للبیہقی میں اس حدیث کی مثل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث مروی ہے

درس حدیث:۔ اگر کوئی تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو عظمت عطا فرماتے ہیں اور جو کوئی تکبر اور بڑائی دکھلاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیچا کر دیتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ لگام کا بلند کرنا یا پست کرنا عظمت اور ذلت کے معنی میں ہے۔

فرشتوں کی آمین

عن جمانة الباهلي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لما أذن الله لموسى في الدعاء على فرعون أمنت الملائكة۔[2]

حضرت جمانہ باہلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے لئے بددعا کرنے کی اجازت عطاء فرمائی تو فرشتوں نے آمین کہی تھی۔

ساتویں آسمان کے ایک فرشتے کی منادی

عن أبي هريرة قال: إن عن يمين العرش مناديا ينادي في السماء السابعة: اللهم أعط منفقا خلفا وعجل لممسك تلفا۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ عرش کے دائیں جانب ایک فرشتہ ساتویں آسمان پر ہے یہ دعا کرتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو باقی رہنے والا (مال) خوب دے۔ اور روکنے والے (بخیل اور صدقہ خیرات نہ کرنے والے) کو ضائع ہونے والا ذخیرہ عطا فرما۔

---

[1]۔ الدر المنثور ۲۴۴/۱۴ وعزاه السيوطى للبيهقى عن ابى هريرة وفيه (فان تواضع قيل للملك ارفع حكمته، وان ارتفع قيل للملك ضع حكمته، مجمع الزوائد ۸/ ۸۲، السلسلة الصحيحة: ۵۳۸، الترغيب والترهيب ۳/۵۶۱، اتحاف السادة المتقين ۸/ ۳۵۱ و ۳۵۴

[2]۔ كنز العمال ۱۰۶۶۵، وعزاه السيوطى لابى الفتح الازدى فى الصحابة وابى موسىٰ فى الذيل عن جمانة الباهلى ـ ـ ـ والحديث له زيادة طويلة

[3]۔ مكارم الاخلاق للخرائطى

اللہ تعالیٰ کے محبوب سے فرشتے بھی محبت رکھتے ہیں

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أحب الله عبدا قذف حبه في قلوب الملائكة وإذا أبغض عبدا قذف بغضه في قلوب الملائكة ثم يقذفه في قلوب الآدميين.[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ جس کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو اس کی محبت فرشتوں کے دلوں میں پیوست کر دیتے ہیں، اور جب کسی بندے سے بغض رکھتے ہیں تو اس کا بغض فرشتوں کے دلوں میں پیوست کر دیتے ہیں پھر اس کا بغض انسانوں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں۔

سب سے زیادہ برکت والا فرشتہ

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا ولدت الجارية بعث الله إليها ملكا يزف البركة زفا، يقول ضعيفة خرجت من ضعيفة، القيم عليها معان إلى يوم القيامة، وإذا ولد الغلام بعث الله إليه ملكا من السماء فقبل بين عينيه وقال: الله يقرئك السلام.[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتے ہیں جو اس پر بہت زیادہ برکت اتارتا اور کہتا ہے کمزور ہے کمزور سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کی کفالت کرنے والے کی قیامت تک معاونت کی جاتی ہے، اور جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف آسمان سے ایک فرشتہ بھیجتے ہیں جو اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا ہے اور کہتا ہے "اللہ تعالیٰ تجھے سلام کہتے ہیں"

بیٹی کی پیدائش

عن نبيط بن شريط قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا ولد للرجل ابنة بعث الله ملائكة يقولون: السلام عليكم أهل البيت، يكسونها بأجنحتها ويمسحون بأيديهم على رأسها ويقولون: ضعيفة خرجت من ضعيفة، القيم عليها معان إلى يوم القيامة.[3]

حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی انسان کے بیٹی

---

[1] حلیۃ الاولیاء

[2] الطبرانی فی الاوسط، کنز العمال: ۴۵۳۸۹، وعزاہ السیوطی للطیالسی عن انس رضی اللہ عنہ، جمع الجوامع ۲۷۸۴

[3] طبرانی فی الصغیر ۱/۳۰، جمع الجوامع: ۲۷۸۳، وعزاہ السیوطی للطبرانی فی الصغیر عن نبیط بن شریط، مجمع الزوائد ۸/۱۵۶، قال الھیثمی رواہ الطبرانی فی الصغیر وفیہ جماعۃ لم اعرفھم

پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس فرشتے بھیجتے ہیں جو کہتے ہیں اے گھر والوں تم پر سلامتی ہو (پھر) اس بچی کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور اس کے سر پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ضعیف ہو ضعیف سے پیدا ہوئی ہو۔ قیامت تک اس کے کفیل کی مدد کی جائے گی۔

سوتے اور جاگتے وقت فرشتے اور شیطان کی آمد

عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أوى الرجل إلى فراشه أتاه ملك وشيطان، فيقول الملك: اختم بخير ويقول الشيطان: اختم بشر فإذا ذكر الله ثم نام ذهب الشيطان وبات يكلأه الملك، فإذا استيقظ ابتدره ملك وشيطان قال الملك: افتح بخير وقال الشيطان: افتح بشر۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی آدمی اپنے بستر پر سونے لگتا ہے تو اس کے پاس ایک فرشتہ اور ایک شیطان آتا ہے۔ فرشتہ کہتا ہے (دن) خیر پر ختم کر۔ اور شیطان کہتا ہے شر پر ختم کر۔ پس جب وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا اور سو جاتا ہے تو شیطان چلا جاتا ہے اور فرشتہ ساری رات اس کی حفاظت میں لگا رہتا ہے۔ پھر جب ہی وہ بیدار ہوتا ہے تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان اس کے پاس جا پہنچتے ہیں فرشتہ کہتا ہے خیر کے ساتھ (دن کا) افتتاح کر اور شیطان کہتا ہے (دن) شرارت سے شروع کر۔

درس حدیث:۔ یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے (۱) جب آدمی سونے لگتا ہے تو اس کو دونوں مواقع میسر ہوتے ہیں اگر تو وہ اللہ تعالیٰ سے خیر و عافیت کا طالب ہوتا ہے اور شیطان مردود کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجاتا ہے تو شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور فرشتے ساری رات اس کی حفاظت کرتا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں نہیں آتا اور اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کر دیتا ہے تو شیطان کی طرف سے اس کو تکالیف پہنچتی رہتی ہیں اور طرح طرح کے برے خوابوں سے انسان کو ڈراتا ہے نیز وہ برے وسوسوں سے انسان کے ایمان کو مسلسل متزلزل کرتا رہتا ہے۔ (۲) اسی طرح جب انسان بیدار ہوتا ہے تو پھر اس کو برابر دونوں مواقع میسر ہوتے ہیں اگر تو وہ اللہ تعالیٰ کے نام سے اپنے دن کا آغاز کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے رزق حلال سے نوازتا ہے اور اس کا سارا دن پرسکون گزرتا ہے اور اگر وہ اپنے دن کا آغاز برے طور طریقوں اور شیطانی کاموں سے کرتا ہے تو اس کا سارا دن پریشان حال گزرتا ہے اور ہر لمحہ شیطان اس کو اللہ تعالیٰ کی ذکر سے غافل کر کے حرام کی طرف راغب رکھتا ہے (۳) انسان کو چاہیے کہ سوتے اور جاگتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درود شریف پڑھے اور شیطان مردود کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے۔

---

[1] موارد الظمآن ۲۳۶۲، ورواہ بنحوہ مع اختلاف فی آخرہ وزیادۃ فی الفاظ الحدیث، الترغیب والترہیب ۱/ ۴۱۵، جمع الجوامع ۱۴۲۴، وعزاہ السیوطی لحمد بن مصر فی الفضائل وابو یعلی وابن حبان والحاکم والضیاء عن جابر رضی اللہ عنہ، کنز العمال ۴۱۳۰۶

فرشتے کے ذریعے انسان کو نصیحت

عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذا استيقظ الإنسان من منامه ابتدره ملك وشيطان فيقول الملك: افتح بخير، ويقول الشيطان: افتح بشر، فإن قال: الحمد لله الذي أحيا نفسي بعد موتها، الحمد لله الذي يمسك السماء أن تقع على الأرض إلا بإذنه، والحمد لله الذي يمسك التي قضى عليها الموت ويرسل الأخرى إلى أجل مسمى، طرد الملك الشيطان وظل يكلأه۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ہی کوئی آدمی اپنی نیند سے بیدار ہوتا ہے اس کے پاس ایک فرشتہ اور ایک شیطان پہنچ جاتے ہیں، فرشتہ اسے کہتا ہے کسی نیک کام سے دن کی ابتداء کر اور شیطان کہتا ہے کسی برے کام سے دن کا افتتاح کر تو اگر وہ یہ دعا پڑھ لے۔

دن کے افتتاح کی دعا:

"والحمد لله الذي يمسك التي قضى عليها الموت ويرسل الأخرى إلى أجل مسمى"

"تمام تعریفات اسی ذات کیلئے ہیں جس نے میری روح کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا تمام تعریفات اسی ذات کی ہیں جس نے آسمان کو اپنے حکم سے زمین پر گرنے سے تھام رکھا ہے۔ سب تعریفات اسی ذات کی ہیں جو روک لیتا ہے ان جانوں کو جن پر موت کا فیصلہ فرما دیتا ہے اور باقی چھوڑ دیتا ہے دوسری جانوں کو ایک مدت مقرر تک۔

ملائکہ کا ایک دوسرے سے نیکی لکھنے میں سبقت لے جانا

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: صلى لنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوما صلاة فلما رفع راسه من الركعة قال "سمع الله لمن حمده" فقال رجل خلفه "ربنا لك الحمد كثيرا طيبا مباركا فيه" فلما انصرف النبي ﷺ قال "من المتكلم آنفا" قال الرجل "انا يارسول الله. فقال "والذي نفسي بيده لقد رايت بضعة وثلاثين ملكا يبتدرونها ايهم يكتبها اولا"۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز پڑھائی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا تو "سمع الله لمن حمده" کہا تو ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے "ربنا ولك الحمد كثيرا طيبا مباركا فيه" کہا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو پوچھا ابھی (تم میں سے یہ کلمہ) پڑھنے والا کون تھا؟ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میں نے ۳۳ سے ۳۹ کے لگ بھگ فرشتوں کو دیکھا جو

---

[1] جمع الجوامع: ۱۲۳۴، وعزاہ السیوطی لابی الشیخ فی الثواب عن جابر رضی اللہ عنہ، کنز العمال: ۷۔۲۱۳۴

[2] طبرانی۔

اس میں سبقت لے جا رہے ہے کہ سب سے پہلے اس کلمہ کو کون لکھے۔

تکبیر کا ثواب

عن ابن عمرو أن رجلا جاء، ورسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي فقال: الله أكبر الحمد لله ملء السموات والأرض، وقال أشياء لم يحفظها عطاء، فلما قضى النبي صلى الله عليه وسلم صلاته قال:) أيكم المتكلم بالكلمات؟ (قال الرجل: أنا يا رسول الله، قال:) لقد رأيت الملائكة تلقاها يبادر بعضها بعضا[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی آیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے تو اس نے تکبیر کہی اللہ اکبر الحمد اللہ ملء السموت والارض اور اس کے علاوہ اور بھی کچھ کلمات کہے جسے حضرت عطاء یاد نہ رکھ سکے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مکمل فرمائی تو پوچھا یہ کلمات کہنے والا کون تھا؟ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں تھا۔ فرمایا۔ میں نے فرشتوں کو دیکھا جنہوں نے اس کو لیا اور ایک دوسرے سے لینے میں لگے ہوئے تھے۔

چھینک کا جواب لکھنے کیلئے بارہ فرشتوں کی ایک دوسرے پر سبقت

عن عامر بن ربيعة قال: عطس رجل عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال: الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه حتى يرضى ربنا وبعد الرضى والحمد لله على كل حال، فلما صلى النبي صلى الله عليه وسلم، قال:) من صاحب الكلمات؟ (قال: أنا يا رسول الله، قال:) لقد رأيت اثنى عشر ملكا يبتدرونها أيهم يكتبها.[2]

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب چھینک ماری اور یہ کلمات پڑھے۔ "الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه حتى يرضى ربنا وبعدا الرضى والحمد لله على كل حال"۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھا لی تو پوچھا یہ کلمات کہنے والا کون تھا؟ اس نے کہا میں ہوں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا تھا جو اس میں سبقت کر رہے تھے کہ ان کو کون لکھے۔

---

[1] طبرانی

[2] بیہقی، مسند عبدالرزاق: ۳۴۰۶، ورواہ بنحوہ وعندہ لفظ ایم یسبق) غیر (ایھم یکتبھا) ولہ زیادۃ فی آخر الحدیث، کنز العمال: ۲۰۰۸۳، وذکر حدیثا فی ھذا المعنی وعزاہ للطبرانی (مسند بریدہ بن الحصیب

تجارت یا سربراہی طلب کرنا

عن ابن مسعود: إن الرجل ليطلب الأمر من التجارة أو الإمارة حتى إذ قدر عليها في نفسه ذكره الله عز وجل فوق سبع سموات فيبعث إليه ملكا: ائت عبدي هذا فاصرف عنه هذا الأمر فإني إن أيسر له هذا الأمر أدخلته به النار قال: فيصرفه عنه.[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی آدمی تجارت یا سربراہی کا معاملہ طلب کرتا ہے پھر اس پر قادر ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں سے اوپر اس کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی طرف ایک فرشتہ معبوث فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے پاس جا اور اس کام سے باز رکھ اگر میں نے اسے عطاء کر دیا تو اس کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دوں گا تو وہ اسے اس سے الگ کر دیتا ہے۔

درس نظامی:۔ اسلامی نقطہ نظر سے تجارت تمام پیشوں میں سے زیادہ عظمت وفضیلت اور درجہ ومرتبہ والا پیشہ ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ بعض روایات کے مطابق رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے صرف تجارت پر ہیں اور بعض کے مطابق رزق کے بیس دروازے ہیں جن میں سے انیس دروازے اللہ نے تجارت سے جوڑے ہیں اور اس لئے احادیث میں آتا ہے کہ سچے تاجر کا حشر صادقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا اور سچ بول کر تجارت کرنے والا عرش کے سایہ تلے ہوگا اور سب سے پہلے جنت میں جانے والا ہوگا اور تجارت تمام نبیوں میں اکثر وبیشتر کا پیشہ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''ان گھروں میں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح ایسے لوگ کرتے ہیں، جن کو کاروبار اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد، نماز کے اہتمام اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتے، وہ ایک ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی (اس نیک ارادہ اور مقصد سے) کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے اور ان کو اپنے فضل سے مزید نوازے، اللہ تعالیٰ جسے چاہیں بے شمار روزی دیتے ہیں)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی انسانوں کے خالق اور رازق ہیں اور انسانوں کی معاشی ضروریات پوری کرنے کے کفیل وضامن ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی سارے جہانوں اور تمام انسانوں کے پالنہار ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار مختلف اسلوب میں تمام مخلوق کو رزق بہم پہنچانے کا اعلان فرمایا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ عنکبوت میں نہایت ہی واضح اور جامع انداز میں ارشاد فرمایا کہ ''اور بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے، ان سب کو اور تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی روزی دیتے ہیں، وہ بڑا ہی سننے اور جاننے والے ہیں۔[2]

اور رزق رسانی کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بہت سارے وسائل و ذرائع (زراعت، تجارت، صناعت، اجرت و

---

[1] شعب الایمان للبیہقی

[2] عنکبوت ٦٠

ملازمت وغیرہ) فراہم فرمادیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اور اس زمین میں ہم نے تمہارے لئے (بے شمار) اسباب معاش مہیا کردیے ہیں''[1]

اللہ تعالیٰ نے ان اسباب معاش کی تفصیل سورۂ انعام کی دو آیتوں (انعام ۱۴۱۔۱۴۲) میں بیان کی ہے اور یہ واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں زرعی وحیوانی رزق رسانی کا بلیغ ترین انتظام فرمایا ہے اور سورہ ق (آیات ۹۔۱۱) اور سورہ رحمان (آیات ۱۱۔۱۲) اور سورہ زخرف (آیت ۳۲) میں مزید تفصیل یہ ہے کہ قسم قسم کے باغات، موسم کے مختلف غلہ و میوہ جات اور بہت سے پھلدار درخت بہترین معاش ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ہی حقیقی رزاق ہیں، حکیم و دانا ہیں اور ذرائع معاش کے بہترین نظم کرنے والے ہیں اور ہر ایک مخلوق کو اس کی ضرورت اور اپنی حکمت بالغہ کے مطابق رزق بہم پہنچانے والے ہیں۔

تجارت کی اہمیت: ان اسباب وذرائع معاش (زراعت و باغبانی، صنعت وحرفت اور تجارت و کاروبار وغیرہ) میں سے قابل ذکر ذریعہ معاش تجارت ہے، یہ پیشہ بہت ہی قابل قدر وعظمت اور بڑی فضیلت والا ہے، بعض اکابرین امت کے نزدیک تجارت کا درجہ تمام پیشوں میں اول اور افضل ہے، چنانچہ صاحب اعانۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''اسباب معاش میں سب سے زیادہ فضیلت والا پیشہ زراعت پھر تجارت ہے لیکن ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ تجارت سب سے زیادہ فضیلت والا پیشہ ہے۔''[2]

اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''یاایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات مارقنا کم'' کی تفسیر کے ذیل میں جہاد کے بعد تجارت کو ہی سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ قابل ترجیح پیشہ قرار دیا ہے کہ ''سب سے بہتر کسب وکمائی جہاد ہے، اس کے بعد تجارت کا درجہ ہے، خاص طور پر وہ تجارت جو ایک ملک سے دوسرے ملک میں یا ایک شہر سے دوسرے شہر میں مسلمانوں کی ضروریات خاص کی چیزوں کو لانے اور لے جانے کا ذریعہ ہو، اس قسم کی تجارت کرنے والا شخص اگر حصول منفعت کے ساتھ مسلمانوں کی خدمت اور ان کی حاجت روائی کی نیت بھی رکھے تو اس کی تجارت عبادت کی بھی صورت بن جائے گی۔

قرآن وحدیث میں بھی تجارت کی بڑی فضیلت اور تاکید و ترغیب بیان ہوئی ہے۔ قرآن کریم نے متعدد آیات (بقرہ ۱٦۸، جمعہ ۱۰، عنکبوت ۱۷، قصص ۷۷، جاثیہ ۱۲، مزمل ۲۰) تجارت کے ذریعہ حاصل ہونے والے مالی فائدوں کو اللہ تعالیٰ کا فضل قرار دے کر تجارت کا پیشہ اختیار کرنے کی بڑی ترغیب وتاکید کی ہے۔

ایک آیت کریمہ میں تجارت کیلئے سفر کو تہجد میں تلاوت کی تخفیف کا سبب قرار دیا گیا ہے۔[3]

---

[1]۔ اعراف ۱۰

[2]۔ اعانۃ الطالبین

[3]۔ سورہ مزمل ۲۰

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی تجارت کی بڑی قدرومنزلت وارد ہوئی ہے' ایک حدیث میں ہے کہ تجارت سب سے عمدہ ذریعہ معاش ہے

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''سب سے عمدہ و پاکیزہ (اسلامی اصول و آداب کے مطابق) تجارت کرنے والوں کا پیشہ ہے''۔[1]

نیز ایک دوسری حدیث میں تجارت کو قربت الٰہی کے حصول کا ذریعہ بتایا گیا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص مسلمانوں کے کسی شہر میں غلہ لے کر آیا اور اس دن کے بھاؤ کے مطابق اس غلہ کو بیچا تو اس شخص کو اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگا''۔[2]

اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے لئے، بال بچوں اور ماتحتوں کیلئے بقدر ضرورت، حلال و جائز ذریعہ سے مال کمانے کو آخرت میں سرخروئی اور کامیابی کا باعث قرار دیا گیا ہے

حدیث شریف کے مبارک الفاظ یہ ہیں کہ ''جو رزق حلال کمائی سے حاصل کرے تاکہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچے، بیوی بچوں کیلئے مشقت اٹھائے، پڑوسیوں کے ساتھ بھلائی چاہے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کی مانند چمک رہا ہوگا۔[3]

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ حلال کمائی کیلئے دوڑ دھوپ کرنا اور تھک کر چور اور نڈھال ہوجانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پسندیدہ اعمال ہیں اور یہ محنت و مشقت اللہ تعالیٰ کی مغفرت و بخشش کے ضامن ہیں۔

آپ ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ ''حلال کمائی کے سلسلہ میں اپنے بندہ کو تھکا ماندہ دیکھنا اللہ تعالیٰ خوب پسند فرماتے ہیں''[4]

نیز آپ ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو بندہ شام کو اپنے ہاتھ کی کمائی سے تھک کر چور ہوگیا تو اس کی مغفرت و بخشش ہوجاتی ہے''[5]

نیز حصول رزق میں سعی کوشش بعض گناہوں کی معافی و تلافی کا ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''بعض گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ صرف رزق حاصل کرنے میں فکر و اہتمام اور سعی و کوشش کرنا ہی ہے''۔[6]

اسی طرح ایک نہایت ہی اہم اثر ہے کہ رزق حلال کی طلب میں مشقت و پریشانی اور ذلت و خواری برداشت کرنا دخول

---

[1] ۔کنز الاعمال

[2] ۔ابن مردویہ

[3] ۔بیہقی شریف

[4] ۔مسند فردوس دیلمی

[5] ۔کنز العمال

[6] ۔طبرانی

جنت کا موجب ہے۔
حضرت ابواسحاق ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ "مجھے بعض اکابرامت کا یہ قول پہنچا ہے کہ "رزق حلال کی طلب میں جو ذلت وخواری سے دوچار ہوگا تو جنت میں اس کا داخل ہونا بالکل طے ہے"۔[1]
یقیناً رزق حلال کی طلب اور اس کے حصول میں سرگرداں ہونا شریعت میں مطلوب ومحمود اور مستحسن ومستحب ہے، چنانچہ قرآن کریم کی دو سورتوں[2] میں حصول رزق کا صریح حکم موجود ہے اور بہت ساری احادیث مبارکہ میں کسب معاش کی تاکید موجود ہے، ایک حدیث میں ہے کہ کسب حلال عبادت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اس نوجوان کا یہ عمل (کسب معاش میں سرگرمی) فی سبیل اللہ ہی ہے"[3]
یہ حقیقت بھی تسلیم شدہ ہے کہ تجارت تمام ذریعہ معاش میں سب سے زیادہ فضیلت اور ترجیح والا پیشہ ہے۔ قرآن کریم کی متعدد سورتوں[4] میں تجارت اور اس سے وابستہ افراد کی بڑی تعریف وتحسین کے سیاق میں تجارت کی موثر ترغیب موجود ہے نیز احادیث مبارکہ میں تجارت کی بڑی تاکید اور موثر ترغیب وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں تجارت کا پیشہ اختیار کرنے کا حکم موجود ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ "تجارت (کا پیشہ) اپناؤ کیوں کہ اس میں رزق کا نواں حصہ ہے"۔[5]
نیز تجارت کا پیشہ تمام پیشوں میں سب سے زیادہ کارآمد اور نفع بخش ذریعہ معاش ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک مرسل روایت میں منقول ہے کہ "رزق کے نو حصے تجارت میں ہیں اور دسواں حصہ جانوروں (مویشی پروری) میں ہے"۔[6]
اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "رزق کے بیس دروازے ہیں، اس میں سے انیس دروازے تجارت کیلئے ہیں"۔[7]
صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اکثر تاجر تھے: تجارت کی اسی قدر ومنزلت، عظمت وفضیلت اور تاکید وترغیب کی اثر آفرینی تھی کہ اکثر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تجارت پیشہ تھے اور تجارت ان کے درمیان قابل رشک تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "جہاد فی سبیل اللہ کے بعد اگر کسی حالت میں جان دینا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ یہ حالت ہے میں اللہ تعالیٰ کا فضل (روزی بذریعہ تجارت) تلاش کرتے ہوئے کسی پہاڑی درے سے گزر رہا ہوں اور وہاں

---

[1] اتحاف السادۃ
[2] سورہ قصص ۷۷ اور سورہ جمعہ ۱۰
[3] طبرانی
[4] نور ۳۶، ۳۸، اسراء ۶۶، نحل ۱۴، جاثیہ ۱۲، مزمل ۲۰ اور حشر ۸
[5] احیاء علوم الدین
[6] اتحاف السادۃ
[7] کنز العمال

مجھ کو موت آجائے''۔[1]

اسی طرح حضرات تابعین رحمہم اللہ کے عہد زریں میں بھی تجارت کی بڑی قدر و قیمت تھی، خود تجارت کیا کرتے تھے اور دوسروں کو تجارت کا شوق دلایا کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ''یہ بازار (تجارت کے مراکز) اللہ تعالیٰ کے عطیہ ونوازش کی جگہیں ہیں جو یہاں (عطیہ الٰہی) لینے آئے گا تو وہ پائے گا''۔[2]

اسی طرح حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ اپنے متعلقین کو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ ''اپنے بازار (تجارت کے مراکز) کو لازم پکڑ لو کیونکہ (تجارت کے ذریعہ بقدر ضرورت، جائز طریقہ سے، اچھی نیت کے ساتھ مال کما کر، لوگوں سے بے نیاز رہنا، ان کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا) بڑی عافیت میں سے ہے''۔[3]

تجارت اور تاجروں کے فضائل: تجارت تمام پیشوں میں سب سے زیادہ عظمت وفضیلت اور درجہ ومرتبہ والا پیشہ ہے اور یہ معاشرہ کے ہر عام وخاص کی ضرورت ہے اوروں کی طرح ہی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی ضرورت پر خرید وفروخت کیا کرتے تھے اور بازار بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام بازاروں میں آمد ورفت رکھتے تھے''۔[4]

نیز بکریوں کی تجارت حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''معاش کے بہترین ذریعوں میں زراعت اور بکریوں (کی افزائش) کا کام ہے اور یہ نبیوں والا کام ہے''۔[5]

حضرت زکریا اور حضرت داؤد علیہم السلام کا صنعت اور تجارت میں بڑا اونچا مقام ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ ''حضرت داؤد علیہ السلام ہر روز ایک زرہ بناتے اور اس کو چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے، اس چھ ہزار کو اس طرح صرف کرتے کہ دو ہزار تو اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے اور چار ہزار درہم بنی اسرائیل کے فقراء ومساکین میں بطور صدقہ وخیرات تقسیم کردیتے''۔ سرور عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بعثت سے پہلے شرکت پر تجارت کی ہے۔

چنانچہ حضرت سائب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ بیان کیا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاہلیت میں نبوت سے

---

[1]۔ بیہقی

[2]۔ اتحاف السادۃ

[3]۔ بیہقی

[4]۔ درمنثور ۲/۲۴۳

[5]۔ صحیح مسلم

پہلے میرے ساتھ تجارت میں شرکت کی ہے اور آپ ﷺ بہترین شریک تھے"۔[1]
اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ نے نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مضاربت یا شرکت پر تجارت کی ہے۔[2]
نیز آپ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائی ہیں۔
ایک حدیث میں آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے کہ "میں بھی اہل مکہ کی بکریاں اجرت پر چرایا کرتا تھا"۔[3]
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مزدوری کا ذکر خیر قرآن مجید میں مذکور ہے یقیناً حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے دور کے حالات اور ضروریات کے مطابق بعضوں نے صنعت وحرفت کو، بعضوں نے مویشی پروری کو اور بعضوں نے تجارت و کاروبار کو اختیار فرمایا اور اس طرح ان حضرات نے ہم اہل ایمان کے سامنے اپنا قابل اتباع نمونہ پیش فرمایا اور صنعت، اجرت اور تجارت کی اہمیت اور عظمت بیان فرمائی، خاص طور پر ہمارے پیارے نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تجارت کی بڑی ترغیب فرمائی ہے۔
ایک حدیث میں ہے کہ تجارت بہتر اور بابرکت پیشوں میں ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے سب سے بہترین اور باعث برکت ذریعہ معاش کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "انسان کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر بیع مبرور (شریعت کے اصول وآداب کے مطابق تجارت وکاروبار) سب سے بہتر اور بابرکت ذریعہ ہیں"۔[4]
نیز اچھی نیت کی بناء پر دنیا وآخرت میں اس کے بڑے فائدے ہیں اور صداقت، امانت اور دیانت پر مبنی تجارت قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے اور ان اوصاف سے متصف تاجر کو قیامت کے دن، حضرات انبیاء علیہم السلام، صدیقین رحمہم اللہ اور شہداء کرام رحمہم اللہ کی رفاقت ومعیت کی بشارت آپ ﷺ نے دی ہے کہ "راست باز اور امانتدار تاجر، حضرات انبیاء علیہم السلام، صدیقین رحمہم اللہ اور شہداء کرام کے ساتھ ہوگا"۔[5]
ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سچ بولنے والا تاجر قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ تلے ہوگا۔
آپ ﷺ نے فرمایا کہ "سچائی کے ساتھ تجارت کرنے والا قیامت کے دن عرش کے سایہ میں جگہ پائے گا"۔[6]
اسی طرح سچ بولنے والے تاجر کو سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے۔

---

[1] سنن ابوداؤد
[2] طبقات ابن سعد
[3] صحیح بخاری
[4] مسند احمد
[5] جامع ترمذی
[6] الترغیب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ "جنت میں جانے والوں میں سب سے پہلا شخص سچ بولنے والا تاجر ہے"۔[1]
زبان وعمل کے سچے تاجر کی جنت میں نرالی شان ہوگی۔ سچ بولنے والا تاجر بلا روک ٹوک جنت جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "سچائی کے ساتھ تجارت کرنے والے کو جنت جانے سے روکا نہیں جائے گا"۔[2]

سرکش بنانے والا فرشتہ

عن علی بن عثام قال: إذا أبغض الله عبدا قيض له ملكا قال: أترفه فإذا أترفه نسی التضرع والدعاء۔[3]

حضرت علی بن عِثام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بغض رکھتے ہیں تو اس پر ایک فرشتہ مقرر کردیتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس کو مال کے ذریعہ سرکش بنادے تو جب وہ اسے آسودہ حال بنا دیتا ہے تو وہ عاجزی اور دعا کرنا بھول جاتا ہے۔

درس حدیث:۔ جب اللہ تعالیٰ کسی سے ناراض ہوتا ہے تو اس پر ایک فرشتہ مقرر کردیتا ہے جو اس انسان کو مال کے ذریعے سرکش بنادیتا ہے جب انسان آسودہ حال ہوتا ہے تو وہ اسے عاجزی کرنا اور دعا کرنا بھلا دیتا ہے، یعنی انسان اپنے مال کے ذریعے سرکش بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پروا نہیں کرتا نہ انسان اپنے رب سے دعا کرتا ہے اور نہ ہی عاجزی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

مصیبت ڈالنے والے فرشتے

عن أبی أمامة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال:) إن الله عز وجل یقول للملائكة: انطلقوا إلی عبدی فصبوا علیه البلاء صبا فیأتون فیصبون علیه البلاء صبا. فیحمد الله فیرجعون فیقولون: صببنا علیه البلاء صبا كما أمرتنا. فیقول: ارجعوا فإنی أحب أن أسمع صوته[4]

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے رایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں میرے (فلاں) بندے کے پاس جاؤ اور اس پر سخت مصیبت پلٹ دو تو وہ اسکے پاس آتے ہیں اور اس پر اچھی طرح سے مصیبت ڈال دیتے ہیں تو وہ اللہ کی تعریف بیان کرتا ہے تو یہ لوٹ جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں ہم نے اس پر اچھی طرح سے مصیبت ڈال دی تھی جس طرح آپ نے ہمیں حکم دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں واپس

---

[1] کنز العمال

[2] اتحاف السادۃ

[3] بیہقی

[4] الطبرانی فی الکبیر ۸/۱۹۵، ورواہ بنحوہ عن ابی امامہ، شرح السنہ ۵/۲۳۶، اتحاف السادۃ المتقین ۵/۳۸، جمع الجوامع ۳۱۸، احیاء علوم الدین ۱/۳۰۸، امالی الشجری ۲/۲۸۲، الاتحافات السنیہ ص ۱۴۵

لوٹ جاؤ (اس سے مصیبت کو دور کر دو کیونکہ) میں پسند کرتا تھا کہ اس کی آواز سنوں۔

درس نظامی:۔ اللہ تعالی اپنے بندوں کو مصیبت میں کیوں ڈالتے ہیں حالانکہ اللہ تعالی والدین سے زیادہ شفیق ہے میرے دوستو! اللہ تعالی کو اس انسان سے بڑی محبت ہے اس لئے حدیث میں آتا ہی کہ: اگر نافرمانوں کو میری محبت کا پتہ چل جائے کہ میں ان سے کتنی محبت کرتا ہوں تو ان کے جسم کے ٹکرے ٹکرے ہو جائیں میری محبت میں تو فرمانبرداروں کے ساتھ میرا کیا معاملہ ہوگا۔ اب سوچنے والی بات یہ ہیکہ بندے سے بے انتہا محبت ہونے کے باوجود اللہ تعالی مصیبت اور تکالیف کیوں بھیجتا ہے۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا احب اللہ عبدا اصب علیہ البلاء صبا

(یعنی جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو اس پر مختلف قسم کی آزمائشیں اور تکالیف اس پر بارش کی طرح برستے ہیں)

بعض روایت میں آتا ہے کہ: فرشتے پوچھتے ہیں کہ یا اللہ یہ تو آپ کا محبوب بندہ ہے۔ آپ سے محبت کرنے والا بندہ ہے۔ تو پھر اس بندے پر اتنی آزمائشیں اور تکالیف کیوں بھیجی جارہی ہیں؟ جواب میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اس بندے کو اسی حال میں رہنے دو اس لئے کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں اس کی دعا کی اور اس کی گریہ وزاری اور آہ وبکا کی آواز سنوں۔ اللہ اکبر اس حدیث میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا کہ بعض بندوں کی آہ فغان اللہ کو بڑی پسند ہوتی ہے ان کا عاجزی سے رو رو کر اللہ سے مانگنا یہ اللہ تعالی کو اتنا پسند ہوتا ہے کہ اللہ تعالی ان کی آواز سننے کے لئے مصائب کو دیر پا کر دیتے ہیں۔ یہاں یہ بات واضح ہو جائے کہ اللہ کے محبوب بندے تو اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تحفہ سمجھتے ہیں کہ یہ میرے محبوب کی طرف سے آئے ہیں اس لئے ایک اللہ والے نے کہا) رضینا قسمت الجبار فینا (ہم اللہ کی تقسیم پر دل و جان سے راضی ہیں

فرشتے خضاب سے خوش ہوتے ہیں

عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:) اخضبوا لحاکم فإن الملائکۃ تستبشر بخضاب المؤمن۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اپنی ڈاڑھیوں کو (مہندی سے) خضاب کیا کرو کیونکہ فرشتے مومن کے خضاب سے خوش ہوتے ہیں۔

درس نظامی:۔ احادیث مبارکہ میں سفید بال ختم کرنے اور سیاہ خضاب سے منع کیا گیا ہے لیکن بالوں کو رنگنے سے منع

---

[1] جمع الجوامع: ۸۳۳، وعزاہ السیوطی لابن عدی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، الاحکام النبویۃ فی الصناعۃ الطبیۃ ۲/ ۶۶

نہیں کیا گیا۔ دوسری طرف آثار صحابہ سے صحابہ کرام کا سیاہ خضاب لگانا بھی ثابت ہے۔ ان تمام احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ کی تطبیق یوں کی جائے گی جو عقل وشعور بھی تسلیم کرتا ہے کہ سفید بالوں کو تبدیل کرنے کی اجازت ہے جو مذکورہ بالا احادیث میں واضح ہے لیکن عمر کے اعتبار سے بالوں کو رنگ لگایا جائے تو پھر ٹھیک ہے۔ مثلاً ایک اسی نوے سال کا بزرگ جس کے ہاتھ پاؤں حرکت کرنے سے عاری ہوں وہ سیاہ خضاب لگائے تو اس کے لیے مناسب نہیں ہوگا یا پندرہ سے تیس سال والے مرد سرخ مہندی لگائے پھرتے ہوں تو ان کے لیے بھی یہ مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا جس کے سفید بال خوبصورت لگ رہے ہوں اس کی تو ضرورت نہیں ہے کہ ان کو تبدیل کرلے۔ لیکن جس کے سفید بال مناسب نہ لگیں تو اس کو عمر کے مطابق رنگنے چاہیں، جوان ہے تو سیاہ کرلے اور بوڑھا ہے تو سرخ مہندی وغیرہ لگالے۔

محافظ فرشتہ کی حکایت

عن عكرمة ابن خالد قال: كان رجل يتعبد فجاءه شيطان ليفتنه فازداد عبادة، فتمثل بله برجل فقال: أصحبك، فقال العابد: نعم، فصحبه فكان يتخلف عنه ويطيف به فأنزل الله ملكا فلما رآه الشيطان عرفه ولم يعرفه الإنسان، فكان إذا أمسى تخلف الشيطان فمد الملك يده نحو الشيطان فقتله، فقال الإنسان، فكان إذا أمسى تخلف الشيطان فمد الملك يده نحو الشيطان فقتله، فقال الرجل: ما رأيت كاليوم قتلته وهو من حاله في حاله، ثم انطلقا حتى نزلا قرية فأنزلوهما فضيفوهما فأخذ الملك منهم إناء من فضة، ثم انطلقا فنزلا في قرية أخرى فلم ينزلوهما ولم يضيفوهما فأعطاهم الملك الإناء من فضة، ثم انطلقا فنزلا في قرية أخرى فلم ينزلوهما ولم يضيفوهما فأعطاهم الملك الإناء فقال له: أما من ضافنا فأخذت إناءهم وأما من لم يضيفنا فأعطيته إناء الآخرين فلن تصحبني، فقال: أما الذي قتلت فإنه شيطان أراد أن يفتنك وأما الذي أخذت منهم الإناء فإنهم قوم صالحون فلم يكن ينبغي لهم، وكان هؤلاء قوما فاسقين فكانوا أحق به قال: ثم عرج إلى السماء والرجل ينظر.[1]

حضرت عکرمہ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی بہت عبادت گزار تھا اس کے پاس شیطان اسلئے آیا کہ اسے تباہ کردے لیکن اس نے اور زیادہ عبادت کرنا شروع کردی۔ تو شیطان اس کے پاس ایک آدمی کی شکل اختیار کر کے آیا اور کہا میں آپ کی صحبت می رہنا چاہتا ہوں جس کو اس عابد نے منظور کرلیا اور وہ اس طرح اس کے ساتھ رہنے لگا اور اس کی تاک میں رہتا اور اس کے اردگرد گھومتا رہتا، تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ نازل فرمایا جس کو شیطان تو پہچان گیا لیکن وہ عابد نہ پہچان سکا تو جب شام ہوئی تو شیطان اس کی تاک میں تھا کہ فرشتہ

---

[1] مصنف عبدالرزاق والایمان للبیہقی

نے اپنا ہاتھ شیطان کی طرف بڑھایا اور اسے قتل کر دیا تو اس نیک آدمی نے (فرشتہ سے) کہا میں نے آج جیسا واقعہ نہیں دیکھا تو نے اسے قتل کر ڈالا۔ حالانکہ وہ اپنے ایسے ایسے حال میں تھا، پھر دو دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ ایک بستی میں جا رکے تو بستی والوں نے ان کو بٹھلایا اور ان کی مہمانی کی۔ تو فرشتہ نے ان کا چاندی کا برتن اٹھالیا اور دونوں چل پڑے اور ایک اور بستی میں جا اترے تو انہوں نے ان کو نہ تو بیٹھنے کو جگہ دی اور نہ ان کی مہمان نوازی کی تو فرشتہ نے ان کو وہ برتن دے دیا، تو اس نیک آدمی نے فرشتہ سے کہا جو ہماری ضیافت کرتے ہیں تو ان کا برتن اٹھالیتا ہے اور جو ضیافت نہیں کرتے ان کو دوسروں کا برتن دے دیتا ہے تو ہرگز میری صحبت میں نہ رہ سکے گا۔ تو فرشتہ نے کہا وہ جس کا میں نے قتل کیا تھا وہ (شیاطین میں سے ایک) شیطان تھا جس کا یہ ارادہ تھا کہ وہ تمہیں گمراہ کرے اور وہ جن کا میں نے برتن اٹھایا تھا وہ نیک قوم تھی ان کیلئے چاندی (کے برتن) درست نہیں تھا اور یہ (جن کو برتن دیا) فاسق قوم ہے یہ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔

حضرت عکرمہ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کے بعد فرشتہ آسمان کی طرف پرواز کر گیا اور آدمی دیکھتا رہ گیا۔

انسانوں کی فرشتوں پر فضیلت

عن جابر بن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم قال:) لما خلق الله آدم وذریته قالت الملائكة: ربنا خلقتهم یأكلون ویشربون وینكحون ویركبون - وفی لفظ: ویركبون الخیل - فاجعل لهم الدنیا ولنا الآخرة فقال الله تبارك وتعالی: لا أجعل من خلقته بیدی ونفخت فیه من روحی كمن قلت له كن فكان-[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو پیدا فرمایا تو فرشتوں نے عرض کیا: اے ہمارے پروردگار! آپ نے ان کو پیدا کیا یہ کھاتے بھی ہیں پیتے بھی ہیں نکاح بھی کرتے ہیں گھوڑوں پر سوار بھی ہوتے ہیں آپ دنیا ان کیلئے مخصوص کر دیں اور آخرت ہمارے لئے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جواب ارشاد فرمایا ''جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اس کو اس (فرشتہ) جیسا نہیں کر سکتا جس کو صرف ''کُن'' کہا اور وہ (پیدا) ہو گیا۔

درس حدیث: ۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے جیسا کہ اس حدیث میں انسان کی فرشتہ پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور فرشتہ کو کن کہہ کر کہ ہو جا تو وہ ہو گیا۔ لیکن اگر انسان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہو گا تو اس سے اس کی یہ فضیلت چھین لی جائے گی اور وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جائے گا

---

[1] ۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ بن رویم انصاری رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کی کہ ''ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ۔۔۔'' پھر پوری حدیث ذکر کی، الاسماء والصفات للبیہقی، ابن عساکر، درمنثور ۴ / ۱۹۳، مشکوٰۃ المصابیح: ۵۷۳۲، کنز العمال: ۳۴۶۲۰، اتحاف السنیۃ ص ۲۵۷

اللہ تعالیٰ ہمیں انسانیت کے شرف کے ساتھ اپنی اطاعت میں تادم مرگ قائم رکھے (آمین) مذکورہ مضمون کی ایک حدیث حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے اور ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھیں

عن عبداللہ حراء مرفوعا سموا بأسماء الأنبياء، ولا تسموا بأسماء الملائكة۔[1]

حضرت عبداللہ حراء رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اپنے بچوں کے نام) حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے ناموں پر رکھو فرشتوں کے ناموں پر مت رکھو۔

عن ابن عمرو عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:) إن الملائكة قالت: يا رب أعطيت بني آدم الدنيا يأكلون فيها ويشربون ويلبسون ونحن نسبح بحمدك ولا نأكل ولا نشرب ولا نلهو فكما جعلت لهم الدنيا فاجعل لنا الآخرة. قال: لا أجعل صالح ذرية من خلقته بيدي كما قلت له كن فكان۔[2]

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں نے عرض کی اے ہمارے رب تو نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو دنیا عطا فرمائی وہ اس میں کھاتے ہیں، پیتے ہیں اور پہنتے ہیں اور ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح بیان کرتے ہیں اور ہم ایک نوالا بھی نہیں کھاتے نہ پیتے ہیں پس ان کے لئے دنیا اور ہمارے لئے آخرت مخصوص کردے۔ فرمایا میں نے کسی کو صالح ذریت نہیں بنائی تھی جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا جس طرح میں نے اس سے کہا کہ ''کن'' (ہوجا) تو وہ ہوگئی۔

عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:) إن الملائكة قالوا: ربنا خلقتنا وخلقت بني آدم فجعلتهم يأكلون الطعام ويشربون الشراب ويلبسون الثياب ويأتون النساء ويركبون الدواب وينامون ويستريحون ولم تجعل لنا من ذلك شيئا. فاجعل لهم الدنيا ولنا الآخرة. فقال الله عز وجل: لا أجعل من خلقته بيدي ونفخت فيه من روحي كمن قلت له كن فكان۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں نے عرض کی: اے ہمارے رب تو نے ہم کو پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو پیدا فرمایا۔ تو نے ان کو بنایا وہ کھانا کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں اور کپڑے پہنتے ہیں اور عورتوں کے پاس آتے ہیں اور (چوپاؤں) سواریوں

---

[1] شعب الایمان للبیہقی، ابن عساکر

[2] الدر المنثور ۴/ ۱۰۳، شعب الایمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

[3] کنز العمال ۱۷۶۱۷ ۳۴۰، ابن عساکر، از حضرت انس رضی اللہ عنہ

پر سوار ہوتے ہیں اور سوتے ہیں اور استراحت حاصل کرتے ہیں اور تو نے ہمارے لئے ان میں سے کوئی چیز نہیں بنائی، پس ان کے لئے دنیا کو بنا اور ہمارے لئے آخرت کو تو اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اس کو اس جیسا نہیں کر سکتا جس کو صرف ''کن'' کہا اور وہ پیدا ہو گیا۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عروہ بن رویم سے مرسلا روایت کیا ہے۔

فرشتے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے تھے

عن عائشة أن النبی صلی الله علیه وسلم جمع ثیابه حین دخل عثمان وقال:) ألا استحی من رجل تستحی منه الملائکة۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت اپنے کپڑے درست فرمالئے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں اس آدمی سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں''۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حیا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''ہر نبی علیہ السلام کا ایک دوست ہوتا ہے اور میرے جنت کے رفیق عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں''۔[2]

آپ رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ منبع خلائق ومرجع عبادات وسخا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ جمیع اوصاف کے مالک ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی تمام زندگی اطاعت خدا و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گزری۔ محبوب خدا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی قریبی رفقاء میں آپ رضی اللہ عنہ کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اخلاق و کردار اور عادات کے اعتبار سے نہایت نیک اور اعلیٰ کردار کے حامل تھے۔ عفت و حیا اور پاک دامنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی برائی آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی جانب مائل نہ کر سکی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت حیادار واقع ہوئے تھے ان کے حیاء کو دیکھ کر خدا کے فرشتے بھی ان سے حیا کرتے تھے چنانچہ آپ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے اپنی پنڈلی کو کپڑے سے نہ ڈھانپا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تب بھی نہ ڈھانپا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور اپنی پنڈلی مبارک کو چادر سے ڈھانپ لیا۔

---

[1] فتح الباری: ۷/ ۵۵، مسلم، کتاب الفضل الصحابہ ب ۲۶۳، شرح السنۃ ۱۴/ ۱۰۵، مسانید الجامع الکبیر ۲/ ۲۸۰، ۲۵۰، و ۵۰۴، و ۵۳۵، ۷۲۰، کنز العمال: ۱۵ و ۳۶، ۳۶۲۴۸

[2] ابن ماجہ

ملائکہ اللہ کے گواہ ہیں

عن سلمة بن الأكوع قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنتم شهداء الله في الأرض، والملائكة شهداء الله في السماء۔[1]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو اور فرشتے آسمان میں اللہ کے گواہ ہیں۔

درس حدیث :۔ امام غماری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث میں مسلمانوں کے اللہ کے گواہ ہونے کی فضلیت بھی ارشاد فرمائی گئی ہے اس کا سبب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ لایا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس میت کی بہت تعریف فرمائی اور ایک اور جنازہ لایا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی برائی بیان فرمائی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو تم نے جس میت کے بارہ میں جو گواہی دے دی اللہ تعالیٰ تمہاری گواہی کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرمائیں گے، اسی طرح اب بھی یہ حکم باقی ہے کہ اگر میت کے حق میں تعریف کریں گے وہ جنت میں جائے گی اور اگر مذمت کریں گے تو دوزخ میں جائے گی اس لئے میت کی تعریف کرنی چاہئے تا کہ اسے جنت نصیب ہو برائی نہ کی جائے۔

قاضی کے رہنما فرشتے

عن عمران بن حصين قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من قاض من قضاة المسلمين إلا ومعه ملكان يسددانه إلى الحق ما لم يرد غيره، فإذا أراد غيره وجار متعمدا تبرأ منه الملكان ووكلاه إلى نفسه۔[2]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان قاضی کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو قاضی (جج) کو حق کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ خلاف حق کا ارادہ نہ کرے اور اگر اس نے خلاف حق کا ارادہ کیا اور جان بوجھ کر ظلم اور زیادتی کی تو اس سے یہ دونوں فرشتے دور ہو جاتے ہیں اور اس کو اس نفس کے سپرد کر جاتے ہیں۔

درس حدیث :انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا ایک اہم ترین مقصد عدل وانصاف پر مبنی انسانی معاشرہ کا قیام ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف انسانوں میں اعتدال ومیانہ روی قائم کر کے دکھائی لکہ ایسی اصولی ہدایات بھی عطا فرمائیں جن پر عمل پیرا ہو کر ساری کائنات اور انسانی معاشروں میں توازن پیدا کر

---

[1] بیہقی: ۴/۷۵، الطبرانی فی الکبیر ۷/۲۵، الترغیب والترہیب ۴/۳۴۶، مجمع الزوائد ۳/۵، اتحاف السادۃ المتقین ۱/۳۷۵، کنز العمال ۴۲۷۰۸.

[2] کنز العمال: ۱۴۹۹۳

کے عدل کے تقاضوں کو پورا کیا جاسکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشک دو آدمیوں پر بھی کیا جاسکتا ہے ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور پھر وہ حق کے راستے میں بے دریغ خرچ کرے اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے دین کی حکمت کا علم دیا اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سائے میں رکھے گا جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا ان میں ایک امام عادل ہے۔

ظالم قاضی

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ ظلم وزیادتی نہ کرے اور جب وہ راہ حق سے ہٹ جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد سے ہٹ جاتا ہے اور شیطان اس کو آن پکڑتا ہے۔

حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) ایک مسلمان اور یہودی دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا جھگڑا لیکر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حق یہودی کا دیکھا تو اس کیلئے فیصلہ فرمادیا۔ تو یہودی نے کہا قسم بخدا تو رات میں یہ بات موجود ہے کہ کوئی قاضی حق کا فیصلہ نہیں کرتا مگر اس کے داہنی جانب بھی ایک فرشت ہوتا ہے اور بائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا یہ دونوں اس کو حق کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ حق کا لحاظ کرتا رہے اور جب وہ حق کو ترک کردے تو یہ دونوں فرشتے بھی اس کو چھوڑ دیتے اور (آسمان پر) چلے جاتے ہیں۔

درود شریف پڑھنے والے پر ملائکہ درود بھیجتے ہیں

عن عامر بن ربيعة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) ما من عبد يصلي علیّ إلا صلت عليه الملائكة مادام يصلي علي، فليقل العبد من ذلك أو ليكثر[1]

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے لے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجے۔ پس چاہئے کہ آدمی درود شریف کم (مقدار) میں پڑھے یا زیادہ میں۔

آخرت کا گھر بہت خوب ہے

عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) أول ثلة يدخلون الجنة فقراء المهاجرون الذين يتقى بهم المكاره إذا أمروا سمعوا وأطاعوا، وإن كانت لرجل منهم حاجة إلى

[1] ۔اتحاف السعادة المتقین ۵ / ۷ / ۴، حلیۃ الاولیاء، کنز العمال: ۲۲۰۴

السلطان لم تقض حتی یموت وھی فی صدرہ. فإن اللہ عز وجل یدعو یوم القیامۃ الجنۃ فتأتی بزخرفھا وزینتھا فیقول: أین عبادی الذین قاتلوا فی سبیلی وجاھدوا فی سبیلی؛ ادخلوا الجنۃ بغیر حساب ولا عذاب، وتأتی الملائکۃ فیسجدون فیقولون: ربنا نحن نسبحك اللیل والنھار ونقدس لك، من ھؤلاء الذین آثرتھم علینا؛ فیقول اللہ عز وجل: ھؤلاء عبادی الذی قاتلوا فی سبیلی وأوذوا فی سبیلی؛ فتدخل علیھم الملائکۃ من کل باب: (سَلامٌ عَلَیکُم بِما صَبَرتُم فَنِعمَ عُقبَی الدّار.[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی فقرائے مہاجرین کی ہوگی جو ممنوعات سے بچتے رہے، جب انہیں حکم دیا گیا انہوں نے اسے (مکمل طور پر) سنا اور (پوری پوری) اطاعت کی، اور اگر ان میں سے کسی کی کوئی ضرورت بادشاہ سے متعلق تھی تو وہ پوری نہ ہوئی یہاں تک کہ اس پر موت آگئی اور اس کی ضرورت اس کے سینے میں دھری رہ گئی، پس روز قیامت اللہ تعالیٰ جنت کو بلائیں گے تو وہ اپنے زیب وزینت سمیت حاضر ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے میرے وہ بندے کہاں ہیں جنہوں نے میری راہ میں جہاد کیا میرے راستے میں محنت اور مشقت جھیلی۔ (اللہ تعالیٰ انہیں فرمائیں گا) جنت میں بلا حساب وکتاب اور بلا عذاب داخل ہو جاؤ، تو فرشتے (اللہ کے دربار میں) حاضر ہو کر سجدہ کریں گے اور عرض گے اے ہمارے پروردگار! ہم تیری رات دن تسبیح اور تقدیس بیان کرتے ہیں یہ کون لوگ ہیں جن کو آپ نے ہم پر ترجیح دی؟ تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائیں گے یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میرے راستے میں جہاد کیا اور میرے راستے میں تکالیف میں مبتلا کئے گئے، تو فرشتے ان کے سامنے (جنت کے) ہر دروازہ سے یہ کہتے ہوئے آئیں گے" سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار "(تم پر سلامتی ہو اس کے بدلہ میں جو تم نے (مصیبتوں پر) صبر کیا سو یہ آخرت کا گھر بہت خوب ہے)

عن ابن عمرو قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:) أول من یدخل الجنۃ من خلق اللہ فقراء المھاجرین الذین تسد بھم الثغور ویتقی بھم المکارہ ویموت أحدھم وحاجتہ فی صدرہ لا یستطیع لھا قضاء. فیقول اللہ لمن یشاء من ملائکتہ: ائتوھم فحیوھم فتقول الملائکۃ: نحن سکان سمواتك وخیرتك من خلقك أفتأمرنا أن نأتی ھؤلاء فنسلم علیھم. قال: إنھم کانوا عبادا یعبدونی ولا یشرکون بی شیئا وتسد بھم الثغور ویتقی بھم المکارہ ویموت أحدھم وحاجتہ فی صدرہ لا یستطیع لھا قضاء؛ فتأتیھم الملائکۃ عند ذلك فیدخلون علیھم من کل باب: (سَلامٌ

---

[1] طبرانی، حاکم، شعب الایمان للبیہقی

عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ.[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پہلے جنت میں فقراء مہاجرین داخل ہوں گے جنہوں نے دشمنوں کے حملوں کو روکا اور جو مکروہات (ناپسندیدہ) کاموں سے بچے اور جن میں سے کوئی ایک فوت ہوا اس حال میں کہ اس کی حاجت (ضرورت) اس کے دل میں تھی اور وہ اس کو پورا کرنے کی طاقت نہ رکھتا تھا، تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں میں سے جسے چاہے گا فرمائے گا اس کے پاس جاؤ اور اس کو سلام کرو، تو فرشتے کہیں گے ہم تیرے آسمان کے رہائشی ہیں اور ہم نے تجھے تیرے مخلوق میں اختیار کی کیا تو نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کے پاس آئیں اور ان کو سلام کریں فرمایا کہ یہ وہ بندے تھے جو میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ شرک نہیں کرتے اور وہ اپنے ذریعے حملے دور کرتے ہیں اور مکروہات (ناپسندیدہ کاموں) سے بچتے ہیں اور ان میں کوئی ایک فوت ہوتا ہے اس حال میں کہ اس کے دل میں حاجت (خواہش) ہوتی ہے جس وہ پورا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے پس آتے ہیں ان کے پاس فرشتے، اور ان کے ہر دروازہ سے داخل ہوتے ہیں تم پر سلامتی ہے اس سبب جو تم نے صبر کیا پس (تمہارے لئے) بہترین ہے آخرت کا گھر۔

ایک نماز سے دوسری نماز کا انتظار کرنے والے خوش نصیب

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ فَرَجَعَ من رَجَعَ وَعَقبَ منْ عَقب فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مسرعًا قَدْ حَفَزه النَّفَس فَقَالَ اَبْشِرُوْا هٰذَا ربكُمْ قَدْ فَتَحَ بَابًا مِنْ اَبْوَابِ السَّمَآءِ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ يَقُوْلُ انْظُرُوْا اِلٰى عَبَادِيْ قَدْ قَضُوْا فَرِضَةً وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَ اُخْرٰى.[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی کچھ لوگ تو لوٹ گئے اور کچھ رہ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی جلدی تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سانس بھی چڑھ گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں بشارت ہو تمہارے رب نے آسمان کے دروازوں سے ایک دروازہ کھولا ہے اور فرشتوں کے سامنے تم پر فخر فرما رہا ہے اور فرما رہا ہے دیکھو میرے بندوں کی طرف جنہوں نے ایک فریضہ ادا کر لیا ہے اور دوسرے کی انتظار میں لگے بیٹھے ہیں۔

رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فخر

---

[1] موارد الظمآن ۲۵۶۵، اتحاف السنیۃ ص ۲۰۲، الدر المنثور ۴ / ۵۸، تفسیر ابن کثیر ۴ / ۷۳ ۳، کنز العمال ۱۶۶۳۶

[2] ابن ماجہ: ۸۰۱، ورواہ بلفظہ عن عبداللہ بن عمرو، وقال صاحب الزوائد، ھذا اسناد صحیح ورجالہ ثقات، الترغیب والترہیب ۱ / ۲۸۲، کنز العمال: ۱۸۹۲۶

عن عبادة بن الصامت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:) أتاكم شهر رمضان شهر بركة، فيه خير يغشيكم الله فينزل الرحمة ويحط فيه الخطايا ويستجيب فيه الدعاء، ينظر الله تعالى إلى تنافسكم ويباهي بكم الملائكة.[1]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس ایک برکت کا مہینہ ماہ رمضان آیا ہے اس میں خیر ہی خیر ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں (اپنی عنایتوں میں) ڈھانپ لیتا ہے، رحمت نازل فرمایا ہے، اس میں گناہ مٹایا ہے اور دعا کو قبول کرتا ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری ایک دوسرے پر سبقت کو بھی دیکھ رہا ہے اور تم پر فرشتوں کے سامنے فخر بھی کر رہا ہے۔

درس حدیث:۔ یہ حدیث مسائل ہذا پر مشتمل ہے۔(۱) رمضان کا مہینہ برکتوں والا اور خیر ہی خیر ہے (۲) اس ماہ مقدس میں اللہ تعالیٰ اپنی عنایتوں سے اہل ایمان کو ڈھانپ لیتا ہے اور ان پر رحمتوں کا نزول فرماتا ہے، گناہ معاف فرماتا ہے، دعائیں قبول فرماتا ہے (۳) اس ماہ مقدس میں اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر کرتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت وشان کے ساتھ اس امت کی شان وعظمت کو ظاہر کرتی ہے۔

اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا فخر

عن معاوية قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم على حلقة من أصحابه فقال:) ما أجلسكم؟ قالوا: جلسنا نذكر الله ونحمده على ما هدانا للإسلام ومن به علينا. قال:) ما أجلسكم إلا ذاك؟ قالوا: والله ما أجلسنا إلا ذاك قال:) أما إني لم أستحلفكم تهمة لكم ولكنه أتاني جبريل فأخبرني أن الله عز وجل يباهي بكم الملائكة.[2]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس لئے بیٹھے ہیں کہ اللہ کا ذکر کریں اور اس کی اس بات پر تعریف کریں کہ اس نے ہمیں اسلام کی طرف ہدایت فرمائی اور اس کا ہم پر احسان فرمایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں اس (کام) کے علاوہ کسی اور چیز نے نہیں بٹھلایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا میں نے تم پر الزام لگانے کیلئے حلف نہیں اٹھوایا کہ میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور بتلایا کہ اللہ عزوجل تم پر فرشتوں کے سامنے فخر فرما رہے ہیں۔

---

[1] جمع الجوامع: ۲۱۶

[2] نسائی، کتاب آداب القضاۃ ب ۳۶، ص ۲۴۹، الدرامی: ۳۹۵، ریاض الصالحین ص، ۵۲۳، احیاء علوم الدین ۱۵۹/۴، الدر المنثور ۱/۱۵۱

درس حدیث: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دین اسلام کی تعلیم وتعلم کے لئے اکٹھا ہونا اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر فرشتوں سے سامنے فخر فرماتا ہے۔

ملائکہ گواہ ہو جاؤ میں نے سب حاجیوں کو بخش دیا

عن جابر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إذا كان يوم عرفة ينزل الرب عز وجل إلى السماء الدنيا ليباهي بكم الملائكة، فيقول: انظروا إلى عبادي أتوني شعثا غبرا ضاجين من كل فج عميق أشهدكم أني قد غفرت لهم.[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب نویں ذوالحجہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ پہلے آسمان کی طرف نزول فرماتے ہیں تاکہ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کریں چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو دیکھ (کس طرح سے) میرے پاس (حج کرنے کیلئے) پراگندہ غبار آلود بلند آواز سے تلبیہ کہتے ہوئے دور دراز سے آئے ہیں تم گواہ ہو جاؤ میں نے ان سب کی مغفرت فرمادی۔

درس حدیث:۔ حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ جب حجاج کرام نویں ذی الحج کو مناسک حج میں مصروف ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق پہلے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور ملائکہ پر فخر کرتا ہے کہ دیکھو میرے بندے کس قدر پراگندہ حال، غبار آلود ہو کر میرے دربار میں حاضر ہیں اور ایک ہی آواز و انداز میں مجھے پکار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی یہ ادا اس قدر پسند آتی ہے ہے کہ ملائکہ سے فرماتا ہے کہ گواہ ہو جاؤ میں نے سب کو بخش دیا۔

نوجوان عبادت گزار کا مقام ومرتبہ

عن طلحة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن الله تعالى يباهي بالشاب العابد الملائكة، يقول: انظروا إلى عبدي ترك شهوته من أجلي، أيها الشاب أنت عندي كبعض ملائكتي.[2]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نوجوان عبادت گزار پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا اور فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندے کی طرف اس نے میری وجہ سے اپنی خواہش کو چھوڑ رکھا ہے، (پھر فرماتا ہے) اے نوجوان! تو میرے نزدیک میرے بعض فرشتوں کی مانند ہے

درس حدیث:۔ جوانی میں عبادت الٰہی کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے کیونکہ یہ عمر ایسی ہوتی ہے جس میں شیطان انسان کو

---

[1] شرح السنۃ ۷/۱۵۹، جمع الجوامع: ۲۴۶۷، الاتحافات السنیۃ ص ۱۱۰، السلسلۃ الضعیفۃ ص ۶۷۹، ابن جریر ۱/۹/۲۱۲، ابن حبان: ۱۰۰۶، مسلم: ۱۳۵۷

[2] جمع الجوامع: ۵۱۵۷، اتحاف السادۃ المتقین ۴/۱۹۳، کنز العمال: ۴۳۰۵۷

آسانی سے ورغلا سکتا ہے اور دنیا کی رنگینی دکھا کر اپنے جال میں پھنسا سکتا ہے تو اس عمر میں یاد الٰہی میں مشغول رہنے والے نوجوانوں پر اللہ تعالیٰ فخر فرماتے ہوئے فرمایا ہے ہے کہ میرے فرشتو! دیکھو میرا اپنی خواہشات سے ناطہ توڑ کر میری بارگاہ میں حاضر ہے۔ جوانی میں عبادت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض فرشتوں کی طرح ہے

میدان عرفات میں حجاج کرام پر اللہ تعالیٰ کا فخر کرنا

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله عز وجل يباهي بأهل عرفات ملائكة السماء فيقول لهم: انظروا إلى عبادي هؤلاء جاءوني شعثا غبرا[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان کے فرشتوں کے سامنے (میدان) عرفات میں موجود حجاج کرام پر فخر کرتا ہے اور ان سے فرماتا ہے میرے ان بندوں کی طرف دیکھو جو میرے پاس پراگندہ احال اور غبار آلود ہو کر کے آئے ہیں۔

حدیث نمبر ۶۷۰:۔ عن ابن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله تعالى يباهي ملائكته عشية عرفة بأهل عرفة يقول: انظروا إلى عبادي أتوني شعثا غبرا۔[2]

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں اہل عرفہ پر جو عرفہ میں رات گزرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں کی طرف دیکھو جو میرے پاس پراگندہ احال اور غبار آلود ہو کر کے آئے ہیں۔

درس حدیث: مندرجہ بالا دونوں احادیث میں حجاج کرام کے میدان عرفات میں اکٹھے ہونے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں۔ ایک ہی آواز میں ''لبیک'' کی صدا لگانے اور پراگندہ حال حالت میں فقط اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے مشقتیں برداشت کرنے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ملائکہ کے سامنے اپنے ان نیک وصالح بندوں پر فخر فرماتا ہے۔

طواف کرنے والوں کی فضیلت

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله عز وجل يباهي ملائكته بالطائفين۔[3]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں کے

---

[1]۔ الحاکم: ۱/ ۴۵۶، موارد الظمآن: ۱۰۰۷، جمع الجوامع: ۵۱۶۰، کنز العمال: ۱۲۰۷۳، الدر المنثور ۱/ ۲۲۷، اتحاف السنیۃ: ۱۳۷۔

[2]۔ جمع الجوامع، ۵۱۶۱، ۵۱۶۲، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، الدر المنثور ۱/ ۲۲۷، کنز العمال ۱۲۰۷۳، ۱۲۰۹۹

[3]۔ ابن عدی، حلیۃ الاولیاء، شعب الایمان للبیہقی

سامنے طواف کرنے والوں پر فخر فرماتے ہیں

جہاد فی سبیل کی فضیلت

عن علی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن اللہ تعالی یباھی بالمتقلد سیفہ فی سبیل اللہ ملائکتہ وھم یصلون علیہ مادام متقلدہ۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالی جہاد فی سبیل اللہ میں اپنی تلوار لٹکانے والے پر اپنے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور فرشتے اس کیلئے اس وقت تک طلب رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اس تلوار کو (اپنے گلے ہاتھ پہلو وغیرہ میں) لٹکائے رکھے۔

درس حدیث: جہاد سے مراد کسی نیک کام میں انتہائی طاقت وکوشش صرف کرنا اور ہر قسم کی تکلیف اور مشقت برداشت کرنا ہے۔ امام راغب اصفہانی جہاد کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْجِهَادُ وَالْمُجَاهَدَةُ اِسْتِفْرَاغُ الْوُسْعِ فِیْ مُدَافَعَةِ الْعَدُوِّ۔[2]

: دشمن کے مقابلہ ومدافعت میں فوراً اپنی پوری قوت وطاقت صرف کرنا جہاد کہلاتا ہے۔

جہاں دوسری جنگوں میں دنیا دار قوموں کے دل گوناگوں دنیاوی اور نجی اغراض ومقاصد سے لبریز ہوتے ہیں۔ کہیں ملک گیری کی ہوس کار پرداز ہوتی ہے، کہیں مال ودولت اکٹھا کرنے کی حرص کا غلبہ ہوتا ہے تو کہیں نام ونمود اور شہرت ونام وری کی آرزو زمزمہ پرداز ہوتی ہے وہاں مومن کا جہاد فی سبیل اللہ خالصتاً ایک للہی عمل ہے۔ مجاہد کا دل ذاتی اغراض سے پاک اور صرف رضائے الٰہی کی تمنا لیے ہوتا ہے۔ اسے نہ مال ودولت سے غرض ہوتی ہے نہ غنیمت کی آرزو، نہ جاہ وجلال کا عارضہ لاحق ہوتا ہے، نہ نام ونمود کی ہوس۔ وہ فقط کفر و باطل کے قلعے کو مسمار کرکے اور طاغوتی قوتوں کو مٹا کر خدا کی زمین پر خدا کی حکومت قائم کرنے کے لیے ہی اپنا تن من دھن کی بازی لگاتا ہے۔ وہ اس عارضی ٹھکانے کو ظلم وستم سے پاک کرنے کی تمنا میں ہی جنگ وجدل کی صعوبتوں کو لبیک کہتا ہے اور قربانیوں پر قربانیاں دیتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ یا تو جام شہادت پی کر واصل بحق ہو جاتا ہے یا فتح مند ہو کر اس خاکدان کو انوار الٰہی سے منور کر دیتا ہے۔ اللہ کے وجود پر یقین کرنا تو اس قدر مشکل نہیں۔ اللہ کی اس ساری کائنات کے ہوتے ہوئے کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ کوئی یہ باور کرلے کہ اس کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں البتہ قیامت پر یقین پیدا کرنا ایمان ہی کی دولت سے ممکن ہوسکتا ہے اور ایمان اللہ کی دین ہے جسے چاہے دے، اس میں شک نہیں کہ اس کائنات اور اس کے اصولوں کو بغور دیکھنے سے قیامت کا وجود یقینی طور پر نظر آسکتا ہے مگر یہ علم بھی اسی

---

[1] ۔ابن عساکر ۵/ ۲۵۳، تاریخ بغداد ۱۸۵۸

[2] ۔راغب الصفہانی، المفردات: 101

کو فائدہ پہنچا سکتا ہے، جس کا سینہ ایمان کی روشنی سے منور ہو۔ تاہم قیامت کا یقین ہی تو ہے جو انسان کو گناہوں سے باندھتا ہے اور نیکی پر مائل کرتا ہے اور اسی قیامت کے یقین کے سبب ایک سپاہی شہادت کی طلب میں موت کی آغوش کو اپنی بہترین پناہ تصور کرتا ہے اور ایک دانائے راز سمجھتا ہے کہ وہ خدا جس نے اس کائنات کو عدل پر پیدا کیا، یہ کیسے برداشت کرسکتا ہے کہ ہر انسان کو اپنے گناہوں اور اپنی نیکیوں کا بدلہ نہ دیا جائے اور یہ بدلہ موت کے بعد قیامت میں ہی دیا جا سکتا ہے، اس زندگی میں تو دکھ اور خوشی عمل کی بنا پر بعض اوقات نہیں حاصل ہوتے۔ بعض بدکردار دندناتے پھرتے ہیں اور بعض نیکوکار رنج ومصائب میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ''جو کوئی محنت کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے محنت کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ سارے عالم سے بے نیاز ہے''۔ (العنکبوت 6)۔ آدمی جہاد کرے یا کوئی دوسرا نیک عمل کرے، اس میں سراسر اس کی اپنی بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بہت بڑا غنی ہے اور انسان تو جہاں ایک طرف عمل کا پابند ہے دوسری طرف اللہ کے فضل کا بھی محتاج ہے اور حق بات تو یہ ہے کہ انسان کو عمل کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح ہمیں دو سبق حاصل ہوتے ہیں پہلا یہ کہ عمل کے بغیر کچھ نہیں ملتا البتہ فضل خداوندی کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہے، دوسرا یہ کہ محتاج اللہ نہیں بلکہ محتاج بندہ ہے اور جو محتاج ہوتا ہے وہ اپنی حاجت کے حصول کے لیے تگ ودو کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ساتھ فرمادیا۔ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے، ہم ان کے گناہ ان سے دور کر کے رہیں گے اور ہم ان کو ان کے اعمال کا زیادہ اچھا بدلہ دے کر رہیں گے۔ (العنکبوت 7) تو گویا کہ نیک کام کرنے سے آدمی کے گناہ بھی دھلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کا بدلہ استحقاق سے بھی زیادہ دیتے ہیں۔ ساری تجارتوں سے بہترین تجارت جہاد ہے۔ جہاد کرنے والا جہاد کے بدلے اللہ کی مغفرت اور جنت خریدتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''اے ایمان والو! میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے بچائے۔ اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے لڑو اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ وہ تمہارے گناہ بخشے گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور باغوں کے اندر ستھرے مکان ہوں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور ایک اور چیز بھی جسے تم بہت چاہتے ہو اور وہ ہے اللہ کی طرف سے مدد عنقریب اور خوشی سنا دے ایمان والوں کو، اے ایمان والو! تم اسی طرح اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔ جس طرح کہ عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا کون ہے جو اللہ کی راہ میں میری مدد کرے گا تو انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں۔[1]

جہاد کے ظاہری فائدے یا تکالیف تو ہر آدمی کو نظر آسکتے ہیں لیکن جہاد کے حقیقی فائدے باطنی ہیں جن کا تعلق

---

[1] الصف 10 تا 14

آخرت سے ہے اور جو نظر نہیں آتے مگر اس آدمی کو نظر آسکتے ہیں جس کا ایمان کامل ہو اور آخرت پر اس کا یقین ہو شریعت اسلامی کی اصطلاح میں ''دین اسلام کی اشاعت وترویج، سربلندی واعلاء اور حصول رضائے الٰہی کے لیے اپنی تمام تر جانی، مالی، جسمانی، لسانی اور ذہنی صلاحیتوں اور استعدادوں کو وقف کرنا جہاد کہلاتا ہے۔'' جہاد کے عناصر ترکیبی اور اخلاق کی اہمیت: صلح اور امن وامان اگرچہ بہترین چیزیں ہیں مگر افسوس اس بات کا ہے کہ شر پسند افراد اور شر پسند قومیں صلح جو افراد اور صلح جو قوموں کو آرام سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ صلح کے حصول کے دو ہی طریقے ہیں ایک تو یہ کہ ایک دوسرے کے آگے جھک جائے اور اس طرح فساد کا خطرہ ٹل جائے دوسرا یہ کہ صلح جو فتنہ پسند کا مقابلہ کرے۔ پہلی صورت میں فساد کا خطرہ ٹل جانا ایک مشکل امر ہے جیسا کہ دنیا کے طور طریقے بتا رہے ہیں دوسری صورت مقابلے کی ہے لیکن مقابلہ کرنے والوں میں بھی اگر ایک فریق ظاہراً کمزور اور دوسرا طاقت ور ہو تو جنگ کے ٹل جانے کا امکان بہت ہی کم ہے۔ طاقت ور کمزور کی کمزوری کے پیش نظر جنگ برپا کرنے میں جری ہوگا اس لیے چاہیے کہ حتی الوسع بڑھ کر جنگی تیاری کی جائے تاکہ طاقت ور کو حملہ کرنے کی جرات نہ ہو اور اس طرح جنگ کا خطرہ ٹل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قران حکیم میں فرمایا۔ ''اے مسلمانو! ان سے مقابلہ کے لیے جس قدر بھی تم سے ہو سکے قوت کے سامان اور پلے ہوئے مضبوط گھوڑے تیار رکھو تاکہ تمہارا رعب چھایا رہے۔ تمہیں کیا خبر تمہارے اور اللہ کے دشمن کہاں کہاں ہیں۔ (الانفال 60) اگر اللہ چاہے تو کافروں کو چشم زدن میں عذاب الٰہی سے تباہ کر کے رکھ دے لیکن جدال وقتال کا سلسلہ اس لیے مقرر کیا کہ مسلمانوں کو آزمائے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اٹھانے اور قربانیاں دینے کا موقع بہم پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''کہ جنگ کے موقعے پر کافروں کو قتل کرنے سے باک نہ کرو، ان کے بڑے بڑے شریروں کو کیفر کردار تک پہنچا دو اور ان کے جتھے توڑ دو تاکہ ان کا غرور ٹوٹے اور شاید ایمان کی طرف متوجہ ہوں۔ تمہاری قربانی ضائع نہ ہونے دی جائے گی بلکہ تمہیں طرح طرح کے انعاموں سے نوازا جائے گا لیکن جب کفار تمہارے قیدی ہو جائیں تو ان میں سے فقط ان آدمیوں کو قتل کرو جن کا جرم ایسا ہو کہ قابل معافی نہ ہو سکے یا جن کا زندہ چھوڑ دینا مزید فتنے کا باعث ہو ورنہ قیدیوں کو قتل مت کرو بلکہ یا تو انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دو یا بغیر فدیہ لیے محض احسان کر کے آزاد کر دو اور اپنے اخلاق کریمانہ سے ان کو متاثر کرو شاید کہ وہ اسلام کی خوبیوں کو سمجھیں اور کفر وشرک کو چھوڑ کر دین حق کی طرف مائل ہوں اور یہی اسلامی جہاد کا اصلی مقصود ہے''۔ اپنے نفس کی اصلاح جہاد سے مقدم ہے اور یہ تقدیم اس لیے ہے کہ جب تک آدمی آدمی نہ بن جائے اور اپنی تمام خواہشات اور شہوات کو مغلوب کر کے اللہ کا نہ ہو رہے۔ اس وقت تک وہ نہ تو جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی ٹھیک طرح سے جہاد ہی کر سکتا ہے۔ اصلاح نفس ہو جائے گی تو انسان جہاد میں نہ تو مال ودولت یا لوٹ مار کے لالچ میں نکلے گا نہ اپنی بہادری کی دھاک بٹھا کر شہرت حاصل کرنے کی غرض سے بلکہ وہ ٹھیک اپنے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی اور اس کے دین کی سربلندی کی غرض سے تلوار اٹھائے گا۔ اس

طرح اگر شہید ہوگا تو اللہ کے ہاں شہادت کا مرتبہ پائے گا اور جو غازی ہوگا تو خدا کی زمین کو ظلم وستم اور کفر و باطل سے پاک کرنے کی سعی کرے گا نیز جنگ میں جو مشکلات اور مصائب ہوتے ہیں انہیں صبر وتحمل سے برداشت کرے گا اور موت کا خوف دل میں نہ رکھے گا اور کمانڈر کا حکم دل وجان سے مانے گا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہترین سلوک کرے گا۔ اصلاح نفس سے عاری آدمی ان سب باتوں کے خلاف کرے گا اور خود اپنے لیے اور دوسروں کے لیے وبال جان بن کر اجتماعی شکست کا باعث ہوگا۔ جنگ کا فیصلہ کرنے میں جن عوامل کا قطعی ہاتھ ہے مثلاً ڈسپلن، تدبیر، شجاعت، استقامت اور جنگی مہارت۔ یہ تمام کے تمام اخلاقی قوت کا نتیجہ ہیں تعداد اور اسلحہ اگرچہ ظاہراً دو بڑے عنصر نظر آتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے اور جنگی تاریخ گواہ ہے کہ آج تک یہ دونوں عنصر کبھی بھی فیصلہ کن عنصر ثابت نہیں ہوئے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو جب یہ کہہ کر ڈرایا گیا کہ غنیم ایک بہت بڑا لشکر جرار اور بے پناہ ساز وسامان اور اسلحہ لے کے آرہا ہے تو انہوں نے نہایت اطمینان سے کہہ دیا کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور واقعی اللہ ہی کافی ثابت ہوا۔ مٹھی بھر مسلمان نہایت بے سروسامانی کی حالت میں جہاں بھی گئے وہاں فتح و کامیابی نے ان کے قدم چومے اور دشمن نے اپنا تمام ساز وسامان چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ اس لیے ہر وہ فوج جو فتح وآبرومندی کو اپنا شعار بنانا چاہے وہ اخلاقی قوتوں کو مضبوط سے مضبوط تر بناتی جائے اور اخلاقی قوتوں کا سرچشمہ دین متین ہے جس نے اللہ کے دین کو مضبوطی سے اپنایا اس نے ایک بہت بڑے اور مضبوط قلعے میں پناہ لی۔

جہاد کو مسلسل عمل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کی رو سے اس کی درج ذیل اقسام ہیں:

(۱) جہاد بالعلم (۲) جہاد بالمال (۳) جہاد بالعمل (۴) جہاد بالنفس ۵ (جہاد بالقتال

جہاد بالعلم: یہ وہ جہاد ہے جس کے ذریعے قرآن وسنت پر مبنی احکامات کا علم پھیلایا جاتا ہے تاکہ کفر وجہالت کے اندھیرے ختم ہوں اور دنیا رشد وہدایت کے نور سے معمور ہو جائے۔

جہاد بالعمل: جہاد بالعمل کا تعلق ہماری زندگی سے ہے۔ اس جہاد میں قول کی بجائے عمل اور گفتار کی بجائے کردار کی قوت سے معاشرے میں انقلاب برپا کرنا مقصود ہے۔ جہاد بالعمل ایک مسلمان کے لیے احکامِ الٰہیہ پر عمل پیرا ہونے اور اپنی زندگی کو ان احکام کے مطابق بسر کرنے کا نام ہے۔

جہاد بالمال: اپنے مال کو دین کی سربلندی کی خاطر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو جہاد بالمال کہتے ہیں۔

جہاد بالنفس: جہاد بالنفس بندۂ مومن کے لیے نفسانی خواہشات سے مسلسل اور صبر آزما جنگ کا نام ہے۔ یہ وہ مسلسل عمل ہے جو انسان کی پوری زندگی کے ایک ایک لمحے پر محیط ہے۔ شیطان براہ راست انسان پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اگر نفس کو مطیع کر لیا جائے اور اس کا تزکیہ ہو جائے تو انسان شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

جرات، شجاعت اور جوش جہاد: کوئی فوج خواہ کتنی ہی تربیت یافتہ اور بہترین ہتھیاروں سے لیس کیوں نہ

ہواور اعداد وشمار میں ریت کے ذروں سے بھی بڑھ کر کیوں نہ ہو۔ جب تک اس کے سپاہی جرات اور شجاعت کے وصف سے متصف نہ ہوں گے کامیابی کی بہت کم امید ہے۔ اس کے مقابلے میں گنتی میں کم اور ادنیٰ ہتھیاروں سے لیس فوج کے سپاہی اگر جری اور شجاع ہوں گے تو ان سے کامیابی اور کامرانی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ بہادر قومیں عموماً بہت ساری خوبیوں کی مالک ہوتی ہیں۔ انہیں اپنے وعدے کا پاس ہوتا ہے۔ وہ مہمان کی قدر ومنزلت کو سمجھتی ہیں۔ وہ شرافت اور نجابت کے تقاضوں کو جانتی ہیں۔ وہ بے عزتی، بے آبروئی اور بے غیرتی کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتی ہیں۔ وہ اگرچہ کینہ توز ہوتی ہیں مگر دشمنی میں بھی شرف کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں اور دشمن کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کی قائل نہیں ہوتیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ شجاعت اور سخاوت کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ بہادر آدمی لازماً سخی ہوتا ہے کیونکہ میدان جنگ میں اپنی جان پیش کر دینا بھی سخاوت ہے۔ اگر دو فوجیں برابر کی ہوں اور جنگ کا فیصلہ نہ ہوتا ہو تو اس تعطل کو ختم کر کے فیصلہ کن بات کرنے والی بات جوش کی زبان سے ادا ہوتی ہے۔ اسی طرح جب ایک فوج مسلسل لڑائی کرتے کرتے تھکن سے چور ہو جاتی ہے۔ سپاہیوں کے بازو شل اور حوصلے پست ہو جاتے ہیں تو جوش ہی ایک ایسی چیز ہے جو تھکے ہوئے بازوؤں کو نئے سرے سے طاقت عطا کرتا ہے۔ افسردہ دلوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑا دیتا ہے۔ تھکی ہاری فوج آن کی آن میں سرگرم پیکار ہو جاتی ہے اور ایسا ایک بھرپور حملہ عام طور پر فیصلہ کن ہوتا ہے کیونکہ مخالف فوج بھی اسی طرح تھک کر چور ہو چکی ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایسی حالت میں ایک شخص کے جوش وخروش نے جنگ کی کایا پلٹ کر رکھ دی ہے۔ جنگ یرموک میں ایک بار جب مسیحی مسلمانوں کو دھکیل کر خیموں تک لے آئے تو خیمہ میں بیٹھی ہوئی مسلمان عورتوں نے خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ اس واقعہ نے مسلمانوں کو اتنا متاثر کیا کہ وہ جوش وغضب میں دشمن پر ٹوٹ پڑے اور پھر کبھی ان کو اپنے خیموں کے قریب پھٹکنے نہ دیا۔ تاریخ اسلامی جوش جہاد کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح کے سامنے ایک جنگ میں آپ کا باپ آیا مگر آپ نے پروانہ کی اور جوش ایمانی میں اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ جنگ موتہ میں جب تین ہزار مسلمانوں نے اپنے آپ کو دشمن کے علاقے میں ایک لاکھ فوج کے مقابل میں دیکھا تو مجلس مشاورت قائم کی کہ آنحضور کو حالات سے آگاہ کیا جائے مگر عبداللہ ابن رواحہؓ جو ایک آتش بیان خطیب تھے۔ ایسی تقریر کی کہ سب مقابلے پر آمادہ ہو گئے۔ جنگ بدر کے لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجاہدوں کا انتخاب فرما رہے تھے تو ایک بچے کو دیکھا جو اپنی ایڑیاں اٹھا کر یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ اونچا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوٹا سمجھ کر نظر انداز کرنا چاہا مگر وہ بضد تھا۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت فرما دی۔ اس کے ساتھ ایک اور لڑکا کھڑا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اجازت نہ دی تو وہ رونے لگا اور عرض کیا کہ مجھے اس دوسرے لڑکے سے کشتی لڑوایئے۔ جب کشتی ہوئی تو اس نے پہلے لڑکے کو پچھاڑ ڈالا اور اس طرح جہاد میں جانے کی اجازت حاصل کی۔ یہ ہی وہ دونوں لڑکے تھے جنہوں نے ابوجہل کو قتل

کیا اور خود شہید ہو گئے۔ جنگی جوش اگر لڑائی کے وقت اگر شجاعت کی حدوں سے متجاوز ہو جائے تو اسے تہور کا نام دیا جاتا ہے۔ اس حالت میں مجاہد کو قطعاً نہ تو اپنے بچاؤ کا خیال ہوتا ہے نہ ہی زخم یا موت کا سوال۔ وہ شدت جوش میں آگے بڑھتا ہے اور دشمن پر ہر چیز سے بے پروا ہو کر غضبناک شیرنی کی طرح ٹوٹ پڑتا ہے۔ تہور ایک ایسی کیفیت ہے کہ بعض اوقات ان ہونی باتیں بھی ہو جاتی ہیں اور ناممکنات کا دائرہ بھی سمٹ کر ممکنات میں آ جاتا ہے۔ صاحب تہور پر اس وقت ایک وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے اور وہ اس حالت میں وہ کچھ کر گزرتا ہے کہ عام حالت میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خیبر کے جس سنگین دروازے کو تن تنہا ہاتھ ڈال کر اکھاڑا اور اپنے سر کے اوپر سے پیچھے پھینک دیا اس کا وزن ایک سو بتیس من تھا اور جسے آٹھ مضبوط آدمی مل کر بھی اٹھانا تو درکنار زمین سے اچک تک نہ سکے۔ کیپٹن سرور شہید، یونس شہید اور میجر طفیل شہید کے کارنامے تہور کے تحت آتے ہیں۔ میجر عزیز بھٹی شہید کا کارنامہ تہور کے ساتھ استقلال اور استقامت کا ایک نادر الوجود مرقع ہے۔ جواں سال شہید راشد منہاس کی تہور میں ڈوبی ہوئی بے مثال قربانی اس کی معصومیت کے ساتھ دلوں میں محبت کی کسک پیدا کرتی ہے۔ تہور کے معنے سخت جوش کے ہیں حتیٰ کہ آدمی ایسی کیفیت میں ہر انجام سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ تاریخ اسلامی ایسی مثالوں سے پر ہے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تہور خیبر کے روز مشہور ہے۔ جب حضرت علیؓ قلعے کی طرف بڑھے تو آپؓ نے قلعہ کے دروازے کو ہاتھ ڈالے اور اسے اکھاڑ کر اپنے سر کے اوپر سے پیچھے اچھال دیا۔ اس دروازے کا وزن ایک سو بتیس من تھا۔ آٹھ قوی آدمی اسے زمین سے اچک نہ سکتے تھے۔ پھر خیبر کا مشہور پہلوان مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا آپؓ کے مقابل ہوا: قد علمت خیبرانی مرحب شاک السلاح بطل مجرب اذا الحروب اقبلت تلهب ''خیبر کو معلوم ہے۔ کہ میں مرحب ہوں جو زبردست ہتھیار چلانے والا بہادر اور آزمودہ کار ہے۔ جب جنگ پیش آتی ہے۔ تو بھڑک اٹھتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مقابلے میں رجز پڑھا:۔ اذالزی سمتنی امی حیدرہ کلیث غابات کریہہ المنظرہ اکیلھم بالصاع کیل السندرہ ''میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدرہ (شیر کا بچہ) رکھا۔ جنگ کے شیروں کی طرح ہیبتناک ہوں۔ جن کو سندرہ کے پیمانے سے تولتا ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مرحب پر تلوار سے وار کیا۔ مرحب دو حصوں سے چر کر جا گرا۔

جہاد بالقتال: یہ جہاد میدان جنگ میں کافروں اور دین کے دشمنوں کے خلاف اس وقت صف آراء ہونے کا نام ہے جب دشمن سے آپ کی جان مال یا آپ کے ملک کی سرحدیں خطرے میں ہوں۔ اگر کوئی کفر کے خلاف جنگ کرتا ہوا شہید ہو جائے تو قرآن کے فرمان کے مطابق اسے مردہ نہ کہا جائے بلکہ حقیقت میں وہ زندہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ۔[1]

اور جولوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مردہ ہیں، (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں۔

جہاد بالقتال کا حکم نبوت کے مدنی دور میں نازل ہوا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے قریش اور مسلمانوں میں بدر کے مقام پر غزوہ ہوا، جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ کیونکہ جہاد میں جان لی اور دی جاتی ہے اور جان لینا ہمیشہ سے الہامی شریعتوں میں ممنوع رہا ہے سب سے پہلے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی۔ یہ اجازت مسلمانوں کو سب سے پہلے جب دی گئی تو ساتھ اس کی وجہ یہ بیان کی کہ یہ لوگ اس لیے لڑ سکتے ہیں کہ ان پر ظلم ہوا ہے۔ قرآن میں آیا ہے:

جن سے جنگ کی جائے، اُنہیں جنگ کی اجازت دی گئی، اس لیے کہ اُن پر ظلم ہوا ہے، اور اللہ یقیناً اُن کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے، صرف اِس بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

جہاد بالقتال کے لیے کچھ بنیادی شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے، جن کے بغیر جہاد انسانیت کے لیے محض فتنہ وفساد کا باعث بنتا ہے، جس کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ جہاد کی بنیادی شرائط میں درج ذیل شامل ہیں:

جہاد اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کی سخت تلقین فرمائی ہے۔ کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے فرمایا۔ "اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد کیجئے کافروں سے اور منافقوں سے اور ان پر سختی کیجئے، ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہہ ہے"۔[2]

اور اہل کتاب کے خلاف جہاد کے لیے فرمایا۔ "اہل کتاب میں سے جو لوگ نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ روز آخرت پر نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام ٹھہرائی ہیں اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان سے لڑو یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں، اس حال میں کہ وہ زیردست ہو کر رہیں"۔[3]

اور عامتہ المسلمین سے فرمایا ہے۔ "اے ایمان والو! اپنا تحفظ کرو اور پھر دستہ دستہ کوچ کرو یا اکٹھے ہو کر"۔[4]

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا۔ "اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ مسلمانوں کو جہاد کے لیے آمادہ کرتے رہیں، عجب نہیں

---

[1] سورۃ البقرہ:154
[2] التحریم 9
[3] التوبہ 29
[4] النساء 71

کہ اللہ کافروں کا زور توڑ دے اور اللہ بڑے ہی زور والا ہے اور بڑی سزا دینے والا ہے۔[1]

فرمایا" اے مسلمانو! اگر تم دنیاوی زندگی کی محبت میں محو ہو کر جہاد کے لیے نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں ایک دردناک سزا دے گا اور تمہارے بدلے کوئی اور قوم پیدا کر دے گا اور تم اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے۔ جہاد اس لیے کیا جاتا ہے کہ کفار کا زور ٹوٹ جائے اور وہ اسلامی ممالک پر چڑھ دوڑنے کی ہمت نہ پائیں۔ کفار خدانخواستہ اگر اسلامی ممالک پر حملہ کر کے غالب آ جائیں تو جہاں مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کے خاک میں مل جانے کا خدشہ ہے وہاں خود اسلام کو خطرہ لاحق ہے لیکن انسانی طبیعت بالعموم آرام اور عیش کوشی کی طرف راغب رہتی ہے اور جنگ وجدل کی صعوبتوں سے کنارہ کش رہنا چاہتی ہے۔ موت کا خوف بھی دلوں میں جاگزین ہوتا ہے اور اپنی پیاری چیزیں چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا مگر دفاع سے غفلت جہاں ایک طرف آزادی کی نعمت سے محروم کر دیتی ہے وہاں اخلاقی پاکیزگی اور علو ہمتی جیسی صفات سے بھی معرا کر دیتی ہے، اس لیے ہر کمانڈر اور ہر حاکم کا یہ فرض ہے کہ وہ عامتہ المسلمین کو جہاد کی ترغیب دیتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا" مسلمانوں کو قتال فی سبیل اللہ پر آمادہ کرتے رہیے۔ عجب نہیں کہ اللہ کافروں کا زور توڑ دے"۔[2]

جہاں دوسرے مذاہب نے رہبانیت اور ترکِ دنیا پر زور دیا ہے وہاں اسلام کی ساری تعلیم ایک پاکباز، سپاہیانہ معاشرے میں زندگی گزارنے کے متعلق ہے۔ اسلام کے تمام عقائد اسی روش کا مظاہرہ کرتے ہیں بلکہ خود مسلمان قوم کو ایک سرسری نظر سے دیکھنے سے ہی سپاہیانہ صفات اور سپاہیانہ اخلاق مثلاً جرات، شجاعت، سخاوت، اولوالعزمی، صبر و رضا، ہمت و برداشت نظر آتے ہیں حتیٰ کہ مسلمان اپنے اس رو بہ زوال دور میں بھی جہاں تک کہ ان مندرجہ بالا صفات کا تعلق ہے، روئے زمین کی ساری قوموں کے درمیان ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ جہاں تک جنگی تربیت کا تعلق ہے، مسلمان کی زندگی کا ہر پہلو ایک تربیت یافتہ سپاہی کی زندگی کا مظاہرہ کرتا نظر آتا ہے۔ اسلام کے سارے ارکان اسی فوجی تربیت کے اصول پر جاری وساری ہیں۔ مسلمان کی روزمرہ کی زندگی اور زمانہ جنگ کی زندگی میں سر مو فرق نہیں۔ مسلمان ایک پیدائشی سپاہی ہے اور تھوڑی سی تربیت اسے دنیا کا بہترین سپاہی بنا دیتی ہے۔ برائی کو روکنا ہر فرد مومن کا فرض ہے کیونکہ جس قسم میں برائی کو روکنے کا جذبہ مفقود ہو جاتا ہے وہ قوم تباہ ہو جاتی ہے اور وہ لوگ بھی جو نیک اس قوم میں ہوتے ہیں بدوں کے ساتھ محض اس لیے تباہی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے برائی کے کام اپنی آنکھوں سے دیکھے مگر منع نہ کیا۔ بنی اسرائیل پر جن وجوہات کی بنا پر لعنت کی گئی، ان میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک وجہ قرآن حکیم میں یہ بھی بتائی ہے کہ وہ برائی کو روکتے نہ تھے۔ بدی کو روکنے

---

[1] ۔النساء 84

[2] ۔النساء 84

کے تین طریقے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے بتائے یعنی ہاتھ سے روکنا، زبان سے روکنا، دل میں برا سمجھنا مگر یہ آخری درجہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ قرار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”اللہ عام لوگوں پر خاص لوگوں کے عمل کے باعث اسوقت تک عذاب نازل نہیں کرتا جب تک کہ ان میں یہ عیب پیدا نہ ہو جائے کہ اپنے سامنے برے اعمال ہوتے دیکھیں اور انہیں روکنے کی قدرت رکھتے ہوں مگر نہ روکیں۔ جب وہ ایسا کرنے لگتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ عام اور خاص سب پر عذاب نازل کرتا ہے“۔[1]

اسی طرح آپ ﷺ نے جابر سلطان کے سامنے حق بات کہنے کو جہاد اکبر فرمایا۔ مسلمانوں کی جنگ نظریاتی جنگ ہوتی ہے وہ نہ تو ہوس ملک گیری کے جذبے سے مغلوب ہو کر جنگ برپا کرتے ہیں نہ ہی اس میں ان کی کسی ذاتی انتقامی جذبے کو دخل ہوتا ہے۔ مسلمان کی جنگ اللہ کی جنگ ہے۔ شیطان کے خلاف رحمان کی جنگ ہے۔ کفرو بے دینی کے خلاف دین وحق کی جنگ ہے۔ ظالم کے خلاف مظلوم کی جنگ ہے غرض کہ خدا کی زمین پر خدا کی حکومت کے قیام کی جنگ ہے۔ جب کوئی قوم خدا کی زمین پر اس قدر فساد میں مبتلا ہو جاتی ہے کہ اس کو سبق پڑھانا ضروری ہو جاتا ہے تو ایسی قوم پر اللہ تعالیٰ مسلمان قوم کو مسلط کر دیتا ہے تا کہ مسلمان قوم ظلم کے ان اثرات کو خدا کے نور سے مٹا دے جو اس ظالم قوم نے اپنے فتنہ وفساد سے پھیلا رکھے ہوتے ہیں۔ یہودیوں، مسیحیوں ہندووں وغیرہ پر اللہ نے مسلمانوں کو اسی نظریے کی بنا پر مسلط کیا تھا مگر فرما دیا کہ اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے گا اور وہ ایسے لوگ ہیں جن کو اگر اللہ زمین پر حکومت دے تو نماز قائم کریں، زکوۃ دیں، نیک کام کا حکم دیں اور بدی سے روکیں۔

جہاد میں مقابلے کے وقت مجاہدین کو قرانی ہدایات کے بارے میں اللہ تعالیٰ قران حکیم میں فرماتے ہیں۔ ”اے ایمان والو! جب تمہارا مقابلہ کسی جماعت سے ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ فلاح پاؤ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرتے رہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان لوگوں کی مثل نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور دکھلاوے کے لیے نکلے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے ﷺ روکتے تھے حالانکہ ان کے اعمال اللہ کی دسترس سے باہر نہ تھے اور جب شیطان نے ان کے اعمال انہیں خوشنما کر کے دکھائے اور کہا کہ آج کوئی بھی تم پر غالب آنے والا نہیں اور میں تمہارا حامی ہوں، پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو شیطان الٹے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا۔ میں تم سے بری الذمہ ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ میں تو خدا سے ڈرتا ہوں اور اللہ شدید سزا دیتے ہیں۔ (الانفال 45 تا 48)۔ ”ان اللہ یحب الذین

---

[1] مسند احمد

یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔'' اللہ تو ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اسی طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔(الصف 3)۔اللہ تعالیٰ نے اس تشبیہ میں بہت سی باتوں کو یکجا کر دیا ہے۔ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح لڑنے والے سپاہی جن باتوں کا مظاہرہ کر رہے ہوں گے وہ فقط بہادری نہیں بلکہ ڈسپلن، باہمی محبت وموافقت، ایمان اور کئی ایک اور اچھی باتوں کا مظاہرہ بھی کر رہے ہوں گے۔ ترکوں کے متعلق مشہور ہے کہ جب 1914ء کی جنگ عظیم میں انہوں نے انگریزی فوج کو کوت العمارہ کے میدان میں گھیرے میں لیا تو انہوں نے لمبی لمبی زنجیروں سے قطار در قطار اپنے آپ کو جکڑ لیا۔ چھ ماہ کے مسلسل محاصرے کے بعد انگریز جرنیل نے ہتھیار ڈال دیے۔ روداد اس محاصرے کی بڑی خوفناک ہے۔'' ہاتھ تلوار پر بھروسہ اللہ پر''۔ یہ ایک باریک بات ہے مگر اللہ جسے چاہے سمجھا دے، ہاتھ تلوار پر اور بھروسا اللہ پر کے معنی یہ ہیں کہ اللہ پر بھروسا کرنے کے لیے ذرائع سے کلی طور پر قطع نظر کر کے اللہ کو آزمائش میں نہ ڈالنا۔ یعنی جہاں انسان کے لیے ذرائع کا حصول ممکن ہو وہاں بھی ان ذرائع کو اللہ پر بھروسا کر کے نظر انداز کر دینا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک آدمی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ اونٹنی کہاں چھوڑی۔ تو اس نے کہا۔ اللہ کے بھروسے پر باہر چھوڑ آیا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ پہلے اونٹنی کا گھٹنا باندھ پھر اللہ پر بھروسا کر۔ اس کے مقابلے میں دوسری مثال یہ ہے کہ انسان ذرائع سے بے بس و مجبور ہو اور اللہ پر بھروسا رکھے۔ جس طرح ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحرا میں کسی درخت کے سائے میں آرام فرما رہے تھے اور تلوار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درخت سے لٹکا رکھی تھی۔ دفعتہ ایک کافر آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار قبضے میں کر کے تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھلی تو کافر نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اب آپ کو میرے ہاتھ سے بچانے والا کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے دریغ فرمایا۔'' میرا اللہ''۔ یہ سن کر کافر پر ایسی دہشت طاری ہوئی۔ کہ تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار اٹھالی اور فرمایا۔ اب تو بتا۔ تجھے میرے ہاتھ سے بچانے والا کون ہے؟۔ کافر فورا ایمان لے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں خندق کھودتے تھے۔ آج کل مورچے کھودتے ہیں۔ اصولا خندق اور مورچے میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں حفاظت کے لیے کھودی جاتی ہیں۔ مورچہ کھودتے وقت عموما سپاہیوں میں ایک خاص قسم کا جذبہ نمودار ہوتا ہے۔ جنگ خندق میں جب مدینہ کے گرد خندق کھودی جا رہی تھی تو مہاجرین و انصار خندق کھودتے۔ اپنی پیٹھ پر مٹی لادتے اور یہ کہتے جاتے۔ کہ'' ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد صلعم سے جہاد اسلامی کی بیعت کی ہے۔ جب تک زندہ ہیں مسلمان رہیں گے''۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو جواب دیے جاتے۔'' اے میرے اللہ آخرت کی بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں۔ پس تو مہاجرین اور انصار میں برکت عطا فرما''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پتھر اٹھاتے جاتے اور فرماتے جاتے۔ لولا ما اھتدینا۔'' ہدایت اگر نہ کرتا۔ تو نہ ملتی ہم کو راہ حق''۔ جنگ احزاب کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مٹی اٹھاتے۔ مٹی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیٹ کا رنگ چھپ گیا تھا اور

آپ ﷺ فرماتے جاتے تھے۔ ''اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔ پس تو ہم پر اطمینان نازل فرما اور جب ہم دشمن سے مقابلہ کریں تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ بے شک ان لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ جب یہ کوئی فساد کرنا چاہتے ہیں تو ہم ان کی بات میں نہیں آتے''۔

عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر وار نہیں کیا جائے گا۔

غیر مسلح لوگوں پر وار نہیں کیا جائے گا۔

درختوں کو کاٹا نہیں جائے گا۔

شک کی بنا پر کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

اگر کوئی کافر جنگ کے دوران موت کے خوف کی وجہ سے کلمہ پڑھ لے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے کیونکہ اسلام جنگ و جدل کا نہیں بلکہ امن و اصلاح کا دین ہے۔ احادیث میں تو یہاں تک تاکید ملتی ہے کہ اگر کوئی کافر سر پر لٹکتی تلوار دیکھ کر اسلام قبول کر لے تو اس کے قتل سے ہاتھ روک لینا ضروری ہے۔

ایک مرتبہ ایک صحابی ایک کافر کو قتل کرنے ہی والے تھے کہ اس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا، مگر صحابی نے اس کے کلمے کی پروا نہ کی اور اسے قتل کر دیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخت الفاظ میں اس قتل کی مذمت کی اور صحابی کے اس قول پر کہ اس کافر نے محض جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا، ارشاد فرمایا:

أَفَلاَ شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ؟[1]

: کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اس مقتول کے ورثاء کو پوری دیت ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

دشمن پر پینترے بدل بدل کر وار کرتے رہو اور اسے سنبھلنے کی مہلت نہ دو اور اگر کبھی خدانخواستہ تمہیں چشم زخم بھی لگ جائے تو ہمت نہ ہارو اور بددل نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ دشمن نے بھی اس مقابلے میں کافی نقصان اٹھایا ہوگا اور اس کا بھی جوڑ جوڑ درد کر رہا ہوگا۔ دشمن پر اس شدت سے بوجھ ڈالو اور اتنا بھرپور حملہ کرو اور اس طرح پے در پے حملے کرو کہ حوصلہ چھوڑ دے اور بوکھلا جائے۔ مسلمانوں کے شکست کھا کر دوبارہ جنگ پر آمادگی ظاہر کرنے کو اللہ تعالیٰ نے بہت پسند کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ اور رسول ﷺ کے کہنے کو مان لیا بعد اس کے کہ ان کو چشم زخم لگ چکا تھا ان میں سے جو نیک اور متقی ہیں ان کے لیے اجر عظیم ہے۔ یہ واقع جنگ احد کا ہے جس میں مسلمانوں کو چشم زخم لگا۔ اور پھر تعاقب کے متعلق فرمایا ''مخالف قوم کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو اگر تمھیں دکھ پہنچا

---

[1] مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد أن قال لا إلہ إلا اللہ، 1: 96، رقم: 96

تو وہ بھی دکھ اٹھائے ہوئے ہیں جیسے تم دکھ اٹھائے ہوئے ہو اور تم اللہ سے وہ امید لگائے ہوئے ہو جو وہ نہیں رکھتے ''۔ یعنی تم کو تو اللہ کی نصرت اور آخرت کی بہتری کی توقع ہے اور تمہارے دل مضبوط ہیں حالانکہ وہ تو اس بات سے عاری ہیں ۔ حتی الوسع اور بغیر شدید جنگی ضرورت کے دشمن کی املاک کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے کیونکہ تعمیر بہرحال تخریب سے اچھی ہے۔ ہاں البتہ اگر وہ املاک دشمن کے لیے فخر وغرور یا کفر وظلم کا باعث ہو رہی ہوں اور یہ فخر وغرور اور یہ کفر وظلم اس شدت کا ہو کہ بغیر ان املاک کے ضائع کیے اس کا ٹوٹنا محال ہو تو پھر ان املاک کو ضائع کر دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن ایسا تو فقط نہایت سنگین حالات اور شدید جذبہء دینی ہی کی صورت میں ہو سکتا ہے اور چونکہ اس کا معیار مقرر کرنا مشکل ہے اس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بھی مسلمان لشکروں کو دشمن کی املاک کو ضائع کرنے سے منع فرمایا اور یہی طریق کار بعد میں آنے والے خلفائے راشدہ ؓ کے دور میں رہا البتہ ایسی چیزیں جن کو مسلمان خود استعمال نہ کر سکتے ہوں اور یہ ڈر ہو کہ وہ دشمن کے لیے جنگی تقویت کا باعث ہوں گی تو ان کے ضائع کر دینے میں ہرج نہیں۔ جنگ خیبر میں صلح ہو جانے کے بعد جب اسلامی فوج کے بعض نئے رنگروٹ بے قابو ہو گئے اور انہوں نے غارت گری شروع کر دی تو یہودیوں کا سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کرخت لہجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے بولا۔ اے محمد ! کیا تم کو زیبا ہے کہ ہمارے گدھوں کو ذبح کرو ہمارے پھل کھا جاؤ اور ہماری عورتوں کو مارو؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً ابن عوف ؓ کو حکم دیا کہ لشکر میں اجتمعو اللصلوۃ کی منادی کریں۔ جب تمام اہل لشکر جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ ''کیا تم میں سے کوئی شخص تخت غرور پر بیٹھا یہ سمجھ رہا ہے کہ اللہ نے سوائے ان چیزوں کے جو قران حکیم میں حرام کی گئی ہیں کوئی اور چیز حرام نہیں کی۔ خدا کی قسم! میں جو کچھ تم کو نصیحت کرتا ہوں اور جو امر و نہی کے احکام دیتا ہوں وہ بھی قران کی طرح یا اس سے زیادہ ہیں۔ اللہ نے تمہارے لیے یہ جائز نہیں کیا ہے کہ اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت گھس جاؤ۔ ان کی عورتوں کو مارو پیٹو اور ان کے پھل کھا جاؤ حالانکہ ان پر جو کچھ واجب تھا وہ تمہیں دے چکے''۔ ایک دفعہ سفر جہاد میں کچھ لوگوں نے کچھ بکریاں لوٹ لیں اور ان کا گوشت پکا کر کھانا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو دیگچیاں الٹ دیں اور فرمایا۔ ''لوٹ کھسوٹ کا مال مردار سے بہتر نہیں''۔ فوجوں کی پیش قدمی کے وقت فصلوں کو خراب کرنا، کھیتوں کو تباہ کرنا، بستیوں میں قتل عام کرنا اور آتش زنی کرنا، جنگ کے معمولات میں سے ہے مگر اسلام کی رو سے یہ سب کچھ فساد میں شامل ہے اور سختی کے ساتھ اسے ناجائز قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''جب وہ حاکم بنتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور فصلوں اور نسلوں کو تباہ کرے مگر اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا'' (البقرۃ 25) بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ ''راستے میں دودھ دینے والے جانور مل جائیں تو ان کا دودھ دوہ کر پینا بھی جائز نہیں تاوقتیکہ ان کے مالکوں سے اجازت نہ لی جائے''۔ البتہ ضرورت کے وقت اس قدر اجازت دی گئی ہے کہ با آواز

بلند تین مرتبہ پکاروتا کہ اگر کوئی مالک ہوتو آجائے اور جب کوئی نہ آئے تو پی لو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شام و عراق کی جانب فوجیں بھیجتے ہوئے جو ہدایات دی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ بستیوں کو ویران نہ کرنا اور فصلوں کو خراب نہ کرنا۔ اسلام دنیا میں آسودگی، آسانی اور فارغ البالی دیکھنا چاہتا ہے۔ دنیا کو تباہی اور بربادی کی حالت میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ دنیا کی تعمیر بہر حال دنیا کی زبوں حالی سے بہتر ہے۔ اسی اصول کے ماتحت جنگ میں بھی مال ومنال اور فصل ونسل کی تباہی سے حتی الوسع گریز واجتناب کا سبق دیا گیا ہے۔ کوئی بھی مفید چیز اس وقت تک تباہ نہ کی جائے جب تک کہ کسی دینی، اخلاقی، سماجی یا جنگی مصلحت کا تقاضا نہ ہو۔ بنونضیر کے محاصرے کے دوران بعض مسلمانوں نے کھجور کی ایک ادنی قسم کے درختوں کو اکھیڑنا شروع کیا تو بنونضیر (جوایک یہودی قبیلہ تھا) نے آنحضور ﷺ کو کہلا بھیجا کہ آپ ﷺ کا مذہب یہ اجازت دیتا ہے کہ درختوں کو کاٹا جائے تو اس پر آنحضور ﷺ اور مسلمان متفکر ہوئے مگر اللہ نے وحی کے ذریعے فرمادیا کہ جولینہ (معمولی کھجور) کے درخت تم نے کاٹے وہ اللہ کے اذن سے تھا یعنی کاٹنے والوں کے سامنے جنگی مصلحت تھی لیکن اس کے بعد اس عمل کو ممنوع قرار دے دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''اور جن اہل کتاب نے ان (کافروں) کی مدد کی تھی۔ (اللہ نے) انہیں ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھا دیا پھر بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کرلیا اور تمہیں مالک بنادیا۔ ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مال کا اور اس زمین کا بھی جس پر تم نے اب تک قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے''۔ (الاحزاب 26۔27) اہل کتاب سے مراد یہاں یہود بنی قریظہ ہیں جو حوالیءِ مدینہ میں اپنے بڑے بڑے اور مضبوط قلعوں اور گڑھیوں میں قلعہ بند رہا کرتے تھے اور اس وقت تک مسلمانوں سے معاہدہ کیے ہوئے ان کے حلیف تھے بعد کو عہد شکنی کر کے قتل واسارت دونوں کے مستحق پائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ اس زمین کا بھی جس پر تم نے اب تک قدم نہیں رکھا ہے یہ ایک پیشینگوئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ یہ اشارہ ہے قبائل یہود کی ساری زمینوں اور جائیدادوں کی طرف جو بالآخر مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور ان لفظوں کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے۔ قیامت تک جو علاقہ بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ سب اس میں داخل ہے۔

سجدہ کرنے والوں کی فضیلت

عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا نام العبد وهو ساجد يباهي الله به الملائكة، يقول: انظروا إلى عبدي روحه عندي وهو ساجد لي۔[1]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی بندہ سجدہ کرتے

[1] اتحاف السادۃ المتقین ۱/۴۲۰

ہوئے سوجاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر کرتے اوار فرماتے ہیں میرے بندے کی طرف دیکھو اس کی روح میرے پاس ہے اور وہ میرے لئے سجدہ میں پڑا ہے

سجدہ کرنے کی فضیلت

معدان ابن ابی طلحہ الیعمر ی فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ کو ملا تو میں نے کہا: ''مجھے ایسا عمل بتاؤ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کردیں یا (ایسا عمل بتاؤ) جو اللہ کے ہاں سب سے عمدہ ہو، تو اس نے جواب نہ دیا۔ میں نے پھر یہی سوال کیا: پھر بھی خاموش رہے، تیسری مرتبہ سوال کیا تو جواباً کہا ''میں نے بھی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ کے لیے سجود زیادہ کیا کرو، کیونکہ تو اللہ کے لیے ایک سجدہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے تیرا ایک درجہ بلند کردیں گے اور تیری ایک برائی مٹا دیں گے۔''[1]

سجدۂ نماز کا ایک رکن ہے اور اس کی ادائیگی زمین پر ناک اور پیشانی رکھنے سے ہوتی ہے چنانچہ جب نمازی یہ فعل کرتا ہے تو اس وقت وہ اپنے ربّ کے قریب ترین ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''بندہ اپنے رب کے زیادہ قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، اس لیے سجدہ میں دعا زیادہ کیا کرو۔''[2]

کثرتِ سجود اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سامنے انتہاء درجہ کی عاجزی، انکساری اور بندگی کا اظہار ہوتا ہے اور انسانی اعضاء میں سے سب سے عزت والا عضو (چہرہ) اس مٹی میں رکھا جاتا ہے جو روندی جاتی، حقیر سمجھی جاتی ہے۔ تمام تر عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ تو جیسے جیسے انسان اللہ تعالیٰ کی اس صفت (یعنی عزت والا ہونا) سے دور ہوتا جاتا ہے (اپنے آپ کو اس کے سامنے ذلیل کرتا جاتا ہے) ویسے ویسے اس کی جنت اور اس کے پڑوس میں قریب ہوتا جاتا ہے۔

سجدہ کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اس لیے ظاہر ہے کہ اس کے بدلہ میں اتنا بڑا اجر ملے گا جس کا کوئی آدمی اندازہ نہیں کرسکتا مثلاً کیا کوئی مسلمان جنت میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہونے کے برابر کسی چیز کا تصور بھی کرسکتا ہے؟ یقیناً اس کا جواب نفی میں ہی ہے۔

چنانچہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات گزارتا تھا، میں آپ کے لیے پانی اور کوئی ضرورت کی چیز لاتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ''سوال کر! میں نے کہا: میں جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ مانگتا ہوں۔ فرمایا: کچھ اور؟ میں نے کہا: بس یہی کافی ہے۔ فرمایا: تو زیادہ سجدے

---

[1] أخرجه مسلم فی کتاب الصلاة، باب: فضل السجود والحث علیه، رقم: ۱۰۹۳

[2] أخرجه مسلم فی کتاب الصلاة، باب: مایقال فی الرکوع والسجود، رقم: ۱۰۸۳

(زیادہ نوافل پڑھا) کر، تاکہ میں تیری مدد کرسکوں۔"[1]

سجدے کی ایک یہ بھی فضیلت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بعض جہنمیوں کو معاف کرنے کا ارادہ کریں گے تو فرشتوں کو حکم فرمائیں گے: جو میری عبادت کرتا تھا اسے جہنم سے نکال لاؤ۔ چنانچہ فرشتے ان کو نکالیں گے اور ان کی پہچان سجدوں کے نشانات کی وجہ سے کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آگ پر سجدوں کے نشانات کو کھانا حرام کردیا تھا فرمایا: "آگ ابن آدم کو تمام کا تمام ہڑپ کر جائے گی مگر سجدوں کے نشانات نہیں (ہڑپ نہ کر سکے گی)۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"ان کی پہچان ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے اثر سے۔"[2]

سجدے کی فضیلت اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بانسبت دوسری حالتوں کے اس حالت میں دعا قبول ہونے کے زیادہ مناسبات وامکانات ہوتے ہیں اس لیے سجدوں میں زیادہ سے زیادہ محنت سے دعا کرنی چاہیے۔

"سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے گھر سے مسجد کی طرف کھلنے والے دروازے کا) پردہ ہٹایا۔ دیکھا تو لوگ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے ہیں۔ فرمایا...... جہاں تک رکوع کا تعلق ہے تو رکوع میں رب کی تعظیم بیان کرو (یعنی سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیم پڑھا کرو) اور سجدوں میں دعا کرنے میں کوشش کیا کرو (کیونکہ) قریب ہے تمہاری دعا قبول کی جائے۔"[3]

"اپنے رب کی حمد بیان کیجیے اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہوجایئے۔"

جبریل علیہ السلام کا فرشتوں کی جماعت کے ساتھ شب قدر میں نزول

عن أبي سعيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذا كان ليلة القدر نزل جبريل فى كبكبة من الملائكة يصلون على كل عبد قائم أو قاعد يذكر الله. فإذا كان يوم عيدهم باهى بهم الملائكة فقال: ياملائكتي ما جزاء أجير وفى عمله؛ قالوا: ربنا جزاؤه أن يوفى أجره-[4]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شب قدر ہوتی ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت سمیت نازل ہوتے ہیں جو ہر کھڑے اور بیٹھے اللہ کا ذکر کرنے والے کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ جب مسلمانوں کی عید کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ان

---

[1] ۔أخرجہ مسلم فی کتاب الصلاۃ، باب: فضل السجود والحث علیہ، رقم: ۱۰۹۴

[2] ۔الفتح: ۲۹

[3] ۔أخرجہ مسلم فی کتاب الصلاۃ، باب النہی عن قراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود، رقم: ۱

[4] ۔مشکاۃ المصابیح: ۲۰۹۶، امام تبریزی نے طویل اضافہ کے ساتھ روایت کی، شعب الایمان للبیہقی، جمع الجوامع: ۲۴۸۷، الدر المنثور ۶/ ۳۷۷

پر فخر کرتے اور فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! اس مزدور کا کیا حق ہے جو اپنا کام پورا کر چکے؟ وہ عرض کرتے ہیں اے باری تعالی اس کا حق اور انعام یہ ہے کہ اس کو پوری پوری مزدوری عنایت فرمادی جائے۔

شب قدر کی فضیلت

شب قدر، قدر ومنزلت والی رات ہے۔ اس رات کی بے شمار برکات ہیں۔ قرآن وحدیث میں اس رات کے بے شمار فضائل و برکات موجود ہیں۔ شب قدر کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس کے متعلق قرآن کریم میں مکمل سورت نازل ہوئی ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں اتارا اور تم نے کیا جانا کیا ہے شب قدر، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر (ہے) اس میں فرشتے اور جبرئیل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے۔ وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔[1]

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: جس نے لیلۃ القدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ قیام فرمایا، اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں (بخاری شریف)

قیام کے معنی: قیام کے معنی ایک تو قیام فی الصلوٰۃ کے ہیں یعنی لیلۃ القدر میں نماز پڑھنا یا قیام نیند کے قیام ہے، یعنی لیلۃ القدر کو جاگ کر گزارنا، خواہ نماز کے ساتھ یا اذکار کے ساتھ۔ قیام سے مراد رات کا قیام ہے یا بعض کا۔ اکثر شارحین نے اس سے بعض رات کے حصہ کا قیام مراد لیا ہے۔

ایمان واحتساب کے معنی: احادیث میں احتساب کے لفظ کا استعمال کثرت سے ہوا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر عمل کا مدار ایمان پر ہے اور اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے لیکن نیت مرتبہ علم کا ہے اور احتساب علم العلم کا مرتبہ ہے یعنی احتساب کی نیت سے بھی اوپر ایک درجہ ہے اور مراد اس سے نیت کا استحضار اور نیت کی زیادتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کا استعمال شارع نے ذھول ومشقت کے مواقع پر کیا ہے۔ مثلاً حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا بچہ مرجائے تو اس کو چاہئے کہ صبر کرے اور احتساب کرے۔ اب دیکھئے بچہ کا مرجانا آفت سماوی ہے۔ اس میں انسان کے اختیار کو کچھ دخل نہیں ہے اور یہ کہ اس مصیبت کے وقت آدمی کو وہم بھی نہیں ہوتا کہ مجھے ثواب مل سکتا ہے تو یہ ذھول کی جگہ تھی۔ اس لئے شارع نے فرمایا کہ اگرچہ یہ آفت سماوی ہے لیکن خلوص نیت کے ساتھ اگر کوئی اس مصیبت پر صبر کرے تو اس کا ثواب مل جائے گا۔

شب قدر ملنے کی وجہ: امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جب پہلی امتوں کے لوگوں کی عمروں پر توجہ فرمائی تو آپ کو اپنی اُمّت کے لوگوں کی عمریں کم معلوم ہوئیں۔ آپ ﷺ نے یہ خیال فرمایا کہ

---

[1] سورۂ قدر، پارہ 30

جب گزشتہ لوگوں کے مقابلے میں ان کی عمریں کم ہیں تو ان کی نیکیاں بھی کم رہیں گی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔[1]

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک نیک شخص کا ذکر فرمایا جس نے ایک ہزار ماہ تک راہ خدا کے لئے ہتھیار اٹھائے رکھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اس پر تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی اور ایک رات یعنی شب قدر کی عبادت کو اس مجاہد کی ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر قرار دیا۔[2]

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب شب قدر ہوتی ہے، جبرئیل امین علیہ السلام ملائکہ کی جماعت میں اترتے ہیں اور ہر قیام وقعود کرنے والے بندے پر جو خدا تعالیٰ کے ذکر وعبادت میں مشغول ہو (اس کے لئے) دعا کرتے ہیں۔[3]

جس شخص نے ایمان اور اخلاص کے ساتھ ثواب کے حصول کی غرض سے شب قدر میں قیام کیا (عبادت کی) تو اس کے سارے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرور کائنات ﷺ کا فرمان ہے کہ شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔[5]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا۔ شب قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاقت راتوں یعنی 21، 23، 25، 27 اور 29 کی رات میں ہے۔ جو شخص ثواب کی نیت سے ان رات میں عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ اسی رات کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ یہ رات کھلی ہوئی اور چمکدار ہوتی ہے۔ صاف وشفاف گویا انوار کی کثرت کے باعث چاند کھلا ہوا ہے۔ یہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ معتدل اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارتے جاتے۔ اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد صبح کو سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے۔ بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح جیسا کہ چودھویں کا چاند کیونکہ شیطان کے لئے یہ روا نہیں کہ وہ اس دن سورج کے ساتھ نکلے۔[6]

---

[1] موطا امام مالک ص 260

[2] سنن الکبریٰ، بیہقی جلد 4، ص 306، تفسیر ابن جریر

[3] بیہقی

[4] بخاری شریف ومسلم شریف

[5] بخاری، مشکوٰۃ

[6] مسند احمد، جلد 5 ص 324، مجمع الزوائد

شب قدر کو پوشیدہ رکھنے میں حکمتیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی فیوض و برکات سے اکتساب فیض کرتے ہوئے علمائے کرام نے شب قدر کے پوشیدہ ہونے کی بعض حکمتیں بیان فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

اگر شب قدر کو ظاہر کر دیا جاتا تو کوتاہ ہمت لوگ اسی رات کی عبادت پر اکتفا کر لیتے اور دیگر راتوں میں عبادات کا اہتمام نہ کرتے اب لوگ آخری عشرے کی پانچ راتوں میں عبادت کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں۔

شب قدر ظاہر کر دینے کی صورت میں اگر کسی سے یہ شب چھوٹ جاتی تو اسے بہت زیادہ حزن و ملال ہوتا اور دیگر راتوں میں وہ دلجمعی سے عبادت نہ کر پاتا۔ اب رمضان کی پانچ طاق راتوں میں سے دو تین راتیں اکثر لوگوں کو نصیب ہو ہی جاتی ہیں۔

اگر شب قدر کو ظاہر کر دیا جاتا تو جس طرح اس رات میں عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ ہے، اسی طرح اس رات میں گناہ بھی ہزار درجہ زیادہ ہوتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس رات کو پوشیدہ رکھا تاکہ اس شب میں عبادت کریں وہ ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ اجر و ثواب پائیں اور اپنی جہالت وہ کم نصیبی سے اس شب میں بھی گناہ سے باز نہ آئیں تو انہیں شب قدر کی توہین کرنے کا گناہ نہ ہو۔

جیسا کہ نزول ملائکہ کی حکمتوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی عظمت بتانے کے لئے زمین پر نازل فرماتا ہے اور اپنے عبادت گزار بندوں پر فخر کرتا ہے۔ شب قدر ظاہر نہ کرنے کی صورت میں فکر کرنے کا زیادہ موقع ہے کہ اے ملائکہ دیکھو! میرے بندے معلوم نہ ہونے کے باوجود محض احتمال کی بناء پر عبادت و اطاعت میں اتنی محنت و سعی کر رہے ہیں۔ اگر انہیں بتا دیا جاتا کہ یہی شب قدر ہے تو ان کی عبادت و نیازمندی کا کیا حال ہوتا۔

شب قدر کا پوشیدہ رکھنا اسی طرح سمجھ لیجئے جیسے موت کا وقت نہ بتانا۔ کیونکہ اگر موت کا وقت بتا دیا جاتا تو لوگ ساری عمر نفسانی خواہشات کی پیروی میں گناہ کرتے اور موت سے عین پہلے توبہ کر لیتے۔ اس لئے موت کا وقت پوشیدہ رکھا گیا تاکہ انسان ہر لمحہ موت کا خوف کرے اور ہر وقت گناہوں سے دور اور نیکی میں مصروف رہے۔ اسی طرح آخری عشرے کی ہر طاقت رات میں بندوں کو یہی سوچ کر عبادت کرنی چاہئے کہ شاید یہی شب قدر ہو۔ اسی طرح شب قدر کی جستجو میں برکت والی پانچ راتیں عبادت الٰہی میں گزارنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بے شمار حکمتوں اور مصلحتوں کی باعث بہت سی اہم چیزوں کو پوشیدہ رکھا ہے۔ امام رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو عبادت و اطاعت میں پوشیدہ رکھا ہے تاکہ لوگ تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں۔

اس نے اپنے غصہ کو گناہوں میں مخفی (پوشیدہ) رکھا ہے تاکہ لوگ ہر قسم کے گناہوں سے بچیں۔

اپنے اولیاء کو مومنوں میں پوشیدہ رکھا ہے تا کہ لوگ سب ایمان والوں کی تعظیم کریں۔
دعا کی قبولیت کو پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہر نام مبارکہ کی تعظیم کریں۔
اسم اعظم کو پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہر نام مبارک کی تعظیم کریں۔
صلوٰۃ الوسطیٰ (درمیانی نماز) کو پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ سب نمازوں کی حفاظت کریں۔
موت کے وقت کو پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ ہر وقت خدا سے ڈرتے رہیں۔
توبہ کی قبولیت کو پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ جس طرح ممکن ہو، توبہ کرتے رہیں۔
ایسے ہی شب قدر کو پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ رمضان کی تمام راتوں کی تعظیم کریں۔

رمضان اور جنت کے دروازے

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذا كان أول ليلة من شهر رمضان يقول الله تعالى: يا رضوان افتح أبواب الجنان، يا مالك أغلق أبواب الجحيم عن الصائمين من أمة محمد، يا جبريل اهبط إلى الأرض فصفد مردة الشياطين، فإذا كان ليلة القدر يأمر الله تعالى جبريل فيهبط في كبكبة من الملائكة إلى الأرض، ومعه لواء أخضر فيركزه على ظهر الكعبة وله ستمائة جناح منها جناحان لا ينشرهما إلا في ليلة القدر فينشرهما في تلك الليلة فيجاوزان المشرق والمغرب، ويبث جبريل الملائكة في هذه الأمة فيسلمون على كل قائم وقاعد ومصل وذاكر ويصافحونهم ويؤمنون على دعائهم حتى يطلع الفجر، فإذا طلع الفجر نادى جبريل: يامعشر الملائكة الرحيل الرحيل، فيقولون: يا جبريل ما صنع الله في حوائج المؤمنين من أمة محمد؟ فيقول: إن الله تعالى نظر إليهم وعفا عنهم، فإذا كان غداة الفطر يبعث الله الملائكة في كل البلاد فيهبطون إلى الأرض ويقومون على أفواه السكك فينادون بصوت يسمعه جميع من خلق الله إلا الجن والإنس فيقولون: يا أمة محمد اخرجوا إلى رب كريم يعطي الجزيل ويغفر العظيم، فإذا برزوا في مصلاهم يقول الله للملائكة: يا ملائكتي ما جزاء الأجير إذا عمل عمله؟ فيقولون: جزاؤه أن توفيه أجره.[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اے رضوان! سب جنتوں کے دروازے کھولدے، اے مالک امت محمدیہ کے روزہ داروں کیلئے دوزخ کے سب دروازے بند کردے۔ اے جبرائیل زمین پر جا اور تمام سرکش

[1] بیہقی

جنات کو باندھ دے۔ پس جب شب قدر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم فرماتے ہیں تو وہ فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ زمین پر نازل ہوتا ہے اس کے ساتھ ایک سبز رنگ کا جھنڈا ہوتا ہے جس کو وہ کعبہ شریف کی پشت پر گاڑ دیتا ہے اس کے چھ سو پر ہیں ان میں سے وہ دو پروں کو شب قدر کے علاوہ کبھی نہیں کھولتا جب ان کو اس رات میں کھولتا ہے تو وہ مشرق ومغرب سے بھی آگے نکل جاتے ہیں، حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کو اس امت میں میں پھیلا دیتے ہیں جو ہر حالت قیام، حالت قعود، حالت نماز اور حالت ذکر میں خدا کی عبادت اور ذکر میں مشغول مسلمانوں کو سلام کرتے، ان سے مصافحہ کرتے اور ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے۔ پس جب صبح طلوع ہوتی ہے حضرت جبرائیل منادی کرتے ہیں کہ اے فرشتو! کوچ کرو کوچ کرو تو وہ حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مومنین کی حاجات کے متعلق کیا فیصلہ فرمایا؟ تو وہ جواب دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف دیکھا بھی ہے اور ان کی مغفرت بھی فرما دی ہے۔ جب عید الفطر کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں اور علاقوں میں روانہ فرماتے ہیں تو وہ زمین پر اتر کر راستوں کے سروں پر کھڑے ہوتے اور بلند آواز سے منادی کرتے ہیں جس کو سوائے جنات اور انسانوں کے اللہ کی سب مخلوقات سنتی ہیں یہ کہتے ہیں اے امت محمدؐ! اپنے رب کریم کی طرف نکلو وہ بہت بڑا اجر عطاء فرمائے گا، تمہارے بہت بڑے گناہوں کو معاف کرے گا۔ پس جب (روزہ رکھنے والے، رمضان میں عبادت کرنے والے) عیدگاہ کی طرف جاتے ہیں تو اللہ کریم فرشتوں سے فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! مزدور کا کیا انعام ہے جب وہ اپنا ذمہ کا کام مکمل کر دے وہ عرض کرتے ہیں اس کی جزا اور انعام یہ کہ آپ اس کو پوری پوری مزدوری عطاء فرمادیں۔

درس حدیث: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور سرکش جنات کو باندھ دیا جاتا ہے۔

نیز ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب رمضان شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (اور ایک روایت میں ہے کہ) جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں۔''[1]

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کی روشنی میں جنت کے دروازوں کا کھولا جانا اور جہنم کے دروازں کا بند ہونا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ رمضان المبارک میں ایسے اعمال کی توفیق دی جاتی ہے جو جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے

[1]۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب صفۃ ابلیس وجنودہ، 3:1194، رقم: 3103

بجنے کا باعث ہیں۔ ماہ رمضان میں باقی مہینوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور خیرات و برکات کثرت سے تقسیم ہوتی ہیں۔ پس روزہ دار گناہ کبائر سے بچتا ہے اور روزے کی برکت سے اس کے صغیرہ گناہ بھی بخش دیے جاتے ہیں۔ جس کے سبب وہ جنت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

حجۃ اللہ البالغۃ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: جنت کے دروازوں کا کھولا جانا اہل ایمان کے لئے فضل ہے ورنہ کفار ومشرکین تو ان دنوں میں گمراہی وضلالت میں پہلے سے زیادہ مصروف ہو جاتے ہیں کیونکہ شعائر اللہ کی ہتک کرتے ہیں۔ اہل ایمان چونکہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں اور عبادت وریاضت کرتے ہیں۔ اس مبارک مہینے میں نیکیوں کی کثرت کرتے ہیں اور برائیوں سے بچے رہتے ہیں۔[1]

اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے گئے ہیں۔

اور جنت کے دروازوں کے کھولے جانے کا فائدہ یہ ہے کہ ملائکہ روزہ داروں کے عمل کو اچھا جان کر ان کے لئے جنت تیار کرتے ہیں اور یہ اللہ رب العزت کی طرف سے روزہ داروں کی بڑی عزت افزائی ہے۔

فرشتوں کا حاجیوں سے مصافحہ ومعانقہ

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الملائكة لتصافح ركبان الحج وتعتنق المشاة.[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو حضرات سوار ہو کر حج کرنے جاتے ہیں ان سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں اور جو لوگ پیدل حج کرنے جاتے ہیں ان سے بغل گیر ہوتے ہیں۔

حج کی فرضیت واہمیت

حج کی فضیلت میں سے پہلے اسے اسلام کے پانچ ستونوں (ارکان) میں سے ایک قرار دینا ہے، نیز محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حج کی فضیلت واہمیت پر بہت سی احادیث مروی ہیں، جن میں مناسک حج ادا کرنے کے فضائل اور حاجی کو ملنے والے ثواب وانعام کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کون سا عمل سب سے افضل

1۔ شاہ ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغۃ، 2:88

2۔ جمع الجوامع: ۵۹۳۹

ہے؟ توفرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پھر دریافت کیا گیا کہ: اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ توفرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، پھر دریافت کیا گیا کہ: اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ توفرمایا: مقبول حج۔[1]

بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم نے فرمایا: جس نے حج کیا اور فسق اور فحش کلام سے بچا تو وہ ایسا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔[2]

صحیح مسلم میں حضرت ابن خزیمہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حج ان گناہوں کو دفع کر دیتا ہے جو اس سے قبل ہو چکے ہوں۔[3]

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمرہ کرنا دوسرے عمرہ تک گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور مقبول حج کا بدلہ سوائے جنت کے کچھ نہیں۔

سنن نسائی میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بوڑھوں، کمزوروں اور عورتوں کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کو عورتوں کے لیے جہاد کا متبادل قرار دیا۔[4]

صحیح مسلم میں حضرت سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے یہاں یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن جہنم سے بندے آزاد نہیں کیے جاتے۔[5]

اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن حج بھی ہے، ان ارکان کو اسلام کے پانچ ستون بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن وسنت اور تاریخ اور مسلمانوں کا ہمیشہ سے حج پر عمل کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ نماز، روزہ اور زکوۃ کے جیسی اہم عبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا[6]

---

[1] مسألة أفضل الأعمال بعد الفرائض الجهاد فصل الجهاد، كتاب المغني لابن قدامة

[2] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، حدیث 1521، جلد 1، صفحہ 512۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یهدم فیه۔۔۔۔ حدیث 212، جلد 1، صفحہ 74۔

[4] صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب جهاد النساء، سنن ابن ماجہ، ابواب المناسک، باب الحج جهاد النساء، حدیث 2901، جلد 3، صفحہ 413۔

[5] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل الحج والعمرة ویوم عرفة

[6] سورۃ آل عمران: 97

اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر حج بیت اللہ ہے جو شخص اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہے۔
حدیث مصطفیٰ ﷺ میں ہے: اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر ہے: گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز کی پابندی کرنا، زکوۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔ ابو ہریرہ سے مروی ہے: میں نے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ و رسول پر ایمان لانا، عرض کی پھر کون سا؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد، پھر عرض کی تو فرمایا حج مبرور [33] نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے اس لیے تم حج کرو"

بھائی پر ہتھیار سونتنا

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الملائكة لتلعن أحدكم إذا أشار إلى أخيه بحديدة وإن كان أخاه لأبيه وأمه۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے تم (مسلمانوں) میں سے اس آدمی پر لعنت کرتے ہیں جو اپنے بھائی پر لوہا (ہتھیار) سونتے اگرچہ وہ اس کا سگا بھائی کیوں نہ ہو۔

کسی مسلمان پر ہتھیار اٹھانے کی ممانعت

شریعت مصطفیٰ ﷺ زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی میسر کرتی ہے۔ اور وہ چیزیں کہ جن کے وجہ سے ایک مسلم رب کی معصیت کا ارتکاب کر بیٹھے، ان چیزوں کو بیان کرتے ہوئے سختی کے ساتھ ان سے روکتی ہے اور ان چیزوں پر عمل پیرا شخص کو سخت وعیدیں سناتی ہے۔ اسی لئے محدثین کی اصطلاح میں اس عمل کو "سد الذرائع" کا نام دیا گیا ہے۔
چنانچہ اسی طرح ایک کسی مسلم کی طرف مذاقاً ہتھیار اٹھانا ہے۔ اسلام نے اس سے سختی سے روکا ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''تم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی کی طرف اسلحہ کے ساتھ اشارہ نہ کرے کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شاید کہ شیطان اس کے ہاتھ سے اسلحہ چلوادے اور پھر وہ دوزخ کے گڑھے میں جا گرے''۔[2]
یہاں اِستعارے کی زبان میں بات کی گئی ہے یعنی ممکن ہے کہ ہتھیار کا اشارہ کرتے ہی وہ شخص طیش میں آجائے اور غصہ میں بے قابو ہو کر اسے چلا دے۔ چنانچہ اس عمل کی مذمت اور قباحت بیان کرنے کے لئے اسے شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے تا کہ لوگ اِسے شیطانی فعل سمجھیں اور اس سے باز رہیں۔
اسی طرح ایک اور جگہ پر اس عمل کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''جس نے ہم پر اسلحہ اٹھایا تو وہ ہم میں سے (یعنی

---

[1] جمع الجوامع: ۵۹۴۰، احمد، حلیۃ الاولیاء
[2] صحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب النھی عن الاشارۃ بالسلاح الی مسلم، رقم الحدیث 126 (2617)، (20/4)

سنت پر عمل پیرا لوگوں میں سے) نہیں''۔[1]

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "فتح الباری" میں لکھتے ہیں:

اس سے مراد آدمی پر اس کو قتل کرنے یا اس پر رعب ڈالنے کی غرض سے اسلحہ اٹھانا ہے جبکہ اپنے یا دوسروں کے دفاع میں اسلحہ اٹھانے والا اس وعید میں شامل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ان کیلئے اسلحہ اٹھا رہا ہے نہ کہ ان پر اسلحہ اٹھا رہا ہے (یعنی اسلحہ وہ اپنے لوگوں پر نہیں اٹھا رہا بلکہ اپنے آپ اور اپنے لوگوں پر حملہ آور شخص جو کہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے، کے خلاف اٹھا رہا ہے)

اسی طرح ایک اور جگہ پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی مسلم پر تلوار اٹھائی تو وہ ہم میں سے نہیں''۔[2]

اسی طرح ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے تو فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اس اشارہ کو ترک نہیں کرتا خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی (ہی کیوں نہ) ہو''۔

نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی "وان کان اخاہ لابیہ وامہ" (اگر چہ وہ اس کا سگا بھائی ہو) سے مقصود یہ ہے کہ کسی بھی شخص کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنا منع ہے، خواہ اس شخص کے اس کے گھریلو تعلقات ہوں اور اچھا خاصا مذاق ہو۔[3]

علاوہ ازیں ایسے اشارہ کرنے والے پر فرشتوں کی لعنت کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسا اشارہ کرنا حرام ہے۔[4]

چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ریاض الصالحین میں مذکورہ بالا دونوں حدیثوں پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے: مسلمان کی طرف ہتھیار وغیرہ سے اشارہ کرنے کی ممانعت، اشارہ خواہ مذاق سے ہو یا سنجیدگی سے، نیز بے نیام تلوار کو ہاتھ میں لینے کی ممانعت۔[5]

آپ غور کیجئے کہ جب کسی مسلم کی طرف مذاقاً ہتھیار اٹھانے کی اتنی سختی سے ممانعت کی گئی ہے اور اس گناہ کے مرتکب شخص کو اتنی سخت وعید سنائی گئی ہے تو کسی مسلمان کو اذیت دینا، یا اس کی پٹائی کرنا، یا اس کو زخمی کرنا، یا اس کو قتل کرنا اللہ تعالی کے ہاں کس قدر سنگین جرم ہوگا۔

اسی طرح نبی ﷺ نے صرف کسی دوسرے پر اسلحہ اٹھانے سے ہی نہیں بلکہ عمومی حالات میں بھی اسلحہ کی نمائش کو ممنوع قرار دیا۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''رسول اکرم ﷺ نے ننگی تلوار لینے دینے (یعنی پکڑانے سے) منع فرمایا''۔[6]

---

[1] سنن ابن ماجہ، باب من شھر السلاح

[2] مسلم، باب تحریم قتل الکافر بعد أن قال لا إلہ إلا اللہ، ح:162

[3] صحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب النھی عن الاشارۃ بالسلاح الی مسلم، رقم الحدیث 125 (2616)، 3/2020

[4] شرح النووی: 16/170

[5] ریاض الصالحین ص520

[6] ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی النھی عن تعاطی السیف مسلولا 4:464، رقم:21632

جب ایک مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنا کس قدر گناہ ہے تو اپنے بھائی پر ہتھیار اٹھانے کا گناہ اس سے کئی گناہ زیادہ ہوگا۔

فرشتوں کی پیدائش کے ایام

عن أبي العالية قال: إن الله تعالى خلق الملائكة يوم الأربعاء، وخلق الجن يوم الخميس، وخلق آدم يوم الجمعة، فكفر قوم من الجن فكانت الملائكة تهبط إليهم فتقاتلهم، فكانت الدماء وكان الفساد في الأرض، فمن ثم قالوا: (أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ)'' البقرة۔[1]

حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بدھ کے روز پیدا کیا، جنات کو جمعرات کے روز اور حضرت آدم کو جمعہ کے روز۔ جنات کی ایک قوم کافر ہوگئی تھی جن کی طرف فرشتے اترتے تھے اور ان سے جنگ کرتے تھے جس سے زمین میں خون بہتا اور فساد ہوتا تھا اسی بات کو دیکھ کر فرشتوں نے انسان کی پیدائش پر کہا تھا۔(اتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء)(کیا آپ زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرنا چاہتے ہیں جو اس میں فساد کرے گی اور خون بہائے گی)۔

دوزخ کی تخلیق پر فرشتوں کا خوفزدہ ہونا

عن ابن زيد قال: لما خلق الله النار ذعرت منها الملائكة ذعرا شديدا، وقالوا: ربنا لم خلقت هذه؟ قال: لمن عصاني من خلقي، ولم يكن لله خلق يومئذ غلا الملائكة، قالوا: يارب ويأتي علينا دهر نعصيك فيه؟ قال: لا، إني أريد أن أخلق في الأرض خلقا وأجعل فيها خليقة يسفكون الدماء ويفسدون في الأرض قالوا: أتجعل فيها من يفسد فيها فاجعلنا نحن فيها فنحن نسبح بحمدك ونقدس لك قال: إني أعلم ما لا تعلمون۔[2]

حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: جب اللہ جل شانہ نے دوزخ کو پیدا کیا تو اس سے فرشتے بہت دہشت زدہ ہوئے اور کہنے لگے اے ہمارے پروردگار! آپ نے اسے کیوں پیدا فرمایا؟ فرمایا اپنی مخلوق میں سے نافرمان کیلئے اس روز فرشتوں کے علاوہ اللہ کی کوئی (مکلف) مخلوق نہیں تھی انہوں نے عرض کیا اے پروردگار! کیا ہم پر ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے جس میں ہم آپ کی نافرمانی کریں گے؟ ارشاد فرمایا نہیں۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں زمین میں ایک مخلوق (انسان) پیدا کروں اور اس میں ایک خلیفہ مقرر کروں جو خون بھی بہائیں گے اور زمین میں فساد بھی کریں گے۔ فرشتوں نے عرض کیا کیا آپ اس میں ایسی مخلوق پیدا کریں گے جو اس

---

[1]۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، العظمۃ از ابوالشیخ

[2]۔ ابن جریر

میں فساد کرے گی آپ ہمیں اس پر بھیج دیں ہم ااپ کی حمد کے ساتھ تسبیح (بھی) بیان کریں گے اور آپ کی تقدیس بھی بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے

سب سے پہلے لبیک کہنا

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم) إن أول من لبى الملائكة: قال الله تعالى: (إني جاعِلٌ في الأَرضِ خليفة قالوا أتجعل فيها من يُفسِدُ فيها ويَسفِكُ الدِماءَ) فزادوه فأعرض عنهم، فطافوا بالعرش ست سنين، يقولون: لبيك لبيك اعتذارا إليك، لبيك لبيك نستغفرك ونتوب إليك۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پلے جس نے ''لبیک'' کہی وہ فرشتے ہیں اللہ نے (ان سے) ذکر کیا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، انہوں نے عرض کیا آپ اس میں (مخلوق) کو پیدا کریں گے جو اس میں خون بہائے گی اور اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں تکرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اعرارض فرمالیا تو فرشتوں نے چھ سال تک عرش کا طواف کیا۔ اور لبیك لبیك اعتذارا الیك لبیك لبیك نستغفرك ونتوب الیك کہتے رہے۔

درس حدیث:۔ مذکورہ لبیک کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں ہم آپ سے معذرت چاہتے ہیں ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں، ہم آپ سے اپنے قصور کی معافی مانگتے ہیں اور آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

بیت اللہ کا پہلا طواف

عن ابن سابط أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:) دحيت الأرض من مكة وكانت الملائكة تطوف بالبيت فهي أول من طاف به۔[2]

حضرت ابن سابط رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ساری زمین کو مکہ سے پھیلایا گیا جبکہ فرشتے بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے اور یہی سب سے پہلے کعبہ کا طواف کرنے والے تھے۔

درس حدیث:۔ یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے:۔(۱) ساری زمین کو مکہ مکرمہ سے پھیلایا گیا۔(۲) زمین کو پھیلانے سے پہلے ملائکہ کعبۃ اللہ کا طواف کرتے تھے۔(۳) ساری زمین کو پھیلانے سے قبل کعبۃ اللہ موجود تھا(۴) جن ملائکہ نے اس وقت طواف کیا وہی سب سے پہلے طواف کرنے والے فرشتے تھے۔

---

[1] الدر المنثور ۱/۴۶، کتاب التوبہ، لابن ابی الدنیا

[2] ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن عساکر

باب طواف رسل الله حول البيت إعظاما
اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا کعبۃ اللہ کا طواف کرنا

فرشتوں کا طواف کعبہ کرنا

عن وهب بن منبه قال: ما بعث الله تعالى ملكا قط فيمر حيث بعث حتى يطوف بالبيت ثم يمضي حيث أمر[1]

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی فرشتہ کو کسی امر کیلئے جہاں بھی روانہ فرماتا ہے وہ پہلے بیت اللہ کا طواف کرتا ہے پھر وہاں جاتا ہے جہاں کا اسے حکم دیا گیا۔

وقت طواف فرشتے کون سے کلمات کہتے ہیں

حضرت آدم علیہ السلام کو حج کی قبولیت کی بشارت

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) قدم آدم مكة فلقيته الملائكة فقالوا: بر حجك يا آدم لقد حججنا هذا البيت قبلك بألفي عام، قال: فما كنتم تقولون حوله؟ قالوا: كنا نقول: سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر، وكان آدم إذا طاف بالبيت قال هؤلاء الكلمات۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو ان سے فرشتوں نے ملاقات کی اور کہا اے آدم! آپ کا حج قبول ہو گیا ہم نے آپ سے دو ہزار سال پہلے اس گھر کا حج کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا تم طواف کرتے ہوئے کیا پڑھتے تھے؟ عرض کیا ہم یہ پڑھتے تھے۔ سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر۔ تو حضرت آدم علیہ السلام جب بھی بیت اللہ کا طواف کرتے یہی کلمات پڑھا کرتے تھے۔

کعبۃ اللہ اور بیت المعمور

عن علي بن الحسين قال: أما بدء هذا الطواف بهذا البيت فإن الله تعالى قال للملائكة: (إِنِّي

---

[1] فضائل مکہ از جندی رحمۃ اللہ علیہ

[2] فضائل مکہ از جندی رحمۃ اللہ علیہ

جاعِلٌ فِی الأَرضِ خَلِیفَةً) فقالت الملائکة: أی رب أخلیفة من غیرنا ممن یفسد فیها ویسفك الدماء ویتحاسدون ویتباغضون ویتباغون، أی رب اجعل ذلك الخلیفة منا، فنحن لا نفسد فیها ولا نفسك الدماء ولا نتباغض ولا نتحاسد ولا نتباغی ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك ونطیعك ولا نعصیك، قال الله: إن أعلم ما لا تعلمون فظنت الملائکة أن ما قالوا رد علی ربهم عز وجل وأنه قد غضب علیهم من قولهم فلاذوا بالعرش ورفعوا رؤسهم وأشاروا بالأصابع یتضرعون ویبکون إشفاقا لغضبه فطافوا بالعرش ثلاث ساعات، فنظر الله تعالی إلیهم فنزلت الرحمة علیهم فوضع الله سبحانه تحت العرش بیتا علی أربع أساطین من زبرجد وغشاهن بیاقوتة حمراء وسمی البیت الضراح ثم قال الله للملائکة: طوفوا بهذا البیت ودعوا العرش، فطافت الملائکة بالبیت وترکوا العرش فصار أهون علیهم وهو البیت المعمور الذی ذکره الله، یدخله کل یوم ولیلة سبعون ملك لا یعودون فیه أبدا، ثم إن الله تعالی بعث ملائکة فقال: ابنوا لی بیتا فی الأرض بمثاله وقدره، فأمر الله سبحانه من فی ألرض من خلقه أن یطوفوا بهذا البیت کما یطوف أهل السماء بالبیت المعمور۔[1]

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کے اس طرح سے طواف کرنے کی صورت یہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ذکر کیا کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا آپ ہمارے علاوہ ان سے کوئی خلیفہ بنائیں گے جو زمین میں فساد کریں گے آپس میں حسد کریں گے آپس میں بغض رکھیں گے ایک دوسرے پر سرکشی کریں گے۔ اے رب وہ خلیفہ ہم سے بنا دے ہم زمین میں فساد نہیں کریں گے، خون نہیں بہائیں گے، آپس میں بغض نہیں رکھیں گے، ایک دوسرے سے حسد نہیں کریں گے ایک دوسرے پر سرکشی نہیں کریں گے ہم آپ کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کریں گے اور آپ کی تقدیس پیش کریں گے آپ کی اطاعت کریں گے نافرمانی نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔تو حضرت ملائکہ کرام نے سمجھا کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے سب اللہ عزوجل کے فرمان کو ٹھکرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے اس جواب سے ناراض ہو گئے ہیں تو وہ عرش کے گرد طواف کرنے لگے اور اپنے سر اٹھالئے اور اپنی انگلیوں سے اشارے کرنے لگے اور عاجزی کرتے اور خدا کے ڈر سے روتے تھے اس طرح سے انہوں نے تین گھڑیاں عرش کا طواف کیا تب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف دیکھا اور ان پر رحمت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے زبرجد (موتی) کے چار ستونوں پر ایک گھر مقرر کیا اور ان ستونوں کو سرخ یاقوت سے ڈھانپا اور اس کا نام ضراح

1۔ الازرقی

رکھا فرشتوں سے فرمایا عرش کے بجائے اس گھر کا طواف کرو تو فرشتوں نے اس کا طواف شروع کر دیا اور عرش سے ہٹ گئے اور یہ طواف کرنا ان کیلئے آسان ہو گیا۔ (کیونکہ بیت المعمور بیت اللہ کے برابر ایک گھر ہے اور عرش خداوندی بہت ہی بڑا ہے جس کے گرد طواف کرنا بہت ہی شکل ہے) اور وہ یہی بیت المعمور ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، اس میں رات دن ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ نہیں لوٹ لکیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا اور حکم دیا میرے لئے اس کے مطابق اتنا ہی زمین میں ایک گھر بناؤ، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو جو زمین میں رہتے ہیں حکم فرمایا کہ وہ اس گھر کا طواف کریں جس طرح کہ آسمان والے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔

بیت اللہ پندرہواں گھر ہے

عن ليث بن معاذ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) هذا البيت خامس خمسة عشر بيتا سبعة منها في السماء وسبعة منها إلى تخوم الأرض السفلى وأعلاها الذي يلي العرش: البيت المعمور، لكل بيت منها حرم كحرم هذا البيت لو سقط منها بيت لسقط بعضها على بعض إلى تخوم الأرض السفلى، ولكل بيت من أهل السماء ومن أهل الأرض من يعمره كما يعمر هذا البيت۔[1]

حضرت لیث بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پندرہ (اللہ تعالیٰ کے) گھروں میں سے یہ بیت اللہ پندرھواں گھر ہے۔ ان گھروں میں سات آسمان میں ہیں اور سات آخری زمین تک ہیں ان سب سے اوپر بیت المعمور ہے جو عرش کے قریب ہے۔ ہر بیت اللہ کا ایک حرم ہے جس طرح سے اس بیت اللہ کا حرم ہے۔ اگر ان میں سے کوئی گھر گر پڑے تو آخری زمین تک ایک دوسرے کے اوپر گرے گا ہر گھر کیلئے اہل سماوات اور اہل ارض سے کچھ حضرات ایسے ہیں جو ان کو آباد رکھتے ہیں جیسا کہ اس بیت اللہ کو آباد رکھتے ہیں۔

ملائکہ کا بیت اللہ کے طواف کی اجازت طلب کرنا

عن عثمان بن يسار المكي قال: بلغني أن الله تعالى إذا أراد أن يبعث ملكا من الملائكة لبعض أموره في الأرض استأذنه ذلك في الطواف ببيته فهبط الملك مهللا۔[2]

حضرت عثمان بن یسار مکی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب ارادہ

---

[1] ۔الازرقی

[2] ۔الازرقی

فرماتے ہیں کہ فرشتوں میں سے کسی ایک کو زمین میں اپنے کسی کام کیلئے روانہ کریں تو وہ فرشتہ اللہ عزوجل سے اس بیت اللہ کے طواف کی اجازت طلب کرتا ہے۔لا الہ الا اللہ پڑھتے ہوئے نیچے اترتا ہے۔

کعبۃ اللہ کی تعمیر

عن عبید اللہ بن أبي زیاد قال: لما أھبط اللہ آدم من الجنة قال: یا آدم ابن لی بیتا بحذاء بیتی الذی فی السماء تتعبد أنت فیه وولدك كما تتعبد ملائكتي حول عرشي فهبطت عليه الملائكة فحفر حتى بلغ الأرض السابعة فقذفت فيه الملائكة الصخر حتى أشرف على وجه الأرض۔[1]

حضرت عبید بن ابی زیاد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا تھا تو حکم دیا تھا اے آدم! میرے لئے ایک گھر تعمیر کر میرے اس گھر کی سیدھ میں جو آسمان میں ہے جس میں تو بھی عبادت کرے گا اور تیری اولاد بھی جس طرح سے میرے فرشتے میرے عرش کے گرد عبادت کرتے ہیں، تو اس مقام پر فرشتے بھی اترے جنہوں نے اس مقام کو کھودا یہاں تک کہ ساتویں زمین تک جا پہنچے پھر فرشتوں نے اس جگہ پر ایک چٹان پھینک دی جو زمین کی سطح تک ظاہر ہوگئی۔

کعبۃ اللہ کا پہلا طواف

عن ابن عباس قال: أول من طاف بالبيت الملائكة۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں سب سے پہلے جس نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا وہ فرشتے تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے قبل کعبۃ اللہ کا حج

عن أنس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:) كان موضع البيت فی زمن آدم عليه السلام شبرا أو أكثر علما، فكانت الملائكة تحج إليه قبل آدم ثم حج آدم فاستقبلته الملائكة، قالوا: يا آدم من أين جئت؟ قال: حججت البيت، فقالوا: قد حججته الملائكة قبلك بألفي عام[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بیت اللہ شریف کی جگہ ایک بالشت برابر تھی یا اس سے کچھ زائد تھی، حضرت آدم سے قبل فرشتے اس کا حج کیا کرتے تھے، پھر حضرت آدم علیہ السلام نے حج کیا تو فرشتے ان کے پاس حاضر ہوئے اور پوچھا اے آدم علیہ السلام آپ کہاں سے آرہے

---

[1] الازرقی

[2] طبرانی

[3] کنز العمال: ۳۴۱۷۷، الدر المنثور ۱/۱۳۱

ہیں فرمایا بیت اللہ شریف کا حج کر کے تو فرشتوں نے بتلایا کہ فرشتے آپ سے دو ہزار سال قبل اس حج کر چکے ہیں۔

رکن یمانی پر فرشتوں کا رش

عن ابن عباس: أن جبريل وقف على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليه عصابة خضراء قد علاها الغبار، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم:) ما هذا الغبار الذى أرى على عصابتك؟ قال: إني زرت البيت فازدحمت الملائكة على الركن فهذا الغبار الذى ترى مما تثير بأجنحتها.[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے ان پر ایک سبز رنگ کی پگڑی تھی جس پر غبار چڑھا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا یہ غبار کس چیز کا ہے؟ فرمایا میں کعبہ کی زیارت کو حاضر ہوا تھا تو فرشتوں نے رکن (یمانی) پر رش کر رکھا تھا یہ غبار جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ ان کے پروں سے اڑ کر بیٹھا ہے۔

عیب دار چیز فروخت کرنا

عن وائلة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) من باع عيبا لم يبينه لم يزل في مقت الله ولم تزل الملائكة تلعنه.[2]

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی کوئی عیب دار چیز خریدار کو بتلائے بغیر فروخت کرتا ہے تو وہ اللہ کی بیزاری میں رہتا ہے اور فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں (یہاں تک کہ اس کو اپنی شئے کا عیب بتلا دے)۔

ختم قرآن کے اوقات

عن سعد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) من ختم القرآن أول النهار صلت عليه الملائكة حتى يمسي، ومن ختمه آخر النهار صلت عليه الملائكة حتى يصبح.[3]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن کریم کو شروع دن کے وقت ختم کرتا ہے اس کیلئے خدا کے فرشتے شام تک رحمت اور مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔ اور جو اس کو آخر دن میں ختم کرتا ہے اس پر فرشتے صبح ہونے تک رحمت و مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔ اور جو اس کو آخر دن میں ختم

---

[1] الازرقی

[2] ابن ماجہ: ۲۲۴۷، مشکاۃ المصابیح ۲۸۷۸، ابن السنی، کنز العمال ۱/ ۴۵۲

[3] حلیۃ الاولیاء

کرتا ہے اس پر فرشتے صبح ہونے تک رحمت ومغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔

غلام نام سے یا نام بگاڑ کر پکارنا

عن عمیر بن سعد قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من دعا رجلا بغیر اسمه لعنته الملائکة۔[1]

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی آدمی کو اس کے نام کے علاوہ (کسی اور نام سے یا نام بگاڑ کر) بلاتا ہے تو اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

بغیر علم کے فتویٰ دینا

عن علی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من أفتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء والأرض۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی بغیر علم کے (جہالت پر اور اپنے ڈھکو سلے سے) فتویٰ دیتا ہے اس پر آسمان اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

نامکمل نماز

عن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما من مصل إلا ملك عن یمینه وملك عن یساره فإن أتمها عرجا بها وإن لم یتمها ضربا بها وجهه۔[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نماز پڑھنے والے کے داہنے ایک فرشتہ ہوتا ہے، اور بائیں (بھی) ایک فرشتہ ہوتا ہے پس اگر (نمازی نے) اپنی نماز مکمل کی تو اس کو لیکر کے اوپر کو پرواز کر جاتے ہیں اور اگر اس کو ناتمام ادا کیا تو اس کو اس کے منہ پر مار دیتے ہیں۔

دوراں حفظ فوت ہونے والا طالب علم

عن أبی سعید الخدری قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قرأ القرآن ثم مات قبل أن یستظهره أتاه ملك فعلمه فی قبره فلقی الله تعالی وقد استظهره۔[4]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: جس نے قرآن پاک پڑھا اور حفظ کرنے سے پہلے موت آگئی اس کے پاس ایک فرشتہ آئے گا جو اسے اس کی قبر میں قرآن پاک کو

---

[1] ابن السنی: ۳۸۸، کنز العمال ۱/ ۴۵۲

[2] ابن عساکر

[3] الترغیب والترہیب ۱/ ۳۳۸

[4] کنز العمال: ۹/ ۲۴۴

حفظ کرادے گا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ قرآن پاک مکمل طور پر حفظ کر چکا ہو گا۔

درس حدیث:۔ حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے قرآن پاک پڑھا (یعنی حفظ کرنا شروع کیا) پھر وہ قرآن کریم حفظ کرنے سے قبل فوت ہوگیا (یعنی دوران حفظ) تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس طالب علم کو جو قرآن کریم حفظ کرتے ہوئے فوت ہوگیا قرآن کریم حفظ کرائے گا یوں روز محشر جب وہ قبر سے اٹھے گا تو اس کو پورا قرآن کریم حفظ ہوگا۔

فرشتے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہیں

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نفس مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ اِنَّ الْمَلَآئِکَۃَ لَتَسْتَحْیِیْ مِنْ عُثْمَانَ بن عَفَّان کَمَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے فرشتے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اسی طرح سے حیا کرتے ہیں جس طرح سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے حیا کرتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت

اسلام قبول کرنے کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شرف وفضیلت حاصل ہوئی جو ان کی کتاب فضائل کا درخشاں باب ہے اور جس پر وہ جتنا ناز کریں کم ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردیا۔ ان کی وفات کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردیا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں اور یہ وہ شرف ہے جو پوری انسانی تاریخ میں کسی شخص کو حاصل نہیں ہوا۔ گویا یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاص خصوصیت ہے۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک سوال کے جواب میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس کو ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کھانا دے کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بھیجا۔ وہ اپنی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ میں نے ان دونوں سے اچھا اور خوبصورت جوڑا اور کوئی نہیں دیکھا۔ کبھی میں حضرت عثمان رضی

---

[1] الجامع الکبیر ۲/۵۰۳

اللہ تعالیٰ عنہ اور کبھی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے اسامہ! کیا تم نے کبھی ان سے خوبصورت جوڑا دیکھا۔ میں نے عرض کیا آقا علیہ السلام نہیں دیکھا۔
ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان سے ایک ترازو اتاری گی ایک پلڑے میں مجھے رکھا گیا اور دوسرے پلڑے میں میری ساری امت رکھی گئی اور وزن کیا گیا تو میں پوری امت کے برابر رہا پھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک پلڑے میں رکھا گیا اور باقی دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری امت کے برابر رہے پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک پلڑے میں اور دوسرے میں باقی ساری امت کو تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری امت کے برابر رہے پھر چوتھی مرتبہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک پلڑے میں اور باقی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے امت کے برابر رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمع وتدوین قرآن: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آذر بائیجان اور آرمینیہ کی جنگ میں شریک تھے تو وہاں انہوں نے اختلاف قرآن کا ہولناک منظر دیکھا تو پریشان ہو گئے کہ وہ لوگ اپنے اپنے آبائی لہجے میں قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے امیر المومنین! خدارا امت کی خبر لیجئے۔ قبل اس کے کہ قرآن مجید سے متعلق اختلافات اتنے شدید ہو جائیں جیسا کہ یہود ونصاریٰ کے باہمی اختلافات ہیں۔ ظاہر ہے اتنا عظیم الشان کام خود اپنی رائے سے انجام دینے کی جسارت نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کی مجلس شوریٰ طلب کی اور متفقہ طور پر اس کی تائید کر دی تو قرآن مجید کا ایک نسخہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں مرتب ہوا تھا اور اب ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ملکیت میں تھا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ نسخہ ام المومنین سے لے لیا اور مجلس شوریٰ جو مرتب فرمائی ان میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے کو سپرد کر دیا تا کہ اس نسخہ کو بنیاد بنا کر قرآن مجید کا ایک نہایت مستند مجموعہ قراتِ قریش پر تیار کریں جب یہ مجموعہ تیار ہو گیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسخہ واپس کر دیا گیا اور یہ مجموعہ جس کا نام مصحف عثمانی کہلایا۔ اس کی متعدد نقلیں تیار کروا کے انہیں مختلف شہروں میں بھیج دیا گیا کہ اسی کو مستند مانا جائے اور اسی کے مطابق قرات اور کتابت کی جائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور جمعہ کے دن دوسری اذان: سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت سے قبل جمعہ کی نماز میں ایک اذان اور ایک اقامت ہوتی تھی آپ کے عہد خلافت میں آبادی کی کثرت ہو گئی اور مدینہ طیبہ کے مکانات دور دور تک پھیل گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام زوراء میں ایک اور اذان کا اضافہ

کر دیا اور تمام صحابہ نے اس بارے میں ان سے اتفاق کیا۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ مسجد تنگ ہے کیونکہ نمازیوں کی تعداد بڑھ رہی تھی۔ مسجد کے پڑوس میں ایک شخص کا مکان تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش تھی کہ اس مکان کو خرید کر مسجد میں شامل کرلیا جائے چنانچہ ایک روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ترغیب دی اور جنت کا وعدہ فرمایا جس پر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس یا پچیس ہزار درہم میں وہ مکان خرید لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور جنت کی خوشخبری دی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں مزید توسیع کی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ مکان جس کا دروازہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں آنے جانے کے لئے کھلا رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی خرید کر مسجد نبوی میں مزید توسیع فرمائی اور چونا اور منقش پتھروں سے بڑے خوبصورت انداز میں تعمیر فرمایا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں کی طرف سے سفیر بنا کر بھیجا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ عثمان کتنے خوش نصیب ہیں کہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کی اور احرام کھول لیا ہوگا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماکان لفیعل۔ ''عثمان میرے بغیر ایسا ہرگز نہیں کریں گے''۔ چنانچہ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس تشریف لائے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

عثمان! کیا تم نے بیت اللہ کا طواف کیا؟ محب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آبدیدہ عرض کیا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں بیت اللہ کا طواف کروں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف نہ فرمائیں۔

اہم خصوصیات: جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور گھر میں محصور تھے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باغیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میری دس خصوصیات میرا رب ہی جانتا ہے مگر آج تم ان کا بھی لحاظ نہیں کرتے ہو

میں دائرہ اسلام میں داخل ہونے والا چوتھا مسلمان ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے میرے نکاح میں دی ہیں۔

میں نے پوری زندگی کبھی گانا نہیں سنا۔

میں نے کبھی برائی کی خواہش نہیں کی۔

جس ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی اس ہاتھ کو آج تک نجاست سے دور رکھا۔

جب سے اسلام لایا کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا کہ میں نے غلام آزاد نہ کیا ہو یا بعد میں اس کی تمنا نہ کی ہو۔
میں کبھی لہو ولعب میں مشغول نہیں ہوا۔
زمانہ جاہلیت اور عہد اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا۔
زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں کبھی چوری نہیں کی۔
میں نے عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پورا قرآن پاک حفظ کیا۔

شہادت: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں محصور تھے میں سلام عرض کرنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے اندر گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خوش آمدید! میرے بھائی میں نے آج رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ان لوگوں نے تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے۔ میں نے کہا جی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فرمایا: انہوں نے تمہیں پیاسا رکھا ہوا ہے۔ میں نے کہا جی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کا ایک ڈول لٹکایا جس میں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور اب بھی میں اس کی ٹھنڈک اپنے سینے اور کندھے کے درمیان محسوس کر رہا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو اللہ کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس افطار کرلو۔ میں نے ان دو باتوں سے افطار کو اختیار کرلیا چنانچہ اسی دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

جس گھر میں قرآن پاک کی تلاوت ہو

عن أنس قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) البيت إذا قرىء فيه القرآن، حضرته الملائكة وتنكبت عنه الشياطين واتسع على أهله و كثر خيره وقل شره, وإن البيت إذا لم يقرأ فيه القرآن، حضرته الشياطين وتنكبت عنه الملائكة وضاق على أهله وقل خيره و كثر شره۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے اس میں فرشتے آتے اور شیاطین دور ہو جاتے ہیں، یہ اہل خانہ افراد کیلئے کشادہ ہو جاتا ہے اور اس میں بھلائی کی بہتات اور شر کی قلت ہو جاتی ہے۔ اور جس گھر میں قرآن پاک کی تلاوت نہ کی جائے اس میں شیاطین جمع ہو جاتے ہیں فرشتے نکل جاتے ہیں اور وہ اپنے باسیوں پر تنگ ہو جاتا ہے۔ خیر کم اور شر بہت بڑھ جاتا ہے۔

[1] کنز العمال: ۷ / ۲۴۳

سورت بقرہ کی فضیلت

عن معقل بن یسار أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال:) البقرة سنام القرآن وذروته ونزل مع کل آیة منها ثمانون ملکا.[1]

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورہ بقرہ قرآن پاک میں بڑا اور اعلیٰ مقام رکھتی ہے اس کی ہر آیت اترنے کے وقت اسی فرشتے نازل ہوتے تھے۔

ایک دوسری روایت میں ہے؛

حضرت بوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کیونکہ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس گھر میں سورت البقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔

١۔ سورہ بقرہ کی تلاوت اور سماعت جادو کا بہترین علاج ہے۔

٢۔ سورہ بقرہ جادوگر سورہ بقرہ پر غالب نہیں آسکتا۔

٣۔ سورہ بقرہ کی تلاوت کرنے سے گھر میں خیر و برکت رہتی ہے۔

٤۔ سورہ بقرہ کی تلاوت ترک کرنے سے گھر خیر و برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔

٥۔ قیامت کے روز سورہ بقرہ اپنے پڑھنے والوں کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے گی

سورۃ انعام کے ساتھ ستر ہزار فرشتوں کا نزول

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) نزلت علیّ سورة الأنعام جملة واحدة یشیعها سبعون ألف ملك لهم زجل بالتسبیح والتحمید.[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورہ انعام ایک ہی مرتبہ مکمل طور پر نازل ہوئی اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے (جو اس کے نزول کی خوشی میں) زور زور سے تسبیح اور تحمید ادا کر رہے تھے۔

عن جابر قال: لما نزلت سورة الأنعام سبح رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم قال:) لقد شیع هذه السورة من الملائکة ماسد الأفق.[3]

---

[1] مسند احمد: ٥/٢٦، مجمع الزوائد ٦/٣١١، کنز العمال: ٢٥٤٨، جمع الجوامع ١٠٣١١، الترغیب والترہیب ٢/٣٦٩، تفسیر ابن کثیر ١/٢٠ و٥١، ٦/٥٤٧

[2] الدر المنثور ٣/٣، مجمع الزوائد ٧/١٩، الطبرانی فی الصغیر: ١/٨١

[3] حاکم، شعب الایمان للبیہقی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب سورہ انعام نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح بیان فرمائی پھر فرمایا اس سورت کے ساتھ اتنے فرشتے نازل ہوئے ہیں جنہوں نے آسمان تک کا کنارہ بھر رکھا ہے۔

سورت انعام کی فضیلت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ سورت رب کی طرف سے مومنین کے لیے تحفہ ہے اور قرآن کی خیر و برکت اس سورت میں ہے۔[1]

حاملین عرش کی تسبیح

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذا قضى ربنا أمرا سبح حملة العرش ثم سبح أهل السماء الذين يلونهم، حتى يبلغ التسبيح أهل هذه السماء الدنيا، ثم قال الذين يلون حملة العرش لحملة العرش: ماذا قال ربكم؟ فيخبرونهم ماذا قال، فيستخبر بعض أهل السموات بعضا حتى يبلغ الخبر هذه السماء الدنيا فيخطف الجن السمع فيقذفون إلى أوليائهم ويرمون فما جاءوا به على وجهه فهو حق ولكنهم يقذفون فيه فيزيدون[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب ہمارے پروردگار کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو حاملین عرش تسبیح بیان کرتے ہیں، پھر اس آسمان والے تسبیح بیان کرتے ہیں جو ان سے قریب ہوتے ہیں یہاں تک کہ اس آسمان دنیا تک تسبیح آن پہنچی ہے۔ پھر وہ فرشتے جو عرش بردار فرشتوں کے قریب ہوتے ہیں ان حاملین عرش سے کہتے ہیں آپ کے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ انہیں بتلاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہوتا ہے۔ پھر ہر آسمان والے دوسرے آسمان والوں سے معلوم کر لیتے ہیں یہاں تک کہ وہ خبر اس پہلے آسمان تک آ پہنچی ہے تو کچھ جنات (بعض امور) چرا لیتے ہیں اور جلدی سے اپنے دوستوں کی طرف پھینک دیتے ہیں پس جو بات وہ پوری نقل کرتے ہیں تو حق ہوتی ہے لیکن وہ اس میں جھوٹ ملاتے اور اضافے کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا حق فرمایا

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذا قضى الله الأمر في السماء ضربت الملائكة بأجنحتها خضعانا لقوله، كأنه سلسلة على صفوان فإذا فزع عن قلوبهم قالوا: ماذا قال

---

[1] ریاض الصالحین

[2] احمد، مسلم، ترمذی

ربکم؛ قالوا: للذی قال الحق وھو العلی الکبیر، فیستمعھا مسترقو السمع۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالی آسمان میں کسی کام کا فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے اللہ تعالی کے حکم کے احترام میں عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے پر مارتے ہیں گویا کہ یہ وحی خداوندی زنجیر (کی آواز ہے جب وہ) کسی چکنے پتھر پر (ماری جاتی) پس جب فرشتوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور جاتی ہے تو فرشتے اس فرشتہ سے پوچھتے ہیں جس پر اللہ تعالی نے وحی نازل کی ہوتی ہے کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا؟ تو وہ بتاتا ہے کہ (جو کچھ فرمایا) حق فرمایا وہ بہت ہی بلند ہے بہت ہی بڑا ہے۔ تو اس وحی کو باتیں چرانے والے۔

پاکیزہ روح کی خوشبو

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خرجت روح العبد تلقاها ملكان بها يصعدان، فذكر من طيب ريحها، وتقول أهل السماء: روح طيبة جاءت من قبل الأرض، صلى الله عليك وعلى جسد كنت تعمرينه، فينطلق به إلى ربه، ثم يقول: انطلقوا به إلى آخر الأجل، وإن الكافر إذا خرجت روحه - فذكر من نتنها - وتقول أهل السماء: روح خبيثة جاءت من قبل الأرض، فيقال: انطلقوا به إلى آخر الأجل۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مومن بندے کی روح نکلتی ہے تو اسے دو فرشتے لے لیتے ہیں اور اس کو لیکر اوپر کو جاتے ہیں اور اس کی پاکیزہ خوشبو کا تذکرہ کیا جاتا ہے اہل سماوات کہتے ہیں (کتنی) پاکیزہ روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے اللہ تعالی تجھ پر رحمت فرمائے اور مغفرت کرے اور اس جسم پر بھی جسے تو نے آباد کیا، پھر اس کو رب کریم کی طرف لے جایا جاتا ہے تو اللہ تعالی فرماتے ہیں اسے اس کے آخری اجل کی طرف لے جاؤ (یعنی قیامت تک کیلئے اس کے بڑے انعام کو موخر کردو) اور جب کافر کی روح نکلتی ہے تو اس کی بدبو کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور اہل آسمان کہتے ہیں یہ خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ اس کو اسکے آخری اجل تک لے چلو۔

کم عمر نوجوان کی عبادت

عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أحب الخلائق إلى الله شاب حدث

---

[1] فتح الباری ۸/ ۳۸۰ و ۷۵۳، ترمذی: ۳۲۲۳، ابن ماجہ: ۱۹۴، مشکاۃ المصابیح: ۴۶۰۰، جمع الجوامع: ۲۳۵۶، کنز العمال: ۱۷۶۸۲، الدر المنثور: ۵/ ۲۳۲ تفسیر البغوی ۴/ ۶۰، تفسیر القرطبی ۱۴/ ۲۹۶، تفسیر ابن کثیر ۴/ ۲۴۶، ۶/ ۱۸۳ و ۵۰۳

[2] جمع الجوامع: ۷۰۵، الاتحاف السنیۃ: ۱۰۴

السن فی صورۃ حسنۃ جعل شبابہ وجمالہ للہ، وفی طاعتہ للہ، ذلك الذی یباهی بہ الرحمن ملائکتہ یقول: ھذا عبدی حقا۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک کم عمر کا نوجوان ہے جس کی شکل وشباہت بھی خوبصورت ہو اور وہ اپنا شباب اور جمال اللہ کے لئے اور اللہ کی فرمانبرداری میں مصروف کر رہا ہو، یہی وہ جوان ہے جس کے متعلق اللہ تعالی اپنے فرشتوں کے سامنے فخر کرتے اور فرماتے ہیں یہ واقعی میرا بندہ ہے۔

اہل آسمان اہل زمین کی اذان سنتے ہیں

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن أھل السماء لا یسمعون من أھل الأرض إلا الأذان۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان والے زمین والوں کی کوئی بات نہیں سنتے صرف اذان سنتے ہیں۔

اہل ایمان کے گھر عرش تک روشن ہوتے ہیں

عن أبی ھریرۃ وأبی الدرداء قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن بیوتات المؤمنین بمصابیح إلی العرش یعرفھا مقربو السموات السبع، یقولون: ھذا النور من بیوتات المؤمنین التی یتلی فیھا القرآن۔[3]

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مومنوں کے گھر عرش تک روشن ہیں ان گھروں کو ساتوں آسمانوں کے مقرب (اولوالعزم) فرشتے پہنچاتے (اور یہ) کہتے ہیں کہ یہ نور مومنوں کے گھروں سے آرہا ہے جن میں قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے۔

درس حدیث: یہ حدیث ان مسائل پر مشتمل ہے۔ (۱) مومنین کے گھر عرش تک روشن نظر آتے ہیں (۲) ساتوں آسمانوں کے مقرب فرشتے ان کو پہچانتے ہیں (۲) ساتوں آسمانوں کے مقرب فرشتے ان کو پہنچانتے ہیں (۳) اور یہ کہتے ہیں کہ نوران مومنون کے گھروں کا ہے جن میں تلاوت قرآن ہوتی ہے۔

جس گھر میں تلاوت قرآن ہو فرشتے ستاروں کی طرح نظر آتے ہیں

---

[1] ابن عساکر ۴/ ۳۴۹، جمع الجوامع: ۶۰۸۱، کنز العمال: ۴۳۱۰۳، الاتحافات السنیۃ: ۱۵۹

[2] مسند ابن عمر: ص ۲۴، جمع الجوامع: ۶۳۰۹، کنز العمال: ۲۰۸۹۸ و ۲۰۹۳۴، المطالب العالیہ: ص ۲۳۵۷، الضعفاء والمجروحین ۲/ ۶۳

[3] جمع الجوامع

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) البيت الذى يقرأ فيه القرآن يترايا لأهل السماء كما تترايا النجوم لأهل الأرض.[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ گھر جس میں قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے آسمان والوں کو ایسا دکھائی دیتا ہے جیسا کہ زمین والوں کو ستارے دکھائی دیتے ہیں۔

جو کچھ زمین وآسمان میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان لیا

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) أتانى الليلة ربى تبارك وتعالى فى أحسن صورة، فقال: يا محمد هل تدرى فيم يختصم الملأ الأعلى؛ قلت: لا فوضع يده بين كتفى حتى وجدت بردها فى ثديى فعلمت ما فى السموات وما فى الأرض، فقال: يا محمد هل تدرى فيم يختصم الملأ الأعلى؛ قلت: نعم، فى الكفارات والدرجات: والكفارات المكث فى المساجد بعد الصلوات، والمشى على الأقدام إلى الجماعات، وإسباغ الوضوء فى المكاره؛ والدرجات إفشاء السلام، وإطعام الطعام والصلاة بالليل والناس نيام.[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آج رات میرے پاس اللہ تبارک وتعالیٰ خوبصورت ترین صورت میں آئے اور پوچھا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ جانتے ہیں مقرب فرشتے کس بات میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست مبارک میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا جس کی میں نے اپنے سینے میں ٹھنڈک محسوس کی اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا اس کا علم ہو گیا۔ پھر پوچھا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ جانتے ہیں مقرب فرشتے کس بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! کفارات اور درجات کے بارے میں، کفارات یہ ہیں نمازوں کے بعد مساجد میں ٹھہرے رہنا، جماعت کی طرف قدموں سے چلنا، تکلیف کی حالت میں بھی اچھی طرح سے وضو کرنا اور درجات یہ ہیں سلام کو پھیلانا، کھانا کھلانا، رات کو (تہجد کی) نماز ادا کرنا جب کہ لوگ نیند میں ہوں۔

مدینہ کے ہر گھر پر ایک محافظ فرشتہ

فرشتے دجال کو مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے

عن تميم الدارى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن طيبة المدينة، وما بيت من

---

[1] جمع الجوامع: ۱۰۳۲۵، کنز العمال: ۲۲۹۲، ۵۹۹۹

[2] الترمذی: ۳۲۳۳، اتحاف السادة المتقین ص ۹۳، جمع الجوامع: ۳۲۰، کنز العمال: ۴۳۶۴۴

أبياتها إلا عليه ملك شاهر سيفه لا يدخلها الدجال أبدا.[1]

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ طیبہ کی شان یہ ہے کہ اس کے گھروں میں کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس پر کوئی فرشتہ اپنی تلوار نہ لہرا رہا ہو۔ مدینہ میں دجال کبھی بھی داخل نہ ہو سکے گا۔

خاوند کا بستر چھوڑ کر سونے والی پر لعنت کرنے والے

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا باتت المرأة هاجرة فراش زوجها لعنتها الملائكة حتى ترجع (وفي لفظ: "حتى تصبح.[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے خاوند کا بستر چھوڑ کر (نافرمانی کرتے ہوئے) الگ سوتی ہے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ (اس کے پاس) لوٹ آئے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اس عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

میت کے حق میں انسان کے کلمات پر فرشتے کا آمین کہنا

عن أم سلمة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا حضرتم الميت فقولوا خيرا، فإن الملائكة يؤمنون على ما تقولون.[3]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میت کے پاس آؤ تو اس کے حق میں تعریف کرو کیونکہ تم جو کچھ کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔

ختم قرآن پر ساٹھ ہزار فرشتوں کا استغفار

عن ابن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا ختم العبد القرآن صلى عليه عند ختمه ستون ألف ملك.[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ قرآن مجید ختم کرتا ہے تو بوقت ختم (اس کیلئے) ستر ہزار فرشتے رحمت و مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں

---

[1] طبرانی

[2] البخاری: ۷/۳۹، مسلم کتاب النکاح ب ۲۰، رقم الحدیث ۱۲۰، مسند احمد ۲/۳۸۶، ۵۱۹)، الدارمی: ۲/۱۵۰، البیہقی: ۷/۲۹۲، تاریخ بغداد ۶/۷۵ و ۲۹۷

[3] مسند احمد: ۶/۲۹۱، بیہقی ۳/۳۸۴، و ۷/۱۴، امالی الشجری ا/۲۵۲

[4] کنز العمال: ۲۲۵۷، جمع الجوامع: ۱۶۸۶، الفوائد المجموعۃ: ۳۱۰، تجرید التمہید: ۵۵۶

مرغ فرشتہ کو دیکھ کر اذان دیتا ہے

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:)إذا سمعتم صياح الديكة فاسألوا الله من فضله فإنها رأت ملكا، وإذا سمعتم نهيق الحمير فتعوذوا بالله من الشيطان فإنها رأت شيطانا۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مرغ کی اذان سنو تو اللہ تعالی سے اس کا فضل طلب کرو کیونکہ یہ اس وقت فرشتے کو دیکھتا ہے اور جب گدھے کی رینک سنو تو اللہ تعالی کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔

مسلمان پر تلوار لہرانے والے پر فرشتوں کی لعنت

عن أبي بكرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:)إذا شهر المسلم على أخيه سلاحا فلا تزال ملائكة الله تلعنه حتى يشمه عنه۔[2]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنے (مسلمان) بھائی پر ہتھیار لہراتا ہے تو اللہ کے فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے ہوئے ہیں جب تک کہ اس کو میان مین نہیں کر لیتا۔

نماز سے فراغت کے بعد اپنی جائے نماز پر بیٹھنے والے پر فرشتوں کا استغفار

عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:)إذا صلى الرجل المسلم ثم جلس بعد الصلاة صلت عليه الملائكة ما دام في مصلاه، وصلاتهم عليه: اللهم اغفر له، اللهم ارحمه۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان نماز سے فارغ ہو کر (اپنی جگہ) نماز کے بعد بیٹھا رہتا ہے تو اس پر فرشتے اس وقت تک صلوۃ پڑھتے ہیں جب تک کہ وہ اپنی جائے نماز پر رہے اور ان کی صلوۃ یہ ہے۔ اللهم اغفر له اللهم ارحمه (اے اللہ اس کے بخش دے اے اللہ! اس پر رحم فرما)

---

[1] البخاری: ۴/۱۵۵، مسلم کتاب الذکر والدعاءب ۲، رقم الحدیث ۸۲، ابوداؤد، کتاب الادب: ۱۱۵، الترمذی: ۳۴۵۹، مسند احمد ۲/۳۰۶، شرح السنۃ ۵/۱۲۶، مشکاۃ المصابیح: ۲۴۱۹، الاذکار النوویۃ: ۲۶۴، اسرار المرفوعۃ: ۴۳۱، کشف الخفاء ۱/۴۹۷

[2] کنز العمال: ۳۹۸۸۶، الجوامع: ۲۰۴۴، مجمع الزوائد ۷/۳۹۱

[3] جمع الجوامع: ۲۰۴۶، کنز العمال: ۱۹۰۷۲

افضل فرشتوں کا انتخاب

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) اصطفوا ولیتقدمکم فی الصلاۃ أفضلکم فإن الله یصطفی من الملائکة ومن الناس۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انتخاب کرو، چاہئے کہ نماز میں تمہارا امام تمہارا افضل آدمی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی فرشتوں اور بندوں سے اچھے حضرات کا انتخاب فرماتے ہیں

روزہ دار کے سامنے کھانا کھانے پر فرشتوں کی دعا

عن أم عمارة بنت کعب قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) إن الصائم إذا أکل عنده لم تزل تصلی علیه الملائکة حتی یفرغ من طعامه۔[2]

حضرت ام عمارہ بنت کعب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جب کسی روزہ دار کے پاس کوئی کھانا کھاتا ہے تو روزہ دار کیلئے اس وقت تک فرشتے رحمت اور مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں جب تک کہ اس کے پاس کھانے والا کھانے سے فارغ نہ ہو جائے۔

بروز جمعہ درجات لکھنے والے فرشتے

عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) إذا کان یوم الجمعة کان علی کل باب من أبواب المسجد ملائکة یکتبون الناس علی قدر منازلهم، الأول فالأول، فإذا جلس الإمام طووا الصحف وجاءوا یستمعون الذکر۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو ہر مسجد کے دروازے میں سے ہر دروازہ پر فرشتے آتا ہیں جو لوگوں کے ثواب ان کے سفر کے حساب سے لکھتے ہیں جو پہلے آتا ہے اس کا ثواب زیادہ لکھتے ہیں اور جو اس کے بعد لیکن باقیوں سے پہلے آنے والا ہے اس کا ثواب زیادہ لکھتے ہیں۔ پس جب امام (منبر پر) بیٹھ جائے تو وہ ان (ثواب اور درجات کے) اوراق کو لپیٹ لیتے

[1] مجمع الزوائد ۲ / ۶۴، کنز العمال: ۲۰۵۲۶

[2] مسند احمد ۶ / ۳۶۵، الدارمی ۲ / ۱۷، البیہقی ۴ / ۳۰۵، موارد الظمآن ۹۵۳، شرح السنۃ: ۶ / ۲۷۶، مشکاۃ المصابیح ۲۰۸۱، الدر المنثور: ۱ / ۱۸۱، کنز العمال: ۲۳۵۷۷، جمع الجوامع ۵۶۵۱ و ۵۶۵۲، حلیۃ الاولیا: ۲ / ۶۵

[3] البخاری: ۴ / ۱۳۶، مسلم کتاب الجمعۃ ب ۷ رقم الحدیث ۲۴، النسائی: کتاب الجمعۃ ب ۱۳، ابن ماجہ: ۱۰۹۲، مسند احمد ۲ / ۲۳۹، البیہقی ۲ / ۲۲۶، ۵ / ۲۲۹، ۱۰ / ۸۴، خزیمہ: ۱۷۵۹، شرح السنۃ ۴ / ۲۳۲، اتحاف السادۃ المتقین ۳ / ۲۵۶، جمع الجوامع ۲۴۶۹، کنز العمال ۲۱۱۷۱:

ہیں اور خطبہ سنتے ہیں۔

درس حدیث :۔ یہ ثواب لکھنے والے فرشتے کراماً کاتبین فرشتوں کے علاوہ ہیں جو صرف یہی عمل اپنے پاس موجود اوراق میں تحریر کرتے ہیں لیکن جب امام خطبہ دینے کیلئے منبر پر بیٹھتا ہے تو پھر یہ کسی آمد کا ثواب نہیں لکھتے بلکہ خطبہ سننے میں لگ جاتے ہیں لیکن کراما کاتبین اپنے متعلقہ حضرات کے اعمال ان کے اعمالناموں میں لکھتے رہتے ہیں۔

عن علی قال: قال رسول الله صلى الله عليهوسلم :) إذا كان يوم الجمعة غدت الشياطين برايا تها إلى الأسواق فيرمون الناس بالربائث، ويثبطونهم عن الجمعة، وتغدو الملائكة فتجلس على أبواب المسجد فيكتبون الرجل من ساعة والرجل من ساعتين حتى يخرج الإمام.[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن آتا ہے تو شیاطین صبح صبح اپنے اپنے جھنڈے لیکر کے بازاروں میں نکل آتے ہیں اور لوگوں کے سامنے (ضروریات وغیرہ کی) رکاوٹیں کھڑی کر دیتے ہیں اور نماز جمعہ سے روکتے ہیں۔ اور اسی طرح سے فرشتے صبح مسجد کے دروازوں پر آبیٹھتے ہیں اور اول وقت میں آنے والے کو بھی لکھتے ہیں اور دوسرے وقت میں آنے والے کے ثواب کو بھی لکھتے ہیں (اسی طرح آنے والوں کے ثواب لکھتے رہتے ہیں) یہاں تک کہ امام خطبہ کیلئے نکلے۔

بروز جمعہ بعض فرشتوں کے اعمال

عن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :) إن الملائكة ليقومون يوم الجمعة على أبواب المسجد معهم الصحف يكتبون الناس الأول والثاني والثالث حتى إذا خرج الامام طويت الصحف۔[2]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک فرشتے جمع کے دن مسجد کے دروازوں پر کھڑے ہوجاتے ہیں ان کے ساتھ صحیفے ہوتے ہیں وہ اول، دوم اور سوم لوگوں کو لکھتے ہیں جب امام نکلتا ہے تو وہ صحائف لپیٹ لیتے ہیں۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :) إذا كان يوم الجمعة دفعت ملائكة مع ملك منهم كتاب. وجوههم كالقمر ليلة البدر معهم قراطيس فضة وأقلام ذهب يكتبون الناس على مراتبهم: فمن جاء قبل خروج الإمام كتب من السابقين ومن جاء بعد خروج

---

[1] فتح الباری ۲/ ۳۶۹، ابوداؤد کتاب الجمعۃ ب ۳، البیہقی ۳/ ۲۲۰، الکامسع ۲/ ۶۳، جمع الجوامع: ۲۴۸۴، کنز العمال: ۲۱۱۶۸

[2] جمع الجوامع: ۵۹۱۸، کنز العمال: ۲۱۰۵۴، الطبرانی فی الکبیر ۸/ ۳۳۹

الإمام كتب: شهد الخطبة، ومن جاء بعد، كتب: شهد الجمعة، فإذا سلم الإمام تصفح الملك وجوه القوم فإذا فقد الرجل ممن كان يكتبه فيما خلا من السابقين قال: اللهم عبدك فلان نكتبه فيما خلا من السابقين لا ندري ما خلفه، اللهم إن كان مريضا فاشفه، وإن كان غائبا فأحسن صحابته، وإن كان قبضته فارحمه ويؤمن الذين معه من الملائكة۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو ہر جامع مسجد کیلئے فرشتوں کو ایک ایک جھنڈا دے دیا جاتا ہے، حضرت جبریل مسجد حرام میں تشریف لاتے ہیں اور ان کے ساتھ بہت سے فرشتے ہوتے ہیں اور ہر ایک فرشتے کے ساتھ ایک کتاب ہوتی ہے ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے ہوتے ہیں ان کے پاس چاندی کے اوراق اور سونے کے قلم ہوتے ہیں جو لوگوں کے اجر و ثواب کو ان کے مراتب اعتبار سے لکھتے ہیں پس جو امام کے منبر پر آنے سے پہلے (مسجد میں) میں آ گیا اسے سابقین میں درج کرتے ہیں اور جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد آیا اس کیلئے لکھا جاتا ہے کہ یہ خطبہ کے وقت شریک ہوا، پھر جب امام سلام پھیر لیتا ہے تو ایک فرشتہ حاضری کا پتہ لگانے کیلئے قوم کے چہروں کو غور سے دیکھتا ہے تو اگر وہ کسی ایسے آدمی کو موجود نہیں پاتا جو پہلی پہلے جمعہ میں شریک ہوتے تھے تو کہتا ہے ہم نہیں جانتے کہ وہ کیوں رہ گیا اور یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ اگر یہ مریض ہو گیا ہے تو اس کو شفا عطاء فرمادے، اور اگر یہ غائب ہے تو اسکی مجلس بہتر فرمادے اور اگر آپ نے اس کو موت دے دی تو اس پر رحمت کر، اور اسکے ساتھ والے فرشتے جو اس فرشتے (کے ماتحت ہوتے ہیں وہ اس) کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔

عید الفطر کے روز فرشتوں کا عمل

عن أوس الأنصاري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إذا كان يوم الفطر وقفت الملائكة في أفواه الطرق فنادوا: يا معشر المسلمين اغدوا إلى رب كريم يمن بالخير، وثيب عليه الجزيل، أمرتم بقيام الليل فقمتم، وأمرتم بصيام النهار فصمتم، وأطعتم ربكم فاقبضوا جوائزكم. فإذا صلوا العيد نادى مناد من السماء: أن ارجعوا إلى منازلكم راشدين فقد غفر لكم ذنوبكم. ويسمى ذلك اليوم في السماء يوم الجوائز۔[2]

حضرت اوس انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو فرشتے شروع راستوں میں کھڑے ہو کر کے ندا کرتے ہیں اے مسلمانو! اپنے رب کریم کی طرف جلدی

1۔ الثواب لابی الشیخ

2۔ الطبرانی فی الکبیر ۱/۱۹۶، مجمع الزوائد ۲/۲۰۱، جمع الجوامع: ۲۴۶۴، امالی الشجری ۲/۴۷

سے نکلو وہ بہترین احسان کرنے والا ہے اور بہت بڑا اجر عطا کرنے ولا ہے۔ تمہیں رات میں تراویح پڑھنے کا حکم دیا گیا تو تم نے تراویح پڑھی۔ تمہیں دن کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تو تم نے روزہ رکھا۔ تم اپنے رب کی اطاعت کے انعامات وصول کرو، تو وہ جب وہ عید کی نماز ادا کر لیتے ہیں تو آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اب اپنے گھروں کو خوشی سے لوٹ جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ اس دن کا نام آسمان میں ''یوم الجوائز'' (انعامات کا دن) رکھا گیا ہے۔

فقراء مومنین پر فرشتوں کا ترس

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) إن الملائكة لتفرح بذهاب الشتاء رحمة لما يدخل على فقراء المسلمين فيه من الشدة۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومنین فقراء جو سردی کی تکلیف ہوتی ہے اس پر ترس کھاتے ہوئے سردی کے جانے پر فرشتے خوش ہوتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا جنازہ فرشتوں نے پڑھا

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:) إن الملائكة صلت على آدم فكبرت عليه أربعا۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کا جنازہ فرشتوں نے پڑھا تھا اور جنازہ پر چار تکبیریں کہی تھیں۔

درس حدیث: مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت حوا سلام اللہ علیہا اور حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ ملائکہ نے پڑھی اور پڑھائی ہے۔ اور ملائکہ نے نماز جنازہ پڑھائی اس کی چار تکبیریں تھیں۔ لہٰذا نماز جنازہ کی چار تکبیریں ہی ہیں۔ نیز اس حدیث پاک سے ماقبل حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ فرشتے ان غرباء جو سردی کی وجہ سے پریشانی میں مبتلاء ہوتے ہیں جیسے ہی سردی جاتی ہے وہ خوش ہوتا ہے گویا ملائکہ بھی اہل ایمان کی آسانی کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں

عن ابن عباس قال: صلى جبريل على آدم و كبر عليه أربعا، صلى جبريل على آدم و كبر عليه أربعا، صلى جبريل بالملائكة يومئذ فى مسجد الخيف. زاد ابن عساكر: فعرف فضل جبريل

---

[1] مجمع الزوائد ۱۰/ ۲۲۳، الھیثمی، الطبرانی فی الکبیر، میزان الاعتدال ۸۶۷۸، لسان العرب ۶/ ۲۵۲، کنز العمال: ۳۵۲۱۲، جمع الجوامع: ۵۹۲۲، السلسلۃ الضعیفۃ: ۶۴۳

[2] الدارقطنی ۲/ ۷۱، تفسیر القرطبی ۸/ ۲۲۲، جمع الجوامع: ۵۹۲۳، کنز العمال: ۴۲۲۸۲، تاریخ بغداد ۳/ ۲۷۲

يومئذ على الملائكة۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ حضرت جبریل علیہ السلام نے پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں اور مسجد خیف میں فرشتوں کی امامت کرتے ہوئے جنازہ پڑھایا۔

ابن عساکر نے یہ اضافہ بھی کیا ہے "اس دن دیگر فرشتوں پر حضرت جبریلؑ کی فضیلت معلوم ہوئی"

درس حدیث: حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ جو نماز جنازہ سیدنا جبریل علیہ السلام نے پڑھائی اس کی بھی چار تکبیریں تھیں اور ابن عساکر نے جو اضافہ ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا جبریل علیہ السلام باقی ملائکہ سے افضل ہیں۔

گانے بجانے سے نفرت کرنے کا اجر

عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (إذا كان يوم القيامة قال الله عز وجل: أين الذين كانوا ينزهون أسماعهم وأبصارهم عن مزامير الشيطان؟ ميزوهم. فيتميزون في كثب المسك والعنبر، ثم يقول للملائكة: أسمعوهم تسبيحي وتمجيدي، فيسمعون بأصوات لم يسمع السامعون بمثلها قط۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے وہ حضرات کہاں ہیں جو اپنے کان اور آنکھیں شیطان کے گانے باجے سے محفوظ رکھتے تھے؟ ان سب کو الگ کر دو، تو ان کو کستوری او عنبر کے ٹیلوں پر نمایاں کر دیا جائیگا، پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ارشاد فرمائیں گے تم ان کو میری تسبیح وتمجید سناؤ تو یہ (نیک لوگ) ایسی (خوبصورت) آوازوں میں (تسبیحات وتمجیدات) سنیں گے کہ ایسی آوازیں کبھی بھی سننے والوں نے نہیں سنی ہوں گی۔

وزہ جمعہ کا درود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک فرشتے پہنچاتے ہیں

عن أبي الدرداء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (أكثروا من الصلاة علي يوم الجمعة فإنه يوم مشهود تشهده الملائكة، وإن أحدا لن يصلي علي إلا عرضت علي صلاته حين يفرغ منها (قيل: وبعد الموت؟ قال: وبعد الموت، إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء۔[3]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں کوئی ایک بھی مجھ پر درود

---

[1] سنن دار قطنی، ابن عساکر

[2] الدر المنثور ۵/ ۱۵۳، جمع الجوامع ۱۱ ۲۴۱، کنز العمال: ۴۰۶۶۵

[3] ابن ماجہ

نہیں بھیجتا مگر جب اس سے فارغ ہوتا ہے تو اس کا درود مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ عرض کیا گیا آپ کی وفات کے بعد بھی ہمارا درود آپ کو پہنچایا جائے گا؟ فرمایا ہاں موت کے بعد بھی کیونکہ اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

مساجد میں دل لگانے والوں کے ساتھ فرشتوں کے اعمال

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن للمساجد أوتادا والملائكة جلساؤهم فإن غابوا افتقدوهم، وإن مرضوا عادوهم، وإن كانوا فى حاجة أعانوهم۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ مساجد کو لازم پکڑنے والے ہیں فرشتے ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں اگر یہ لوگ غائب ہو جائیں تو ان کو تلاش کرتے ہیں اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرتے ہیں اور اگر ضرورت میں پڑتے ہیں تو ان کی اعانت کرتے ہیں

عن عطاء الخراساني قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إن للمساجد أوتادا جلساؤهم الملائكة يتفقدونهم فإن كانوا فى حاجة أعانوهم، وإن مرضوا عادوهم، وإن غابوا افتقدوهم وإن حضروا قالوا: ذكروا الله ذكرهم الله۔[2]

حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ لوگ مساجد کو لازم پکڑنے والے ہیں ان کے ساتھ فرشتے بیٹھتے ہیں اگر یہ لوگ غائب ہو جائیں تو ان کی تلاش کرتے ہیں۔ اگر کسی حاجت میں مصروف ہوتے ہیں تو یہ ان کی اعانت اور مدد کرتے ہیں اگر بیمار ہوتے ہیں تو ان کی عیادت کرتے ہیں اور اگر حاضری سے رہ جائیں تو ان کی تلاش کرتے ہیں اور اگر موجود رہیں تو ان سے کہتے ہیں تم اللہ کو یاد کرو اللہ تمہیں یاد کرے گا۔

تمام ملائکہ، انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء (رحمہم اللہ) کی دعا

عن عمار بن ياسر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) إنه لم يدع ملك مقرب ولا نبى مرسل ولا عبد صالح إلا كان من دعائه: اللهم بعلمك على الغيب وبقدرتك على الخلق أحينى ما علمت الحياة خيرا لى، وتوفنى إذا علمت الوفاة خيرا لى، وأسألك خشيتك فى الغيب والشهادة، وكلمة الحكم فى الغضب والرضى، والقصد فى الفقر والغنى، وأسألك نعيما لا ينفد، وقرة عين لا

---

[1] کنز العمال: ۲۰۳۵۱، شعب الایمان: ۲۰۳۵۰

[2] مسند احمد ۲/ ۴۱۷، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۳۵۱، مجمع الزوائد ۲/ ۳۲، الترغیب والترہیب ۱/ ۲۲۰، الدر المنثور ۳/ ۳۱۶، مجمع الزوائد ۲۰۳۴۷، کنز العمال: ۲۰۳۵۱

تنقطع، وبرد العيش بعد الموت، وأسألك النظر إلى وجهك والشوق إلى لقائك في غير ضراء مضرة ولا فتنة مضلة. اللهم زينا بزينة الإيمان واجعلنا هداة مهتدين۔[1]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی فرشتہ، نبی، مرسل اور نیک بندہ ایسا نہیں جس نے یہ دعا نہ مانگی ہو۔ ''اللهم بعلمك على الغيب وبقدرتك على الخلق أحيني ما علمت الحياة خيرا لي، وتوفني إذا علمت الوفاة خيرا لي، وأسألك خشيتك في الغيب والشهادة، وكلمة الحكم في الغضب والرضى، والقصد في الفقر والغنى، وأسألك نعيما لا ينفد، وقرة عين لا تنقطع، وبرد العيش بعد الموت، وأسألك النظر إلى وجهك والشوق إلى لقائك في غير ضراء مضرة ولا فتنة مضلة. اللهم زينا بزينة الإيمان واجعلنا هداة مهتدين۔ ''اے اللہ! اپنے علم غیب اور مخلوق پر اپنی قدرت کے مطابق مجھے اس وقت تک زندہ رکھیو جب تک کہ آپ میرے لئے زندگی کو بہتر سمجھیں اور اس وقت موت دیجیو جب آپ میرے لئے وفات کو بہتر جانیں۔ میں آپ سے پوشیدہ حالت میں اور ظاہری حالت میں آپ کا ڈر غصہ اور خوشی کے وقت دانائی کی بات، غربت اور تونگری (کی حالتوں) میں میانہ روی طلب کرتا ہوں۔ اور ایسی نعمت طلب کرتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو۔ آنکھ کی ایسی ٹھنڈک مانگتا ہوں جو کبھی منقطع نہ ہو اور مرنے کے بعد اطمینان کی زندگی چاہتا ہوں۔ آپ سے آپ کے چہرے کی طرف نظر رکھنے کا سوال کرتا ہوں۔ آپ سے ملاقات کا شوق مانگتا ہوں، جو ضرر پہنچانے والی حالت سے اور گمراہ کرنے والے فتنہ سے خالی ہو۔ اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت سے مزین فرما اور ہدایت یافتہ رہنما بنا۔

دعا کی تلقین

عن حذيفة بن اليمان أنه أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال له: بينما أنا أصلي إذ سمعت متكلما يقول: اللهم لك الحمد كله ولك الملك كله وبيدك الخير كله وإليك يرجع الأمر كله علانيته وسره، أهل أن تحمد إنك على شيء قدير. اللهم اغفر لي جميع ما مضى من ذنوبي، واعصمني فيما بقي منعمر، وارزقني عملا زاكيا ترضى به عني فقال النبي صلى الله عليه وسلم) ذاك ملك أتاك يعلمك تحميد ربك۔[2]

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نماز میں پڑھ رہا تھا کہ ایک بولنے والے سے یہ دعا سنی ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ ایک

---

[1] کنز العمال: ۳۸۴۱

[2] مسند احمد ۵/۳۹۶، مجمع الزوائد ۱۰/۹۶

فرشتہ تھا جو تمہیں تمہارے پروردگار کی تعریف سکھلانے کیلئے آیا تھا۔ ''اے اللہ تمام تعریف آپ کیلئے ہے، ساری حکومت آپ کیلئے ہے تمام بھلائیاں آپ کے اختیار میں ہیں، تمام امور ظاہر اور پوشیدہ کو آپ جانتے ہیں آپ ہی اس لائق ہیں کہ آپ کی حمد بیان کی جائے آپ ہر شئے پر قدرت والے ہیں۔ اے اللہ! میرے جتنے گناہ میری گزشتہ عمر میں سرزد ہوئے ان سب کو معاف کر دے اور میری جتنی عمر باقی ہے اس میں مجھے گناہوں سے محفوظ فرما، مجھے پاکیزہ عمل کی توفیق عطا فرما جس کے سرانجام دینے سے آپ مجھ سے راضی ہیں''۔

درس حدیث:۔ مذکورہ واقعہ اور دعا کے مطابق ایک روایت امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الذکر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں مسجد میں داخل ہو کر ضرور نماز پڑھوں گا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی ایسی تعریفات بجالاؤں گا کہ ایسی تعریف کسی نے کہیں کی ہو گی پھر جب انہوں نے نماز ادا کی اور اللہ کی تعریف کرنے کیلئے بیٹھے تو انکے پیچھے سے بلند آواز سے کسی نے یہ مذکورہ دعا پڑھی تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا یہ واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''یہ حضرت جرائیل علیہ السلام تھے'' (عماری)

عن أبي هريرة قال: بينما أنا أصلي إذ سمعت متكلما يقول: اللهم لك الحمد كله. قال: فذكر الحديث نحوه.[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نماز پڑھا رہا تھا کہ ایک بولنے والے کو میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا'' اللهم لك الحمد كله '' (اے اللہ سب تعریف تیرے لئے ہیں) فرمایا، پھر اس جیسی حدیث ذکر کی

بندگانِ خدا پر رحمت الٰہی کی اطلاع

عن ثوبان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن العبد ليلتمس مرضاة الله عز وجل فلا يزال كذلك، فيقول الله: يا جبريل إن عبدي فلانا يلتمس أن يرضيني، أولا وإن رحمتي عليه، فيقول جبريل: رحمة الله على فلان، ويقولها حملة العرش، ويقولها من حولهم حتى يقولها أهل السموات السبع ثم يهبط إلى الأرض

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب اللہ کی رضا کی جستجو کرتا ہے اور اسی میں لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے جبرائیل! میرا فلاں بندہ مجھے راضی کرنے کی جستجو میں ہے سن لو میں اس پر رحمت کرتا ہوں۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ کی فلاں بندے پر رحمت ہے تو یہی بات حاملین عرش بھی کہتے ہیں اور جو ان کے آس پاس ہیں وہ بھی، یہاں تک کہ ساتوں آسمان کے فرشتے بھی یہی

---

[1] اخرج محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں پھر یہ بات زمین پر نازل ہو جاتی ہے۔

بیت المقدس میں دعا کیلئے فرشتوں کا اجتماع

عن أبي الزاهرية قال: أتيت بيت المقدس أريد الصلاة فدخلت المسجد، فبينما أنا كذلك إذ سمعت خفيقا له جناحان قد أقبل، وهو يقول: سبحان الدائم القائم، سبحان الحي القيوم، سبحان الملك القدوس، سبحان رب الملائكة والروح، سبحان الله وبحمده سبحان العلي الأعلى سبحانه وتعالى، ثم أقبل خفيق يتلوه يقول مثل ذلك. ثم أقبل خفيق بعد خفيق يتجاوبون بها حتى امتلأ المسجد، فإذا بعضهم قريب مني، فقال: آدمي؟ قلت: نعم، قال: لا روع عليك، هذه الملائكة، قلت: سألتك بالذي قواكم على ما أرى من الأول؟ قال: جبريل، قلت: ثم الذي يتلوه؟ قال: ميكائيل، قلت: ثم الذين يلونهم من بعد؟ قال: الملائكة، قلت: سألتك بالذي قواكم لما أرى ما لقائلها من الثواب؟ قال: من قالها سنة في كل يوم مرة، لم يمت حتى يرى مقعده من الجنة أو يرى له.[1]

حضرت ابو الظاہر یہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نیت سے آیا اور مسجد (بیت المقدس) میں داخل ہوا اور میں مسجد میں تھا کہ ایک اترنے والے کی آواز سنی جس کے دو پر بھی تھے وہ اس حال میں (میری طرف) متوجہ ہوا کہ یہ کہہ رہا تھا۔

''سبحان الدائم القائم سبحان الحي القيوم سبحان الملك القدوس سبحان رب الملائكة والروح سبحان الله وبحمده سبحان العلي الاعلى سبحانه و تعالىٰ''۔

پھر ایک اور اترنے والا یہی پڑھتا ہوا میرے سامنے اترا پھر ایک کے بعد دوسرا اترنے لگا اور یہی پڑھنے لگا یہاں تک کہ مسجد (بیت المقدس) بھر گئی۔ ایک ان میں سے جو میرے قریب تھا مجھے پوچھنے لگا تم آدمی ہو؟ میں نے کہا ہاں تو اس نے کہا تم گھبرانا مت یہ فرشتے ہیں۔ میں نے کہا میں تم سے اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تمہیں اس کی توفیق بخشی جو میں دیکھ رہا ہوں، پہلے نازل ہونے والا کون ہے؟ کہا جبرائیل۔ میں نے کہا وہ کون ہے جو اس کے بعد اترا؟ کہا میکائیل، میں نے کہا ان کے بعد کون اترے ہیں؟ کہا فرشتے، میں نے کہا میں تم سے اس ذات کے واسطہ سے پوچھتا ہوں جس نے تمہیں اس کی توفیق بخشی جو میں دیکھ رہا ہوں اس تسبیح کے پڑھنے والے کو کتنا ثواب اور اجر ملے گا؟ کہا جس نے اس کو روزانہ ایک ایک مرتبہ ایک سال تک پڑھا وہ اس وقت تک فوت نہ ہوگا جب اپنا مقام جنت میں نہ دیکھ لے گا۔

---

[1] ابن عساکر، فضائل بیت المقدس

رمضان المبارک کی ۲۷ رات میں فرشتوں کا طوافِ کعبہ

عن أبي يحيى بن أبي مرة قال: طفت ليلة السابع والعشرين من شهر رمضان فأريت الملائكة تطوف في الهواء إلى البيت.[1]

حضرت ابویحییٰ بن ابی مرة رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ماہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو مجھے فرشتوں کی زیارت ہوئی وہ بھی فضاء میں بیت اللہ شریف کے اردگرد طواف کر رہے تھے۔

شبِ قدر میں فرشتوں کا سلام

عن الشعبي في قوله (مِن كُلِّ أَمرٍ. سَلامٌ هِيَ حَتى مَطلَعِ الفَجرِ) (القدر: ۴،۵) قال: تسليم الملائكة ليلة القدر على أهل المساجد حتى يطلع الفجر[2]

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے آپ ارشاد باری تعالیٰ ''مِن كُلِّ أَمرٍ. سَلامٌ هِيَ حَتى مَطلَعِ الفَجرِ'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شب قدر میں فجر طلوع ہونے تک مساجد میں بیٹھنے والے حضرات (اور اپنی جائے نماز پر بیٹھنے والی خواتین) پر فرشتے سلام پیش کرتے ہیں۔

شب قدر میں فرشتے سب مومنوں کو سلام کہتے ہیں

عن منصور بن زاذان، قال: تنزل الملائكة من تلك الليلة حين تغيب الشمس إلى أن تطلع الغد يمرون على كل مؤمن يقولون: السلام عليك يا مؤمن.[3]

حضرت منصور بن زاذان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اس رات (شب قدر) میں غروب آفتاب کے وقت فرشتے نازل ہوتے ہیں اور طلوع فجر تک رہتے ہیں ہر مومن سے گزرتے ہوئے کہتے ہیں ''السلام علیک یامومن'' اے مومن تم پر سلام ہو۔

شب قدر میں سلام اور رحمت کی دعا کرتے ہیں

عن الحسن في قوله (سَلامٌ) قال: إذا كان ليلة القدر لم تزل الملائكة تخفق بأجنحتها بالسلام من الله والرحمة من لدن صلاة المغرب إلى صلاة الفجر.[4]

---

[1] شعب الایمان للبیہقی

[2] سعید بن منصور، ابن المنذر، بیہقی

[3] سعید بن منصور، ابن المنذر

[4] ابن المنذر

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے آپ ارشاد باری تعالیٰ "سلام" کی تفسیر میں فرماتے ہیں جب شب قدر ہوتی ہے تو فرشتے اپنے پروں کے بل اللہ کی طرف سے سلام اور رحمت لے کر زمین پر نماز مغرب سے لے کر نماز فجر تک رہتے ہیں۔

شب قدر میں کتنے فرشتے نازل ہوتے ہیں؟

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) ليلة القدر ليلة سابعة أو تاسعة وعشرين، إن الملائكة تلك الليلة في الأرض أكثر من عدد الحصا۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر ستائیسویں یا انتیسویں (ماہ رمضان) کو ہوتی ہے اس رات میں زمین پر سنگریزوں سے بھی زیادہ فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

فرشتوں کی نماز کا وقت

عن عبد الله بن زيد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:) سألت ربي أن يكتب على أمتي سبحة الضحى فقال: تلك صلاة الملائكة من شاء صلاها ومن شاء تركها، ومن صلاها فلا يصليها حتى ترتفع۔[2]

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اللہ جل شانہٗ سے عرض کیا کہ وہ میری امت پر چاشت کی نماز فرض قرار دے دے تو ارشاد فرمایا یہ فرشتوں کی نماز ہے جو (آدمی) چاہے ادا کرے اور جو چاہے ترک کر دے۔ جو اس کو ادا کرنا چاہے تو سورج چڑھنے کے بعد ادا کرے۔

تانبے کی بو سے بچنا

عن ابن عمر قال: مر النبي صلى الله عليه وسلم بصنم من نحاس فضرب ظهره بظهر كفه ثم قال: خاب وخسر من عبدك من دون الله. فقال إنه وجد منك ريح نحاس وإنا لا نستطيع ريح النحاس۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تانبے کے ایک بت کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پشت پر اپنے ہاتھ کی پشت ماری اور فرمایا وہ نقصان اور خسارہ میں پڑا جس نے اللہ کو چھوڑ کر تیری عبادت کی۔ پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیلؑ ایک فرشتے کی معیت میں تشریف لائے تو وہ فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور چلا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو کیا ہوا کیوں دور ہو گیا؟ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا اس نے آپ سے تانبے کی بو پائی ہے جبکہ ہم اس کی بو کے متحمل نہیں ہیں۔

---

[1] کنز العمال: ۲۴۰۵۰

[2] کنز العمال: ۲۱۴۹۲

[3] مجمع الزوائد ۵/ ۱۷۴

فرشتے بنی آدم کے اعمال لکھتے ہیں

عن طاوس قال: إن الملائكة يكتبون أعمال بني آدم، فيقولون: فلان نقص من صلاته الربع، ونقص فلان الشطر، ويقولون: فلان كذا و كذا۔[1]

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ فرشتے بنی آدم کے اعمال لکھتے ہیں تو کہتے ہیں فلاں کی نماز سے چوتھائی حصہ کم اور فلاں کی نماز سے نصف کم اور اسی طرح وہ فرشتے کہتے ہیں۔ فلاں، فلاں نے اس اس طرح۔

اولی اجنحۃ کی تفسیر

عن قتادة في قوله تعالى: (جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلاً أُولِي أَجْنِحَةٍ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ) " فاطر " قال: بعضهم له جناحان وبعضهم له ثلاثة أجنحة وبعضهم له أربعة أجنحة۔[2]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلاً أُولِي أَجْنِحَةٍ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں ان فرشتوں میں سے بعض کے دو پر ہیں بعض کے تین پر ہیں اور بعض کے چار پر ہیں۔

مذکورہ آیت کی ایک اور تفسیر

عن ابن جريج في قوله (أُولِي أَجْنِحَةٍ) قال: للملائكة الأجنحة من اثنين إلى ثلاثة إلى اثني عشر، وفي ذلك وتر الثلاثة الأجنحة والخمسة، والذين على الموازين وطران وأصحاب الموازين أجنحتهم عشرة عشرة، وأجنحة الملائكة زغبة، ولجبريل ستة أجنحة جناح بالمشرق وجناح بالمغرب وجناحان على عينيه وجناحان منهم من يقول: على ظهره، ومنهم من يقول: متسر ولا بهما۔[3]

حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "أُولِي أَجْنِحَةٍ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں فرشتوں کے پروں کی تعداد سے تین اور بارہ تک ہے (یعنی) پروں کی طاق تعداد ہے (یعنی) تین پروں والے بھی ہیں اور پانچ پروں والے بھی اور وہ فرشتے جو موازین پر مقرر ہیں وطران ہیں اور موازین والوں کے پر دس دس ہیں اور فرشتوں کے پر روائیں دار ہیں۔ جبرائیلؑ کے چھ پر ہیں ایک مشرق میں ہے اور ایک مغرب میں اور دو اس کی آنکھوں پر ہیں اور دو پر وہ ہیں جن کے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کی پشت پر ہیں اور بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے ان دونوں کو لپیٹ کر لباس بنایا ہوا ہے۔

---

[1] مصنف عبدالرزاق۔

[2] عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم

[3] ابن المنذر

خاتمہ

ملائکہ کے متعلق مسائل متفرقہ کا بیان

فرشتوں اور انسانوں کے درمیان فضیلت کا بیان

خوب جان لیں کہ ملائکہ کہ یہاں تین صورتیں ہیں

اول:۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ کرام علیہم کے درمیان فضیلت اس میں تین اقوال ہیں۔

پہلا قول:۔ انبیاء کرام علیہم السلام افضل ہیں۔ جمہور اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔ اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاربعین'' اور ''المحصل'' میں اسی کو اختیار فرمایا ہے۔

دوسرا قول:۔ فرشتے افضل ہیں یہ معتزلہ کا مذہب ہے۔ آئمہ اہلسنت میں سے استاد ابو اسحاق اسفرائنی، قاضی ابوبکر باقلانی، حاکم، حلیمی، امام فخر الدین نے معالم میں اور ابوشامہ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔

تیسرا قول:۔ اس میں توقف ہے اس قول کو امام الکیا الھر اسی نے اختیار کیا ہے ہم۔ اختلاف کا یہ سبب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اور ملائکہ کرام میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر کسی اختلاف کے تمام کے نزدیک ساری مخلوق سے افضل ہیں نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی مقرب فرشتہ کو فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی اور کو۔ اس کو شیخ تاج الدین ابن سبکی نے ''منع الموانع'' میں، شیخ سراج الدین بلقینی نے ''منہج الاصلین'' میں اور شیخ بدر الدین زرکشی نے ''شرح جمع الجوامع'' میں ذکر فرمایا ہے اور شیخ بدر الدین نے فرمایا کہ (ان تمام آئمہ اہلسنت نے بغیر کسی اختلاف کے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مستثنیٰ فرمایا ہے اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

دوم:۔ اور انبیاء کرام علیہم السالم کے علاوہ خاص فرشتوں اور انسانوں میں اولیاء کرام علیہم السلام کے درمیان فضیلت۔ اس میں کسی اختلاف کو نہیں جانتے کہ خاص فرشتے افضل ہیں اور ''شرح عقائد'' میں شیخ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ اس پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ لیکن میں نے حضرات حنابلہ کے ایک گروہ کو دیکھا ہے جو اولیائے بنی آدم کو خاص فرشتوں پر فضیلت دیتے ہیں جبکہ ان آئمہ میں سے ابن عقیل نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اس بات میں ملائکہ پر بڑی قباحت ہے۔

سوم:۔ انسانوں میں اولیاء کرام اور عام فرشتوں کے بارے میں فضیلت۔ اس بارے میں دو قول ہیں:

پہلا قول:۔ یہ کہ تمام فرشتوں کو انسانوں میں اولیاء کرام پر فضیلت حاصل ہے۔ ابن سبکی نے ''جمع الجوامع'' اور اپنی

منظومہ میں اسی پر قطعی فیصلہ کیا ہے۔ علامہ بلقینی نے اپنی ''منہج'' میں ذکر کیا ہے کہ یہ اکثر علماء کا مذہب ہے۔
دوسرا قول :۔ یہ ہے کہ انسانوں میں اولیاء کرام ملائکہ سے افضل ہیں۔ اسی پر آئمہ احناف میں سے امام صفارہ نے کتاب ''الاسئلہ'' میں قطعی فیصلہ فرمایا ہے۔ اور علامہ نسفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''عقائد (نسفیہ)'' میں۔ علامہ بلقینی نے ذکر کیا ہے کہ یہی مختار قول ہے آئمہ احناف کا اور بعض کا میلان اس طرف ہوا کہ انسانوں میں اولیاء کرام میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو عام فرشتوں سے افضل ہیں۔

اوراس معاملہ میں علماء کرام کی نصوص

امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا کہ قدیم اور جدید لوگوں نے ملائکہ اور انسانوں کے درمیان فضیلت کے سلسلہ میں کلام کیا ہے اور ایک جماعت کا مذہب ہے کہ انسانوں میں سے رسول فرشتوں میں سے رسولوں سے افضل ہیں اور انسانوں میں سے اولیاء فرشتوں میں سے اولیاء سے افضل ہیں۔ اور ایک جماعت کا مذہب ہے کہ ملاء اعلیٰ زمین پر رہنے والوں سے افضل ہے اور ان میں سے ہر دو اقوال میں ایک وجہ ہے۔ انہوں نے اور جنہوں نے پہلی بات کہی ان کی دلیل یہ ہے کہ فرشتے بغیر شہوت کے پیدا کئے گئے ہے اور اللہ تعالیٰ نے عبادت کرنا ان کی فطرت میں رکھ دیا ہے۔ ان سے کیسے نافرمانی ہوسکتی ہے؟ اور انہوں نے ہاروت ماروت کا قصہ ذکر کیا اور اس کو تین طرق سے بیان کیا ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ابوالقاسم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والے ہیں۔ ایک قول ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ اور فرشتے کہاں تھے؟ فرمایا: فرشتوں کی تخلیق (دوسری) مخلوق کی تخلیق کی طرح نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو عزت عطا فرمائی

وأخرج عن ابن عباس قال: إن الله تعالى فضل محمدا على أهل السماء وعلى الأنبياء قالوا: ما فضله على أهل السماء؟ قال إن الله قال لأهل السماء (وَمَن يَقُلْ مِنهُم إِنِّي إِلَٰهٌ مِن دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجزِيهِ جَهَنَّم) (الأنبياء: ٢٩) وقال لمحمد صلى الله عليه وسلم (إِنَّا فَتَحنا لَكَ فَتحاً مُبِيناً لِيَغفِرَ لَكَ اللهُ ما تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَما تَأَخَّرَ) (الفتح: ١،٢)

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اہل آسمان پر فضیلت عطا فرمائی اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام۔ لوگوں نے کہا کہ اہل آسمان پر فضیلت کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل آسمان سے فرمایا ''**اوران میں جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی جزا دیں گے**'' (الانبیاء:٢٩) اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فرمایا: ''**بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح دی۔ تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے**''

وأخرج عن ابن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) ما شيء أكرم على الله تعالى من

ابن آدم، قیل: یارسول الله ولا الملائکة؟ قال: الملائکة مجبورون بمنزلة الشمس والقمر

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابن آدم سے بہتر کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! اور فرشتے بھی نہیں۔ فرمایا ملائکہ مجبور ہیں سورج اور چاند کی طرح۔

امام بیہقی نے فرمایا: عبیداللہ بن غانم سلمی اس کی روایت میں منفرد ہیں اور عبیداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، ان کے نزدیک عجائب ہیں کہا کہ خالد خذاء کے علاوہ رواۃ ابن عمرو پر موقوف ہیں اور یہی صحیح ہے۔ فرمایا: اور جس نے دوسری بات کہی یہ زیادہ مشابہت رکھتی ہے اس سے کہ وہ کہے: جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطاعت کی توفیق ہوتو لازمی ہے کہ وہ افضل ہو جس کو توفیق ہو اور اس کہ پاکدامی اس سے زیادہ ہے اور ہم نے اس میں اساطاعت کو پایا جس میں توفیق اور پاکدامنی کی وجوہات فرشتوں سے زیادہ ہیں۔ توضروری ہے کہ وہ افضل ہوں۔

ثم أخرج عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) بينا أنا قاعد إذ جاء جبريل فوكز بين كتفي، فقمت إلى شجرة وارتفعت إلى شجرة فيها مثل وكرى الطائر، فقعدت في أحدهما وقعد في الآخر، فسمت وارتفعت حتى سدت بين الخافقين وأنا أقلب طرفي ولو شئت أن أمس السماء لمسست فالتفت فإذا جبريل كأنه خلس لأطيء فعرفت فضل علمه بالله علي-

پھر حضرت انس رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم بیٹھے تھے کہ جبریل امین حاضر ہوئے تو انہوں نے میرے دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھا تو درخت کی طرف کھڑا ہو گیا اور میں درخت کی طرف بلند ہوا اس میں پرندے کے گھونسلے کی مثل تھا میں اس میں سے ایک میں ٹھہرا اور وہ دوسرے میں تو میں تو میں بلند ہوا یہاں تک کہ میں نے (آسمان) کے دونوں کناروں کو بھر دیا اور میں اس کے دونوں کناروں کی طرف پلٹا اور اگر میں چاہتا کہ آسمان کو چھوؤں تو میں اس کو چھو لیتا تو میں متوجہ ہوا جب جبریل علیہ السلام اس نے اس کو پختہ کیا تو میں نے اس کے علم کی فضلیت جو مجھ پر تھی کو پہچان لیا۔

وأخرج عن محمد بن عمير بن عطارد بن حاجب التميمي عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) لما أسرى بي كنت أنا في شجرة وجبريل في شجرة، فغشينا من أمر الله بعض ما غشينا، فخر جبريل مغشيا عليه وثبت على أمري، فعرفت فضل إيمان جبريل على إيماني

اور محمد بن عمیر بن عطارد بن حاجب التمیمی کے حوالے سے نقل کیا انہوں نے اپنے والد سے روایت کی: فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مجھے سیر کرائی گئی تو میں ایک درخت میں تھا اور جبریل علیہ السلام ایک درخت میں تو ہم اللہ تعالیٰ کے امر سے ڈھانپ لیا بعض کو جو ہم نے ڈھانپ لیا تو جبریل علیہ السلام نے مجھ پر ڈھانپنے پر فخر کیا تو میرے معاملے پر ثابت ہوا تو میں اپنے ایمان پر جبریل امین کے ایمان کی فضیلت کو پہچان لیا۔

اور دوسری سند سے دوسرے الفاظ کے ساتھ نقل کیا کہ

فوقع جبریل مغشیا علیه کأنه حلس فعرفت فضل خشیته علی خشیتی

جبریل علیہ السلام نے مجھ کو ڈھانپ کیا گویا کہ اس نے مجھے جھول اڑھادی تو میں اس کی خشیت کی فضیلت اپنی خشیت پر جان لیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اور اگر ہم اس کو ظاہر پر جاری نہ کریں اور ہم پر اس کی تاویل کی کوشش کرنا واجب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جبریل امین علیہ السلام پر فضیلت کے سبب۔ کیونکہ اس سے استدلال کیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے انسان پر جبریل امین علیہ السلام کی فضیلت کی ضرورت کا۔ تو اگر میں کہا کہ اس کی تاویل کیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ قصہ بعثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء کا ہے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ مقامات کی طرف ترقی فرمائی اور علماء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا: اے مخلوق کے بہترین۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی سے پہلے تھا جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے بہتر ہے۔ تو اس کا یہاں اس کے ساتھ جواب دیا جاسکتا ہے۔

پھر امام بیہقی نے کہا اور حلیمی نے ان دو اقوال کی توجیہ کی اور ملائکہ کی فضیلت کو اختیار کیا اور ہمارے اکثر اصحاب پہلے قول کی طرف گئے ہیں اور اس میں معاملہ آسان ہے اور اس میں فائدہ نہیں سوائے کسی چیز کی معرفت جو اس چیز کے ساتھ ہے۔ پھر حدیث نقل کی۔

لما خلق الله آدم وذريته قالت الملائكة: رب خلقتهم يأكلون ويشربون وينكحون ويركبون فاجعل لهم الدنيا ولنا الآخرة فقال الله تبارك وتعالى: لا أجعل من خلقته بيدي ونفخت فيه من روحي كمن قلت له كن فكان (ثم قال: وفي ثبوته نظر. ومن قال في الملائكة قبيلان أشبه أن يقول: إن هذا أراد القبيل الذي كان منهم إبليس دون الملأ الأعلى وهم الأشراف والعظماء

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی تخلیق کی تو فرشتوں نے عرض کیا۔ تو ان کو تخلیق کیا وہ کھاتے، پیتے، نکاح کرتے ہیں اور سوار ہوتے ہیں پس تو ان کے دنیا کو بنا اور ہمارے لئے آخرت کو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کو نہیں بناؤں گا جس کو میں نے اپنے دست قدرت سے تخلیق کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اس کی طرح جس کو میں نے فرمایا ہو جا اور وہ ہوگیا (پھر فرمایا اور اس کے ثبوت میں نظر ہے اور جس نے کہا فرشتوں میں دو قبیلے ہیں یہ زیادہ مشابہ ہے کہ وہ کہے اس قبیلے نے ارادہ کیا جن میں ابلیس تھا ملاء اعلیٰ کے علاوہ اور وہ سب سے زیادہ بزرگ ہیں اور عظیم ہیں۔ واللہ اعلم،

اور یہ تمام جو امام بیہقی نے اس مسئلہ میں ذکر کیا ہے اور یہ امام فخر الدین رازی نے اپنی کتاب الاربعین میں کہا ہے۔

ملائکہ افضل ہیں یا انبیاء افضل ہیں کے بارے میں

ہمارے اصحاب اور اہل تشیع کا مذہب ہے کہ انبیاء کرام ملائکہ سے افضل ہیں اور فلاسفہ اور معتزلہ نے کہا کہ آسمانی فرشتے انسانوں سے افضل ہیں اور یہ اختیار کیا ہے قاضی ابوبکر باقلانی اور ابوعبداللہ حلیمی نے ہمارے اصحاب میں سے اور نبیاء کے فضیلت کے قائلین نے متعدد وجوہات سے استدلال کیا ہے۔

پہلی دلیل: آدم مسجود ملائکہ ہیں اور مسجد ساجد سے افضل ہوتا ہے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر کہا جائے کہ جائز نہیں کہ کہا جائے کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا اور آدم علیہ السلام تو قبلہ کی طرح تھے؟ ہم نے تسلیم کیا کہ سجدہ آدم علیہ السلام کے لئے تھا لیکن جائز نہیں کہ سجدہ سے مراد تواضع اور ترحیب ہو۔ شاعر نے کہا

ترى الأكم فيها سجدا للحوافر

تو نے دیکھا کہ اکم میں سجدہ حوافر کے لئے ہے

ہم نے تسلیم کیا کہ سجدہ عبارت ہے پیشانی کا زمین پر رکھنا لیکن یہ تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ یہ عاجزی کی انتہاء ہے۔ کیونکہ یہ عرف پر محمول ہے اور عرفی معاملات اختلاف زمانہ سے مختلف ہوتے رہتے ہیں ہوسکتا ہے اس وقت کسی کو سلام کرنے کا طریقہ زمین پر پیشانی رکھ کر ہو لیکن کامل کا غیر کامل کو سلام کرنا ایک عادی امر ہے (تو ان فرشتوں نے بھی حضرت آدمؑ کو صرف مروجہ طریقہ کے طور پر سجدہ کر کے سلام کیا ہوگا)

جواب: ان تینوں سوالات کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ سجدہ مسجود کے منصب کے اضافہ کیلئے نہ تھا تو ابلیس نے یہ کیوں کہا تھا ''أَرَأَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ'' (الاسراء: ۶۲)' میں آپ کو دیکھتا ہوں یہ وہ ہے جو آپ نے مجھ پر فضیلت بخشی ہے) اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہ تھی جس وجہ نے شیطان کو سجدہ کرنے سے باز رکھا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ سجدہ مسجود کے مرتبہ کو ساجد کے مرتبہ پر ترجیح دے رہا ہے۔

دوسری دلیل: حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں سے زیادہ عالم تھے اور زیادہ علم والا افضل ہوتا ہے۔ زیادہ عالم ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ'' (البقرۃ:31-32)

(اللہ تعالیٰ نے) حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام سکھلائے پھر انکو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا مجھے ان چیزوں کے نا، بتلاؤ اگر تم، سچے ہو۔ انہوں نے عرض کیا: پاک ہیں آپ ہمیں علم نہیں مگر جتنا آپ نے ہمیں سکھلایا بلاشبہ آپ ہی خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں۔

دوسری دلیل:

''هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ'' (الزمر:۹)

کیا وہ لوگ جو جاننے والے ہیں اور وہ جو نہ جاننے والے ہیں دونوں برابر ہیں۔

تیسری دلیل: انسان کی عبادت بہت مشقت والی ہے اور مشقت والی عبادت افضل ہے۔

(۱) انسان میں شہوت، حرص، غضب اور خواہش موجود ہے جو اطاعت میں بہت بڑی رکاوٹ ہے جو فرشتوں میں نہیں، تو ان صفات کی موجودگی میں (انسان کا) عبادت کرنا بڑا مشکل ہے (لہٰذا جس کی عبادت مشکل ہے وہ غیر مشکل عبادت کرنے والے سے افضل ہوا)

(۲) فرشتوں کی مشقت نصوص پر مبنی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔''لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ'' (الانبیاء:۲۷) (وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے) اور تکالیف شرعیہ کچھ تو نصوص پر مبنی ہیں اور بعض استنباط پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ'' (الحشر:۲) اور فرمایا:''لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ'' (النساء:۸۳) (تو جانتا ہے ان لوگوں کو جو ان میں سے صاحب استنباط ہیں) پس کسی چیز کی معرفت اجتہاد اور استنباط سے حاصل کرنا نص پر عمل کرنے سے بہت مشکل ہے۔

(۳) انسان شیطانی وسوسہ میں مبتلا ہوجاتا ہے جبکہ یہ آفت فرشتوں پر نہیں ہے۔

(۴) بشر (انسان) کے لئے شبہات زیادہ ہیں من جملہ شبہات قویہ میں سے ایک حوادثات ارضیہ کا اتصالات فلکیہ اور مناسبات کوکبیہ کے ساتھ ربط ہے۔ جبکہ فرشتوں کو اس قسم کو کوئی شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ آسمانوں کے رہنے والے ہیں ان کے احوال کا مشاہدہ کرنے والے ہیں۔ وہ یقینی طور پر جانتے ہیں کہ سموات نہ تو زندہ ہیں اور نہ ہی ناطقہ (بولنے والے) ہیں بلکہ یہ تدبیر کے محتاج ہیں۔ جس طرح سے زمینیں تدبیر کی محتاج ہیں۔ تو ان سب وجوہات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انسان کی عبادت بہت سخت ہے اور سخت کا افضل ہونا نص اور قیاس سے ثابت ہے۔ نص تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''أفضل العبادات أحمزها'' سب سے افضل عبادت زیادہ مشقت والی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:''أجرك على قدر نصبك'' (تیرا اجر و ثواب تیری مشقت اور تھکاوٹ کے حساب سے ہے۔) اور قیاس یہ ہے کہ آسان اور مشکل عبادتیں اگر ثواب میں برابر ہوجائیں گی۔ تو گویا یہ قدر مشقت زائد فائدہ سے خالی ہو۔ اور فائدہ سے خالی محنت اٹھانا بالکل ممنوع ہے۔ تو اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ محنت والی اطاعت عمل میں نہ آئیں گی۔ تو جب یہ صورت نہ ہو تو ہم نے یہ جان لیا کہ زیادہ مشقت والا کام زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

چوتھی دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''إن الله اصطفى آدم ونوحا وآل إبراهيم وآل عمران على العالمين'' (آل عمران:۳۳) (اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم، نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر چن لیا ہے) جہان کا اطلاق تمام ماسوی اللہ پر ہوتا ہے اور آل سے خود انسان کی ذات مراد ہے تو معلوم ہوا کہ یہ آیت حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی باقی تمام مخلوقات پر فضلیت بیان فرما رہی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ بنی اسرائیل میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی فضلیت کا ثابت کرنا مشکل ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "وانی فضلتکم علی العالمین" (بقرہ:۴۷) سے (میں نے تم کو تمام جہانوں پر فضیلت دی) اگر یہ جو تم نے کہا امر لازم ہوتو تو نبی اسرائیل کے انبیاء کی کی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر بھی فضلیت ثابت ہوگی۔
اس کا جواب یہ ہے کہ ایک آیت میں تخصیص کا تحمل باقی آیات میں تحمل کو واجب نہیں کرتا۔اور عالم کی شرط ہے کہ وہ موجود ہو اور نبی کریم ﷺ اس وقت ظاہری جسم کے ساتھ موجود نہ تھے۔اور نبی اسرائیل کے انبیاء اور فرشتے اس وقت موجود تھے اور محمد ﷺ کا وجود اقدس ظاہراب موجود ہے، لہٰذا فرق واضح ہے۔
پانچویں دلیل: فرشتوں میں عقل ہے بغیر شہوت کے، جانوروں میں اپنی ضروریات کی خواہشات ہیں بغیر عقل کے۔اور انسان میں اپنی ضروریات کی خواہش بھی ہے عقل کے ساتھ۔ پھر اگر عقل پر شہوت غالب ہو جائے تو وہ جانوروں سے بھی بدتر ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "أُولَئِكَ كَالأَنعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ" (الانعام:۱۷۹) (یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی برے ہیں)، اسی قیاس کے مطابق اگر کسی کی عقل اس کی شہوت پر غالب ہو جائے تو لازمی امر ہے کہ وہ فرشتہ سے افضل ہو۔

انبیاء کرام علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں

یہ دلائل کا خلاصہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں۔رہے وہ لوگ جو ملائکہ کو انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل کہتے ہیں وہ ان وجوہ سے دلائل دیتے ہیں:
پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَن يَستَنكِفَ المَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبداً لله وَلاَ المَلاَئِكَةُ المُقَرَّبُونَلَن يَستَنكِفَ المَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبداً لله وَلاَ المَلاَئِكَةُ المُقَرَّبُونَ" (النساء:۱۷۲) اور یہ آیت تقاضا کرتی ہے ملائکہ حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل ہیں۔کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کہا گیا ہے کہ فلاں ویزر نے اس کی خدمت سے انکار نہیں کیا اور یہ نہیں کہا گیا کہ فلاں بادشاہ نے اس کی خدمت سے انکار کیا اور نہ وزیر نے تو جب حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر پہلے ہے اور فرشتوں کو ذکر بعد میں تو ہم نے جان لیا کہ فرشتے افضل ہیں حضرت مسیح علیہ السلام سے اور یہ اعتراض کئی وجوہ پر ہے
اول یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ افضل ہیں حضرت مسیح علیہ السلام سے اور یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ملائکہ کا حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل ہونا اس بات کو لازم ہے کہ ملائکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بھی افضل ہیں۔ اور دوسری بات کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وَلاَ المَلاَئِكَةُ المُقَرَّبُونَ" جمع کا صیغہ ہے۔ جو تمام ملائکہ پر مشتمل ہے تو یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ تمام ملائکہ حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل ہیں۔تو تم کس طرح کہتے ہو کہ ملائکہ میں سے ہر ایک حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل ہے۔
تیسری بات یہ ہے یہ واؤ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَلاَ المَلاَئِكَةُ المُقَرَّبُونَ" میں حرف عطف ہے اور حرف عطف مطلق جمع کا فائدہ دیتی ہے اور ترتیب کا فائدہ نہیں دیتی۔اور رہی مثال جو تم نے ذکر کی ہے یہ دلیل نہیں ہے کیونکہ کلی حکم جزوی مثال کے ساتھ

ثابت نہیں ہوتا۔ پھر یہ معارض ہے تمام مثالوں کے جیسے آپ کا قول: اس کام میں میری معاونت نہیں کی، نہ عمرو نے اور نہ زید ہے۔ تو یہ ذکر کرنے میں تاخیر فائدہ نہیں دیتے متقدم سے افضل ہونے کا۔ اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلا الهَدْيَ وَلا القَلائِدَ وَلا آمِينَ البَيتَ" (المائدہ: ۲) تو جب مثالوں میں اختلاف ہو تو ان پر تاویل کی جائے گی۔

پھر تحقیق اس مسئلہ میں کہ جب کہا جائے عالم اس وزیر کی خدمت سے منع نہیں کرتا اور نہ بادشاہ کی خدمت سے تو ہم نے جان ہم عقلوں سے جان لیا کہ بے شک بادشاہ درجہ میں وزیر سے بڑا ہے اور کہ اس ارشاد''' سے مراد بیان کا مبالغہ ہے مگر ہم نے جان لیا کہ اس سے پہلے کہ مقرب فرشتوں افضل ہیں حضرت مسیح علیہ السلام سے اور اب توقف کیا ہے صحت مطلوب پر صحت دلیل کے ساتھ۔ اور یہ چوتھا دور ہے۔

یہ آیت ملائکہ کے اعلیٰ منصب پر دلالت کرتی ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کا منصب اس سے زیادہ ہے لیکن یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ اجافہ تمام مناصب پر ہے اور اس کے بعض مناصب پر۔ تو جب کہا گیا کہ یہ عالم وزیر کی خدمت سے منع نہیں کرتا اور نہ بادشاہ کی خدمت سے۔ تو یہ اس بات کا فائدہ نہیں دیتا کہ بادشاہ وزیر سے زیادہ کامل ہے بعض چیزوں میں اور وہ قدرت اور سلطنت ہے۔ اور نہ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ بادشاہ وزیر سے زیادہ ہے علم اور زہد میں۔ تو جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم اس کے بموجب کہیں گے۔ اور یہ اس لئے کیونکہ بادشاہ افضل ہے انسان سے قدرت اور قوت میں تو جب جبریل علیہ السلام نے قوم لوط کے مدائن کو ختم کیا اور انسان اس میں کسی چیز کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ تو کس لئے کہیں گے کہ بادشاہ افضل ہے انسان سے ثواب کی زیادتی ہیں جو اسے کو خشوع اوع عبودیت میں اضافہ کے سبب حاصل ہوا ہے۔ اور یہ تمام تحقیق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ثواب کی زیادتی یہ مختلف فصل ہے۔ پھر ثواب کی زیادتی یہ حاصل نہیں ہوتی مگر تواضع اور خضوع کی انتہاء کے ساتھ۔ اور بندہ موصوف ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع کی انتہاء کے ساتھ اور اس کو ملائم نہیں کرتی اس کی صیروت اس کو اللہ تعالیٰ کی عبودیت سے روکتے ہوئے۔ بلکہ وہ اس نے متناقض ومنافی ہے۔ تو رک جائیں اس آیت سے اس معنی کو مراد لینے سے۔ رہا آدمی کا شدید قدرت اور قوت کاملہ کے ساتھ اتصاف۔ تو یہ مناسب ہے اتمرد اور ترک عبودیت کے لئے۔ تو نصاریٰ جب مشاہدہ کرتے تھے حضرت مسیح علیہ السلام سے مردوں کے زندہ کرنے، اندھوں کو بینا کرنے اور کوڑھی کو تندرست کرنے کا۔ انہوں نے اس کو اس سبب کے ساتھ نقل کیا کہ یہ قدرت اللہ تعالیٰ کی بندگی کے سبب سے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے رفمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام روکتے نہیں اس سبب کے ساتھ اس قدرت کو میری عبودیت سے اور نہ مقرب فرشتے وہ جو قدرت اور بطش اور استیلاء میں ان سے تمام آسمانوں اور زمینوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ تو اس وجہ سے یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ فرشتہ افضل ہے انسان سے شدت، قوت اور بطش میں لیکن یہ البتہ اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ فرشتہ انسان سے ثواب کی زیادتی میں افضل ہے۔ یا یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا دعویٰ کیا کیونکہ وہ بغیر والد کے پیدا ہوئے تو ان سے کہا گیا۔ فرشتہ بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوتا ہے تو وہ اس باب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ بوجود اس کے وہ روکتے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کی عبودیت سے۔

دوسری دلیل: جس نے کہا فرشتہ انسان سے افضل ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ" (الانبیاء:۱۹) سے دلیل لی ہے اور اس استدلال کی دو وجوہ ہیں۔

اول: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے متعلق تکبر نہ کرنے کو بیان فرمایا ہے تو انسان پر بھی لازم ہے کہ وہ عبادت پر تکبر نہ کرے تو اگر انسان فرشتوں سے افضل ہوتا تو یہ استدلال کس طرح مکمل ہوتا۔ تو اسی کے متعلق ہے کہ جب بادشاہ اپنی رعایا پر اپنی اطاعت کے تقرر کے وجوب کا ارادہ کرے تو وہ کہے گا کہ غلام میری اطاعت سے تکبر نہ کریں۔ تو ان میں سے جو مساکین ہیں؟ تو من جملہ ظاہر ہے یہ کہ استدلال مکمل نہیں ہوگا مگر طاقتور کے ساتھ ضعیف پر۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ومن عندہ" یہ عندیہ عندیہ جہت نہیں ہے۔ بلکہ عندیہ فضیلت وقرب ہے۔ اور اس پہلی وجہ پر اعتراض: شاید اس سے یہ مراد ہو کہ ملائکہ اپنی قوت کی شدت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے انکار نہیں کرتے۔ تو کیا حال ہے انسان کا کہ وہ اللہ کی اطاعت سے انکار کرے بوجود اس کے کہ وہ انتہائی ضعیف وکمزور ہے۔ تو اس لحاظ سے فرشتہ انسان سے زیادہ قوی ہوگا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے فرشتہ انسان سے افضل ہے۔ ثواب کی زیادتی کے معنی کے سبب۔

اور درسری وجہ کی بنیاد پر کہ یہ معارض ہے انسانی صفت کے متعلق اللہ تعالیٰ کے ارشاد ہے "فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ" (القمر:۵۵)

نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے حکایت کی ہے "أَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوبُهُمْ" اور یہ افضل ہے کیونکہ آپ نے فرشتوں کے متعلق فرمایا "إِنَّهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ" اور فرمایا ان کے قلوب میں انکساری کا وصف) "إِنَّهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ"

تیسری دلیل: فرشتوں کی عبادت زیادہ سخت ہے تو وہ افضل ہوئے۔ ہم نے کہا: یہ سختی کئی وجوہ پر ہے۔

اول:۔ کیونکہ وہ آفات سے محفوظ ہیں۔ وہ آفات جن سے انسان خوفزدہ رہتے ہیں مثل غرق ہونے، جلنے، قتل ہونے، بیماری اور ضرورت، شقاوت، کفر، معصیت۔ اور یہ بھی کہ آسمان ان کے مسکن ہیں جیسے جنات اور پاکیزہ باغیچوں کی نسبت زمین کی طرف۔ ہر فرشتے پر ان سے زیادہ نعمتیں ہیں۔ اور ان کا خوف زدہ ہونا قلیل ہے زیادہ تمرد سے۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ" (العنکبوت:۶۵) پھر یہ کہ ملائکہ نعمتوں کے اسباب کی زیادتی کے ساتھ ہیں تمرد تو جب سے یہ پیدا کئے گئے ہیں عبادت، خشوع، مہربانیوں میں مشغول ہیں۔ اور جنت کی نعمتوں اور لذتوں کی طرف التفات نہیں کرتے۔ بلکہ یہ مشقت کے زیادہ رونے کے ساتھ اطاعت پر لگے ہوئے ہیں۔ گویا کہ بنی آدم میں سے کوئی بھی اس پر قادر نہیں کہ وہ ایک دن بھی ان جیسا پرہیز گار بنے۔ یہ ان کی فضیلت کی وجوہات ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ اس پر تاکید ہے کیونکہ ان کے لئے جنت کے تمام مقامات کا اطلاق تھا اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا" (البقرہ:۳۵) اور ان کو ایک درخت سے منع کیا گیا تو وہ اپنے نفس کو نہ روک سکے یہاں تک کہ ان سے یہ فعل سرزد ہو گیا۔ اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی اطاعت انسان کی اطاعت سے سخت ہے۔

دوسری وجہ:۔ ان کی اطاعت کے سخت ہونے کے بیان مین کہ مکلف کا انتقال اس کے بندوں کے قسم سے دوسری قسم کی طرف۔ ایک باغیچہ سے دوسرے باغیچہ کی طرف انتقال ہے۔ رہی اقامت ایک قسم پر ہے۔

چوتھی دلیل: فرشتوں کی عبادت دوام پر ہے لہٰذا واجب ہوا کہ وہ افضل ہیں۔ اور جو ہم نے یہ کہا کہ فرشتوں کے عبادت دوام پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "یُسَبِّحونَ اللَّیلَ وَالنَّهارَ لا یَفتُرونَ" اور بر سبیل تقدیر ہوں ہوگی کہ اگر ان کی عمر انسان کی عمر کے برابر ہو تو ضرور ان کی اطاعت دوامی ہوگی اور زیادہ کس طرح اور انسان کی عمر کو ملائکہ کی عمر سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ اور ہم نے جو کہا کہ دوام افضل ہے اس کی کئی وجوہات ہیں۔

اول:۔ دوام میں زیادہ محنت ہوتی ہے تو وہ افضل ہوئی اور ہم نے یہ وجہ پیش کی ہے۔

دوم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "أفضل العبادات من طال عمره وحسن عمله" "افضل عبادت اس کی ہے جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے اعمال اچھے ہو" اور فرشتے لمبی عمر والے بندے ہیں اور ان کے اعمال اچھے ہیں تو لازم آیا کہ فرشتے افضل ہیں۔

سوم:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "الشیخ فی قومه کالنبی فی أمته" (بزرگ اپنی قوم میں ایسے ہے جس طرح نبی اپنی امت میں)۔ یہ حدیث اس بات کا تقاضا کرتی ہے فرشتہ (عام) انسانوں کے درمیان ایسے ہے جیسے امت میں نبی ہوتا ہے۔ اور اس سے ان کی فضیلت انسان پر لازم آتی ہے۔

چہارم:۔ اگر فرشتوں کی اطاعت بنی آدم کی اطاعت کے برابر ہوتی خوف وخشیت میں۔ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "یَخافُونَ رَبَّهُم مِن فَوقِهِم" (النحل:۵۰) اور فرمایا: "لا یَسبِقُونَهُ بِالقَولِ وَهُم بِأَمرِهِ یَعمَلُونَ" (الانبیا:۲۷) اور فرمایا: "وَهُم مِن خَشیَتِهِ مُشفِقُونَ" (الانبیاء:۲۸) اور فرمایا: "حَتّی إِذا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِم" (سبا:۲۳) تو یہ آیات دلالت کرتی ہیں فرشتوں کے خشوع وخضوع پر اگر فرشتوں کا خشوع انسان کے خشوع وخضوع سے زیادہ نہیں تو ان سے کم نہیں ہے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہم کہتے ہیں۔ ملائکہ کے اطاعت اور انسان کی اطاعت برابر ہیں ثواب کے لئے کیفیت موجبہ میں اور یہ خضوع وخشوع ہے اور اس میں مدت اور دوام کا اضافہ ہے تو یقینی طور پر لازم آیا کہ ان کا ثواب زیادہ ہے۔

پانچویں دلیل: فرشتے انسانوں سے عبادت میں سبقت لے جاتے ہیں اور سبق لے جانے والا افضل ہوتا ہے۔ تو فرشتوں کا عبادتوں میں سبقت لے جانا اس میں کوئی شک نہیں۔ اور سبقت لے جانا دو وجوہات کی بنا پر افضل ہے۔

اول:۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وَالسّابِقُونَ السّابِقُونَ أُولَئِكَ المُقَرَّبونَ" (الواقعہ:۱۱) (اور سبقت لے جانے والے اور سبقت لے جانے والے مقرب ہیں) اور دوسری وجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "من سنّ حسنه فله أجرها وأجر من عمل بها إلى یوم القیامة" (جس نے اچھی بات ایجاد کی اور اس کے لئے اس کا اجر ہے اور اس کا اجر جس نے اس پر قیامت کے دن عمل کیا) یہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ فرشتوں کو ثواب میں سے وہ چیز حاصل ہے جو انبیاء کو حاصل ہے

اب کوثواب زیادہ ملتا ہے ان افعال کی وجہ سے جو انہوں نے کئے تخلیق بشر سے پہلے کئے
چھٹی دلیل: ملائکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف۔ اور رسول افضل ہے امت سے۔ پہلے مقدمہ کا بیان اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ'' (النجم:۵) ''نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ'' (الشعراء:۱۹۳) اور ''يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ'' (النحل:۲) رہا رسولوں کا فضل ہونا امت سے دو وجوہات کی بنا پر ہے۔
اول: رسول امت کے عام آدمی سے افضل ہیں اور یہی یہاں مراد ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ اگر بادشاہ کسی ایک کو بھیجے ایک بہت بڑی جماعت کی طرف تا کہ وہ ان کے امور کا متولی ہو اور ان میں حاکم ہو تو وہ شخص افضل ہے اس وجہ سے اس جماعت پر۔ اور جب کسی ایک شخص کو کسی ایک شخص کی طرف بھیجا کسی وجہ کے لئے تو ظاہر ہے کہ رسول مرسل الیہ سے حال میں کم ہے جیسا کہ بادشاہ اپنے بندے کو وزیر کی طرف بھیجے۔ ہم نے کہا یہ مدفوع ہے کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام کو تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کی طرف بھیجا گیا جو بشر ہیں۔ تو جبرل علیہ السلام رسول ہیں اور ان کی امت تمام انبیاء کرام علیہم السلام ہیں تو اس قانون کے مطابق جو سائل نے ذکر کیا لازم آئے گا کہ حضرت جبریل علیہ السلام ان سے افضل ہیں۔
دوسری وجہ: ملائکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا'' (فاطر:۱) اور فرشتہ جب مرسل ہو دوسرے فرشتہ کی طرف اور رہا یہ کہ رسول ہو بشر کی طرف۔ بر سبیل تقدیر فرشتہ رسول ہے اور اس کی امت بھی رسول ہے۔ اور بشر رسول تو وہ مرسل ہے۔ لیکن اس کی امت کی رسول نہیں۔ اور معلوم ہوا کہ رسول وہ جس کی امت رسول ہو وہ افضل ہے اس رسول سے جس کی امت میں سے کوئی رسول نہ ہو تو ثابت ہوا کہ فرشتہ بشر سے افضل ہے اس جہت سے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام رسول تھے لوط علیہ السلام کی طرف تو وہ اس سے افضل ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول ہے ان انبیاء کی طرف جو اس کی فوج میں تھے تو وہ ان سے افضل ہوئے۔
ساتویں دلیل:۔ فرشتے انسان سے زیادہ متقی ہیں۔ اور متقی افضل ہوتا ہے اور ہم نے جو کہا کہ وہ انسانوں سے زیادہ متقی ہوتے ہیں تو وہ اس بنا پر کہ وہ لذات اور ان کی طرف میلان سے مبرہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کا خوف دائمی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ'' (النحل:۵۰) اور فرمایا: ''وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ'' (الانبیاء:۲۸) خوف اور اشفاق دونوں معصیت پر عزم کے منافی ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام ان میں سے کسی چیز سے خالی نہیں ہے وہ چھوٹی ہو یا ترک مستحب ہو۔
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ''ما مِنّا أَحَدٌ إِلاّ عَصَى أَوْ هَمّ بِمَعْصِيَةٍ غَيْرَ يَحْيَى بن زَكَرِيا'' (ہم میں سے کوئی ایک نہیں مگر اس نے نافرمانی کی یا ان سے کوئی معصیت ہوئی ہو سوائے حضرت یحییٰ بن زکریا کے)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ'' (الحجرات:۱۳) (تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو متقی ہے) تو ثابت ہوا کہ تقویٰ کے ذکر کے ساتھ مقرون دلالت کرتا ہے کہ یہ کرامت معللہ ہے تقویٰ کے ساتھ۔ اس حیث

سے کہ تقویٰ لازم کرتا ہے کہ کرامتِ فضلیت کی زیادتی ہو۔۔ یہ نہ کہا جائے گا کہ یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام افضل ہیں تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے اور محمد مصطفیٰ ﷺ سے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ صورت مخصوص ہے اجماع کی دلالت کے ساتھ تو تمام صورتوں میں حجت کی دلیل باقی ہے۔

آٹھویں دلیل:۔ انبیاء کرام علیہم السلام کسی ایک کے لئے استغفار نہیں کرتا مگر وہ اپنی ذات کے لئے استغفار کے شروع کرنے سے (یعنی انبیاء کرام علیہم السلام جب بھی کسی کے لئے استغفار کرتے ہیں تو وہ اپنے ذات سے استغفار کرنا شروع کرتے ہیں) پھر بعد میں اہل ایمان مین سے کسی دوسرے کے لئے دعائے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: ''رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ أَنفُسَنَا'' (الاعراف: ۲۳) اور حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی ''رَبِّ اغۡفِرۡ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيۡتِيَ مُؤۡمِنٗا'' (نوح: ۲۸) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: ''رَبِّ هَبۡ لِي حُكۡمٗا وَأَلۡحِقۡنِي بِٱلصَّٰلِحِينَ'' (الشعراء: ۸۳) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: ''رَبِّ اغۡفِرۡ لِي وَلِأَخِي'' (الاعراف: ۱۵۱) اور رہے فرشتے تو استغفار نہیں کرتے اپنے لئے لیکن وہ مغفرت طلب کرتے ہیں انسانوں میں سے اہل ایمان کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق حکایت بیان فرمائی: ''فَٱغۡفِرۡ لِلَّذِينَ تَابُواْ وَٱتَّبَعُواْ سَبِيلَكَ وَقِهِمۡ عَذَابَ ٱلۡجَحِيمِ'' (غافر: ۷) اور فرمایا: ''وَيَسۡتَغۡفِرُونَ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْ'' (غافر: ۷) اور فرشتے استغفار کے محتاج ہوتے تو وہ اپنی ذات سے استغفار شروع کرتے۔ کیونکہ اپنی ذات سے ضرر کو دور کرنا یہ غیر سے ضرر کو دور کرنے پر مقدم ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ابدأ بنفسك'' (اپنی ذات سے ابتداء کر) یہ دلالت کرتا ہے کہ فرشتے انسان سے افضل ہیں۔

نویں دلیل:۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''يَوۡمَ يَقُومُ ٱلرُّوحُ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ صَفّٗاۖ لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنۡ أَذِنَ لَهُ ٱلرَّحۡمَٰنُ وَقَالَ صَوَابٗا'' (النباء) اور مقصود اس واقعہ مبالغہ کی وضاحت سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وضاحت ہے اور اگر ہوتی اللہ کی مخلوق میں سے ایک جماعت جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قیام کرتی اور اللہ تعالیٰ کے حضور تضرع کرتے وہ زیادہ قوی ہوتی جو سورت النباء میں ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا بیان کرنا ملائکہ سے تو ضرور اس مقام پر ان کا ذکر ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ نے آخرت کے گھر میں اپنی عظمت کو ملائکہ کے ذکر کے ساتھ واضح فرمایا ہے۔ اور اسی طرح اپنی عظمت کو دار دنیا میں ملائکہ کے ذکر سے واضح فرمایا۔ تو فرمایا: ''وَتَرَى ٱلۡمَلَٰٓئِكَةَ حَآفِّينَ مِنۡ حَوۡلِ ٱلۡعَرۡشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ'' (الزمر: ۷۵) تو یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے البتہ اس سے انسان کی کوئی نسبت نہیں ہے۔

دسویں دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''وَإِنَّ عَلَيۡكُمۡ لَحَٰفِظِينَ كِرَامٗا كَٰتِبِينَ'' الانفطار: ۱۰، ۱۱) یہ عام ہے نبی آدم میں تمام مکلفین میں تو اس میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے علاوہ دوسرے بھی داخل ہیں تو یہ تقاضا کرتی ہے کہ ملائکہ افضل ہیں انسان سے وجہ سے۔

اول: اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی آدم علیہ السلام کے حفاظت کے لئے بنایا ہے اور حافظ مکلف کے لئے معصیت سے تو ضروری ہے کہ

وہ خطاء اور معصیت اس سے بعید ہو اور وہ اس سے محفوظ ہو۔ تو یہ تقاضا کرتی ہے کہ ملائکہ کو معاصی سے دور ہونا اور انسانوں کی نسبت اطاعت کے قریب ہونے کا۔ اور اسی لئے یہ مزید فضیلت کا تقاضا کرتی ہے۔

دوم:۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کتابت کو طاعات میں انسان کے لئے حجت بنایا ہے اور معاصی میں انسان کے خلاف حجت بنایا ہے اور یہ تقاضا کرتا ہے اس بات کہ ان کی بات کا قبول کرنا اولیٰ ہو انسان کی بات کے قبول کرنے سے تو اگر انسان اس حال میں اس سے افضل ہوتا تو بات اس کے برعکس ہوتی۔ تو ان کا قرب اس دلیل سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''عَالِمُ الغَيبِ فَلا يُظهِرُ عَلى غَيبِهِ أَحَدًا إِلاّ مَن ارتَضَى مِن رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسلُكُ مِن بَينِ يَدَيهِ وَمِن خَلفِهِ رَصَداً لِيَعلَمَ أَن قَد أَبلَغُوا رِسالاتِ رَبِّهِم '' (الجن:۲۶) سے استدلال لینا ہے۔ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ رصد فرشتے ہیں۔ اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ انبیاء مامون نہیں تھے وحی میں تخلیط سے مگر فرشتوں کی اعانت اور ان کی قوت کے ساتھ۔ یہ تمام اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فرشتوں کی فضیلت ظاہر ہے۔

گیارہویں دلیل:۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَالمُؤمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللهِ وَمَلائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ '' (بقرہ:۲۸۵) تو اللہ تعالیٰ نے اس سے واضح فرمایا: ضروری ہے ایمان کی صحت میں ان اشیاء پر ایمان لانا تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے اس کی ابتداء کی دوسرے نمبر پر اپنے ملائکہ پر ایمان اور تیسرے نمبر پر اپنی کتابوں پر ایمان اور چوتھے نمبر پر اپنے رسولوں پر ایمان اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''شَهِدَ اللهُ أَنَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ وَالمَلائِكَةُ وَأُولُوا العِلمِ قَائِماً بِالقِسطِ '' (آل عمران:۱۸) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''إِنَّ اللهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِي '' (الاحزاب:۵۶) اور فرمایا: ''اللهُ يَصطَفِي مِنَ المَلائِكَةِ رُسُلاً وَمِنَ النَّاسِ '' (الحج:۷۵) اور ذکر میں تقدیم دلالت کرتی ہے مقام ومرتبہ کے تقدیم پر۔ اور دلیل کہ ادنیٰ کو اشرف پر مقدم کرنا ذکر میں عرف میں قبیح ہے۔ تو لازمی ہے شرعاً بھی قبیح ہو۔ رہا عرف میں قبیح ہونا۔ وہ اس لئے شاعر نے جب کہا:

كفى الشيب والإسلام للمرء ناهيا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لو قدمت الإسلام لأعطيتك '' اگر تو اسلام میں پہل کرتا تو میں ضرور تجھے عطا کرتا۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے مابین صلح نامہ لکھا گیا تو نام کی تقدیم میں تنازعہ کھڑا ہوا اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ذکر میں تقدیم شرافت میں اضافہ پر دلالت کرتی ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا تو اسی طرح عرف میں بھی لازمی ہے کہ ہو شرع میں بھی اسی طرح۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ''ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن '' جن مسلمانوں کو تم عمدہ دیکھو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی عمدہ ہیں۔

بارہویں دلیل: فرشتہ انسان سے زیادہ علم رکھتا ہے اور زیادہ علم والا افضل ہے۔ جب ہم نے کہا کہ فرشتہ انسان سے زیادہ علم رکھتا ہے کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام تمام انبیاء کے معلم تھے۔ اس دلیل کے ساتھ ''عَلَّمَهُ شَدِيدُ القُوى '' (النجم:۵) اور معلم ضروری ہے کہ وہ متعلم سے زیادہ جانتا ہو۔ اور یہ بھی ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عقلیہ (۲) نقلیہ۔

اور عقلیہ تو اس میں سے وہ جو واجب ہے وہ علم ہے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا تو جائز نہیں ہے کہ اس میں ملائکہ سے تقصیر ہو اور نہ انبیاء کرام علیہم السلام سے۔ اور اس میں سے وہ جو واجب نہیں ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کی کیفیت کا علم اور عجائبات میں سے جو اس میں ہے اس کا علم جیسے عرش، کرسی، لوح، قلم، جنت، دوزخ، آسمان کے طبقات، فرشتوں کی اصناف، حیوانات کی مفاوز وجبال وبحار میں اقسام کا علم، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس کو زیادہ جانتے ہیں۔ کیونکہ ان کی عمر زیادہ ہے اور ان کا مشاہدہ زیادہ ہے تو ان کا علم اس سبب زیادہ اور اکمل ہے۔ رہے علوم نقلیہ جو نہیں پہچانے جاتے مگر وحی کے ذریعے۔ تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے یہ علوم حاصل نہیں کئے مگر حضرت جبریل علیہ السلام کی جہت سے۔ تو محال ہے اس سلسلہ میں وہ حضرت جبریل علیہ السلام سے افضل ہوں۔ اور رہے جبریل علیہ السلام تو گویا وہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے مابین واسطہ ہیں۔ تو وہ عالم ہوئے تمام ماضی کی شریعتوں اور موجودہ شریعت کے۔ ملائکہ تمام شریعتوں کے عالم اور مکلف ہیں تو ثابت ہوا کہ حضرت جبریل علیہ السلام زیادہ جانتے ہیں تو لازم آیا کہ وہ افضل ہے اور اس باب میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے اور فرشتوں کو اس کی تعلیم دی۔ اور لیکن یہ ظاہر ہے کہ حقائق اور شرائع کا علم افضل ہے اسماء کے علم سے۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام افضل ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے۔

تیرہویں دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ" (الحاقۃ: ۴۰، التکویر: ۱۹) اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی چھ صفات کمال کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ (۱) وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہیں۔ (۲) وہ اللہ تعالیٰ پر کریم ہیں (۳) وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک طاقت ور ہیں اور معلوم ہے کہ ان کی قوت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کی قوت اطاعت پر ہے اور وہ مخصوص ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ معرض مدح میں۔ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ قوت حضرت جبریل علیہ السلام کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔ (۴) وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکین ہیں۔ (۵) عالم السموات میں وہ مطاع ہیں۔ یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ ہر فرشتے کے لئے مطاع ہیں کیونکہ اطلاق اور مقید نہ کرنا معرض مدح میں اس کا فائدہ دیتا ہے (۶) تمام طاعات میں وہ امین ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے پہنچانے میں وہ امین ہیں۔

چودہویں دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ" (یوسف: ۳۱) اس تشبیہ سے مراد یہ ہے کہ رہی حضرت یوسف علیہ السلام کی فرشتے کے ساتھ تشبیہ تو یہ صورت میں ہے یا آپ کی سیرت میں۔ دوسرا اولیٰ ہے کہ وہ مشابہ ہوں مکرم فرشتے کے۔ اور فرشتہ وہ سیرت میں کریم ہوتا ہے نہ کہ صورت میں تو ثابت ہوا کہ فرشتے کے ساتھ تشبیہ دواعی شہوت کی نفی میں ہے اور لذات حسیہ کے حرص کی نفی میں۔ اور اس ضد کا اثبات ہے اور یہ فرشتوں کی صفت ہے اور آنکھ کو جھکانا، محرمات کی طرف نفس کے میلان کو روکنا۔ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ عقلاء کے اطباق سے ہے مردوں، عورتوں، مومن اور کافر سے فرشتوں کے اختصاص پر۔ فرشتوں کے درجات انسانوں کے درجات سے زیادہ ہیں۔

۔ پس کہا گیا: عورتوں کا قول: "فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ" (یوسف: ۳۲) یہ تقاضا کرتا ہے کہ انہوں نے حضرت یوسف

علیہ السلام کو فرشتہ کے ساتھ تشبیہ صورت میں دی تھی نہ کی سیرت میں کیونکہ ان کے عشق کی شدت میں ان کے عذر کا ظاہر ہونا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کے زہد کی غایت کے سبب پر ہو کیونکہ انسان اس چیز کا حریص ہوتا جس سے اس کو منع کیا گیا ہو۔ اور معشوق کا اعراض اکثر عاشق کے عشق مین شدت کا سبب بنتا ہے۔

پندرہویں دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا'' (الاسراء: ۷۰) اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات مکلف ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مکلف مخلوق افضل کے غیر مکلف سے۔ اور مکلف کی چار اقسام ہیں۔ (۱) ملائکہ (۲) جنات (۳) انسان (۴) شیاطین۔ اور اس میں شک نہیں کہ انسان افضل ہے جن وشیاطین سے تو اگر انسان افضل ہو ملائکہ تو لازم آئے گا کہ انسان افضل ہیں تمام مخلوقات سے تو چاہیے تھا کہ کہا جاتا ''ہم نے فضیلت دی ہے اس اپنی تمام مخلوق پر) اور بر سبیل تقدیر لفظ کثیر ضائع ہوتا۔ اور یہ جائز نہیں ہے تو ہم نے جان لیا کہ انسان ملائکہ سے افضل نہیں ہیں۔ اگر کہا جائے کہ یہ استدلال خطاب کے دلیل کے ساتھ ہے اور جائز ہے کہ ذکر کے ساتھ زیادہ کی تخصیص دلالت کرے باقی کے حال پر بخلاف اس کے۔ اور یہ بھی ہے جنس ملائکہ افضل ہے جنس بشر سے لیکن لازم نہیں آتا کہ اس جنس کے افراد میں سے ہر فرد اس جنس کے افراد میں سے ہر فرد سے افضل ہو۔ اور یہ ہے کہ جائز ہے کہ اس سے مراد ہو ہم نے ان کو مذکورہ بزرگی کے ساتھ فضیلت دی ہے اس آیت میں اور یہ کرامت جنس صورت میں ہے اور اس پر اضافہ ذکاوت اور اعمال عجیبہ پر قدرت ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم نے تسلیم کرلیا کہ بشر اس صورت میں فرشتوں سے افضل نہیں۔

سولہویں دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ عِندِي خَزَائِنُ اللهِ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ'' (الانعام: ۵۰) یہ اس بات پر دلیل ہے کہ فرشتوں کے احوال زیادہ شرف والے ہیں۔

سترہویں دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ'' (الاعراف: ۲۰) ہے یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتوں کا منصب زیادہ شرف والا ہے ان دونوں دلیلوں میں دقیق بحثیں ہیں

اٹھارہویں دلیل: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ''وَإِذَا ذَكَرَنِي عَبْدِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْ مَلَائِهِ'' جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے جماعت میں میں اس کے ذکر کرتا ہوں ان سے بہتر جماعت میں) یہ اس بات پر دلیل ہے کہ فرشتوں کی جماعت افضل ہے۔

انیسوں دلیل: اس میں کوئی شک نہیں کہ جسموں کے حال کو کمال حاصل نہیں ہوتا مگر روحوں کے اتصال کے ساتھ۔ اور فرشتے ارواح محض ہیں اور جسم، جسم کثیف ہے یہ منور ہوتا نے ارواح کے نور سے پھر یہ ارواح کا کمال ہے پھر یہ کمال ارواح کا کمال ہے اور وہ متصل ہے عالم ملائکہ کے ساتھ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي'' (الفجر: ۲۷، ۲۹) ارواح منفصلہ کو اس عالم میں عبادت کی وجہ سے کمال حاصل ہوا اور وہ عباد فرشتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ کے ارشاد '''' میں خطاب تمام ارواح بشریہ کے ساتھ ہے اور بندے جو اس تمام ارواح بشریہ کے ساتھ متصل ہیں وہ نہیں ہیں مگر فرشتے اور یہ بھی کہ اطاعت کرنے والوں کا عظیم ثواب ہے۔

"وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ" (الرعد: ۲۳، ۲۴) ملائکہ کا انسانوں پر سلام کرنا انسانوں کے لئے عظیم مقام ومرتبہ ہے۔ اور اگر فرشتے افضل نہ ہوتے اور ان کا ارواح بشریہ کے اتصال ان ارواح بشریہ کے لئے سعادت کا سبب نہ ہوتا۔

بیسویں دلیل: فرشتے مبرہ ہیں شہوت، غضب، خیال اور وہوں سے اور یہ صفات وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انوار کی تجلیات سے قوی حجاب ہیں اور کمال حاصل نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کے انوار کی تجلیات سے اور نقصان نہیں ہوتا مگر ان حجابات کے حصول کے ساتھ تو جب یہ تجلی ملائکہ کو ہمیشہ حاصل ہے اور اکثر اوقات میں ارواح بشریہ محجوب ہوتے ہیں اس تجلی سے۔ تو ہم نے جان لیا فرشتوں کے کمال کی کوئی نسبت نہیں ہے انسان کے کمالات کے ساتھ۔ اور وہ جو کہتے ہیں خدمت عوائق کی زیادتی کے ساتھ یہ دلالت کرتی ہے خدمت کے معاملہ میں اخلاص پر بغیر عوائق کے۔ خیالی کلام ہے کیونکہ تمام عبادات اور اطاعات سے مقصود اس تجلی کا حصول ہے۔ تو کون سا مقام ہے کہ یہ تجلی انسان کو زیادہ حاصل ہو۔ اور معاوق پر یہ زیادہ بعید ہے۔ تو یہ کمال وسعادت ان میں زیادہ پائی جاتی ہے لہٰذا فرشتوں کے صفت میں فرمایا: "يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ" (الانبیاء: ۲۰)

اکیسویں دلیل: روحیانت کو جسمانیات پر کئی وجوہ سے فضیلت حاصل ہے۔

اول:۔ وہ نورانیت بلندی ہے اور جسمانیت سفلی ظلمات ہے۔

دوم: ان کے علوم اتم ہیں اور وہ اس لئے کیونکہ حکماء سماوی روحنیات کے ساتھ غیب کے اسرار پر مطلع ہوتے ہیں اور وہ لوح محفوظ کو ہمیشہ دیکھتے ہیں جانتے ہیں ہر اس چیز کو جو مستقبل کے متعلق اس میں موجود ہوتی ہے اور ہر اس چیز کو جو ماضی میں پائی گئی ہے۔

سوم:۔ ان کے علوم فعلیہ کلیہ دائمہ ہیں اور بشر کی علت ناقصہ انفعالیہ منقضیہ ہے۔

چہارم: ان کے اعمال ہمیشہ مکمل ہیں اور وہ خدمت پر ہمیشہ رہتے ہیں اور رات دن تسبیحات کرتے ہیں اور ان کی آنکھوں کو نیند لاحق نہیں ہوتی اور نہ ان عقلوں کا سہر اور نہ بدن کی غفلت۔ اور ان کا کھانا تسبیح ہے اور ان کا پینا تقدیس وتمجید ہے اور ان انس اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہے اور ان کی خوشی اللہ تعالیٰ کی خدمت ہے اور علائق بدنیہ سے مجرد ہیں اور شہوانی اور غضبی حجابات سے مبرہ ہیں۔

پنجم: روحانیات لے اجسام کی تبدیلی پر قدرت ہے اور اجرام کی تقلیب

بائیسویں دلیل: روحانیات مختص ہیں ھیاکل شریفہ کے ساتھ اور یہ سات سیارے ہیں اور تمام ثوابت ہیں۔ پس افلاک ان کے ابدان کی طرح ہیں اور ستارے دلوں کی طرح اور فرشتے ارواح کی طرح اور ارواح کی نسبت ارواح کی طرف ابدان کی ابدان کی طرف نسبت کی طرح ہے۔ پھر ہم نے جان لیا کہ ستاروں اور افلاک کے احوال کا اختلاف۔ مبادی ہے اس عالم کے احوال میں حصول اختلاف کے لئے۔ کیونکہ ستاروں کی حرمت سے تسدیس، تربیع، مقابلہ اور مقارنہ سے مختلف

اتصال حاصل ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح مناطق افلاک کبھی منطبق ہوتا ہے ان کا بعض بعض پر اور وہ رتق ہے اور ان کے نزدیک عالم کے عمارت باطل ہے اور دسرا منفصل ہے ان کا بعض بعض پر اور وہ فتق ہے اور ان کے نزدیک اس عالم میں عمارات منتقل ہوتی ہیں ایک جانب سے ایک جانب کی طرف۔ تو جب ہم نے دیکھا ہیا کل عالم علویہ کو مستولیہ ہیاکل ہم سفلی پر تو اسی طرح ارواح عالم علویہ کے لئے لازم ہے کہ ارواح عالم سفلی پر مستولیہ ہوں۔

یہ تمام دلائل امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے الاربعین میں ذکر کئے ہیں۔

میں کہتا ہوں یہ دلائل وہ ہیں جن سے استدلال کیا گیا ہے کہ فرشتے افضل ہیں۔ ہم نہیں کہتے کہ دیگر دلائل کے ہوتے ہوئے یہ فرشتوں کے فضیلت کا تقاضا کرتے ہیں۔ دیگر دلائل موجود ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کی فرشتوں پر فضیلت پر قائم ہیں لیکن وہ ملائکہ کی فضیلت انبیاء کرام کے علاوہ دیگر انسانوں پر فضیلت کا نفع دیتے ہیں۔

فصل بعض جواہر واجسام پر بعض حادث موجودات کی فضیلت کی معرفت کے بیان میں

اور اجسام تمام کے تمام مساوی ہیں اپنے ذاتوں کی جہت سے۔ اور ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے ان کی صفات، اعراض اور اوصاف شریفہ اور افعال نفسیہ کی طرف نسبت کی بنا پر۔

اور فضائل کی دو قسمیں ہیں۔

اول: جمادات کی فضیلت۔ جیسے جوہر کو سونے پر اور سونے کو چاندی پر اور چاندی کو لوہے پر اور انوار کو ظلمات پر اور شفاف کو غیر شفاف پر اور لطیف کو کثیف پر اور روشن کو مظلم پر اور حسن کو قبیح پر۔

دوم: فضائل خیرات اور اس کی اقسام:

(۱) صورتوں کا حسن (۲) اجسام کی طاقت جیسے قوت جاذبہ اور ممسکہ، دافعہ اور قاذیہ۔ اور جہاد وقتال پر قوقت۔ (۲) اعباء کا اٹھانا، شجاعت، سخاوت، اور حلم۔ (۴) عقلیں۔ (۵) حواس (۶) علوم مکتسبہ اور اس کی اقسام: (۱) اللہ تعالیٰ کے وجود، صفات ذاتیہ، سلبیہ اور فعلیہ کی معرفت (۲) رسولوں کے بھیجنے کی معرفت، کتب کے نزول کی، انبیاء کی تنبیہ کی معرفت۔ (۳) احکام خمسہ جو اللہ تعالیٰ مشروع کئے ہیں اور ان کے اسباب، ان کی شرائط اور ان کے موانع کی معرفت۔ (۷) احوال ناشئہ جو ہم نے معارف میں ذکر کیے ہیں۔ جیسے خوف، رجا، محبت، توکل، تعظیم، اجلال، (۸) قیام اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ہر اس چیز میں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا یا اس چیز سے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا (رک جانا ۹ (۹) جو اللہ تعالیٰ نے یہ معارف مرتبہ فرمائے ہیں۔ احوال، اطاعات، ذات اخرت کے لئے جسمانی اور روحانی نعمتوں کے ساتھ افراح۔ جیسے امت کی لذت۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب، اللہ تعالیٰ کے قرب وجوار کی محبت، اس کے سلام وکلام کا سماع، اللہ تعالیٰ کی دائمی رضا کی خوشی اور اسی طرح اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف متوجہ ہونے۔

ان میں سے بعض بعض سے افضل ہیں سو جو ان افضل فضائل سے متصف ہوگا وہ کائنات میں افضل ہوگا اور اس میں کوئی

شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی ذات کی معرفت، اللہ تعالیٰ کی رضا اور اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کی طرف متوجہ ہونا افضل ہیں دیگر تمام سے۔ اور جو ان صفات سے متصف ہوگا وہ ملائکہ سے افضل ہوگا۔ اگر وہ ان صفات میں مساوی ہوگا تو ان میں کوئی دوسرے پر افضل نہیں ہوگا۔ اگر فرشتے انسان پر افضل ہے ان مین سے کسی چیز کی بنا پر تو وہ افضل ہے۔ اور انسان فرشتے سے ان میں سے کسی چیز میں افضل ہے تو سو وہ فرشتے سے افضل ہے۔

اور فضیلت منحصر ہے ان افعال کے ساتھ اور کمال معارف اور طاعات کے ساتھ ہے۔

علامہ حلیمی نے کہا: ملاء اعلیٰ افضل ہیں زمین پر رہنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لَن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ لله وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ" (النساء:۱۷۲)

انسانوں اور فرشتوں کے فضیلت کے معاملہ میں سکوت کیا جائے

علامہ علاء الدین قونوی نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ لوگوں نے فرشتوں اور انسانوں کے فضیلت کے مابین اختلاف کیا ہے اور مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو اقوال جمہور صوفیہ سے نقل کئے ہیں وہ مسلم ہیں کہ ان دونون کے مابین فضیلت کے معاملہ میں سکوت کیا جائے۔

انبیاء کرام علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں

تاہم قاضی تاج الدین بن السبکی نے منع الموانع میں کہا ہے انبیاء علیہم السلام، اور ہمارے جمہور آئمہ نے کہا انبیاء کرام علیہم السلام ملائکہ علیہم السلام سے افضل ہیں۔

اور معتزلہ نے کہا کہ فرشتے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور اس سے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا استثناء ذکر کیا کہ آپ ﷺ فرشتوں اور انسان سے افضل ہیں اور آپ ﷺ تمام مخلوق سے بہتر اور افضل ہیں۔

اور شیخ امام الوالد نے جمہور کی موافقت کی کہ انبیاء کرام علیہم السلام افضل ہیں فرشتوں سے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ (انسان اللہ تعالیٰ کی) مخلوق سے اشرف ہے، عمدہ ہے مکرم ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔

نوٹ: سلف صالحین نے واضح کیا ہے کہ یہ معاملہ کہ انسان افضل ہیں یا فرشتے افضل ہیں اس معاملہ میں نہیں پڑنا چاہیے۔ تاہم اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ سب انسانوں، فرشتوں اور تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ نیز امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے جس کا خلاصہ عرض کر دیا گیا ہے۔

فرشتے اور جنات الگ الگ مخلوق ہیں

علامہ حلیمی کتاب المنہاج میں، امام بیہقی شعب الایمان میں اور علامہ قونوی الابہتاج میں فرمایا بعض حضرات فرماتے ہیں بولنے والے عقلمندی دو فریق ہیں انسان اور جنات۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے دو فریق ہیں اچھے اور برے، پس انسانوں میں سے پسندیدہ یہ رسول (اور نبی) بھی ہیں اور دوسرے (نیک حضرات) بھی۔ اور ان (انسانوں) میں کے اشرار فاجر

ہیں ان میں سے بعض کافر ہیں بعض کافر نہیں ہیں۔ اور جنات میں جو پسندیدہ ہیں وہ فرشتے ہیں ان میں سے رسول بھی ہیں اور غیر رسول بھی اور ان کے اشرار شیاطین ہیں۔ یہ قسم اس کا احتمال رکھتی ہے کہ جنات میں سے کچھ آسمان کے رہنے والے ہیں جو ملا اعلیٰ کہلاتے ہیں۔ ان کو ان کی رسالت کی صلاحیت کی وجہ سے فرشتے کہا جاتا ہے۔ اور ان میں سے کچھ زمین پر رہنے لے ہیں ان کو بالاطلاق جن کہا جاتا ہے جو نیک و بد پر تقسیم ہوتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ابلیس بھی فرشتوں میں سے تھا فرشتوں سے اس کے استثناء کرنے کی وجہ سے۔ لیکن جب اس نے نافرمانی کی تو ملعون ہوا اور زمین کی طرف اتارا گیا اور جناب میں سے شامل ہو گیا سو وہ اس انسان کی طرح ہے جو گناہ کرتا ہے تو فاسق بنتا ہے اور اسلام چھوڑتا ہے تو کافر ہوتا ہے ازیں بعد اس کا سابقہ نام مسلمان تھا یا مؤمن جو یہ کہتا ہے فرشتے اخیار جنات ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا" (الصافات: ۱۵۸) سے استدلال کرتا ہے۔ "وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا" اس سے مراد کفار کی بات ہے جو وہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بہت بلند و بالا ہے تو یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ فرشتے (دراصل) جنات ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ انسان ظاہر ہیں اور جن مخفی ہیں اور فرشتے بھی مخفی ہیں اس لئے فرشتوں پر بھی جن کا اطلاق درست ہے۔ نیز جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا تو ارشاد فرمایا: "خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ، وَخَلَقَ الْجَانَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ" (الرحمن: ۱۴، ۱۵) "(اللہ تعالیٰ) نے انسان کو بجتی ہوئی پکی مٹی سے پیدا اور جنات کو شعلہ زن آگ سے پیدا کیا)۔ تو اگر فرشتے کوئی تیسری مخلوق ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس اشرف الخلائق کا ذکر بھی کبھی نہ چھوڑتا اور اپنی قدرت پیدائش کی وصف میں اس کو چھوڑ کر کم درجہ والوں کا ذکر نہ فرماتا۔

اور جنہوں نے اس قول کے مخالفت کی وہ فرماتے ہیں کہ باشندگان زمین انسان اور جنات پر تقسیم ہوتے ہیں جو اس حد سے خارج ہوگا نہ تو اس کو انسان کا نام دیا جائے گا نہ جن کا۔ وہ دلائل جو ملائکہ کے جنات نہ ہونے کے متعلق ہیں ان اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ" (الکہف: ۵۰) (مگر ابلیس (نے سجدہ نہ کیا کیونکہ) وہ جنات میں سے تھا) یہ آیت وضاحت کر رہی ہے کہ ملائکہ اور جن الگ الگ جنس ہے اور دو فریق ہیں۔ اور فرشتوں کا ذکر اس ارشاد "خَلَقَ الْإِنسَانَ" میں نہیں کیا۔ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کسی مقدم مخلوق سے پیدا نہیں کیا اس لئے فرشتہ اس میں داخل نہیں ہیں۔ بلکہ ان کو "کونوا" کے حکم سے پیدا فرمایا تو پیدا ہو گئے۔ جیسا کہ اس اصل کے لئے اللہ تعالیٰ نے "کن" کا حکم فرمایا۔ جس سے جن کو پیدا فرمایا۔ یا جس سے انسان کو پیدا فرمایا یعنی مٹی پانی آگ اور ہوا کو تو وہ پیدا ہو گئیں۔ تو ملائکہ کرام اختراع کے اعتبار سے جنات اور انسانوں کی اصل کی طرح ہیں نہ کہ خود انسان اور جن کی طرح۔ اسی لئے ان کو جنات اور انسانوں کی پیدائش کے ساتھ ذکر نہیں فرمایا۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس تمام گفتگو سے زیادہ واضح مسلم شریف کی حدیث ہے جس میں وضاحت ہے کہ فرشتے جنات کے علاوہ ایک اور مخلوق ہیں۔

"خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِن نُورٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِن مَارِجٍ مِن نَارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ"

(فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں، جنات شعلہ زن آگ سے پیدا کئے گئے ہیں اور انسانوں اس سے پیدا کیا

گیا جو تمہیں۔ بیان فرمایا ہے)
پس اس حدیث میں جنات اور فرشتوں کو الگ الگ ذکر کیا گیا۔ اس میں یہ دلیل ہے جس نور سے فرشتے پیدا کئے گئے وہ آگ کا نور نہیں ہے۔ امام حلیمی، امام بیہقی، امام قونوی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: ایک دلیل جو جنات اور فرشتوں میں فرق ظاہر کرتی ہے:
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعاً ثُمَّ نَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ'' (سورہ سبا: ۴۰، ۴۱)

اور جس روز ہم ان سب کو (میدان قیامت میں) جمع فرمائیں گے پھر فرشتوں سے ارشاد فرمائیں گے کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ (فرشتے) عرض کریں گے کہ آپ (شریک سے) پاک ہیں ہمارا تو (محض) آپ سے تعلق ہے نہ کہ ان سے بلکہ یہ لوگ شیاطین و جنات کو پوجا کرتے تھے۔

تو اس سے یہ واضح ہوا کہ ملائکہ جنات کے علاوہ ہیں

روحانیوں فرشتے

حلیمی، بیہقی اور قونوی رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا اور فرشتوں کا نام روحانیوں ہے (را کے پیش اور زبر کے ساتھ) رہا پیش اس لئے کہ وہ ارواح میں اور ان کے ساتھ پانی، آگ اور مٹی نہیں ہے اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ روح جوہر ہے۔ تو یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ارواح کو جمع کر کے جسم عطاء فرمائے اور ان سے ایسی مخلوق تیار کرے جو بولنے والی عاقل ہو تو ان کی روح تو اختراعی ہوگی لیکن اس کے بعد اس کا جسم اور اس کے ساتھ نطق اور عقل کا لزوم حادث ہوگا۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ فرشتوں کے اجسام جیسا کہ آج تک ہیں سب اختراعی ہوں جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اختراعی تھی۔ اور (اگر روح کی را پر) زبر پڑھی جائے تو پھر معنی یہ ہوگا کہ وہ عمارات اور سائبانوں میں محصور نہیں ہیں بلکہ وہ کشادہ جگہوں اور وسیع و عریض زمینوں میں رہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رحمت کے فرشتوں کو روحانیون کہتے ہیں را کے پیش کے ساتھ ''الروح'' سے ہے اور عذاب کے فرشتوں کو کروبیوں کہتے ہیں کروبیون کرب سے (مشتق) ہے۔ (آپ کی گفتگو مکمل ہوئی)

فرشتوں کے سردار کروبیوں

فائق میں ہے کروبیون فرشتوں کو کہتے ہیں جن میں حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام شامل ہیں۔ یہ مقرب فرشتے ہیں اور کروبیون کرب سے مشتق ہے جبکہ وہ قرب کے معنی میں ہو۔
تذکرہ شیخ تاج الدین ابن مکتوم میں ہے حضرات ابوالخطاب بن دحیہ سے کروبیون کے بارہ میں سوال کیا گیا کہ کروبیون

کالفظ لغت میں آتا ہے یا نہیں؟ فرمایا کروبیون راء کی تخفیف کے ساتھ ہے یہ فرشتوں کے سرَدار ہیں اور مقربان (بارگاہ الٰہی) بھی ہیں، کرۂبیون کرب سے مشتق ہے۔ جبکہ وہ قرب کے معنی میں ہو
ابوعلی بغدادی نے یہ مصرعہ کہا ہے۔

کروبیۃ منھم رکوع وسجد

کوئی کروبی رکوع میں ہے تو کوئی سجدہ میں ہے۔

اور علامہ طیبی نے کہا: بعض سے مروی ہے کہ اس لفظ میں تین مبالغے ہیں (۱) جب کرب کو کادکی جگہ استعمال کیا جائے تو یہ قرب سے ابلغ ہوتا ہے جیسے کوئی کہے کربت الشمس ان تغرب یہاں کادت سے زیادہ ابلغ ہے۔ (۲) یہ فعول کے وزن پر ہے جو کہ مبالغہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (۳) اس میں یاء کا اضافہ ہے جو مبالغہ کو اور بڑھادیتی ہے جیسے ''احمری'' (بہت ہی زیادہ سرخ)

اور قاموس میں ہے کروبیون راء کی تخفیف کے ساتھ ہے مراد فرشتوں کے سردار ہیں۔

فرشتے توحید میں مختار ہیں یا مجبور

امام ابو اسحاق اسماعیل الصفار بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو احناف کے کے بڑے ائمہ میں سے ہیں ان سے فرشتوں کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا وہ توحید میں مختار ہیں یا مجبور ہیں؟ اور کیا ان سے کفر سرزد ہوسکتا ہے؟ تو انہوں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی بات جواب میں ارشاد فرمائی کہ وہ ایمان میں مجبور ہیں ان سے کفر کا صدور نہیں ہوسکتا۔ عام اہل سنت وجماعت کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صاحب اختیار بنایا ہے وہ اپنے رب کو جانتے ہیں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَمَن يَقُلْ مِنهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِن دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ'' (الانبیاء:۲۹)

اور ان میں جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی جزا دیں گے، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔

اور فرمایا:

''لَا يَعْصُونَ اللهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ''

وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے وہی کام کرتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا جاتا ہے

پس اگر وہ مجبور ہوتے اور ان سے کفر متصور نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ''فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ'' (اسے ہم جہنم کی جزا دیں گے، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو) نہ فرماتا، کیونکہ سزا گناہ کے بدلہ میں ہوتی ہے اور اگر وہ توحید اور اطاعت میں صاحب اختیار نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی تعریف میں یہ نہ فرماتا ''لَا يَعْصُونَ اللهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ'' کہ وہ اللہ تعالیٰ

کی نافرمانی نہیں کرتے وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے گزشتہ حدیث سے پہلے مسئلہ میں استدلال فرمایا ہے۔

کیا ملائکہ شر اور فساد پر قادر ہیں؟

امام کمال الدین بن زملکانی نے اپنے کتاب مسمی (تحقیق الاولیٰ من اہل الرفیق الاعلیٰ) میں کہا اہل عقل نے اختلاف کیا ہے۔کیا فرشتے شر اور گناہ پر قدرت رکھتے ہیں۔تو جمہور فلاسفہ اور بہت سے جبرین کا مذہب ہے کہ فرشتے خیر محض ہیں وہ شر اور فساد پر قدرت نہیں رکھتے۔اور جمہور معتزلہ اور بہت سے فقہاء نے کہا کہ وہ دونوں کاموں پر قادر ہیں۔اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے دلیل لی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ترک معاصی اور ترک مخالفت اور ہمیشہ نیکی کرنے پر تعریف فرمائی ہے۔اور اگر ان سے یہ تصور نہ ہوتو وہ تعریف کے مستحق نہ ہوتے۔اور ان کی تعریف متعدد مقامات پر کی گئی ہے ان میں سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ'' (الاعراف:۲۰۶) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''لَن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْداً لِّلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ'' (النساء:۱۷۲) وغیرہ آیات سے ہے۔اور تعریف کیا جانے کسی چیز کے چھوڑنے پر ضروری ہے کہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہوتو اگر اس سے وہ فعل متصور نہ تو اس کی مدح عرف میں اس کی ترک پر لائق تحسین نہیں ہے۔اور اگر وہ اس فعل کا فاعل ہو عرفا اس کا فعل مستقبحا شمار کیا جائے گا۔اور اللہ تعالیٰ کی گناہوں کے صدور پر ان کے بارے میں وعید سے استدلال کیا ہے۔اور جس سے گناہ کا صدور متصور نہ ہوگا اس پر وعید نہیں ہے۔تو پہلی بات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ'' ہے اور دوسری بات ظاہر ہے (واللہ اعلم)

فرشتے گناہوں سے پاک ہیں

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ (فرشتے) اونچے درجہ کے مؤمن ہیں اور مسلمانوں کے تمام ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ فرشتوں میں جو رسول ہیں وہ عصمت کے معاملہ میں نبیوں کی طرح ہیں اور نبیوں کی عصمت پر (ہم قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الشفاء میں) بحث کر چکے ہیں فرشتے انبیاء اور ان کے حقوق کے معاملہ میں ان انبیاء کی طرح ہیں جو اپنے امتیوں کو تبلیغ کرتے ہیں۔ہاں وہ فرشتے جو رسول نہیں ہیں ان کی عصمت کے بارے میں اختلاف ہے۔ایک جماعت کا مذہب ہے کہ وہ تمام کے تمام گناہوں سے معصوم ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے دلیل لیتے ہیں:

(لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ) (التحریم:۶)

(وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ، وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ) (الصافات:۱۶۴،۱۶۶)

(وَمَنۡ عِندَهٗ لَا يَسۡتَكۡبِرُونَ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسۡتَحۡسِرُونَ) (الانبیاء:۱۹)

اور اس جیسی اور آیات

اور ایک جماعت کا مذہب ہے یہ ان میں سے رسولوں کے ساتھ خاص ہے۔ اور انہوں نے ہاروت اور ماروت کے قصہ اور ابلیس کے قصہ سے دلیل لی ہے۔

حق یہ ہے کہ تمام فرشتے گناہوں سے معصوم ہوتے ہی ان کے مراتب گناہوں سے بہت بلند ہیں جن سے ان کا رتبہ کم ہو اور وہ اپنے منصب جلیل سے گر جائیں۔

ہاروت ماروت کے واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ سے نہ تو کوئی صحیح روایت مروی ہے نہ ضعیف اور ابلیس کے متعلق یہ عرض ہے کہ اکثر علمائے اسلام اس کے فرشتوں سے ہونے کی نفی کرتے اور کہتے ہیں کہ وہ ابوالجنات ہے جس طرح سے حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔

اور امام صفوی ارموی نے اپنے رسالہ میں کہا ہے کہ ''فرشتے معصوم ہین اور ان کی دلیل متعدد وجوہ پر ہے

اول: ان کی تعریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''وَيَفۡعَلُونَ مَا يُؤۡمَرُونَ'' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''وَهُم بِأَمۡرِهٖ يَعۡمَلُونَ'' الانبیاء:۲۷) یہ دونوں آیات ان کے ان کاموں پر دلیل میں جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے کے کرنے اور جن سے روکا گیا ہے ان سے رکنے پر۔ کیونکہ نہی حکم ہے ترک کے ساتھ۔ اور کیونکہ اسی سے ان کی مدح ہوتی ہے۔ اور یہ ان آیات سے حاصل ہوتی ہے۔

دوم: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''يُسَبِّحُونَ اللَّيۡلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفۡتُرُونَ'' (الانبیاء:۲۰) یہ ان کے عبادت میں مشغول ہونے میں مکمل مبالغہ کا فائدہ دیتی ہے۔ اور یہ مطلوب کا فائدہ دیتی ہے۔

سوم: فرشتے اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اللَّهُ أَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ'' (الانعام:۱۲۴) یہ تعظیم میں مکمل مبالغہ کا فائدہ دیتی ہے۔ تو وہ لوگوں سے متقی ہوئے۔

اور مخالف کا قصہ ہاروت و ماروت اور قصہ ابلیس مع آدم سے دلیل لینا اور ان کا اللہ تعالیٰ پر اعتراض حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق کہ ''أَتَجۡعَلُ فِيهَا مَن يُفۡسِدُ فِيهَا'' (البقرہ:۳۰)۔ اس کا اجمالی طریقہ پر تو یہ جواب ہے کہ تم نے یہ سب کچھ جو بیان کیا ہے قریب اور بعید دونوں صورتوں کا احتمال رکھتا ہے ان دونوں صورتوں میں عصمت کے صریح اور ظاہر دلائل کے مقابلہ میں یہ اعتراض کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور یہ جواب ہاروت ماروت کے قصہ میں بہت خوب ہے پہلے جواب سے (جو اسی عنوان کے تحت گزر چکا ہے) کیونکہ (اس قصہ کی) احادیث (صحیح ہونے کے باوجود) صریح اور ظاہر نصوص کے مخالف ہیں) لہٰذا یہ درایتاً ضعیف اور نا قابل استدلال ہوں گی۔

فرشتے معصوم ہیں

اور احادیث صحیح میں ہے

امام قرافی نے کہا: ہیں جس نے ہاروت ماروت کے متعلق یہ عقیدہ رکھا کہ وہ ہندوستان میں ہیں ان کو زہرہ کے ساتھ گناہ کرنے پر سزا دی جارہی ہے تووہ کافر ہے۔ فرشتے تو اللہ تعالیٰ کے رسول اور خواص ہیں ان کی تعظیم تو قیر اور تنزیہ ہر اس بات سے واجب ہے جو ان کی عظمت مقام میں خلل انداز ہو۔ جو ایسا نہ کیرے گا اس کی گردن مارنا (حکومت اسلام کے ذمہ) واجب ہے۔

امام بلقینی منہج الاصولین میں کہا ہے: صفت نبوت اور صفت ملکیت کے لئے عصمت لازم ہے ان کے علاوہ کیلئے جائز ہے۔ اور جس کیلئے عصمت لازم ہو جائے اس سے نہ تو کبیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے نہ صغیرہ، اسی لئے ہم فرشتوں کی عصمت کا اعتقاد رکھتے ہیں چاہے وہ مرسل ہوں یا غیر مرسل ہوں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

''لَا يَعۡصُونَ اللّٰهَ مَآ أَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُونَ مَا يُؤۡمَرُونَ''

اور اس معنی میں بہت سی آیات وارد ہیں اور ابلیس فرشتوں میں سے نہیں تھا بلکہ جنات میں سے تھا اسی لئے اپنے رب کے حکم کی نافرنی کی تھی

اور ہاروت ماروت کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الجامع من المحلی'' میں ہے کہ ہاروت ماروت جن ہیں اور وہ فرشتوں سے نہیں ہیں۔

اگر (ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی) یہ بات درست ہو تو ان کے گناہ کے قصہ سے کسی قسم کے جواب دینے کی ضرورت پیش نہیں آئیگی۔ جیسے ابلیس فرشتوں میں سے نہیں تھا بلکہ جنات میں سے ایک جن تھا

ہاروت ماروت کے سوا سب فرشتے عبادت کیلئے پیدا کئے گئے

پھر تو نے امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا جو اعتقادات میں حنفیہ کے امام ہیں جس طرح شیخ ابوالحسن اشعری شافعیہ کے امام ہیں وہ (امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ) اپنی عبارت میں یہ عقیدہ بیان فرماتے ہیں۔ (تمام فرشتے معصوم ہیں ،عبادت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں، مگر ہاروت و ماروت) یعنی یہ ہاروت ماروت نہ تو معصوم ہیں اور نہ صرف عبادت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں) اس عقیدہ کی قاضی تاج الدین سبکی نے ایک باریک جلد میں شرح لکھی ہے جس کا نام ''السیف المشہور عن شرح عقیدہ الامام ابی منصور'' رکھا ہے۔

فرشتوں کو برا بھلا کہنے کا حکم

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفاء'' میں فرمایا: امام سحنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص کسی فرشتہ کو سب وشتم کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ اور حضرت ابوالحسن قابسیؒ فرماتے ہیں جو آدمی دوسرے کے بارہ میں یہ کہے کہ اس کا چہرہ

مالک (داروغہ دوزخ) کی طرح غصہ آلود ہے اگر معلوم ہو کہ اس نے اس بات سے فرشتہ کی مذمت کا ارادہ کیا تھا تو اسے قتل کر ڈالا جائے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ (مذکورہ حکم) اس (فرشتہ) کے بارہ میں ہے۔ جو واقعتہً فرشتوں میں سے ہو یا ان مخصوص ملائکہ میں سے ہو جن کی ہم نے تحقیق کر دی ہے کہ وہ فرشتوں میں سے ہے جس کے فرشتہ ہونے کی صراحت اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمائی ہو یا اس کا علم ہمیں یقینی طور پر خبر متواتر کے ذریعہ پہنچا ہو، جو فرشتہ مشہور ہے اور اس پر قطعی اجماع وارد ہے جیسے حضرت جبرائیل حضرت میکائیل، حضرت مالک، جنت وجہنم کے داروغے زبانیہ (دوزخ کے فرشتے)، حاملین عرش خداوندی، حضرت عزرائیل، حضرت اسرافیل، حضرت رضوان، محافظین انسان فرشتے، منکیر نکیر علیہم السلام (ان کی توہین وانکار کفر ہے) اور وہ فرشتے جن کی تعیین احادیث (قطعیہ) سے ثابت نہیں ہے اور نہ اس پر فرشتہ ہونے کا اجماع ہوا جیسا کہ ہاروت ماروت۔ لیکن ان کے فرشتہ ہونے سے انکار کرنے کا حکم یہ ہے کہ اگر تو کوئی اہل علم میں سے یہ کلام کرتا ہے تو پھر تو کوئی گناہ نہیں کیونکہ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے اور اگر کوئی عوام الناس میں سے ہے تو اسے اس قسم کی باتوں میں غور وخوض سے منع کیا جائیگا اگر دوبارہ کرے تو تادیب کی جائے کیونکہ ان کو اس طرح کے مسائل کلام کرنے کا حق نہیں۔

امام قرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر مکلف کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم کرنا واجب ہے اسی طرح تمام فرشتوں کی بھی، جس نے ان کی شان میں کمی کی اس نے کفر کیا، چاہے اشارہ کر کے یا واضح طور پر، پس جس نے کسی کو مضبوط پکڑا والا دیکھ کر یوں کہا کہ یہ داروغہ جہنم (حضرت) مالک (علیہ السلام) سے بھی زیادہ سخت دل ہے اور اس آدمی کے متعلق جس کو بھیانک شکل میں دیکھا یہ کہا کہ یہ منکر نکیر (علیہما السلام) سے بھی زیادہ خوفناک ہے تو وہ کافر ہوگا جبکہ اس نے اس بات میں وحشت اور سخت دلی کو عیب کے انداز میں ذکر کیا ہو۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: جو کچھ اس مسئلہ اور گزشتہ مسئلہ میں دلائل قطعیہ بیان کئے گئے ہیں۔ یہ فرشتوں کی صحابہ اور اولیاء بشر پر فضلیت کی دلیل ہیں۔

فرشتوں کے نام بیت الخلاء میں لے جانے کا حکم

"امام الحرمین اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ" فرماتے ہیں: قضائے حاجت کی جگہ اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ رکھے جس میں کوئی عظمت والا اسم مبارک ہو۔ علامہ اسنوی فرماتے ہیں (مذکورہ) عبارت میں تمام انبیاء اور فرشتوں کے اسماء مبارکہ داخل ہیں اور علامہ زرکشی نے "الخادم" میں یہ اضافہ فرمایا ہے کہ (یہ حکم تب ہے) جب ان انبیاء اور ملائکہ کی رسالت دلائل قطعیہ سے ثابت ہو بخلاف ولی کے اسم کے (اس کو قضائے حاجت کے وقت آدمی اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے) (امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں یہ بھی ان دلائل میں سے ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

انبیاء کرام اور فرشتوں کے لفظ ''صلوٰۃ'' استعمال کرنا

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معتبر علماء کرام کا اجماع ہے کہ تمام انبیاء کرامؑ اور تمام ملائکہ کرامؑ کے لئے مستقلاً صلوٰۃ (یعنی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صلی اللہ علیہ وسلم) کا استعمال جائز اور مستحب ہے لیکن ان کے علاوہ دیگر حضرات کیلئے اکثر علماء کے نزدیک یہ ''صلوٰۃ'' ابتدأ درست نہیں اس لئے حضرت ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جائے گا۔ اور اس ممانعت میں اختلاف کیا گیا ہے ہمارے بعض فقہاء نے اس کو حرام قرار دیتے ہیں جبکہ صحیح مسلک وہ ہے جس پر اکثر فقہاء ہیں کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں یہ بھی اس کے دلائل میں سے جس کی طرف سے ہم اشارہ کیا۔

مکلفین کی اقسام

شیخ عزالدین ابن جماعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مکلفین کی تین قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو پیدائش کے وقت سے مکلف بنائی گئی وہ فرشتے، حضرت آدم، حضرت حواء علیہما السلام ہیں۔ اور ایک قسم وہ ہے اول پیدائش سے قطعاً مکلف نہیں ہیں اور یہ اولاد آدم علیہ السلام ہیں اور ایک قسم جس میں نزاع ہے جبکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ ول پیدائش سے مکلف ہیں اور یہ جنات ہیں۔ (آپ کا کلام ختم ہوا)

کتب حنابلہ میں سے ''کتاب الفروع'' میں ہے جو کثیر الفوائد ہے ابو حامد اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں جنات تکلیف اور عبادات کے لحاظ سے انسانوں کی طرح ہیں اور علماء کے مذاہب فرشتوں کو تکلیف، وعد اور وعید سے خارج کرنے کے متعلق ہیں۔ پھر ایک خالی ورق کے بعد ستر کھولنے کے متعلق فرمایا۔

فرشتوں اور جنات سے پردہ کرنے کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ فقہائے حنابلہ کا ظاہر مذہب جنات سے پردہ کرنے کا ہے کیونکہ وہ مکلف اور اجنبی ہیں۔ اسی طرح فرشتے بھی باوجود عدم تکلیف کے۔ کیونکہ آدمی تو مکلف ہے۔ ظاہر کلام سے مراد ملائکہ کرام علیہم السلام کو اس تکلیف سے خارج کرنا ہے جس کے ہم مکلف قرار دیئے گئے ہیں نہ کہ مطلق۔ ورنہ فرشتے تو قطعی طور پر مکلف ہیں ہی جیسا کہ ابن جماعہ کے کلام میں سابق میں گزر چکا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کے نبی ہیں؟

علماء کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرشتوں کی طرف مبعوث ہونے کے متعلق اختلاف کیا ہے اس سلسلے میں ان کے دو قول ہیں۔

پہلا مذہب: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف مبعوث نہیں کئے گئے ہمارے حضرات میں سے امام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اور محمود بن حمزہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب العجائب والغرائب میں اسی کا فیصلہ کیا ہے۔ اور برہان نسفی اور

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفاسیر میں اس پر اجماع نقل فرمایا ہے اور متاخرین میں سے حافظ زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے النکت علی ابن الصلاح میں اور شیخ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح جمع الجوامع میں مذکورہ مذہب پر قطعی فیصلہ ظاہر کیا ہے۔

دوسرا مذہب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کی طرف بھی نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اس مذہب کو قاضی شرف الدین بارزی اور شیخ تقی الدین سبکی رحمہما اللہ نے راجح قرار دیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے اس مسئلہ میں میری (جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی) ایک تالیف ہے جس کا نام "تزیین الارائک فی ارسال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الملائک" ہے۔

ملائکہ کا صحابیت کا شرف حاصل کرنا

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ الاصابہ میں فرماتے ہیں فرشتوں کا شرف صحابیت میں داخل ہونا محل نظر ہے۔ اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ فرشتوں کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں داخل ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کی طرف معبوث بھی ہیں یا نہیں؟

اور امام رازی نے اسرار التنزیل (تفسیر کبیر) میں اس پر اجماع نقل فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنا کر معبوث نہیں کئے گئے۔ اور اس نقل میں نزاع ہے۔ بلکہ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے راجح قرار دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملائکہ کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ اور انہوں کے کئی اشیاء سے دلیل لی ہے جس کی شرح طویل ہے۔ جبکہ شرف صحابیت کے حصول کی بنیاد پر اس بات پر رکھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کی طرف معبوث بھی ہوں، یہ بات واضح طور پر قابل غور ہے۔ (آپ کا کلام ختم ہوا)

ابن عباد رحمۃ اللہ علیہ نے کشف الاسرار میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو خبر دی اس اسماء کی جن کو انہیں علم دیا گیا تھا۔

کیا جنات فرشتوں کی طرح مکلف ہیں؟

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں: جنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مکلف ہیں اصل ایمان اور ہر شئے میں میں بخلاف ملائکہ کہ ان کے حق میں شریعت محمدیہ کی تمام تکالیف لازم نہیں ہیں جب کہا جائے رسالت کے عموم کے ساتھ۔ بلکہ وہ تمام احکام کے تابع ہو بھی ہو سکتے ہیں۔ اور ان کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخصوص قسم کی رسالت کا بھی احتمال ہے۔

کیا فرشتوں کے ساتھ نماز باجماعت کا حصول کے جیسا کہ بنی آدم کے ساتھ ہے؟

حضرت علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "الحلبیان" میں ذکر کیا: جس طرح انسانوں کے ساتھ جماعت درست ہے اسی طرح اکیلا شخص اگر جماعت کا ثواب حاصل کرنا چاہے یا اپنے ذمہ سے وجوب جماعت اتارنا چاہے تو فرشتوں کے مقتدی ہونے

کی نیت سے اذان واقامت کہے اور نماز کی امامت کرے تو فرشتوں سے بھی جماعت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بات میں نے اپنی تحقیق کے مطابق کہی تھی بعد میں میں نے اس کو اپنے حضرات (شوافع) میں سے ایک کے فتاوی الحناطی میں منقول بھی دیکھا کہ جو آدمی کسی میدان میں اذان اور تکبیر کے ساتھ (اکیلے) نماز ادا کرے پھر وہ قسم اٹھائے کہ اس نے جماعت سے نماز ادا کی تو کیا اس کی قسم ٹوٹے گی یا باقی رہے گی؟ جواب میں فرمایا کہ اس کی قسم درست ہے اس پر کوئی کفارہ نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''من أذن وأقام في فضاء من الأرض وصلى وحده صلت الملائكة خلفه صفوفا'' جس آدمی نے اذان اور اقامت بیابان میں کہیں اور اکیلے نماز پڑھی تو اس کے پیچھے فرشتے صف باندھ کر نماز ادا کرتے ہیں۔ پس اگر کوئی اس معنی کے حساب سے حلف اٹھائے تو اس کا حلف نہیں ٹوٹے گا۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بات کی بناء پر اس پر ہے کہ اس نے جماعت کو عذر کی بنا پر ترک کیا ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ جماعت فرض عین ہے تو کیا ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی قضا بھی واجب ہے؟ جس طرح پانی اور تیمم نہ پانے والے کی نماز واجب الاعادہ ہے۔ پس اگر تو اسی طرح سے ہے تو فرشتوں کی نماز کی بارے میں اگر ہم یہی کہیں کہ ان کی نماز انسانوں کی نماز کی طرح ہے تو ان سے جماعت منعقد ہو جائیگی اور کہا جائیگا کہ وہ سقوط قضا میں کفایت کریگی۔ (آپ کا کلام ختم ہوا)۔

اور کتب حنابلہ میں سے کتاب الفروع میں ہے کہ انہوں نے نوادر میں ہے کہ جماعت اور جمعہ فرشتوں اور مسلمان جنات کے ساتھ بھی منعقد ہو جاتا ہے اور وہ زمانہ نبوت میں موجود تھے اور جس طرح ذکر کیا ہے ہمارے مذہب کے امام ابوالبقاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہ یہ دونوں یہی فرماتے ہیں۔ یہاں جمعہ میں وہ شخص مراد ہے جس پر جمعہ واجب ہو۔ جیسا کہ ابو حامد کے مذکورہ کلام سے ظاہر ہے مذہب یہ ہے کہ جمعہ ایسے آدمی سے منعقد نہیں ہوتا جس پر لازمی نہ ہو، جیسے مسافر اور بچہ تو یہاں بھی بطریق اولیٰ نہیں ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے حدیث سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو مرفوعا اور اثر سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کو ذکر کیا جو پہلے ذکر کئے جا چکے ہیں۔ (آپ کا کلام ختم ہوا)

فوائد و مسائل:۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جب کوئی آدمی بیابان میں ہو اور وضو کرنا اور اگر پانی نہ ملے تو تیمم کرے پھر نماز کیلئے اذان دے اور اقامت کہے اور نماز پڑھے تو اللہ کے لشکروں (فرشتوں) میں سے ایک لشکر (اس کے پیچھے) صف باندھتا ہے جو اس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرتا ہے اور اس کے سجدہ کے ساتھ سجدہ کرتا ہے اور محدث عبد الرزاق اور محدث ابن ابی شیبہؒ نے اپنی اپنی مصنف میں مذکورہ حدیث جن الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے (جب کوئی آدمی بیابان میں ہو اور نماز کا وقت آجائے تو یہ وضو کرلے پس اگر پانی نہ پائے تو تیمم کرلے پھر اگر اس نے اقامت کہی تو اس کے ساتھ دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر اذان بھی کہی اور اقامت بھی تو اس کے پیچھے اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر نماز ادا کرتا ہے جس کے دونوں کنارے نہیں دیکھے جا سکتے) اس حدیث کو امام بیہقیؒ نے مرفوع بھی روایت کیا ہے اور حضرت سلمانؓ سے موقوف بھی اور موقوف کو مرفوع پر ترجیح دی ہے، اور اس روایت کو محدث ابونعیم نے

حلیہ میں حضرت کعب احبار کے کلام سے روایت کیا ہے۔[1]

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ حضرت یحیٰ بن سعید رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی بیابان میں نماز پڑھے تو اس کے دائیں بھی ایک فرشتہ نماز پڑھتا ہے اور اس کے بائیں بھی ایک فرشتہ نماز پڑھتا ہے اور اگر اس نے اذان دی اور اقامت کہی تو اس کے پیچھے پہاڑوں کی تعداد کے برابر فرشتے نماز ادا کرتے ہیں، اس حدیث کو حضرت لیث بن سعد نے حضرت یحییٰ ابن سعید کے واسطہ سے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے کلام سے اس کو نقل کرتے تھے امام دارقطنیؒ نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ یہی صحیح ہے۔[2]

نماز کا سلام پھیرتے وقت فرشتوں کو بھی سلام کرنے کی نیت کرنا

امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نماز پڑھنے والا اگر امام ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ پہلے سلام کے وقت دائیں طرف کے فرشتوں، مسلمان جنات اور انسانوں کے سلام کی نیت کرے اور دوسرے سلام کے وقت اپنے بائیں طرف کے حضرات (ملائکہ، مسلمان جنات اور انسانوں) کی نیت کرے۔ اور مقتدی بھی ایسی ہی نیت کرے لیکن منفرد (اکیلی نماز ادا کرنے والا) دونوں طرف سلام کہتے وقت اپنے دونوں طرف کے فرشتوں کو سلام کرنے کی نیت کرے۔

وعن علی رضی الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي قبل الظهر أربعا وبعدها أربعا، وقبل العصر أربعا، يفصل بين كل ركعتين بالتسليم على الملائكة المقربين والنبيين ومن يتبعهم من المؤمنين

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر سے قبل بھی چار رکعات (سنتیں) پڑھتے تھے اور اس کے بعد بھی چار رکعات (سنتیں) پڑھتے تھے اور نماز عصر سے قبل چار رکعات (سنت) پڑھا کرتے تھے ہر دوگانہ کے بعد ملائکہ مقربین، انبیاء کرام اور ان کے مومنین متبعین پر سلام کہتے تھے۔

(امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں یہ حدیث امام احمد اور ترمذی نے نقل کی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

فرشتوں کو قرآن کی فضیلت حاصل نہیں

حافظ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں: یہ بات وارد ہوئی ہے کہ ملائکہ کرام کو قرآن پاک کی فضیلت عطا نہیں فرمائی گئی یہ انسانوں سے قرآن پاک سننے کے حریص ہیں۔

---

[1] سنن نسائی

[2] مؤطا امام مالک۔

مساجد کے احکام میں (کعبۃ کبھی طواف سے خالی نہیں رہا)

امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ ''احکام مساجد'' میں فرماتے ہیں: حدیث مبارک میں وارد ہے اس بیت اللہ سے وعدہ فرمایا گیا ہے کہ ہر سال چھ لاکھ افراد اس کا حج کریں گے۔ اگر اس سے کم ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو فرشتوں سے پورا کر دیتا ہے۔

فرمایا: حافظ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ جب سے کعبہ کو پیدا کیا گیا ہے (اس وقت سے) وہ کسی جن یا انسان یا فرشتے کے طواف سے خالی نہیں رہا۔

قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پشت اور پیٹھ نہ کرنے کی ایک وجہ

شیخ ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ ''المذہب'' کے باب ''الاستطابۃ'' میں فرماتے ہیں: (قضائے حاجت کے وقت) نہ تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پشت کرے لیکن یہ عمارت میں جائز ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اور اس لئے بھی کہ صحراء میں فرشتے یا جنات بیٹھے اور نماز پڑھتے ہیں تو یہ (قضائے حاجت کرنے والے) ان کی طرف اپنا ننگ ظاہر کرتا ہے جبکہ عمارت (بیت الخلاء) میں ایسی بات نہیں۔

امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صحراء میں (قبلہ کی طرف پشت کرنے کی) ممانعت اس لئے وارد ہوئی ہے جیسا کہ ہمارے اصحاب (شوافع) نے ذکر فرمایا ہے کہ صحراء کسی نمازی فرشتہ، جن اور انسان سے خالی نہیں ہوتا تو بسا اوقات اس (نمازی) کی نظر (قضائے حاجت کرنے والے کے) ننگ پر پڑ جاتی ہے۔ لیکن عمارتوں اور قضائے حاجت کے مقامات میں داخل نہیں ہوتے مگر شیاطین۔ اور جو آدمی عمارتوں سے خارج میں نماز ادا کرتا ہے اس کے اور نمازی کے درمیان عمارت حائل ہو جاتی ہے۔ اور یہ سبب صرف احترام کعبہ کا نہیں ہے اور اس نے نقل کیا جو انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ روایت کیا ہے۔ (آپ کا کلام ختم ہوا)

(امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عیسیٰ الخیاط رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کے اختلاف میں حیران ہوں حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں (اپنی بہن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا اور اچانک قریب سے مڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیشاب خانہ کو قبلہ رخ دیکھا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور نہ اس کی طرف پشت کرے۔ تو حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دونوں حضرات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے درست فرمایا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحرا پر محمول ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے فرشتے اور جنات (صحراء میں) نماز ادا کرتے ہیں اس لئے کوئی ان کی طرف پیشاب کرتے وقت منہ بھی نہ کرے اور پشت بھی نہ کرے۔ رہے یہ بیت الخلاء تو کمرے ہیں جو تعمیر شدہ ہیں ان کے لئے قبلہ کا اعتبار نہیں۔

خوابوں میں صورتیں دکھانے والا فرشتہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المفہم'' میں بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ

أن لله تعالى ملكا يعرض المرئيات على المحل المدرك من النائم فيمثل له صورا محسوسة فتارة تكون أمثلة موافقة لما يقع في الوجود، وتارة تكون أمثلة لمعان معقولة، وتكون في الحالتين مبشرة ومنذرة

اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو دکھائی دینے والی چیزوں کو سونے والے کو مقام ادارم میں پیش کرتا ہے اور اس کے سامنے محسوس صورتوں کی تمثیلات ظاہر کرتا ہے کبھی تو یہ تمثیلات واقع میں موجودات کے موافق ہوتی ہیں، اور کبھی معانی معقولہ کی طرح ہوتی ہیں، دونوں حالتوں میں یہ صورتیں خوشخبری بھی ہوتی ہیں اور انجام کی تنبیہ بھی کرتی ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بات جو نقل کی گئی ہے شریعت سے اس کے ثبوت کی ضرورت ہے۔ (آپ کا کلام ختم ہوا)

مسئلہ کی دلیل بیان کرنے والا فرشتہ

امام ابوبکر ابن فورک رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مسمی بہ ''النظامی'' میں اس مسئلہ کے بارے میں کہ ''اللہ تعالی خالق واحد ہے اس کے سواء کوئی اور خالق نہیں ہوسکتا'' لکھا ہے اس کے متعلق میں نے بہت سے دلائل سے استدلال کیا: جس کے بعد میں نے دیکھا جیسے ہر آدمی دیکھتا ہے جبکہ میں وہ دلائل لکھ چکا تھا اور اس کا متعلقہ حصہ اپنے ہاتھ سے رکھ دیا تھا اور ۶ ربیع الثانی کی منگل کی شب ۴۶۵ھ میں سوگیا تھا تو ایک شخص مجھے کہتا ہے اس مسئلہ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اللّٰہُ الَّذِی خَلَقَکُم ثُمَّ رَزَقَکُم ثُمَّ یُمِیتُکُم ثُمَّ یُحیِیکُم هَل مِن شُرَکَائِکُم مَن یَفعَلُ مِن ذَٰلِکُم مِن شَیءٍ سُبحَانَهُ وَتَعَالَیٰ عَمَّا یُشرِکُونَ'' (الروم: ۴۰)

اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا کیا تمہارے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کرے پاکی اور برتری ہے اسے ان کے شرک سے

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے: اللہ تعالی نے یہ واضح فرمایا کہ رزق اسی کی طرف سے ملتا ہے اور رزق کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا ہر وہ چیز جو بندے کے پاس پہنچے جس سے بندہ بے نیاز نہ ہوسکے اور جو کچھ ضرورت ہو اس سے بندہ کچھ لے لے۔ اور بندے کے تمام کام اس کے ماتحت ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ کسی کی قدرت میں نہیں کہ وہ اس میں سے کچھ نہ کچھ کرسکے اور وہ ہرگز بھی نہیں کرسکے گا تو اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی خالق ہی نہیں ہوسکتا۔ پس مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے تمام کاموں کا خالق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

اور اس آیت میں ایک اور صورت استدلال بھی ہے چنانچہ فرمایا اللہ الذی خلقکم اس میں خلقکم (جس نے تمہیں پیدا کیا) ہمیں ہماری تمام صفات سمیت مشتمل ہے اگر اس نے ہمیں ہمارے اوصاف سمیت پیدا نہ کیا ہوتا تو یوں

فرماتے اللہ الذی خلق اجسامکم (اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے اجسام پیدا فرمائے جب تخلیق ہمارے (تمام اجسام مع صفات) پر مشتمل ہوئی جیسا کہ ہمیں معلوم ہوا کہ اس نے ہمارے اجسام اور اوصاف کو پیدا فرمایا ہے اور ہمارے اوصاف میں سے ہمارے کسب اور کام بھی داخل ہیں تو میں نے جان لیا کہ ہمارے تمام کے تمام کسب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

ابن فورک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ استدلال اس صورت پر ممکن ہے جیسا کہ میں نے کہنے والے سے سنا ہے ممکن ہے وہ کہہ رہا تھا۔ میں نے اس آیت سے اپنے اصحاب کی کتاب میں سے کسی کی کتاب میں یہ استدلال نہیں دیکھا اور نہ سنا۔ اس استدلال کا میں نے اس خواب سے استفادہ کیا ہے۔ اور بطور تبرک ذکر کیا ہے کیونکہ یہ فرشتہ کے القاء سے ہے۔

جائے نماز پر بیٹھے رہنے والے کے لئے فرشتوں کی دعا

امام مھلب نے حدیث میں کہا:

الملائکة تصلی علی أحدکم ما دام فی مصلاہ الذی صلی فیه ما لم یحدث: اللھم اغفر له، اللھم ارحمه (معناہ: أن الحدث فی المسجد خطیئة یحرم المحدث استغفار الملائکة ودعاءھم المرجو برکته

"فرشتے تم میں سے ہر ایک کے لئے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اپنی جائے نماز پر باوضو بیٹھا رہے" اے اللہ اس کو معاف فرمادے اس پر رحم کردے۔ اس کا امام مہلب یہ مطلب بیان فرماتے ہیں مسجد میں ہوا خارج کرنا گناہ ہے وضو توڑنے والا ملائکہ کے استغفار اور دعا سے جن کی برکت کی امید ہے محروم رہ جاتا ہے۔

بہت زیادہ گناہوں کی بخشش کا آسان طریقہ

امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس کے گناہ بہت ہوں اور بغیر مشقت کے اپنے سارے گناہ معاف کرانا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اپنے مقام نماز پر نماز ادا کرنے کے بعد بیٹھ رہا کرے تا کہ وہ اپنے لئے فرشتوں کی دعا اور استغفار کثرت سے حاصل کرلے کیونکہ اس کی قبولیت کی بہت امید ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی" (الانبیاء:۲۸)

اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے وہ پسند فرمائے

فرشتوں کا غسل میت کیلئے کافی ہے؟

آئمہ حنابلہ میں سے صاحب الفروع فرماتے ہیں: کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ فرشتوں کا دیا ہوا غسل میت کیلئے کافی نہیں ہے اور (کتاب) الانتصار میں ہے: اگر ان کے غسل دینے کا علم ہو جائے تو کافی ہے۔ تعلیق القاضی میں بھی اسی طرح سے ہے، انہوں نے اس کی دلیل فرشتوں کے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو اور حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دینا ہے اور فرشتوں نے آپ کے بیٹوں کو ان کے دوبارہ غسل کرنے کا حکم نہیں کیا۔ اور اس لئے بھی کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کی طرف جانے میں جلدی فرمائی۔ جب آپ ﷺ سے عرض کیا گیا تو فرمایا: اس لئے کہ فرشتے ہم سے پہلے ان کو غسل دینے میں سبقت نہ لے جائیں۔ جیسا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسل دینے میں سبقت لے گئے۔ فرماتے ہیں: آپ ﷺ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے کہ اگر فرشتے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسل دینے میں سبقت نہ کرتے تو حضور ﷺ ان کو ضرور غسل دیتے۔ لیکن ان کا غسل دینا انسانوں کے غسل دینے کے قائم مقام ہو گیا، اور اسی طرح اگر فرشتے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے غسل دینے میں سبقت لے جاتے تو غسل کی فرضیت ساقط ہو جاتی ورنہ آپ ﷺ اس کے غسل دینے کی سعی نہ فرماتے کیونکہ اگر فرشتوں کے غسل دے دینے کے بعد غسل دینا ممکن ہوتا تو آپ ﷺ ایسا نہ کرتے صاحب البحر وغیرہ نے بھی اسی کے ہم معنی دلائل کو بیان فرمایا ہے۔

جنات اور فرشتوں کو اپنی شکل بدلنے کا اختیار ہے؟

حضرت قاضی ابو یعلی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جنات کو اپنی شکل تبدیل کرنے اور مختلف صورتوں میں منتقل ہونے کی قدرت نہیں ہے۔ یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ کلمات اور کسی قسم کے اعمال سکھلائے ہوں ان میں سے جب کوئی یہ عمل کرے یا کوئی کلام پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک صورت سے دوسری صورت میں تبدیل کر دیتا ہو۔ اسی بناء پر کہا گیا ہے کہ جنات صورت تبدیل کرنے اور خیالات کا القاء کرنے پر اس معنی میں قادر ہیں: جب وہ اسی (مخصوص) بات کو بولیں یا عمل کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس صورت سے دوسری صورت میں بطور عادت منتقل کر دے۔ لیکن جنات کا خود بخود اپنے آپ کو دوسری شکل میں بدلنا محال ہے۔ کیونکہ ان کا ایک صورت سے دوسری صورت انتقال کرنا ان کی نفس تخلیق کے خلاف ہے اور اس میں اجزاء میں تفریق ہے اور جب اصل بنیاد اور تخلیق ہی بگڑ گئی تو حیات باطل ہو گئی اور من جملہ فعل کا وقوع اور اپنی ذوات کی کیفیت نقل محال ہو گئی۔ اور فرشتوں کا مختلف شکلیں اختیار کرنا بھی اسی طرح سے ہے اور یہ جو ابلیس کے بارے میں آیا ہے کہ وہ سراقہ کی شکل میں ظاہر ہوا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں آتے تھے یہ اسی بات محمول ہے جو ہم نے ذکر کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے قول پر ان کو قدرت بخشی ہے جس کے کہنے سے اللہ تعالیٰ ایک صورت سے دوسری صورت تبدیل فرما دیتا ہے۔ (آپ کا کلام ختم ہوا)

جبریل امین علیہ السلام کا بارگاہ مصطفوی ﷺ میں انسانی شکل میں آنا

اور امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جبرائیل علیہ السلام کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں انسان کی شکل میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی خلقت سے زائد کو فنا کر دیا ہو گا یا اس کو زائل کر دیا ہو گا اور اس کے بعد اس کا اعادہ کر دیا ہو گا۔

روح کا ایک جسم سے دوسرے جسم کی طرف منتقل ہونا

حضرت شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کہا جائے: جب جبریل امین رسول کریم ﷺ کی

خدمت میں حضرت دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آئے اس وقت ان کی روح کہاں تھی؟ کیا اس جسم میں تھی جو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے جسم کے مشابہ تھا اور وہ جسم جس کے چھ سو پر ہے وہ فوت ہو گیا تھا جیسا کہ جسم فوت ہوتے ہیں جب ان سے روح جدا ہوتی ہے؟۔ یا وہ خالی زندہ تھا روح کے بغیر جو اس جسم سے مشابہ جسم کی طرف منتقل ہو گئی تھی۔ میں (امام عز الدین رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں: یہ بات بعید نہیں کہ روح کا انتقال جسم اول سے اس کی موت کو لازم نہیں ہے۔ کیونکہ ارواح کی علیحدگی سے اجسام کی موت عقلاً واجب نہیں ہے کیونکہ وہ عادہ جاریہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ارواح میں جاری کیا ہے۔ کہ بدن (روح کے نکل جانے سے) زندہ رہتا ہے اس کے معارف اور طاعات میں کچھ کمی نہیں ہوتی اور دوسرے جسم کی طرف روح کا انتقال شہداء کی ارواح کی طرح جو سبز پرندوں کے گھونسلوں میں رہتی ہیں۔

اور شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الفیض الجاری علی صحیح البخاری میں فرماتے ہیں: یہ بات جائز ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصل صورت آتے ہوں گے۔ مگر یہ کہ سمٹ کر ایک انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہوں اور جب اس حالت سے باہر ہوں تو اپنی اصلی شکلوں میں لوٹ جاتے ہیں اس کی مثال روئی ہے جب بکھری ہوئی کو جمع کیا جائے۔ کیونکہ بکھری ہوئی حالت میں روئی کی صورت بہت بڑی ہوتی ہے اور اس کی ذات بگڑی نہیں۔ یہ بر سبیل تقریب ہے۔

ابدال کا ایک ہی وقت میں متعدد جگہ ہونا

اور علامہ علاؤ الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ شارح الحاوی اپنی کتاب ''الاعلام بالمام الارواح بعد الموت علی الاجسام'' میں فرماتے ہیں: حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی صورت میں اور حضرت مریم علیہا السلام کے پاس ایک کامل انسان کی شکل میں ظاہر ہوئے تھے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ بندوں کو حالت حیات میں ان کی ذات کیلئے خاصیت ملکیت قدسیہ اور قوت عطاء فرمائی ہو۔ جس سے اپنے بدن سے دوسرے متعین بدن میں پہلے بدن میں تصرف کے باوجود تصرف کی قدرت ہو۔ ابدال کے متعلق کہا گیا ان کا نام ابدال اسلئے رکھا گیا ہے کہ وہ ایک جگہ سے رحلت کرتے ہیں اور پہلی جگہ میں ایک شکل میں مقیم بھی رہتے ہیں جو ان کی اصلی شکل کے علاوہ ہوتی ہے اس سے مبدل ہوتی ہے۔

ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہونے کی حقیقت

اور صوفیائے کرام نے عالم اجساد اور عالم ارواح کے درمیان ایک اور جہان ثابت کیا ہے اور اس (جہان) کا نام عالم مثال رکھا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ جہان عالم اجساد سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہے۔ اور اسی پر ارواح کے تجسم اور مختلف صورتوں میں عالم مثال میں ظاہر ہونے کی بنیاد پر رکھی ہے۔ اس کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا'' میں پائی جاتی ہے۔ تو روح واحد حضرت جبرائیل علیہ السلام کی روح کی طرح اپنے اصلی جسم سے متعلق ہے اور جسم مثالی میں ظاہر ہے اور اسی سے یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے جو بعض آئمہ سے مشہور ہے کہ بعض اکابر نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے جسم کے متعلق میں سوال کیا اور کہا کہ اِن کا پہلا جسم جو افق کو اپنے پروں سے پر کرتا تھا۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنی اصلی صورت میں دیکھا تھا۔ وہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی صورت میں ظاہر ہونے کے وقت کہاں گیا تھا؟ تو بعض اکابر نے اس کے جواب میں تکلف اختیار فرمایا کہ یہ بات جائز ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا جسم بعض میں سمٹ گیا۔ یہاں تک کہ اس کا حجم چھوٹا ہو کر حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی صورت میں آ گیا ہو اس کے بعد اسی پہلی حالت میں لوٹ آئے اور بڑے ہو گئے ہوں جو بات حضرات صوفیہ کرام نے فرمائی ہے وہ زیادہ بہتر ہے وہ یہ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا جسم اصلی تو اپنی حالت میں بغیر تبدیلی کے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایک اور جثہ (جسم) تیار کیا ہو اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی روح دونوں میں بیک وقت متصرف ہوئی ہو۔ (آپ کا کلام ختم ہوا)

حضرت جبرائیل علیہ السلام افضل ہیں یا حضرت اسرافیل علیہ السلام

اور علامہ شمس الدین بن قیم نے ''کتاب الروح'' میں کہا ہے۔ روح کی حقیقت ابدان کی حقیقت کے علاوہ ہے۔ اور وہ رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے اور یہ مرنے والے کے بدن سے متصل ہوتی ہے اس حیثیت سے کہ جب مسلمان اپنے ساتھی کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کے سلام کو جواب دیتا ہے۔ دراں حالانکہ وہ وہاں اپنے مقام پر ہوتا ہے۔ اور یہ جبریل علیہ السلام جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور اس کے چھ سو پر تھے اور ان منی سے دو پرے افق پر تھے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا یہاں تک کہ اس نے اپنے گھٹنے اپنے گھٹنے پر رکھے اور اپنے ہاتھ آپ کی رانوں پر اور مخلصین کے دل نوہیں ایمان کے لئے کہ وہ ممکنات سے ہے کیونکہ وہ اس قرب کے قریب تھا۔ اور یہ آسمانوں میں استقرار پذیر تھا۔ اور حدیث رویۃ جبریل علیہ السلام میں ہے۔: میں نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھا تو جبریل علیہ السلام دونوں قدم لٹکائے آسمان و زمین کے درمیان تھے جبریل علیہ السلام کہہ رہے تھے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور میں جبریل علیہ السلام ہوں۔ تو میں نے اپنی آنکھیں کسی جانب نہ پھیریں مگر میں نے جبریل علیہ السلام کو اسی طرح دیکھا۔ (اور میں آیا وہاں سے غائب کو موجود پر قیاس کرتے ہوئے) تو آپ نے اعتقاد کیا کہ روح جنس سے ہے جو معہود ہے اجسام سے جس میں جب مشغول ہوتی ہے ایک جگہ سے ممکن نہیں کہ وہ ہو اس کے غیر میں۔ اور یہ غلط محض ہے (آپ کا کلام ختم ہوا)

شیخ محی الدین بن عربی صوفی رحمۃ اللہ علیہ ''الحکم'' میں فرماتے ہیں: فرشتہ جب ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتا ہے جو شکل اختیار کرتا ہے جس صورت میں چاہتا ہے۔ اسی صورت پر حکم جاری ہوتا ہے اور اس صورت پر احکام جاری ہوتے ہیں اور جب وہ کلام کرتا ہے تو کلام نہیں کرتا مگر اس صورت کے ساتھ جو اس کو ملی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی نزاہت پر باقی رہتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے سبز روحانی صورت میں رہتا ہے۔ اور انسان جب ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتا ہے وہ ظاہر ہوتا ہے جس صورت میں چاہتا ہے۔ تو اس صورت میں حکم جاری نہیں ہوتا اور جب وہ اس صورت میں کلام کرتا ہے تو جس زبان میں چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔ اور وہ انسانی حقیقت پر باقی رہتا ہے۔ کیونکہ وہ مفطور علی الصورۃ ہوتا ہے۔ اور جنات جب متمثل ہوتے ہیں تو وہ حقیقت کے ساتھ متمثل ہوتے ہیں اور اس صورت پر حکم لگایا جاتا ہے اور اس پر احکام

جاری ہوتے ہیں لیکن جب اس صورت کو قتل کیا جاتا ہے تو وہ اس صورت کے ساتھ مرجاتے ہیں مکمل طور پر (آپ کا کلام ختم ہوا)

روشنی باہم ایک دوسرے سے ٹکراتی نہیں

شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے کہا: روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ ہے جس نے دنیا کے تیسرے حصہ کو بھر دیا اور ایک فرشتہ ہے جس نے دوتہائی دنیا کو بھر دیا اور ایک فرشتہ ہے جس نے ساری دنیا کو بھر دیا۔ اور فرمایا یہ یہ فرشتہ دنیا کو بھر دیتا ہے تو دوسرے فرشتے کہاں جاتے ہیں؟ فرمایا اور جواب یہ ہے کہ یہ لطیف ہوتے ہیں جو متزاحم نہیں ہوتے۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب ایک گھر میں چراغ ہو اور اس کی روشنی گھر کو بھر دے اور جب اس میں دوسرا چراغ داخل ہو یا زیادہ چراغ داخل ہوں تو روشنیاں باہم متزاحم نہ ہوں گی۔

فرشتے کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں نہ نکاح کرتے ہیں

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس پر اتفاق ہے کہ فرشتے نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ نکاح کرتے ہیں اور جنات وہ کھاتے، پیتے ہیں اور نکاح نہیں کرتے اور انسان پس وہ کھاتے، پیتے، نکاح کرتے ہیں اور ان کی اولاد ہوتی ہے۔

سوال کیا گیا کہ فرشتے کیا سوتے ہیں؟ میں نے جواب دیا: میں اس کے بارے میں کوئی نقلی دلیل نہیں دیکھی اور ظاہر کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''یُسَبِّحُونَ اللَّیلَ وَالنَّھارَ لَا یَفتُرو'' (الانبیاء:۲۰) کہ وہ سوتے نہیں ہیں پھر میں نے امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں منقول دیکھا۔

ائمہ حنفیہ کے امام صفار نے سوال کیا: کیا ملک الموت کو میدان محشر میں جمع کیا جائے گا فرمایا جی ہاں۔ اس کو کہا جائے گا کیا تجھ سے لوگ ڈریں گے؟ فرمایا: نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''اُدخُلوھا بِسلامٍ آمِنِینَ'' (الحجر:۴۶) یعنی جنت میں داخل ہوجاؤ موت اور زوال امن پاتے ہوئے سے اور ''لَا یَذُوقُونَ فِیھا المَوتَ إِلَّا المَوتَةَ الأُولَیٰ'' (الدخان:۵۶) اور وہ اس میں موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے مگر موتی موت کا۔

صفار یہ بھی سوال کیا گیا: کیا فرشتے جنت میں ہوں گے؟ فرمایا: جی ہاں بے شک وہ موحد ہیں اور بعض عرش کے اردگرد طواف کریں گے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں گے۔ اور بعض اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان پر سلام پہنچائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یَدخلونَ عَلَیھِم مِن کُلِ بابٍ، سَلامٌ عَلَیکُم بِما صَبَرتُم فَنِعمَ عُقبی الدّار'' (الرعد:۲۳،۲۴) (بسنے کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو لائق ہوں ان کے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے آئیں گے، سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا)

نار سے یہ بھی سوال کیا گیا: کیا فرشتے اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا: میری والد شہید کا اعتقاد ہے کہ وہ اپنے رب کو

نہیں دیکھیں گے سوائے حضرت جبریل علیہ السلام کے۔ جب کہ وہ موحد ہیں تو اپنے رب کو کیوں نہیں دیکھیں گے؟ فرمایا بے شک دیکھا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل عطا فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔ (آپ کا کلام ختم ہوا)

میں کہتا ہوں یہ ذکر امام ابوالحسن ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے جو احناف کے امام سے ہیں۔ اور ہمارے امام شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور لیکن زیادہ راجح یہ ہے کہ وہ اپنے رب کو دیکھیں گے اس پر امام اہل السنۃ اور ایک جماعت نے نص وارد کی ہے۔

جنت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار

شیخ ابوالحسن الاشعری رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے ان سے اپنی کتاب ''الابانۃ فی اصول الدیانۃ'' میں کہا۔ جنت میں سب سے افضل چیز اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار۔ تو اللہ تعالیٰ انبیاء و مرسلین کو اور ملائکہ مقربین اور جماعت مومنین ،صدیقین کو محروم نہیں فرمائے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا دیدار کریں (آپ کا کلام ختم ہوا)

اور اس کی اتباع کی ہے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اور فرمایا: ''باب ما جاء فی رویۃ الملائکۃ ربھم'' میں پھر حدیث سابق اپنی کتاب کے اوائل میں مرفوعاً ذکر کی ہے۔ اور اثر سابق ذکر کیا ہے۔ جامع اخبار الملائکۃ میں حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے موقوفاً۔ اور اس کے مرفوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

اور وہ حضرات جنہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ وتعالیٰ کا دیدار ملائکہ کریں گے متاخرین میں شمس الدین بن قیم، قاضی القضاۃ جلال الدین بلقینی ہیں اور یہ بلا شک وشبہ زیادہ راجح ہے۔

امام سعید بن منصور اپنی سنن میں اور عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، امام بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ نے ''البعث'' میں ابو مجلز سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ'' (الاعراف:۴۶) کے متعلق روایت کیا ہے۔ فرمایا ملائکہ سے ہے۔ کہا گیا ہے اے ابو مجلز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''رجال'' مرد اور تم کہتے ہو فرشتے، فرمایا وہ مذکر ہیں مونث نہیں ہیں۔

اور حلیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المنہاج'' میں پھر قونوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مختصر میں کہا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اصحاب اعراف فرشتے ہیں جو اہل جنت سے پیار کرتے ہیں۔ اور اہل نار پر روتے ہیں۔ اور یہ دو وجوہات کی بنا پر بعید ہے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''' اور رجال یہ مذکر عقلاء ہیں اور ملائکہ یہ مذکر اور مونث میں تقسیم نہیں ہوتے۔ اور دوسرا یہ یہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق خبر دی کہ وہ طمع رکھتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوں اور فرشتوں میں طمع نہیں ہے اور اس دن کسی فرشتے کو کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ (آپ کی گفتگو ختم ہوگی)

جن انسانوں کی طرح ہیں سوال وجواب، جنت ودوزخ میں

امام حلیمی پھر قونوی رحمہما اللہ نے کہا: اور جن انسان کی طرح ہیں سوال وحساب میں اور جنت اور دوزخ میں اور اس کا احتمال

ہے کہ نہ ہو ان دونوں کے مابین جنت میں ایک دوسرے سے ملنا۔اس کا تقاضا بھی ہے کہ وہ دونوں پڑوسی ہوں بلکہ دونوں جنت میں اس طرح ہوں جس طرح دنیا میں ہیں۔

جن وانس کے مابیں اس بات کا تقاضا ہے جنات دوزخ کی مخلوق ہیں اور انسان پانی اور مٹی سے ہیں۔اور رہے فرشتے تو ان کے اعمال نہیں لکھتے وہ فرشتے جو اعمال لکھتے ہیں اگر وہ لکھتے تو ہر فرشتہ دوسرے کا محتاج ہوتا۔اور ان پر برائیوں کا محاسبہ بھی نہیں کیا جاتا زیا کیونکہ ان میں سے کوئی برائی نہیں کرتا۔اور انسانوں میں سے جس کا محاسبہ نہیں ہوتا وہ ان سے رتبہ میں ادنی نہیں ہیں۔رہا ان کا ثواب تو تکلف کے اٹھائے جانے کی بنا پر نہین ہے۔جب کہ وہ نہ کھانے، پینے اور نکاح کرنے والے ہیں۔تا کہ ان پر جنت میں بنی آدم کے موارد وارد ہوں۔اور یہ احتمال بھی ہے کہ تکلیف کا وضع کرنا ان کے دوسری نعمت ہو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے تیار کی ہے جس تک ہماری عقلوں کی رسائی نہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے اپنے صالحین بندوں کے وہ (نعمت) تیار کی ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہو اور نہ کسی آنکھ نے سنی ہو اور نہ کسی بندہ بشر کے دل میں اس کا خیال آیا ہو۔(آپ کی گفتگو ختم ہوئی)

امام حلیمی پھر قونوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا: رہا آسمانوں کو لپیٹ دیا جانا تو یہ احتمال ہے کہ فرشتے اس کو لپیٹ لیں گے۔جب وہ لپیٹیں گے تو ان کا لپیٹنا سخت ہوگا جس طرح وہ مکتوب لپیٹیں گے جس میں حکم مبرم ہو اور یہ مبالغہ ہے ان کے منتشر ہونے سے روکنے سے۔اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''بِيَمِينِهِ'' (الزمر:٦٧) اشعار الیمین بالقوۃ کے لئے۔تو انہوں نے سختی سے لپیٹنے کی مثال بیان کی۔اور جب آسمان کو لپیٹا جائے گا تو اس کے فرشتے زمین کی طرف اتریں گے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنزِيلًا'' (الفرقان:٢٥) اور انسان اس دن فرشتوں کو دیکھیں گے۔ ''يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَىٰ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِينَ'' (الفرقان:٢٢) (آپ کی گفتگو ختم ہوئی)

ساتوں آسمانوں میں بسنے والی مخلوق کی تعداد

میں کہتا ہوں۔حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے:

عن ابن عباس قال: إذا كان يوم القيامة مدت الأرض مد الأديم وزيد في سعتها كذا و كذا، وجمع الخلق بصعيد واحد جنهم وإنسهم، فإذا كان ذلك اليوم قيضت هذه السماء الدنيا عن أهلها على وجه الأرض ولأهل السماء وحدهم أكثر من أهل الأرض جنهم وإنسهم بضعف، فإذا نثروا على وجه الأرض فزعوا منهم، ثم تقاض السماء الثانية، ولأهل السماء الثانية وحدهم أكثر من أهل السماء الدنيا ومن جميع أهل الأرض بضعف جنهم وإنسهم، ثم تقاض السموات سماء سماء كلما قيضت سماء عن أهلها كانت أكثر من أهل السموات التي تحتها ومن جميع أهل الأرض بضعف حتى تقاض السماء السابعة، فلأهل السماء السابعة أكثر من أهل ست سموات

ومن جميع أهل الأرض بضعف.

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے فرماتے ہیں: ''جب قیامت قائم ہوگی تو زمین کو چمڑے کی طرح کھینچ کر پھیلا دیا جائے گا اور اس کی کشادگی میں اتنا اور اتنا اضافہ کردیا جائے گا اور سب مخلق کو جن وانس کو ایک میدان میں جمع کیا جائے گا۔ اور اس دن یہ آسمان دنیا زمین کے رہنے والوں پر پھٹ کر دنیا والوں کے سامنے ٹوٹ جائے گا۔ اور صرف آسمان والے زمین پر رہنے والے (انسانوں) سے کئی گنا زیادہ ہیں تو جب یہ فرشتے زمین پر اتریں گے تو یہ جن وانس ان سے گھبرا جائیں گے۔ پھر دوسرا آسمان شق کیا جائے گا اور صرف اس آسمان والے آسمان دنیا کے فرشتوں اور زمین کے تمام جن وانس سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ پھر اسی طرح ایک ایک (آسمان) شق کیا جائے گا۔ جب بھی کوئی آسمان اپنے متعلقین سے بچے گا تو وہ اپنے نچلے آسمان والوں سے اور زمین والوں سے کئی گنا زیادہ ہوں گے یہاں تک کہ ساتوان آسمان شق کی جائے گا تو اس ساتویں آسمان والے چھ آسمان والوں اور تمام زمین والوں سے کئی گنا زیادہ ہوں گے۔

حلیمی پھر قونوی رحمہما اللہ نے کہا: بعض زنادقہ نے اعتراض کیا ہے کہ فرشتوں اعمال کیسے لکھتے ہیں اور روح کیسے قبض کرتے ہیں جب کہ تم نے روایت کیا ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو اور نہ اس جماعت کے ساتھ ہوتے ہیں جس میں کتا یا گھنٹی ہو اور تم یہ بھی تلاوت کرتے ہو: ''قُلۡ يَتَوفاكُم مَلَكُ المَوتِ الذى وُكِلَ بِكُم'' (السجدة:۱۱) (آپ فرمادیجئے! تمہاری جان موت کا فرشتہ قبضہ کرتا ہے جو تم پر مقرر ہے) تو ہونا یہ چاہئے کہ وہ اس آدمی پر موت واقع نہ ہو جس کے پاس کتا ہو یا تصویر یا گھنٹی ہو اور نہ ہی اس کے اعمال لکھے جائیں۔ اور جب کوئی بیت الخلاء میں داخل ہوتا ہے تو کیا کراماً کاتبین اس کے ساتھ ہوتے ہیں یا نہیں اور (اگر ہوتے ہیں تو) وہ کہاں بیٹھتے ہیں، جس چیز پر بیٹھتے ہیں اور کس چیز سے لکھتے ہیں؟

الجواب: یہ حدیث محمول ہے کہ وہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتا جس میں ان چیزوں میں سے کوئی چیز ہو ان کا داخل ہونے صاحب گھر کے اکرام کے لئے ہوتا ہے اور یہ حدیث اس سے مانع نہیں ہے کہ وہ فرشتے کتابت اعمال، قبض روح کے داخل ہوں اور یہ بات ہمارے درمیان تسلیم شدہ ہے۔ کیونکہ صاحب گھر کا بگاڑ نیک لوگوں کے دخول سے تو مانع ہوسکتا ہے جو اس کے دوست ہوں اور اس میں آکر پریشان ہوں لیکن وہ لوگ جو اس کے مخالف بگاڑ پیدا کرنے والے اور کوئی حق دار جب حق وصول کرنے والے ہوں ان کی یہ صورتیں نہیں روک سکتیں۔ کتے کے متعلق دو وجوہات ہیں۔ جو اخیار کو ان کے اختیار سے مانع ہیں ایک تو یہ وجہ ہے کہ یہ ظالم درندہ ہے۔ دوسرا نجس عین ہوتا ہے۔ اس سے بے خوفی نہیں ہوتی کہ وہ برتن ناپاک کردے۔ بستر کو یا کھانے کو ناپاک کردے اور اس کے مالک کو اس کا علم نہ ہو یا علم ہو جائے۔ اور تصویر بنانے والا اپنی تصویر بنا کر اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا مقابلہ کرتا ہے جو بہت بڑا گناہ ہے اسی وجہ سے مصور لوگ قیامت کے دن سخت عذاب میں ہوں گے جیسا کہ حدیث میں ہے اور ملائکہ ایسی اشیا پر صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوف زدہ ہوتے ہیں اسی لئے

وہ ایسے گھر سے واپس ہو جاتے ہیں جس میں تصویر ہو۔ اور گھنٹی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جنات اس کی طرف میلان رکھتے ہیں اور اس کے پاس جمع ہوتے ہیں اور اونٹ مین جنات کی مشابہت ہے اور حدیث پاک میں ہے کہ ''یہ اونٹ جنات سے پیدا کئے گئے ہیں'' اسی لئے یہ سب سے اوقات بغیر کسی سبب ظاہری کے بھاگنے لگتے ہیں ان کے اس بھاگنے کو اس بات پر محمول کیا جاتا ہے کہ شیاطین انؓ سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ بھاگنے لگتے ہیں، سوان پر گھنٹیوں کا لٹکانا شیاطین کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اور ان کے سبب حاضری کی تاکید ہے۔ تو جو اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو بلانے کی ترجیح دے یا جن یا کتے کو سفر میں اپنی حفاظت کرنے کا عقیدہ رکھے تو وہ اس لائق ہے کہ اس کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں اور دوستوں کو متعین نہ کرے۔ لیکن یہ کتابت اعمال سے متعلق فرشتوں کو منع نہیں کرتے بلکہ یہ حالت اطاعت کی بجائے معصیت والی حالت میں زیادہ اولیٰ ہے۔ رہا کراما کاتین کا بیت الخلاء مین داخل ہونے کے بارے میں سوال تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے اور ہمارا اس کے بارے میں علم نہ رکھنا ہمارے دین میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ داخل ہونے کے پابند ہیں ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صورت میں ان پر اکرام فرمایا ہو اور ان کی بیت الخلاء میں داخل ہونے والے کی بیت الخلاء کے اندر کی صورت سے آگاہ فرمایا ہو اور وہ اس کو ایسی حالت میں کتابت اعمال کریں (واللہ اعلم)

کراما کاتبین کے متعلق تفصیلی گفتگو

اور رہا کراما کاتین کے بیٹھے کی جگہ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْد'' (ق:۲۷) (وہ دائیں اور بائیں ہوتے ہیں) اس کا احتمال ہوسکتا ہے کہ حقیقی طور پر بیٹھنا مراد ہو یا بیٹھنے کو استعارۃ استعمال کیا گیا ہے اس کے متعلق ان کے حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

اور رہا یہ سوال کہ وہ کہاں اور کیا لکھتے ہیں تو اس کا ہمیں کوئی علم نہیں مگر یہ کہ یہ دونوں کی چیز پر لکھتے ہیں۔ اس کا احتمال ہے کہ وہ ایسی چیز پر لکھتے ہیں جو لپیٹی اور پھیلائی جاسکتی ہو۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ کِتَابًا یَّلْقَاهُ مَنْشُوْرًا'' (الاسراء:۱۳) (ہم قیامت کے دن اس کے سامنے ایسی کتاب پیش کریں گے جس کو وہ کھلا ہوا پائے گا) وہ ذات جس نے ان کو اور دوسرون کو پیدا کیا وہ اس سے عاجز نہیں کہ ان کے لکھنے کے لئے اوراق اور چمڑے کے علاوہ کوئی چیز پیدا فرمادے۔ جس پر وہ لوگ لکھا کرتے ہیں یا وہ ایسے قلم سے لکھتے ہین جس کو اللہ تعالیٰ نے ان قلموں کے علاوہ پیدا کیا ہے اور وہ یا تو سیاہی سے لکھتے ہیں یا بغیر سیاہی کے لکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو زیادہ جاننے والا ہے (آپ کا کلام ختم ہوا)

(امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: رہی حدیث پاک ''لا تدخل الملائکة بیتا فیه کلب ولا صورة'' ''جس گھر میں کتا اور تصویر کو فرشتے داخل نہیں ہوتے'' امام خطابی فرماتے ہیں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو رحمت اور

برکت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں نہ کہ حفاظت پر مامور فرشتے کیونکہ وہ (انسان) سے الگ نہیں ہوتے۔اور کراما کاتبین کا بیت الخلاء میں داخل ہونا تو (اس سلسلہ میں) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث گزر چکی ہے۔

''إن معكم من لا يفارقكم في نوم ويقظة إلا حين يأتي أحدكم أهله أو حين يأتي خلاءه''

تمہارے ساتھ کچھ فرشتے ایسے ہیں جو تم سے نینداور بیداری کی حالتوں میں بھی الگ نہیں ہوتے مگر جس وقت تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے یا قضائے حاجت کے لئے جاتا ہے۔[1]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث:

''استحيوا من ملائكة الله الذين معكم الكرام الكاتبين الذين لا يفارقونكم إلا عند إحدى ثلاث حاجات: الغائط والجنابة والغسل''

تم ملائکہ سے حیا کیا کرو تمہارے ساتھ کراما کاتبین ہوتے ہیں جو تم سے الگ نہیں ہوتے مگر تین مواقع پر قضائے حاجت کے وقت، جنابت کے وقت اور غسل کے وقت۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا اثر:

''يجتنب الملك الإنسان في موطنين عند غائطه وعند جماعه''

فرشتہ انسان سے دوجگہ پر الگ ہوتا ہے قضائے حاجت کے وقت اور جماعت کے وقت۔

امام عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا اثر:

''لا تشهد الملائكة وأنت على خلائك.''

فرشتے پاس نہیں ہوتے اس حال میں کہ تو قضائے پر ہو۔

یہ دونوں اثر مرفوع کا حکم رکھتے ہیں۔لہٰذا واضح اور صریح بات یہ ہے کہ کراما کاتبین بیت الخلا میں داخل نہیں ہوتے۔

اور کتب حنفیہ میں سے امام ابوالیث کے مقدمہ میں ہے کہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بیت الخلا میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو اپنی چادر بچھا دیتے اور فرماتے کہ اے محافظ فرشتو! یہاں اس پر تشریف رکھیں کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کیا ہے کہ میں بیت الخلاء میں کوئی بات نہیں کروں گا۔

مجھ کو اس استحضار نہیں کہ اس روایت کو کسی محدث نے ذکر فرمایا ہے۔

اور رہا کراما کاتبین کا بیٹھا کہ وہ کہاں بیٹھتے ہیں اور کس چیز پر لکھتے ہیں تو اس سلسلہ میں حدیث پاک گزر چکی ہے۔

''إن الله تعالى لطف الملكين الحافظين حتى أجلسهما على الناجذين وجعل لسانه قلمهما وريقه مدادهم''

---

[1] یعنی ان دونوں صورت میں وہ فرشتے الگ ہوجاتے ہیں۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے دونوں محافظ فرشتوں کو لطیف بنایا ہے یہاں تک کہ ان کو (انسان کی) دونوں داڑھوں پر بٹھای ہے (انسان کی) زبان کو ان کا قلم اور انسان کے لعاب کو ان کی سیاہی بنایا ہے

''ناجذین'' سے داڑھیں مراد ہیں۔

''نقوا أفواهكم بالخلال فإنها مجلس الملكين الكريمين الحافظين وإن مدادهما الريق وقلمهما اللسان (وقول سفيان: ملكان بين نابي الإنسان''

اپنے مونہوں کو خلال کے ساتھ صاف کرو کیونکہ یہ دو معزز محافظ فرشتوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور ان کی سیاہی انسان کا لعاب اور ان کی قلمیں انسان کی زبان ہے اور امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ یہ دونوں فرشتے داڑھوں کے درمیان رہتے ہیں۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی حدیث گزر چکی ہے کہ

''لسان الإنسان قلم الملك وريقه مداده''

انسان کی زبان فرشتہ کا قلم اور اس کا لعاب ان کی سیاہی ہے۔

اور لہٰذا یہ موقوف مرفوع کے حکم میں ہے۔ تو اگر کوئی یہ تاویل کرے کہ زبان کا ان دونوں کی قلم ہونا اس سے مراد یہ ہے کہ زبان کتابت کا سبب ہے گویا یہ ان دونوں کا آلہ ہوتی ہے کیونکہ وہ وہی کچھ لکھتے ہیں جو وہ بولتی ہے۔

الجواب: اس کی دو وجوہات ہیں:

اول:۔ کتاب صرف اقوال سے مختص ہے پس یہ دونوں افعال واعتقادات اور نیتیں لکھتے ہیں۔

دوم: یہ تاویل زبان کے متعلق بہت بعید ہے۔ کیونکہ یہ لعاب کے ان دونوں کی سیاہی بننے پر لاگو نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

اور رہا کہ وہ کہاں لکھتے ہیں تو اس میں کوئی حدیث اور اثر وارد نہیں ہوا۔ لیکن امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے منصوب کتاب ''الدرة الفاخرہ فی کشف علوم الاخرة'' میں ہے کہ مومن کا صحیفہ پھول کے پتیاں ہیں۔ اور کافر کا اعمال نامہ بیری کے پتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

منکر نکیر کے متعلق تفصیلی گفتگو

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''التذکرہ'' میں کہا ہے: کہا گیا ہے کہ منکر نکیر دور دراز کے مقامات میں ایک ہی وقت میں فوت ہونے والوں کو کیسے خطاب کرتے ہیں؟

جواب:۔ ان دونوں کا عظیم جثہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ ایک ہی خطاب سے ایک ہی مرتبہ ایک جہت میں بہت سی مخلوق کو مخاطب ہو جاتے ہیں۔ جس سے ہر مخاطب یہی خیال کرتا ہے کہ صرف اس سے گفتگو کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو

باقی اموات کے جواب سننے کی قوت نہیں دیتا۔[1] (آپ کی گفتگو ختم ہوئی)

اور علامہ حلیمی رحمۃ اللہ علیہ نے المنہاج میں کہا: اور وہ بات جو زیادہ مناسب ہے وہ یہ ہے کہ سوال کرنے والے فرشتوں کی جماعت بہت زیادہ ہو۔ جس میں سے بعض کو منکر اور بعض کو نکیر کا نام دیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ایک میت کی طرف ان میں سے دو کو بھیجتا ہے جیسا کہ ان کے اعمال کو لکھنے کے لئے دو فرشتے مقرر ہیں۔ (آپ کی گفتگو ختم ہوئی)

فرشتوں کی زیارت اب ممکن ہے؟

فرشتوں کی زیارت اب ممکن ہے، یہ ایک عزت وشرف ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں میں سے جس کو چاہے مشرف فرمادے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''المنقذ من الضلال'' میں اور آپ کے شاگرد قاضی ابوبکر بن العربی جو مالکیہ کے فقہاء میں سے ایک ہیں کتاب قانون التاویل میں اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے التذکرہ میں وضاحت فرمائی ہے۔ اور یہ واقعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے سامنے پیش آیا اور انہوں نے اس پر تفصیل سے کلام کیا کتاب ''تنویر الحلک فی امکان رویۃ النبی والملک'' میں۔

جبریل امین علیہ السلام کی زیارت

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے المستدرک میں نقل فرمایا ہے:

عن ابن عباس قال: قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما رأیت جبریل: لم یرہ خلق إلا عمی، إلا أن یکون نبیا، ولك أن تجعل ذلك فی آخر عمرك

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: جب میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کی زیارت کی تو مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مخلوق اس (حضرت جبریل علیہ السلام) کو نہیں دیکھتی مگر اندھی ہوجاتی ہے۔ ہاں اگر نبی علیہ السلام کو۔ (اے ابن عباس رضی اللہ عنہما) آپ کے لئے یہ ہے کہ آپ آخری عمر میں ایسا کردیئے جاؤ گے۔

اور یہ واقعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ ہوا (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے فرشتوں کی زیارت کی) اس کو حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت نے دیکھا ہے جب وہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) تشریف لائے اور ایمان، اسلام اور احسان کے متعلق سوال کیا اور ان کو یہ حالت لاحق نہ ہوئی۔

تو ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہ کہ جس نے آپ علیہ السلام کو انفرادی طور پر بر سبیل کرامت دیکھا ہو۔ رہا بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا اس حال میں کہ جب وہ سوال کرنے کے لئے حاضر ہوا تو وہ عموم پر ہے نہ کہ اس کے کوئی ایک دوسرے کسی ایک سے مخصوص ہے۔

---

[1] التذکرہ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ از قرطبی، ۱۱/۱۳۱

صور پھونکے کے تفصیلی حالات

مجھ سے سوال کیا گیا کہ کیا فرشتے پہلا صور پھونکتے وقت مرجائیں گے اور دوسرے صور کے وقت زندہ ہوں گے۔

جواب: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَنُفِخَ فِي الصَّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَمَن فِي الأَرضِ إِلا مَن شَاءَ الله" (الزمر: ٦٨) اور یہ حدیث اوائل کتاب میں گزر چکی ہے۔

کہ حاملین عرش اور جبریل واسرافیل، میکائیل اور ملک الموت علیہم اسلام اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ اور یہ اس اثر پر وفات پائیں گے۔

اور حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث گزر چکی ہے کہ یہ چار فرشتے جن کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا اور سب سے آخر میں ان کو موت آئے گی اور سب سے پہلے ان کو زندہ کیا جائے گا۔

اور حدیث صور جس کو امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور ابوالشیخ نے "العظمۃ" میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) ثم يأمر الله إسرافيل فينفخ نفخة الصعق فيصعق أهل السموات والأرض إلا من شاء الله، فيقول ملك الموت: قد مات أهل السماء والأرض إلا من شئت، فيقو لاله - وهو أعلم: فمن بقي؟ فيقول: أي رب بقيت أنت الحي الذي لا تموت، وبقيت حملة العرش، وبقي جبريل وميكائيل وبقيت أنا، فيقول الله: فليمت جبريل وميكائيل، فيموتان ثم يأتي ملك الموت إلى الجبار فيقول: قد مات جبريل وميكائيل، فيقول الله: فلتمت حملة العرش، فيموتون ويأمر الله العرش فيقبض الصور من إسرافيل، ثم يأتي ملك الموت إلى الجبار، فيقول: رب قد مات حملة عرشك، فيقول - وهو أعلم: فمن بقي؟ فيقول: بقيت أنت الحي الذي لا تموت وبقيت أنا، فيقول الله: أنت خلق من خلقي خلقتك لما رأيت فمت، فيموت ... إلى أن قال: ثم يأمر الله السماء أن تمطر أربعين يوما ثم يأمر الله الأجساد أن تنبت حتى إذا تكاملت أجسادهم فكانت كما كانت، قال الله تعالى: لتحي حملة عرشي فيحيون ويأمر الله إسرافيل فيأخذ الصور فيضعه على فيه، ثم يقول: ليحيا جبريل وميكائيل فيحييان ثم يدعو الله بالأرواح فيلقيها في الصور ثم يأمر الله إسرافيل أن ينفخ نفخة البعث فينفخ فتخرج الأرواح كأنها النحل، فيقول الله: وعزتي وجلالي ليرجعن كل روح إلى جسده، فتدخل الأرواح في الأجساد (الحديث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم فرمائیں گے تو وہ پہلی مرتبہ صور پھونکیں گے

جس سے تمام آسمانوں اور زمین والے چیخ پڑیں گے۔ مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پس حضرت ملک الموت علیہ السلام عرض کریں گے تمام آسمانوں اور زمین والے مر چکے ہیں مگر آپ نے جن کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اب کون بچا ہے؟ تو وہ عرض کریں گے: اے میرے رب! آپ ہیں اور آپ زندہ رہنے والے ہیں جس پر موت نہیں آئے گی۔ حاملِ عرش بھی زندہ ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام بھی زندہ ہیں تو وہ بھی فوت ہو جائیں گے۔ پھر ملک الموت علیہ السلام اللہ جبار کی خدمت میں حاضر ہوگا اور عرض کرے گا جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام بھی فوت ہو چکے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب عرش کو اٹھانے والے بھی مر جائیں تو وہ بھی مر جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ عرش کو حکم دے گا تو حضرت اسرافیل علیہ السلام سے صور لے لے گا، پھر ملک الموت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور عرض کرے گا۔ اے میرے رب! آپ کے حاملین عرش بھی مر چکے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اب کون بچا ہے؟ تو ملک الموت عرض کریں گے آپ باقی ہیں آپ زندہ ہیں، آپ کبھی نہیں مریں گے اور میں زندہ ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو میری مخلوق ہے میں نے تجھے پیدا کیا جب چاہا تو بھی مر جا تو وہ بھی مر جائے گا۔۔۔ یہاں تک کہ فرمایا۔۔۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دیں گے تو چالیس دن تک برساتا رہ، پھر اللہ تعالیٰ اجسام کو حکم دے گا کہ تم اگنا شروع ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ جب ان کے بدن کامل ہو جائیں گے۔ اور جیسے تھے ویسے ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم فرمائے گا۔ تو وہ صور کو لیں گے۔ اور اسے اپنے منہ پر اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم فرمائیں گے۔ میرے عرش کو اٹھانے والے زندہ ہوں تو وہ زندہ ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم فرمائے گا تو وہ صور لیں گے اور اسے اپنے منہ پر رکھیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جبریل و میکائیل علیہما السلام زندہ ہوں تو وہ دونوں زندہ ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ تمام ارواح کو بلائے گا اور ان کو صور میں ڈالے گا پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا کہ اب دوبارہ زندہ ہونے کا صور پھونک۔ تو حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے۔ جس سے روح اس طرح نکلیں گی جیسے شہد کی مکھیاں نکلتی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ مجھے میری عزت و جلال کی قسم! ہر ایک روح اپنے بدن میں لوٹے تو وہ سب روحیں اپنے بدن میں لوٹ جائیں گی۔ (الحدیث)

اور مجھ سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ وارد ہے کہ ان کی ارواح موت کے بعد مخصوص ٹھکانہ میں ہوں گی جس طرح ابن آدم علیہ السلام میں وارد ہے۔

جواب: میں اس میں سے کسی چیز پر واقف نہیں ہوں۔

کیا وہ اولاد آدم علیہ السلام کے ساتھ ہوں جس وقت وہ رب العالمین کے لئے قیام کریں گے۔

جواب: جی ہاں اور یہ قریب ہی حدیث حارث بن ابی اسامہ از ابن عباس رضی اللہ عنہما گزر چکی ہے اور اس میں وارد ہے کہ وہ

موقف میں جن وانس اور تمام مخلوق کا احاطہ کریں گے۔
ابن ابی الدنیا نے کتاب الاحوال اور ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ نے تلاوت کی''' (الفرقان:۲۵) فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخلوق کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا اور جن وانس، حیوانات، درندے، پرندے اور تمام مخلوق ہوگی۔ تو آسمان دنیا شق ہوجائے گا تو اس کے رہنے والے اتریں گے اور وہ اس سے زیادہ ہوں گے جو جن وانس اور تمام مخلوق میں سے زمین پر ہیں اور وہ جن وانس اور تمام مخلوق کو گھیر لیں گے اور اللہ تعالیٰ دوسرے آسمان والوں کو نازل فرمائے گا ار وہ آسمان دنیا اور زمین والوں سے زیادہ ہوں گے۔۔ الحدیث۔
کیا ملائکہ کا محاسبہ کیا جائے گا اور ان کے اعمال تولے جائیں گے۔ کلام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ گزر چکا ہے کہ نہ ان کے اعمال لکھے جائیں گے اور نہ ان کا محاسبہ کیا جائے گا اور یہ تقاضا کرتا ہے کہ ان کے اعمال نہیں تولے جائیں گے۔ کیونکہ وزن حساب کی اقسام سے ہے اور اعمال کی کتابت کی اقسام سے ہے۔ پس صحیفہ وہ جو میزان میں رکھا جائے گا۔
اور مجھ سے سوال کیا گیا کہ کیا اولاد آدم میں سے کوئی کسی کی نافرمانی میں سفارش کرے گا جس طرح علماء اور صلحاء کریں گے
جواب: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''وَلَا یَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَی''(الانبیاء:۲۸) اور فرمایا:''وَکَم مِن مَلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِی شَفَاعَتُهُم شَیْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ أَن یَأْذَنَ اللّٰهُ لِمَن یَشَاءُ وَیَرْضَی''النجم:۲۶)
اور مجھ سے سوال کیا گیا کیا قول ہے جس نے کہا کہ وہ جنت کی گھر میں ہوں گے جس کا نام دار الخلد والجلال ہے اس کی حدیث میں اصل ہے کہ نہیں۔
جواب: اس کی حدیث میں اصل کے متعلق میں واقف نہیں ہوں۔
مجھ سے سوال کیا گیا کہ کہا کیا جنت میں اہل ایمان ان پر سلام کے وقت اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔
جواب: جی ہاں۔ وہ دیدار الٰہی کریں گے۔
مجھ سے سوال کیا گیا حضرت جبرائیل علیہ السلام افضل ہیں؟ یا حضرت اسرافیل علیہ السلام؟
جواب: میں اس کے متعلق کسی عالم کی نقل پر واقف نہیں ہوں اور گزشتہ روایات باہم متعارض ہیں
پس طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث میں ہے۔
ألا أخبركم بأفضل الملائكة جبريل
کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ فرشتوں سے افضل حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔
اور حضرت وہب رضی اللہ عنہ کا اثر: فرشتوں میں سے اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ نزدیک حضرت جبریل علیہ السلام ہیں پھر حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں یہ (احادیث) حضرت جبریل علیہ السلام کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں
اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث: سب مخلوق میں اللہ کے قریب ترین حضرت اسرافیل ہیں۔

اورحضرت ابن مسعودؓ کی مرفوع حدیث: حضرت اسرافیل علیہ السلام صور والے ہیں ان کے دائیں میں حضرت جرائیل علیہ السلام اور ان کے بائیں میں حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں۔

اورحضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) کی مرفوع حدیث: (حضرت اسرافیل اللہ کا فرشتہ ہے اس سے زیادہ مقرب کوئی شئے نہیں)

اورحضرت کعب (احبار) کا اثر: ''فرشتوں میں سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ مقرب حضرت اسرافیل ہیں: الخ

اورحضرت ابوبکر ہذلی رحمۃ اللہ علیہ کا اثر: ''اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کوئی چیز بھی حضرت اسرافیل سے زیادہ مقرب نہیں''۔۔الخ

اورحضرت ابوجبلبخ کی حدیث مع سندہ سب سے پہلے جس کوروز قیامت بلایا جائیگا وہ اسرافیل ہونگے ۔۔الی آخرہ۔

حضرت ابن سابط کا اثر: دنیا کا نظام چار فرشتے چلاتے ہیں حضرت جبریل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اس روایت سے انہوں نے یہ بھی فرمایا اور یہ حضرت اسرافیل ان (تین) فرشتوں پر احکام (خداوندی) کے ساتھ نازل ہوتے ہیں

اورحضرت خالد بن ابی عمران کا اثر: اور حضرت اسرافیل علیہ السلام دربان کے مرتبہ پر ہیں اور جو احادیث وروایت اس کے مشابہ ہیں سب حضرت اسرافیل علیہ السلام کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

انبیاء ورسل کی طرف وحی کا نزول

حضرت الامام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''العقیدہ'' میں ذکر فرمایا ہے: رسولوں کی طرف حضرت جرائیل علیہ السلام کے ذریعہ وحی نازل کی گئی اور انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف دوسرے فرشتوں کے ذریعہ وحی نازل کی گئی۔

فائدہ: میں نے بعض نسخوں میں دیکھا:

عن جعفر بن محمد قال ریح الملائکة ریح الورد، و ریح الأنبیاء ریح السفرجل

حضرت امام جعفر صادق بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا فرشتوں کی خوشبو گلاب کے پھول جیسی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی خوشبو ناشپاتی جیسی ہے لیکن میں اس بات کی سند سے واقف نہیں ہوا۔

لطیفہ

میں نے ابوالحسین احمد بن ابی الحسن علی بن زبیر کے مجموعہ میں دیکھا ہے۔فرماتے ہیں کہ ایک شخص حارث بن مسکین کے پاس آیا تو حارث نے اس سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا ''جرائیل'' تو حارث نے فرمایا کہ تجھ پر انسانوں کے نام تنگ ہوگئے تھے جو تو نے فرشتوں والا نام رکھا تو ان کو اس نے جواب دیا جس طرح تجھ پر دوسرے نام تنگ ہوگئے تھے حتیٰ کہ تو نے اپنا نام شیطان کے نام پر رکھا۔کیونکہ شیطان کا نام حارث ہے۔

فرشتوں کے حالات وواقعات پر امام سیوطی کی مستند اور جامع تصنیف

الحبائک فی اخبار الملائک

کا سلیس اردو ترجمہ، شرح کے ساتھ

فرشتوں کے حالات و واقعات

هذا مقام
سيدي العارف بالله
جلال الدين السيوطي
٨٤٩ھ
٩١١ھ

تصنیف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم و شارح

مفتی محمد فیاض چشتی

شاکر پبلی کیشنز لاہور